Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[illegible]

(۱۴) چودہ ستارے

(مع اضافہ)

یعنی

حضرات چہاردہ معصومین علیہم السلام کے حالاتِ زندگی

مؤلفہ

تاج المتکلمین نجم العلماء خطیب اعظم مورخ یگانہ فخر الملت حضرت حجۃ الاسلام الحاج مولانا مولوی نجم الحسن کراروی قبلہ مدظلہ

صدر اعلیٰ پاکستان مجلس علماء، ممبر رویت ہلال کمیٹی مرکزی حکومت پاکستان

ناشران

امامیہ کتب خانہ

مغل حویلی اندرون موچی دروازہ

لاہور

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

ہوتے نہ گر ازل میں "چودہ ستارے" ہادی
رہتی خراب ہوتی آدم سے رہنما کی

چودہ ستارے سے مراد حضرات چہاردہ معصومین علیہم السلام ہیں جن میں سرخیل انبیا خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و شفیع روزِ جزا خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا اور بارہ امام علیہم السلام شامل ہیں۔ یہ وہ ذوات ہیں جو خالقِ کائنات کی طرح بے مثل و بے نظیر ہیں۔ یہ جب عالمِ نور میں تھے، انھوں نے ملائکہ کو تسبیح و تمجید کا سبق دیا۔ جبریل کو علمِ معرفت سے بہرہ ور کیا۔ آدم و حوا جو گرے ہوئے آنسوؤں کی طرح بے وقعت ہو چکے تھے انھیں شرفِ انسانیت میں توبہ کے ذریعے سے عروج و فروغ بخشا، اور جب عالمِ ظہور میں آئے تو عقولِ انسانی کو علم و معرفت کی جلا دے کر چمکایا۔ گمراہوں کو رہبری کا جادۂ مستقیم بتایا۔ جنت میں جانے کا راستہ دکھایا۔

ان کی مدح سرائی کے لیے زبانِ قدرت ناطق۔ ان کی وضاحتِ حالات کے لیے اوراقِ قرآن شاہد۔ انسان کی کیا مجال کہ ان کے کشفِ حالات کے لیے قلم اٹھا سکے۔ حالات و اوصاف اُن کے لکھے جا سکتے ہیں جن کی کُنہ معلوم اور حقیقت آشکار ہو، اور جن کو دنیا میں آزاد زندگی بسر کرنے کا موقع ملا ہو۔ یہ وہ ذوات ہیں جن کے سمجھنے سے عقلِ انسانی قاصر اور فہمِ انسانی معذور ہے۔ میں نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے دعائے توفیق اور کتب کی مدد سے لکھا ہے مجھے ہرگز اس کا دعویٰ نہیں کہ میں ان حضرات کے حالات کا ایک شمہ بھی لکھ سکا ہوں۔ بہرحال احباب کی خواہش تھی کہ میں ان کے حالات قلم بند کروں۔ اس لیے قلم اٹھایا اور کچھ نہ کچھ لکھ دیا۔ ع

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

میں نے اس کی پوری سعی کی ہے کہ واقعات صحیح الفاظ و عبارت موجز و مختصر اور حالات درست لکھے جائیں۔ تاریخ ولادت و شہادت کی صحت پر بھی پوری قوت صرف کی جائے اور میں نے اس کی سعی بلیغ میں بھی دریغ نہیں کیا کہ صحیح تاریخ منظرِ عام پر آ جائے۔ میں نے اپنی بساط کے مطابق اس کی بھی کوشش کی ہے کہ جو واقعات بعض معاصرین نے غیر مناسب لکھ دیے ہیں، وہ بھی صاف ہو جائیں اور اعتراض

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی گنجائش باقی نہ رہے۔ مَیں نے ایسا بھی کیا ہے کہ جن معصومین کے کوائف وحالات مشہور ہیں انھیں زیادہ اِختصار سے لکھا ہے اور جو زیادہ پردہ خفا میں ہیں اُن کی قدرے وضاحت کی ہے۔

مَیں نے اِس کتاب کو حضرت حجت علیہ السلام سے منسوب کیا ہے۔ کیونکہ آپ وارث الانبیاءؑ و اوصیاء ہونے کے ساتھ ساتھ حاضر و ناظر اور حیاتِ ظاہریہ سے بہرہ مند ہیں۔

مجھے اِس کی ہرگز توقع نہ تھی کہ اِس ناچیز ہدیہ کو اتنی شہرت و مقبولیت حاصل ہو جائے گی جتنی حاصل ہے۔ مجھے اِس بات کی خوشی ہے کہ مَیں نے پاکستان کے فحول علماء کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ کتاب "چودہ ستارے" ہمارے پاس ہر وقت رہتی ہے۔ ہم بوقتِ ضرورت اس سے اِستفادہ کرتے ہیں۔ مجھے اِس کی بھی خوشی ہے کہ کتاب پوری آب و تاب کے ساتھ منظرِ عام پر آرہی ہے، قابلِ مبارکباد ہیں۔ جناب شیخ راحت علی صاحب وغیرہ جنھوں نے امامیہ کتب خانہ کی طرف سے اسے آفسٹ پر چھپوایا ہے، بہترین کاغذ لگایا ہے اور خوش منظر بنایا ہے۔

مَیں نے اِس ایڈیشن میں بہت سے اضافے کر دیئے ہیں جن میں بعض وہ اضافے ہیں جن کی کمی مَیں شِدّت سے محسوس کرتا تھا جیسے (۱) حضرت رسُول کریم صلعم کی زندگی کے اِبتدائی حالات (۲) حضرت رسُولِ کریمؐ کے سبب وفات کی تحقیق (۳) ہندوستان میں اِسلام کے پہنچنے کا ذریعہ اور سندھ سے آلِ محمدؐ کا علاقہ اور اہلِ سندھ سے اُن کی دلچسپی (۴) حضرت فاطمۃ الزہرا کی کنیز جناب فضہ کے حالات (۵) حضرت زینب و اُمِ کلثوم صلوٰۃ اللہ علیہما کے حالات، اُن کی تاریخ ولادت و وفات اور اُن کا مدفن (۶) فاطمی خلفاء کے حالات (۷) قم کی تاریخ اور حضرت معصومہ قم کے حالات (۸) حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے فرزندِ ارجمند جناب موسیٰ مبرقع کے حالات وغیرہ وغیرہ۔

والسّلام
سیّد نجم الحسن کراروی
۱۵ر شعبان ۱۳۹۳ھ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
پیش لفظ	۲
فہرست مضامین	۴
انتساب	۲۰
تقریظ مجتہد اعظم مرجع تقلید آقائے ... مدظلہ شریعت مدار قم ایران	۲۱
خطیب اعظم محقق مدقق مولانا سید محمد صاحب قبلہ دہلوی کے ایک خط کا اقتباس	۲۲
تقاریظ بعض حضرات علماء پاکستان	۲۳
چودہ ستارے ایک نظر میں	۲۸
چودہ ستارے کے ماخذ	۳۰
باب ۱	
پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفٰےؐ کے خاندانی حالات	۳۵
قصی	۳۶
عبد مناف	″
ہاشم	۳۷
جناب اسد	۳۸
جناب عبدالمطلب	″
جناب عبداللہ	۴۰
حضرت ابوطالب	″
جناب عباس	۴۱
جناب حمزہ	۴۲
حضرت ابوطالب کے بیٹے	″

مضامین	صفحہ نمبر
خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۴۵
آنحضرتؐ کی ولادت باسعادت	″
آنحضرتؐ کی ولادت کے وقت حیرت انگیز واقعات کا ظہور	۴۶
آپ کی تاریخ ولادت	۴۷
آپ کی پرورش و پرداخت اور آپ کا بچپنا	″
آپ کی سایۂ مادری سے محرومی	۴۹
حضرت ابوطالب کو حضرت عبدالمطلب کی وصیت	″
حضرت ابوطالب کے تجارتی سفر شام میں آنحضرتؐ کی ہمراہی اور بحیرہ راہب کا واقعہ	″
آنحضرتؐ کا قافلہ کو رومیوں کے اقتدار سے بچانا	۵۰
خانہ کعبہ میں حجر اسود کو نصب کرنے میں آنحضرت صلعم کی حکمت عملی	″
جناب خدیجۃ الکبریٰؑ سے آپ کی شادی خانہ آبادی	۵۱
کوہ حرا میں آنحضرتؐ کی عبادت گزاری	″
آپؐ کی بعثت	۵۲
دعوت ذوالعشیرہ کا واقعہ اور اعلان رسالت و وزارت	۵۳
مورخ ابوالفدا کی تحریر پر میلا وضاحتی نوٹ	۵۴
ہجرت حبشہ (۵ بعثت)	۵۵

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

مضامین	صفحہ نمبر
حضرت رسول کریمؐ دار الارقم میں (سنہ بعثت)	۵۶
حضرت رسول کریمؐ شعب ابی طالب میں (سنہ بعثت)	″
رومیوں کی شکست پر آنحضرتؐ کی کامیاب پیشین گوئی (سنہ بعثت)	۵۸
آپ کا معجزۂ شق القمر (سنہ بعثت)	۵۹
حضرت ابو طالب اور جناب خدیجہؑ کی وفات (سنہ بعثت)	۵۹
قبیلہ خزرج کا ایک گروہ خدمت رسولؐ میں (سنہ بعثت)	۶۰
آنحضرتؐ کی معراج جسمانی (سنہ بعثت)	۶۱
بیعت عقبہ اولیٰ (سنہ ۱۲ بعثت)	″
بیعت عقبہ ثانیہ (سنہ ۱۳ بعثت)	۶۲
ہجرت مدینہ (سنہ ۱۳ بعثت)	″
حضرتؐ کا مقام قبا میں پہنچنا	۶۳
مدینہ میں داخلہ	۶۴
مسجد نبوی کی تعمیر	″
نماز اور زکوٰۃ کا حکم	″
سنہ ۱ ہجری کے اہم واقعات	″
اذان و اقامت	″
عقد مواخات	″
سنہ ۲ ہجری کے اہم واقعات	۶۵
جناب سیدہؑ کا نکاح	″
تحویل کعبہ	″
جہاد	″
جنگ بدر	″
سنہ ۳ ہجری کے اہم واقعات	۶۶
جنگ احد	″
مدینہ ماتم کدہ بن گیا	۶۷

مضامین	صفحہ نمبر
سنہ ۴ ہجری کے اہم واقعات	۶۸
واقعہ بیر معونہ	″
غزوۂ بنی نضیر	″
غزوۂ ذات الرقاع	″
سنہ ۵ ہجری کے اہم واقعات	۶۹
جنگ خندق	″
غزوۂ بنی مصطلق اور واقعۂ افک	۷۱
سنہ ۶ ہجری کے اہم واقعات	″
صلح حدیبیہ و واقعہ قرطاس	″
سنہ ۷ ہجری کے اہم واقعات	۷۳
جنگ خیبر	″
حضرت علیؑ کے لیے رجعت شمس	۷۴
تبلیغی خطوط	۷۵
حصول فدک	۷۶
ایک واقعہ	″
سنہ ۸ ہجری کے اہم واقعات	″
جنگ موتہ	″
ذات السلاسل	۷۷
منبر نبوی کی ابتداء	″
فتح مکہ	″
دعوت بنی خزیمہ	۷۸
جنگ حنین	۷۹
حلیمہ سعدیہ کی سفارش	۸۰
سنہ ۹ ہجری کے اہم واقعات	″
قلس کی تباہی	″
غزوۂ تبوک	″
واقعہ عقبہ	۸۱
تبلیغ سورۂ برات	″

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مضامین	صفحہ نمبر
جنگِ وادی الرمل	۸۱
وفود	″
وصولِ صدقات	۸۲
سنہ ہجری کے اہم واقعات	″
یمن میں تبلیغی سرگرمیاں	″
یمن میں حضرت علیؑ کی شاندار کامیابی پر مخالفوں کی حاسدانہ روش	۸۳
یمن کا نظامِ حکومت	″
غدیرِ خم میں اصحاب کا تاریخی اجتماع اور اعلانِ خلافت	۸۳
حجۃ الوداع	″
واقعہ مباہلہ	۸۴
سرورِ کائنات کے آخری لمحاتِ زندگی	″
واقعۂ قرطاس	۸۵
وصیت اور احتضار	۸۶
رسولِ کریمؐ کی شہادت	۸۷
وفات اور شہادت کا اثر	۸۸
آنحضرتؐ کی شہادت کا سبب	″
ازواج	۸۹
اولاد	″
باب ۲	۹۱
حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام	″
آپ کی ولادت	″
آپ کا اکلوتی بیٹی ہونا	″
بچپن اور تربیت	۹۲
آپ کی عصمت	۹۳
آپ کی والدہ کی وفات	″
ہجرتِ فاطمہؑ	۹۴

مضامین	صفحہ نمبر
حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی شادی	۹۴
جنابِ سیدہؑ کا جہیز	۹۵
جلوسِ رخصت	″
حضرت فاطمہؑ کا نظامِ عمل	۹۶
فاطمۃ الزہراؑ اور پردہ	″
جنابِ سیدہ کا جہاد	″
حضرت فاطمہؑ اور امورِ خانہ داری	۹۷
حضرت فاطمہؑ اور باہمگذاری زوجہ و خاوند	″
ساس بہو کے تعلقات	۹۸
آپ کی اولاد	″
آپ کی عبادت	″
فاطمہ زہراؑ پیغمبرِ اسلام کی نظر میں	″
حضرت فاطمہؑ ربّ العزت کی نگاہ میں	۹۹
حضرت فاطمہؑ عہدِ رسالت میں	۹۹
فاطمۃ الزہراؑ رسولِ اسلام کے بعد	۱۰۰
آپ کی علالت	۱۰۲
آپ کی وصیت	۱۰۳
آپ کی وفات حسرت آیات	″
آپ کا جنازہ	۱۰۵
حضرت فاطمہؑ کے شرکاءِ جنازہ	″
حضرت فاطمہؑ کا مدفن	۱۰۶
حضرت فاطمہؑ کی قبر پر حضرت علیؑ کا مرثیہ	۱۰۶
آپ کے روضہ کا انہدام	″
حضرت فاطمہؑ کی کنیز جنابِ فضہ کے مختصر حالات	۱۰۷
جنابِ فضہ اور فنِ کیمیاگری	″
جنابِ فضہ کی شادی	″
جنابِ فضہ اور ضیافتِ حضرتِ رسولؐ	۱۰۸
جنابِ فضہ اور امدادِ غیبی	″
جنابِ فضہ اور سورۂ ہل اتیٰ	۱۰۹
ضربِ عمری سے بنتِ رسولؐ کا زخمی ہونا اور فضہ کو پکارنا	۱۱۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

مضامین	صفحہ نمبر
غسلِ سیدہ میں فضہ کی شرکت	۱۱۰
حضرت سیدہ کا آخری سفر اور فضہ	//
جناب فضہ حضرت فاطمہ کی شہادت کے بعد	۱۱۱
کربلا میں بحکم فضہ سے شیر کا برآمد ہونا	//
کربلا میں فضہ کا حضرت زینب کو سوار کرانا	//
دربارِ شام میں پشتِ فضہ پہ تازیانہ	//
فضہ کی دُعا اور بیان واقعہ شہادت فاطمہ	۱۱۲
عمر بن خطاب اور اعترافِ علمیت فضہ	۱۱۳
جناب فضہ اور قرآن مجید	//
جناب فضہ کی وفات اور اُن کا مدفن	۱۱۵
جناب فضہ کی ایک قرابتی کا واقعہ	//
جناب فضہ کے وطن "ازبقہ" سے ابنیا آمد اور اسلام کا علاقہ	//
باب ۳	۱۱۹
حضرت علی علیہ السلام	//
آپ کی ولادت	//
آپ کا نام نامی	۱۲۰
کنیت والقاب	۱۲۱
آپ کی پرورش و پرداخت	//
اظہار ایمان	//
حلیہ مبارک	۱۲۲
آپ کی شادی خانہ آبادی	//
سرداری اور سیادت علی کی صفت ذاتی ہے	//
ماں کی وفات	۱۲۳
آپ کے والد ماجد کا انتقال	//
حضرت علی کے جنگی کارنامے	۱۲۴

مضامین	صفحہ نمبر
جناب بحیرۃ العلم	۱۲۴
اسلام پر علیؑ کے احسانات	۱۲۵
دنیا حضرت علیؑ کی نگاہ میں	۱۲۶
کسبِ حلال کی جد و جہد	//
حضرت علیؑ اخلاق کے میدان میں	۱۲۷
حضرت علیؑ خلاقِ عالم کی نظر میں	//
علیؑ کی شان میں مشہور آیات	۱۲۸
حضرت علیؑ رسولِ خداؐ کی نگاہ میں	//
علیؑ کی شان میں مشہور احادیث	//
نقشِ خاتمِ رسولؐ اور علیؑ ولی اللہ	//
نیابت رسولؐ	۱۲۹
جانشین بنانے کا حق صرف خدا کو ہے	//
۱۸ ذی الحجہ	۱۳۰
دستارِ خلافت	//
خلیفہ کا تقرر اور تواریخِ فرنگ	//
حضرت علیؑ کے فضائل	۱۳۳
مولوی ظفر علی خان کا ایک شعر اور اُس کی رد	۱۳۵
حضرت علیؑ کی علمی حیثیت	۱۳۶
حضرت علیؑ کی تصنیفات	۱۳۸
آپ کی علمی مرکزیت	۱۳۹
آپ کا زہد و تقویٰ	۱۴۱
آپ کی اصابت رائے	۱۴۲
آپ کی سیاست	//
علم، صداقت، سخاوت	//
مولائے کائنات حضرت علیؑ کے بعض کرامات	۱۴۳
آپ کا گہوارہ میں کلاۂ اژدر دو پارہ کرنا	//

Presented by: Rana Jabir Abbas
jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مضامین	صفحہ نمبر
ساقیٔ کوثر اور سگِ خارا	۱۴۳
مولا علی اور انسان کی قلب ماہیت	۱۴۴
یمین اللہ علیؑ نے کور مادر زاد کو چشم بینا دے دی	//
مشکل کشا کی مشکل کشائی	۱۴۵
ایک مشلول کی شفایابی	//
آپ کی سایۂ رحمت سے محرومی	۱۴۶
وفاتِ رسولؐ کے بعد علیؑ کا خطبہ	//
رفیقۂ حیات کی جدائی	۱۴۷
حضرت علیؑ کا خطبہ	//
حضرت علیؑ کی گوشہ نشینی	۱۴۸
غصبِ خلافت کے بعد تلوار نہ اٹھانے کی وجہ	۱۴۹
حضرت علیؑ کا قرآن پیش کرنا	۱۵۰
حضرت علیؑ کے محافظِ اسلام مشورے	۱۵۱
مشوروں کے متعلق علماءِ اسلام کی رائیں	۱۵۲
مشوروں کے علاوہ جانی امداد	۱۵۳
حضرت علیؑ اور اسلام میں سڑکوں کی تعمیری بنیاد	۱۵۳
حضرت عثمان کی خلافت اور وفات	۱۵۴
حضرت علیؑ کی خلافتِ ظاہری	۱۵۴
گورنروں کی تقرری	۱۵۷
جنگِ جمل (۳۶ھ)	۱۵۸
میدانِ کارزار	۱۶۰
خراسان پر حضرت علیؑ کی تاخت اور شہربانو کی آمد	۱۶۲
جنگِ صفین (۳۷ - ۳۹ھ)	۱۶۳
لیلۃ الہریر	۱۶۴
تحکیمین کا فیصلہ	۱۶۵
جنگِ نہروان	//

مضامین	صفحہ نمبر
محمد ابن ابی بکر کی عبرتناک موت	۱۶۵
امام زین العابدین کی ولادت	۱۶۶
ہندوستان میں اسلام سب سے پہلے حضرت علیؑ کے ذریعہ سے پہنچا۔ علاقۂ سندھ سے آلِ محمدؐ کا خصوصی رابطہ۔	۱۶۷
بادشاہ شنسب بن خرنک کا دستِ علیؑ پر ایمان لانا	۱۶۹
اولادِ شنسب کی عمل بنی امیہ سے بیزاری	۱۷۰
اولادِ شنسب کی دشمنانِ آلِ محمدؐ سے جنگ	//
حضرت امام حسینؑ کی راہ کوفہ سے سندھ جانے کی خواہش	//
حضرت امام زین العابدین کی ایک بیوی کا سندھی ہونا۔	//
حضرت علیؑ کی شہادت (۴۰ھ)	۱۷۱
حضرت علیؑ کی شہادت پر مرثیہ	۱۷۲
حضرت کی ازواج و اولاد	۱۷۲
باب ۴	۱۷۸
حضرت امام حسن علیہ السلام	۱۷۸
آپ کی ولادت	۱۷۸
آپ کا نامِ نامی	۱۷۸
زبانِ رسالت و حسن امامت میں	۱۷۹

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مضامین	صفحہ نمبر
آپ کا عقیقہ	۱۷۹
کنیت والقاب	"
امام حسن پیغمبرِ اسلام کی نظر میں	"
امام حسن کی سرداریِ جنت	۱۸۰
جذبۂ اسلام کی فراوانی	۱۸۱
امام حسن اور ترجمانیِ وحی	"
امام حسن کا بچپن میں لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرنا	۱۸۲
خلیفہ اول کو منبرِ رسول سے اُترنے کا حکم	"
امام حسن کا بچپن اور مسائل علمیہ	"
امام حسن اور تفسیر قرآن	۱۸۵
امام حسن کی سایہ رحمت سے محرومی	۱۸۶
مشابہت رسول	"
امام حسن کی عبادت	"
آپ کا زہد	"
آپ کی سخاوت	"
توکل کے متعلق آپ کا ارشاد	۱۸۷
امام حسن علم اور اخلاق کے میدان میں	"
احسان کا بدلہ احسان	"
عہدِ امیرالمومنین میں امام حسن کے اسلامی خدمات	۱۸۸
حضرت علیؑ کی شہادت اور امام حسن کی بیعت	۱۸۹
صلح	۱۹۱
شرائطِ صلح	۱۹۲
صلح نامہ پر دستخط	۱۹۳
شرائط صلح کا حشر	۱۹۳
کوفہ سے امام حسنؑ کی مدینہ کو روانگی	۱۹۴
صلحِ حسنؑ اور اس کے وجوہ واسباب	۱۹۴
صلحِ حسنؑ اور جنگِ حسینؑ	۱۹۵
امام حسن پر کثرتِ ازدواج کا الزام	۱۹۶
اموی عہد کی تاریخ کے متعلق اہلِ یورپ کی رائے	۱۹۸
حضرت امام حسنؑ کی شہادت	۱۹۹
معاویہ سجدۂ شکر میں	۲۰۲
امام حسن کی تجہیز و تکفین	"
آپ کی ازواج واولاد	۲۰۳
شیخ عبدالقادر جیلانی	"
معاویہ بن ابی سفیان کا تاریخی تعارف	۲۰۴
باب ۵	۲۱۲
حضرت امام حسین علیہ السلام	۲۱۲
آپ کی ولادت	۲۱۲
آپ کا اسم گرامی	۲۱۳
آپ کا عقیقہ	"
کنیت والقاب	"
آپ کی رضاعت	۲۱۴
خداوندِ عالم کی طرف سے ولادت امام حسینؑ کی تہنیت اور تعزیت	"
فطرس کا واقعہ	۲۱۵
امام حسینؑ کا روئے تابان	۲۱۶
جناب ابراہیم کا امام حسین پر قربان ہونا	"
حسنینؑ کی باہم زور آزمائی	"
خاک قدم حسین اور حبیب ابن مظاہر	۲۱۷
امام حسینؑ کے لیے بچہ آہو کا آنا	"
امام حسینؑ سینۂ رسول پر	۲۱۸

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مضامین	صفحہ نمبر
حسنینؑ میں خوش نویسی کا مقابلہ	۲۱۸
جنت کے کپڑے اور فرزندانِ رسولؐ کی عید	//
گریۂ حسینیؑ اور صدمۂ رسولؐ	۲۱۹
امام حسینؑ کی سرداری جنت	//
امام حسینؑ عالمِ نماز میں پشتِ رسولؐ پر	۲۲۰
حدیث حسینؑ منی	//
مکتوبات باب جنت	۲۲۱
امام حسینؑ اور صفاتِ حسنہ کی مرکزیت	//
حضرت عمر کا اعتراف شرف آلِ محمدؐ	۲۲۲
ابن عمر کا اعتراف شرف حسینیؑ	//
امام حسینؑ کی رکاب ابنِ عباس کے ہاتھوں میں	//
امام حسینؑ کی گرد قدم اور جناب ابوہریرہ	۲۲۳
امام حسینؑ کا ذریت نبیؐ میں ہونا	//
کرم حسینیؑ کی ایک مثال	//
امام حسینؑ کی ایک کرامت	۲۲۴
امام حسینؑ کی نصرت کے لیے حکم رسولؐ	//
امام حسینؑ کی عبادت	۲۲۵
امام حسینؑ کی سخاوت	//
امام حسینؑ کا عمرو ابن عاص کو جواب	//
حضرت عمر کی وصیت کہ سند غلامی اہل بیت کا نوشتہ میرے کفن میں رکھا جائے	۲۲۶
امام حسینؑ کی مناجات اور خدا کی طرف سے جواب	۲۲۷
جنگ صفین میں امام حسینؑ کی جد و جہد	۲۲۸
حضرت امام حسینؑ گردابِ مصائب میں واقعۂ کربلا کا آغاز	//
حضرت مسلم بن عقیل	۲۳۱

مضامین	صفحہ نمبر
محمدؐ و ابراہیم کی شہادت	۲۳۴
مکہ معظمہ میں امام حسینؑ کی جان نہ بچ سکی	۲۳۶
امام حسینؑ کی مکہ سے روانگی	//
حُر بن یزید ریاحی	۲۳۷
کربلا میں ورود	۲۳۸
امام حسینؑ کا خط اہل کوفہ کے نام	۲۳۹
عبید اللہ ابن زیاد کا خط امام حسینؑ کے نام	//
دوسری محرم سے نویں محرم تک کے حالات	//
دوسری محرم الحرام سنہ ۶۱ ہجری	۲۳۹
تیسری محرم الحرام یوم جمعہ	۲۴۰
چوتھی محرم الحرام یوم شنبہ	//
پانچویں محرم الحرام یوم یک شنبہ	//
چھٹی محرم الحرام یوم دوشنبہ	//
ساتویں محرم الحرام یوم سہ شنبہ	۲۴۱
آٹھویں محرم الحرام یوم چہارشنبہ	//
نویں محرم الحرام یوم پنجشنبہ	۲۴۲
شبِ عاشور	۲۴۳
مجاہدین کربلا کی آخری سحر	۲۴۴
صبح عاشورا	//
جناب حُر کی آمد	۲۴۵
امام حسینؑ اور ان کے اصحاب و اعزاء کی حشر آفریں جنگ	//
جنگ مغلوبہ	۲۴۶
حضرت امام حسینؑ کے مشہور اصحاب کی شہادت	۲۴۷
حبیب ابن مظاہر	//
زہیر ابن قین	//
نافع ابن ہلال	//

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مضامین	صفحہ نمبر
مسلم بن عوسجہ	۲۴۸
عابس شاکری	″
بریر ہمدانی	″
امام حسینؑ کے اعزاء و اقرباء اور اولاد کی شہادت	۲۴۹
علمدار کربلا حضرت عباس کی شہادت	۲۵۰
حضرت علی اکبر کی شہادت	۲۵۱
حضرت علی اصغر کی شہادت	۲۵۲
امام حسینؑ کی رخصتِ آخری	۲۵۴
حضرت امام حسینؑ میدانِ جنگ میں	۲۵۵
امام حسینؑ کی نبرد آزمائی	۲۵۶
امام حسینؑ اپنے مقتول بہادروں کو پکارتے ہیں	۲۵۸
بارگاہِ احدیت میں امام حسینؑ کے دل کی آواز	۲۵۸
امام حسینؑ عرشِ زین سے فرشِ زمین پر	۲۵۹
شامِ غریباں	۲۶۱
صبح یازدہم	۲۶۳
حضرت امام حسینؑ کی بہن جناب زینب اور جنابِ اُمِ کلثوم کی مختصر حالات	۲۶۵
حضرت زینب کی ولادت	۲۶۶
حضرت زینب کی ولادت پر رسولِ کریم کا تاثر	″
ولادتِ زینب پر علی بن ابی طالب کا تاثر	۲۶۷
حضرت زینب کی وفات	″
حضرت زینب کا مدفن	۲۶۹
حضرت اُمِ کلثوم کی ولادت، وفات اور ان کا مدفن	″

مضامین	صفحہ نمبر
باب ۶	۲۷۱
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام	″
آپ کی ولادت باسعادت	۲۷۲
نام کنیت ۔ القاب	″
لقب زین العابدین کی توجیہ	″
لقب سجاد کی توجیہ	۲۷۳
حضرت امام زین العابدینؑ کی نسبی بلندی	″
جناب شہر بانو کی تشریف آوری کی بحث	۲۷۴
امام زین العابدین کے بچپن کا ایک واقعہ	۲۷۶
آپ کے عہدِ حیات کے بادشاہانِ وقت	۲۷۷
امام زین العابدینؑ کا عہدِ طفولیت اور حج بیت اللہ	۲۷۷
آپ کا حلیہ مبارک	۲۷۸
حضرت امام زین العابدینؑ کی شانِ عبادت	″
آپ کی حالت وضو کے وقت	۲۷۹
عالمِ نماز میں آپ کی حالت	″
امام زین العابدینؑ کی شبانہ روز ایک ہزار رکعتیں	۲۸۰
امام زین العابدین منصبِ امامت پر فائز ہونے سے پہلے ۔	۲۸۱
واقعۂ کربلا کے سلسلہ میں امام زین العابدین کا شاندار کردار ۔	″
واقعاتِ کربلا اور حضرت امام زین العابدینؑ کے خطبات	۲۸۳

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مضامین	صفحہ نمبر
کوفہ میں آپ کا خطبہ	۲۸۳
مسجد دمشق (شام) میں آپ کا خطبہ	۲۸۴
مدینہ کے قریب پہنچ کر آپ کا خطبہ	۲۸۶
روضۂ رسولؐ پر امام علیہ السلام کی فریاد	۲۸۷
امام زین العابدینؑ اور خاکِ شفا	〃
امام زین العابدینؑ اور محمد حنفیہ کے درمیان حجرِ اسود کا فیصلہ	۲۸۸
ثبوتِ امامت میں امام زین العابدینؑ کا کنکری پر مُہر فرمانا	۲۸۸
واقعہ حرّہ اور امام زین العابدین	〃
واقعہ حرّہ اور آپ کی قیام گاہ	۲۸۹
خاندانی دشمن مروان کے ساتھ آپ کی کرم گستری	۲۹۰
امام زین العابدین اور مسلم بن عقبہ	〃
امام زین العابدین سے بیعت کا سوال نہ کرنے کی وجہ	〃
دشمن ازلی حصین بن نمیر کے ساتھ آپ کی کرم نوازی	۲۹۱
امام زین العابدینؑ اور فقرا مدینہ کی کفالت	〃
حضرت امام زین العابدینؑ اور زراعت	۲۹۲
امام زین العابدینؑ اور فتنۂ ابن زبیر	〃
معاویہ بن یزید بن معاویہ کی تخت نشینی اور امام زین العابدینؑ۔	۲۹۳
عبدالملک بن مروان اور امام زین العابدینؑ	۲۹۷
امام زین العابدین اور بنیادِ کعبہ اور نصب حجرِ اسود	۲۹۸

مضامین	صفحہ نمبر
امام زین العابدین اور عبدالملک بن مروان کا حج	۲۹۹
بدکردار اور ریاکار حاجیوں کی شکل	۳۰۰
امام زین العابدین اور ایک مردِ بلخی	〃
امام زین العابدینؑ اخلاق کی دنیا میں	۳۰۱
امام زین العابدینؑ اور صحیفۂ کاملہ	۳۰۲
ہشام بن عبدالملک اور قصیدہ فرزدق	〃
فرزندِ رسولؐ امام زین العابدینؑ اور مختار آلِ محمدؐ۔	۳۰۵
امام زین العابدینؑ عمر بن عبدالعزیز کی نگاہ میں	۳۰۷
امام زین العابدینؑ کی شہادت	〃
آپ کی اولاد	〃
جناب زید شہید	۳۰۸
جناب عیسیٰ بن زید	۳۰۹
باب ۷	۳۱۱
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام	〃
آپ کی ولادت باسعادت	۳۱۲
اسم گرامی۔ کنیت اور القاب	〃
باقر کی وجہ تسمیہ	〃
بادشاہانِ وقت	〃
واقعۂ کربلا میں امام محمد باقرؑ کا حصہ	۳۱۳
حضرت امام محمد باقر اور جابر بن عبداللہ کی ملاقات	〃
سات سال کی عمر میں امام محمد باقرؑ کا حج کعبہ	۳۱۴
حضرت امام محمد باقر اور اسلام میں سکے کی ابتداء	〃
ولید بن عبدالملک کی آلِ محمدؐ پر ظلم آفرینی	۳۱۷

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مضامین	صفحہ نمبر
آپ کے والد ماجد کی وفات حسرت آیات	۳۱۸
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی علمی حیثیت	〃
آپ کے بعض علمی ہدایات وارشادات	۳۲۰
امام محمد باقر علیہ السلام اور جناب ابوحنیفہ کا امتحان	۳۲۳
امام محمد باقرؑ کے بعض کرامات	۳۲۵
آپ کی عبادت گزاری اور آپ کے عام حالات	۳۲۶
حضرت امام محمد باقرؑ اور ہشام بن عبدالملک	۳۲۷
ہشام کا سوال اور اُس کا جواب	〃
امام محمد باقرؑ اور ہشام کی مشکل کشائی	۳۲۸
حضرت امام محمد باقرؑ کی دمشق میں طلبی	۳۲۹
دمشق سے روانگی اور ایک راہب کا مسلمان ہونا۔	۳۳۱
امام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت	۳۳۲
ازواج و اولاد	۳۳۳
باب ۸	۳۳۵
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام	〃
آپ کی ولادت باسعادت	۳۳۶
اسم گرامی - کنیت - القاب	〃
بادشاہانِ وقت	۳۳۷
عبدالملک بن مروان کے عہد میں آپ کا ایک مناظرہ	۳۳۸
ابوشاکر دیصانی کا جواب	۳۳۹
امام جعفر صادقؑ اور حکیم بن عیاش کلبی	〃

مضامین	صفحہ نمبر
۱۲۱ھ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا حج	۳۳۹
ولید بن یزید اور آلِ محمد	۳۴۰
حضرت امام جعفر صادقؑ اور ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی	۳۴۱
امام ابوحنیفہ کی شاگردی کا مسئلہ	۳۴۲
جنابِ ابوحنیفہ کا امتحان	〃
امام جعفر صادق علیہ السلام کے نصائح وارشادات	۳۴۳
آپ کے بعض کرامات	۳۴۵
آپ کے اخلاق اور عادات واوصاف	〃
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی علمی بلندی	۳۴۷
صادق آلِ محمدؑ کی تصانیف	〃
کتاب جفر و جامعہ	〃
کتاب اہلیلیجیہ	۳۴۸
حضرت صادق آلِ محمدؑ کے فلک وقار شاگرد	۳۴۹
امام الکیمیا جناب جابر بن حیان طرسوسی	〃
پروفیسر رسکا کی رائے	۳۵۲
جابر ابن حیان کی وفات	۳۵۳
صادق آلِ محمدؑ کے علمی فیوض و برکات	۳۵۴
علمی فیوض رسانی کا موقع	〃
کتب اصول اربعمائۃ	۳۵۵
صادق آل محمد کے اصحاب کی تعداد اور ان کی تصانیف	〃
حضرت صادق آلِ محمدؑ اور علم جفر	۳۵۶
حضرت صادق آلِ محمدؑ اور علم طب	۳۵۷
حضرت صادق آلِ محمدؑ کا علم القرآن	〃
علم النجوم	〃

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مضامین	صفحہ نمبر
علم منطق الطیر	۳۵۸
حضرت امام جعفر صادقؑ اور علم الاجسام	″
صادق آل محمدؐ نے جنت میں گھر بنوا دیا	″
دست صادقؑ میں اعجاز ابراہیمی	۳۵۹
خط و کتابت اور درخواست کے بارے میں آپ کی ہدایات	″
درخواست لکھنے کا طریقہ	″
بسم اللہ کے لکھنے کا طریقہ	″
خط اور جواب خط	۳۶۰
حضرت امام جعفر صادقؑ کی انجام بینی اور دور اندیشی	″
خلیفہ منصور دوانیقی اور حضرت امام جعفر صادقؑ	۳۶۱
منصور عباسی کی سادات کشی	۳۶۲
منصور کا حج اور امام جعفر صادقؑ پر بہتان طرازی	۳۶۶
امام جعفر صادقؑ کا دربار منصور میں ایک طبیب ہندی سے تبادلہ خیالات	″
امام جعفر صادقؑ کو بال بچوں سمیت جلا دینے کا منصوبہ	۳۶۹
۱۴۷ھ میں منصور کا حج اور صادق آل محمدؐ کے قتل کا عزم بالجزم	″
امام جعفر صادقؑ کی دربار منصور میں ساتویں بار طلبی	۳۷۰
امام جعفر صادقؑ اور شیر دربار	″
امام علیہ السلام کے دربار میں قتل کیے جانے کا بندوبست	۳۷۱
حضرت امام جعفر صادقؑ کی شہادت	″
آپ کی اولاد	۳۷۲

مضامین	صفحہ نمبر
فاطمی خلفاء	۳۷۲
(۱) عبیداللہ المہدی باللہ	۳۷۳
(۲) محمد نزار قائم بامر اللہ	۳۷۴
(۳) اسماعیل منصور باللہ	۳۷۴
(۴) معز لدین اللہ	۳۷۵
(۵) نزار عزیز باللہ	۳۷۶
(۶) حاکم بامر اللہ	۳۷۷
(۷) علی ظاہر لاعزاز دین اللہ	۳۷۸
(۸) معد مستنصر بامر اللہ	۳۷۹
(۹) احمد مستعلی باللہ	″
(۱۰) منصور آمر باحکام اللہ	۳۸۰
(۱۱) میمون حافظ لدین اللہ	″
(۱۲) اسماعیل ظافر بامر اللہ	۳۸۱
(۱۳) عیسیٰ فائز بنصر اللہ	″
(۱۴) عاضد لدین اللہ	۳۸۲
باب ۹	۳۸۵
حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام	″
آپ کی ولادت باسعادت	۳۸۶
اسم گرامی۔ کنیت۔ القاب	″
لقب "باب الحوائج" کی وجہ	۳۸۷
بادشاہان وقت	۳۸۸
نشو و نما اور تربیت	″
آپ کے بچپن کے بعض واقعات	″
حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت	۳۹۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مضامین	صفحہ نمبر
حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے بعض کرامات (واقعہ شقیق بلخی)	۳۹۲
خلیفہ مہدی عباسی اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ	۳۹۵
امام موسیٰ کاظمؑ کی بغداد میں قتل کے لیے طلبی	//
امام موسیٰ کاظمؑ ہادی عباسی کی قید میں	۳۹۷
حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے اخلاق وعادات	//
امام موسیٰ کاظمؑ کی تصنیفات	۳۹۹
آپ کی مرویات	۴۰۰
خلیفہ ہارون رشید اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ	//
ہارون رشید کا پہلا حج اور امام علیہ السلام کی پہلی گرفتاری	۴۰۱
قید خانہ سے آپ کی رہائی	۴۰۳
امام موسیٰ کاظمؑ اور علی بن یقطین بغدادی	//
علی بن یقطین کو اُلٹا وضو کرنے کا حکم	۴۰۴
وزیر اعظم علی بن یقطین کو امام موسیٰ کاظمؑ کی فہمائش	۴۰۵
امام موسیٰ کاظمؑ کے حکم سے بادل کا مرد مومن کو چین سے طالقان پہنچانا	۴۰۶
امام موسیٰ کاظمؑ اور فدک کے حدود اربعہ	۴۰۸
ہارون رشید عباسی کی سادات کشی	//
امام موسیٰ کاظمؑ کی دوبارہ گرفتاری	۴۰۹
امام علیہ السلام کا قید خانے میں امتحان	۴۱۳
حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت	۴۱۴
آپ کی تاریخ وفات	۴۱۵
آپ کی تعداد اولاد	۴۱۶

مضامین	صفحہ نمبر
باب ۱۰	۴۱۸
حضرت امام علی رضا علیہ السلام	//
حضرت امام علی رضاؑ کی ولادت باسعادت	۴۱۹
نام ۔ کنیت ۔ القاب	۴۲۰
لقب رضا کی توجیہ	//
آپ کی تربیت	//
بادشاہانِ وقت	//
جانشینی	۴۲۱
امام موسیٰ کاظمؑ کی وفات اور امام رضاؑ کے دورِ امامت کا آغاز۔	//
ہارونی فرج اور خانہ امام رضاؑ	//
امام رضاؑ کا حج اور ہارون عباسی	۴۲۵
حضرت امام رضاؑ کا مجدد مذہب امامیہ ہونا	//
حضرت امام رضاؑ کے اخلاق وعادات وغیرہ	۴۲۶
حضرت امام رضاؑ کے بعض کرامات	۴۲۸
حضرت رسولِ خداؐ اور حضرت امام رضاؑ (واقعہ تمر صیحانی)	۴۳۰
حضرت امام رضاؑ کا علمی کمال	۴۳۱
حضرت امام رضاؑ اور حروفِ تہجی	۴۳۳
امام رضاؑ اور وقتِ نکاح	۴۳۴
حضرت امام رضا کے بعض مرویات وارشادات	//
حضرت امام رضاؑ اور مجلس شہدائے کربلا	۴۳۵
خلیفہ مامون رشید عباسی اور امام رضاؑ	۴۳۷
مامون رشید کی مجلس مشاورت	۴۳۸

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مضامین	صفحہ نمبر
مامون کی طلبی سے قبل امام رضاؑ کی روضۂ رسولؐ پر فریاد	۴۴۰
امام رضاؑ کی مدینہ سے مرو میں طلبی	〃
امام رضاؑ کی مدینے سے روانگی	۴۴۱
حضرت امام رضاؑ کا نیشاپور میں ورودِ مسعود	۴۴۳
شہرِ خراسان میں نزول اجلال	۴۴۵
شہرِ طوس میں آپ کا نزول و ورود	〃
قریۂ سناباد میں حضرت کا نزولِ کرم	۴۴۶
امام رضاؑ کا دار الخلافہ مرو میں نزول	〃
جلسہ ولیعہدی کا انعقاد	۴۴۷
حضرت امام رضاؑ کی ولیعہدی کا دشمنوں پر اثر	۴۴۸
واقعہ حجاب	۴۴۹
حضرت امام رضاؑ اور نمازِ عید	〃
امام رضاؑ کی مدح سرائی اور دعبل و ابو نواس	۴۵۰
مذاہب عالم کے علماء سے امام رضاؑ کے علمی مناظرے	۴۵۳
عالم نصاریٰ سے مناظرہ	〃
عالم یہود سے مناظرہ	۴۵۴
عالم مجوس سے مناظرہ	۴۵۶
حضرت امام رضاؑ اور عصمت انبیاء	〃
آپ کی تصانیف	۴۵۷
حضرت امام رضاؑ اور شیرِ قالین	۴۵۸
حضرت امام رضاؑ کے ساتھ ام حبیب کی شادی	۴۵۹
مامون رشید عباسی اور امام رضاؑ کی شہادت	۴۶۰
آپ کی تاریخ شہادت	۴۶۱
شہادت امام رضاؑ کے متعلق ابو صلت ہروی کا بیان	۴۶۲
شہادت امام رضاؑ کے موقع پر امام محمد تقیؑ کا خراسان پہنچنا	۴۶۴
بحث و نظر	۴۶۵
حضرت امام رضاؑ کی تعداد اولاد	۴۶۶
قم کی مختصر تاریخ اور معصومہ قمؑ کے مختصر حالات	۴۶۸
قم کی وجہ تسمیہ	〃
قم اور اہل قم کے فضائل	۴۶۹
دار التبلیغ الاسلامی قم ایران	۴۷۰
معصومہ قمؑ کے متعلق امام جعفر صادقؑ کی پیشگوئی	〃
قم میں حضرت معصومہ قمؑ کی آمد	〃
معصومہؑ کی زیارت کی اہمیت	۴۷۱
باب ۱۱	۴۷۳
حضرت امام محمد تقی علیہ السلام	〃
امام علیہ السلام کی ولادت باسعادت	۴۷۴
نام، کنیت اور القاب	۴۷۵
بادشاہانِ وقت	〃
امام محمد تقیؑ کی نشو و نما اور تربیت	〃
والد ماجد کے سایۂ عاطفت سے محرومی	۴۷۶
مامون رشید اور امام محمد تقیؑ کا پہلا سفر عراق	۴۷۷
باز اور مچھلی کا واقعہ	۴۷۷
امام محمد تقیؑ سے علمائے اسلام کا مناظرہ	۴۷۸
امام محمد تقیؑ کے ساتھ ام الفضل کا عقد اور خطبۂ نکاح	۴۸۲
ام الفضل کی رخصتی اور امام محمد تقیؑ کی مدینہ کو واپسی اور حضرت کے اخلاق، اوصاف، عادات و خصائل	۴۸۳

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مضامین	صفحہ نمبر
امام محمد تقی اور طی الارض	۴۸۶
حضرت امام محمد تقی کے بعض کرامات	۴۸۷
امام محمد تقی کے ہدایات وارشادات	۴۸۹
امام محمد تقی ؑ کی ایک روایت	۴۹۱
مامون کی وفات معتصم کی خلافت اور امام کی گرفتاری۔	؍؍
امام محمد تقی ؑ کی نظر بندی، قید اور شہادت	۴۹۳
آپ کی ازواج اور اولاد	۴۹۴
سلسلہ سادات رضویہ	؍؍
جناب موسیٰ مبرقع کے مختصر حالات	۴۹۷
مؤلف کا شجرۂ نسب	۴۹۸
باب ۱۲	۵۰۰
حضرت امام علی نقی علیہ السلام	؍؍
امام علیہ السلام کی ولادت باسعادت	؍؍
اسم گرامی۔ کنیت اور القاب	؍؍
آپ کا عہد حیات اور بادشاہانِ وقت	۵۰۱
امام محمد تقی ؑ کا سفرِ بغداد اور امام علی نقی ؑ کی ولی عہدی	؍؍
امام علی نقی ؑ کا علم لدنی بچپن کا ایک واقعہ	۵۰۲
امام علی نقی ؑ کے کرامات اور آپ کا علم باطن	۵۰۳
عہد واثق کا ایک واقعہ	۵۰۴
تہتر زبانوں کی تعلیم	۵۰۴
امام علی نقی ؑ کے ہاتھوں ریت کی قلب ماہیت	۵۰۵
امام علی نقی ؑ اور اسمِ اعظم	؍؍

مضامین	صفحہ نمبر
امام علی نقی ؑ اور سال کے چار اہم روزے	۵۰۵
امام علی نقی ؑ اور متوکل کی تخت نشینی	۵۰۶
امام علی نقی ؑ اور صحیفہ کاملہ کی ایک دعا	۵۰۷
امام کے آباؤ اجداد کی قبروں کے ساتھ متوکل کا سلوک۔	؍؍
حکومت کی طرف سے امام کی سامرہ میں طلبی	۵۱۱
امام علی نقی ؑ کی نظر بندی	۵۱۳
امام علی نقی ؑ کا جذبۂ ہمدردی	؍؍
امام علی نقی ؑ کی حالت سامرہ پہنچنے کے بعد	۵۱۵
امام علی نقی ؑ اور سواری کی سبقت رفتاری	۵۱۶
دو ماہ قبل عزل قاضی کی خبر	؍؍
آپ کا احترام جانوروں کی نظر میں	؍؍
امام علی نقی ؑ اور خواب کی عملی تعبیر	؍؍
امام علی نقی ؑ اور فقہائے مسلمین	۵۱۷
[illegible] امام علی نقی ؑ کا جواب	۵۱۸
متوکل کے کہنے سے ابن سکیت اور ابن اکثم کا امام علی نقی ؑ سے سوال	۵۱۹
قضا و قدر کے متعلق امام علی نقی ؑ کی رہنمائی	؍؍
علمائے امامیہ کی ذمہ داریوں کے متعلق امام کا ارشاد۔	۵۲۰
حضرت امام علی نقی ؑ کی خانہ تلاشی	؍؍
امام علی نقی ؑ اور شیر قالین	۵۲۱
امام علی نقی ؑ اور عبدالرحمٰن مصری کا ذہنی انقلاب	۵۲۲
امام علی نقی ؑ اور برکۃ السباع	۵۲۳
امام علی نقی ؑ اور متوکل کا علاج	۵۲۴
امام علی نقی ؑ کی دوبارہ خانہ تلاشی	۵۲۵
امام علی نقی ؑ کے تصورِ حکومت پر خوفِ خدا کا غلبہ	؍؍

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

مضامین	صفحہ نمبر
قبر حسینی کے ساتھ متوکل کی دوبارہ بے ادبی	۵۲۷
متوکل کا قتل	۵۲۸
امام علی نقیؑ کو پیدل چلنے کا حکم	//
حضرت امام علی نقیؑ کی شہادت	۵۲۹
آپ کی ازواج و اولاد	//
باب ۱۳	۵۳۱
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام	
امام حسن عسکریؑ کی ولادت اور بچپن کے بعض حالات۔	//
آپ کی کنیت اور آپ کے القاب	۵۳۲
آپ کا عہد حیات اور بادشاہان وقت	//
چار ماہ کی عمر اور منصب امامت	۵۳۳
چار سال کی عمر میں آپ کا سفر عراق	//
یوسف آل محمد کنوئیں میں	//
امام حسن عسکریؑ اور کمسنی میں عروج فکر	//
امام حسن عسکریؑ کے ساتھ بادشاہان وقت کا سلوک۔	۵۳۴
امام علی نقیؑ کی شہادت اور امام حسن عسکریؑ کا آغاز امامت	۵۳۶
اپنے عقیدت مندوں میں حضرت کا دورہ	۵۳۸
امام حسن عسکریؑ کا پتھر پر مہر لگانا	//
امام حسن عسکریؑ کے علمی خدمات	۵۳۹
امام حسن عسکریؑ کا عراق کے ایک عظیم فلسفی کو شکست دینا	۵۴۰
امام حسن عسکریؑ اور خصوصیات مذہب	۵۴۱
امام حسن عسکریؑ اور عید نہم ربیع الاول	۵۴۲
امام حسن عسکریؑ کے چند شعور مند	//
امام مہدی علیہ السلام کی ولادت باسعادت	۵۴۴
معتمد عباسی کی خلافت اور امام حسن عسکریؑ کی گرفتاری	//
اسلام پر امام حسن عسکریؑ کا احسان عظیم (واقعہ قحط)	۵۴۵
واقعہ قحط کے بعد	۵۴۶
امام حسن عسکریؑ اور عبیداللہ وزیر معتمد عباسی	۵۴۷
امام حسن عسکریؑ کی دوبارہ گرفتاری	۵۴۹
حجت خدا درندوں میں	۵۵۰
امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت	//
شہادت کے بعد	۵۵۱
باب ۱۴	۵۵۴
حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام صاحب الزمان	//
حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام کی ولادت باسعادت۔	۵۵۵
آپ کا نسب نامہ	۵۵۷
آپ کا اسم گرامی	۵۵۸
آپ کی کنیت	۵۵۹
آپ کے القاب	//
آپ کا حلیہ مبارک	//

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مضامین	صفحہ نمبر
تین سال کی عمر میں "حجت اللہ" ہونے کا دعویٰ	۵۶۰
پانچ سال کی عمر میں خاص الخاص اصحاب سے آپ کی ملاقات	۵۶۰
امام مہدیؑ نبوت کے آئینے میں	۵۶۱
امام حسن عسکریؑ کی شہادت	۵۶۲
حضرت امام مہدیؑ کی غیبت اور اس کی ضرورت	۵۶۳
غیبت امام مہدیؑ پر علمائے اہل سنت کا اجماع	۵۶۴
آپ کی غیبت اور آپ کا وجود و ظہور قرآن کی روشنی میں	۵۶۶
امام مہدی کا ذکر کتب آسمانی میں	۵۶۷
امام مہدی کی غیبت کی وجہ	۵۶۸
غیبت امام مہدی جفر جامعہ کی روشنی میں	۵۶۹
غیبت صغریٰ و کبریٰ اور آپ کے سفراء	۵۷۱
سفراء عمومی کے اسماء	۵۷۲
امام مہدیؑ کی غیبت کے بعد	۵۷۳
۳۳۹ھ میں آپ کا حجر اسود نصب کرنا	〃
اسحاق بن یعقوب کے نام امام عصر کا خط	۵۷۴
شیخ محمد بن محمد کے نام امام زمانہ کا مکتوب گرامی	۵۷۵
ان حضرات کے نام جنھوں نے زمانہ غیبت صغریٰ میں امام کو دیکھا ہے	۵۷۶
زیارت ناحیہ اور اصول کافی	۵۷۷
غیبت کبریٰ میں امام مہدیؑ کا مرکزی مقام	〃
جزیرہ خضراء میں امام علیہ السلام سے ملاقات	۵۷۸
امام غائب کا ہر جگہ حاضر ہونا	〃
امام مہدیؑ اور حج کعبہ	۵۷۹
زمانہ غیبت کبریٰ میں امام مہدیؑ کی بیعت	〃

مضامین	صفحہ نمبر
امام مہدیؑ کی مومنین سے ملاقات	۵۷۹
ملا محمد باقر داماد کا امام عصر سے استفادہ کرنا	۵۸۰
جناب بحر العلوم کا امام زمانہ سے ملاقات کرنا	〃
امام مہدی علیہ السلام کا حمایت مذہب فرمانا (واقعہ انار)	〃
امام عصر کا واقعہ کربلا بیان کرنا	〃
امام مہدی علیہ السلام کے طول عمر کی بحث	۵۸۲
حدیث ثقلین اور امام عصرؑ	۵۸۳
علامات ظہور مہدی کے متعلق ارباب عصمت کے ارشادات	۵۸۴
حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور موفور السرور۔	۵۹۰
امام مہدیؑ کا سن ظہور	۵۹۳
ظہور کے وقت امام علیہ السلام کی عمر	〃
آپ کا جھنڈا	〃
ظہور کے بعد	۵۹۴
دجال اور اشّس کا خروج	۵۹۵
نزول حضرت عیسیٰؑ	۵۹۷
حضرت امام مہدیؑ اور حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کا دورہ	۵۹۸
حضرت امام مہدیؑ کا قسطنطنیہ کو فتح کرنا	〃
یاجوج ماجوج اور ان کا خروج	۵۹۹
امام مہدی علیہ السلام کی مدت حکومت اور خاتمہ دنیا۔	۶۰۰
قطعات تاریخ	۶۰۳
اشتہارات	۶۰۵

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اِنتساب

میں اپنی اِس حقیر تالیف کو حجتِ یگانہ ، اِمامِ زمانہ
ناخدائے کشتیٔ اِسلام صاحب العصر والزمان حضرت
اِمام محمّد مہدی علیہ السّلام کے وجودِ مقدّس اور
نامِ نامی و اسمِ گرامی سے معنون و منسوب کرتا ہوں ۔

احقر الزمن
السیّد نجم الحسن صیبن عن المحن

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

ملاذ الشیعہ، سلطان الشریعۃ، مرجع تقلید عالم شعیت

آیۃ اللہ العظمیٰ مجتہد اعظم، سرکار شریعتمدار مجتہد اعظم

حضرت الحاج آقا السید محمد کاظم مدظلہ، زعیم حوزۂ

علمیہ و دار التبلیغ الاسلامی قم (ایران)

تاریخ کو عالم انسانیت میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ انسان واقعات گزشتہ سے آشنا ہو کر اپنے مستقبل کو روشن بنا سکتا ہے۔ گزشتگان کی زندگی سے سبق حاصل کرتے ہوئے کسی بھی موجودہ مسئلہ میں اختیار و اجتناب میں مختار ہوتا ہے۔ مجموعہ زندگی گزرے ہوؤں کی زندگی سے درس حاصل کرتی ہے کیا کہنے ان کی زندگی کے جو معصومین من اللہ، نمونۂ عمل اور پیکرِ انسان میں افتخار ملائکہ ہوں اور ان کی زندگی سے درس حاصل کرنا خوشنودیٔ الٰہی کا سبب بھی ہو اور جن سے انسان کے حال و مستقبل دونوں بہتر ہوں گے جس کے لیے ضروری ہے کہ چہاردہ معصومین علیہم السلام کی سوانح حیات کو ہر زبان میں ترجمہ کر کے اشاعت مذہب حق کی جائے۔

حجۃ الاسلام الحاج آقائے مولانا سید نجم الحسن کراروی دامت افاضاتہ کی یہ تالیف جو نظر ثانی اور اضافہ کے ساتھ شائع ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ مزید مفید ثابت ہوگی۔ البتہ تاریخی اختلاف جو عقائد اور حشمت و عظمت معصومین علیہم السلام کے خلاف نہ ہوں تو زیادہ گرفت و انتقاد کے قابل نہیں ہیں ہم دعا کرتے ہیں کہ یہ کوشش عنداللہ مقبول اور معصومین علیہم السلام کے سامنے سرفراز ہو، دنیا و آخرت میں جزائے خیر کا سبب بنے اور مومنین اس کتاب کا مطالعہ کر کے سیرت معصومین علیہم السلام کے مطابق باعمل زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔

خداوند متعال مومنین کو ہر آفت ارضی و سماوی سے محفوظ رکھے۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

سید محمد کاظم شریعتمدار

سید محمد کاظم شریعتمداری

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مؤلف "چودہ ستارے" کے متعلق خطیبِ اعظم قائدِ ملت حضرت الحاج مولانا سید محمد صاحب قبلہ دہلوی (اعلیٰ اللہ مقامہ) قدس سرہٗ

کے

پاکیزہ تاثرات

① آپ کی تصانیف لاجواب ہیں ② مطالبات کے سلسلے میں آپ کی خدمات قوم فراموش نہ کرسکے گی ③ قوم آپ کے حوالے ہے

۱۲ ستمبر ۱۹۶۸ء کے ایک اہم مکتوب کا اقتباس

حامیِ ملت جعفری خطیب العصر ادام اللہ عزہ

تسلیم مسنون! والانامہ پہنچا، صدر سے ایک گھنٹہ کی ملاقات معلوم ہوئی۔ جزاک اللہ خیرا

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند . . . بھائی میں آپ کی زیرکی، سوجھ بوجھ اور قومی و دینی خدمات کا پہلے سے معترف ہوں۔ پاکستان بننے کے بعد **چودہ ستارے**، ذکر العباسؑ مختار آلِ محمدؐ وغیرہ کی تصنیف نے "سونے پر سہاگہ" کا کام کیا ہے، سچ یہ ہے کہ آپ کی تصانیف لاجواب ہیں اور ماشاء اللہ تقریر میں تو خطیب العصر ہیں ہی . . . بھائی میں لب گور ہوں اب یہ کام آپ ہی جیسے حضرات ہیں جو سنبھال لیں گے قوم آپ کے حوالے ہے . . . آپ مطالبات کے لئے اوّل یوم سے جو کچھ کر رہے ہیں قوم سے فراموش نہ کرسکے گی . . . خبرنامہ میں خود نکال رہا ہوں، فوراً جواب دیجئے کہ میں اس میں صدر صاحب سے آپ کی ملاقات کا حال لکھوں؟ . . . آپ نے باوجود دل شکستہ ہونے کے جو کام کیا ہے اس کی جزا آئمہ معصومین دیں گے . . . میں نے اوّل میں لکھا ہے کہ میں تقریباً زندہ در گور ہوں اور الحمدللہ کہ اب آپ یہ کام اپنے کاندھوں پر خوب اٹھا رہے ہیں . . . میں آپ کی حسنِ کارکردگی سے بہت خوش ہوں اور آپ کو "آقائے ملت" کا خطاب دیتا ہوں۔ امید ہے قبول ہے؟ . . . آپ نے باوجود بے اتفاقی اہل کرم جو کام ان کے اسیران کی رہائی کے لیے کیا ہے وہ آپ کے خلوص اور قوتِ ایمانی کو بتلاتا ہے، خداوند کریم آپ کی ذات کا سایہ مومنین پر سلامت رکھے۔

والسلام

سید محمد دہلوی

کراچی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب

چودہ ستارے
معہ اضافہ

حقائق و تحقیقات سے مملو اور حوالوں سے مُرصع ہے
اِس کی تالیف نے ملّتِ اسلامیہ کے خزانہ میں ایک
دُرِ بے بہا کا اضافہ کر دیا ہے

حجۃ الاسلام حضرت علامہ مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ

صدر مجلسِ عمل علمائے شیعہ پاکستان

کا

ارشادِ گرامی

یُوں تو قدرت ہر دَور میں ملّتِ حق کی بقاء و فروغ کے لیے نامساعد حالات اور ناخوشگوار ماحول کے باوجود کفر و نفاق کے اندھیروں میں ایسے چراغ روشن کرتی رہی ہے جنھوں نے کبھی ظلمات کو نُور پر غالب نہیں ہونے دیا اور یکے بعد دیگرے ایسی ہستیاں عالمِ وجود میں آکر اور دولت علم سے مالا مال ہو کر اپنی زبان و قلم سے دینِ حق کی تبلیغ کا حق ادا کرتی رہی ہیں، جیسا کہ عربی، فارسی، اُردو اور دُوسری زبانوں میں اُن کے عدیم المثال تصنیفات و تالیفات کا وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ جو آج تک مشعلِ راہ کا کام دیتا رہا ہے۔

میرے مکرّم اور عزیز دوست عالی جناب الحاج مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی صدر الافاضل مُبلّغ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے پاکستان و ہندوستان میں شاید ہی کوئی محبِّ اہلِ بیت ہو جسے شرفِ تعارف حاصل نہ ہو، آپ کی خُداداد قابلیت، حقائق کی تلاش میں شب و روز ریاضت، اندازِ تحریر کی پختگی، دلچسپ اور دل آویز طرزِ نگارش اور اُس کے ساتھ ساتھ کہنہ مشقی اِن کے وہ خصُوصیات ہیں جن کا ہر صاحبِ نظر و انصاف کو اعتراف کرنا پڑتا ہے آپ اِن ہستیوں میں وحید فرید خصُوصیات سے مشرف و ممتاز ہیں جن کے ذریعہ آج ملّتِ بیضا مُصطفویہ کی تبلیغ کے فرائض ادا ہو رہے ہیں اور اِنشاء اللہ آنے والی نسلیں بھی اِس سے مستفیض ہوتی رہیں گی۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آج سے چند سال قبل آپ نے ایک جامع کتاب "چودہ ستارے" کے نام سے تالیف کی تھی جس میں چہاردہ معصومین علیہم السلام کے سوانح حیات اختصار اور جامعیت اور دلچسپ طریقے سے درج فرماتے تھے جس سے اہل علم اور عوام دونوں مستفیض اور لطف اندوز ہوتے رہے۔ کتاب حقائق و تحقیقات سے مملو اور حوالوں سے مرصع ہونے کے علاوہ اِس قدر صاف اور سادہ اور دلکش انداز میں لکھی گئی تھی کہ ایک نظر پڑ جانے کے بعد جب تک ختم نہ ہو جائے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ کتاب کیا ہے حضرت رسول کریمؐ اور اُن کی آل پاک کا لہلہاتا ہوا باغ ہے جس میں ہر قسم کے گل و ریحان کی خوشبوئیں دل و دماغ کو معطر کر دیتی ہیں۔ کتب ماٰخذ کے حوالے مکمل درج ہیں مگر عربی عبارت بالکل نہیں کہ پڑھنے میں عوام کو اُلجھن نہ ہو۔

اگرچہ اس موضوع کے لیے پانچ چھ سو صفحات بہت کم تھے۔ مگر یہ بھی ایک معجزۂ تحریر ہے کہ ناپیدا کنار سمندر کو کوزہ میں سمو دیا ہے۔ یہ کتاب کی مقبولیت کا نتیجہ ہے کہ کئی مرتبہ زیور طبع سے مرصع ہوئی اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئی، اب پھر وہ زیر طبع ہے اور طباعت بھی آفسٹ پر ہو رہی ہے۔ اِس مرتبہ آپ نے خصوصی توجہ سے اس میں اِس قدر اضافے فرمائے ہیں کہ اب یہ کتاب نئی معلوم ہوتی ہے اس لیے اب اِس کی جامعیت اور دل آویزی میں بھی اضافہ ہو گیا ہے اور حجم میں بھی مجھے یقین کامل ہے کہ یہ اور اشاعتوں سے کہیں زیادہ مقبول ہوگی اِنشاء اللہ تعالیٰ۔ خدا شاہد ہے کہ اسے دیکھ کر بے ساختہ دل سے یہ دعا نکلتی ہے۔ ع

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

میری دعا ہے کہ خداوند عالم آپ کو اِس سے بھی بہتر خدمات کی توفیق عطا فرمائے اور فرزندانِ اسلام کو اس چشمۂ فیض سے مستفیض ہونے کا بیش از بیش موقع بخشے اور ہمارے دوسرے اہلِ علم کو بھی ایسی ہی توفیقات سے سرفراز فرمائے تاکہ اسلام کا خزانہ مدحِ اہلبیت رسولؐ سے معمور اور دولتِ معرفت خدا و رسولؐ و آئمہ طاہرین علیہم السلام سے مالا مال رہے اور اِس خدمت کے صلہ میں خداوند عالم بہترین جزاء مرحمت فرمائے (آمین)

والسلام

مرزا یوسف حسینؒ عفی عنہٗ (لاہور)

۳؍ دسمبر ۱۹۷۳ء

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماشاء اللہ "چودہ ستارے" نامی کتاب اپنے مندرجات کی طلعت سے جگمگا رہی ہے!

ثقۃ الاسلام حضرت الحاج علامہ محمد بشیر صاحب قبلہ انصاری دام ظلہ العالی

صدر پاکستان شیعہ مجلس علماء

کا

ارشادِ گرامی

جناب عزیز محترم ناظم اعلیٰ پاکستان مجلس علماء الحاج مولانا السید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی صدر الافاضل واعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کی ذات ستودہ صفات سے پاک وہند کے حضرات مومنین بخوبی متعارف ہیں۔ موصوف کچھ عرصہ اخبار الواعظ لکھنؤ کے فرائض ادارت بھی انجام دیتے رہے ہیں، متولی منتظم مدرسۃ الواعظین حضرت سرکار صدر الشریعۃ نجم الملۃ، اعلی اللہ مقامہ نے آپ کی ذہانت، لیاقت، وسعت نظر اور مدرسہ ہذا کے عظیم کتب خانے میں کثرت مطالعہ سے عظیم استفادہ کے پیش نظر نشر واشاعت کے فرائض آپ سے متعلق کئے تھے، اس لیے آپ کی کتب مؤلفہ اپنی افادیت میں ممتاز ہوتی ہیں، کثرت تفحص وشدت تجسس کتب متداولہ سے مضامین میں انتکار و ندرت ہوتی ہے۔ ماشاء اللہ "چودہ ستارے مع اضافہ" نامی کتاب اپنے مندرجات کی طلعت سے جگمگا رہی ہے، جس کی ضیاء سے ہر خانۂ مومن روشن اور "چودہ ستاروں" کے انوار شعشعہ سے قلوب مومنین منور ہوں گے۔

فقط

غروہ التقصیر محمد بشیر انصاری لقا مرز (ٹیکسلا)

۳۰ اکتوبر ۱۹۷۳ء

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب "چودہ ستارے" تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ حقائق
کے اثبات کا مرکز و منبع ہے

حجۃ الاسلام حضرت الحاج مولانا سید صادق علی شاہ صاحب قبلہ
نجفی امام الجمعۃ والجماعۃ جامع محمدی
حالی روڈ۔ گلبرگ لاہور
کا

ارشادِ گرامی

علمی دنیا میں ان حضرات کا مقام بہت بلند ہے جنہوں نے مختلف زمانوں میں بنی نوع انسان کی راہ حق اور صراط مستقیم کی جانب راہنمائی کے اسباب مہیا کئے اور محنت سے مختلف حالات میں بھی اعلائے کلمۂ حق کا فریضہ ادا کیا۔ یقیناً اہل ایمان کے قلوب پر ان کی محبت کے ایسے نقوش مرتسم ہیں جو کبھی محو نہیں ہو سکتے۔

ہدایت کا حقیقی سرچشمہ حضرات اہلبیت طاہرین علیہم السلام کی ذواتِ مقدسہ ہیں جن کو قرآن مجید نے اسلام کو حیاتِ جاوداں بخشی اور انسان کو معراج انسانیت تک پہنچنے کے لئے جن اصولوں کی تعلیم دی۔ عربی اور فارسی زبانوں میں ان کے حالات سے متعلق کتب کا عظیم ذخیرہ موجود ہے لیکن اردو زبان میں ان ہستیوں کے حالات پر مشتمل کوئی کتاب نہ تھی جس کی شدید ضرورت تھی۔ بحمداللہ اس ضرورت کو فخر الواعظین عالی جناب الحاج مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی کی تالیف و تصنیف "چودہ ستارے" نے پورا کیا ہے۔

اس کتاب میں تاریخی واقعات کے ساتھ حقائق کا اثبات بھی بطریق احسن موجود ہے۔ کتاب کی جملہ خصوصیات ہی کی وجہ سے اسے خاص و عام میں جو شہرت و مقبولیت حاصل ہو چکی ہے بہت کم کسی اردو کتاب کے حصے میں آئی ہے۔

یہ جناب مولانا کی محنت، اخلاص اور چہاردہ معصومین علیہم السلام کی خصوصی توجہ کا نتیجہ ہے۔ میری دعا ہے کہ خداوند متعال مولانا کی مذہبی اور ملی خدمات کو قبول فرمائے۔ اس کتاب نیز دیگر تالیفات و تصنیفات کو باقیات صالحات میں قرار دے اور مومنین کو ان کے مطالعات سے استفادہ کی توفیق مرحمت فرمائے۔

والسلام

صادق علی نجفی
گلبرگ۔ لاہور

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

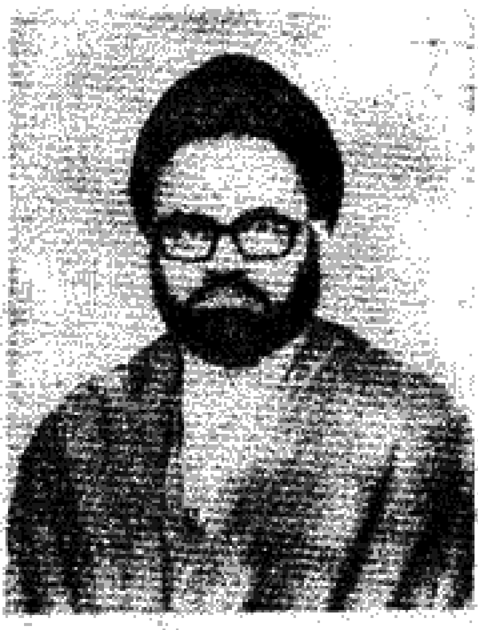

کتاب چودہ ستارے "تاریخ کے علاوہ اُردو ادب میں بھی اپنے مقام پر شاہکار ہے۔ اس کے پڑھنے سے نظر، قلب اور ایمان کو سرور حاصل ہوا ہے

حجۃ الاسلام الحاج عالی جناب مولانا سید شمیم السبطین صاحب قبلہ رضوی سبزواری بی اے فاضل عراق و ایران، اُستاذ حوزہ علمیہ قم، معتمد خاص مجتہد اعظم آقا شریعتمدار مدظلہ قم ایران کا

ارشادِ گرامی

حجۃ الاسلام جناب آقائے الحاج مولانا سید نجم الحسن کراروی دام مجدہٗ کی یہ تازہ تالیف چودہ معصومین علیہم السلام کی سوانح حیات مع اضافہ اور نظر ثانی کے بعد یقیناً زیادہ مفید اور قابلِ قدر ہوگی جو تاریخ کے علاوہ اُردو ادب میں اپنے مقام پر شاہکار ہے۔

جس طرح خود مولانا سید نجم الحسن رضوی کراروی دامت افاضاتہٗ کی گفتار و رفتار میں متانت و ٹھہراؤ ہے، اسی طرح قلم بھی ان اوصاف سے متصف ہے۔ جستہ جستہ نظر کتاب پر ڈالی، مگر پیوستہ ہوئی۔ نظر کو قلب کو اور ایمان کو سرور حاصل ہوا۔ واقعاً معصومین علیہم السلام کے کردار و اخلاق کو اپنانے کے لیے تھوڑا سا علم رکھنے والے حضرات بھی کتاب سے استفادہ کامل کر سکتے ہیں۔ خداوند متعال سے دعا کرتا ہوں کہ مومنین کو اس کتاب کے پڑھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ موصوف کے لیے توشۂ آخرت بنے۔

خادم الشریعۃ

سید شمیم السبطین رضوی

سید شمیم السبطین رضوی

حوزہ علمیہ قم ایران

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کتاب "چودہ ۱۴ ستارے"

شجرہ

مصدقہ حضرت فخر المحققین آقائے ملت حجۃ الاسلام

اسمائے معصومین	مشہور لقب	کنیت	اُمہات	تعداد اولاد	تاریخ ماہ و سنہ ولادت
پیغمبر اسلام حضرت محمد صلعم	مصطفےٰ	ابو القاسم	حضرت آمنہ بنت وہب	فاطمۃ الزہرا و طیب و طاہر و قاسم و ابراہیم	۱۷ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل
اُم الائمہ جناب فاطمہ ع	زہرا	ام الحسنین سیدۃ النساء	حضرت خدیجۃ الکبریٰ	حسن و حسین و زینب و ام کلثوم و اسقاط محسن	۲۰ جمادی الثانیہ سنہ ۵ بعثت
ابو الائمہ حضرت علی ع	امیر المومنین	ابو الحسن ابو تراب	حضرت فاطمہ بنت اسد	۱۱ پسر ۱۹ دختر	۱۳ رجب سنہ ۳۰ عام الفیل یوم جمعہ
حضرت امام حسن ع	مجتبےٰ	ابو محمد	حضرت فاطمۃ الزہرا	۸ پسر ۷ دختر	۱۵ رمضان سنہ ۳ھ
حضرت امام حسین ع	سید الشہداء	ابو عبد اللہ	حضرت فاطمۃ الزہرا	۴ پسر ۲ دختر	۳ شعبان سنہ ۴ھ (بنا بر مشہور)
حضرت امام علی ع	زین العابدین	ابو محمد	حضرت شہربانو دختر یزدجرد بادشاہ ایران	۱۱ پسر ۴ دختر	۱۵ جمادی الثانیہ سنہ ۳۸ھ بقولے ۱۵ جمادی الاول سنہ ۳۶ھ
حضرت امام محمد ع	باقر	ابو جعفر	فاطمہ بنت امام حسن	۵ پسر ۲ دختر	یکم رجب سنہ ۵۷ھ
حضرت امام جعفر ع	صادق	ابو عبد اللہ ابو اسماعیل	ام فروہ بنت قاسم بن محمد ابن ابی بکر	۷ پسر ۳ دختر	۱۷ ربیع الاول سنہ ۸۳ھ
حضرت امام موسیٰ ع	کاظم	ابو الحسن ابو ابراہیم	حمیدہ خاتون	۱۹ پسر ۱۰ دختر	۷ صفر المظفر سنہ ۱۲۸ھ
حضرت امام علی ع	رضا	ابو الحسن	ام البنین	امام محمد تقی	۱۱ ذی قعدہ سنہ ۱۵۳ھ
حضرت امام محمد ع	تقی	ابو جعفر	خیزران خاتون (ریحانہ)	۲ پسر ۲ دختر	۱۰ رجب سنہ ۱۹۵ھ
حضرت امام علی ع	نقی	ابو الحسن	سمانہ خاتون	۵ پسر	۵ رجب سنہ ۲۱۴ھ
حضرت امام حسن ع	عسکری	ابو محمد	حدیثہ خاتون	حضرت صاحب الامر ع	۱۰ ربیع الثانی سنہ ۲۳۲ ہجری
حضرت امام محمد ع	مہدی الحجۃ القائم صاحب الزمان	ابو القاسم	نرجس خاتون	العلم عند اللہ	۱۵ شعبان سنہ ۲۵۵ ہجری بقولے سنہ ۲۵۶ھ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ایک نظر میں

طیّبہ

الحاج مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی

جائے ولادت	تاریخ و ماہ و سنہ وفات	مدت حیات	بادشاہ وقت	سبب شہادت	جائے دفن
شعب ابی طالب (مکہ معظمہ)	۲۸ صفر ۱۱ھ	۶۳ سال	و- نوشیروان عادل ش- ہرقل بادشاہ قیصر روم	دوا میں زہر کی آمیزش	مدینہ طیبہ
مکہ معظمہ	۳ جمادی الثانی ۱۱ھ	۱۸ سال ۹ ماہ ۱۵ دن	و- یزد جرد ش- ابن ابی قحافہ	خلیفہ دوم کے حکم سے پہلو پر دباؤ ہوا دروازہ گرنا، نیز ضرب تازیانہ	جنت البقیع (مدینہ)
درمیان خانہ کعبہ	۲۱ رمضان ۴۰ھ	۶۳ سال	و- شہریار ش- معاویہ	ضربت ابن ملجم بہ سازش امیر شام بمقام مسجد کوفہ	نجف اشرف (عراق)
مدینہ منورہ	۲۸ صفر ۵۰ھ	۴۷ سال	و- یزد جرد ش- معاویہ	زہر دادن جعدہ بنت اشعث بہ تحریک خلیفہ اول بنی امیہ امیر شام (معاویہ)	جنت البقیع (مدینہ)
مدینہ منورہ	۱۰ محرم ۶۱ھ	۵۷ سال	و- یزد جرد ش- یزید	زخمہائے بے شمار بمقام کربلا (بخنجر شمر لعین)	کربلائے معلیٰ (عراق)
مدینہ منورہ	۲۵ محرم ۹۵ھ	۵۷ سال	بادشاہ ولایت و دنیا امیر المومنین حضرت علیؑ	زہر دادن ولید بن عبدالملک بن مروان	جنت البقیع (مدینہ)
مدینہ منورہ	۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ	۵۷ سال	و- معاویہ ش- ہشام	زہر از ابراہیم بن ولید بحکم ہشام بن عبدالملک	جنت البقیع (مدینہ)
مدینہ منورہ	۱۵ شوال المکرم ۱۴۸ھ	۶۵ سال	و- عبدالملک بن مروان ش- منصور دوانقی	زہر منصور دوانقی	جنت البقیع (مدینہ)
ابواء مابین مکہ ومدینہ	۲۵ رجب ۱۸۳ھ	۵۵ سال	و- مروان الحمار ش- ہارون رشید	زہر ہارون رشید عباسی بذریعہ سندی بن شاہک	کاظمین (عراق)
مدینہ منورہ	۲۳- ذی القعدہ ۲۰۳ھ	۵۵ سال	و- منصور دوانقی ش- مامون رشید	زہر مامون رشید عباسی	مشہد مقدس (خراسان) (ایران)
مدینہ منورہ	۲۹- ذیقعدہ ۲۲۰ھ	۲۵ سال ۲ ماہ ۱۲ یوم	و- محمد الامین عباسی ش- معتصم باللہ عباسی	زہر معتصم بذریعہ ام الفضل بنت مامون رشید	کاظمین (عراق)
صریا مدینہ منورہ	۳ رجب ۲۵۴ھ	۴۰ سال	و- مامون رشید ش- معتز باللہ	زہر معتز باللہ	سرمن رائے (عراق)
مدینہ منورہ	۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ	۲۸ سال ۲ ماہ	و- واثق باللہ ش- معتمد علی اللہ	زہر معتمد علی اللہ	سرمن رائے (عراق)
سرمن رائے (عراق)	بحکم خدا زندہ ہیں	ماشاء اللہ	و- معتمد علی اللہ	★	جائے غیبت سرمن رائے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب "چودہ ستارے" (معہ اضافہ) کے ماخذ

۱۔ قرآن مجید
۲۔ زبور (حضرت داؤدؑ)
۳۔ توریت (حضرت موسیٰؑ)
۴۔ انجیل (حضرت عیسیٰؑ)
۵۔ صحیفہ شعیاؑ
۶۔ شیخ الیوحنا
۷۔ اصول کافی
۸۔ معتقد الامامیہ
۹۔ روضۃ الاحباب
۱۰۔ سیرۃ حلبیہ
۱۱۔ حیات القلوب
۱۲۔ الیعقوبی
۱۳۔ تاریخ ابوالفداء
۱۴۔ مفردات امام راغب
۱۵۔ مجمع البحرین
۱۶۔ تاریخ اسلام ذاکر حسین
۱۷۔ مناقب ابن شہر آشوب
۱۸۔ مواہب لدنیہ
۱۹۔ تقریب التہذیب
۲۰۔ تاریخ ابن خلدون
۲۱۔ استیعاب
۲۲۔ اسد الغابہ
۲۳۔ تاریخ طبری
۲۴۔ تاریخ کامل
۲۵۔ لباب التاویل
۲۶۔ معالم التنزیل
۲۷۔ بہجۃ المحافل
۲۸۔ تفریح الاذکیاء
۲۹۔ تنقید الکلام
۳۰۔ خصائص نسائی
۳۱۔ مسند احمد حنبل
۳۲۔ کنز العمال
۳۳۔ سیرت ابن اسحاق
۳۴۔ تفسیر ابن ابی حاتم
۳۵۔ دلائل بیہقی
۳۶۔ مناقب امام احمد
۳۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ
۳۸۔ تاریخ خمیس
۳۹۔ تفسیر ابن مردویہ
۴۰۔ تفسیر واحدی
۴۱۔ تفسیر سراج منیر
۴۲۔ تفسیر امام ثعلبی
۴۳۔ حلیۃ الاولیاء
۴۴۔ ذخیرۃ المآل عجیلی
۴۵۔ مختارضیاء مقدسی
۴۶۔ تہذیب الآثار طبری
۴۷۔ اکتفا عاصمی
۴۸۔ روضۃ الصفاء
۴۹۔ حبیب السیر
۵۰۔ معارج النبوت
۵۱۔ مدارج النبوت
۵۲۔ ازالۃ الخفا
۵۳۔ کتاب ابن شحنہ
۵۴۔ ثمرات الاوراق
۵۵۔ سفینۃ البحار
۵۶۔ بحار الانوار
۵۷۔ حیات الحیوان
۵۸۔ سنن ابن ماجہ
۵۹۔ تفسیر قمی
۶۰۔ فہرست ابن ندیم
۶۱۔ نشر الطیب تھانوی
۶۲۔ تاریخ خضری
۶۳۔ صحیح بخاری
۶۴۔ غیاث اللغات
۶۵۔ ریاض النضرہ
۶۶۔ سیرۃ النبی
۶۷۔ تلخیص سیرۃ النبی
۶۸۔ درمنثور
۶۹۔ لغات سروری
۷۰۔ ینابیع المودۃ
۷۱۔ نزہۃ المجالس
۷۲۔ تفسیر فتح البیان
۷۳۔ کبریت احمر
۷۴۔ الیواقیت والجواہر
۷۵۔ علم ترجمہ مسلم
۷۶۔ نیل الاوطار شوکانی
۷۷۔ صحیح مسلم
۷۸۔ الرق فی الاسلام
۷۹۔ تاریخ اسلام عباسی
۸۰۔ شواہد النبوت
۸۱۔ شرح شفا قاضی عیاض
۸۲۔ صواعق محرقہ
۸۳۔ وفاء الوفا
۸۴۔ فتاویٰ عزیزی
۸۵۔ شرح مواقف
۸۶۔ معجم البلدان
۸۷۔ شرح مسلم نووی
۸۸۔ الفاروق شبلی
۸۹۔ میزان الکبریٰ
۹۰۔ عجائب القصص
۹۱۔ فتح الباری
۹۲۔ خصائص نسائی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۹۳ ۔ روض الانف
۹۴ ۔ قرۃ العین
۹۵ ۔ خلافت و امامت
۹۶ ۔ تاریخ ابن الوردی
۹۷ ۔ عرائس ثعلبی
۹۸ ۔ جامع عباسی
۹۹ ۔ اختیاراتِ مجلسی
۱۰۰ ۔ نور الابصار
۱۰۱ ۔ صراح
۱۰۲ ۔ اجابات الامۃ
۱۰۳ ۔ ابنِ خلکان
۱۰۴ ۔ سر العالمین
۱۰۵ ۔ مکتوباتِ شیخ احمد سرہندی
۱۰۶ ۔ محرم نامہ حسن نظامی
۱۰۷ ۔ مودۃ القربیٰ
۱۰۸ ۔ ارجح المطالب
۱۰۹ ۔ المرتضیٰ
۱۱۰ ۔ ربیع الابرار زمخشری
۱۱۱ ۔ اسعاف الراغبین
۱۱۲ ۔ لوامع التنزیل
۱۱۳ ۔ صحاح المصابیح
۱۱۴ ۔ مشکوٰۃ شریف
۱۱۵ ۔ دمعہ ساکبہ
۱۱۶ ۔ تاریخ مروج الذہب
۱۱۷ ۔ مرجان الانس بدخشانی
۱۱۸ ۔ سوانح حیات سیدہؑ
۱۱۹ ۔ اعلام الوریٰ
۱۲۰ ۔ نور الانوار شرح سجادیہ
۱۲۱ ۔ تذکرہ خواص الامۃ
۱۲۲ ۔ تکلیف المکلفین
۱۲۳ ۔ وسائل الشیعہ
۱۲۴ ۔ مکارم الاخلاق
۱۲۵ ۔ سنن ترمذی
۱۲۶ ۔ مطالب السئول
۱۲۷ ۔ زاد العقبیٰ
۱۲۸ ۔ الامامت والسیاست
۱۲۹ ۔ الملل والنحل
۱۳۰ ۔ شرح ابن ابی الحدید
۱۳۱ ۔ کتاب الاکتفاء
۱۳۲ ۔ انسان العیون
۱۳۳ ۔ انوار الحسینیہ
۱۳۴ ۔ روایاتِ صادقہ
۱۳۵ ۔ تیسیر القاری
۱۳۶ ۔ مشکل الآثار طحاوی
۱۳۷ ۔ براہین قاطعہ
۱۳۸ ۔ اشعۃ اللمعات
۱۳۹ ۔ الزہراء، ابو نصر
۱۴۰ ۔ شرح بخاری عینی
۱۴۱ ۔ منتہی الآمال
۱۴۲ ۔ دلائل الامامۃ
۱۴۳ ۔ ناسخ التواریخ
۱۴۴ ۔ عمدۃ المطالب
۱۴۵ ۔ الانوار العلویہ
۱۴۶ ۔ مشارق الانوار
۱۴۷ ۔ رسالہ حضرت فضہ
۱۴۸ ۔ مصابیح القلوب
۱۴۹ ۔ ریاض القدس
۱۵۰ ۔ معالی السبطین
۱۵۱ ۔ تفسیر کشاف
۱۵۲ ۔ تفسیر بیضاوی
۱۵۳ ۔ تفسیر برہان
۱۵۴ ۔ ذکر العباس
۱۵۵ ۔ لسان الواعظین
۱۵۶ ۔ خلاصۃ المصائب
۱۵۷ ۔ مستدرک امام حاکم
۱۵۸ ۔ کشف الغمہ
۱۵۹ ۔ روضۃ الشہداء
۱۶۰ ۔ کفایۃ الطالب
۱۶۱ ۔ تاریخ آئمہ
۱۶۲ ۔ میزان الاعتدال
۱۶۳ ۔ فصول مہمہ
۱۶۴ ۔ معارف الملۃ (حائری)
۱۶۵ ۔ اصابہ
۱۶۶ ۔ اسنی المطالب
۱۶۷ ۔ نقض اجتہاد
۱۶۸ ۔ کنز الواعظین برغانی
۱۶۹ ۔ جنات الخلود
۱۷۰ ۔ حدیث قدسی
۱۷۱ ۔ مدینۃ المعاجز
۱۷۲ ۔ روح القرآن
۱۷۳ ۔ عبقات الانوار
۱۷۴ ۔ عین الحیات مجلسی
۱۷۵ ۔ تاریخ بغداد
۱۷۶ ۔ کتاب الشفاء قاضی عیاض
۱۷۷ ۔ نسیم الریاض
۱۷۸ ۔ شرح مشکوٰۃ
۱۷۹ ۔ کتاب خلافت
۱۸۰ ۔ جنرل ہسٹری
۱۸۱ ۔ انسائیکلوپیڈیا
۱۸۲ ۔ اسپرٹ آف اسلام
۱۸۳ ۔ منہج بکیتہ
۱۸۴ ۔ سلسبیل فصاحت
۱۸۵ ۔ احیاء العلوم غزالی
۱۸۶ ۔ منتخب بصائر
۱۸۷ ۔ تفسیر کبیر
۱۸۸ ۔ اربعین رازی
۱۸۹ ۔ جامی اُردو
۱۹۰ ۔ شرح مواقف
۱۹۱ ۔ انوار اللغت
۱۹۲ ۔ مہذب مکالمہ
۱۹۳ ۔ خلفاء رسول
۱۹۴ ۔ تاریخ عرب
۱۹۵ ۔ اعجاز التنزیل
۱۹۶ ۔ معالم العلماء
۱۹۷ ۔ الشیعہ و فنون الاسلام
۱۹۸ ۔ اعیان الشیعہ
۱۹۹ ۔ تاریخ تمدن اسلامی
۲۰۰ ۔ امام مبین

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۲۰۱ ـ ترجمہ نہج البلاغہ (شیعہ)
۲۰۲ ـ ترجمہ نہج البلاغہ (سنی)
۲۰۳ ـ سیرت محمدیہ
۲۰۴ ـ ارشاد مفید
۲۰۵ ـ خصائص سیوطی
۲۰۶ ـ تاریخ اعثم کوفی
۲۰۷ ـ اتقان سیوطی
۲۰۸ ـ تاریخ اسلام امیر علی
۲۰۹ ـ الغفاری
۲۱۰ ـ نہایہ ابن اثیر
۲۱۱ ـ کتاب فتوحات
۲۱۲ ـ احسن الانتخاب
۲۱۳ ـ شرائع الاسلام
۲۱۴ ـ مجمع البحار
۲۱۵ ـ تحفہ سلیمانیہ
۲۱۶ ـ مناقب اخطب خوارزمی
۲۱۷ ـ نہایۃ الارب قلقشندی
۲۱۸ ـ معارف ابن قتیبہ
۲۱۹ ـ ترجیح نامہ قلمی
۲۲۰ ـ فتوح البلدان
۲۲۱ ـ تاریخ سندھ
۲۲۲ ـ تاریخ فرشتہ
۲۲۳ ـ طبقاتِ ناصری
۲۲۴ ـ کتاب زید شہید
۲۲۵ ـ تاریخ الفخری
۲۲۶ ـ تذکرہ محمود آلِ محمد
۲۲۷ ـ مناقب مرتضوی
۲۲۸ ـ اقرار (فارسی)
۲۲۹ ـ رحمۃ للعالمین
۲۳۰ ـ الاخبار الطوال
۲۳۱ ـ کشف الانوار
۲۳۲ ـ مرقات الایقان
۲۳۳ ـ عقد الفرید
۲۳۴ ـ رحلۃ ابن جبیر اندلسی
۲۳۵ ـ سیف المقلدین
۲۳۶ ـ علل الشرائع
۲۳۷ ـ احقاق الحق
۲۳۸ ـ تاریخ الخلفاء
۲۳۹ ـ روضۃ الواعظین
۲۴۰ ـ مرآۃ الجنان
۲۴۱ ـ کامل مبرد
۲۴۲ ـ کفایۃ الاثر مجلسی
۲۴۳ ـ ترجمہ ابنِ خلدون
۲۴۴ ـ تسکین الفتن
۲۴۵ ـ دراسات اللبیب
۲۴۶ ـ سوانح امام حسن
۲۴۷ ـ معجم الطالب
۲۴۸ ـ محاضرات اصفہانی
۲۴۹ ـ سمط الثمین طبری
۲۵۰ ـ سنن ابی داؤد
۲۵۱ ـ تاریخ عرب (حتی)
۲۵۲ ـ تاریخ سارا سنیز گل
۲۵۳ ـ سیرۃ الحسن
۲۵۴ ـ ابصار العین
۲۵۵ ـ مقاتل الطالبین
۲۵۶ ـ عقد الفرید
۲۵۷ ـ روضۃ المناظر
۲۵۸ ـ نزل الابرار
۲۵۹ ـ مناقب ابن سمعان
۲۶۰ ـ شجرۃ الاولیاء
۲۶۱ ـ اقتباس الانوار
۲۶۲ ـ نصائح کافیہ
۲۶۳ ـ دیوان حسان بن ثابت
۲۶۴ ـ الحریت فی الاسلام
۲۶۵ ـ تطہیر الجنان
۲۶۶ ـ تفسیر نیشاپوری
۲۶۷ ـ منتخب اللغات
۲۶۸ ـ اغانی ابو الفرج
۲۶۹ ـ اوائل سیوطی
۲۷۰ ـ کامل السقیفہ
۲۷۱ ـ حدیقہ سنائی
۲۷۲ ـ فرائد السمطین
۲۷۳ ـ منہاج السنت
۲۷۴ ـ انوار المضیئہ
۲۷۵ ـ تفریح الاحباب
۲۷۶ ـ المدخل ابن الحاج
۲۷۷ ـ سنن ترمذی
۲۷۸ ـ سرمایہ ایمان لاہجی
۲۷۹ ـ موضوعات ملا علی قاری
۲۸۰ ـ تفسیر صافی
۲۸۱ ـ مصباح طوسی
۲۸۲ ـ مسند امام رضا
۲۸۳ ـ نخبۃ الطالبین
۲۸۴ ـ کشف المحجوب
۲۸۵ ـ مجمع الہیثمی
۲۸۶ ـ ذخائر العقبیٰ
۲۸۷ ـ میزان الکبریٰ
۲۸۸ ـ کنوز الحقائق مناوی
۲۸۹ ـ فضائل الخمسہ
۲۹۰ ـ طبقات ابن سعد
۲۹۱ ـ محرم کے آنسو
۲۹۲ ـ شجرہ طوبیٰ
۲۹۳ ـ کبریت احمر
۲۹۴ ـ منتخب طریحی
۲۹۵ ـ شہید اعظم عبدالحمید خاں
۲۹۶ ـ سر الشہادتین
۲۹۷ ـ نور العین
۲۹۸ ـ مخزن البکاء
۲۹۹ ـ جلاء العیون
۳۰۰ ـ اثارۃ الاحزان
۳۰۱ ـ کشکول بہائی
۳۰۲ ـ البدایہ والنہایہ
۳۰۳ ـ مقتل ابی مخنف
۳۰۴ ـ تذکرہ
۳۰۵ ـ مقتل عوالم
۳۰۶ ـ تاریخ اسلام
۳۰۷ ـ انسانیت موت کے دروازے پر
۳۰۸ ـ وسائل مظفری

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۳۰۹ ۔ ساتین کستوری
۳۱۰ ۔ مہیج الاحزان
۳۱۱ ۔ نور معین ترجمہ اسفرائنی
۳۱۲ ۔ انوار الشہادت
۳۱۳ ۔ ناموس اسلام
۳۱۴ ۔ تاریخ چین
۳۱۵ ۔ تہذیب التہذیب
۳۱۶ ۔ سالار الشہادت مدینتی
۳۱۷ ۔ الحسین الانصر
۳۱۸ ۔ زینب اخت الحسین
۳۱۹ ۔ بطلۂ کربلا
۳۲۰ ۔ سلسلۃ الذہب
۳۲۱ ۔ خصائص زینبیہ
۳۲۲ ۔ حق ب زینب
۳۲۳ ۔ حدائق الحنفیہ
۳۲۴ ۔ حیات الزہرا
۳۲۵ ۔ وسیلۃ النجات
۳۲۶ ۔ طبقات الحفاظ ذہبی
۳۲۷ ۔ عیون اخبار رضا
۳۲۸ ۔ مجمع البحرین
۳۲۹ ۔ بغرع امانی صدیق حسن
۳۳۰ ۔ فصل الخطاب
۳۳۱ ۔ فتوح العجم
۳۳۲ ۔ فتوحات اسلامیہ
۳۳۳ ۔ تحفہ حسینیہ بسطامی
۳۳۴ ۔ لہوف
۳۳۵ ۔ احسن القصص
۳۳۶ ۔ ریاض القدس
۳۳۷ ۔ مصباح المتہجد
۳۳۸ ۔ الحسین جلال مصری
۳۳۹ ۔ الزام الناصب
۳۴۰ ۔ تحریر الشہادتین
۳۴۱ ۔ خلاصۃ الطاعات
۳۴۲ ۔ تفسیر امام حسن عسکری
۳۴۳ ۔ احتجاج طبرسی
۳۴۴ ۔ صحیفہ کاظم
۳۴۵ ۔ ریاض السائلین
۳۴۶ ۔ شرح معلقات تغلقی
۳۴۷ ۔ دیوان حماسہ
۳۴۸ ۔ مجانی الادب
۳۴۹ ۔ تاریخ احمدی
۳۵۰ ۔ مجالس المومنین
۳۵۱ ۔ تاریخ فقہ خضری
۳۵۲ ۔ المنجد
۳۵۳ ۔ رجال کشی
۳۵۴ ۔ اعلام الموقعین ابن قیم
۳۵۵ ۔ اتحاف شبراوی
۳۵۶ ۔ الخراج ابو یوسف
۳۵۷ ۔ تدریب الراوی
۳۵۸ ۔ ماثر باقریہ
۳۵۹ ۔ مقدمہ ابن خلدون
۳۶۰ ۔ وفیات الاعیان
۳۶۱ ۔ سفرنامہ حج و زیارات
۳۶۲ ۔ تحفہ اثنا عشریہ
۳۶۳ ۔ انوار اللغۃ
۳۶۴ ۔ حلیۃ الابرار
۳۶۵ ۔ الوسائل محمد علی
۳۶۶ ۔ اسوۃ الرسول
۳۶۷ ۔ جامع الاخبار
۳۶۸ ۔ حج الکرامہ صدیق حسن
۳۶۹ ۔ تاریخ صغیر بخاری
۳۷۰ ۔ سیرۃ النعمان شبلی
۳۷۱ ۔ مصفی شرح موطا
۳۷۲ ۔ تذکرۃ المعصومین
۳۷۳ ۔ صادق آل محمد
۳۷۴ ۔ تحفۃ الزائر
۳۷۵ ۔ تصویر عزا
۳۷۶ ۔ ادب الکاتب ابن قتیبہ
۳۷۷ ۔ الاعلام زرکلی
۳۷۸ ۔ معارف القرآن وجدی
۳۷۹ ۔ کتاب کشف الغمہ
۳۸۰ ۔ طبقات الامم
۳۸۱ ۔ اخبار الحکماء
۳۸۲ ۔ انسائیکلوپیڈیا اسلامک
کیمسٹری ۔
۳۸۳ ۔ معجم المطبوعات
۳۸۴ ۔ خلاصۃ الاقوال حلی
۳۸۵ ۔ منہج المقال
۳۸۶ ۔ مرزغو الشیعہ فی صدر الاسلام
۳۸۷ ۔ المعتبر محقق حلی
۳۸۸ ۔ رجال ابن عقدہ
۳۸۹ ۔ رجال طوسی
۳۹۰ ۔ الخصال بابویہ
۳۹۱ ۔ حلیۃ المتقین
۳۹۲ ۔ تہذیب الاسلام
۳۹۳ ۔ سوانح چہاردہ معصومین
۳۹۴ ۔ شرح شافیہ
۳۹۵ ۔ مشارق الانوار برسی
۳۹۶ ۔ فتوح الشام واقدی
۳۹۷ ۔ تحفۃ الناظرین
۳۹۸ ۔ انوار الاخبار
۳۹۹ ۔ انوار نعمانیہ
۴۰۰ ۔ اخبار الخلفا ابن واصل
۴۰۱ ۔ سوانح امام موسیٰ کاظم
۴۰۲ ۔ النزاع والتخاصم
۴۰۳ ۔ روائح المصطفیٰ
۴۰۴ ۔ کشف الظنون
۴۰۵ ۔ عیون المعجزات
۴۰۶ ۔ اثنا عشریہ (فی الفضائل)
۴۰۷ ۔ لمعۃ الضیا
۴۰۸ ۔ جامع الاصول
۴۰۹ ۔ شرح جامع صغیر
۴۱۰ ۔ تحفہ رضویہ
۴۱۱ ۔ کنز الانساب ابی مخنف
۴۱۲ ۔ سوانح امام رضا
۴۱۳ ۔ المامون
۴۱۴ ۔ تنزیہ الانبیاء
۴۱۵ ۔ شرح تجرید

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۴۱۶۔ کاشف النقاب
۴۱۷۔ تاریخ فخری
۴۱۸۔ منتہی الآمال
۴۱۹۔ تاریخ آلِ محمدؐ
۴۲۰۔ خلاصہ تہذیب الکمال
۴۲۱۔ مختصر اخبار الخلفاء
۴۲۲۔ سوانح محمد تقیؑ
۴۲۳۔ ائمہ اثنا عشر (ابن طولون)
۴۲۴۔ کتاب شجرۂ سادات کرام
۴۲۵۔ بدر مشعشع
۴۲۶۔ اثبات الوصیت
۴۲۷۔ تاریخ گزیدہ
۴۲۸۔ مقام زخار
۴۲۹۔ امالی شیخ طوسی
۴۳۰۔ تاریخ قرمانی قلمی
۴۳۱۔ دسویں امام
۴۳۲۔ ترجمہ سنن ابن ماجہ
۴۳۳۔ البشریٰ شرح موطأ القرطبی
۴۳۴۔ منتہی الارب
۴۳۵۔ الفتاویٰ صدیق حسن
۴۳۶۔ مناقب مرتضوی اظہار محدث دہلوی
۴۳۷۔ غایۃ المقصود
۴۳۸۔ کتاب اقبال (ابن طاؤس)
۴۳۹۔ لوائح الانوار
۴۴۰۔ فتوحات مکیہ
۴۴۱۔ کفایۃ الطالب
۴۴۲۔ البیان فی اخبار صاحب الزمان
۴۴۳۔ فصل المبین (شاہ محمد دہلوی)
۴۴۴۔ مفتاح النجا بدخشانی
۴۴۵۔ مراۃ الاسرار
۴۴۶۔ ہدایۃ السعداء
۴۴۷۔ موالید الائمہ جمعی
۴۴۸۔ مرقات شرح مشکوٰت
۴۴۹۔ ینابیع المودۃ
۴۵۰۔ کتاب الواقع (شیخ حسن)
۴۵۱۔ مکاشفات
۴۵۲۔ کتاب نوادر (محدث دہلوی)
۴۵۳۔ تاریخ خمیس (سمنانی)
۴۵۴۔ کتاب شرح میبذی
۴۵۵۔ کتاب بیان الاحسان
۴۵۶۔ تاریخ اسلام (ذہبی)
۴۵۷۔ ابطال الباطل (روزبہان)
۴۵۸۔ تفسیر حسینی
۴۵۹۔ اشاعت اسلام دیوبندی
۴۶۰۔ المستطرف امام الشبلی
۴۶۱۔ دینی باتیں (ذاکر حسین)
۴۶۲۔ روضۃ الناظر
۴۶۳۔ حق الیقین
۴۶۴۔ معانی الاخبار
۴۶۵۔ شرح مواقف
۴۶۶۔ انوار القلوب
۴۶۷۔ الوافی محسن فیض
۴۶۸۔ تہذیب الاحکام
۴۶۹۔ مجلس عظم حسینی
۴۷۰۔ زندگانی محمدؐ
۴۷۱۔ شرح عقائد نسفی
۴۷۲۔ معارج العرفان
۴۷۳۔ تفسیر بیضاوی
۴۷۴۔ تاریخ اسلام عبدالحکیم نشتر
۴۷۵۔ دلائل الامامت
۴۷۶۔ جمع الفوائد
۴۷۷۔ الجمہرۃ ابن حزم
۴۷۸۔ تہذیب الاسماء
۴۷۹۔ مقتل ابن نما
۴۸۰۔ شرح فقہ اکبر
۴۸۱۔ تاریخ القرآن کردی
۴۸۲۔ انوار المجالس
۴۸۳۔ جواہر الکلام بغدادی
۴۸۴۔ مجموعہ رسائل
۴۸۵۔ المصائد
۴۸۶۔ منہاج الدموع
۴۸۷۔ ریاحین الشریعۃ
۴۸۸۔ سیدہ کی عظمت مولانا کوثر نیازی
۴۸۹۔ مناقب ابوحنیفہ
۴۹۰۔ سلاطین اسلام، لینن پول
۴۹۱۔ غایۃ الاختصار
۴۹۲۔ صحاح الاخبار
۴۹۳۔ درر المصائب
۴۹۴۔ تاریخ ابن طولون
۴۹۵۔ انساب سمعانی
۴۹۶۔ قیامت نامہ دہلوی
۴۹۷۔ تاریخ اسلام غلام رسول
۴۹۸۔ احسن التقاسیم مقدسی
۴۹۹۔ کفایۃ الاثر
۵۰۰۔ رسالہ جزیرۂ خضراء
۵۰۱۔ اکمال الدین
۵۰۲۔ تاریخ جہاں آرا
۵۰۳۔ ریاض العلماء
۵۰۴۔ کفایۃ المہدی
۵۰۵۔ کشف القناع
۵۰۶۔ ریاض المومنین
۵۰۷۔ سراج القلوب
۵۰۸۔ جواہر البیان جبرونی
۵۰۹۔ بدایع الاخبار سروری
۵۱۰۔ ارشاد الطالبین
۵۱۱۔ عرفان ماہنامہ الہادی قم
۵۱۲۔ اخبار پانیر لکھنؤ
۵۱۳۔ سرفراز لکھنؤ
۵۱۴۔ اخبار پیام اسلام لکھنؤ
۵۱۵۔ ایجوادہ بنارس
۵۱۶۔ اہل حدیث امرتسر
۵۱۷۔ آجکل لکھنؤ
۵۱۸۔ انقلاب لاہور
۵۱۹۔ طلوع اسلام کراچی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لاھلہ والصلوٰۃ علی اھلہا

پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مختصر خاندانی حالات

پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ حضرت ابراہیم اہواز۔ بابل یا عراق کے ایک قریہ "کوثی" میں طوفانِ نوح سے ۱۰۸۱ سال بعد پیدا ہوئے جب آپ کی عمر ۸۶ سال کی ہوئی تو آپ کے یہاں بطنِ جنابِ ہاجرہ سے حضرتِ اسماعیلؑ پیدا ہوئے اور ۹۰ سال کی عمر میں جناب سارہ سے حضرت اسحاق متولد ہوئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے دونوں بیویوں کو ایک جگہ رکھنا مناسب نہ سمجھ کر سارہ کو مع اسحاق شام میں چھوڑا اور ہاجرہ کو مع اسماعیل حجاز کے شہر مکہ میں بحکم خدا پہنچا آئے۔ اسحاق کی شادی شام میں اور اسماعیل کی مکہ میں قبیلہ جرہم کی ایک لڑکی سے ہوئی۔ اس طرح اسحق کی نسل شام میں اسماعیلؑ کی نسل مکہ میں بڑھی۔ جب حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۱۰۰ سال کی ہوئی اور جناب ہاجرہؑ کا انتقال بھی ہو گیا تو آپ مکہ تشریف لائے اور اسماعیلؑ کی مدد سے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ مورخین کا کہنا ہے کہ یہ تعمیر ہجرت نبوی سے ۲۷۹۳ سال قبل ہوئی تھی۔ انھوں نے ایک خواب کے حوالے سے بحکمِ خدا اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرنا چاہا تھا۔ جس کے ردِ عمل میں خدا نے دُنبہ بھیج کر فرمایا کہ تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ ابراہیمؑ سُنو! ہم نے تمہارے فدیہ (اسماعیل) کو ذبحِ عظیم امام حسینؑ سے بدل دیا ہے۔ مورخین کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ حضرت آدمؑ کے دُنیا میں آنے کے ۳۴۳۵ سال بعد کا ہے۔ اس کے بعد چند باتوں میں آپ کا امتحان لیا گیا جس میں کامیابی کے بعد آپ کو درجہ امامت پر فائز کیا گیا۔ آپ نے خواہش کی کہ یہ عہدہ میری نسل میں مستقر کر دیا جائے۔ ارشاد ہوا بہتر ہے لیکن تمہاری نسل میں جو ظالم ہوں گے وہ اس سے محروم رہیں گے۔ آپ کا لقب خلیل اللہ تھا اور آپ اولوالعزم پیغمبر تھے۔ آپ صاحبِ شریعت تھے اور خدا کی بارگاہ میں آپ کا یہ درجہ تھا کہ خاتم الانبیاء کو آپ کی شریعت کے باقی رکھنے کا حکم دیا گیا۔ آپ نے ۱۷۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور مقام قدس خلیل (خلیل الرحمٰن) میں دفن کئے گئے۔ وفات سے قبل

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ نے اپنا جانشین حضرت اسماعیل کو قرار دیا۔

مورخین فرنگ کا کہنا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی ولادت جناب مسیح سے ۱۹۱۱ سال قبل ہوئی تھی۔ حضرت اسماعیل کے یہ خصوصی امتیازات ہیں کہ (۱) انھیں کی وجہ سے مکہ آباد ہوا (۲) چاہ زمزم برآمد ہوا۔ (۳) حج کعبہ کی عبادت کا آغاز ہوا۔ ۱۰ ذی الحجہ کو عید قربان کی سنت جاری ہوئی۔ آپ کا انتقال ۱۳۷ سال کی عمر میں ہوا۔ اور آپ حجر اسماعیل (مکہ) کے قریب دفن ہوئے۔ آپ نے بارہ فرزند چھوڑے۔ آپ کی وفات کے بعد خانۂ کعبہ کی نگرانی و دیگر خدمات آپ کے فرزند ہی کرتے رہے۔ ان کے فرزندوں میں قیدار کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ غرضیکہ اولاد حضرت اسماعیل مکہ معظمہ میں بڑھتی اور نشوونما پاتی رہی۔ یہاں تک کہ تیسری صدی عیسوی میں ایک شخص فہر نامی پیدا ہوا جو انتہائی باکمال تھا۔ اس فہر کی نسل سے پیغمبر اسلام متولد ہوئے۔ علامہ طریحی کا کہنا ہے کہ اسی فہر یا اس کے دادا النضر بن کنانہ کو قریش کہا جاتا ہے۔ کیونکہ بحر الہند سے اس نے ایک بہت بڑی مچھلی شکار کی تھی جس کو قریش کہا جاتا تھا۔ اور اُسے لا کر مکہ میں رکھ دیا تھا۔ جسے لوگ دیکھنے کے لیے دُور دُور سے آتے تھے۔ لفظ فہر عبرانی ہے۔ اور اس کے معنی پتھر کے ہیں اور قریش کے معنی قدیم عربی میں "سوداگر" کے ہیں۔

قصی

پانچویں صدی عیسوی میں ایک بزرگ فہر کی نسل سے گزرے ہیں جن کا نام "قصی" تھا۔ شبلی نعمانی کا کہنا ہے کہ انھیں قصی کو قریش کہتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک یہ غلط ہے قصی کا اصل نام زید اور کنیت ابوالمغیرہ تھی۔ ان کے باپ کا نام کلاب اور ماں کا نام فاطمہ بنت سعد اور بیوی کا نام عاتکہ بنت خالخ بن لیک تھا۔ یہ نہایت ہی نامور بلند حوصلہ۔ جوان مرد عظیم الشان بزرگ تھے۔ انھوں نے زبردست عزت و اقتدار حاصل کیا تھا۔ یہ نیک چلن بامروت سخی اور دلیر تھے۔ ان کے خیالات پاک اور بے لوث تھے۔ ان کے اخلاق بلند شائستہ اور مہذب تھے۔ ان کی ایک بیوی حبی بنت حلیل خزاعی تھیں۔ یہ حلیل بنو خزاعہ کا سردار تھا۔ اس نے وفات کے وقت خانۂ کعبہ کی کلید حبی کو سپرد کر دینا چاہی۔ اس نے اپنی کمزوری کے حوالہ سے انکار کر دیا۔ پھر اُس نے اپنے ایک رشتہ دار ابو غبشان خزاعی کے سپرد کی۔ اُس نے اس اہم خدمت کو قصی کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ اس طرح قصی ابن کلاب اس عظیم شرف کے بھی مالک بن گئے انھوں نے خانۂ کعبہ کی مرمت کرائی اور دار الندوہ بنوایا۔ رفاہ عام کے سلسلہ میں بے شمار خدمات کیں۔ مکہ میں کنواں کھدوایا جس کا نام عجول تھا قصی کا انتقال ۴۸۰ھ میں ہوا۔ مرنے کے بعد انھیں مقام حجون میں دفن کیا گیا اور اُن کی قبر زیارت گاہ بن گئی قصی اگرچہ نبی یا امام نہ تھے۔ لیکن حامل نور محمدی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آسمان فضیلت کے آفتاب بن گئے۔

عبد مناف

قصی کے چھ بیٹے تھے جن میں عبد الدار سب سے بڑا اور عبد المناف سب سے لائق تھا۔ انھوں نے مرتے وقت بڑے بیٹے کو تمام مناصب سپرد کیے۔ لیکن عبد مناف نے اپنی لیاقت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی وجہ سے سب میں شرکت حاصل کرلی۔ یہ قریش کے مسلم الثبوت سردار بن گئے۔ عبدمناف کا اصل نام مغیرہ اور کنیت ابوعبدشمس تھی اور ماں کا نام حبی بنت خلیل تھا۔ انھوں نے عاتکہ بنت مرہ سلیمہ بن حلال سے شادی کی انھیں حسن وجمال کی وجہ سے "قمر" ماہتاب کہا جاتا تھا۔ "دیار بکری" کا کہنا ہے کہ عبدمناف کو مغیرہ کہتے تھے۔ وہ تقویٰ وصلہ رحم کی تلقین کیا کرتے تھے۔ باپ اور بیٹے دونوں ایک ہی عقیدہ پر تھے اور انھوں نے کبھی بت پرستی نہیں کی۔ یہ بھی اپنے باپ قصی کی طرح مناقب بے حد اور فضائل بے شمار کے مالک اور نورِ محمدی کے حامل تھے۔ انھوں نے ملک شام کے مقام غزوہ میں انتقال کیا۔

عبدِمناف کے جیتے جی تو کوئی جھگڑا اٹھا نہیں۔ ان کے بعد اُن کی اولاد جن میں ہاشم مطلب عبدشمس اور نوفل نمایاں حیثیت رکھتے تھے، میں یہ جذبہ اُبھر پڑا کہ عبدالدار کی اولاد سے وہ مناصب لے لینے چاہئیں جن کے وہ اہل نہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے بنی عبدالدار سے مناصب کی واپسی یا تقسیم کا سوال کیا انھوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد جنگ کا میدان ہموار ہوگیا۔ بالآخر اس بات پر صلح ہوگئی کہ رفادہ سقایہ کی قیادت بنی عبدمناف کے قبضہ میں رہے اور حجابت اور لوا۔ سرداری کا منصب بنی عبدالدار کے پاس رہے۔ اور دارالندوہ کی صدارت مشترکہ ہو۔

ہاشم

آپ کا نام عمرو کنیت ابوالنضر تھی۔ آپ کے والد عبدمناف اور والدہ عاتکہ بنت مرۃ السلیمہ تھیں۔ آپ کو علو مرتبہ کی وجہ سے عمرو العلا بھی کہتے تھے۔ آپ اور عبدالشمس وہ دونوں اس طرح جڑواں پیدا ہوئے تھے کہ ان کے پاؤں کا پنجہ عبدشمس کی پیشانی سے چپکا ہوا تھا۔ جسے تلوار کے ذریعہ سے علیحدہ کیا گیا۔ اور بے انتہا خون بہا جس کی تعبیر نجومیوں نے باہمی خونریز جنگ سے کی جو بالکل صحیح اُتری اور دونوں خاندانوں کے درمیان ہمیشہ جنگ متوارث رہی جس کا اختتام ۱۳۲ ہجری میں ہوا۔ بنی عباس (ہاشمی) اور بنی اُمیہ (شمسی) میں ایسی خونریز جنگ ہوئی جس نے بنی اُمیہ کی قوت وطاقت اور بلندی اقبال کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل کر دیا۔

آپ فطرتاً سیر چشم اور فیاض تھے۔ دولت مندی میں بھی بڑی حیثیت کے مالک تھے۔ حجاج کی خدمت آپ کی زندگی کا کارنامہ تھا۔ مورخین کا کہنا ہے کہ آپ کو ہاشم اس لیے کہتے ہیں کہ آپ نے ایک شدید قحط کے موقع پر اپنی ذاتی دولت سے شام جا کر بہت کافی کیک خریدا تھا اور اُسے لا کر تقسیم کرتے ہوئے کہا کہ اسے شوربا میں توڑ کر کھا جاؤ۔ ہشم کے معنی توڑنے کے ہیں۔ لہٰذا ہاشم کہے جانے لگے۔ آپ نے اپنی شادی اپنے خاندان کی ایک لڑکی سے کی، جس سے حضرت اسد پیدا ہوئے۔ دوسری شادی خزرج کی ایک مشہور قبیلہ بنی عدی ابن نجار یثرب (مدینہ) کی نجیب الطرفین دختر سے کی۔ اُسی کے بطن سے ایک باوقار لڑکا پیدا ہوا جو آگے چل کر عبدالمطلب شیبۃ الحمد سے پکارا گیا۔ عبدالمطلب ابھی دودھ ہی پیتے تھے کہ جناب ہاشم کا انتقال ہوگیا۔ آپ کی اولاد کے متعلق حضرت جبرئیلؑ کا کہنا ہے کہ میں نے مشرق و

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مغرب کو چھان کر دیکھا ہے کہ محمد مصطفیٰؐ سے بہتر کوئی نہیں ہے اور بنی ہاشم سے بہتر کوئی خاندان نہیں ہے۔
جناب ہاشم نے ۵۱۰ء میں بمقام غزہ شام میں انتقال فرمایا۔

جناب اسد

آپ حضرت ہاشم کے بڑے بیٹے تھے۔ آپ کی ولادت سنہ ۴۹۶ء سے قبل ہوئی تھی۔ آپ میں انسانی ہمدردی بحدِ کمال پہنچی ہوئی تھی۔ فخر الدین رازی کا بیان ہے کہ جناب اسد نے ایک دن اپنے ایک دوست کو سخت بھوکا پاکر (جو بنی مخزوم سے تھا) اپنی والدہ سے کہا کہ اس کے لیے کھانے کا بندوبست کرو۔ انھوں نے پنیر اور آٹا وغیرہ کافی مقدار میں اس کے گھر بھجوا کر اُسے سکون بخشا۔ پھر اسی واقعہ سے متاثر ہو کر جناب ہاشم نے اہلِ مکہ کو جمع کیا اور ان میں تجارت کا جذبہ و شوق پیدا کیا۔
اسد کے معنی شیر کے ہیں۔ ابن خالویہ کا یہ کہنا ہے کہ "شیر" کے پانچ سو نام ہیں جن میں ایک اسد بھی ہے۔ شیر بھوک اور پیاس پر صابر ہوتا ہے۔ علامہ طریحی کا کہنا ہے کہ شیر کی اولاد کم ہوتی ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ حضرت اسد کے اولاد کم تھی۔ اولاد ذکور مفقود اور غالباً صرف فاطمہ بنت اسد ہی تھیں جو بعد میں حضرت علیؑ کی والدہ گرامی قرار پائیں۔

جناب عبد المطلب

آپ حضرت ہاشم کے نہایت جلیل القدر صاحبزادے تھے۔ ۴۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا انتقال بچپنے میں ہی ہو چکا تھا۔ پرورش کے فرائض آپ کے چچا مطلب کی کنارِ عاطفت میں ادا ہوئے اور خوش قسمتی سے آخر میں عرب کے سب سے بڑے سردار قرار پائے۔ آپ کے والد ہی کی طرح آپ کی والدہ بھی (جن کا نام سلمیٰ تھا) شرافت و عظمت میں انتہائی بلندی کی مالک تھیں۔ ابن ہشام کا کہنا ہے کہ وہ وقارِ خاندانی کی وجہ سے اپنے نکاح کو اس شرط سے مشروط کرتی تھیں کہ جب چاہیں گی گھر چلی جائیں گی۔ علامہ حلبی کا کہنا ہے کہ وہ یہ شرط بھی لگاتی تھیں کہ تولید کے موقع پر اپنے میکے میں رہوں گی۔ جناب عبد المطلب کا ایک نام شیبتہ الحمد بھی تھا کیونکہ آپ کی ولادت کے وقت آپ کے سر پر سفید بال تھے۔ اور شیب سفیدیِ سر کو کہتے ہیں۔ حمد کے اسے مضاف اس لیے کیا کہ آگے چل کر بے انتہا ممدوح ہونے کی ان میں علامتیں دیکھی جا رہی تھیں۔ آپ سنِ شعور تک پہنچتے ہی جناب ہاشم کی طرح نامور اور مشہور ہو گئے۔ آپ نے اپنے آبا و اجداد کی طرح اپنے پر شراب حرام کر رکھی تھی اور غارِ حرا میں بیٹھ کر عبادت کرتے تھے۔ آپ کا دسترخوان اتنا وسیع تھا کہ انسانوں کے علاوہ پرندوں کو بھی کھانا کھلایا جاتا تھا۔ مصیبت زدہ دل کی امداد اور اپاہجوں کی خبر گیری ان کا خاص شیوہ تھا۔ آپ نے بعض ایسے طریقے رائج کیے جو بعد میں مذہبی نقطۂ نظر سے انسانی زندگی کے اصول بن گئے۔ مثلاً ایفاءِ نذر۔ نکاح محارم سے اجتناب، دختر کشی کی ممانعت، خمر و زنا کی حرمت اور قطع یدِ سارق۔ عبد المطلب کا یہ عظیم کارنامہ ہے کہ انھوں نے چاہِ زمزم کو جو مرورِ زمانہ سے بند ہو چکا تھا۔ پھر کھدوا کر جاری کیا۔
آپ کے عہد کا ایک اہم واقعہ کعبۂ معظمہ پر لشکر کشی ہے۔ مورخین کا کہنا ہے کہ ابرہتہ الاشرم یمن کا عیسائی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بادشاہ تھا۔ اس میں مذہبی تعصب بے حد تھا۔ خانہ کعبہ کی عظمت و حرمت دیکھ کر آتشِ حسد سے بھڑک اٹھا۔ اور اس کے وقار کو گھٹانے کے لیے مقام "صنعا"[1] میں ایک عظیم الشان گرجا بنوایا۔ مگر اس کی لوگوں کی نظر میں خانہ کعبہ والی عظمت نہ پیدا ہو سکی تو اس نے کعبہ کو ڈھانے کا فیصلہ کیا۔ اور اسود بن مقصود حبشی کی زیرِ سرکردگی ایک عظیم الشان لشکر مکہ کی طرف روانہ کر دیا۔ قریش، کنانہ، خزاعہ اور ہذیل پہلے تو لڑنے کے لیے تیار ہوئے۔ لیکن لشکر کی کثرت دیکھ کر ہمت ہار بیٹھے اور مکہ کی پہاڑیوں میں اہل و عیال سمیت جا چھپے۔ البتہ عبدالمطلب اپنے چند ساتھیوں سمیت خانہ کعبہ کے دروازے میں جا کھڑے ہوئے اور کہا۔ مالک تیرا گھر ہے اور صرف تو ہی بچانے والا ہے۔ اسی دوران میں لشکر کے سرداروں نے مکہ والوں کے کھیت سے مویشی پکڑے جن میں عبدالمطلب کے دو سو اونٹ بھی تھے۔ الغرض ابرہہ نے حناطہ حمیری کو مکہ والوں کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہم تم سے لڑنے نہیں آئے۔ ہمارا ارادہ صرف کعبہ ڈھانے کا ہے۔ عبدالمطلب نے پیغام کا یہ جواب دیا کہ ہمیں بھی لڑنے سے کوئی غرض نہیں اور اس کے بعد عبدالمطلب نے ابرہہ سے ملنے کی درخواست کی۔ اس نے اجازت دی یہ داخلِ دربار ہوئے۔ ابرہہ نے پرتپاک خیر مقدم کیا اور ان کے ہمراہ تخت سے اتر کر فرش پر بیٹھا۔ عبدالمطلب نے دورانِ گفتگو میں اپنے اونٹوں کی رہائی اور واپسی کا سوال کیا۔ اس نے کہا تم نے اپنے آبائی مکان کعبہ کے لیے کچھ نہیں کہا۔ انھوں نے جواب دیا "انا رب الابل وللبیت رب سیمنعہ" میں اونٹوں کا مالک ہوں اپنے اونٹ مانگتا ہوں جو کعبہ کا مالک ہے اپنے گھر کو خود بچائے گا۔ عبدالمطلب کے اونٹ ان کو مل گئے اور وہ واپس آ گئے۔ اور قریش کو پہاڑیوں پر بھیج کر خود وہیں ٹھہر گئے۔ غرضیکہ ابرہہ عظیم الشان لشکر لے کر خانہ کعبہ کی طرف بڑھا اور جب اس کی دیواریں نظر آنے لگیں تو ڈھا ڈالنے کا حکم دے دیا۔ خدا کا کرنا دیکھئے کہ جیسے ہی گستاخ و بے باک لشکر نے قدم بڑھایا مکہ کے غربی سمت سے خداوندِ عالم کا ہوائی لشکر "ابابیل" کی صورت میں نمودار ہوا۔ ان پرندوں کی چونچ اور پنجوں میں ایک ایک کنکری تھی۔ انھوں نے یہ کنکریاں ابرہہ کے لشکر پر برسانا شروع کیں۔ چھوٹی چھوٹی کنکریوں نے بڑی بڑی گولیوں کا کام کر کے سارے لشکر کا کام تمام کر دیا۔ ابرہہ جو محمود نامی سُرخ ہاتھی پر سوار تھا۔ زخمی ہو کر یمن کی طرف بھاگا۔ لیکن راستہ ہی میں

---

[1] صنعاء یمن کا دارالحکومت ہے۔ اسے قدیم زمانے میں "ازال" بھی کہتے تھے۔ تمام عرب میں سب سے عمدہ اور خوب صورت شہر ہے۔ عدن سے ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر ایک زرخیز وادی میں واقع ہے، اس کی آب و ہوا معتدل اور خوشگوار ہے۔ اس کے جنوب مشرق میں تین دن کی مسافت پر شہر "مآرب" ہے جس کو "سبا" بھی کہتے ہیں۔ صنعاء کے شمال مغرب میں ۲۰ فرسخ پر "صعدہ" ہے یہاں کا چمڑہ دور دراز ملکوں میں تجارت کر جاتا ہے۔ صنعاء کے مغرب میں بحیرۂ قلزم سے ایک منزل کی مسافت پر "شہرِ زبید" واقع ہے جہاں سے تجارت کے واسطے "قہوہ" اطراف میں جاتا ہے۔ زبید سے ۴ منزل اور صنعاء سے ۸ منزل پر "بیت الفقیہ" واقع ہے۔ زبید کے شمال مشرق میں "شہرِ جم" ہے صنعاء سے ۸ منزل کے فاصلہ پر زبید کے جنوب میں "قلعہ تعز" ہے۔ صنعاء کے شمال میں ۱۰ منزل کی مسافت پر "نجران" ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

واصل جہنم ہوگیا۔ یہ واقعہ ۵۷۰ء کا ہے۔ چونکہ ابرہہ ہاتھی پر سوار تھا اور عرب نے اس سے قبل ہاتھی نہ دیکھا تھا نیز اس لیے کہ بڑے بڑے ہاتھیوں کو چھوٹے چھوٹے پرندوں کی ننھی ننھی کنکریوں سے بحکم خدا تباہ کر کے خدا کے گھر کو بچایا اس لیے اس واقعہ کو ہاتھی کی طرف منسوب کیا گیا اور اسی سے سنہ عام الفیل کہا گیا۔ مہندی کا خضاب عبدالمطلب نے ایجاد کیا ہے۔ ابن ندیم کا کہنا ہے کہ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک خط مامون رشید کے کتب خانہ میں موجود تھا۔ علامہ مجلسی اور مولوی شبلی کا کہنا ہے کہ آپ نے ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی اور مقام حجون میں دفن ہوئے۔ میرے نزدیک آپ کا سن وفات ۵۷۸ء عیسوی ہے۔

جنابِ عبداللہ

آپ جناب عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ کنیت ابو احمد تھی۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا جو عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کے کئی بھائی تھے۔ جن میں ابوطالب کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ جناب عبداللہ ہی وہ عظیم المرتبت بزرگ ہیں جن کو ہمارے نبی کریمؐ کے والد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نہایت متین، سنجیدہ اور شریف طبیعت کے انسان تھے اور نہ صرف جلالتِ نسب بلکہ مکارمِ اخلاق کی وجہ سے تمام جوانانِ قریش میں امتیاز کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ محاسنِ اعمال اور شمائل مطبوع میں فرد تھے۔ حرکات موزوں اور لطف و گفتار میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ جناب عبدالمطلب آپ کو سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عبدالمطلب نے یہ نذر مانی کہ اگر خدا نے مجھے دس بیٹے دیے تو میں ان میں سے ایک کو خدا میں قربان کر دوں گا۔ اور اس کی تکمیل میں عبداللہ کو ذبح کرنے چلے لوگوں نے پکڑ لیا اور کہا کہ آپ قربانی کے لیے قرعہ ڈالیں۔ چنانچہ بار بار عبداللہ کے ذبح پر ہی قرعہ نکلتا رہا۔ عبدالمطلب نے سخت اصرار کے ساتھ انہیں ذبح کرنا چاہا۔ لیکن اونٹوں کی تعداد بڑھا کر قرعہ کے لیے ۱۰۰ تک لے گئے۔ بالآخر تین بار عبداللہ کے مقابلہ میں ۱۰۰ اونٹوں پر قرعہ نکلا۔ اور عبداللہ ذبح سے بچ گئے۔ اس کے بعد آپ کی شادی قبیلہ زہرا میں وہب ابن عبد مناف کی صاحبزادی "آمنہ" سے ہوگئی۔ شادی کے وقت جناب عبداللہ کی عمر تقریباً ۱۸ سال کی تھی۔ آپ نے ۲۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ مورخین کا کہنا ہے کہ آپ مکہ سے بسلسلہ تجارت مدینہ تشریف لے گئے تھے۔ وہیں آپ کا انتقال ہوگیا۔ اور آپ مقام ابواء میں دفن کیے گئے۔ آپ نے ترکہ میں اونٹ، بکریاں اور ایک لونڈی چھوڑی، جس کا نام "برکہ" اور عرف ام ایمن تھا۔

حضرت ابوطالب

آپ حضرت ہاشم کے پوتے، عبدالمطلب کے بیٹے اور جناب عبداللہ کے سگے بھائی تھے۔ آپ کا اصلی نام عمران تھا۔ کنیت ابوطالب تھی۔ آپ کی مادرِ گرامی فاطمہ بنت عمرو مخزومی تھیں۔ شمس العلماء نذیر احمد کا کہنا ہے آپ عبدالمطلب کے اولاد ذکور میں سب سے زیادہ باوقار اور عقلمند تھے۔ عبدالمطلب کے بعد پیغمبر اسلام کی پرورش آپ نے شروع کی اور تا حیات ان کی نصرت و حمایت کرتے رہے۔ مولوی شبلی کا کہنا ہے کہ ابوطالب کا یہ طریقہ تازیست رہا کہ آنحضرتؐ کو اپنے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ساتھ سلاتے تھے۔ اور جہاں جاتے تھے ساتھ لے جاتے تھے۔ کفارِ قریش اور اشرارِ یہود سے آپ نے آنحضرتؐ کی حفاظت کی اور انھیں کسی قسم کا گزند نہیں پہنچنے دیا۔ مؤرخ ابنِ اثیر کا کہنا ہے کہ سفرِ شام کے موقع پر ایک راہب کی نظر آپ پر پڑی۔ اُس نے اِن میں بزرگی کے آثار دیکھے اور ابوطالب سے کہا کہ انھیں جلد واپس وطن لے جاؤ۔ مبادا انھیں یہود قتل کر ڈالیں۔ ابوطالب نے اپنا سارا سامانِ تجارت فروخت کر کے وطن کی راہ لی۔ مؤرخ دیار بکری کا کہنا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ جنابِ ابوطالب کی تحریک سے جنابِ خدیجہؓ کا مال برائے فروخت شام کی طرف لے جایا کرتے تھے۔ چند دنوں میں خدیجہؓ نے شادی کی خواہش کی اور نسبت ٹھہر گئی۔ جنابِ ابوطالب نے آنحضرتؐ کی طرف سے خطبۂ نکاح پڑھا۔ ابوطالب کے خطبہ کی ابتدا اِن لفظوں سے ہے۔ الحمد للّٰہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم۔ تمام تعریفیں اُس خدا کے لیے ہیں جس نے ہمیں ذریت ابراہیم میں قرار دیا۔ چار سو دینار سُرخ پر عقد ہوا۔ عقدِ نکاح کے بعد "فرح ابوطالب فرحاً شدیداً" حضرت ابوطالب بہت ہی خوش ہوئے۔ علامہ طبرسی کا بحوالہ امام جعفر صادق علیہ السلام کہنا ہے کہ ابوطالبؑ ایمان کے تحفظ میں اصحابِ کہف کے مانند تھے۔ شمس العلماء نذیر احمد کا کہنا ہے کہ عبد المطلب اور ابوطالب دینِ فطرت کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے۔ علامہ سیوطی کا کہنا ہے کہ "ان آباء النبی لم یکن فیھم مشرک"۔ آنحضرتؐ کے آباؤ اجداد میں ایک شخص بھی مشرک نہیں تھا۔ قرآن مجید میں ہے کہ اے نبیؐ ہم نے تم کو سجدہ کرنے والوں کی پُشت میں رکھا۔ ابوطالب کے متعلق شمس العلماء نذیر احمد کا کہنا ہے کہ وہ دل سے پیغمبرؐ کو سچا پیغمبر اور اسلام کو خدائی دین سمجھتے تھے۔ شمس العلماء شبلی کا کہنا ہے کہ ابوطالب مرتے وقت بھی کلمہ پڑھ رہے تھے لیکن بخاری کی ایک ایسی مرسل روایت کی بنا پر جس میں مسیّب شامل ہے انھیں غیر مسلم کہا جاتا ہے۔ جو قابلِ صحت لائقِ تسلیم نہیں ہے۔ غرضکہ آپ کے مومن اور مسلمان ہونے پر منصف مؤرخین کا اتفاق ہے۔ ابوطالب کے دو شعر قابلِ ملاحظہ ہیں۔

ودعوتنی وعلمت انک صادق ولقد صدقت فکنت قبل امینا

ولقد علمت بان دین محمد من خیر ادیان البریۃ دینا

(ترجمہ) اے محمدؐ! تم نے مجھے اسلام کی طرف دعوت دی اور میں خوب جانتا ہوں کہ تم یقیناً سچے ہو کیونکہ تم اس عہدِ نبوت کے اظہار سے قبل بھی لوگوں کی نظر میں سچے رہے ہو۔ میں اچھی طرح جانتے ہوئے ہوں کہ اے محمدؐ! تمہارا دین دنیا کے تمام ادیان سے بہتر ہے۔ آپ کی بیوی فاطمہ بنت اسد تھیں جو سنہ ۱ بعثت میں ایمان لائیں اور سنہ ۴ ہجری میں بمقام مدینہ منورہ انتقال فرما گئیں اور خود آپ کا انتقال ۸۵ سال کی عمر میں شوال سنہ ۱۰ بعثت میں ہوا۔ آپ کے انتقال کے سال کو رسول اللہؐ نے "عام الحزن" سے موسوم کر دیا تھا۔

جنابِ عباسؓ | آپ جنابِ عبد المطلب کے بیٹے اور پیغمبرِ اسلامؐ کے چچا تھے۔ آپ کی والدہ فتیلہ تھیں۔ آپ رسولِ خدا صلعم سے ۲ یا ۳ سال بڑے تھے۔ آپ کا قد طویل

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور بدن خوب صورت تھا۔ آپ ہجرت سے قبل اسلام لائے تھے۔ آپ بڑے صائب الرائے تھے۔ آپ نے فتح مکہ اور غزوۂ حنین میں شرکت کی تھی۔ آپ کے دس بیٹے اور کئی بیٹیاں تھیں۔ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ آپ نے ۸۸ سال کی عمر میں بتاریخ ۱۲ رجب ۳۲ھ بمقام مدینہ منورہ انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ آپ کا قبر کھود ڈالا گیا ہے لیکن نشانِ قبر اب بھی باقی ہے۔ مؤلف نے ۱۹۶۹ء میں موقع حج اسے دیکھا ہے۔

جنابِ حمزہ

آپ جناب عبد المطلب کے صاحبزادے اور آنحضرت صلعم کے چچا تھے۔ آپ کی والدہ کا نام ہالہ بنت وہب تھا۔ جو کہ جناب آمنہ کی چچا زاد بہن تھیں۔ آپ نے بعثت کے چھٹے سال اسلام قبول کیا تھا۔ آپ نے جنگِ بدر میں شرکت کی تھی اور بڑے کارہائے نمایاں کیے تھے۔ آپ جنگِ اُحد میں بھی شریک ہوئے اور زبردست نبرد آزمائی کی۔ ۳۱ کافروں کو قتل کرنے کے بعد آپ کا پاؤں پھسلا اور زمین پر گر پڑے جس کی وجہ سے پُشت سے زرہ ہٹ گئی اور موقع پا کر ایک وحشی نامی حبشی نے تیر مار دیا اور آپ اسی دن بلکہ اسی وقت بتاریخ ۵ شوال ۳ھ شہید ہو گئے۔ کافروں نے آپ کو مثلہ کر ڈالا اور امیر معاویہ کی ماں ہندہ نے آپ کا جگر نکال کر چبا ڈالا۔ اسی لیے امیر معاویہ کو "ابن اکلۃ الاکباد" کہتے ہیں۔ آپ کی عمر ۵۹ سال کی تھی۔ نمازِ جنازہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی۔

تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ ۴۰ھ میں جب امیر معاویہ نے نہر کھدوائی تو شہداء احد کی قبریں کھد گئیں اور اسی سلسلہ میں ایک تیشہ جناب حمزہ کے پیر پر لگا جس سے خون تازہ جاری ہو گیا تھا۔

حضرت ابوطالب کے بیٹے

ابنِ قتیبہ کا کہنا ہے کہ حضرت ابوطالب کے چار بیٹے تھے (۱) طالب (۲) عقیل (۳) جعفر (۴) حضرت علیؑ ان میں چھوٹائی بڑائی دس سال کی تھی۔ دیار بکری کا کہنا ہے کہ دو بیٹیاں تھیں۔ ام ہانی اور جمانہ۔ طالب نے جنگِ بدر میں مسلمانوں سے شرم کھانے کے لیے اپنے کو سمندر میں گرا کر ڈوبا دیا۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ عقیل آپ ۵۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابویزید تھی حدیبیہ کے موقع پر اسلام ظاہر کیا۔ اور ۸ھ میں مدینہ آ گئے آپ نے جنگِ موتہ میں بھی شرکت کی تھی۔ آپ زبردست نساب تھے۔ آپ نے ادائے قرض کے لیے معاویہ سے ملاقات کی تھی اور بروایت ابن قتیبہ تین لاکھ اشرفیاں حاصل کر لی تھیں۔ آپ بڑے حاضر جواب تھے۔ آخری عمر میں آپ نابینا ہو گئے تھے۔ آپ نے ۹۶ سال کی عمر میں ۶۰ھ مطابق ۶۸۰ء انتقال کیا۔ جعفر آپ صورت و سیرت میں رسول اللہؐ سے بہت مشابہ تھے۔ آپ نے شروع ہی میں ایمان ظاہر کیا تھا۔ آپ نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ دونوں میں شرکت کی تھی۔ آپ کو جمادی الاوّل ۸ھ میں جنگ موتہ کے لیے بھیجا گیا۔ آپ نے علم لے کر زبردست جنگ کی۔ آپ کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ علم دانتوں سے سنبھالا بالآخر شہید ہو گئے۔ آپ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ انھیں ان کے ہاتھوں کے عوض خدا نے جنت میں دو زمردین پر عطا فرمائے ہیں اور آپ فرشتوں کے ساتھ اُڑا کرتے ہیں۔ آپ کے شہید ہوتے ہی پیغمبر اسلامؐ اور فاطمہ زہراؑ اسماء

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بنت عمیس کے پاس ادائے تعزیت کے لیے گئے۔ آپ نے حکم دیا کہ جعفر کے گھر کھانا بھیجو۔ آپ نے ۴۱ سال کی عمر میں شہادت پائی۔ آپ کے جسم پر نوّے زخم تھے۔ آپ نے آٹھ بیٹے چھوڑے جن کی ماں اسما بنت عمیس تھیں۔ جن میں عبداللہ بن جعفر اور محمد بن جعفر زیادہ نمایاں تھے۔ یہی عبداللہ حضرت زینب کے اور محمد حضرت اُمّ کلثوم بنت فاطمہ کے شوہر تھے۔ ہم حضرت علیؑ آپ کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔

البلاغ المبین

حصۂ اوّل معہ حصۂ سوم

مصنفہ:- آغا محمد سلطان مرزا ایم اے۔ ایل ایل بی ڈسٹرکٹ و سیشن جج ریٹائرڈ

اہلِ حق کے لیے یہ اطلاع باعثِ مسرت ہوگی کہ کتاب "البلاغ المبین" حصۂ اوّل معہ حصۂ سوم بعد مؤلف ممدوح کی نظرِ ثانی اور مفید اضافہ جات کے طبع ہو گئی ہے۔ کئی جگہ سے تقریباً از سرِ نو لکھی گئی ہے۔ چنانچہ باب ششم کا بہت بڑا حصہ از سرِ نو لکھا ہے۔ چونکہ اس طویل عرصہ میں تمام قوم اس کتاب سے بہت اچھی طرح واقف ہو گئی ہے۔ لہٰذا مزید تفصیل بے فائدہ ہے۔ کتاب کے حجم اور کاغذ کی گرانی کو دیکھتے ہوئے اس کی بہت کم جلدیں طبع ہوئی ہیں۔ لہٰذا اگر فوراً ہی آرڈر روانہ نہ کیا گیا تو پھر انتظار کی مدت سب طویل ہو جائے گی۔

حجم ۸۰۰ صفحات لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ۔

ہدیہ قسم اوّل سفید کاغذ مجلد ہدیہ قسم دوم اخباری کاغذ مجلد

البلاغ المبین

حصۂ دوم

مصنفہ:- آغا محمد سلطان مرزا ایم اے۔ ایل ایل بی ڈسٹرکٹ و سیشن جج ریٹائرڈ

حجم ۶۰۰ صفحات لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ۔

ہدیہ قسم اوّل سفید کاغذ مجلد

ملنے کا پتہ:- امامیہ کتب خانہ۔ مغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ لاہور ـــــ ۸

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱

پیغمبرِ اسلام

ابوالقاسم

حضرت

محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

دو ٹکڑے اک اشارے سے جس کے قمر ہوا — جس در پہ جھک گئی ہے جبیں آفتاب کی
تفسیر اس کی زلف ہے واللیل کی ندا — کیا شان ہے جناب رسالت مآب کی

(ندا گلکتوی پشاور)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱

خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے نور کے پتلے تجھے کیا خاک سے نسبت
احسان ترا ہے جو زمیں پر اُتر آیا

خلاق عالم نے اپنے بندوں کی رہبری اور رہنمائی کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار ہادی بھیجے جن میں ۳۱۳ رسول، باقی نبی تھے، رسولوں میں ۵ اولوالعزم تھے، ان انبیاء و رسل پر ایمان ضروری ہے۔ انھیں معصوم منصوص عالم علم لدنی اور افضل کائنات قرار دیا گیا تھا، یہ نہ صرف بطن مادر بلکہ بد و فطرت میں ہی نبی بنائے گئے تھے۔ انھیں انبیاء و رسل میں ہمارے نبی و رسول ابوالقاسم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے جنھیں خلاق عالم نے اپنے نور عظمت و جلال سے پیدا کیا تھا، وہ نوری تھے، ان کے جسم کا سایہ نہ تھا۔

خالق کائنات نے ان کی نبوت و رسالت کو دوام دے کر اس سلسلہ کو ختم کر دیا لیکن چونکہ سلسلۂ تخلیق کا جاری رہنا مسلم تھا اور ضرورت تبلیغ کی بقا لازمی تھی۔ لہٰذا اس دانا و بینا خدا نے اپنے ازلی فیصلے کے مطابق باب نبوت بند کر کے امامت کا ابدی دروازہ کھول دیا اور بارہ اماموں کے ان اسماء کی بزبان رسول وضاحت کرا دی جو "لوحِ محفوظ" میں لکھے ہوئے تھے۔

یہ نوری مخلوق بھی سائے سے بے نیاز تھی، اسے بھی خدا نے معصوم، منصوص، عالم علم لدنی اور افضل کائنات قرار دیا ہے۔ یہ حجت خدا بھی ہے اور امام زمانہ بھی، اسے خدا نے اسلام کی حفاظت، دین کی صیانت، کائنات کی امامت اور رسول خدا کی خلافت کی ذمہ داری سونپی ہے اور اس سلسلہ کو قیامت تک کے لیے قائم کر دیا ہے۔

آنحضرتؐ کی ولادت باسعادت

آپ کے نورِ وجود کی خلقت بروایتے حضرت آدمؑ کی تخلیق سے ۹ لاکھ برس پہلے اور بروایتے ۴۰۔۵ لاکھ سال قبل ہوئی تھی، آپ کا نور اقدس، اصلاب طاہرہ اور ارحام مطہرہ میں ہوتا ہوا جب حسب جناب عبداللہ بن عبدالمطلب تک پہنچا تو آپ کا ظہور و شہود بشکل انسانی بطن جناب "آمنہ بنت وھب" سے مکۂ معظمہ میں ہوا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آنحضرتؐ کی ولادت کے وقت حیرت انگیز واقعات کا ظہور

آپ کی ولادت سے متعلق بہت سے ایسے امور رُونما ہُوئے جو حیرت انگیز ہیں۔ مثلاً آپ کی والدہ ماجدہ کو بارِ حمل محسوس نہیں ہوا اور وہ تولید کے وقت کثافتوں سے پاک تھیں، آپ مختون اور ناف بریدہ تھے۔ آپ کے ظہور فرماتے ہی آپ کے جسم سے ایک ایسا نُور ساطع ہوا جس سے ساری دُنیا روشن ہوگئی، آپ نے پیدا ہوتے ہی دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر سجدہ خالق ادا کیا۔ پھر آسمان کی طرف سر بلند کر کے تکبیر کہی اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ زبان پر جاری کیا۔ بروایت ابن واضح المتوفی ۲۹۲ھ شیطان کو رجم کیا گیا۔ اور اس کا آسمان پر جانا بند ہوگیا، ستارے مسلسل ٹوٹنے لگے۔ تمام دُنیا میں ایسا زلزلہ آیا کہ تمام دُنیا کے کنیسے اور دیگر غیراللہ کی عبادت کرنے کے مقامات منہدم ہوگئے، جادُو اور کہانت کے ماہر اپنی عقلیں کھو بیٹھے۔ اور ان کے موکل محبوس ہوگئے۔ ایسے ستارے آسمان پر نکل آئے جنھیں کبھی کسی نے دیکھا نہ تھا۔ ساوہ کی وہ جھیل جس کی پرستش کی جاتی تھی جو کاشان میں ہے وہ خشک ہوگئی۔ وادی سماوہ جو شام میں ہے اور ہزار سال سے خشک پڑی تھی اس میں پانی جاری ہوگیا، دجلہ میں اس قدر طغیانی ہوئی کہ اس کا پانی تمام علاقوں میں پھیل گیا۔ محلِ کسریٰ میں پانی بھر گیا اور ایسا زلزلہ آیا کہ ایوانِ کسریٰ کے ۱۴ کنگرے زمین پر گر پڑے اور طاق کسریٰ شگافتہ ہوگیا، اور فارس کی وہ آگ جو ایک ہزار سال سے مسلسل روشن تھی فوراً بجھ گئی۔ (تاریخ اشاعت اسلام دیوبندی ص ۲۱۸ طبع لاہور)

اُسی رات کو فارس کے عظیم عالم نے جسے (موبذان موبذ) کہتے تھے، خواب میں دیکھا کہ تند و سرکش اور وحشی اونٹ، عربی گھوڑوں کو کھینچ رہے ہیں اور انھیں بلادِ فارس میں متفرق کرتے ہیں، اس نے اس خواب کا بادشاہ سے ذکر کیا۔ بادشاہ نوشیرواں کسریٰ نے ایک قاصد کے ذریعے اپنے حیرہ کے گورنر نعمان بن منذر کو کہلا بھیجا کہ ہمارے عالم نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا ہے تو کسی ایسے عقلمند اور ہوشیار شخص کو میرے پاس بھیج دے جو اس کی اطمینان بخش تعبیر دے کر مجھے مطمئن کر سکے۔ نعمان بن منذر نے عبدالمسیح بن عمر الغسانی کو جو کہ بہت لائق تھا بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ نوشیرواں نے عبدالمسیح سے تمام واقعات بیان کئے اور اُس سے تعبیر کی خواہش کی۔ اُس نے بڑے غور و خوض کے بعد عرض کی۔ "کہ اے بادشاہ، شام میں میرا ماموں "سطیح کاہن[1]" رہتا ہے وہ اس فن کا بہت بڑا عالم ہے۔ وہ صحیح جواب دے سکتا ہے اور اس خواب

---

[1] سطیح، ایک عجیب الخلقت انسان تھا، اس کے جسم میں مفاصل یعنی جوڑ بند نہ تھے۔ وہ اُٹھ بیٹھ نہیں سکتا تھا مگر غصہ کے وقت اُٹھ بیٹھتا تھا۔ اس کے بدن میں کھوپڑی کے سوا کوئی ہڈی نہ تھی۔ اُس کے سر و گردن نہ تھے۔ اور مُنہ سینہ میں تھا۔ وہ "جابیہ" میں رہتا تھا۔ جب اُسے کہیں لے جانا ہوتا تھا تو اُسے گٹھڑی کی طرح باندھ لیتے تھے۔ جب اس سے کچھ پوچھنا مقصود ہوتا تھا تو اُسے خوب جھنجھوڑتے تھے۔ پھر وہ اژدھا ہو کر غیب کی باتیں بتاتا تھا۔ دونوں فرقوں کے علماء کا بیان ہے کہ وہ کاہن تھا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی تعبیر بتا سکتا ہے۔ نوشیرواں نے عبدالمسیح کو حکم دیا کہ فوراً شام چلا جائے۔ چنانچہ وہ روانہ ہو کر دمشق پہنچا اور بروایت ابنِ واضح "باب جابیہ" میں اس سے اس وقت ملا جبکہ وہ عالمِ احتضار میں تھا۔ عبدالمسیح نے کان میں چیخ کر اپنا مدعا بیان کیا۔ اس نے کہا کہ ایک عظیم ہستی دنیا میں آچکی ہے۔ جب نوشیرواں کی نسل کے ۱۴ مرد و زن حکمران کنگروں کے عدد کے مطابق حکومت کر چکیں گے تو یہ ملک اس خاندان سے نکل جائے گا۔ ثم "فاضت نفسہ"۔ یہ کہہ کر وہ مر گیا۔ (روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۵۶، سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۹۳، حیات القلوب ج ۲ ص ۴۲، الیعقوبی ص ۹)۔

آپؐ کی تاریخِ ولادت

آپؐ کی تاریخِ ولادت میں اختلاف ہے۔ بعض مسلمان ۲ ربیع الاول بعض ۸ بعض ۹ اور بعض ۱۲ بتلاتے ہیں۔ لیکن جمہور علماء اہلِ تشیع اور بعض علماء اہلِ تسنن ۱۷ ربیع الاول سنہ عام الفیل مطابق ۵۷۰ء کو صحیح سمجھتے ہیں۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ حیات القلوب ج ۲ ص ۴۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ علماء امامیہ کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ آپ ۱۷ ربیع الاول سنہ عام الفیل یوم جمعہ بوقتِ شب یا بوقتِ صبح صادق "شعب ابی طالب" میں پیدا ہوئے ہیں۔ اس وقت نوشیرواں کسریٰ کی حکومت کا بیالیسواں سال تھا۔

آپؐ کی پرورش و پرداخت اور آپؐ کا بچپنا

مورخ ذاکر حسین لکھتے ہیں کہ بروایتے آپ کے پیدا ہونے سے پہلے اور بروایتے آپ دو ماہ کے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ آپ کے والد "عبداللہ" کا انتقال بمقام مدینہ ہو گیا۔ کیونکہ وہاں تجارت کے لیے گئے تھے۔ انھوں نے سوائے پانچ اونٹ اور چند بھیڑوں اور ایک حبشی کنیز برکت (ام ایمن) کے اور کچھ ورثہ میں نہ چھوڑا۔ حضرت آمنہؑ کو حضرت عبداللہ کی وفات کا اتنا صدمہ ہوا کہ دودھ خشک ہو گیا۔ چونکہ مکہ کی آب و ہوا بچوں کے واسطے چنداں موافق نہ تھی۔ اس واسطے نواح کی بدوی عورتوں میں سے دودھ پلانے

اور کہانت کے معنی غیب کی خبر دینے کے ہیں۔ بروایت سفینۃ البحار اس نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی نبوت اور حضرت علیؑ کی خلافت اور حضرت مہدیؑ کی غیبت کی بھی خبر دی تھی۔ اس کی عمر بروایت روضۃ الاحباب ۹ سو برس اور بروایت حیات القلوب ۹ سو برس کی تھی۔

ان دونوں علماء کے بیان میں فرق اس لیے ہے کہ اس کی ولادت بند عرم کے ٹوٹنے کے وقت ہوئی تھی اور بند عرم کے ٹوٹنے کو بعض مورخین سابقین نے حضرت مسیحؑ سے ۳۰۲ برس پہلے اور بعض نے پہلی صدی مسیحی کے آغاز میں لکھا ہے

مجمع البحرین میں ہے کہ کاہن کے معنی ساحر کے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ کاہن کے جن تابع ہوتے تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ کہانت ایک علم ہے جو حساب سے تعلق رکھتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ شیطان جب آسمان پر جاتا تھا تو وہاں سے خبریں لاتا تھا۔ اور شیطانی افراد کو بتاتا تھا۔ دنیا میں دو بڑے کاہن گزرے ہیں۔ ایک شق دوسرا سطیح، رسول کریم کی ولادت کے بعد فنِ کہانت ختم ہو گیا تھا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے واسطے تلاش کی گئی۔ آنا کے دستیاب ہونے تک ابولہب کی کنیزک، ثویبہ نے آنحضرت کو تین چار مہینے تک دُودھ پلایا۔ اقوام بدوؤں کی عادت تھی کہ سال میں دو مرتبہ موسم بہار اور موسم خزاں میں دُودھ پلانے اور بچے پالنے کی نوکری کی تلاش میں آیا کرتی تھیں۔ آخر حلیمہ سعدیہ کے نصیبہ نے زور کیا۔ اور وہ آپ کو اپنے گھر لے گئیں اور آپ حلیمہ کے پاس پرورش پانے لگے۔ (تاریخ اسلام جلد ۲ ص۳۲ تاریخ ابوالفدا ج ۲ ص۲)۔

مجھے اس تحریر کے اس جزو سے کہ رسول خداؐ کو ثویبہ اور حلیمہ نے دُودھ پلایا[1]، اتفاق نہیں ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ آپ میں نمو کی قوت اپنے سن کے اعتبار سے بہت زیادہ تھی جب تین ماہ کے ہوئے تو کھڑے ہونے لگے۔ اور جب سات ماہ کے ہوئے تو چلنے لگے، آٹھویں مہینے اچھی طرح بولنے لگے۔ نویں مہینے

---

[1] اگرچہ تقریباً تمام مورخین نے ثویبہ اور حلیمہ کے متعلق یہ لکھا ہے کہ ان عورتوں نے حضرت رسول کریمؐ کو دودھ پلایا تھا اور تھوڑے دن نہیں بلکہ کافی عرصہ تک پلایا تھا۔ لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ دُنیا کی کسی تاریخ میں یہ نہیں ہے کہ کسی نبی کو اُس کی ماں کے علاوہ کسی اور نے دُودھ پلایا ہو۔ حضرت نوحؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک کے حالات دیکھ جائیے کوئی ایک مثال بھی ایسی نہ ملے گی جس سے رسول خداؐ کو حلیمہ وغیرہ کے دُودھ پلانے کی تائید ہوتی ہو۔ اور نہیں تو ایسا نظر آتا ہے کہ جیسے قدرت کو اس امر پر اصرار شدید تھا کہ وہ اپنے نبی کو اُس کی ماں ہی کا دُودھ پلوائے۔ مثال کے لیے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کا واقعہ دیکھیے اور اندازہ لگائیے کہ کن ناسازگار حالات و واقعات میں اُن کی ماؤں کو دودھ پلانے کے لیے اُن تک پہنچایا گیا اور جب ایسا دیکھا کہ ماں کے پہنچنے میں دیر ہو رہی ہے تو خود اسی بچے کے انگوٹھے سے دُودھ پیدا کر دیا، جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کے لیے ہوا۔ مطلب یہ تھا کہ اگر بچے کو ماں کا دُودھ دستیاب نہ ہو سکے تو کسی دوسرے طریقے سے شکم سیری ہو جائے۔ ان حالات میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انبیاء سابق کے طریقے اور اصول سے ہٹ کر رسول کریمؐ کو ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت کے دُودھ پلانے کو کیونکر تسلیم کر لیا جائے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ یہ تسلیم شدہ ہے۔ "لحمۃ الرضاع کلحمۃ النسب" دُودھ سے جو گوشت پیدا ہوتا ہے وہ نسب کے گوشت و پوست کے مانند ہوتا ہے۔ "ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب" اور دُودھ پینے سے وہ رشتہ ناجائز ہو جاتا ہے جو نسب سے ناجائز ہوتا ہے۔ (مفردات امام راغب اصفہانی ص۲۳) اور پھر ایسی صورت میں جب کہ ماں موجود تھیں اور عہد رضاعت کے بعد تک زندہ رہیں۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ آنحضرت صلعم کو جناب آمنہؑ نے دودھ پلایا تھا اور ثویبہ و حلیمہ نے اُن کی پرورش و پرداخت کی تھی۔

میرے اس نظریے کو اس سے اور تقویت پہنچتی ہے کہ خداوند عالم حضرت موسیٰؑ کے لیے ارشاد فرماتا ہے کہ "حرمنا علیہ المراضع من قبل" ہم نے دودھ پلانے جانے کے سوال سے پہلے ہی تمام دائیوں کے دودھ کو موسیٰؑ کے لیے حرام کر دیا تھا۔ (پ۲۰۔ رکوع ۴)۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ خداوند عالم حضرت موسیٰؑ کو ماں کے علاوہ کسی کے بھی دودھ پینے سے بچانے کا اتنا اہتمام کرے اور فخر موسیٰؑ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح نظر انداز کر دے کہ ایسی عورتیں انھیں دودھ پلائیں جن کا اسلام بھی واضح نہیں ہے ۱۲ منہ۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسی فصاحت سے کلام کرنے لگے کہ سننے والوں کو حیرت ہوتی تھی۔

آپؐ کی سایۂ مادری سے محرومی

آپؐ کی عمر جب چھ سال کی ہوئی تو سایۂ مادری سے محروم ہوگئے۔ آپؐ کی والدہ جناب آمنہؑ بنت وہب حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کے لیے مدینہ گئی تھیں۔ وہاں انھوں نے ایک ماہ قیام کیا، جب واپس آنے لگیں تو بمقام ابواء (جو کہ مدینہ سے ۲۲ میل دور مکہ کی جانب واقع ہے) انتقال فرما گئیں اور وہیں دفن ہوئیں۔ آپؐ کی خادمہ اُمِّ ایمن، آپؐ کو لے کر مکہ آئیں۔ (روضۃ الاحباب ا ص۶۴)۔

جب آپؐ کی عمر ۸ سال کی ہوئی تو آپؐ کے دادا "عبدالمطلب" کا ۱۲۰ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپؐ کے بڑے چچا جناب ابوطالب اور آپؐ کی چچی جناب فاطمہ بنت اسد نے فرائضِ تربیت اپنے اوپر عائد کئے۔ اور اس شان سے تربیت کی کہ دُنیا نے آپؐ کی ہمدردی اور خلوص کا لوہا مان لیا۔ عبدالمطلب کے بعد ابوطالب بھی خانہ کعبہ کے محافظ اور متولی اور سردار قریش تھے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ کوئی غریب اِس شان کا سردار نہیں ہوا جس شان و شوکت کی سرداری میرے پدرِ محترم کو خدا نے دی تھی۔ (الیعقوبی ج ۲ ص۱۱)۔

حضرت ابوطالبؑ کو حضرت عبدالمطلبؑ کی وصیت و ہدایت

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کا وقتِ وفات قریب پہنچا تو انھوں نے آنحضرتؐ کو اپنے سینے سے لگایا اور سخت گریہ کیا اور اپنے فرزند ابوطالب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ "اے ابوطالب یہ تیرے حقیقی بھائی کا بیٹا ہے اس دُرِ یگانہ کی حفاظت کرنا، اسے اپنا نورِ نظر اور لختِ جگر سمجھنا، اس کے تفقد و خبر گیری میں کوتاہی نہ کرنا اور دست و زبان اور جان و مال سے اس کی اعانت کرتے رہنا" (روضۃ الاحباب)۔

حضرت ابوطالبؑ کے تجارتی سفر شام میں آنحضرتؐ کی ہمراہی اور بحیرہ راہب کا واقعہ

حضرت ابوطالب جو تجارتی سفر میں اکثر جایا کرتے تھے جب ایک دن روانہ ہونے لگے، تو آنحضرتؐ کو جن کی عمر اس وقت بروایت طبری و ابن اثیر ۹ سال اور بروایت ابوالفدا۔ و ابن خلدون ۱۳ سال کی تھی، اپنے بال بچوں میں چھوڑ دیا۔ اور چاہا کہ روانہ ہو جائیں۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے اصرار کیا کہ مجھے اپنے ہمراہ لیتے چلئے آپ نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ میرا بھتیجہ یتیم ہے انھیں اپنے ہمراہ لے لیا۔ اور چلتے چلتے جب شہر بصرہ کے قریہ کفر پہنچے جو کہ شام کی سرحد پر ۶ میل کے فاصلہ پر واقع ہے جو اس وقت بہت بڑی منڈی تھی اور وہاں نسطوری عیسائی رہتے تھے۔ وہاں ان کے ایک نسطوری راہبوں کے معبد کے پاس قیام کیا۔ راہبوں نے آنحضرتؐ اور ابوطالب کی بڑی خاطرداری کی۔ پھر ان میں سے ایک نے جس کا نام جرجیس او رکنیت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

"ابوعداس" اور لقب "بحیرا راہب" تھا۔ آپ کے چہرۂ مبارک سے آثارِ عظمت و جلالت اور اعلیٰ درجے کے کمالاتِ عقلی اور محامدِ اخلاق نمایاں دیکھ کر اور ان صفات سے موصوف پا کر جو اس نے توریت اور انجیل اور دیگر کتبِ سماویہ میں پڑھی تھیں، پہچان لیا کہ یہی پیغمبرِ آخر الزمان ہیں، ابھی اس نے اظہارِ خیال نہ کیا تھا کہ ناگاہ ٹکڑۂ ابر کو سایہ فگنی کرتے ہوئے دیکھا، پھر شانہ کھلوا کر مہرِ نبوت پر نگاہ کی، اس کے بعد فوراً مہرِ نبوت کا بوسہ لیا اور نبوت کی تصدیق کر کے ابوطالب سے کہا کہ اس فرزندِ ارجمند کا دین تمام عرب و عجم میں پھیلے گا اور یہ دنیا کے بہت سے حصے کا مالک بن جائے گا۔ یہ اپنے ملک کو آزاد کرائے گا اور اپنے اہلِ ملک کو نجات دلائے گا۔ اے ابوطالب اس کی بڑی حفاظت کرنا اور اس کو اعداء کے شر سے بچانے کی پوری کوشش کرنا، دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہودیوں کے ہاتھ لگ جائے۔ پھر اس نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم شام نہ جاؤ اور اپنا مال یہیں فروخت کر کے مکہ واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ ابوطالب نے اپنا مال باہر نکالا وہ حضرتؐ کی برکت سے اتفاقاً بہت زیادہ نفع پر فروخت ہو گیا اور حضرت ابوطالب واپس مکہ چلے گئے۔ (روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۸۲ تنقید الکلام ص ۳۰) ایروبگ ص ۲۴۔ تفریح الاذکیا، وغیرہ۔

آنحضرتؐ کا مکہ کو رومیوں کے اقتدار سے بچانا

جسٹس امیر علی بحوالہ "تاریخ کاسنٹی پرشن" لکھتے ہیں کہ ہنوز کا کعبہ دوبارہ تعمیر ہو چکا تھا کہ آپؐ نے مکہ معظمہ کو اس خفیہ سازش سے بچا لیا جو اس کی آزادی کو مٹانے کے لیے کی گئی تھی جس میں عثمان بن حویرث کو بڑا دخل تھا۔ اس نے قسطنطنیہ کے دربارِ قیصری میں جا کر دینِ مسیحی قبول کر لیا تھا اور قیصرِ روم سے مال و زر لے کر حجاز واپس آیا تھا۔ اس کی کوشش تھی کہ مکہ پر رومیوں کا اقتدار قائم کرا دے۔ وہ خفیہ سعی کر رہا تھا۔ لیکن راز فاش ہو گیا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرتؐ نے اس کا مقصد اپنے ذرائع سے معلوم کر لیا تھا۔ بالآخر وہ ان کی حسنِ سعی سے ناکامیاب ہو گیا۔

اہلِ فرنگ اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ پیغمبرِ اسلام نے اپنے مولد و مسکن کو قسطنطنیہ کے قیصروں کے دستِ اقتدار سے بچا کر مسلمانوں پر عظیم احسان کیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ابدی شکرگزاری کے مستحق ہیں۔ (تنقید الکلام ص ۳۳) یہی کچھ مورخ ابنِ خلدون نے بھی تحریر کیا ہے۔

خانۂ کعبہ میں حجرِ اسود کو نصب کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمتِ عملی

مورخین کا بیان ہے کہ بعثتِ پیغمبر سے قبل قریش نے فیصلہ کیا تھا کہ خانۂ کعبہ کو منہدم کر کے از سرِ نو اس کی تعمیر کی جائے اور اسے بلند کر دیا جائے۔ چنانچہ اسے گرا کر اس کی تعمیر تو شروع کر دی گئی۔ پھر جب عمارت حجرِ اسود کے نصب کرنے کی جگہ تک پہنچی اور اس کے نصب کرنے کا سوال پیدا ہوا تو قریش میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہر قبیلہ کا سربراہ یہ چاہتا تھا کہ اس شرف کو وہ حاصل کرے۔ بالآخر کافی جد و کد اور بحث و تمحیص کے بعد یہ طے پایا کہ کل جو سب سے پہلے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

داخل حرم ہوا اُسے حکم بنا کر اس جھگڑے کو ختم کیا جائے اور وہ نصب حجر کے بارے میں جو فیصلہ دے اُس کی پابندی ہر ایک کو کرنا ہوگی۔

غرضیکہ جب صبح ہوئی تو حضرت رسولِ کریم سب سے پہلے داخلِ حرم ہوئے۔ بنابریں انھیں کو حکم بنا دیا گیا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ ایک مضبوط چادر لائی جائے اور اس میں حجرِ اسود کو رکھا جائے اور اُس کے گوشوں کو ہر قبیلہ کا سردار پکڑ کر اُسے اٹھائے اور مقامِ حجر تک لائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

پھر جب حجرِ اسود قریب بیت اللہ آگیا تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر اسے نصب کر دیا۔ حضورؐ کی اس حکمتِ عملی سے فتنۂ عظیم کا سدِ باب ہوگیا۔ (تاریخ ابوالفداء ج ۲ ص ۲۶ و الیعقوبی ج ۲ ص ۱۴)۔

جنابِ خدیجہؓ کے ساتھ آپ کی شادی خانہ آبادی

جب آپ کی عمر ۲۵ سال کی ہوئی اور آپ کے حسنِ سیرت، آپ کی راستبازی، صدق اور دیانت کی عام شہرت ہوگئی اور آپ کو صادق و امین کا خطاب دیا جا چکا۔ تو جناب خدیجہؓ بنت خویلد نے جو انتہائی پاکیزہ نفس، خوش اخلاق اور خاندانِ قریش میں سب سے زیادہ دولت مند تھیں۔ ایسے حال میں اپنی شادی کا پیغام پہنچایا جب کہ ان کی عمر چالیس سال کی تھی۔ پیغامِ عقد منظور ہوا، اور حضرت ابوطالبؑ نے نکاح پڑھا۔ (تلخیص سیرت النبی علامہ شبلی ص ۹۹ طبع لاہور ۱۹۶۵ء)۔ مورخ ابن واضح المتوفی ۲۹۲ھ کا بیان ہے کہ حضرت ابوطالب نے جو خطبۂ نکاح پڑھا تھا اُس کی ابتداء اس طرح تھی:"

الحمد للہ الذی جعلنا من زرع ابراھیم وذریۃ اسمٰعیل الخ تمام تعریفیں اُس خدائے واحد کے لیے ہیں جس نے ہمیں نسلِ ابراہیم اور ذریت اسمٰعیل سے قرار دیا ہے۔ (الیعقوبی ج ۲ ص ۱۶ طبع نجف اشرف)

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت خدیجہؓ کا مہر بارہ اوقیہ سونا اور ۲۵ اونٹ مقرر ہوا جسے حضرت ابوطالب نے اسی وقت ادا کر دیا۔ (مسلمانانِ عالم ص ۳۸ طبع لاہور) تواریخ میں ہے کہ جناب خدیجہؓ کی طرف سے عقد پڑھنے والے اُن کے چچا عمرو بن اسد اور حضرت رسولِ خدا کی طرف سے جناب ابوطالب تھے۔ (تاریخ اسلام ج ۲ ص ۸ طبع لاہور ۱۹۶۲ء)

ایک روایت میں ہے کہ شادی کے وقت جناب خدیجہؓ باکرہ تھیں۔ یہ واقعہ نکاح ۵۹۵ء کا ہے۔ مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ رسولِ خدا کے ساتھ خدیجہؓ کا یہ پہلا عقد تھا۔ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۱۹ میں ہے کہ جب تک خدیجہ زندہ رہیں رسولِ کریمؐ نے کوئی عقد نہیں کیا

کوہِ حرا میں آنحضرتؐ کی عبادت گزاری

تواریخ میں ہے کہ آپ نے ۲۸ سال کی عمر میں "کوہ حرا" جسے جبل نور بھی کہتے ہیں کو اپنی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عبادت گزاری کی منزل قرار دیا اور اس کے ایک غار میں بیٹھ کر جس کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی ڈیڑھ ہاتھ تھی عبادت کرتے اور خانہ کعبہ کو دیکھ کر لذت محسوس کرتے تھے۔ یوں تو دو دو، چار چار شبانہ روز وہاں رہا کرتے تھے۔ لیکن ماہِ رمضان سارے کا سارا وہیں گزارتے تھے۔

آپ کی بعثت

مورخین کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی عالمِ تنہائی میں مشغولِ عبادت تھے کہ آپ کے کانوں میں آواز آئی "یا محمدؐ" آپ نے اِدھر اُدھر دیکھا کوئی دکھائی نہ دیا۔ پھر آواز آئی، پھر آپ نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ ناگاہ آپ کی نظر ایک نورانی مخلوق پر پڑی وہ جناب جبرئیلؑ تھے۔ انھوں نے کہا کہ "اقراء" پڑھو، حضورؐ نے ارشاد فرمایا "ما اقراء" کیا پڑھوں انھوں نے عرض کی "اقراء باسم ربك الذی خلق الخ" پھر آپ نے سب کچھ پڑھ دیا۔ کیونکہ آپ کو علمِ قرآن پہلے سے حاصل تھا۔ جبرئیلؑ کے اِس تحریکِ اقراء کا مقصد یہ تھا کہ نزولِ قرآن کی ابتدا ہو جائے۔ اس وقت آپ کی عمر چالیس سال ایک یوم کی تھی۔ اس کے بعد جبرئیلؑ نے وضو اور نماز کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تعلیم کی طرف بھی حضورؐ کو متوجہ کیا۔ چنانچہ حضورؐ والا نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ آپ نے سب سے پہلے جو نماز پڑھی وہ ظہر کی تھی۔ پھر حضرت وہاں سے اپنے گھر تشریف لائے۔ اور خدیجۃ الکبریٰ اور علی بن ابی طالب سے واقعہ بیان فرمایا۔ ان دونوں نے اظہار ایمان کیا اور نمازِ عصر ان دونوں نے بجماعت ادا کی۔[1] اسلام کی پہلی نماز جماعت تھی۔ جس میں رسولِ کریمؐ امام اور خدیجہؑ اور علیؑ ماموم تھے۔

---

[1] حضرت علی بن ابی طالب کے سابق الاسلام ہونے کے متعلق اتنے کثیر روایات وشواہد موجود ہیں کہ اگر انھیں جمع کیا جائے تو ایک کتاب بن سکتی ہے۔ حضرت رسولِ کریم صلعم نے خود اس کی تصدیق فرمائی ہے۔ چنانچہ دارقطنی نے ابوسعید خدری سے امام احمد نے حضرت عمرؓ سے حاکم نے معاذ سے، عقیلی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ خدا نے اپنی زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ پر ایمان لانے والوں میں سب سے پہلے علیؑ ہیں۔ حضرت علیؑ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

سبقتکم الی الاسلام طرا　　غلاما ما بلغت اوان حلمی

میں نے تم سب سے پہلے اسلام کی طرف بڑھ کر اس کا خیر مقدم کیا ہے۔ یہ واقعہ ہے اس وقت کا جبکہ میں بالغ بھی نہ ہوا تھا۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی، تقریب التہذیب طبع دہلی کے ص۳ پر چند اقوال لکھنے کے بعد لکھتے ہیں: "المرجح انه اول من اسلم" ترجیح اسی کو ہے کہ آپ نے سب سے پہلے اسلام ظاہر کیا۔ علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون بصراحت لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت علی ابن ابی طالب ایمان لائے (تاریخ ابن خلدون ص۱۹۵ طبع لاہور) مورخ ابوالفداء لکھتے ہیں کہ واضح ہو کہ جناب خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اوّل ایمان لانے میں اور مسلمان ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ مگر اختلاف ان کے بعد میں ہے کہ بی بی خدیجہؓ کے بعد کون اوّل ایمان لایا۔ صاحب سیرت اور بہت سے اہلِ علم بیان کرتے ہیں کہ مردوں میں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com　http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ درجۂ نبوت پر بدو فطرت ہی سے فائز تھے، ۲۷ رجب کو مبعوث برسالت ہوئے حیات القلوب کتاب المنتقی، مواہب اللدنیہ) اسی تاریخ کو نزولِ قرآن کی ابتداء ہوئی۔

دعوت ذوالعشیرہ کا واقعہ اور اعلانِ رسالت و وزارت

بعثت کے بعد آپ نے تین سال تک نہایت رازداری اور پوشیدگی کے ساتھ فرائض کی ادائیگی فرمائی۔ اس کے بعد کھلے بندوں تبلیغ کا حکم آگیا "فاصدع بما تومر" جو حکم دیا گیا ہے اس کی تکمیل کرو۔ میں اس مقام پر "تاریخ ابوالفداء" کے اس ترجمہ کی لفظ بہ لفظ عبارت نقل کرتا ہوں جسے مولانا کریم الدین حنفی انسپکٹر مدارس پنجاب نے ۱۸۴۶ء میں کیا تھا۔

"واضح ہو کہ تین برس تک پیغمبرِ خدا دعوت طرف اسلام خفیہ کرتے رہے مگر جب کہ یہ آیت نازل ہوئی "وانذر عشیرتک الاقربین" یعنی ڈرا اپنے کنبے والوں کو جو قریب رشتہ کے ہیں۔ اس وقت حضرت نے بموجب حکم خدا کے اظہار کرنا دعوت کا شروع کیا۔ بعد نازل ہونے اس آیت کے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علیؑ سے ارشاد کیا کہ "اے علیؑ ایک پیالہ کھانے کا میرے واسطے تیار کر اور ایک بکری کا پیر اس پر چھوا لے اور ایک بڑا کاسہ دودھ کا میرے واسطے لا اور عبدالمطلب کی اولاد کو میرے پاس بلا کر لا۔ تاکہ میں اُن سے کلام کروں اور سناؤں اُن کو وہ حکم کہ جس پر جنابِ باری سے مامور ہوا ہوں۔ چنانچہ حضرت

اوّل حضرت علیؑ ابن ابی طالب ۹ یا ۱۰ یا ۱۱ برس کی عمر میں سب سے اوّل مسلمان ہوئے۔ عفیف کندی کی روایت سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے جس میں انھوں نے چشم دیدگواہ کی حیثیت سے وضاحت کی ہے کہ میں نے رسولِ خدا کو نماز پڑھتے ہوئے بعثت کے فوراً بعد اس عالم میں دیکھا کہ ان کے پیچھے جناب خدیجہؑ اور حضرت علیؑ کھڑے تھے۔ اس وقت کوئی اور اسلام نہ لایا تھا۔" اس روایت کو علامہ ابن عبدالبر قرطبی نے استیعاب ج ۲ ص ۴۵۵ طبع حیدرآباد دکن میں علامہ ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۸ طبع مصر میں۔ علامہ ابن جریر طبری نے تاریخ کبیر ج ۲ ص ۲۱۲ طبع مصر میں علامہ ابن اثیر نے تاریخ کامل ج ۲ ص ۲۲ میں درج کیا ہے۔

صاحب تفریح الاذکیا ء نے بہجۃ المحافل سے نقل کیا ہے کہ دو شنبہ کو رسولِ خدا مبعوث برسالت ہوئے ہیں اور اسی دن آخر وقت حضرت علیؑ مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ یہی کچھ روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۸۳ میں بھی ہے۔ علامہ عبدالبر نے دعویٰ کیا ہے کہ "بالاتفاق ثابت ہے کہ خدیجہ کے بعد سب سے پہلے حضرت علیؑ مشرف باسلام ہوئے ہیں" علامہ اقبال کہتے ہیں

مسلم اوّل شہِ مردان علیؑ   عشق را سرمایۂ ایمان علیؑ

واضح ہو کہ حضرت علیؑ ازل سے ہی مسلمان اور مومن تھے، ان کے لیے "اسلام لانے کا" جملہ مناسب نہیں ہے لہٰذا جہاں کہیں بھی تاریخ میں ان کے متعلق اسلام یا ایمان لانے کا جملہ ہے اس سے اظہار اسلام و ایمان سمجھنا چاہیے۔ ۱۲ منہ۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علی کرم اللہ وجہہ نے وہ کھانا ایک پیالہ بموجب حکم تیار کر کے اولادِ عبدالمطلب کو جو قریب چالیس آدمی کے تھے بلایا، ان آدمیوں میں حضرت کے چچا ابوطالب اور حضرت حمزہ اور حضرت عباس بھی تھے۔ اس وقت حضرت علیؑ نے وہ کھانا جو تیار کیا تھا لا کر حاضر کیا۔ سب کھا پی کر سیر ہو گئے۔ حضرت علیؑ نے ارشاد کیا کہ جو کھانا ان سب آدمیوں نے کھایا ہے وہ ایک آدمی کی بھوک کے موافق تھا۔ اس اثنا میں حضرت چاہتے تھے کہ کچھ ارشاد کریں۔ کہ ابولہب جلد بول اٹھا اور یہ کہا کہ محمدؐ نے بڑا جادو کیا۔ یہ سنتے ہی تمام آدمی الگ الگ ہو گئے تھے، چلے گئے۔ پیغمبرِ خدا کچھ کہنے نہ پائے تھے۔ یہ حال دیکھ کر جناب رسالت مآبؐ نے ارشاد کیا کہ اے علیؑ دیکھا تو نے اس شخص نے کیسی سبقت کی۔ مجھ کو بولنے ہی نہ دیا اب پھر کل کو تیار کر جیسا کہ آج کیا تھا اور پھر ان کو بلا کر جمع کر۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے دوسرے روز پھر موافق ارشادِ آنحضرتؐ کے وہ کھانا تیار کر کے سب لوگوں کو جمع کیا، جب وہ کھانے سے فراغت پا چکے اس وقت رسول اللہؐ نے ارشاد کیا کہ "تم لوگوں کی بہت اچھی قسمت اور نصیب ہے کیونکہ ایسی چیز میں اللہ کی طرف سے لایا ہوں کہ اس سے تم کو فضیلت حاصل ہوتی ہے اور لے آیا ہوں۔ تمہارے پاس دنیا اور آخرت میں اچھا۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو تمہاری ہدایت کا حکم فرمایا ہے۔ کوئی شخص تم میں سے اس امر کا اقرار کرے کہ میرا بھائی اور وصی اور خلیفہ بنا چاہتا ہے۔ اس وقت سب موجود تھے اور حضرتؐ پر ایک ہجوم تھا۔ اور حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں آپ کے دشمنوں کو نیزہ ماروں گا اور آنکھیں ان کی پھوڑوں گا۔ اور پیٹ چیروں گا اور ٹانگیں کاٹوں گا اور آپ کا وزیر ہوں گا۔ حضرتؐ نے اس وقت علی مرتضیٰ کی گردن پر ہاتھ مبارک رکھ کر ارشاد کیا کہ "یہ میرا بھائی ہے اور میرا وصی ہے اور میرا خلیفہ ہے تمہارے درمیان اس کی سنو اور اطاعت قبول کرو۔ یہ سن کر سب قوم کے لوگ از روئے تمسخر کے ہنس کر کھڑے ہو گئے۔ اور ابوطالب سے کہنے لگے کہ اپنے بیٹے کی بات سن اور اطاعت کر یہ تجھے حکم ہوا ہے الخ ص ۳۳ تا ص ۳۶ طبع لاہور۔

مورخ ابوالفداء متوفی ۷۳۲ ہجری کی تحریر پر میرا وضاحتی نوٹ

آیۂ انذر عشیرتک الاقربین کے نزول کی تفصیل حضرت علی علیہ السلام کی خلافت بلافصل کی بنیاد قائم کرتی ہے۔ اس پر عمل رسول، فعل رسول اور قول رسولؐ نے ثابت کر دیا کہ حضرت علیؑ ہی رسول کریم صلعم کے خلیفۂ اول اور خلیفۂ بلافصل ہیں، انھیں کو انھوں نے اپنا جانشین اور خلیفہ بنایا تھا جس کی تجدید اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں فرمائی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رہے۔ یہاں تک کہ نصِ صریح آیۃ "یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک" کے ذریعے غدیر خم میں حج آخر کے موقع پر آخری اعلان فرمایا اور واضح کر دیا کہ میرے بعد علی ابن ابی طالب ہی میرے جانشین اور خلیفہ ہیں۔

مورخ ابوالفداء نے اسلام کی اس پہلی اور بنیادی دعوت تبلیغ کی مناسب وضاحت فرما دی ہے اور صاف لفظوں میں واضح کر دیا ہے کہ حضرت رسولِ کریمؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا جانشین اور خلیفہ اسی بنیادی دعوت کے موقع پر بنا دیا تھا اور لوگوں کو حکم دے دیا تھا کہ "فاسمعوا لہٗ واطیعوہ" ان کی بات کان دھر کر سنو اور ان کی اطاعت کرو۔

کچھ کم و بیش لفظوں کے ساتھ یہ واقعہ "تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۱۷۔ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۲۔ لباب التاویل ج ۵ ص ۱۰۶ معالم التنزیل برحاشیۂ خازن ج ۶ ص ۱۰۵۔ خصائص نسائی ص ۱۳ مسند احمد ابن حنبل ج ۳ ص ۳۶۰ کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۶، سیرت ابن اسحاق۔ تفسیر ابن حاتم۔ دلائل بیہقی مناقب امام احمد مصنف ابوبکر ابن ابی شیبہ۔ تاریخ خمیس۔ تفسیر ابن مردویہ تفسیر سراج منیر۔ تفسیر ثعلبی۔ تفسیر واحدی۔ حلیۃ الاولیاء۔ ذخیرۃ المآل عجلی۔ مختارہ ضیاء مقدسی۔ تہذیب الآثار طبری۔ اکتفاء عاصمی۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ معارج النبوت۔ مدارج النبوت۔ ازالۃ الخفا۔ تاریخ اسلام عبدالحکیم نشتر جلد ۱ ص ۴۳ وغیرہ میں موجود ہے۔

ان اسلامی کتب کے علاوہ اس کا تذکرہ اہلِ فرنگ کی تصنیفات میں بھی ہے۔ ملاحظہ ہو اپالوجی جان ڈیون پورٹ ص ۵ کا رلائل ص ۹۱۔ خلفاء محمد، ایرونگ ص ۳۔ تاریخ گبن ج ۳ ص ۲۹۹۔ اوکلی ص ۱۵۔

دعوت ذوالعشیرہ کے سلسلہ میں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اس اہم واقعہ کا ذکر امام بخاری نے اپنی صحیح میں نہیں کیا۔ جس سے ان کی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے۔ نیز یہ کہ جرمنی میں جو تاریخ طبری چھپی ہے اس کی جلد ۹ ص ۶۱ میں وصی و خلیفتی کے بجائے "کذا وکذا" درج ہے جس سے اہلِ مصر کی تحریفی جدوجہد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

واضح ہو کہ دعوت ذوالعشیرہ کا واقعہ سنہ ۳ بعثت کا ہے۔

ہجرت حبشہ (۵ھ بعثت)

اعلانِ نبوت کے بعد عرب کی زمین اور عرب کے آسمان یعنی اپنے پرائے سب دشمن ہو گئے۔ ان دشمنوں میں ابوسفیان، ابوجہل اور ابولہب نمایاں تھے۔ ان لوگوں نے آپ پر گندگی ڈالنا اور آپ کو ساحر و مجنون کہہ کر ستانا اپنا وطیرہ بنا لیا تھا۔ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ دشمنوں نے ایک دفعہ کمبل اوڑھا کر مار ڈالنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اس قسم کے مصائب و آلام سے جب آنحضرتؐ اور آپ کے پیرو دوچار ہوئے اور آپ نے محسوس کر لیا کہ مسلمان کی حیثیت سے مکہ میں زندگی کے ایام گزارنا مشکل ہے تو ہجرت حبشہ کا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

فیصلہ کر کے اپنے اصحاب کو ہجرت کا حکم دیا۔ چنانچہ ۵ بعثت میں ۱۰۱ مرد و زن نے ہجرت کی۔ اور حبش پہنچ گئے جبش کا بادشاہ نجاشی[1] تھا جو نسطوری فرقہ کا عیسائی تھا۔ اُس نے ان لوگوں کی آؤ بھگت کی اور ان کا خیر مقدم کیا۔ مگر دشمنوں نے وہاں پہنچ کر کوشش کی کہ یہ لوگ ٹھہرنے نہ پائیں لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے۔

مورخین کا بیان ہے کہ ان ہجرت کرنے والوں میں جعفر طیار بھی تھے جو ان میں سربراہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہ لوگ ۷ ہجری تک وہیں مقیم رہے۔ اور فتح خیبر کے موقع پر واپس آئے، ان کی واپسی پر رسول کریمؐ نے فرمایا تھا کہ میں حیران ہوں کہ دو خوشیوں میں سے کس کو ترجیح دوں۔ آیا فتح خیبر کی خوشی کو اہم سمجھوں یا جعفر طیار وغیرہ کی واپسی کو اہمیت دوں

الغرض ہجرت حبشہ کے سلسلہ میں کفار مکہ کو جب معلوم ہوا کہ یہاں کے وہ باشندے جو مسلمان ہو چکے ہیں چپکے سے حبشہ چلے جاتے ہیں اور وہاں آرام سے بسر کرتے ہیں تو ان کی دشمنی اور ضد و کد اور بڑھ گئی۔ اور انھوں نے بروایت ابن اثیر عبداللہ ابن امیہ کو عمرو عاص[2] کے ساتھ نجاشی اور ارکین سلطنت کے واسطے ہدایا و تحائف دے کر روانہ کیا۔ ان دونوں نے حبشہ پہنچ کر نجاشی کو مختلف ذرائع اور طریقوں سے بھڑکانا چاہا۔ مگر وہ نہ بھڑکا اور مسلمانوں کی حمایت کرتا رہا۔ بالآخر یہ لوگ خائب و خاسر واپس آئے۔

حضرت رسولِ کریمؐ دارالارقم میں ۶ بعثت

مؤرخ ذاکر حسین بحوالہ سیرت ابن ہشام کہتے ہیں کہ "جب مسلمان حبشہ کی طرف مہاجرت کر گئے تو بھی رسول اللہ برابر وعظ فرماتے رہے اور نئے نئے لوگ دینِ اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ کفار نے یہ دیکھ کر آنحضرتؐ کو اور زیادہ ستانا شروع کیا، ناچار آنحضرتؐ اپنے بقیہ اصحاب کو ساتھ لے کر "ارقم بن ابی ارقم بن عبد مناف بن اسد" کے مکان میں جا چھپے اور اس مکان میں ایک مہینہ تک رہے۔ یہ مکان کوہِ صفا کے اوپر واقع تھا، آپ وہاں لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت کرتے تھے۔ (تاریخ اسلام ج ۲ صفحہ ۵۲)۔

حضرت رسولِ کریمؐ شعبِ ابی طالب میں (محرم ۷ بعثت)

مورخین کا بیان ہے کہ جب کفارِ قریش نے دیکھا کہ اسلام روز افزوں ترقی کرتا چلا جا رہا ہے۔ تو سخت مضطرب ہوئے پہلے

---

[1] نجاشی کا اصل نام بروایتے، اصحمہ بن بجری اور بروایتے مکحول ابن صصہ تھا ۱۲۔

[2] عمرو عاص حضرت رسولِ کریمؐ کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھا، یہ مکہ کی ایک کسبی عورت کا فرزند تھا، جب یہ پیدا ہوا تھا تو اس کی ماں کے پانچ یاروں نے اس کی ابوت کا دعویٰ کیا تھا۔ مگر چونکہ اس کی شکل عاص سے ملتی جلتی تھی۔ لہٰذا اسے اسی کا فرزند قرار دیا گیا۔ یہ عرب کا مشہور شاعر تھا اور رسولِ کریمؐ کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا۔ ملاحظہ ہو کتاب ابی مخنف صفحہ ۳۲ و ثمرات الاوراق ج ۱ صفحہ ۱۰۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تو چند قریش دشمن تھے۔ اب سب کے سب مخالف ہو گئے اور بروایت ابنِ ہشام و ابنِ اثیر وطبری ابوجہل بن ہشام، شیبہ، عتبہ بن ربیعہ، نصر بن حارث، عاص بن وائل، اور عقبہ بن ابی معیط ایک گروہ کے ساتھ رسولِ خداؐ کے قتل پر کمر باندھ کر حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور صاف لفظوں میں کہا کہ محمدؐ نے ایک نئے مذہب کا اختراع کیا ہے۔ اور وہ ہمارے خداؤں کو ہمیشہ بُرا بھلا کہا کرتے ہیں۔ لہٰذا انھیں ہمارے حوالے کر دو۔ ہم انھیں قتل کر دیں یا پھر آمادہ بہ جنگ ہو جاؤ۔ حضرت ابوطالب نے اس وقت انھیں ٹال دیا اور وہ لوگ واپس چلے گئے، اور رسُولِ کریمؐ اپنا کام برابر کرتے رہے۔ چند دنوں کے بعد دُشمن پھر آئے۔ اور انھوں نے آکر شکایت کی اور حضرت کے قتل پر اصرار کیا۔ حضرت ابوطالب نے آنحضرتؐ سے واقعہ بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اے چچا میں جو کہتا ہوں، کہتا رہوں گا۔ میں کسی کی دھمکی سے مرعوب نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کسی لالچ میں پھنس سکتا ہوں۔ اگر میرے ایک ہاتھ پر آفتاب اور دُوسرے پر ماہتاب رکھ دیا جائے۔ جب بھی میں تعمیل حکمِ خداوندی سے باز نہ آؤں گا۔ میں جو کرتا ہوں حکمِ خدا سے کرتا ہوں۔ وہ میرا محافظ ہے۔ یہ سُن کر حضرت ابوطالب نے فرمایا کہ بیٹا تم جو کرتے ہو کرتے رہو، میں جب تک زندہ ہوں تمھاری طرف کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد بروایت ابنِ ہشام و ابنِ اثیر کفار نے ابوطالب سے کہا کہ تم اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم اسے قتل کر دیں۔ اور اس کے بدلے میں ایک نوجوان ہم سے بنی مخزوم میں سے لے لو۔ حضرت ابوطالب نے فرمایا کہ تم بعید از عقل باتیں کرتے ہو، یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں تمھارے لڑکے کو لے کر اس کی پرورش کروں۔ اور تم ہمارے بیٹے کو لے کر قتل کر دو۔ یہ سُن کر اُن کی آتشِ غضب اور بھڑک اُٹھی اور وہ اُن کے ستانے پر بھرپور تل گئے۔ حضرت ابوطالب نے اُس کے ردِعمل میں بنی ہاشم اور بنی مطلب سے امداد چاہی اور دُشمنوں سے کہلا بھیجا کہ کعبہ و حرم کی قسم اگر محمدؐ کے پاؤں میں تمھاری طرف سے کانٹا بھی چبھا تو میں سب کو ہلاک کر دوں گا۔ حضرت ابوطالب کے اس کہنے پر دُشمنی کے دلوں میں آگ لگ گئی اور وہ آنحضرتؐ کے قتل پر پوری طاقت سے تیار ہو گئے۔

حضرت ابوطالب نے جب آنحضرتؐ کی جان کو غیر محفوظ دیکھا تو فوراً اُن لوگوں کو لے کر جنھوں نے حمایت کا وعدہ کیا تھا۔ جن کی تعداد بروایت حیات القلوب چالیس تھی۔ محرم ۷ بعثت میں شعب ابی طالبؑ کے اندر چلے گئے اور اس کے اطراف کو محفوظ کر دیا۔

کفارِ قریش نے ابوطالب کے اس عمل سے متاثر ہو کر ایک عہد نامہ مرتب کیا جس میں بنی ہاشم اور بنی مطلب سے مکمل بائیکاٹ کا فیصلہ تھا۔ طبری میں ہے کہ اس عہد نامہ کو منصور بن عکرمہ بن ہاشم نے لکھا تھا جس کے بعد ہی اُس کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تواریخ میں ہے کہ دشمنوں نے شعب کا چاروں طرف سے بھرپور محاصرہ کر لیا تھا۔ اور انھیں مکمل قید میں مقید کر دیا تھا۔ اِس قید نے اہلِ شعب پر بڑی مصیبت ڈالی جسمانی اور روحانی تکلیف کے علاوہ رزق کی تنگی نے انھیں تباہی کے کنارے پر پہنچا دیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ دیندار درختوں کے پتے کھانے لگے۔ ناتے رشتے والے اگر چوری چھپے کچھ کھانے پینے کی چیز پہنچا دیتے اور انھیں معلوم ہو جاتا تو سخت سزائیں دیتے۔ اِسی حالت میں تین سال گزر گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب اہلِ شعب کے بچے بھوک سے بے چین ہو کر چیختے اور چلاتے تھے تو پڑوسیوں کی نیند حرام ہو جاتی تھی۔ اِس حالت میں بھی آپ پر وحی نازل ہوتی رہی، اور آپ کارِ رسالت انجام دیتے رہے

تین سال کے بعد ہشام بن عمر بن حرث کے دل میں یہ خیال آیا کہ ہم اور ہمارے بچے کھاتے پیتے اور عیش کرتے ہیں۔ اور بنی ہاشم اور اُن کے بچے فاقہ کشی کر رہے ہیں، یہ ٹھیک نہیں ہے۔ پھر اُس نے اور چند آدمیوں کو ہم خیال بنا کر قریش کے اجتماع میں اِس سوال کو اٹھایا۔ ابوجہل اور اُس کی بیوی "امِ جمیل" جسے بزبانِ قرآن "حمالۃ الحطب" کہا جاتا ہے نے مخالفت کی۔ لیکن عوام کے دل پسیج اٹھے اِسی دوران میں حضرت ابوطالب آ گئے اور اُنھوں نے کہا کہ "محمدؐ" نے بتایا ہے کہ تم نے جو عہد نامہ لکھا ہے اُسے دیمک چاٹ گئی ہے اور کاغذ کے اُس حصے کے سوا جس پر اللہ کا نام ہے سب ختم ہو گیا ہے اے قریش بس ظلم کی حد ہو چکی، تم اپنے عہدنامہ کو دیکھو اگر محمدؐ کا کہنا سچ ہو تو انصاف کرو۔ اور اگر جھوٹ ہو تو جو چاہے کرو۔

حضرت ابوطالب کے اِس کہنے پر عہد نامہ منگوایا گیا۔ اور حضرت رسولِ کریمؐ کا ارشاد اِس کے بارے میں من و عن صحیح ثابت ہوا جس کے بعد قریش شرمندہ ہو گئے اور شعب کا حصار ٹوٹ گیا۔ اِس کے بعد ہشام بن عمر بن حرث اور اِس کے چار ساتھی، زہیر بن ابی امیہ مخزومی اور مطعم بن عدی ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن الاسود بن المطلب بن اسد شعب ابی طالب میں گئے اور ان تمام لوگوں کو جو اس میں محصور تھے ان کے گھروں میں پہنچا دیا۔ (تاریخِ طبری، تاریخِ کامل، روضۃ الاحباب)۔

مورخ ابن واضح المتوفی ۲۹۲ھ کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد "اسلم یومئذ خلق من الناس عظیم" بہت سے کافر مسلمان ہو گئے۔ (الیعقوبی ج ۲ ص ۲۵ طبع نجف ۱۳۸۴ھ)۔

رُومیوں کی شکست پر آنحضرت صلعم کی کامیاب پیشین گوئی (۵ بعثت)

مورخین لکھتے ہیں کہ ۵ بعثت میں ایرانیوں نے رُومیوں کو شکست دی اور چونکہ ایرانی آتش پرست اور رُومی عیسائی اہلِ کتاب تھے۔ اِس لیے کفارِ مکہ کو اس واقعہ سے خوشی ہوئی اور مسلمانوں کو رنج ہوا۔ مسلمانوں کے رنج کو حضرت رسولِ کریمؐ نے اپنی تسلی سے دُور کیا اور اُن سے بطورِ پیشین گوئی فرمایا کہ گھبراؤ نہیں ۳ اور ۹ سال کے درمیان

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رُومی، ایرانیوں کو شکست دے کر کامیاب ہو جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، ۹ برس گذرنے سے پہلے رُومی ایرانیوں پر غالب آئے۔ اِس پیشین گوئی کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ میرے نزدیک اِس پیشین گوئی کی صحت نے حقیقتِ قرآن اور حقیقتِ رسالت کو اُجاگر کر دیا ہے۔

گبن اور دیگر عیسائی مورخین نے لکھا ہے کہ وہ لڑائی جس میں ایرانیوں نے فتح پائی تھی بسنہ ۶۱۱ء سے سنہ ۶۱۶ء تک جاری رہی اور جس میں رُومیوں نے فتح پائی۔ وہ سنہ ۶۲۲ء سے سنہ ۶۲۸ء تک رہی۔ ایرانیوں نے سنہ ۶۱۶ء تک تمام ایشیائے کوچک اور مصر فتح کر لیا تھا اور قسطنطنیہ سے ایک میل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈال دیا تھا اور آگے بڑھنے کا ارادہ کر رہے تھے، صرف ابنائے کا سفرس حدِ فاصل تھا مگر سنہ ۶۲۲ء میں رُومیوں نے ایرانیوں کو بھاری شکست دے کر اپنے علاقے واپس لینے شروع کر دیئے۔

تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۶۰ میں ہے کہ اِس واقعہ کے متعلق قرآن میں لفظ "بضع سنین" آیا ہے جس کے معنی دس کے ہیں یعنی فتح دس سال کے اندر ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ کا معجزہ شق القمر
(سنہ ۹ بعثت)

ابنِ عباس، ابنِ مسعود، انس بن مالک، حذیفہ بن عمر، جبیر بن مطعم کا بیان ہے کہ "شق القمر" کا معجزہ کوہِ ابوقبیس پر ظاہر ہوا تھا، جبکہ ابوجہل نے بہت سے یہودیوں کو ہمراہ لا کر حضرت سے چاند کو دو ٹکڑے کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ یہ واقعہ چودھویں رات کو ہوا تھا جبکہ آپ کو موسم حج میں شعب ابی طالب سے نکلنے کی اجازت مل گئی تھی۔ اہلِ سیر لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ سنہ ۹ بعثت کا ہے، اِس معجزہ کا ذکر "تاریخ فرشتہ" میں بھی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "یجب اعتقاد وقوعہ" اِس معجزہ کے واقع ہونے پر ایمان واجب ہے۔ (سفینۃ البحار ج ۱ ص ۹۰) اِس معجزہ کا ذکر عزیز لکھنوی مرحوم نے کیا خوب کیا ہے ۔

معجزۂ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں
مہ نے شق ہو کر لیا ہے دین کو آغوش میں

حضرت ابوطالبؑ اور جناب خدیجۃ الکبریٰؑ کی وفات
(سنہ ۱۰ بعثت)

حیاۃ الحیوان دمیری میں ہے کہ شعب ابی طالب سے نکلنے کے ۸ مہینے ۱۱ دن بعد وسط ماہ شوال میں حضرت ابوطالب نے انتقال کیا۔ بروایت ابن واضح اس وقت ان کی عمر ۸۶ سال کی تھی (الیعقوبی ج ۲ ص ۲۸)۔ کثیر تواریخ میں ہے کہ ان کی وفات کے تین دن بعد جناب خدیجۃ الکبریٰؑ نے بھی انتقال فرمایا، اُس وقت ان کی عمر ۶۵ سال کی تھی (الیعقوبی ج ۲ ص ۲۸)۔

ان دو عظیم ہمدردوں اور مددگاروں کے اِنتقال پُرملال سے حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت رنج پہنچا، آپؐ نے اِسی شدید رنج و غم اور صدمہ و الم کے تاثر میں اس کا نام "عام الحزن" سال

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

غم رکھ دیا۔

مومن قریش حضرت ابوطالب اور جناب خدیجۃ الکبریٰ کی قبر مکہ کے قبرستان "حجون" میں ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ یہ قبریں پہلے گنبد والی نہ تھیں۔ بروایت مورخ ذاکر حسین مرزا اصغر علی فصیح لکھنوی نے تیرھویں صدی کے وسط میں مومنین کی مدد سے ان پر گنبد تیار کرایا تھا۔

اسی سنہ بعثت میں، ابوطالب کے انتقال کے بعد قریش نے یہ دیکھ کر کہ اب ان کا کوئی مضبوط حامی اور مددگار نہیں ہے۔ آنحضرتؐ پر دست ظلم و تعدی اور بھی زیادہ دراز کر دیا۔ اور بنی ہاشم اپنے رئیس کے مرجانے سے آپ کی کماحقہ حفاظت و اعانت نہ کر سکے۔ اور دشمنوں کی ایذا رسانی عروج کو پہنچ گئی۔ بروایت تاریخ خمیس حضرت کی یہ حالت پہنچ گئی کہ آپ نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا۔ پھر یہ خیال کر کے کہ طائف میں بنی ثقیف رہتے ہیں۔ اور وہیں چچا عباس کی زمین ہے، طائف چلے جانے کا قصد کر لیا اور اپنے غلام آزاد، زید بن حارثہ کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گئے۔ راستے میں بنی بکر اور بنی قحطان میں ٹھہرنا چاہا مگر کوئی صورت نظر نہ آئی بالآخر طائف چلے گئے جو مکہ سے ستر میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ وہاں توقع کے خلاف سخت دشمنی کا مظاہرہ دیکھا۔ وحشی یوم اور بروایتے ایک ماہ بمشکل گذارا۔ بالآخر غلاموں، کمینوں اور غنڈوں نے آپؐ پر پتھراؤ کر کے آپؐ کو زخمی کر دیا۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ پتھر مارتے ہوئے فصیل شہر سے باہر نکال دیا۔ آپؐ کے پاؤں زخمی ہو گئے اور زید کا سر پھوٹ گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کے سر پر اتنے پتھر لگے تھے کہ آپ کے سر کا خون ایڑیوں سے بہہ رہا تھا، الغرض وہاں سے بارادہ مکہ روانہ ہو کر جب بطن نخلہ میں پہنچے جو مکہ سے ایک شب کی مسافت پر قبل واقع ہے۔ تو رات کو وہیں قیام کیا اور قرآن پڑھنے لگے۔ نصیبین سے یمن جاتے ہوئے جنوں کے ایک گروہ نے کلام خدا سنا اور وہ مسلمان ہو گئے، پھر آپ نے زید کو مکہ بھیجا کہ کسی حامی کا سراغ لگائے، مگر کوئی نہ ملا۔ البتہ مطعم بن عدی نے حامی بھری اور آپ مکہ واپس آ گئے۔ (روضۃ الاحباب)

اسی سنہ بعثت میں وفات خدیجہؑ کے بعد آنحضرتؐ نے "سودہ بنت زمعہ" سے نکاح کیا اور اسی سال حضرت عائشہ بنت ابی بکر سے بھی عقد فرمایا۔ مورخین کا کہنا ہے کہ اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ۶ سال کی تھی اسی لیے سنہ ہجری میں جبکہ آپ ۹ سال کی ہو گئی تھیں زفاف واقع ہوا۔ (روضۃ الاحباب)

ایک روایت میں حضرت عائشہ کا یہ قول مروی ہے کہ میری ماں مجھے ککڑی کھلاتی تھیں تاکہ میں جلدی زفاف کے قابل بن جاؤں۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ مترجم باب القثاء والرطب ج ۴۲ صفحہ ۱۲)

قبیلہ خزرج کا ایک گروہ خدمت رسولؐ میں

سنہ ۱۱ بعثت

ماہ رجب میں ایک روز آنحضرتؐ منا میں کھڑے تھے کہ ناگاہ ایک گروہ اہل یثرب کا قبیلہ خزرج سے حضرت کے پاس آیا۔ یہ گروہ

ا۔ یثرب یعنی مدینہ میں اوس و خزرج دو عرب قبیلے رہتے تھے۔ دونوں ایک باپ کی اولاد تھے اور [illegible]

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چھ افراد پر مشتمل تھا۔ حضرتؐ نے ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی اور اسلام کے محاسن بیان کئے، وہ مسلمان ہوگئے اور انھوں نے یثرب میں جاکر کافی تبلیغ کی اور وہاں کے گھروں میں اسلام کا چرچا ہوگیا۔

آنحضرت صلعم کی معراج جسمانی (سنہ ۱۲ بعثت)

۲۷ رجب سنہ ۱۲ بعثت کی رات کو خداوند عالم نے جبرئیل کو بھیج کر براق کے ذریعہ آنحضرت صلعم کو "قاب قوسین" کی منزل پر بلایا۔ اور وہاں علی بن ابی طالب کی خلافت وامامت کے متعلق ہدایات دیں۔ (تفسیر قمی) اسی مبارک سفر اور عروج کو "معراج" کہا جاتا ہے۔ یہ سفر ام ہانی کے گھر سے شروع ہوا تھا۔ پہلے آپ بیت المقدس تشریف لے گئے پھر وہاں سے آسمان پر روانہ ہوئے منازلِ آسمانی کو طے کرتے ہوئے ایک ایسی منزل پر پہنچے جس کے آگے جبرئیل کا جانا ممکن نہ ہوا، جبرئیلؑ نے عرض کی حضور "لو دنوت انملة لاحترقت" اب اگر ایک انگل بھی آگے بڑھوں گا تو جل جاؤں گا:

اگر یک سرِ موئے برتر روم بفروغ تجلی بسوزد پرم

پھر آپ براق پر سوار آگے بڑھے ایک منزل پر براق رُک گیا اور آپ "رفرف" پر بیٹھ کر آگے روانہ ہوگئے۔ یہ ایک نوری تخت تھا جو نور کے دریا میں جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ منزلِ مقصود پر آپ پہنچ گئے۔ آپ جسم سمیت گئے اور فوراً واپس آئے۔ قرآن مجید میں "اسری بعبدہ" آیا ہے۔ عبد کا اطلاق جسم اور روح دونوں پر ہوتا ہے وہ لوگ جو معراج روحانی کے قائل ہیں وہ غلطی پر ہیں شرح عقائد نسفی میں ہے معراج کا تواتر اور اس کا اعتقاد ضروریاتِ دین سے ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو معراج کا منکر ہو اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ (سفینۃ البحار ج ۲ ص ۱۷۴)

ایک روایت میں ہے کہ پہلے صرف دو نمازیں واجب تھیں۔ معراج کے بعد پانچ وقت کی نمازیں مقرر ہوئیں۔

بیعت عقبہ اولیٰ

اسی سنہ ۱۲ بعثت کے موسم حج میں ان چھ آدمیوں میں سے جو سال گذشتہ مسلمان ہوکر مدینہ واپس گئے تھے۔ پانچ آدمیوں کے ساتھ سات آدمی مدینہ والوں میں سے اور آکر مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت کی حمایت کا عہد کیا۔ یہ بیعت بھی اسی مکان عقبہ میں ہوئی جو مکہ سے تھوڑے فاصلہ پر شمال کی جانب واقع ہے، مورخ ابوالفدا لکھتا ہے کہ اس عہد پر بیعت ہوئی کہ خدا کا کوئی شریک نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ زنا نہ کرو۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ جب وہ بیعت کرچکے تو حضرت نے مصعب بن عمیر ابن ہاشم بن عبد مناف ابن عبد العلاء کو تعلیم قرآن اور طریقہ اسلام بتانے کے لیے مامور فرمایا الخ۔ (تاریخ ابوالفدا ج ۲ ص ۵۲)۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰)

یمن تھا۔ رسول کریمؐ جب مکہ سے مدینے میں پہنچے یہ شہر یثرب کے نام سے مشہور تھا، جونہی رسول کریمؐ وہاں تشریف لے گئے اس کا نام مدینۃ الرسول ہوگیا، پھر بعد میں مدینہ کہلانے لگا۔ یہ شہر مکہ کے شمال کی طرف ۲۷۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ۱۲

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بیعت عقبہ ثانیہ سنہ ۱۳ بعثت

سنہ ۱۳ بعثت کے ماہ ذی الحجہ میں مصعب بن عمیر ۷۲ مرد اور دو عورتوں کو مدینہ سے لے کر مکہ آئے اور انھوں نے مقامِ عقبہ پر رسولِ کریمؐ کی خدمت میں ان لوگوں کو پیش کیا وہ مسلمان ہو چکے تھے انھوں نے نبیؐ حضرت کی حمایت کا عہد کیا اور آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی، ان میں اوس اور خزرج دونوں کے افراد شامل تھے۔

ہجرت مدینہ

سنہ ۱۴ بعثت مطابق ۶۲۲ء میں حکمِ رسول کے مطابق مسلمان چوری چھپے مدینہ کی طرف جانے لگے۔ اور وہاں پہنچ کر انھوں نے اچھی منزل حاصل کر لی۔ قریش کو جب معلوم ہوا کہ مدینہ میں اسلام زور پکڑ رہا ہے تو "دار الندوہ" میں جمع ہو کر یہ سوچنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ کسی نے کہا محمدؐ کو ہمیں قتل کر دیا جائے تاکہ ان کا دین ہی ختم ہو جائے۔ کسی نے کہا جلا وطن کر دیا جائے۔ ابوجہل نے رائے دی کہ مختلف قبائل کے لوگ جمع ہو کر یک ساعت ان پر حملہ کر کے انھیں قتل کر دیں تاکہ قریش خون بہا نہ لے سکیں۔ اسی رائے پر بات ٹھہر گئی، اور سب نے مل کر آنحضرتؐ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ پروردگار کی ہدایت کے مطابق جو حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ پہنچی۔ آپؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر لٹا دیا اور ایک مٹھی دھول لے کر گھر سے باہر نکلے اور ان کی آنکھوں میں جھونکتے ہوئے اس طرح نکل گئے جیسے کفر سے ایمان نکل جائے۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ یہ سخت خطرہ کا موقعہ تھا۔ جناب امیرؑ کو معلوم ہو چکا تھا کہ قریش آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں۔ اور آج رسول اللہؐ کا بسترِ خواب قتل گاہ کی زمین ہے۔ لیکن فاتح خیبر کے لیے قتل گاہ فرشِ گل تھا۔ (سیرۃ النبی حصہ اول [illegible]) صبح ہوتے ہوتے دشمن دروازہ توڑ کر داخلِ خانہ ہوئے تو علیؑ کو سوتا ہوا پایا۔ پوچھا محمدؐ کہاں ہیں؟ جواب دیا جہاں ہیں خدا کی امان میں ہیں۔ طبری میں ہے کہ علیؑ تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے۔ اور سب گھر سے نکل بھاگے۔ احیاء العلوم غزالی میں ہے کہ علیؑ کی حفاظت کے لیے خدا نے جبرئیل اور میکائیل کو بھیج دیا تھا۔ یہ دونوں ساری رات علیؑ کی خوابگاہ کا پہرہ دیتے رہے۔ حضرت علیؑ کا فرمانا ہے کہ مجھے شبِ ہجرت جیسی نیند آئی ساری عمر نہ آئی تھی۔ تفاسیر میں ہے کہ اس موقع کے لیے آیت "ومن الناس من یشری" نازل ہوئی ہے۔ الغرض آنحضرتؐ کے روانہ ہوتے ہی حضرت ابوبکر نے ان کا پیچھا کیا۔ آپؐ نے رات کے اندھیرے میں یہ سمجھ کر کہ کوئی دشمن آ رہا ہے اپنے قدم تیز کر دیے۔ پاؤں میں ٹھوکر لگی خون جاری ہو گیا۔ پھر آپؐ نے محسوس کیا کہ ابن ابی قحافہ آ رہے ہیں۔ آپ کھڑے ہو گئے۔ صحیح بخاری ج ۱ حصہ ۲ ص ۹۹ میں ہے کہ رسولِ خداؐ نے ابوبکر بن ابی قحافہ سے بقیمت ناقہ خریدا۔ اور مدارج النبوت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے دو سو درہم کی خریدی ہوئی اونٹنی آنحضرتؐ کے ہاتھ نو سو درہم کی فروخت کی اس کے بعد یہ دونوں غارِ ثور تک پہنچے یہ غار مدینہ کی طرف مکہ سے ایک گھنٹہ کی راہ پر ۲½ یا تین میل جنوب کی طرف

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

واقع ہے۔ اس پہاڑی کی چوٹی تقریباً ایک میل بلند ہے۔ سمندر وہاں سے دکھائی دیتا ہے۔ (تلخیص سیرت النبی صفحہ ۱۹۹ و زرقانی)۔

یہ حضرات غار میں داخل ہو گئے۔ خدا نے ایسا کیا کہ غار کے منہ پر ببول کا درخت اُگا دیا۔ مکڑی نے جالا تنا۔ کبوتری نے انڈا دیا، اور غار میں داخلہ کا شبہ نہ رہا۔ جب دشمن اس غار پر پہنچے تو وہ یہی سب کچھ دیکھ کر واپس ہو گئے۔ عجائب القصص صفحہ ۲۰۵ میں ہے کہ اسی موقع پر حضرت نے کبوتر کو خانہ کعبہ پر آکر بسنے کی اجازت دی۔ اس سے قبل دیگر پرندوں کی طرح کبوتر بھی اوپر سے گزر نہیں سکتا تھا مختصر یہ کہ یکم ربیع الاول ۱۳؁ بعثت یوم پنجشنبہ بوقتِ شب قریش نے آنحضرتؐ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا۔ صبح سے کچھ پہلے ۲ ربیع الاول یوم جمعہ کو غار ثور میں پہنچے۔ یوم یکشنبہ ۴ ربیع الاول تک غار میں رہے۔ حضرت علیؑ آپ لوگوں کے لیے رات میں کھانا پہنچاتے رہے۔ چوتھے روز ۵ ربیع الاول یوم دوشنبہ کو عبداللہ ابن اریقط اور عامر بن فہیرہ بھی آپہنچے اور یہ چاروں اشخاص معمولی راستہ چھوڑ کر بحیرۂ قلزم کے کنارے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کفار مکہ نے انعام مقرر کر دیا تھا کہ جو شخص آپ کو زندہ پکڑ کر لائے گا۔ یا آپ کا سر کاٹ کر لائے گا تو سو اونٹ انعام میں دیے جائیں گے اس پر سراقہ ابن مالک آپ کی کھوج لگاتا ہوا قریب جا پہنچا۔ اُسے دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ رونے لگے۔ تو حضرت نے فرمایا روتے کیوں ہو۔ "خدا ہمارے ساتھ ہے"۔ سراقہ قریب پہنچا ہی تھا کہ اس کا گھوڑا تا بزانو زمین میں دھنس گیا اس وقت حضرت روانگی کے لیے آمادہ ہو چکے تھے۔ اس نے معافی مانگی حضرت نے معافی دے دی۔ گھوڑا زمین سے نکل آیا۔ وہ جان بچا کر بھاگا۔ اور کافروں سے کہہ دیا کہ میں نے بہت تلاش کی مگر محمدؐ کا سُراغ نہیں ملتا۔ اب دو ہی صورتیں ہیں یا زمین میں سما گئے یا آسمان پر اُڑ گئے۔ [1]

حضرت کا مقامِ قبا میں پہنچنا

۱۲ ربیع الاول یوم دوشنبہ بوقت دوپہر آپ مقامِ قبا میں پہنچے جو مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر ایک پہاڑی ہے۔ آپ کا ناقہ اس مقام پر خود بخود ٹھہر گیا۔ اور آگے نہ بڑھا۔ آپ اُتر پڑے۔ وہاں کے باشندوں نے جوشِ مسرت میں نعرہ تکبیر بلند کیا۔ آپ نے یہاں ایک مسجد کی بُنیاد ڈالی۔

اسی مقام پر حضرت علیؑ بھی مکہ سے امانتوں کی ادائیگی سے سبکدوشی حاصل کرنے کے بعد آپہنچے۔ آپ کے ہمراہ عورتیں اور بچے تھے۔ عورتیں اور بچے ناقوں پر سوار تھے اور حضرت علیؑ پیادہ تھے۔ اسی وجہ سے آپ کے پیروں پر ورم تھا۔ اور بقول ابن خلدون آپ کے پیروں سے خون جاری

[1] علماء مورخین کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ کے مشورے سے سن ہجری کی ابتدا مقرر ہوئی ہے (غیاث اللغات)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تھا۔ آنحضرتؐ کی نظر جب علیؑ کے پیروں پر پڑی تو آپ رونے لگے اور لعاب دہن لگا کر اچھا کر دیا۔

مدینہ میں داخلہ مقامِ قبا میں ۴ یوم قیام کے بعد آپ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ۱۶ ربیع الاول یوم جمعہ داخلِ مدینہ ہو گئے۔ محلہ بنی سالم میں نماز کا وقت آ گیا۔ آپ نے نمازِ جمعہ یہیں ادا فرمائی۔ یہ اسلام میں سب سے پہلی نمازِ جمعہ تھی۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں اب بھی مسجدِ نبوی واقع ہے۔

مسجدِ نبوی کی تعمیر مدینہ میں داخلہ کے بعد آپ نے سب سے پہلے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی جو کمال سادگی کے ساتھ تیار کی گئی۔ اس کی زمین ابوایوب انصاری نے خریدی اور اس میں مزدوروں کی حیثیت سے دیگر اصحاب کے ساتھ آنحضرتؐ بھی کام کرتے رہے مسجد کے ساتھ ساتھ حجرے بھی تیار کئے گئے۔ اور ایک مسقف چبوترہ جسے صُفّہ کہتے تھے، یہی وہ جگہ تھی جہاں نومسلم ٹھہرائے جاتے تھے۔ انھیں لوگوں کو اصحاب صفّہ کہا جاتا تھا اور ان کی پرورش صدقہ وغیرہ سے کی جاتی تھی۔

نماز و زکوٰۃ کا حکم مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد نماز کی رکعتوں کی بھی مکمل تعیین کر دی گئی یعنی پہلے مغرب کے علاوہ سب نمازیں دو رکعتی تھیں۔ پھر سترہ رکعتیں معین کر دی گئیں اور اذان کے اوقات بتا دیئے گئے۔ ابن خلدون کے مطابق اسی سال زکوٰۃ بھی فرض کی گئی۔

سلسہ ہجری کے اہم واقعات

اذان و اقامت سلسہ ہجری میں اذان مقرر کی گئی۔ جسے حضرت علیؑ نے حکمِ رسولؐ سے بلالؓ کو تعلیم کر دی اور وہ مستقل موذن قرار پائے۔ نیز اقامت کا تقرر بھی ہوا۔

عقد مواخات ہجرت کے ۵ یا ۸ ماہ بعد مہاجرین مکہ کی دلبستگی کے لیے آنحضرتؐ نے پچاس مہاجر و انصار میں باہمی مواخات (بھائی چارگی) قائم کر دی۔ جس طرح ایک بار مکہ میں کر چکے تھے۔ تاریخ خمیس اور ریاض النضرہ میں ہے کہ وہاں حضرت ابوبکرؓ کو عمرؓ کا۔ طلحہ کو زبیرؓ کا۔ عثمانؓ کو عبدالرحمٰن کا۔ حمزہ کو ابن حارثہ کا اور علیؑ کو خود اپنا بھائی بنایا تھا۔ علامہ شبلی کا کہنا ہے کہ آنحضرتؐ نے اتحادِ مذاقِ طبیعت اور فطرت کے لحاظ سے ایک دوسرے کو بھائی بنایا تھا مذاق نبوت کا اتحاد فطرت امامت ہی سے ہو سکتا تھا۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہر مرتبہ اپنا بھائی علیؑ کو ہی منتخب فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علیؑ سے فرمایا کرتے تھے "اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ" تم دنیا اور آخرت دونوں میں میرے بھائی ہو۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سنہ ۲ ہجری کے اہم واقعات

جنابِ سیدہ کا نکاح

۱۵ رجب سنہ ۲ ہجری کو جنابِ سیدہ کا عقد حضرت علی علیہ السلام سے ہوا۔ اور ۱۹ ذی الحجہ کو آپ کی رخصتی ہوئی۔ سیرت النبی میں ہے کہ جب حضرت سیدہ کی شادی کی سلسلہ جنبانی ہوئی تو سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ پھر حضرت عمرؓ نے پیغام بھیجا۔ کنزالعمال ، ص ۱۱۳ میں ہے کہ ان پیغامات سے آنحضرت غضبناک ہوئے اور ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۸۳ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے علیؑ سے خود فرمایا کہ اے علیؑ مجھے خدا نے کہہ دیا ہے کہ فاطمہؑ کی شادی تمہارے ساتھ کر دوں۔ کیا تمہیں منظور ہے۔ عرض کی "بیشک"۔ الغرض عقد ہوا اور شہنشاہِ کائنات نے سیدہ عالمیان کو ایک بان کی چارپائی۔ ایک چمڑے کا گدا۔ ایک مشک دو چکیاں۔ دو مٹی کے گھڑے وغیرہ دے کر رخصت کیا۔ اس وقت علیؑ کی عمر ۲۴ سال اور فاطمہؑ کی عمر دس سال تھی۔

تحویلِ کعبہ

ماہ شعبان سنہ ۲ ہجری میں بیت المقدس کی طرف سے قبلہ کا رُخ کعبہ کی طرف موڑ دیا گیا۔ قبلہ چونکہ عالمِ نماز میں بدلا گیا۔ اس لیے آنحضرتؐ کا ساتھ حضرت علیؑ کے علاوہ اور کسی نے نہیں دیا۔ کیونکہ وہ آنحضرتؐ کے فعل و قول کو حکمِ خدا سمجھتے تھے۔ اسی لیے آپ مقامِ فخر میں فرمایا کرتے تھے۔ انا مصلی القبلتین یعنی وہ ہوں جس نے ایک نماز یک وقت دو قبلوں کی طرف پڑھی۔

جہاد

جب قریش کو معلوم ہوا کہ رسولِ اسلامؐ بخیر و خوبی مدینہ پہنچ گئے اور ان کا مذہب دن دُونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے تو ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور دنیا اندھیر ہوگئی اور وہ مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ مل کر کوشش کرنے لگے کہ اس بڑھتی ہوئی طاقت کو کچل دیں۔ اس کے نتیجہ میں حضرت کو مشرکینِ قریش اور یہودیوں کے ساتھ بہت سی دفاعی لڑائیاں لڑنی پڑیں جن میں سے اہم موقعوں پر حضرت خود فوجِ اسلام کے ساتھ تشریف لے گئے۔ ایسی مہموں کو غزوہ کہتے ہیں اور جن موقعوں پر آپ اصحاب میں سے کسی کو فوج کا سردار بنا کر بھیج دیا کرتے ان کو "سریہ" کہا جاتا ہے۔ غزوات کی مجموعی تعداد چھبیس ۲۶ ہے۔ جن میں بدر۔ احد۔ خندق۔ خیبر اور حنین بہت مشہور ہیں اور سریوں کی تعداد چھتیس ۳۶ تھی۔ جن میں سب سے مشہور "موتہ" ہے جس میں حضرت جعفر طیار شہید ہوئے۔

جنگِ بدر

مدینہ منورہ سے تقریباً اسی میل پر بدر ایک گاؤں تھا۔ مدینہ میں خبر پہنچی کہ قریش

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بڑی آمادگی کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں اور سننے میں آیا کہ ابوسفیان تیس سواروں کے ساتھ ہزار آدمیوں کے قافلہ کے ہمراہ شام سے اسباب تجارت مکہ لیے جا رہا ہے اور نواح مدینہ سے گزرے گا۔ حضرت رسولِ خدا (۳۱۳) ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہوئے، اور مقام بدر پر جا اترے۔ قریش نوسو پچاس (۹۵۰) آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ ابوسفیان سے ملنے کے لیے روانہ ہوئے۔ لڑائی ہوئی خدا نے مسلمانوں کو مدد دی، جس سے یہ فتح یاب ہوئے۔ ۷۰ کفار مارے گئے، ۷۰ ہی اسیر ہوئے۔ چھتیس کافروں کو حضرت علیؑ نے قتل کیا۔ اس لڑائی میں ابوجہل اور اس کا بھائی عاص اور عتبہ شیبہ ولید بن عتبہ جیسے اسلام کے بہت سے دشمن مارے گئے۔ اس پہلی اسلامی جنگ کے علمدار حضرت علیؑ تھے۔ قیدیوں میں نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط قتل کر دیئے گئے اور باقی لوگوں کو زرِ فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ حضرت ابوبکر نے اس غزوہ میں جنگ نہیں کی۔ غزوۂ بدر کے بعد کفار کا گھر گھر ماتم کدہ بن گیا۔ اور مقتولین کے انتقام کا جذبہ مکہ کے پیر و جوان میں پیدا ہو گیا۔ جس کے نتیجہ میں احد کا معرکہ رونما ہوا۔

یہ جنگ ماہِ رمضان ۲ھ میں واقع ہوئی ہے۔ اسی سنہ ہجری میں روزے فرض کیے گئے اور عیدالفطر کے احکام نازل ہوئے۔ اور غزوہ بنی قینقاع سے واپسی پر عیدالاضحیٰ کے احکام آئے اور خمس واجب کیا گیا۔

۳ھ ہجری کے اہم واقعات

جنگِ اُحد جنگ بدر کا بدلہ لینے کے لیے ابوسفیان نے تین ہزار کی فوج سے مدینہ پر چڑھائی کی۔ ایک حصّہ کا عکرمہ ابن ابی جہل اور دوسرے کا خالد بن ولید سردار تھا۔ آنحضرتؐ کے ساتھ پورے ایک ہزار آدمی بھی نہ تھے۔ "احد" پر لڑائی ہوئی جو مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو تاکید کر دی تھی کہ کامیابی کے بعد بھی پشت کے تیر اندازوں کا دستہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ مسلمانوں کو فتح ہونے کو تھی ہی کہ تیر اندازوں کا وہی دستہ جس کے سرکنے کی ممانعت تھی، خلاف حکم خدا و رسولؐ مالِ غنیمت کے لالچ میں اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ جس کے نتیجہ میں فتح و کامرانی شکست و نامرادی سے بدل گئی۔ حضرت حمزہ "اسد اللہ" شہید ہو گئے۔ میدان میں بھگدڑ پڑ گئی۔ بڑے بڑے مدعیانِ شجاعت سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگے۔ اور کسی نے رسولِ اسلام کی طرف توجہ نہ دی۔ تواریخ میں ہے کہ تمام صحابہ رسولِ خداؐ کو میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بروایت الیعقوبی ص۴۹ صرف تین صحابی رہ گئے۔ جن میں حضرت علیؑ اور دو اور تھے۔ بروایت بخاری حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان بھی بھاگ نکلے۔ درِ منثور ج ۲ ص۸۸ کنز العمال ج ۱ ص۲۳۸ میں ہے کہ حضرت ابوبکر پہاڑ کی چوٹی پر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چڑھ گئے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں چوٹی پر اس طرح اچک رہا تھا جیسے پہاڑی بکری اچکتی ہے قرآن مجید میں ہے کہ یہ سب بھاگ رہے تھے اور رسولؐ چلا رہے تھے کہ مجھے تنہا چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو مگر کوئی منہ پھیر کر نہ دیکھتا تھا۔ (پ۴ رکوع ۷ آیت ۱۵۳) ایک شخص نے گوپھنے میں رکھ کر آنحضرتؐ کی طرف پتھر مارا جس کی وجہ سے آپؐ کے دو دانت شہید ہو گئے اور پیشانی مبارک مجروح ہو گئی۔ تلواروں کے کئی زخم بھی آئے اور آپؐ ایک گڑھے میں گر پڑے۔ جب سب بھاگ رہے تھے۔ حضرت علیؑ مجوجہاد تھے اور تحفظ رسالتؐ بھی کر رہے تھے۔ بالآخر کفار کو ہٹا کر آنحضرت صلعم کو پہاڑی پر لے گئے۔ رات ہو چکی تھی۔ دوسرے دن صبح کے وقت مدینہ کو روانگی ہوئی۔ اس جنگ میں ۷۰ مسلمان مارے گئے۔ اور ستر ہی زخمی ہوئے۔ اور کفار صرف تیس قتل ہوئے جن میں بارہ کافر علیؑ کے قتل کئے ہوئے تھے اس جنگ میں بھی علمبرداری کا عہدہ شیرِ خدا حضرت علیؑ کے ہی سپرد تھا

مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ محوِ جنگ رہے آپ کے جسم پر سولہ ضربیں لگیں اور آپ کا ایک ہاتھ ٹوٹ گیا تھا۔ آپ بہت کافی زخمی ہونے کے باوجود تلوار چلاتے اور دشمنوں کی صفوں کو اُلٹتے جاتے تھے۔ (سیرۃ النبی جلد ا صفحہ) اسی دوران میں آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "علی تم کیوں نہیں بھاگ جاتے" عرض کی مولا "کیا ایمان کے بعد کفر اختیار کر لوں۔ (مدارج النبوت) مجھے تو آپؐ پر قربان ہونا ہے۔ اسی موقعہ پر حضرت علیؑ کی تلوار ٹوٹی تھی۔ اور ذوالفقار دستیاب ہوئی تھی۔ (تاریخ طبری ج ۳ صفحہ ۲۰۶ و تاریخ کامل ج ۲ صفحہ ۵۸) - "نادِ علی" کا نزول بھی ایک روایت کی بنا پر اسی جنگ میں ہوا تھا۔ مورخین کا کہنا ہے کہ آنحضرتؐ کے زخمی ہوتے ہی کسی نے خبر اُڑا دی کہ آنحضرت صلعم شہید ہو گئے۔ اس خبر سے آپؐ کے فدائی مقامِ اُحد پر آ پہنچے، جن میں آپؐ کی لختِ جگر حضرت فاطمہؑ بھی تھیں۔

کثیر تواریخ میں ہے کہ دشمنانِ اسلام کی عورتوں نے مسلم اموات کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا امیر معاویہ کی ماں نے مسلمان لاشوں کے ناک کان کاٹ لیے اور ان کا ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈالا اور امیر حمزہ کا جگر نکال کر چبایا۔ اسی لیے مادرِ معاویہ "ہند" کو جگر خوارہ کہتے ہیں۔

مدینہ ماتم کدہ بن گیا

علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ مدینہ میں تشریف لائے تو تمام مدینہ ماتم کدہ تھا۔ آپ جس طرف سے گزرتے تھے گھروں سے ماتم کی آوازیں آتی تھیں۔ آپ کو عبرت ہوئی کہ سب کے عزیز و اقارب ماتم داری کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ لیکن حمزہ کا کوئی نوحہ خواں نہیں ہے۔ رقت کے جوش میں آپؐ کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ "اما حمزہ فلا بواکی لہ" افسوس حمزہ کو رونے والا کوئی نہیں۔ انصار نے یہ الفاظ سنے تو تڑپ اُٹھے۔ سب نے جا کر اپنی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ دولت کدہ پر جا کر حضرت حمزہ کا ماتم کریں۔ آنحضرتؐ نے دیکھا تو دروازہ پر پردہ نشینان کی بھیڑ تھی اور حمزہ کا ماتم بلند تھا۔ ان کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا کہ میں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تمھاری ہمدردی کا شکر گزار ہوں۔ (سیرۃ النبی جلد اصـ۲۸۳)۔

یہ جنگ یوم سہ شنبہ ۱۵ ر شوال سنہ ۳ ہجری میں واقع ہوئی ہے حضرت امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے اور رسولِ خدا کا نکاح حفصہ بنت عمر کے ساتھ ہوا اور غزوہ حمرالاسد کے لیے آپ برآمد ہوئے حضرت علی علمبردار تھے۔

سنہ ۴ ہجری کے اہم واقعات

محرم سنہ ۴ ہجری میں بنی اسد نے مدینہ پر حملہ کرنا چاہا۔ جسے روکنے کے لیے آپ نے ابو سلمہ کو بھیجا انھوں نے دشمنوں کو مار بھگایا۔ پھر سفیان بن خالد نے حملہ کا ارادہ کیا جس کے مقابلہ کے لیے عبداللہ ابن انیس بھیجے گئے۔

واقعہ بیر معونہ

صفر سنہ ۴ ہجری میں ابو براء عامر بن مالک کلابی کی درخواست پر آنحضرتؐ نے ستر انصار کو تبلیغ کے لیے انھیں کے ہمراہ روانہ کیا۔ یہ لوگ مقام بیر معونہ پر ٹھہرے جو مدینہ سے ۴ منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور ایک شخص عامر بن طفیل کے پاس بھیجا اس نے قاصد کو قتل کر دیا۔ پھر ایک بڑا لشکر بھیج کر تمام صحابہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

غزوہ بنی نضیر

عمر بن امیہ نے قبیلہ عامر کے دو آدمی قتل کر دیئے تھے اور ان کا خون بہا اب تک باقی تھا۔ بروایت طبری آنحضرتؐ اس کے مطالبہ کے لیے چند اصحاب کے ہمراہ بنی نضیر کے پاس گئے۔ انھوں نے مطالبہ تو قبول کر لیا لیکن آپ کو قتل کر دینے کا یہ خفیہ پروگرام بنایا۔ کہ ایک شخص کوٹھے پر جا کر ایک بھاری پتھر آپ پر گرا دے۔ چنانچہ عمر بن حجاش یہودی بالاخانے پر گیا حضرت کو اس کی اطلاع مل گئی۔ اور آپ وہاں سے مدینہ تشریف لے آئے۔

بنی نضیر ایک قلعہ میں رہتے تھے جس کا نام زہرہ تھا۔ یہ قلعہ مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ حضرت نے اس کی ناشائستہ حرکت کی وجہ سے جلاوطنی کا حکم دے دیا۔ آپ نے کہلا بھیجا کہ دس یوم کے اندر یہ مقام خالی کر دو۔ انھوں نے عبداللہ بن ابی خزرجی منافق کے ورغلانے سے سرتابی کی۔ قلعہ کا محاصرہ کر دیا گیا بالآخر وہ لوگ چھ یوم میں مفرور ہو گئے۔

غزوہ ذات الرقاع

اسی سنہ ۴ ہجری ماہ جمادی الاول میں قبیلہ انمار و ثعلبہ اور غطفان نے مدینہ پر حملہ کرنا چاہا آنحضرتؐ اصحاب کو لے کر ان کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے آگے بڑھے۔ لیکن وہ سامنے نہ آئے اور بھاگ نکلے۔ اسی موقع پر ایک شخص نے بارادہ قتل آنحضرتؐ سے تلوار مانگی تھی اور آپ نے دے دی تھی مگر وہ قتل کی جراءت نہ کر سکا۔ (ابوالفداء جـ ۱ صـ۲۸۳) اسی سنہ ۴ ہجری میں غزوہ بدر ثانی بھی پیش آیا۔ لیکن جنگ نہیں ہوئی۔ اس غزوہ میں بھی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت علی علیہ السّلام علمبردار تھے۔ اسی سال ماہ شعبان میں حضرت امام حسین علیہ السّلام متولد ہوئے اور ام سلمہ کا رسُولِ کریمؐ کے ساتھ عقد ہوا، اور فاطمہ بنت اسد نے وفات پائی۔

۵ ہجری کے اہم واقعات

جنگِ خندق

اِس جنگ کو غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں۔ یہ جنگ ذیقعد ۵ ھ میں واقع ہوئی ہے۔ اِس کی تفصیل کے متعلق اربابِ تواریخ لکھتے ہیں کہ مدینہ سے نکالے ہوئے بنی نضیر کے یہودی جو خیبر میں سکونت پذیر تھے وہ شب و روز اور صبح و شام مسلمانوں سے بدلا لینے کے لیے اسکیمیں بنایا کرتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ کوئی ایسی شکل پیدا ہو جائے جس سے مسلمانوں کا تخم تک نہ رہے۔ چنانچہ اُن میں سے کچھ لوگ مکہ چلے گئے اور ابوسفیان کو ملا کر بنی غطفان اور قیس سے رشتۂ اخوت قائم کر لیا۔ اور ایک معاہدہ میں یہ طے کیا کہ ہر قبیلے کے سورما اکٹھے ہو کر مدینہ پر حملہ کریں تاکہ اسلام کی ابھرتی ہوئی طاقت کا قلع قمع ہو جائے۔ اسکیم مکمل ہونے کے بعد اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ابوسفیان چار ہزار کا لشکر لے کر مکہ سے نکلا، اور یہود کے دیگر قبائل نے چھ ہزار کے لشکر سے پیشقدمی کی۔ غرضیکہ دس ہزار کی جمعیت مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے آگے بڑھی۔

آنحضرتؐ کو اِس حملے کی اطلاع پہلے ہو چکی تھی۔ اسی لیے آپ نے مدینہ سے نکل کر کوہِ سلع کو پشت پر لے لیا اور جناب سلمان فارسی کی رائے سے پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری خندق کھدوائی اور خندق کھودنے میں خود بھی کمال جانفشانی کے ساتھ لگے رہے۔ اِس جنگ میں اندرونی خلفشار اور منافقوں کی ریشہ دوانیاں بھی جاری رہیں۔ جلال الدین سیوطی کا کہنا ہے کہ اندرونی حالات کے تحفظ کے لیے آنحضرتؐ نے جناب ابوبکر پھر عمر کو بھیجنا چاہا۔ لیکن ان حضرات کے انکار کر دینے کی وجہ سے حضرت نے حذیفہ کو بھیجا (درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۸۵)

خندق کی کھدائی کا کام چھ روز تک جاری رہا۔ خندق تیار ہوئی ہی تھی کہ کفار کا لشکرِ عظیم آپہنچا۔ لشکر کی کثرت دیکھ کر مسلمانوں کے اوسان خطا ہونے لگے۔ کفار یہ ہمت تو نہ کر سکے کہ دفعتاً حملہ کر کے مسلمانوں کو تباہ کر دیتے۔ لیکن اکّا دُکّا خندق پار کر کے حملہ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اور یہ سلسلہ بیس روز تک جاری رہا۔ ایک دن عمرو بن عبدود جو لوی بن غالب کی نسل سے تھا اور عرب میں ایک ہزار بہادروں کے برابر مانا جاتا تھا۔ خندق پھاند کر لشکرِ اسلام تک آپہنچا۔ اور "ھل من مبارز" کی صدا دی۔ عمرو بن عبدود کی آواز سنتے ہی عمر بن خطاب نے کہا یہ تو ایک ہزار قزاق کا اکیلا مقابلہ کرتا ہے۔ یعنی بہت ہی بڑا بہادر ہے۔ یہ سن کر مسلمانوں کے رہے سہے ہوش بھی جاتے رہے۔ پیغمبرِ اسلامؐ نے اس کی صدائے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

مبارزت پر لشکرِ اسلام کو مخاطب کر کے مقابلہ کی ہمت دلائی۔ لیکن ایک نوجوان بہادر کے علاوہ کوئی نہ سنکا۔ تاریخ خمیس، روضۃ الاحباب اور روضۃ الشفا میں ہے کہ تین مرتبہ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب کو مقابلہ کے لیے نکلنے کی دعوت دی۔ مگر حضرت علیؑ کے سوا کوئی نہ بولا۔ تیسری مرتبہ آپؐ نے علیؑ سے کہا کہ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ آپ نے عرض کی۔ میں بھی علی ابنِ ابی طالب ہوں۔

الغرض آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو میدان میں نکلنے کے لیے تیار کیا۔ اپنی زرہ پہنائی۔ اپنی تلوار کمر میں حمائل کی۔ اپنا عمامہ اپنے ہاتھوں سے علیؑ کے سر پر باندھا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر عرض کی خدایا! جنگِ بدر میں عبیدہ کو، جنگِ احد میں حمزہ کو دے چکا ہوں۔ پالنے والے اب میرے پاس علیؑ رہ گئے ہیں۔ مالک ایسا نہ ہو کہ آج ان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھوں۔ دعا کے بعد علی کو پیادہ روانہ کیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ کہا "برز الایمان کلہ الی الکفر کلہ"۔ آج کل ایمان کل کفر کے مقابلہ میں جا رہا ہے۔ (حیوٰۃ الحیوان جلد ۱ ص ۲۳۳ و سیرۃ محمدیہ جلد ۲ ص ۲۰۳)۔

الغرض آپ روانہ ہو کر عمرو کے مقابلہ میں پہنچے۔ علامہ شبلی کا کہنا ہے کہ حضرت علیؑ نے عمرو سے پوچھا کیا واقعاً تیرا یہ قول ہے کہ میدانِ جنگ میں اپنے مقابل کی تین باتوں میں سے ایک ضرور قبول کرتا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اسلام قبول کر۔ اس نے کہا۔ "نا ممکن ہے"۔ پھر فرمایا "اچھا جنگ گاہ سے واپس جا"۔ کہا "یہ بھی نہیں ہو سکتا"۔ پھر فرمایا "اچھا اُتر آ۔ اور مجھ سے نبرد آزما ہو"۔ وہ اُتر پڑا۔ لیکن کہنے لگا مجھے اُمید نہ تھی کہ آسمان کے نیچے کوئی شخص مجھ سے یہ کہہ سکتا ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ مگر دیکھو میں تمہاری جان لینا نہیں چاہتا۔ غرض جنگ شروع ہو گئی اور تلوار چلنے کی نوبت آئی۔ بالآخر اس کی تلوار علی کی سپر کاٹتی ہوئی سر تک پہنچی۔ علیؑ نے جو سنبھل کر ہاتھ مارا تو عمرو ابن عبدود زمین پر لوٹنے لگا۔ مسلمانوں کو اس دست بدست لڑائی کی بڑی فکر تھی۔ ہر ایک دعائیں مانگ رہا تھا۔ جب عمرو سے حضرت علیؑ لڑ رہے تھے تو خاک اس قدر اڑ رہی تھی کہ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ گرد و غبار میں ہاتھوں کی صفائی تو نظر نہ آئی۔ ہاں تکبیر کی آواز سن کر مسلمان سمجھے کہ علیؑ نے فتح پائی۔

عمرو ابن عبدود مارا گیا اور اس کے ساتھی خندق کود کر بھاگ نکلے۔ خبر فتح جب حضرتؐ تک پہنچی تو آپ خوشی سے باغ باغ ہو گئے۔ اسلام کے تحفظ اور علی کی سلامتی کی مسرت میں آپ نے فرمایا۔

"ضربۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین"۔ آج کی ایک ضربت علیؑ میری ساری اُمت وہ چاہے زمین میں بستی ہو یا آسمان میں رہتی ہو سکی تمام عبادتوں سے بہتر ہے۔

بعض کتابوں میں ہے کہ عمرو بن عبدود کے سینے پر حضرت علیؑ سوار ہو کر سر کاٹنا ہی چاہتے تھے کہ اس نے چہرۂ اقدس پر لعاب دہن سے بے ادبی کی۔ حضرت کو غصہ آگیا۔ آپ یہ سوچ کر فوراً سینے سے اُتر آئے کہ کارِ خدا میں جذبۂ نفس شامل ہو رہا تھا۔ جب غصہ فرو ہوا تب سر کاٹا۔ اور زرہ اُتارے بغیر خدمت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رسالت مآبؐ میں جا پہنچے۔ آنحضرتؐ نے علیؑ کو سینے سے لگایا۔ جبرئیلؑ نے بروایت سلیمان قندوزی آسمان سے اتار لا کر تحفۃً عنایت کیا جس میں سبز رنگ کا رومال تھا۔ اور اس پر "علی ولی اللہ" لکھا ہوا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام میدان جنگ سے کامیاب و کامران واپس ہوئے۔ اور عمرو بن عبدود کی بہن بھائی کی لاش پر پہنچی اور خود و زرہ بدستور اس کے جسم پر دیکھ کر کہا "ماقتلہ الا کفو کریم" اسے کسی بہت ہی معزز بہادر نے قتل کیا ہے۔ اس کے بعد چند شعر پڑھے۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ اے عمرو! اگر تجھے اس قاتل کے علاوہ کوئی اور قتل کرتا تو میں ساری عمر تجھ پر گریہ کرتی۔ معارج النبوۃ اور روضۃ الصفا میں ہے کہ فتح کے بعد جب حضرت علیؑ واپس ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے اٹھ کر آپ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔

غزوہ بنی مصطلق اور واقعہ افک

آنحضرتؐ کو اطلاع ملی کہ قبیلہ بنی مصطلق مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ آپ اُسے روکنے کے لیے ۲ شعبان ۵ھ کو ان کی طرف بڑھے۔ حضرت علیؑ علمبردار لشکر تھے گھمسان کی جنگ ہوئی مسلمان کامیاب ہوئے۔ واپسی کے موقع پر حضرت عائشہؓ اسی جنگل میں رہ گئیں۔ جو بعد میں ایک شخص صفوان ابن معطل کے ساتھ ناقہ پر بیٹھ کر آنحضرتؐ تک پہنچیں۔ آنحضرتؐ نے اسے محسوس کیا اور لوگوں نے شکوک کا چرچا کر دیا۔ بروایت تاریخ آئمہ آنحضرتؐ کو بھی شک ہو گیا تھا اور آپ کچھ عرصہ کشیدہ رہے۔ پھر فرمایا مجھے جہاں تک معلوم ہے میں اپنی بیوی میں بجز نیکی اور بھلائی اور کچھ نہیں پاتا اور جس مرد یعنی صفوان ابن معطل کی نسبت لوگ چرچا کرتے ہیں میں اس میں بھی کسی طرح کی خرابی نہیں پاتا۔ وہ بے شک میرے گھر میں آمد و رفت رکھتا تھا مگر ہمیشہ میرے حضور میں (امہات الامہ صفحہ ۱۹۹)

اسی ۵ھ میں غزوہ بنی قریظہ۔ سریہ سیف البحر۔ غزوہ بنی عیان بھی واقع ہوتے ہیں اور تیمم کا حکم بھی نازل ہوا ہے اور بقول محی الدین ابن عربی اسی ۵ھ میں بموقع جنگ خندق آنحضرتؐ نے خود اذان میں "حی علی خیر العمل" کا حکم دیا ہے۔ کبریت احمر برحاشیہ الیواقیت والجواہر جلد ۱ ص ۲۲ و نخلہ ترجمہ مسلم ص ۵۲۸ و کنز العمال جلد ۴ ص ۲۲۶۔

واضح ہو کہ "حی علی خیر العمل" رسول کریمؐ کی تشکیل اذان کا جزو ہے لیکن حضرت عمرؓ نے اُسے اپنے عہد میں اذان سے خارج کر دیا ملاحظہ ہو۔ (نیل الاوطار امام شوکانی ج ۱ ص ۳۲۹ و صحیح مسلم مترجم ج ۱ ص ۱۰)

۶ ہجری کے اہم واقعات

صلح حدیبیہ

ذیقعدہ ۶ ہجری مطابق ۶۲۸ء میں آنحضرتؐ حج کے ارادے سے مکہ کی طرف چلے۔ قریش کو خبر ہوئی تو جانے سے روکا۔ حضرت ایک کنوئیں پر جس کا حدیبیہ نام تھا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رُک گئے اور صحابہ سے جاں نثاری کی بیعت لی۔ اسی کو "بیعت الرضوان" کہتے ہیں اور بیعت کرنے والوں کو اصحاب شجرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قریش کے ایلچی "عروہ" نے کہا کہ امسال حج سے باز آئیں اور یہ بھی کہا کہ میں آپ کے ہمراہ ایسے لوگ دیکھ رہا ہوں جو اوباشس ہیں اور جنگ سے بھاگ نکلیں گے یہ سُن کر حضرت ابوبکر نے بلفظ لات چوسنے کی گالی دی۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے بروایت ابن اثیر حضرت عمر کو قریش کے پاس اس لیے بھیجنا چاہا کہ وہ انھیں سمجھا بجھا کر صلح کرنے پر راضی کریں۔ لیکن وہ نہ گئے اور حضرت عثمان کو بھیجنے کی رائے دی حضرت عثمان جو ابوسفیان کے بھتیجے تھے۔ ان کے پاس گئے، ان کی اچھی طرح آؤ بھگت ہوئی، لیکن اخیر میں گرفتار ہو گئے اور جلد ہی چھوٹ کر چلے آئے۔ آخر عمرو قریش کی طرف سے پیغام صلح لایا اور حضرت نے صلح کر لی۔ صلح نامہ حضرت علیؑ نے لکھا۔ طرفین سے شہادتیں لے لی گئیں۔ اس صلح کے بعد قریش بے کھٹکے مسلمان ہونے لگے۔ اور مکہ میں بلا مزاحمت قرآن پڑھا جانے لگا۔ کیونکہ امن قائم ہو گیا اور رسول کا نام لینا جرم نہ رہا۔ ایک دوسرے سے ملنے لگے۔ اور اسلام کا نیا دور شروع ہو گیا۔ (تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۱۵ اور در منثور جلد ۶ ص ۷۷ میں ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد حضرت عمر نے کہا کہ محمدؐ کی نبوت میں جیسا مجھے آج شک ہوا ہے کبھی نہیں ہوا تھا۔ یہ انھوں نے اس لیے کہا کہ وہ صلح پر راضی نہ تھے۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ ان کے اس طرزِ عمل سے حضرت رسولِ خدا سخت رنجیدہ ہوئے (تاریخ ابن خلدون ص ۳۹۱)۔

تاریخِ اسلام احسان اللہ عباسی میں ہے کہ حدیبیہ سے واپس ہوتے ہوئے راہ میں سُورۂ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۔ نازل ہوا۔ اسی سال غزوہ ذی قرد۔ سریہ دومۃ الجندل، سریہ فدک سریہ وادی القریٰ۔ سریہ عرنیہ بھی واقع ہوئے ہیں۔

اسی ۶؁ ہجری میں حضرت رسولِ کریمؐ نے زید بن حارثہ کی زیرِ سرکردگی چالیس آدمیوں کی ایک جماعت جموم کی طرف روانہ کی جس نے قبیلہ مزینہ کی ایک عورت حلیمہ اور اس کے شوہر کو گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ نے میاں بیوی دونوں کو آزاد کر دیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ ص ۸۰ والرق فی الاسلام مصنفہ عتیق الرحمٰن عثمانی جلد ۱ ص ۱۰۱۔

۷؁ ہجری کے اہم واقعات

جنگِ خیبر

خیبر مدینہ منورہ سے تقریباً بچاسی میل کے فاصلہ پر یہودیوں کی بستی تھی اس کے باشندے یونہی اسلام کے عروج و اقبال سے جل بھن رہے تھے کہ مدینہ میں جلاوطن یہودیوں نے اُن سے مل کر اُن کے حوصلے بلند کر دیئے۔ انھوں نے بنی اسد اور بنی غطفان کے بھروسہ پر مدینہ کو تباہ و برباد کر ڈالنے کا منصوبہ باندھا اور اس کے لیے مکمل فوجی تیاریاں کر لیں۔ جب آنحضرتؐ کو ان کے عزم

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ارادہ کی خبر ہوئی تو آپ ۱۴ر صفر ۷ھ ہجری کو چودہ سو پیدل اور دو سو سوار لے کر فتنہ کو فرو کرنے کے لیے مدینہ سے برآمد ہوئے اور خیبر میں پہنچ کر قلعہ بندی کر لی اور مسلمان انھیں محاصرہ میں لے کر ان سے مسلسل لڑتے رہے۔ لیکن قلعہ قموص فتح نہ ہو سکا۔

تاریخ طبری و خمیس اور شواہد النبوۃ صفحہ ۵۰ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فتح قلعہ کے لیے حضرت عمر کو بھیجا۔ پھر حضرت ابوبکر کو روانہ کیا۔ اس کے بعد پھر حضرت عمر کو علم جہاد دیا۔ لیکن یہ حضرات ناکام واپس آئے۔ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۳ میں ہے کہ تیسری مرتبہ جب علم اسلام پوری حفاظت کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچ رہا تھا۔ راستہ میں بھاگتے ہوئے لشکر والوں نے سپہ سالار کی بزدلی پر اجماع کر لیا۔ اور سالار لشکر ان لشکریوں کو بزدل کہہ رہا تھا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کل میں علم اسلام ایسے بہادر کو دوں گا جو مرد ہوگا۔ اور بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہوگا۔ اور کسی حال میں بھی میدان جنگ سے نہ بھاگے گا۔ وہ خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہوگا۔ اور خدا و رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہوں گے اور وہ اس وقت تک میدان سے نہ پلٹے گا۔ جب تک خداوند عالم اس کے دونوں ہاتھوں پر فتح نہ دے دے گا۔

پیغمبر اسلام کے اس فرمانے سے اہل اسلام میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو گئی اور ہر ایک کے دل میں یہ امنگ آموجود ہوئی کہ کل علم اسلام کی صورت سے مجھ ہی کو ملنا چاہیے۔ طبری جلد ۳ کے صفحہ ۹۳ میں ہے کہ حضرت عمر کہتے ہیں کہ مجھے سرداری کا حوصلہ آج کے روز سے زیادہ کبھی نہ ہوا تھا۔ مورخ کا بیان ہے کہ تمام اصحاب نے انتہائی بے چینی میں رات گزاری اور علی الصباح اپنے کو آنحضرتؐ کے سامنے پیش کیا۔ اصحاب کو اگرچہ توقع نہ تھی۔ لیکن بتائے ہوئے صفات کا تقاضا تھا کہ علیؑ کو آواز دی جائے کہ ناگاہ زبان رسالت سے "این علی ابن ابی طالب" کی آواز بلند ہوئی لوگوں نے کہا حضور وہ تو آشوب چشم میں مبتلا ہیں آ نہیں سکتے۔ حکم ہوا کہ جا کر کہو رسول خداؐ بلاتے ہیں۔ پیغمبر نے آواز رسالت گوش امیر المومنین میں پہنچائی اور آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اصحاب کے کندھوں کا سہارا لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے علیؑ کا سر اپنے زانوں پر رکھا۔ اور بخار اتر گیا۔ لعاب دہن لگایا، آشوب چشم جاتا رہا۔ حکم ہوا، علی میدان جنگ میں جاؤ۔ اور قلعہ قموص کو فتح کرو۔ علیؑ نے روانہ ہوتے ہی پوچھا حضورؐ! کب تک لڑوں اور کب واپس آؤں۔ فرمایا۔ جب تک فتح نہ ہو۔

حکم رسولؐ پا کر علیؑ میدان میں پہنچے۔ پتھر پر علم نصب کیا۔ ایک یہودی نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا "علی ابن ابی طالب"۔ اس نے اپنوں سے کہا کہ توریت کی قسم یہ شخص ضرور فتح کرے گا۔ کیوں کہ اس قلعہ کے فاتح کے جو صفات توریت میں بیان کئے گئے ہیں وہ بالکل درست ہیں اس میں سب صفات پائے جاتے ہیں۔ الغرض حضرت علیؑ کے مقابلہ کے لیے لوگ نکلنے لگے، اور فنا کے گھاٹ اترنے لگے جب

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے پہلے حارث نے جنگ آزمائی کی، اور ایک دو واروں کی رد و بدل میں ہی واصل جہنم ہو گیا۔ حارث چونکہ مرحب کا بھائی تھا اس لئے مرحب نے جوش میں آکر رجز کہتے ہوئے آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے اس کے تین بھالے والے نیزے کے وار کو رد کر کے ذوالفقار کا ایسا وار کیا کہ اس سے آہنی خود، سر اور سینے تک دو ٹکڑے ہو گئے۔ مرحب کے مرنے سے اگرچہ ہمتیں ختم ہو گئی تھیں۔ لیکن جنگ جاری رہی اور عنتر، ربیع، یاسر جیسے پہلوان میدان میں آتے اور موت کے گھاٹ اترتے رہے۔ آخر میں بھگدڑ مچ گئی۔ مورخین کا بیان ہے کہ دوران جنگ میں ایک شخص نے آپ کے دست مبارک پر ایک ایسا حملہ کیا کہ سپر چھوٹ کر زمین پر گر گئی۔ اور ایک دوسرا یہودی اُسے لے بھاگا۔ حضرت کو جلال آگیا آپ آگے بڑھے۔ اور قلعہ خیبر کے آہنی در پر بایاں ہاتھ رکھ کر زور سے دبایا۔ آپ کی انگلیاں اُس کی چوکھٹ میں اس طرح در آئیں جیسے موم میں لوہا در آتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے جھٹکا دیا اور خیبر کے قلعہ کا دروازہ جسے چالیس آدمی حرکت نہ دے سکتے تھے، جس کا وزن بروایت معارج النبوۃ آٹھ سو من اور بروایت روضۃ الصفا تین ہزار من تھا اکھڑ کر آپ کے ہاتھ میں آگیا۔ اور آپ کے اس جھٹکے سے قلعہ میں زلزلہ آگیا۔ اور صفیہ بنت حیی ابن اخطب منہ کے بل زمین پر گر پڑی۔ چونکہ یہ عمل انسانی طاقت سے باہر تھا۔ اس لیے آپ نے فرمایا "میں نے در قلعہ خیبر کو قوت ربانی سے اکھاڑا ہے۔ اس کے بعد آپ لے اُسے سپر بنا کر جنگ کی اور اسی در کو پل بنا کر لشکر اسلام کو اُس پار اتار دیا۔ مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ میں ہے کہ جب مکمل فتح کے بعد آپ واپس تشریف لے گئے۔ تو پیغمبر اسلام آپ کے استقبال کے لیے نکلے اور علی کو سینے سے لگا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ اے علی خدا اور رسول جبرائیل و میکائیل بلکہ تمام فرشتے تم سے راضی و خوش ہیں۔ علامہ شیخ قندوزی کتاب ینابیع المودۃ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اے علیؑ! تمھیں خدا نے وہ فضیلت دی ہے کہ اگر میں اسے بیان کرتا تو لوگ تمھاری خاکِ قدم بطور تبرک اٹھا کر رکھتے۔ تاریخ میں ہے کہ فتح خیبر کے دن حضور کو دوہری خوشی ہوئی تھی ایک فتح خیبر کی اور دوسری حبش سے مراجعت جعفر طیار کی۔ کہا جاتا ہے کہ اسی موقع پر ایک عورت زینب بنت حارث نامی نے آنحضرت کو بھنے ہوئے گوشت میں زہر دیا تھا اور اسی جنگ سے واپسی میں بمقام صہبا رجعت شمس ہوئی تھی۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۸۶-۸۷)۔

حضرت علیؑ کے لیے رجعت شمس

مورخین کا بیان ہے کہ جب آنحضرت لشکر سمیت خیبر سے واپسی میں مقام وادی القریٰ کی طرف جاتے ہوئے مقام صہبا میں پہنچے اور وہاں قیام پذیر ہوئے تو ایک دن آپ پر وحی کے نزول کا سلسلہ ایسے وقت میں شروع ہوا کہ غروب آفتاب سے قبل ختم نہ ہوا حضرت رسول کریم نے حضرت علیؑ کی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آغوش میں سر رکھے ہوئے تھے۔ جب سلسلہ وحی منقطع ہوا تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ اے علیؑ تم نے نمازِ عصر بھی پڑھی یا نہیں عرض کی، مولا نماز کیسے پڑھتا، آپ کا سرِ مبارک زانو پر تھا اور وحی کا سلسلہ جاری تھا۔ یہ سُن کر حضرت رسُول کریمؐ نے دستِ دُعا بلند کیا اور کہا کہ "بارِ الٰہا علیؑ تیری اور تیرے رسُول کی اطاعت میں تھا۔ اس کے لیے سُورج کو پلٹا دے تاکہ یہ نمازِ عصر ادا کر لیں۔ چنانچہ سُورج پلٹ آیا اور علیؑ نے نمازِ عصر ادا کی۔ (حبیب السیر، روضۃ الصفا۔ روضۃ الاحباب شرح شفا قاضی عیاض تاریخ خمیس بعض روایات میں یہ ہے کہ رسُولِ خدا نے علیؑ سے فرمایا کہ سُورج کو حکم دو۔ وہ پلٹے گا، چنانچہ علیؑ نے حکم دیا۔ اور سُورج پلٹ آیا۔ علامہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں یہ حدیث رجعت شمس صحیح ہے۔ ثقہ راویوں سے مروی ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

آں کہ در آفاق گردد بوتراب　　　باز گرداند ز مغرب آفتاب

تبلیغی خطوط

حضرت کو ابھی صلح حدیبیہ کے ذریعہ سے سکون نصیب ہوا ہی تھا کہ آپ نے ۶ھ ہجری میں ایک مُہر بنوائی جس پر "محمدؐ رسُولُ اللہ" کندہ کرایا۔ اس کے بعد شاہانِ عالم کو خطوط لکھے۔ ان دنوں عرب کے اردگرد چار بڑی سلطنتیں قائم تھیں۔ (۱) حکومت ایران جس کا اثر وسط ایشیا سے عراق تک پھیلا ہوا تھا (۲) حکومتِ روم جس میں ایشیائے کوچک، فلسطین، شام اور یورپ کے بعض حصے شامل تھے۔ (۳) مصر (۴) حکومتِ حبش جو مصری حکومت کے جنوب سے لے کر بحیرۂ قلزم کے مغربی ساحل پر حجاز و یمن کے متوازی قائم تھی اور اس کا اثر صحرائے اعظم افریقہ کے تمام علاقوں پر تھا۔ حضرت نے بادشاہ حبش نجاشی۔ شاہِ روم قیصر ہرقل، گورنر مصر جریح ابن مینا قبطی عرف مقوقس۔ بادشاہِ ایران خسرو پرویز اور گورنر یمن باذان، والیٔ دمشق حارث وغیرہ کے نام خطوط روانہ فرمائے۔

آپ کے خطوط کا مختلف بادشاہوں پر مختلف اثر ہوا۔ نجاشی نے اسلام قبول کر لیا۔ شاہِ ایران نے آپ کا خط پڑھ کر غیظ و غضب کے تحت خط کے ٹکڑے اُڑا دے قاصد کو نکال دیا، اور گورنر یمن کو لکھا کہ مدینہ کے دیوانہ (آنحضرتؐ) کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دے۔ اس نے دو سپاہی مدینہ بھیجے تاکہ حضورؐ کو گرفتار کریں۔ حضرتؐ نے فرمایا، جاؤ تم کیا گرفتار کرو گے تمھیں خبر بھی ہے تمھارا بادشاہ انتقال کر گیا۔ سپاہی جو یمن پہنچے تو سُنا کہ شاہِ ایران داعیٔ اجل کو لبیک کہہ چکا ہے۔ آپ کی اس خبر دہی سے بہت سے کافر مسلمان ہو گئے۔ قیصرِ روم نے آپ کے خط کی تعظیم کی۔ گورنر مصر نے آپ کے قاصد کی بڑی مدارات کی اور بہت سے تحفوں سمیت اُسے واپس کر دیا۔ ان تحفوں میں ماریہ قبطیہ (زوجۂ آنحضرت)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com　http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور ان کی ہمشیرہ شیریں (زوجہ حسان بن ثابت) ایک دلدل نامی جانور برائے حضرت علی، یعفور نامی دراز گوش مابور نامی خواجہ سرا شامل تھے۔

حصول فدک

فدک نواح خیبر میں ایک قریہ ہے۔ فتح خیبر کے بعد آنحضرتؐ نے علیؑ کو فدک والوں کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ انھیں دعوتِ اسلام دے کر مسلمان کریں یہاں لوگوں نے اس بات پر صلح کرنی چاہی کہ نصف زمین آنحضرتؐ کو دے دیں اور نصف پر خود قابض رہیں حضرتؐ نے اسے منظور فرمایا۔ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۵ میں ہے کہ چونکہ یہ فدک بلا جنگ و جدال ملا تھا۔ اس لیے آنحضرتؐ کا خالصہ قرار پایا۔ درمنثور جلد ۴ ص۱۷۷ میں ہے کہ فدک کے قبضہ میں آتے ہی حکم خدا نازل ہوا "وآتِ ذاالقربیٰ حقہ" اپنے قرابت دار کو حق دے دو۔ شرح مواقف کے صفحہ ۳۵ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے "اعطاھا فدک نحلۃ" فاطمہؑ زہرا کو بطور عطیہ فدک دے دیا۔ روضۃ الصفا جلد ۲ ص۱۳۵، معارج النبوۃ رکن ۴ ص۲۲۱ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے تحریری تصدیق نامہ یعنی بذریعہ دستاویز جائداد فدک جناب سیدہؑ کے نام ہبہ کر دی۔ یہی کچھ صواعق محرقہ ص۲۱-۲۲، وفاء الوفا ج ۲ ص۹۳۔ فتاویٰ عزیزی ص۱۴۳، روضۃ الصفا ج ۲ ص۱۳۵ ج ۱ ص۹۵، معارج النبوت معین کاشفی رکن ۴ ص۲۲۱ معجم البلدان میں اس زمین کو بہت زرخیز بتایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ زمین بہت سے چشموں سے سیراب ہوتی تھی۔ اس میں کافی نخلستان بھی تھے۔ ابوداؤد کے کتاب خراج میں اس کی آمدنی چار ہزار دینار (اشرفی) سالانہ لکھی ہے۔

ایک واقعہ

اسی سال مقام صہبا سے واپسی میں غزوہ وادی القریٰ واقع ہوا یہودیوں سے لڑائی ہوئی اور بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ اسی سال مسلمانوں کے مشہور واضع حدیث ابوہریرہ مسلمان ہوئے۔ یہ اسلام کے قبل یہودی تھے تین سال عہدِ رسالتؐ میں زندگی بسر کی۔ آپ نے ۵۳۰۴ حدیثیں نقل کی ہیں۔ شرح مسلم نووی ص۳۷۷ صحیح مسلم ج ۲ ص۵۰۹، الفاروق جلد ۲ ص۱۰۵ میزان الکبریٰ جلد ۱ ص۴۱ میں ہے کہ عبداللہ بن عمر حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؑ انھیں جھوٹا جانتے تھے۔

سنہ ۸ ہجری کے اہم واقعات

جنگِ مُوتہ

جنگِ مُوتہ اس مشہور جنگ کو کہتے ہیں جس میں اسلام کے تین سپہ سالار پے درپے شہید ہوئے۔ جن میں نمایاں درجہ حضرت جعفر طیار کو حاصل تھا۔ موتہ یہ شام کے علاقہ بلقا کا ایک قریہ ہے۔ اس جنگ کا واقعہ یہ ہے کہ حضور صلعم نے اسلامی دعوت نامہ دیگر سلاطین اور رؤسا کی طرح شام کے حاکم عیسائی شرحبیل بن عمرو غسانی کے پاس بھی بھیجا۔ اس نے حضورؐ کے قاصد حارث ابن عمیر کو بمقام موتہ قتل کر دیا۔ چونکہ اس نے اسلامی توہین کے ساتھ ساتھ دنیا کے بین الاقوامی قانون کے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خلاف کیا تھا۔ لہٰذا آنحضرت صلعم نے تین ہزار کی فوج دے کر اپنے غلام زید کو روانہ کیا اور یہ پروگرام بنا دیا کہ جب یہ قتل ہو جائے تو جعفر طیار پھر ان کے بعد عبداللہ ابن رواحہ علمبرداری کریں۔ میدان میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ مقابلہ کے لیے ایک لاکھ کا لشکر آیا ہے۔ حکمِ رسولؐ تھا، زید نے جنگ کی اور شہید ہو گئے۔ حضرت جعفر نے علم سنبھالا اور انتہائی بہادری اور بے جگری کے ساتھ وہ لڑنے لگے۔ فوج میں ہلچل ڈال دی۔ لیکن سینے پر نوّے زخم کھا کر تاب نہ لا سکے اور زمین پر آ گرے۔ عبداللہ ابن رواحہ نے علم سنبھالا اور مشغول نبرد آزمائی ہوئے۔ بالآخر انھوں نے بھی شہادت پائی۔ پھر اور ایک بہادر نے علم سنبھالا۔ کامیابی کے بعد مدینہ واپسی ہوئی۔ مسلمانوں خصوصاً آنحضرتؐ کو اس جنگ میں تین سپہ سالاروں کے قتل ہونے کا سخت ملال ہوا۔ جعفر طیار کے لیے آپ نے فرمایا۔ "خدا نے انھیں جنت میں پرواز کے لیے زمرد کے پر عطا کیے ہیں۔ مورخین کا کہنا ہے کہ اسی لیے آپ کو جعفر طیار کہا جاتا ہے۔ تاریخ کامل میں ہے کہ آنحضرتؐ جب جعفر کے گھر گئے تو ان کی بیوی کو محوِ گریہ دیکھ کر اپنے گھر پہنچے تو فاطمہؑ کو روتے دیکھا۔ حضورؐ نے سب کو تسلی دی اور جعفر طیار کے گھر کھانا پکوا کر بھیجا۔ یہ جنگ جمادی الاول ۸ھ میں واقع ہوئی ہے۔

ذات السلاسل

اسی جمادی الاوّل ۸ھ میں یہ سریہ ذات السلاسل بھی واقع ہوئی ہے آنحضرتؐ نے تین سو سپاہیوں کے ہمراہ عمرو عاص کو قبیلہ قضاعہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ تو ابو عبیدہ بن جراح کو روانہ فرمایا۔ انھوں نے کامیابی حاصل کی۔

منبر نبوی کی ابتدا

اب سے پہلے آنحضرتؐ کے لیے مسجد میں کوئی منبر نہ تھا۔ آپ ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ آپ کے لیے عائشہ انصاریہ نے تین درجے کا منبر اپنے رومی غلام "باقوم" نامی سے جو نجاری کا کام جانتا تھا بنوا دیا۔

فتح مکہ

صلح حدیبیہ کی رو سے دس سال تک باہمی جنگ وجدال ممنوع ہونے کے باوجود قریش کے حلیف قبیلہ بنو بکر نے آنحضرتؐ کے حلیف بنو خزاعہ پر چڑھائی کر دی اور قریش کی مدد سے انھیں تباہ و برباد کر ڈالا۔ بالآخر حالات سے مجبور ہو کر بنی خزاعہ نے آنحضرتؐ سے مدد مانگی۔ آنحضرتؐ نے دس ہزار پر مشتمل لشکر تیار کر کے مکّہ کا ارادہ کیا۔ ابوسفیان نے جب یہ تیاری دیکھی تو یہ درخواست پیش کرنے کے لیے کہ صلح نامہ حدیبیہ کی تجدید کر دی جائے۔ مدینہ آیا اور اپنی بیٹی ام حبیب زوجہ رسولؐ کے گھر گیا۔ انھوں نے یہ کہہ کر اسے بستر رسولؐ سے ہٹا دیا کہ تو کافر و مشرک ہے۔ (ابوالفدار) پھر آنحضرتؐ کے پاس گیا۔ آپ نے خاموشی اختیار کی۔ پھر حضرت علیؑ سے ملا۔ انھوں نے بھی منہ نہ لگایا۔ پھر حضرت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فاطمہؑ کے پاس پہنچا اور امام حسن علیہ السّلام کے واسطے سے امان مانگی، انھوں نے بھی کوئی سہارا نہ دیا اِس کے بعد مسجد میں تجدیدِ صلح کا اِعلان کر کے واپس چلا گیا۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم نے پوری توجّہ کے ساتھ جنگ کی خفیہ تیاریاں کریں۔ مگر یہ نہ ظاہر ہونے دیا کہ کس طرف جانے کا اِرادہ ہے۔ اسی خفیہ تیاری کی اسکیم کے ماتحت آپؐ نے مکّہ کی آمد و رفت مطلقاً بند کر دی تھی۔ آپ کا خیال یہ تھا کہ اگر مکّہ والوں کو قبل از وقت اطلاع مل جائے گی تو کامیابی مشکل ہو جائے گی۔ مگر ایک چغلخور صحابی حاطب ابن بلتعہ نے جس کے بچے مکّہ میں تھے۔ ایک عورت کے ذریعہ سے حملہ کا مکمل حال لکھ بھیجا۔ وہ تو کہئے کہ حضرت کو اِطلاع مل گئی۔ آپؐ نے علیؑ کو تعاقب میں بھیج کر خط واپس کرا لیا۔

الغرض ۱۰ رمضان سنہ ۸ھ کو آپ غیر معروف راستوں سے اچانک مکّہ پہنچے اور مکّہ سے چار فرسخ کے فاصلہ پر "مر الظہران" پر پڑاؤ ڈالا۔ لشکر کی کثرت کا چرچہ ہو گیا۔ ابوسفیان حضرت عباسؓ کے مشورے سے مسلمان ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے اُس کے لیے یہ رعایت کر دی کہ جو اس کے گھر میں فتح مکّہ کے موقع پر پناہ لے اُسے چھوڑ دیا جائے۔ ابوسفیان مکّہ واپس گیا اور اس نے آنحضرتؐ کی طرف سے اعلان کر دیا کہ جو مکّہ میں میرے مکان میں پناہ لے گا محفوظ رہے گا۔ جو ہتھیار لگائے بغیر سامنے آئے گا۔ اُس پر ہاتھ نہ اُٹھایا جائے گا۔ اس کے بعد جنگ شروع ہوئی اور تھوڑی سی مزاحمت کے بعد مکّہ پر قبضہ ہو گیا۔ سپہ سالار لشکر حضرت علیؑ تھے۔ آنحضرتؐ ناقہ قصویٰ پر سوار مکّہ میں داخل ہوئے۔ اور زبیر کے لگائے ہوئے اِسلامی جھنڈے کے قریب جا کر اُترے۔ خیمے نصب ہوئے۔ آپؐ نے قریش سے فرمایا بتاؤ تمھارے ساتھ کیا سلوک کروں۔ سب نے متفق اللفظ کہا۔ آپؐ کریم ابن کریم ہیں۔ ہمیں معاف فرمائیں۔ آپؐ نے معافی دی۔ اور آپ سات مرتبہ طواف کے بعد داخلِ حرم کعبہ ہوئے۔ اور اُن تمام بتوں کو اپنے ہاتھ سے توڑا جو نیچے تھے۔ اور اونچے بتوں کو توڑنے کے لیے حضرت علیؑ کو اپنے کندھے پر چڑھایا، علیؑ نے تمام بتوں کو توڑ کر زمین پر پھینک دیا۔ گویا پتھر کے خداؤں کو مٹی میں ملا دیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ جس جگہ مہرِ نبوت تھی، اور جہاں معراج کی شب کتفِ رسولؐ پر ہاتھ رکھا ہوا محسوس ہوا تھا اُسی جگہ علیؑ نے پاؤں رکھ کر بت شکنی کی۔ اُن کا یہ بھی بیان ہے کہ حضرت علیؑ کو رسولؐ نے اپنی پشت پر سوار کیا اور جبرئیلؑ نے بت شکنی کے بعد اپنے ہاتھوں سے اُتارا۔ (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۹۲)

زندگانی محمدؐ صفحہ ۔ عجائب القصص صفحہ ۲۲۸ میں ہے کہ کعبہ میں ۳۶۰ بُت تھے۔

دعوت بنی خزیمہ

مکّہ معظمہ فتح ہو جانے کے بعد آنحضرتؐ نے چند افراد کو تبلیغ اسلام کے لیے بعض اطراف میں بھیجا۔ جن میں خالد بن ولید بھی تھے۔ یہ لوگ جب بنی خزیمہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلایا۔ لیکن ابن ولید نے کوئی پرواہ نہ کی اور ان پر غیر اخلاقی ظلم کیا۔ آنحضرتؐ نے جب اس تعدی کی خبر سنی تو آپ نے اپنے بری الذمہ ہونے کا اِعلان

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کیا۔ اور حضرت علیؑ کو بھیج کر بنی جذیمہ کا تاوان ادا کیا۔ اور خون بہا دیا۔ (طبری جلد ۳ صفحہ ۱۲۴)

جنگِ حنین

حنین مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر طائف کی طرف ایک وادی کا نام ہے۔ فتح مکہ کی خبر سے بنی ہوازن، بنی ثقیف، بنی جشم اور بنی سعد نے باہمی اجماع میں فیصلہ کیا کہ سب مل کر مسلمانوں سے لڑیں۔ انھوں نے اپنا سردارِ لشکر مالک ابن عوف نضری اور علمبردار "ابوجرول" کو قرار دیا۔ اور وہ اپنے ہمراہ "درید ابن صمہ" نامی ۱۲۰ برس کا تجربہ کار سپاہی برائے مشورہ لے کر پانچ ہزار آدمیوں پر مشتمل لشکر سمیت حنین اور طائف کے درمیان مقام "اوطاس" پر جمع ہو گئے۔ جب آنحضرتؐ کو اس اجتماع کی اطلاع ملی تو آپ ۱۲ یا ۱۶ ہزار کا لشکر لے کر جس میں مکہ کے دو ہزار نو مسلم بھی شامل تھے۔ ۶ شوال سنہ ۸ھ کو دُلدل پر سوار مکہ سے نکل پڑے۔ حضرت علیؑ حسبِ معمول علمبردار لشکر تھے۔ میدان میں پہنچ کر حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ ہم اتنے کثیر ہیں کہ آج شکست نہیں کھا سکتے۔ میدانِ جنگ میں اس قسم کے منصوبے باندھے جا رہے تھے۔ کہ وہ دشمن جو پہاڑوں میں چھپے ہوئے تھے۔ نکل آئے اور تیروں نیزوں اور پتھروں سے ایسے حملے کیے کہ بزدلوں کے جان کے لالے پڑ گئے۔ سب سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ کسی کو رسولِ خدا کی خبر نہ تھی۔ وہ پکارتے تھے۔ اے بیعتِ رضوان والو! کہاں جا رہے ہو لیکن کوئی نہ سنتا تھا۔ غرض لشکر ایسی بھگدڑ مچی کہ اصولی جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی حضرت علیؑ، حضرت عباسؓ، ابن حارث اور ابن مسعود کے علاوہ سب بھاگ گئے۔ (سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۴۹) اس موقع پر ابوسفیان کہہ رہا تھا۔ کہ ابھی کیا ہے مسلمان سمندر پار بھاگیں گے۔ حبیب السیر اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ سب سے پہلے خالد ابن ولید بھاگے۔ ان کے پیچھے قریش کے نو مسلم پھر ایک ایک کر کے مہاجر و انصار نے راہِ فرار اختیار کی۔ اسی دوران میں دشمنوں نے آنحضرتؐ پر حملہ کر دیا جسے جاں نثاروں نے رد کر دیا۔ حالات کی نزاکت کو دیکھ کر رسول اللہ خود لڑنے کے لیے آگے بڑھے۔ مگر حضرت عباسؓ نے گھوڑے کی لگام تھام لی۔ اور مسلمانوں کو پکارا۔ آپ کی آواز پر سو مسلمان واپس آگئے اور دشمن بھی سب کے سب مقابل ہو گئے گھمسان کی جنگ شروع ہوئی۔ ابوجرول علمبردار لشکر نے مقابل طلب کیا حضرت علیؑ علمبردار لشکرِ اسلام مقابلہ میں تشریف لائے اور ایک ہی وار میں اُسے فنا کے گھاٹ اتار دیا مسلمانوں کے حوصلے بڑھے اور کامیاب ہو گئے۔ سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۶۱ میں ہے کہ اس جنگ میں چار مسلمان اور ۷۰ کافر قتل ہوئے۔ جن میں سے ۴۰ حضرت علیؑ کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اس جنگ میں غیبی امداد ملی تھی جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

اس کے بعد مقام اوطاس میں جنگ ہوئی اور وہاں بھی مسلمان کامیاب ہوئے۔ ان دونوں جنگوں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں کافی مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ اوطاس میں اسماء بنت حلیمہ سعدیہ بھی ہاتھ آئیں۔

حلیمہ سعدیہ کی سفارش

جنگِ حنین کی بچی ہوئی فوج طائف میں پناہ گزیں ہوگئی۔ آپ نے شوال ۸ھ میں اس کے محاصرہ کا حکم دیا اور ۲۰ یوم تک محاصرہ جاری رہا۔ اس کے بعد آپ نے محاصرہ اٹھا لیا اور مقام جوازیر پر چلے گئے۔ وہاں ۵ ذیقعدہ کو بنی ہوازن کی طرف سے درخواست آئی کہ ہم آپ کی اطاعت قبول کرتے ہیں۔ آپ ہماری عورتیں اور مال واپس کر دیجئے۔ بنی ہوازن کی سفارش میں جناب حلیمہ سعدیہ بھی آئیں۔ آنحضرتؐ نے اُن کی سفارش منظور فرمائی۔

۹ھ ہجری کے اہم واقعات

فلس کی تباہی

قبیلہ بنی طے جس میں مشہور سخی حاتم طائی پیدا ہوا تھا "فلس" نامی بت کو پوجتا تھا فتح مکہ کے کچھ دنوں بعد آنحضرتؐ نے ڈیڑھ سو سواروں سمیت ربیع الاول ۹ھ میں اس کی طرف حضرت علیؑ کو بھیجا۔ عدی ابنِ حاتم جو سردار قبیلہ تھا، مفرور ہوگیا۔ بہت سا مالِ غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے۔ حضرت علیؑ نے انسان اور مال لشکر میں تقسیم فرما دیا اور عدی کی بہن یعنی حاتم طائی کی بیٹی "سفانہ کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچایا اُس نے شرافت خاندان کا حوالہ دے کر رحم کی درخواست کی۔ آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ اور زادِ سفر دے کر اس کو اس کے بھائی عدی کے پاس بھجوا دیا۔ آپ کے اس حسنِ اخلاق سے عدی بہت متاثر ہوا اور ۱۰ھ میں آکر مسلمان ہوگیا۔

غزوۂ تبوک

"تبوک" مدینہ اور دمشق کے درمیان ۱۲-۱۴ منزل پر تھا۔ حضرتؐ کو اطلاع ملی کہ نصارائے شام نے ہرقل بادشاہ روم سے چالیس ہزار فوج منگا کر مدینہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ نے تحفظ ماتقدم کے پیشِ نظر پیش قدمی کی۔ مدینہ کا انتظام حضرت علیؑ کے سپرد فرمایا، اور تیس ہزار فوج لے کر شام کی طرف روانہ ہوگئے۔ روانگی کے وقت حضرت علیؑ نے عرض کی۔ مولا! مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ فرمایا، کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں تمھیں اسی طرح اپنا جانشین بنا کر جاؤں جس طرح جناب موسیٰ اپنے بھائی ہارون کو بنا کر جایا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی) اے علی خدا کا حکم ہے کہ مدینہ میں میں رہوں یا تم رہو۔ (فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۲۸۸)۔

غرضکہ آپ روانہ ہو کر منزل تبوک تک پہنچے۔ آپ نے وہاں دشمنوں کا ۲۰ یوم انتظار کیا لیکن کوئی بھی مقابلہ کے لیے نہ آیا۔ دورانِ قیام میں اطراف و جوانب میں دعوتِ اسلام کا سلسلہ جاری رہا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بالآخر واپس تشریف لائے ۔ یہ واقعہ رجب سنہ ہجری کا ہے ۔

واقعۂ عقبہ تبوک سے واپسی میں ایک گھاٹی پڑتی تھی جس کا نام عقبہ ذی فتق تھا ۔ یہ گھاٹی سواری کے لیے انتہائی خطرناک تھی ۔ اندیشہ یہ تھا کہ کہیں ناقہ کا پاؤں پھسل نہ جائے کہ حضرت کو گزند پہنچے ۔ اسی بنا پر منادی کرادی گئی ۔ کہ جب تک حضرت کا ناقہ گزر نہ جائے کوئی بھی گھاٹی کے قریب نہ آئے ۔ غرضکہ روانگی ہوئی ۔ حضرت سوار ہوئے ۔ حذیفہ نے مہار پکڑ لی ۔ عمار ہنکاتے ہوئے روانہ ہوئے ۔ یہ حضرات سمجھ رہے تھے کہ نہایت پُر امن جا رہے ہیں ۔ ناگاہ بجلی چمکی اور اُن کی نظر چند ایسے سواروں پر پڑی جو چہروں کو کپڑے سے چھپائے ہوئے تھے ۔ حضرت نے فرمایا اے حذیفہ تم نے پہچانا ۔ یہ منافق میری جان لینا چاہتے تھے ۔ پھر آپ نے سب کے نام بتا دیے ۔ اور کہا کسی سے کہنا نہیں ورنہ فساد ہوگا ۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ وہ اکابر صحابہ تھے ۔

تبلیغ سُورۂ برات سنہ ۹ ہجری میں آنحضرتؐ نے تین سو آدمیوں کے ہمراہ حضرت ابوبکر کو حج اور تبلیغ سُورۂ برات کے لیے بھیجا ۔ ابھی آپ زیادہ دور نہ جانے پائے تھے کہ واپس بُلا لیے گئے اور یہ سعادت حضرت علیؑ کے سپرد کردی گئی ۔ حضرت ابوبکر کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ مجھے خدا کا یہی حکم ہے کہ میں جاؤں یا میری آل میں سے کوئی جائے ۔ شاہ ولی اللہ کہتے ہیں کہ شیخین دونوں کے دونوں مامور تھے ۔ مگر معزول کیے گئے ۔ قرۃ العین صـ۲۳۴ ۔ صحیح بخاری پ صـ۲۳۸ کنز العمال جلد ۱ صـ۱۲۹ درمنثور جلد ۳ صـ۲۱۰ تاریخ خمیس جلد ۲ صـ۱۵۶ خصائص نسائی صـ۱۹ روض الانف جلد ۲ صـ۳۲۸ ۔ طبری جلد ۳ صـ۱۵۴ ریاض النضرہ صـ۱۴۷ ۔

جنگ وادی الرمل وادی الرمل مدینہ سے ۵ منزل کے فاصلہ پر واقع ہے ۔ وہاں عربوں کی ایک بڑی جمعیت نے مدینہ پر شبخون مارنے اور اچانک شہر پر قبضہ کر کے اسلامی قوت کو پاش پاش کر دینے کا منصوبہ تیار کیا ۔ حضرت کو جونہی اطلاع ملی آپ نے اُن کی طرف ایک لشکر بھیج دیا اور علمبرداری حضرت ابوبکر کے سپرد کی ۔ انھیں ہزیمت ہوئی ۔ پھر حضرت عمر کو علمدار بنایا ۔ وہ بھی خیر سے گھر کو آگئے ۔ پھر عمر بن عاص کو روانہ کیا وہ بھی شکست کھا گئے ۔ جب کامیابی کسی طرح نہ ہوئی تو آنحضرتؐ نے حضرت علی کو علم دے کر روانہ کیا ۔ خدا نے حضرت علی کو شاندار کامیابی عطا کی ۔ جب علیؑ واپس ہوئے تو آنحضرتؐ نے خود حضرت علیؑ کا استقبال کیا ۔ (حبیب السیر معارج النبوۃ) ۔

وفود سنہ ہجری میں وفود آنا شروع ہوئے اور آنحضرتؐ کی وفات سے پہلے تقریباً عرب کا بڑا حصّہ مُسلمان ہوگیا ۔ اسی سن میں حکم نجاست مشرکین بھی نازل ہُوا ۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

وصولی صدقات

اسی سنہ ۹ ہجری میں بنی طے سے عدی بن حاتم طائی، بنی حنظلہ سے مالک ابن نویرہ، بنی نجران سے حضرت علیؑ جزیہ وصدقات وصول کرنے گئے اور مال بھجوایا۔ (ابن خلدون)۔

سنہ ۱۰ ہجری کے اہم واقعات

یمن میں تبلیغی سرگرمیاں

سنہ ہجری میں آنحضرتؐ نے خالد بن ولید کو تبلیغ دین کے خیال سے یمن بھیجا۔ یہ وہاں جاکر چھ ماہ تک اِدھر اُدھر پھرتے رہے اور کوئی کام نہ کرسکے یعنی ان کی تبلیغ سے کوئی بھی مسلمان نہ ہوسکا۔ تو حضرت علی علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ آپ نے زورِ علم اور سلیقہ تبلیغی کی وجہ سے سارے قبیلہ ہمدان کو مسلمان کرلیا۔ اس کے بعد اہلِ یمن مسلسل داخلِ اسلام ہونے لگے۔ جب آنحضرتؐ کو یہ شاندار کامیابی معلوم ہوئی تو آپؐ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور قبیلہ ہمدان کے لیے دعا کی۔ اور فرمایا خدا قبیلہ ہمدان پر سلامتی نازل کرے۔ (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۵۹)۔

یمن میں حضرت علیؑ کی شاندار کامیابی پر مخالفوں کی حاسدانہ روش

مورخین کا بیان ہے کہ یمن میں خالد بن ولید مطلقاً کامیاب نہیں ہوئے۔ پھر جب حضرت علیؑ کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی تو بعض لوگوں نے حضرت علیؑ پر مالِ غنیمت کے سلسلہ میں اعتراض کیا۔"

کتاب خلافت و امامت کے صفحہ ۹ طبع لاہور میں ہے کہ "جب جناب امیر تبلیغ اہلِ یمن کے لیے مامور کیے گئے تھے اور آپ کے خلاف چند لوگوں کی شکایت سُن کر حضرتؐ نے فرمایا تھا کہ مجھ سے علیؑ کی بُرائی نہ کرو۔ فانه منی وانا منه وھو ولیکم بعدی۔" علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور وہ میرے بعد تمہارا حاکم ہے۔ بعض احادیث میں الفاظ "وھو ولیکم بعدی" نہیں پائے جاتے اور بعض میں وھو مولیٰ کل مومن و مومنة پائے جاتے ہیں۔ شکایت یہ تھی کہ جناب امیر نے خمس میں سے ایک لونڈی منتخب کرلی تھی۔ امام بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شکایت سُن کر رسول اللہؐ نے یہ بھی فرمایا تھا۔ فان له فی الخمس اکثر من ذالک "علیؑ کا حصہ خمس میں اس سے بھی زیادہ ہے۔" یہ حدیث بھی اہلِ تسنن کی تمام معتبر کتابوں میں پائی جاتی ہے اور اس سے جو منزلت جناب امیرؑ کی ظاہر ہوتی ہے وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہے۔"

یمن کا نظامِ حکومت

اسی سنہ ہجری میں باذان حاکم یمن نے انتقال کیا۔ اس کی وفات کے بعد یمن کو مختلف حصوں میں مختلف حاکموں کے سپرد کردیا گیا (۱) صنعا کا گورنر باذان کے بیٹے کو (۲) ہمدان کا عامل عامر ابن شہر ہمدانی کو (۳) مآرب کا حاکم ابوموسیٰ اشعری کو (۴) جند کا افسر یعلی ابن امیہ کو (۵) عک و اشعر میں طاہر ابن ابی ہالہ کو (۶) نجران میں عمرو ابن حزم کو (۷) نجران، زمع۔ زبید کے درمیان سعید ابن عاص کو (۸) سکاسک و سکون میں عکاشہ ابن ثور کو مقرر کردیا گیا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اصحابؓ کا تاریخی اجتماع اور تبلیغِ رسالت کی آخری منزل

حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ خلاقِ عالم نے انتخابِ خلافت کو اپنے لیے مخصوص رکھا ہے اور اس میں لوگوں کا دسترس نہیں ہونے دیا۔ فرماتا ہے۔ ربک یخلق مایشاء و یختار ما کان لھم الخیرۃ سُبحان اللّٰہ تعالیٰ عما یشرکون۔ تمہارا رب ہی پیدا کرتا اور جس کو چاہتا ہے (نبوت و خلافت) کے لیے منتخب کرتا ہے۔ یاد رہے کہ انسان کو نہ انتخاب کا کوئی حق ہے اور نہ وہ اس میں خدا کے شریک ہو سکتے ہیں (پ۲۰ سورۂ قصص رکوع ۱۰)۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے تمام خلفاء آدم سے خاتم تک خود مقرر کیے ہیں اور ان کا اعلان اپنے نبیوں کے ذریعہ سے کرایا ہے۔ (روضۃ الصفا، تاریخ کامل۔ تاریخ ابن الوردی۔ عرائس ثعلبی وغیرہ) اور اس میں تمام انبیاء کے کردار کی موافقت کا اتنا لحاظ رکھا ہے۔ کہ تاریخ اعلان تک میں فرق نہیں آنے دیا۔ علامہ بہائی و علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ تمام انبیاء نے خلافت کا اعلان ۱۸ ذی الحجہ کو کیا ہے (جامع عباسی و اختیارات مجلسی) مورخین کا اتفاق ہے کہ آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ۱۸ ذی الحجہ کو بمقام غدیر خم حکم خدا سے حضرت علیؑ کے جانشین ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

حجۃ الوداع

حضرت رسولِ کریم صلعم ۲۵ ذی قعدہ ۱۰ھ ہجری کو حج آخر کے ارادے سے روانہ ہو کر ۴ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے۔ آپ کے ہمراہ آپ کی تمام بیبیاں اور حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا تھیں۔ روانگی کے وقت ہزاروں صحابہ ساتھ روانہ ہوئے اور بہت سے مکہ ہی میں جا ملے۔ اس طرح آپ کے اصحاب کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہو گئی۔ حضرت علیؑ یمن سے مکہ پہنچے۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ تم قربانی اور مناسکِ حج میں میرے شریک ہو۔ اس حج کے موقع پر لوگوں نے اپنی آنکھوں سے آنحضرت صلعم کو مناسکِ حج ادا کرتے ہوئے دیکھا اور معرکۃ الآرا خطبے سُنے۔ جن میں بعض باتیں یہ تھیں۔ (۱) جاہلیت کے زمانہ کے دستور کچل ڈالنے کے قابل ہیں (۲) عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں (۳) مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں (۴) غلاموں کا خیال ضروری ہے۔ (۵) جاہلیت کے تمام خون معاف کر دیے گئے۔ (۶) جاہلیت کے تمام واجب الادا سُود باطل کر دیے گئے۔

غرضکہ حج سے فراغت کے بعد آپ مدینہ کے ارادہ سے ۱۴ ذی الحجہ کو روانہ ہوئے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب آپ کے ہمراہ تھے۔ جحفہ کے قریب مقامِ غدیر پر پہنچتے ہی آیۂ بلغ کا نزول ہوا۔ آپ نے پالانِ اشتر کا منبر بنایا اور بلالؓ کو حکم دیا کہ "حی علیٰ خیر العمل" کہہ کر آواز دیں۔ مجمع

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سمٹ کر نقطۂ اعتدال پر آگیا۔ آپؐ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ فرمایا۔ جس میں حمد و ثنا کے بعد اپنی فضیلت کا اقرار لیا اور فرمایا کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک قرآن دوسرے اہلبیت۔ اس کے بعد علیؑ کو اپنے نزدیک بُلا کر دونوں ہاتھوں سے اٹھایا۔ اور اتنا بلند کیا کہ سفیدی زیرِ بغل ظاہر ہوگئی۔ پھر فرمایا "من کُنت مولاہ فہذا علی مولاہ"۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ بھی مولا ہے۔ خدایا علیؑ جدھر مُڑیں حق کو اسی طرف موڑ دینا۔ پھر علیؑ کے سر پر سیاہ عمامہ باندھا۔ لوگوں نے مبارکباد دینی شروع کیں۔ سب آپ کی جانشینی سے مسرور ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے بھی نمایاں الفاظ میں مبارکباد دی۔ جبرئیلؑ نے بھی بزبان قرآن اکمال دین اور اتمام نعمت کا مژدہ سنایا۔ سیرۃ حلبیہ میں ہے کہ یہ جانشینی ۱۸ ذی الحجہ کو واقع ہوئی ہے۔ نور الابصار صفحہ ۷۰ میں ہے کہ ایک شخص حارث بن نعمان فہری نے حضرتؐ کے عمل غدیر خم پر اعتراض کیا تو اسی وقت آسمان سے اس پر ایک پتھر گرا اور وہ مرگیا۔ واضح ہو کہ اس واقعہ غدیر خم کو امام المحدثین حافظ ابن عقدہؒ نے ایک سو صحابہ سے اس حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔ امام جزری و شافعی نے اسی صحابیوں سے امام احمد بن حنبل نے تیس صحابیوں سے اور طبری نے پچھتر صحابیوں سے روایت کی ہے علاوہ اس کے تمام اکابر اسلام مثلاً ذہبی صنعانی اور علی القاری وغیرہ اسے مشہور اور متواتر مانتے ہیں منہج الاصول صدیق حسن ص۱۳ تفسیر ثعلبی فتح البیان صدیق حسن جلد ۱ ص۴۷۔

واقعہ مباہلہ

نجران یمن میں ایک مقام ہے وہاں عیسائی رہتے تھے۔ اور وہاں ایک بڑا کلیسا تھا۔ آنحضرت صلعم نے انھیں بھی دعوت اسلام بھیجی، انھوں نے تحقیق حالات کے لیے ایک وفد زیر قیادت عبدالمسیح عاقب مدینہ بھیجا۔ وہ وفد مسجد نبوی کے صحن میں آکر ٹھہرا۔ حضرتؐ سے مباحثہ ہوا مگر وہ قائل نہ ہوئے۔ حکم خدا نازل ہوا۔ فقل تعالوا ندع ابناءنا الخ اے پیغمبر ان سے کہہ دو کہ دونوں اپنے بیٹوں اپنی عورتوں اور اپنے نفسوں کو لاکر مباہلہ کریں۔ چنانچہ فیصلہ ہوگیا اور ۲۴ ذی الحجہ سنہ ہجری کو پنجتن پاک جھوٹوں پر لعنت کرنے کے لیے نکلے۔ نصاریٰ کے سردار نے جونہی ان کی شکلیں دیکھیں کانپنے لگا اور مباہلہ سے باز آیا۔ خراج دینا منظور کیا۔ جزیہ دے کر رعایا بننا قبول کیا۔ (معارج العرفان ص۱۳۵، تفسیر بیضاوی ص۷۴)۔

سرورِ کائناتؐ کے آخری لمحاتِ زندگی

حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد آپؐ کی وہ علالت جو بروایت مشکوٰۃ خیبر میں دیئے ہوئے زہر کے کروٹ لینے سے اُبھر آئی تھی مستمر ہوگئی۔ آپؐ اکثر علیل رہنے لگے۔ بیماری کی خبر کے عام ہوتے ہی جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہونے لگے۔ جن میں مسیلمہ کذاب۔ اسود عنسی۔ طلیحہ۔ سجاح زیادہ نمایاں تھے۔ لیکن خدا نے انھیں ذلیل کیا۔ اسی دوران میں آپ کو اطلاع ملی کہ حکومتِ روم مسلمانوں کو تباہ کرنے کا منصوبہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تیار کر رہی ہے۔ آپ نے اس خطرہ کے پیشِ نظر کہیں وہ حملہ نہ کر دیں اسامہ ابنِ زید کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ اور حکم دیا کہ علی کے علاوہ اعیانِ مہاجر و انصار میں سے کوئی بھی مدینہ میں نہ رہے۔ اور اس روانگی پر اتنا زور دیا کہ یہ تک فرما دیا "لعن اللہ من تخلف عنہا" جو اس جنگ میں نہ جائے گا اُس پر خدا کی لعنت ہوگی۔ اِس کے بعد آنحضرتؐ نے اسامہ کو اپنے ہاتھوں سے تیار کر کے روانہ کیا۔ انھوں نے تین میل کے فاصلہ پر مقام جرف میں کیمپ لگایا اور اعیانِ صحابہ کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن وہ لوگ نہ آئے تھے۔ مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۴۹۶ و تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ و طبری جلد ۲ صفحہ ۴۳۱ میں ہے کہ نہ جانے والوں میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر بھی تھے۔ مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۴۹۴ میں ہے کہ آخر صفر میں جب کہ آپ کو شدید دردِ سر تھا۔ آپ رات کے وقت اہلِ بقیع کے لیے دُعا کی خاطر تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ نے سمجھا کہ میری باری میں کسی اور بیوی کے ہاں چلے گئے ہیں۔ اِس پر وہ تلاش کے لیے نکلیں تو آپ کو بقیع میں محوِ دُعا پایا۔

اسی سلسلہ میں آپ نے فرمایا کیا اچھا ہوتا اے عائشہ کہ تم مجھ سے پہلے مر جاتیں اور میں تمھاری اچھی طرح تجہیز و تکفین کرتا۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ آپ چاہتے ہیں میں مر جاؤں تو آپ دُوسری شادی کریں۔ اسی کتاب کے صفحہ ۴۹۵ میں ہے کہ آنحضرتؐ کی تیمارداری آپ کے اہلِ بیت کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ اہلِ بیت کو تیمارداری میں پیچھے رکھنے کی کوشش کی جاتی تھی۔

واقعہ قرطاس

حجۃ الوداع سے واپسی پر مقام غدیرِ خم اپنی جانشینی کا اِعلان کر چکے تھے۔ اب آخری وقت میں آپ نے یہ ضروری سمجھتے ہوئے کہ اُسے دستاویزی شکل دیدوں اصحاب سے کہا کہ مجھے قلم دوات اور کاغذ دے دو تاکہ میں تمھارے لیے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جو تمھیں گمراہی سے ہمیشہ ہمیشہ بچانے کے لیے کافی ہو۔ یہ سن کر اصحاب میں باہمی چہ میگوئیاں

لہ حجۃ الاسلام امام ابو الحامد محمد الغزالی اپنی کتاب "سر العالمین" طبع بمبئی کے صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں کہ "غدیرِ خم میں حضرت رسولِ کریم کے "من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ" فرمانے کے بعد اور عمر کے مبارکباد دینے کے بعد جب لوگوں پر خلافت کی ہوا و ہوس غالب آگئی تو انھوں نے غدیرِ خم کی تمام باتیں بھلا دیں۔ پھر جب رسولِ خدا کے انتقال کا وقت آیا اور انھوں نے وفات سے قبل فرمایا "ایتونی بدوات و بیاض لازیل عنکم اشکال الامر واذکر لکم من المستحق لہا بعدی قال عمر دعوا الرجل فانہ لیہجر" مجھے قلم دوات کاغذ دے دو۔ تاکہ میں دستاویزی طور پر خلافت کے اشکال کو دور کر دوں اور تمھیں تحریراً بتا دوں کہ میرے بعد خلافت کا حق دار کون ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر نے کہا کہ "اس مرد کو چھوڑ دو یہ ہذیان بک رہا ہے۔" یہی کچھ مختلف الفاظ میں صحیح بخاری مطبع کراچی جلد ۱ صفحہ ۱۳۴-۱۳۵ و جلد ۲ پ صفحہ ۹۹۹ و جلد ۳ پ ۳۰ صفحہ ۸۴۲-۸۴۳ و صحیح مسلم جلد ۵ صفحہ ۹۶ و فتح الباری شرح بخاری عسقلانی ج ۱ صفحہ ۲۰۹ برحاشیہ و جزء صفحہ ۱۱۱ و نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض طبع مصر جز ۴ صفحہ ۲۷۸ و شرح شفا ملا

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۸۶ ملاحظہ فرمائیں)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہونے لگیں۔ لوگوں کے رجحانات قلم و دوات دے دینے کی طرف دیکھ کر حضرت عمر نے کہا "ان الرجل لیہجر حسبنا کتاب اللّٰہ یہ مرد ہذیان بک رہا ہے۔ ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے (صحیح بخاری پ ۲ ص ۴۲۲) علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ روایت میں ہجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں . . . حضرت عمر نے آنحضرت کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا تھا۔ (الفاروق ص ۱۹) لغت میں ہذیان کے معنی "بیہودہ گفتگو" یعنی بکواس کے ہیں۔ (صراح جلد ۲ ص ۱۲۳) شمس العلما۔ مولوی نذیر احمد دہلوی لکھتے ہیں۔ "جن کے دل میں تمنائے خلافت چٹکیاں لے رہی تھی۔ انھوں نے تو دھینگا مشتی سے منصوبہ ہی چٹکیوں میں اڑا دیا۔ اور مزاحمت کی یہ تاویل کی کہ ہماری ہدایت کے لیے قرآن بس کرتا ہے اور چونکہ اس وقت پیغمبر صاحب کے حواس برجا نہیں ہیں۔ کاغذ قلم دوات کا لانا کچھ ضروری نہیں۔ خدا جانے کیا کیا لکھوا دیں گے۔ (امہات الامۃ صفحہ ۹۲) اس واقعہ سے آنحضرتؐ کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے جھنجلا کر فرمایا۔ قوموا عنی میرے پاس سے اٹھ کر چلے جاؤ۔ نبی کے روبرو شور و غل انسانی ادب نہیں ہے۔ علامہ طریحی لکھتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں پانچ افراد نے حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ ابوعبیدہ۔ عبدالرحمٰن۔ سالم غلام حذیفہ نے متفقہ عہد و پیمان کیا تھا کہ "لا نردھذا الامر فی بنی ھاشم۔ پیغمبر کے انتقال کے بعد خلافت بنی ہاشم میں نہ جانے دیں گے (مجمع البحرین) میں کہتا ہوں کون یقین کر سکتا ہے کہ جیش اسامہ میں رسولؐ سے سرتابی کرنے والوں جس میں لعنت تک کی گئی ہے اور واقعہ قرطاس میں حکم کو بکواس بتلانے والوں کو رسولِ خدا نے نماز کی امامت کا حکم دے دیا ہوگا میرے نزدیک امامت نماز کی حدیث ناقابلِ قبول ہے۔

وصیت اور احتضار

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آخری وقت آپ نے فرمایا۔ میرے حبیب کو بلاؤ۔ میں نے اپنے باپ ابوبکر کو بلایا۔ انھوں نے پھر یہی فرمایا تو میں نے علی کو بلا بھیجا۔ آپ نے علیؑ کو چادر میں لے لیا اور آخر تک سینے سے لپٹائے رہے۔ (ریاض النضرہ ص ۱۸۰) مورخین لکھتے ہیں کہ جناب سیدہ اور حسنینؑ کو طلب فرمایا اور حضرت علیؑ کو بلا کر وصیت کی اور کہا جیش اسامہ کے لیے میں نے فلاں یہودی سے قرض لیا تھا۔ اُسے ادا کر دینا اور اے علی تمھیں میرے بعد سخت صدمات پہنچیں گی۔ تم صبر کرنا اور دیکھو جب اہل دنیا دنیا پرستی کریں تو تم دین

(بقیہ حاشیہ ص ۸۵) علی قاری برحاشیہ نسیم الریاض و مدارج النبوت طبع کانپور ص ۴۲۲، حبیب السیر ج ص ۲۰، مکتوبات شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ج ۱ ص ۱۹ وغیرہ میں ہے۔ انھیں کتب کی روشنی میں شمس العلماء خواجہ حسن نظامی دہلوی لکھتے ہیں ایسی بیماری کے زمانے میں ایک دن بہت سے لوگ حضرت صلعم کے پاس جمع تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ "لاؤ کاغذ میں تم کو کچھ لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ . . . یہ سن کر (حضرت عمر) بولے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بخار کی تکلیف کا غلبہ ہے اس کے سبب ایسا فرماتے ہیں۔ وصیت نامے کی کچھ ضرورت نہیں ہم کو خدا کی کتاب کافی ہے۔ (محرم نامہ ص ۵ طبع دہلی)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اختیار کیے رہنا۔ (روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۵۵۹ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۱۱ و تاریخ بغداد جلد ۱ صفحہ ۲۱۹۔

رسُولِ کریمؐ کی شہادت

حضرت علی علیہ السّلام سے وصیت فرمانے کے بعد آپ کی حالت متغیر ہوگئی۔ حضرت فاطمہؑ جن کے زانو پر سرِ مبارک رسالت مآب تھا۔ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ انتہائی پریشانی میں تھے کہ ناگاہ ایک شخص نے اذنِ حضوری چاہا۔ میں نے داخلہ سے منع کر دیا، اور کہا اے شخص یہ وقتِ ملاقات نہیں ہے۔ اِس وقت واپس چلا جا۔ اس نے کہا میری واپسی ناممکن ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں حاضر ہو جاؤں۔ آنحضرتؐ کو جو قدرے افاقہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔ اے فاطمہؑ اجازت دے دو۔ یہ ملک الموت ہیں۔ فاطمہؑ نے اجازت دے دی۔ اور وہ داخل خانہ ہوئے۔ پیغمبرؐ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کی۔ مولا! یہ پہلا دروازہ ہے جس پر میں نے اجازت مانگی ہے۔ اور اب آپ کے بعد کسی کے دروازے پر اجازت طلب نہ کروں گا۔ (عجائب القصص علامہ عبدالواحد صفحہ ۲۸۲ و روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ و انوار القلوب صفحہ ۱۸۸)۔

الغرض ملک الموت نے اپنا کام شروع کیا اور حضور رسُولِ کریمؐ نے بتاریخ ۲۸ صفر ۱۱ھ بروز دوشنبہ بوقت دوپہر ظاہری خلعتِ حیات اُتار دیا۔ (مودۃ القربیٰ صفحہ ۴۹ م ۱۴ طبع بمبئی ۱۳۱۰ھ) صحابہ کرام میں رونے کا کہرام مچ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ اس وقت اپنے گھر محلہ سنخ گئے ہوئے تھے۔ جو مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر تھا۔ حضرت عمرؓ نے واقعہ وفات کو نشر ہونے سے روکا اور جب حضرت ابوبکر آ گئے تو دونوں سقیفہ بنی ساعدہ۔ چلے گئے۔ جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ اور باطل پر شورٰی کے لیے بنایا گیا تھا۔ (غیاث اللغات) اور انھیں کے ساتھ ابوعبیدہ بھی چلے گئے۔ جو غسال تھے غرضیکہ اکثر صحابہ رسُولِ خداؐ کی لاش چھوڑ کر ہنگامہ خلافت[1] میں جا شریک ہوئے۔ اور حضرت علیؑ نے غسل و کفن کا بندوبست کیا۔ حضرت علیؑ غسل دینے میں۔ فضل ابن عباس حضرتؐ کا پیراہن اُونچا کرنے میں۔ عباس اور قثم کروٹ بدلانے میں اور اسامہ و شقران پانی ڈالنے میں مصروف ہو گئے۔ اور انھیں چھ آدمیوں نے نمازِ جنازہ پڑھی اور اسی حجرہ میں آپ کے جسمِ اطہر کو دفن کر دیا گیا۔ جہاں آپ نے وفات پائی تھی۔ ابوطلحہ نے قبر کھودی۔ حضرت ابوبکر و حضرت عمر آپ کے غسل و کفن اور نماز میں شریک نہ ہو سکے۔ کیونکہ جب یہ حضرات سقیفہ سے واپس آئے تو آنحضرتؐ کی لاش مطہر سپردِ خاک کی جا چکی تھی۔ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۴۰۔ ارجح المطالب صفحہ ۶۷۰۔ المرتضیٰ صفحہ ۳۹۔ فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۴۲) وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال کی تھی۔ (تاریخ ابوالفدا جلد ۱ صفحہ ۱۵۲)۔

---

[1] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۹ میں ہے کہ انصار نے جب حضرت علیؑ کی بیعت کرنا چاہی تو حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کر لی اور کہا کہ آپ بھی قریشی ہیں اور ہم میں سزاوار تر ہیں۔ ۱۲

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وفات اور شہادت کا اثر

سرورِ کائناتؐ کی وفات کا اثر یوں تو تمام لوگوں پر ہوا۔ اصحاب بھی روئے اور حضرت عائشہؓ نے بھی ماتم کیا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۲۷۴ و تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۲۲ و تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۹۷)۔ لیکن جو صدمہ حضرت فاطمہؑ کو پہنچا اس میں وہ منفرد تھیں۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات سے عالمِ علوی اور عالمِ سفلی بھی متاثر ہوئے اور ان میں جو چیزیں ہیں ان میں بھی اثرات ہویدا ہوئے۔ علامہ زمخشری کا بیان ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ نے ام معبد کے وہاں قیام فرمایا۔ آپؐ کے وضو کے پانی سے ایک درخت اُگا۔ جو بہترین پھل لاتا رہا۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ اس کے پتے جھڑے ہوئے ہیں اور میوے گرے ہوئے ہیں۔ میں حیران ہوئی کہ ناگاہ خبرِ وفات سرورِ عالم پہنچی۔ پھر تیس سال بعد دیکھا گیا کہ اس میں تمام کانٹے اُگ آئے تھے بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ نے شہادت پائی۔ پھر مدت مدید کے بعد اس کی جڑ سے خون تازہ ابلتا ہوا دیکھا گیا۔ بعد میں معلوم ہو حضرت امام حسینؑ نے شہادت پائی ہے۔ اس کے بعد وہ خشک ہو گیا۔ (عجائب القصص ص ۲۵۹ بحوالہ ربیع الابرار زمخشری)۔

آنحضرتؐ کی شہادت کا سبب

یہ ظاہر ہے کہ حضرات چہاردہ معصومین علیہم السلام میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو درجۂ شہادت پر فائز نہ ہو۔ حضرت رسولِ کریمؐ سے لے کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک سب ہی شہید ہوئے ہیں۔ کوئی زہر سے شہید ہوا، کوئی تلوار سے شہید ہوا۔ ان میں ایک خاتون تھیں حضرت فاطمہ بنت رسولؐ وہ ضربِ شدید سے شہید ہوئیں۔ ان چودہ معصوموں میں تقریباً تمام کی شہادت کا سبب واضح ہے۔ لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی شہادت کے سبب سے اکثر حضرات ناواقف ہیں اس لیے میں اس پر روشنی ڈالتا ہوں۔

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی کی کتاب سر العالمین کے ص ۷ طبع بمبئی ۱۳۱۴ھ اور کتاب مشکوٰۃ شریف کے باب ۳ ص ۵۸ سے واضح ہے کہ آپ کی شہادت زہر کے ذریعے ہوئی ہے اور بخاری شریف کی ج ۲ طبع مصر ۱۳۱۴ھ کے باب اللدود ص ۱۲۷ کتاب الطب سے مستفاد اور مستنبط ہوتا ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کو دوا میں ملا کر زہر دیا گیا تھا۔

میرے نزدیک رسولِ کریمؐ کے بستر علالت پر ہونے کے وقت کے واقعات و حالات کے پیش نظر دوا میں زہر ملا کر دیا جانا غیر متوقع نہیں ہے۔ علامہ محسن فیض "کتاب الوافی" کی جلد ۱ کے ص ۱۹۶ میں بحوالہ تہذیب الاحکام تحریر فرماتے ہیں کہ حضورِ میں زہر سے شہید ہوئے ہیں۔ الخ۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خیبر میں زہر خورانی کی تشہیر اخفائے جرم کے لیے کی گئی ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ازواج

چند کنیزوں کے علاوہ جنھیں ماریہ اور ریحانہ بھی شامل تھیں آپ کے گیارہ بیویاں تھیں جن میں سے حضرت خدیجہؑ اور زینب بنت خزیمہ نے آپ کی زندگی میں وفات پائی تھی اور نو (۹) بیویوں نے آپ کی وفات کے بعد انتقال کیا۔ آنحضرتؐ کی بیویوں کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) خدیجۃ الکبریٰ (۲) سودہ (۳) عائشہ (۴) حفصہ (۵) زینب بنت خزیمہ (۶) ام سلمہ (۷) زینب بنت جحش (۸) جویریہ بنت حارث (۹) ام حبیبہ (۱۰) صفیہ (۱۱) میمونہ۔

اولاد

آپ کے تین بیٹے تھے اور ایک بیٹی تھی۔ جناب ابراہیم کے علاوہ جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے۔ سب بچے حضرت خدیجہؑ کے بطن سے تھے۔ حضور کی اولاد کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت قاسم طیب۔ آپ بعثت سے قبل مکہ میں پیدا ہوئے اور دو سال کی عمر میں وفات پا گئے

۲۔ جناب عبداللہ۔ جو طاہر کے نام سے مشہور تھے۔ بعثت سے قبل مکہ میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔

۳۔ جناب ابراہیم۔ ۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰ھ ہجری میں انتقال کر گئے۔

۴۔ حضرت فاطمۃ الزہراؑ۔ آپ پیغمبر اسلامؐ کی اکلوتی بیٹی تھیں۔ آپ کے شوہر حضرت علیؑ اور بیٹے حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ تھے۔ اس جنابہ کی نسل سے گیارہ امام پیدا ہوئے اور ان ہی کے ذریعہ سے رسول اللہ صلعم کی نسل بڑھی اور آپ کی اولاد کو سیادت کا شرف نصیب ہوا۔ اور وہ قیامت تک "سید" کہی جائے گی۔

حضرت رسول کریمؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت میں میرے سلسلہ نسب کے علاوہ سارے سلسلے ٹوٹ جائیں گے اور کسی کا رشتہ کسی کے کام نہ آئے گا۔ (صواعق محرقہ ص۹۳) علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ تمام انبیاء کی اولاد ہمیشہ قابل تعظیم سمجھی جاتی رہی ہے، ہمارے نبی اس سلسلہ میں سب سے زیادہ حق وار ہیں۔ (روضۃ الشہداء ص۴۰۳) امام المسلمین علامہ جلال الدین فرماتے ہیں کہ حضرت حسنینؑ کی اولاد کے لیے سیادت مخصوص ہے۔ مرد ہو یا عورت جو بھی ان کی نسل سے ہے وہ قیامت تک "سید" رہے گا۔ "ویجب علی اجمع الخلق تعظیمھم ابداً" اور سارے کائنات واجب ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ ان کی تعظیم کرتی رہے۔ (لوامع التنزیل ج ۲ ص۲ اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار شبلنجی ص۱۱۴ طبع مصر)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

۲

اُمّ الائمہ

حضرت

فاطمہ زہرا

صلوٰۃ اللہ علیہا

خاتونِ جنّت

خدیجہ کی بیٹی نبی کی بضعۂ مصطفیٰ ہوئی تکمیل تبلیغ عمل تنظیم ایماں میں
رسالت آمد زہرا یہ اعلان کرتی ہے کریں گی فاطمہ کا پر رسالت منصف نسواں ہیں

(صابر تھانیانی کراچی)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۲

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السّلام

جلوہ نمائے شمعِ حقیقت ہیں فاطمہؑ — آئینہ کمالِ نبوت ہیں فاطمہؑ
یہ مانتا ہوں اِن کو رسالت نہیں ملی — لیکن شریکِ کارِ رسالت ہیں فاطمہؑ

حضرت فاطمہ، پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب خدیجۃ الکبریٰ کی اکلوتی بیٹی حضرت علیؑ کی رفیقہ حیات اور امام حسنؑ و امام حسینؑ، جناب زینب وام کلثوم کی مادرِ گرامی اور نو اماموں کی جدۂ ماجدہ تھیں۔ آپ کی مشہور کنیت ام الآئمۃ، امام الحسنین اور ام السبطین تھی۔ مشہور القاب زہرا و سیدۃ النساء تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی کنیت "ام ابیہا" بھی تھی جو میرے نزدیک "ام ابنیہا" ہے یعنی حسن و حسین کی ماں۔

آپ کی ولادت

آپ کا نور وجود نورِ رسالتؐ کے ساتھ خلقت کائنات سے بہت پہلے پیدا ہو چکا تھا۔ البتہ آپ کے ظاہری نشو و نما و شہود کے لیے علماء نے لکھا ہے کہ آپ معراجِ رسالت مآبؐ کے بعد ۵؁ بعثت میں بتاریخ ۲۰ جمادی الثانی یوم جمعہ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کا سالِ ولادت عام الفیل کے لحاظ سے ۴۵؁ اور عیسوی نقطۂ نگاہ سے ۶۱۴ - ۶۱۵ء تھا۔ آپ کی ولادت کے وقت جنت سے حوروں اور آسیہ بنت مزاحم، مریم بنت عمران، صفورا بنت شعیب، کلثوم ہمشیرۂ موسیٰؑ کا آنا کتابوں سے ثابت ہے۔ جناب خدیجہ کا بیان ہے کہ چونکہ میں نے اپنے قبیلے کے منشاء کے برخلاف سرورِ کائنات سے شادی کر لی تھی، اس لیے میری قوم نے میرا بائیکاٹ کر دیا تھا۔ میں نے ولادت کے وقت حسبِ دستور اطلاع دی لیکن کوئی نہ آیا۔ اللہ کی رحمت شاملِ حال ہوئی۔ حوروں اور پاک بیبیوں نے قابلہ اور دایہ کا کام کیا۔ بچی پیدا ہوئی۔ رحمۃ للعالمین کا گھر بقعۂ نور بن گیا (تاریخ خمیس جلد ۱ ص ۳۱۳، دمعہ ساکبہ ص ۵۳)۔

آپ کا اکلوتی بیٹی ہونا

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ جناب خدیجہ کے ساتھ جب آنحضرتؐ کی شادی ہوئی تو آپ باکرہ تھیں۔ یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

قاسم عبداللہ یعنی طیب و طاہر اور فاطمہ زہرا بطنِ خدیجہ سے رسولِ اسلام کی اولادیں تھیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ زینب، رقیہ، ام کلثوم آنحضرت کی لڑکیاں تھیں، یا نہیں یہ مسلم ہے کہ یہ لڑکیاں ظہورِ اسلام سے قبل کافروں عتبہ، عتیبہ پسرانِ ابولہب اور ابوالعاص ابن ربیع کے ساتھ بیاہی تھیں۔ جیسا کہ مواہب لدنیہ ج ۱ صـ۱۹۷ طبع مصر و مروج الذہب مسعودی ج ۲ صـ۲۹۸ طبع مصر سے واضح ہے یہ مانا نہیں جا سکتا کہ رسول اسلام اپنی لڑکیوں کو کافروں کے ساتھ بیاہ دیتے۔ لہٰذا یہ ماننے بغیر چارہ نہیں کہ یہ عورتیں ہالہ بنت خویلد ہمشیرہ جناب خدیجہ کی بیٹیاں تھیں۔ ان کے باپ کا نام ابوالہند تھا جیسا کہ علامہ معتمد بدخشانی نے مرحبا۔ الانس میں لکھا ہے۔" یہ واقعہ ہے کہ یہ لڑکیاں زمانۂ کفر میں ہالہ اور ابوالہند میں باہمی چپقلش کی وجہ سے جناب خدیجہ کے زیرِ کفالت اور تحت تربیت رہیں اور ہالہ کے مرنے کے بعد مطلقاً انھیں کے ساتھ ہو گئیں اور خدیجہ کی بیٹیاں کہلائیں۔ اس کے بعد بذریعہ جناب خدیجہ آنحضرتؐ سے منسلک ہو کر اسی طرح رسول صلعم کی بیٹیاں کہلائیں۔ جس طرح جناب زید محاورہ عرب کے مطابق رسول کے بیٹے کہلاتے تھے۔ میرے نزدیک ان عورتوں کے شوہر مطابق دستورِ عرب و امادِ رسول کے جانے کا حق رکھتے ہیں۔ یہ کسی طرح نہیں مانا جا سکتا کہ یہ رسول کی صلبی بیٹیاں تھیں۔ کیونکہ حضور سرورِ عالم کا نکاح جب بی بی خدیجہ سے ہوا تھا، تو آپ کے اعلانِ نبوت سے پہلے ان لڑکیوں کا نکاح مشرکوں سے ہو چکا تھا اور حضور سرورِ دو عالم کا نکاح ۲۵ سال کے سن میں خدیجہ سے ہوا۔ اور تیس سال کے سن تک کوئی اولاد نہیں ہوئی اور چالیس سال کے سن میں آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا۔ اور ان لڑکیوں کا نکاح مشرکوں سے آپ کی چالیس سال کی عمر سے پہلے ہو چکا تھا، اور اس دس سال کے عرصہ میں آپ کے فرزند کا بھی پیدا ہونا اور ان میں لڑکیوں کا پیدا ہونا تحریر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ مدارج النبوت میں تفصیل موجود ہے۔ بھلا غور تو کیجئے کہ دس سال کی عمر میں چار پانچ اولادیں بھی پیدا ہو گئیں اور اتنی عمر بھی ہو گئی کہ نکاح مشرکوں سے ہو گیا۔ کیا یہ عقل و فہم میں آنے والی بات ہے کہ چار سال کی لڑکیوں کا نکاح مشرکوں سے ہو گیا اور حضرت عثمان سے بھی ایک لڑکی کا نکاح حالتِ شرک ہی میں ہو گیا۔ جیسا کہ مدارج النبوت میں مذکور ہے۔ اس حقیقت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکیاں حضور صلعم کی نہ تھیں۔ بلکہ ہالہ ہی کی تھیں اور اس عمر میں تھیں کہ ان کا نکاح مشرکوں سے ہو گیا تھا۔ (سوانح حیات سیدہ صـ۳۲)۔

بچپن اور تربیت

جناب سیدہ میں بچپن کے وہ آثار ہی نہ تھے جو عام لڑکیوں میں ہوا کرتے ہیں۔ ام سلمہ سے کہا گیا کہ فاطمہ کو اصولِ تہذیب سکھائیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں مجسمۂ عصمت و طہارت کو اخلاق و عادات کی کیا تعلیم دے سکتی ہوں۔ میں تو خود اس کم سن بچی سے تعلیم اصول حاصل کیا کرتی ہوں۔ کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا سارا بچپن

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عبادت اور خدمت والدین میں گزرا۔ ایک مرتبہ آنحضرتؐ صحن کعبہ میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ ابوجہل جو حضرت عمر کا ماموں تھا۔ (تاریخ اسلام جلد ۲ ص۷) کی نظر آپ پر پڑی تو اس نے حالت سجدہ میں اونٹ کی اوجھڑی گوبر بھری پشت حضورؐ پر رکھ دی۔ فاطمہ کو خبر ملی آپ دوڑی ہوئی آئیں اور پشت رسالت سے اوجھڑی ہٹا دی اور پشت مبارک کو پانی سے دھو دیا۔ رسول کریمؐ نے فرمایا۔ بیٹی! ایک دن یہ دشمن بھی مغلوب ہوں گے اور خدا میرے دین کو انتہائی بلندی عطا کرے گا۔ تاریخ میں ہے کہ حضرت خدیجہؑ کسی کی شادی میں جانے کے لیے تیار ہوئیں اور کپڑے پہننے لگیں، تو پتہ چلا کہ جناب سیدہ کے لیے کپڑے نہیں ہیں۔ ماں اسی تردد میں تھی کہ بیٹی کو احساس ہو گیا۔ عرض کی مادر گرامی! میں پرانے ہی کپڑوں میں چلوں گی۔ کیونکہ بابا جان فرمایا کرتے ہیں کہ مسلمان لڑکیوں کا بہترین زیور حیات تقویٰ ہے اور بہترین آرائش شرم و حیا ہے۔

فاطمہ زہراؑ کا سارا بچپن فقر و فاقہ اور تنگی و مصائب میں گزرا۔ آپ کو جن حضرات سے تربیت ملی وہ یہ ہیں۔ (۱) خدیجۃ الکبریٰ (۲) سرور کائناتؐ (۳) فاطمہ بنت اسد (۴) ام الفضل زوجہ عباس۔ (۵) اسماء بنت عمیس زوجہ جعفر طیار (۶) ام ہانی ہمشیرہ جناب ابوطالب (۷) ام ایمن (۸) صفیہ بنت جناب حمزہ۔

مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ جناب سیدہ کو جبکہ وہ کمسن تھیں، اکثر اپنی آغوش میں بٹھایا کرتے تھے اور ان کے لبوں کو بوسہ دیتے تھے۔ اس پر حضرت عائشہ نے کہا کہ جناب فاطمہ کے بوسے دیتے ہیں اور اپنی زبان ان کے منہ میں دے دیتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، تمہیں معلوم نہیں، جب میں معراج پر گیا تھا جبریلؑ نے مجھے ایک سیب جنت دیا تھا۔ میں نے اسے کھایا تھا اور اسی سے فاطمہؑ کا نطفہ وجود قائم ہوا تھا۔ اے عائشہ جب میں جنت کا مشتاق ہوتا ہوں تو فاطمہؑ کی خوشبو سونگھتا ہوں اور دہن فاطمہ سے میوہ جنت کا لطف اٹھاتا ہوں۔ مدارج ص۱۹۲ واعلام الوریٰ ص۹۱

آپ کی عصمت

عصمت کوئی ایسی صفت نہیں جو کسی عمل پر موقوف ہو، یہ خدا کا عطیہ ہوتا ہے اور بدو فطرت میں عطا ہوا کرتا ہے۔ ملائکہ انبیاء اور اوصیاء خاص کے علاوہ یہ پاکیزہ صفت جن اہم شخصیتوں کو عطا ہوئی، ان میں حضرت فاطمہ کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ علماء کا اتفاق ہے کہ جس طرح ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور بارہ امامؑ دنیا میں ہدایت خلق کے لیے بھیجے گئے اور سب معصوم تھے۔ اسی طرح صنف نازک کے لیے حضرت مریمؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ تشریف لائیں اور یہ دونوں بیبیاں معصوم تھیں اور دونوں کی عصمت پر قرآن گواہ ہے۔

آپ کی والدہ کی وفات

آپ کی والدہ جناب خدیجۃ الکبریٰ تھیں۔ حضرت فاطمہ کو پانچ سال ماں کی آغوش میں تربیت نصیب رہی۔ جناب خدیجہ کی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علالت سے جناب سیدہ کو بے حد رنج ہوا۔ آپ ان کی تیمارداری میں شب و روز لگی رہتی تھیں اور ان کے چہرہ پر نظر جمائے انھیں کو دیکھا کرتی تھیں۔ ماں کا چہرہ بحال دیکھا تو خوش ہوگئیں۔ ماں کی شکل پژمردہ دیکھی رنجیدہ ہوگئیں۔ یہی طرزِ عمل رہا کہ ایک دن خدیجہ نے فاطمہ کو اپنے سینے سے لگایا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ بیٹی نے پوچھا۔ امّاں جان آج آپ کے رونے کا انداز کچھ نرالا ہے فرمایا۔ بیٹی! میں تجھ سے رخصت ہو رہی ہوں۔ افسوس تجھے دلہن نہ دیکھ سکی۔ ماں بیٹی میں المناک گفتگو جاری تھی کہ ماتھے پر موت کا پسینہ آگیا اور خدیجہ ۱۰ر رمضان سنہ بعثت کو انتقال فرماگئیں موت کے وقت آپ کی عمر ۶۵ سال کی تھی۔ آپ کو مقبرہ حجون میں دفن کیا گیا۔ خدیجہ کے انتقال سے فاطمہ زہرا کو انتہائی رنج پہنچا اور آپ سے زیادہ سرورِ کائناتؐ کو صدمہ ہوا۔ اسی وجہ سے آپ نے اس سال کو "عام الحزن" کہا ہے۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۲۱۹ میں ہے کہ آنحضرتؐ جناب خدیجہ کی یاد میں گوسفند ذبح کر کے ان کی سہیلیوں کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ ۔ ۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رض نے کہا کہ اس بڈھی عورت کو جس کے منہ میں دانت بھی نہ تھے کب تک یاد کرتے رہو گے۔ یہ سن کر آنحضرتؐ غضب ناک ہوگئے۔ اور فرمایا کہ اس سے بہتر مجھے کوئی عورت نصیب نہیں ہوئی۔ وہ اس وقت ایمان لائیں جب کہ سب کافر تھے۔ اس وقت میری تصدیق کی جب سب جھٹلاتے تھے اور اس وقت میرے لیے مال صرف کیا۔ جب لوگ مجھے محروم رکھنا چاہتے تھے۔ حیات القلوب میں ہے حضرت ابوطالب اور ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہؑ کا انتقال ہوا تھا۔

ہجرت فاطمہ

سنہ ۱۳ بعثت شب جمعہ یکم ربیع الاوّل کو آنحضرت صلعم نے ہجرت فرمائی اور ۱۲ ربیع الاوّل یوم جمعہ کو داخل مدینہ ہوئے۔ وہاں پہنچنے کے بعد آپ نے زید بن حارثہ اور ابو رافع کو ۵ سو درہم اور دو اونٹ دے کر مکہ کی طرف روانہ کیا کہ حضرت فاطمہ، فاطمہ بنت اسد ام المومنین سودہ اور ام ایمن وغیرہ کو لے آئیں چنانچہ یہ بیبیاں چند دنوں کے بعد مدینہ پہنچ گئیں آپ کے عقد میں اس وقت فقط دو بیبیاں تھیں۔ ایک سودہ اور دوسری عائشہ۔ سنہ ۲ ہجری میں آپ نے ام سلمہ سے عقد کیا۔ ام سلمہ نے نگہداشتِ فاطمہ کا بیڑا اٹھایا اور اس انداز سے خدمت گذاری کی کہ فاطمہ زہرا نے ماں کو بھلا دیا۔

حضرت فاطمہ زہرا کی شادی

پیغمبر اسلام نے علیؑ کی ولادت کے وقت علی کو زبان دے دی تھی اور بعد میں فرمایا تھا کہ میری بیٹی کا کفو خانہ زادِ خدا کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ (نورالانوار شرح صحیفہ سجادیہ) حالات کا تقاضا اور نسلی و خاندانی شرافت کا مقتضی یہ تھا کہ فاطمہ کی خواستگاری کے سلسلہ میں علی کے سوا کسی کا تذکرہ تک نہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آتا۔ لیکن کیا کیا جائے کہ دُنیا اِس اہمیت کو سمجھنے سے قاصر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فاطمہ کے سنِ بلوغ تک پہنچتے ہی لوگوں کے پیغامات آنے لگے۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر نے پھر حضرت عمر نے خواستگاری کی اور ان کے بعد عبدالرحمٰن نے پیغام بھیجا۔ حضرات شیخین کے جواب میں رسولِ اکرم غضبناک ہوگئے اور ان کی طرف سے مُنہ پھیر لیا۔ (کنزل العمال جلد ۷، صفحہ ۱۱۳) اور عبدالرحمٰن سے فرمایا کہ فاطمہ کی شادی حکمِ خدا سے ہوگی، تم نے جو مہر کی زیادتی کا حوالہ دیا ہے وہ افسوسناک ہے۔ تمھاری درخواست قبول نہیں کی جاسکتی (بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۱۲) ۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے درخواست کی تو آپؐ نے فاطمہ کی مرضی دریافت فرمائی۔ وہ چپ ہو رہیں، یہ ایک طرح کا اظہارِ رضامندی تھا۔ (سیرۃ النبی جلد ۱ صفحہ ۲۶۱) بعض علما نے لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے خود علیؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ مجھے خدا نے فرمایا ہے کہ اپنی لختِ جگر کا عقد تم سے کروں، کیا تمھیں منظور ہے؟ عرض کی "جی ہاں"۔ اس کے بعد شادی ہوگئی۔ (ریاض النضرہ جلد ۲: صفحہ ۱۸۳ طبع مصر) علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ پیغام محمود نامی ایک فرشتہ لے کر آیا تھا۔ (بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۳۵) بعض علما نے جبرئیل کا حوالہ دیا ہے۔

غرضکہ حضرت علیؑ نے ۵۰۰ درہم میں اپنی زرہ عثمان غنی کے ہاتھوں فروخت کی اور اسی کو مہر قرار دے کر بتاریخ یکم ذی الحجہ سنہ ۲ ہجری حضرت فاطمہ زہرا کے ساتھ عقد کیا۔ مذکورہ رقم آج کل کے لحاظ سے ایک سو سات روپے ہوتی ہے جو ہمارے نزدیک شرعی مہر ہے۔

جنابِ سیدہ کا جہیز

نکاح کے تھوڑے عرصہ بعد ۲۴ ذی الحجہ کو حضرت سیدہ کی رخصتی ہوئی سرورِ کائناتؐ نے اپنی اکلوتی اور چہیتی بیٹی کو جو جہیز دیا اس کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) ایک قمیص قیمتی سات درہم (۲) ایک مقنع (۳) ایک سیاہ کمبل (۴) ایک بستر کھجور کے پتوں کا بنایا ہوا (۵) دو موٹے ٹاٹ (۶) چمڑے کے چار تکیے (۷) آٹا پیسنے کی چکی (۸) کپڑا دھونے کی لگن۔ (۹) ایک مشک (۱۰) لکڑی کا بادیہ (۱۱) کھجور کے پتوں کا بنا ہوا ایک برتن (۱۲) دو مٹی کے آبخورے (۱۳) ایک مٹی کی صراحی (۱۴) چمڑے کا فرش (۱۵) ایک سفید چادر (۱۶) ایک لوٹا۔

یہ ظاہر ہے کہ رسولِ کریمؐ اعلیٰ درجے کا جہیز دے سکتے تھے، مگر اپنی اُمت کے غربا کے خیال سے اسی پر اکتفا فرمایا۔

جلوسِ رخصت

کھانے پینے کے بعد جلوس روانہ ہوا۔ اشہب نامی ناقہ پر حضرت فاطمہ سوار تھیں۔ سلمان ساربان تھے۔ ازواجِ رسول ناقہ کے آگے آگے تھیں۔ بنی ہاشم ننگی تلواریں لیے جلوس میں تھے۔ مسجد کا طواف کرایا اور علیؑ کے گھر میں فاطمہ کو اُتار دیا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے فاطمہ سے ایک برتن میں پانی منگایا۔ کچھ دُعائیں دم کیں اور اسے فاطمہ کے اور علی کے سر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سینے اور بازو پر پھونکا اور بارگاہ احدیت میں عرض کی بار الہا انھیں اور ان کی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ (صواعق محرقہ ص۸۴)۔ اس کے بعد فاطمہ سے کہا۔ دیکھو علیؑ سے بے جا سوال نہ کرنا۔ یہ دنیا میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ لیکن دولتمند نہیں ہے اور علی سے کہا کہ یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ کوئی ایسی بات نہ کرنا کہ اسے ملال ہو۔ تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی کے ص ۳۹۵ میں ہے کہ فاطمہ کے ساتھ جس وقت علی کی شادی ہوئی اُن کے گھر میں ایک چمڑا تھا۔ رات کو بچھاتے تھے اور دن میں اس پر اونٹ کو چارہ دیا جاتا تھا۔

حضرت فاطمہ کا نظام عمل

شوہر کے گھر جانے کے بعد آپ نے جس نظام زندگی کا نمونہ پیش کیا ہے وہ طبقۂ نسواں کے لیے ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ گھر کا تمام کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں جھاڑو دینا، کھانا پکانا، چرخہ کاتنا، چکی پیسنا اور بچوں کی تربیت کرنا یہ سب کام اور اکیلی سیدۂ عالم۔ لیکن نہ کبھی تیوری پر بل آئے اور نہ کبھی شوہر سے اپنے لیے مددگار یا خادمہ کی فرمائش کی۔ پھر جب ۷ ہجری میں پیغمبر خدا نے ایک خادمہ عطا کی جو فضہ کے نام سے مشہور ہیں، تو رسول اللہ کی ہدایت کے مطابق سیدۂ عالم فضہ کے ساتھ ایک کنیز کا سا نہیں، بلکہ ایک عزیز رفیق کا رجیسا برتاؤ کرتی تھیں اور ایک دن گھر کا کام خود کرتی تھیں اور ایک دن فضہ سے کام لیتی تھیں اور اس طرح خادمہ کو خادمہ ہونے کا تصور پیدا نہ ہونے دیتی تھیں۔ دراصل یہ مساوات محمدی کی اعلیٰ مثال ہے۔ (سیدہ کی عظمت، مصنفہ مولانا کوثر نیازی ص ۶)

فاطمہ زہرا اور پردہ

آپ نے عورتوں کی معراج پردہ داری کو بتایا ہے اور خود بھی ہمیشہ اس پر عامل رہی ہیں اور اتنی سختی کے ساتھ کہ مسجد رسول سے بالکل متصل قیام رکھنے اور مسجد کے اندر گھر کا دروازہ ہونے کے باوجود کبھی اپنے والد بزرگوار کے پیچھے نماز جماعت میں شرکت یا آپ کے موعظہ کے سننے کے لیے بھی مسجد میں تشریف نہیں لائیں ایک مرتبہ پیغمبرؐ نے ممبر پر یہ سوال پیش فرما دیا۔ کہ عورت کے لیے سب سے بہتر کیا چیز ہے؟ یہ بات سیدہ تک پہنچی۔ آپ نے جواب دیا کہ عورت کے لیے سب سے بہتر یہ بات ہے کہ نہ اس کی نظر کسی غیر مرد پر پڑے، اور نہ کسی غیر مرد کی نظر اس پر پڑے۔ رسولؐ کے سامنے یہ جواب پیش ہوا تو آپؐ نے فرمایا، کیوں نہ ہو، فاطمہ میرا ہی ایک جزو ہے۔

جناب سیدہ کا جہاد

اسلام میں عورت کا جہاد مرد سے مختلف ہے اس لیے سیدہ نے کبھی میدانِ جنگ میں قدم نہیں رکھا۔ مگر رسولؐ جب کبھی زخمی ہو کر گھر واپس تشریف لاتے تھے تو پیغمبرؐ کے زخموں کو دھلانے والی، اور علیؑ جب خون میں ڈوبی ڈوبی ہوئی تلوار لے کر آتے تھے تو ان کی تلوار کو صاف کرنے والی فاطمہ زہرا ہی ہوتی تھیں۔ ایک

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مرتبہ نصرتِ اسلام کے لیے میدان میں گئیں۔ مگر اُس پر امن معاملہ میں جو نصاریٰ کے مقابلہ میں ہوا تھا۔ اور جس میں صرف رُوحانی فتح کا سوال تھا۔ اِسی جہاد کا نام مباہلہ ہے۔ اور اس میں پردہ داری کے تمام امکانی تقاضوں کی پابندی کے ساتھ سیدۂ عالم باپ بیٹوں اور شوہر کے درمیان مرکزی حیثیت رکھتی تھیں۔ (وسائل الشیعہ جلد ۳ صفحہ ۱۰) ۔

حضرت فاطمہؑ اور امُورِ خانہ داری

عورتوں کا جوہر ذاتی شوہروں کی خدمت اور امورِ خانہ داری میں کمال حاصل کرنا ہے فاطمہ زہرا نے علیؑ کی ایسی خدمت کی کہ مشکل سے اِس کی مثال مل سکے گی۔ ہر مصیبت اور تکلیف میں فرمانبرداری پر نظر رکھی۔ اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔ کہ جس طرح جناب خدیجہؓ نے اِسلام اور پیغمبرِ اسلامؐ کی خدمت کی، اسی طرح بنتِ رسولؐ نے اِسلام اور علیؑ کی خدمت کی۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح رسولِ کریمؐ نے خدیجہؑ کی موجودگی میں دوسرا عقد نہیں کیا۔ حضرت علیؑ نے بھی فاطمہ کی موجودگی میں دوسرا عقد نہیں کیا (صواعق محرقہ ص۸۵) (مناقب ص۵)۔ حضرت علیؑ سے کسی نے پوچھا کہ فاطمہ آپ کی نظر میں کیسی تھیں فرمایا۔ خدا کی قسم وہ جنت کا پھول تھیں۔ دنیا سے اُٹھ جانے کے بعد بھی میرا دماغ اُن کی خوشبو سے معطر ہے۔

امورِ خانہ داری میں جناب سیدہ آپ ہی اپنی نظیر تھیں۔ سنہ ۷ھ تک آپ کے پاس کوئی کنیز نہ تھی کنیز نہ ہونے کی صورت میں گھر کا سارا کام خود کرتی تھیں۔ جھاڑو دیتیں۔ پانی بھرتیں۔ چکی پیستیں۔ آٹا چھانتیں۔ آٹا گوندھتیں۔ تنور روشن کر کے روٹی پکاتی تھیں۔ حضرت علی سویرے اُٹھ کر مسجد چلے جاتے تھے۔ اور وہاں سے مزدوری کی فکر میں نکل جاتے تھے۔ فضہ کے آجانے کے بعد کام تقسیم کر لیا گیا تھا۔ بلکہ باری باندھ لی تھی۔ ایک دفعہ سرورِ عالمؐ خانۂ سیدہ میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ سیدہ گود میں بچے کو لیے چکی پیس رہی ہیں۔ فرمایا۔ بیٹی ایک کام فضہ کے حوالے کر دو۔ عرض کی باباجان! آج فضہ کی باری کا دن نہیں ہے۔ (مناقب ص۱۱۳)۔

حضرت فاطمہؑ اور باہم گذاری زوجہ و خاوند

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ "جہاد المرأۃ حسن التبعل" عورت کا جہاد شوہر کے ساتھ حسنِ سلوک ہے۔ (وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص۱۱۶)

ایک حدیث میں ہے کہ "لاتودی المرأۃ حق اللہ حتی تودی حق زوجہا" عورت اگر خاوند کا حق ادا نہیں کرتی تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اللہ کے حقوق بھی ادا نہیں کر سکتی"۔ (مکارم الاخلاق ص۲۴۷) ۔

رسولِ کریمؐ فرماتے ہیں کہ اگر خدا کے علاوہ کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔ (وسائل جلد ۱۴ ص۱۱۵) ۔

حضرت فاطمہ حقوقِ خاوند سے جس درجہ واقف تھیں کوئی بھی واقف نہ تھا۔ انھوں نے ہر موقع پر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اپنے شوہر حضرت علیؑ کا لحاظ و خیال رکھا ہے۔ انھوں نے کبھی ان سے کوئی ایسا سوال نہیں کیا جس کے پورا کرنے سے حضرت علیؑ عاجز رہے ہوں۔

کتاب "ریاحین الشریعۃ" میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہؑ بیمار پڑیں تو حضرت علیؑ نے ان سے فرمایا کچھ کھانے کو دل چاہتا ہو تو بتاؤ، حضرت سیدہ نے عرض کی کسی چیز کو دل نہیں چاہتا۔ حضرت علیؑ نے اصرار کیا تو عرض کی، میرے پدر بزرگوار نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں آپ سے کسی چیز کا سوال نہ کروں۔ ممکن ہے آپ اُسے پورا نہ کر سکیں تو آپ کو رنج ہو۔ اس لیے میں کچھ نہیں کہتی۔ حضرت علیؑ نے جب قسم دی تو انار کا ذکر کیا۔

یہ تاریخ کا مسلّمہ امر ہے کہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ میں کبھی کسی بات پر شکر رنجی نہیں ہوئی۔ اور دونوں نے باہم دگر خوشگوار زندگی گزاری ہے۔

ساس بہو کے تعلقات

فاطمہ زہراؑ کی شادی کے وقت جناب فاطمہ بنت اسدؑ زندہ تھیں ساس بہو کے تعلقات اکثر و بیشتر ناخوشگوار ہو جایا کرتے ہیں لیکن فاطمہؑ نے ایسا دستور اور رویہ اختیار کیا کہ کبھی بھی تعلقات میں کشیدگی پیدا نہ ہونے پائی۔ فاطمہ بنت اسد کے سپرد اعزا و اقربا کی ملاقات، شادی اور غمی میں شرکت وغیرہ قرار دیا۔ اور اپنے ذمہ امور خانہ داری، مثلاً چکی پیسنا، روٹی پکانا وغیرہ رکھا تھا۔ تاریخ میں ان دونوں کی باہمی کشیدگی کا سراغ نہیں ملتا۔

آپ کی اولاد

آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ۱۵ رمضان سنہ ۳ ہجری کو امام حسنؑ اور ۳ شعبان سنہ ۴ ہجری کو امام حسینؑ اور ۵ جمادی الاول سنہ ۵ ہجری میں حضرت زینب اور سنہ ۶ ہجری میں جناب ام کلثوم اور سنہ ۱۱ ہجری میں اسقاط محسن ہوا۔ علماء نے لکھا ہے کہ زینب کا عقد عبداللہ بن جعفر سے اور ام کلثوم کا عقد محمد بن جعفر سے ہوا تھا۔ ابن ماجہ، ابو داؤد، ابن حجر اور اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار ص [illegible] طبع مصر۔ بروایت سبط ابن جوزی حضرت زینب کے بطن سے عون و عبداللہ پیدا ہوئے اور ام کلثوم لاولد فوت ہوئیں۔ (تذکرہ خواص ص [illegible])

آپ کی عبادت

آپ بے شمار نمازیں شب و روز پڑھا کرتی تھیں۔ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کے ہمراہ سنہ ۱۰ ہجری میں آخری حج فرمایا تھا۔

فاطمہ زہراؑ پیغمبرِ اسلام کی نظر میں

فاطمہ زہراؑ کی فضیلت اور ان کے مدارج کے سلسلہ میں قرآن مجید کی آیتیں اور بے شمار حدیثیں موجود ہیں۔ میں اس وقت چند احادیث اور پیغمبرِ اسلام کے بعض طرزِ عمل پر اکتفا کرتا ہوں۔ آپ کا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ارشاد ہے کہ فاطمہ بہشت میں جانے والی عورتوں کی سردار ہیں۔ تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہیں آپ کی رضا سے اللہ راضی ہوتا ہے جس نے آپ کو ایذا دی اس نے رسولؐ کو ایذا دی۔ خدا نے آپ کی بدولت آپ کے ماننے والوں کو جہنم سے چھڑا دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مردوں میں بہت لوگ کامل گزرے ہیں۔ لیکن عورتوں میں صرف چار عورتیں کامل گزری ہیں۔ (۱) مریم (۲) آسیہ (۳) خدیجہ (۴) فاطمہ، اور ان میں سب سے بڑا درجہ کمال فاطمہ کو حاصل ہے۔

علماء کا بیان ہے کہ حضرت پیغمبرِ اسلامؐ آپ سے انتہائی محبت رکھتے تھے اور کمال عزت بھی کرتے تھے۔ محبت کے مظاہروں میں سے ایک یہ تھا کہ جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تھے تو سب سے آخر میں فاطمہ سے رخصت ہوتے تھے اور جب واپس آتے تھے تو سب سے پہلے فاطمہ زہرا کو دیکھنے تشریف لے جاتے تھے اور عزت و احترام کا مظاہرہ یہ تھا کہ کانت فاطمہ اذا دخلت علی رسول اللہ قام الیہا فقبلہا و اجلسہا فی مجلسہ جب حضرت فاطمہ آتی تھیں تو آپ تعظیم کو کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے۔ (ترمذی جلد ۲ ص ۲۲۹ طبع مصر۔ مطالب السئول ص ۳۲ طبع لکھنؤ) مختلف کتب صحاح میں موجود ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ فاطمہ میرا جزو ہے جو اسے اذیت پہنچائے گا وہ مجھے اذیت پہنچائے گا۔ مورخین و محدثین کا اتفاق ہے کہ نزول آیۂ تطہیر کے بعد سرورِ دو عالم درِ فاطمہ پر ۹ ماہ مسلسل بوقت نمازِ صبح جا کر آواز دیا کرتے اور فرطِ مسرت میں فرمایا کرتے تھے۔ کہ خدا نے تمھیں ہر طرح کی گندگی سے پاک و پاکیزہ کیا ہے۔ (ازالۃ العقبیٰ ترجمہ مودۃ القربیٰ مودت ۱۱ ص ۱۰۰)۔

حضرت فاطمہؑ، رب العزت کی نگاہ میں

محدثین کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو پروردگارِ عالم اپنی کنیزِ خاص جانتا تھا اور ان کی بے حد عزت کرتا تھا۔ بارہا دیکھا گیا ہے کہ حضرت سیدہ نماز میں مشغول ہوتی تھیں اور فرشتے ان کے بچوں کی گہوارہ جنبانی کیا کرتے تھے اور جب وہ قرآن پڑھنے میں مشغول ہوتی تھیں تو فرشتے ان کی چکی پیسا کرتے تھے۔ حضرت رسولِ کریمؐ نے گہوارہ جنبانی کرنے والے فرشتے کا نام جبرئیل اور چکی پیسنے والے کا نام "اوقابیل" بتایا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۲۸ طبع ملتان)

فاطمہ عہدِ رسالتؐ میں

پیغمبرِ اسلام کے حین حیات فاطمہ زہرا کی قدر و منزلت، عزت و توقیر کی کوئی حد نہ تھی۔ انسان تو در کنار ملائکہ کا یہ حال تھا کہ آسمانوں سے اُتر کر زمین پر آتے اور فاطمہ کی خدمت کرتے تھے۔ کبھی جنت کے طبق لائے کبھی حسنینؑ کا جھولا جھلا کر فاطمہ کی اعانت کی۔ اگر ان کے منہ سے عید کے موقعہ پر نکل گیا کہ بچو! تمہارے کپڑے درزی لائے گا۔ تو خازنِ بہشت کو درزی بن کر آنا پڑا۔ حد ہے کہ ملک الموت بھی آپ کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہ ہوتے تھے۔ علامہ عبد المومن حنفی لکھتے ہیں کہ سرورِ کائناتؐ کے وقتِ اخیر فاطمہ کے زانو

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پر بنرِ رسالت مآب تھا۔ ملک الموت نے دقّ الباب کیا اور اذنِ حضوری چاہا، فاطمہ نے انکار کر دیا۔ ملک الموت دروازے پر رک گئے۔ لیکن مکان میں داخل ہونے پر اصرار کرتے رہے۔ فاطمہ کے متواتر انکار پر ملک الموت نے قدرے لہجہ بدل کر آواز دی۔ فاطمہ رو پڑیں، آپ کے آنسو رخسار رسالتؐ پر گرے۔ پیغمبرؐ نے پوچھا کیا بات ہے۔ آپ نے واقعہ بتایا۔ حکم ہوا اجازت دو۔ یہ ملک الموت ہیں۔ (عجائب القصص ص۲۸۲)۔

فاطمہ زہرا رسولِ اسلام کے بعد

۲۸ صفر ۱۱ھ کو رسولِ اسلام کا انتقال ہوا۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے اہل بیت پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور آپ اس درجہ متاذی ہوئیں کہ اپنی کشتی حیات پچھتر دن سے زیادہ نہ کھینچ سکیں۔ آپ کے سر پر پٹی بندھی رہا کرتی تھی اور آپ شب و روز گریہ و زاری فرمایا کرتی تھیں۔ آپ کے لیے سرورِ کائنات کی وفات ہی کا صدمہ کیا کم تھا کہ اس پر مستزاد یہ کہ دنیا داروں نے آماجگاہ آلام بنا دیا۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ باپ کے انتقال کے بعد کفن و دفن کی مصیبت سے دکھ درد کی ماری بیٹی کو بے نیاز کر دیا جاتا اور بار انتظامِ میت سنبھال کر اس فریضہ تدفین و تکفین کو بحسن طریق انجام دیا جاتا۔ لیکن افسوس! اس کے برعکس دنیا والوں نے رسولؐ کی میت یوں ہی گھر میں چھوڑ دی اور خدا اور رسولؐ کے منشا کے خلاف اپنی حکومت کی بنیاد قائم کرنے کے لیے سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے۔ رسولؐ کی میت پڑی رہی، بالآخر آلِ محمد اور دیگر چند ماننے والوں نے اس فریضہ کو ادا کیا۔ یہ واقعہ بھلانے کے قابل نہیں جبکہ حضرت ابوبکر خلیفہ بن کر اور حضرت عمر خلیفہ بنا کر واپس لوٹے تو سرورِ کائنات کی لاشِ مطہر سپردِ خاک کی جا چکی تھی۔ ان حضرات نے اس طرف توجہ نہ کی اور کسی ملال کا اظہار نہ کیا اور سب سے پہلے جس چیز کی کوشش شروع کی وہ حضرت علیؑ سے بیعت لینے کی تھی۔ حضرت علی اور اعیان و اکابرِ صحابہ جن میں کل بنی ہاشم۔ زبیر۔ عتبہ بن ابی لہب۔ خالد بن سعید مقداد بن عمر سلمان فارسی۔ ابوذر غفاری۔ عمار یاسر۔ براء بن عازب۔ ابی ابن کعب اور ابوسفیان قابلِ ذکر ہیں (تاریخ ابو الفدا جلد ۱ ص۳۲۵)۔

یہ لوگ چونکہ خلافت منصوصہ کے مقابل سقیفائی خلافت کو تسلیم نہ کرتے تھے لہٰذا خانہ فاطمہ میں گوشہ نشین ہو گئے۔ اس پر حضرت عمر آگ اور لکڑیاں لے کر آئے اور کہا گھر سے نکلو ورنہ ہم آگ لگا دیں گے۔ یہ سن کر فاطمہ دروازہ کے قریب آئیں اور فرمایا کہ اس گھر میں رسولؐ کے نواسے حسنین بھی موجود ہیں کہا ہونے دیجیے۔ (تاریخ طبری و الامامت والسیاست جلد ۱ ص۱۲) اس کے بعد برابر شور و غل ہوتا رہا اور علیؑ کو گھر سے باہر نکالنے کا مطالبہ ہوتا رہا۔ مگر علیؑ نہ نکلے۔ فاطمہ کے گھر کو آگ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لگادی گئی۔ جب شعلے بلند ہونے لگے تو فاطمہ دوڑ کر دروازہ کے قریب آئیں اور فرمایا۔ ارے میرے باپ کا کفن بھی میلا نہ ہونے پایا کہ یہ تم کیا کر رہے ہو۔ یہ سن کر فاطمہ کے اوپر دروازہ گرا دیا گیا جس کے باعث معصومہ کے شکم پر ضرب لگی اور فاطمہ کے بطن میں محسن نامی بچہ شہید ہو گیا۔ (کتاب الملل والنحل شہرستانی طبع مصر ص ۲۶) علامہ ملا معین کاشفی لکھتے ہیں کہ "بداں ضرب فاطمہ از جہاں رحلت فرمود" فاطمہ اسی ضرب حضرت عمر سے رحلت کر گئیں۔ ملاحظہ ہو معارج النبوت رکن چار باب ۳ ص ۲۲۔ اس کے بعد یہ لوگ حضرت فاطمہ کے گھر میں دندانہ داخل ہو گئے اور علی کو گرفتار کر کے اُن کے گلے میں رسی باندھی (ابن ابی الحدید) اور لے کر دربارِ خلافت میں پہنچے، اور کہا کہ بیعت کرو۔ ورنہ خدا کی قسم تمہاری گردن ماردیں گے (روضۃ الاحباب)۔ حضرت علیؑ نے کہا۔ تم کیا کر رہے ہو اور کس قاعدہ اور کس بنیاد پر مجھ سے بیعت لے رہے ہو۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ (الامامت والسیاست جلد ۱ ص ۱۳) بعض مورخین کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے خانۂ سیدہ میں گھس کر دھاچوکڑی مچا دی۔ بالآخر بروایت ابن واضح "فخرجت فاطمۃ فقالت واللہ لتخرجن اولاکشفن شعری ولاعجن الی اللہ" فاطمہ بنت رسولؐ صحن خانہ میں نکل آئیں اور کہنے لگیں خدا کی قسم گھر سے نکل جاؤ۔ ورنہ میں اپنے سر کے بال کھول دوں گی۔ اور خدا کی بارگاہ میں سخت فریاد کروں گی۔ (تاریخ الیعقوبی جلد ۲ ص ۱۱۹)۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت علیؑ گرفتار کر کے لے جایا جا رہا تھا تو حضرت فاطمہ بنت رسولؐ نے فریاد کرتے ہوئے کہا تھا کہ "خلوا ابا الحسن" ابوالحسن کو چھوڑ دو ورنہ اپنے سر کے بال کھول دوں گی۔ طبری کہتے ہیں کہ اس کہنے پر مسجدِ نبوی کی دیوار قدِ آدم بلند ہو گئی تھی۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ کو اطلاع ملی کہ آپ کی وہ جائداد جس کا نام فدک تھا۔ جو بحکمِ خدا بدستِ رسولؐ ہاتھ آئی تھی اور جس کی آمدنی فقراء و مساکین پر ہمیشہ سے خرچ ہوتی آئی جس کا محل وقوع مدینہ منورہ سے شمال کی طرف دو سو میل ہے پر خلیفۂ وقت نے قبضہ کر لیا ہے۔ (معجم البلدان، صحیح بخاری الفاروق جلد ۲ ص ۱۳۶) یہ معلوم کر کے آپ حد درجہ غضبناک ہوئیں (بخاری) اور یہ معلوم کر کے اور زیادہ رنجیدہ ہوئیں کہ ایک فرضی حدیث غصب فدک کے جواز میں گڑھ لی ہے۔ الغرض آپ نے دربارِ خلافت میں اپنا مطالبہ پیش کیا اور انکارِ ہبہ پر بطور ثبوت حضرت علی، حضرت امام حسنؑ۔ امام حسینؑ۔ ام ایمن، اور رباح کو گواہی میں پیش کیا۔ لیکن سب کی گواہیاں مسترد کر دی گئیں اور کہا گیا علی شوہر ہیں حسنینؑ فرزند ہیں۔ ام ایمن وغیرہ کنیز و غلام ہیں۔ ان کی گواہی نہیں مانی جا سکتی۔ (کتاب الاکتفاء، انسان العیون صواعق ص ۲۲)۔ ایک روایت کی بنا پر حضرت ابوبکر نے ہبہ کا تصدیق نامہ لکھ کر فاطمہ کو دے دیا۔ وہ لے کر جانے ہی والی تھیں کہ ناگاہ حضرت عمر آ گئے۔ پوچھا کیا ہے؟ کہا تصدیق ہبہ نامہ آپ نے وہ خط ہاتھ سے لے کر چاک کر ڈالا اور بروایتے زمین پر پھینک کر اس پر تھوک دیا اور پاؤں سے رگڑ ڈالا

ابن ابی الحدید ... شیا ... ص ۱۱۳ ... احتجاج طبرسی ... و معانی الاخبار ص ۲۰۶ ... [illegible]

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(سیرت حلبیہ ص۱۸۵ اور مقدمہ خارج کرا دیا ۔ (انسان العیون جلد ۳ ص۴۰۰ طبع مصر) اسی سلسلہ میں آپ کا خطبہ لمہ خاص اہمیت رکھتا ہے ۔ اس کے تھوڑے دن بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر امیرالمومنین حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم نے فاطمہ کو ناراض کیا ہے ۔ ہمارے ساتھ چلئے ہم اُن سے معافی مانگ لیں ۔ حضرت علیؑ ان کو ہمراہ لے کر آئے اور فرمایا اے فاطمہ یہ دونوں پہلے آئے تھے ۔ اور تم نے انھیں اپنے مکان میں گھسنے نہیں دیا ۔ اب مجھے لے کر آئے ہیں اجازت دو کہ داخلِ خانہ ہو جائیں ۔ بحکم علیؑ سے اجازت تو دے دی ۔ لیکن جب یہ داخلِ خانہ ہوئے تو فاطمہ نے دیوار کی طرف منہ پھیر لیا اور سلام کا جواب تک نہ دیا اور فرمایا خدا کی قسم تا زندگی نماز کے بعد تم دونوں پر بددعا کرتی رہوں گی ۔ غرض کہ فاطمہ نے معاف نہ کیا اور یہ لوگ مایوس واپس گئے ۔ (الامامت والسیاست ، مؤلفہ ابن ابی قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ جلد ۱ ص۱۴) امام بخاری کہتے ہیں کہ فاطمہ نے تا حیات ان لوگوں سے کلام نہیں کیا اور غضب ناک ہی دُنیا سے رحلت کر گئیں ۔

آپ کی علالت

ہم اوپر بحوالہ علامہ شہرستانی و علامہ معین کاشفی تحریر کر آئے ہیں کہ حضرت عمر نے سیدۃ النساء حضرت فاطمہ پر دروازہ گرا دیا تھا اور شکم مُبارک پر ضرب لگائی تھی جس کی وجہ سے اسقاط حمل ہوا تھا اور اسی سبب سے آپ علیل ہوئیں اور بالآخر وفات پا گئیں ۔ اب آپ کی خدمت میں ڈپٹی نذیر احمد کی تحریر کا اقتباس پیش کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں ۔

جو شخص (وفات رسولؐ) سے سب سے زیادہ متاثر ہوا وہ فاطمہ تھیں ۔ والدہ پہلے انتقال کر چکی تھیں ۔ اب ماں اور باپ دونوں کی جگہ پیغمبر صاحب ہی تھے اور باپ بھی کیسے دین و دنیا کے بادشاہ ۔ ایسے باپ کا سایہ سر سے اٹھنا اس پر حضرت علیؑ کا خلافت سے محروم رہنا ترکہ پدری فدک کا دعویٰ کرنا اور مقدمہ ہار جانا ۔ ۔ ۔ انھیں رنجوں میں گھل گھل کر انتقال فرما گئیں ۔ (رویائے صادقہ فصل ۱۳) آپ اس قدر روئیں کہ اہلِ محلہ متاذی ہونے لگے ۔ بالآخر حضرت علیؑ نے آپ کے رونے کے لیے مدینہ سے باہر "بیت الاحزان" بنوا دیا تھا ۔ (انوار الحسینیہ صفحہ ۲۴ طبع بمبئی) ۔

حالات سے متاثر ہو کر حضرت سیدہ نے اپنے والد بزرگوار کا جو مرثیہ کہا ہے اس کا ایک شعر یہ ہے ۔

صُبّت علیّ مصائب لو انہا　　صُبّت علی الایام صرن لیالیا

(ترجمہ) ابا جان آپ کے بعد مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑیں کہ اگر ۔ دنوں پر پڑتیں تو مثل شب کے تاریک ہو جاتے ۔ (نور الابصار ص۴۹ و مدارج جلد ۲ ص۵۲۲)

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com　http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ کی وصیت

فاطمہ زہراؑ نے اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ اے اسماء مجھے مسلمانوں کی عورتوں کی میت کے لے جانے کا طریقہ پسند نہیں ہے یہ تختے پر لٹا کر کپڑا ڈال کر لے جاتے ہیں۔ اسماء نے کہا۔ میں حبشہ میں بہت اچھا تابوت دیکھ آئی ہوں فرمایا۔ اس کی نقل بنا دو۔ اسماء نے تابوت بانس کی قمچیوں سے تیار کیا۔ فاطمہ خوش ہو گئیں۔ اس کے بعد آپ نے حضرت علیؑ کو بلایا اور وصیت کی۔ آپ نے کہا مجھے خود غسل دینا۔ کفن پہنانا۔ میرا جنازہ رات کو اٹھانا، جن لوگوں نے مجھے ستایا ہے اُن کو میرے جنازے میں شریک نہ ہونے دینا۔ میرے بعد شادی کرنا تو ایک رات میرے بچوں کے پاس اور ایک رات اپنی بیوی کے پاس گزارنا۔

شمس العلماء مسٹر نذیر احمد دہلوی لکھتے ہیں کہ "فاطمہ نے ابوبکر وغیرہ سے بات چیت کرنا چھوڑ دی۔ مرتے وقت وصیت کی کہ مجھے رات کے وقت دفن کرنا اور یہ لوگ میرے جنازے پر نہ آنے پائیں (امہات الامۃ صفحہ ۹۹) علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ فاطمہ کی یہ وصیت تھی کہ عائشہ بھی شریک جنازہ نہ ہونے پائیں۔ استیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۷۲) جناب سیدہ کی حضرات شیخین سے ناراضگی کے لیے مزید ملاحظہ ہو۔ تیسیر القاری ترجمہ بخاری پ ۱۳ صفحہ ۱۸۔۲۱ و پ ۱۲ صفحہ ۲۱۔ مشکل الآثار طحاوی ج ۱ صفحہ ۴۸۔ ترجمہ صحیح مسلم جلد ۵ صفحہ ۲۵۔ روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۲۳۳۔ ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۵۷۔ براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ صفحہ ۲۱۔ اشعۃ اللمعات جلد ۳ صفحہ ۳۔ الزہراء عمر ابو النصر (اردو ترجمہ) صفحہ ۹۹۔ مجمع الفوائد جلد ۲ صفحہ ۱۸۔ طبع میرٹھ۔

آپ کی وفات

دنیائے اسلام کے قدیم مورخ ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہ حضرت سرور کائنات کی وفات کے بعد صرف ۷۵ دن زندہ رہ کر انتقال فرما گئیں۔ (الامامت والسیاست جلد ۱ صفحہ ۱۴)۔ علامہ بہائی کا جامع عباسی صفحہ ۹۰ میں بیان ہے کہ سنتو دن بعد انتقال ہوا ہے۔ آپ کی تاریخ وفات یوم یکشنبہ ۳ جمادی الثانیہ سنہ ۱۱ ہجری ہے (انوار الحسینیہ جلد ۳ صفحہ ۳۹ طبع نجف) آپ کے واقعہ وفات کے متعلق حضرت ابن عباس صحابی رسول کا بیان ہے کہ جب فاطمہ زہرا کی وفات کا وقت قریب آیا تو نہ معصومہ کو بخار آیا، اور نہ درد سر عارض ہوا۔ بلکہ آپ نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ہاتھ پکڑے اور دونوں کو لے کر قبر رسول پر گئیں اور قبر و منبر کے درمیان دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر دونوں کو اپنے سینہ سے لگایا اور فرمایا اے میرے بچو! تم دونوں ایک ساعت اپنے باپ کے پاس بیٹھو، امیر المومنین اس وقت مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر وہاں سے گھر آئیں اور آنحضرتؐ کی چادر اٹھائی غسل کر کے حضرت کا بچا ہوا کفن یا لباس پہنا۔ بعد ازاں زوجہ حضرت جعفر طیار (اسماء) کو آواز دی، اسماء نے عرض کی بی بی حاضر ہوتی ہوں۔ جناب فاطمہ نے فرمایا، اسماء تم مجھ سے الگ نہ ہونا۔ میں ایک ساعت اس حجرہ میں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لیٹنا چاہتی ہوں۔ جب ایک ساعت گزر جائے اور میں باہر نہ نکلوں تو مجھے تین آوازیں دینا۔ اگر میں جواب نہ دوں تو اندر چلی آنا۔ ورنہ سمجھ لینا کہ میں رسولِ خداؐ سے ملحق ہو چکی ہوں۔ بعدازاں رسولِ خداؐ کی جگہ پر کھڑی ہوئیں اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر لیٹ گئیں اور اپنا منہ چادر سے ڈھانپ لیا۔ بعض علماء کہتا ہے کہ سیّدہ نے سجدہ ہی میں وفات پائی۔ الغرض جب ایک ساعت گزری تو اسماء نے جناب سیّدہ کو آواز دی۔ اے حسنؑ و حسینؑ کی ماں! اے دخترِ رسولِ خداؐ! مگر کچھ جواب نہ ملا۔ تب اسماء اس حجرہ میں داخل ہوئیں۔ کیا دیکھتی ہیں کہ وہ معصومہ رحلت کر چکی ہیں۔ اسماء نے اپنا گریبان پھاڑ لیا اور گھر سے باہر نکل پڑیں۔ حسنؑ و حسینؑ آ پہنچے۔ پوچھا اسماء ہماری اماں کہاں ہیں۔ عرض کی حجرہ میں ہیں۔ شاہزادے حجرے میں پہنچے تو دیکھا کہ مادرِ گرامی انتقال فرما چکی ہیں۔ شاہزادے روتے پیٹتے مسجد میں پہنچے۔ حضرت علیؑ کو خبر دی۔ آپ صدمہ سے بے حال ہو گئے۔ پھر وہاں سے با حالِ پریشان گھر پہنچے۔ دیکھا کہ اسماء سرہانے بیٹھی رو رہی ہیں۔ آپ نے چہرۂ انور کھولا۔ سرہانے ایک رقعہ ملا۔ جس میں شہادتین کے بعد وصیت پر عمل کا حوالہ تھا اور تاکید تھی کہ مجھے اپنے ہاتھوں سے غسل دینا۔ حنوط کرنا۔ کفن پہنانا۔ رات کے وقت دفن کرنا اور دشمنوں کو میرے دفن کی خبر نہ دینا اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ میں تمہیں خدا کے سپرد کرتی ہوں اور میں ان تمام اولادوں (سادات) کو سلام کرتی ہوں جو قیامت تک پیدا ہوں گی۔

جب رات ہوئی تو حضرت علیؑ نے غسل دیا کفن پہنایا۔ نماز پڑھی اور بنا بر روایتِ مشہورہ جنت البقیع میں لے جا کر دفن کر دیا۔ (زاد العقبیٰ ترجمہ مودۃ القربیٰ علی ہمدانی شافعی ص ۱۲۵ تا ص ۱۲۹ طبع لاہور) ایک روایت میں ہے کہ آپ کو منبر اور قبرِ رسولؐ کے درمیان دفن کیا گیا۔ (انوار الحسینیہ جلد ۲ ص ۳۹) کتب مقاتل میں ہے کہ غسل کے وقت حضرت علیؑ نے پشت و بازوئے فاطمہ پر درّہ عمری کا نشان دیکھا تھا اور چیخ مار کر روئے تھے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فاطمہ کو رات کے وقت دفن کر دیا۔ ولم یؤذن بہا ابابکر وصلی علیہا۔ ابو بکر وغیرہ کو شرکت جنازہ کی اجازت نہیں دی۔ نیز دفن کی بھی اطلاع نہیں دی اور نماز خود پڑھی۔ علامہ عینی شارح بخاری لکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ حضرت علیؑ نے جناب فاطمہ کی وصیت کے مطابق کیا تھا۔ صحیح بخاری باب الجہاد میں ہے کہ حضرت فاطمہ حضرت ابو بکر وغیرہ سے ناراض ہو گئیں اور ان سے ترک تعلق کر لیا اور مرتے دم تک بیزار رہیں۔ امام ابنِ قتیبہ کا بیان ہے کہ خلفاء کو فاطمہ کی ناراضی کا علم تھا۔ وہ کوشش کرتے رہے کہ راضی ہو جائیں ایک دفعہ معافی مانگنے کے لیے بھی گئے۔ "فاستاذنا علی فاطمہ فلم تاذن" اور اذنِ حضوری چاہا۔ آپ نے ملنے سے انکار کر دیا۔ اور ان کے سلام تک کا جواب نہ دیا اور فرمایا "تا زندگی تم پر بد دعا کروں گی اور بابا جان سے تمہاری شکایت کروں گی۔" (الامامت والسیاست جلد ۱ ص ۱۴ طبع مصر)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ کا جنازہ

غسل و کفن کے بعد حضرت علیؑ اپنی اولاد اور اپنے اعزا سمیت جنازہ لے کر روانہ ہوئے۔ بحار الانوار کتاب الفتن میں ہے کہ راستہ دیکھنے کے لیے ایک شمع ساتھ تھی اور حضرت زینب جو کافی کمسن تھیں، سیاہ لباس میں لپٹی ہوئی اس سایہ میں چل رہی تھیں جو شمع کی وجہ سے تابوت کے نیچے زمین پر پڑ رہا تھا۔ مودۃ القربیٰ ص۱۲۹ میں ہے کہ حضرت علیؑ جب جنت البقیع میں پہنچے تو ایک سمت سے آواز آئی اور کھدی کھدائی قبر نمایاں ہوگئی۔ حضرت علیؑ نے اسی قبر میں حضرت فاطمہؑ کی لاش مطہر دفن کی اور اس طرح زمین برابر کردی کہ نشانِ قبر معلوم نہ ہو سکے۔

کتاب منتہی الآمال شیخ عباس قمی ص۱۳۹ میں ہے کہ جب جناب سیدہ کی لاش قبر میں اتاری گئی تو رسولِ خدا کے ہاتھوں کی مانند دو ہاتھ برآمد و نمودار ہوئے اور انھوں نے جسم مطہر سیدہ کو سنبھال لیا۔ دلائل الامامۃ میں ہے کہ چونکہ قبر فاطمہ کے ساتھ بے ادبی کا اندیشہ تھا اس لیے چالیس قبریں بنائی گئیں۔ مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ چالیس قبریں اس لیے بنائی تھیں کہ صحیح قبر معلوم نہ ہو سکے اور فاطمہ کو ستانے والا قبر پر بھی نماز نہ پڑھ سکے ورنہ سیدہ کو اذیت ہوگی۔ اس کے باوجود لوگوں نے قبر کھود کر نماز جنازہ پڑھنے کی سعی کی۔ جس کے ردعمل میں حضرت علیؑ ننگی تلوار لے کر زرد لباس پہنے ہوئے قبر پر جا بیٹھے۔ اس وقت آپ کے منہ سے کف جاری تھا۔ یہ دیکھ کر لوگوں کی ہمتیں پست ہوگئیں اور آگے نہ بڑھ سکے۔ (ناسخ التواریخ وغیرہ) وفات کے وقت جناب سیدہ طاہرہ کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

نتیجہ

وفات رسولؐ کے بعد جناب سیدہ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا۔ اس پر شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد ایل ایل ڈی مترجم قرآن مجید نے اپنی کتاب "رویائے صادقہ" میں نہایت مفصل اور مکمل تبصرہ فرمایا ہے۔ جس کے آخری جملے یہ ہیں:-

"سخت افسوس ہے کہ اہلبیت نبوی کو پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد ہی ایسے ناملائم اتفاقات پیش آئے کہ ان کا وہ ادب و لحاظ جو ہونا چاہیے تھا اس میں ضعف آگیا اور شدہ شدہ منجر ہوا۔ اس ناقابل برداشت واقعہ کربلا کی طرف جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ ایسی نالائق حرکت مسلمانوں سے ہوئی ہے۔ کہ اگر سچ پوچھو تو دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہے ؎

چہ خوش فرمود شخصے ایں لطیفہ　　　　کہ کشتہ شد حسینؑ اندر سقیفہ

حضرت فاطمہ کے شرکاء جنازہ

علامہ حافظ محمد بن علی شہر آشوب المتوفی ۵۸۸ھ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کے جنازے میں امیر المومنینؑ۔ امام حسنؑ۔ امام حسینؑ۔ عقیل۔ سلمان فارسی۔ ابوذر۔ مقداد۔ عمار اور بریدہ شریک تھے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com　http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور انہیں لوگوں نے نمازِ جنازہ پڑھی، ایک روایت میں عباس، فضل، حذیفہ اور ابنِ مسعود کا اضافہ ہے طبری میں ابنِ زبیر کا بھی تذکرہ ہے۔ (عمدۃ المطالب ترجمہ مناقب ج ۲ صفحہ ۹۵ طبع ملتان)۔

حضرت فاطمہ کا مدفن

جیسا کہ اوپر گزرا، حضرت فاطمہ صلوٰۃ اللہ وسلام علیہا کے جائے دفن میں اختلاف ہے۔ کوئی جنۃ البقیع، کوئی منبر و قبرِ رسول کے درمیان کوئی قبر اور گھر کے درمیان قبر بتاتا ہے۔ مشہور یہی ہے کہ جنۃ البقیع میں آپ دفن ہوئی ہیں۔ لیکن احمد بن محمد بن ابی نصر نے ابوالحسن حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ اپنے گھر میں مدفون ہوئی ہیں۔ جب بنی امیہ نے مسجد کی توسیع کی تو ان کی قبر روضۂ رسول کے اندر آگئی ہے۔ (ترجمہ مناقب ابنِ شہر آشوب ج ۲ صفحہ ۹۹)۔

حضرت فاطمہؑ کی قبر پر حضرت علیؑ کا مرثیہ

علامہ ابنِ شہر آشوب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے وفاتِ سیدہ پر بے انتہا رنج و غم کا اظہار فرمایا اور بے پناہ غم والم کا احساس کیا۔ انھوں نے قبر پر جو مرثیہ پڑھا وہ یہ ہے

لکل اجتماع من خلیلین فرقۃ   وکل الذی دون الفراق قلیل

دو دوستوں کے ہر اجتماع کا نتیجہ جدائی ہے اور ہر مصیبت دلبروں کی جدائی کی مصیبت سے کم ہے

وان افتقادی فاطم بعد احمد   دلیل علی ان لا یدوم خلیل

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد میری رفیقۂ حیات فاطمہؑ کا داغِ فراق دے جانا اس امر کا ثبوت واضح ہے کہ کوئی دوست ہمیشہ نہیں رہے گا۔

علامہ شیخ عباس قمی لکھتے ہیں کہ حضرت سیدہؑ کو سپردِ خاک کرنے کے بعد حضرت امیرالمومنین قبرِ جناب سیدہ کے پاس بیٹھ گئے اور بے انتہا روئے۔ پس عباس عموی آنحضرت دستش را گرفت واز سرِ قبر او ببرد۔ یہ دیکھ کر چچا عباس بن عبدالمطلب نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں قبر کے پاس سے اٹھایا۔ اور گھر لے گئے (منتہی الآمال جلد ۱ صفحہ ۱۳۰ طبع نجف اشرف)۔

آپ کے روضہ کا انہدام

علماء کا بیان ہے کہ ایک عرصہ گذرنے کے بعد آپ کی قبر مبارک پر روضہ کی تعمیر عمل میں آئی۔ میں کہتا ہوں کہ اب سے تقریباً ۴۲ سال قبل ابنِ سعود امیرِ سعود عربیہ نے آپ کے روضہ مبارک کو جذبۂ وہابیت سے متاثر ہو کر منہدم کروا ڈالا۔ شیخ العراقین محمد رضا کا بیان ہے کہ ابنِ سعود نے مکہ میں ۹ اور مدینہ میں ۱۹ مقدس مقامات کو منہدم کرایا تھا جن میں خانۂ سیدہ روضۂ سیدہ اور بیت الاحزان بھی تھے۔ ملاحظہ ہو، انوار الحسینیہ جلد ۱ صفحہ ۵۳ طبع بمبئی ۱۳۴۶ھ ہجری۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی کنیز جناب فضہ کے مختصر حالات

جناب فضہ کا اصل نام میمونہ تھا۔ حضرت رسولِ کریمؐ نے ان کا نام فضہ رکھا۔ فضہ کے معنی چاندی کے ہیں۔ گویا رسولِ اکرمؐ نے اُن کے سیاہ فام ہونے کے باوجود انھیں چاندی بنا دیا اور روشن ضمیر کر دیا

جناب فضہ حبش کے رہنے والی تھیں۔ علامہ شیخ جعفر بن محمد بن جعفر نزاری لکھتے ہیں "ھی کانت بنت ملك من ملوك الحبشة" وہ حبشہ کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی دختر نیک اختر تھیں (الانوار العلویہ ص۴۰۶ طبع نجفِ اشرف) علامہ رجب علی برسی نے کتاب مشارق الانوار میں انھیں ہندوستان کے ایک بادشاہ کی لڑکی لکھا ہے۔ لیکن یہ میرے نزدیک درست نہیں ہے۔ (رسالہ حضرت فضہ ص۳ طبع لاہور)۔

جنابِ فضہ اور فنِ کیمیاگری

مؤرخین کا بیان ہے کہ جنابِ فضہ فنِ کیمیاگری میں ماہر تھیں علامہ رجب علی برسی کتاب مشارق الانوار میں لکھتے ہیں کہ یہ جب حضرت فاطمۃ الزہرا صلواۃ اللہ علیہا کے خانۂ اقدس میں آئیں اور اُن کی ظاہری غربت و افلاس کو دیکھا تو اکسیر کا ذخیرہ نکالا اور تانبے کے ٹکڑے پر اس اکسیر کو استعمال کیا جس سے تانبا بہترین سونا بن گیا اور جنابِ فضہ اس کو لے کر حضرت امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ اے فضہ تم نے بہترین سونا بنایا ہے لیکن اگر تم تانبے کو بھی پگھلا دیتیں تو اس سے زیادہ بہتر سونا بن جاتا، فضہ نے ازروئے تعجب کہا کہ مولا آپ اس فن سے بھی واقف ہیں؟ آپ نے امام حسینؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ علم تو ہمارا بچہ بھی جانتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اے فضہ ہم تمام علوم سے واقف ہیں۔ اِس کے بعد آپ نے اشارہ فرمایا اور زمین کا ٹکڑا بہترین سونے اور قیمتی جواہر میں تبدیل ہوگیا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ "یا فضہ ما لھذا خلقنا"۔ اے فضہ ہم اس کے لیے پیدا نہیں کیے گئے۔ (انوار علویہ و معہ ساکبہ ص۱۳۰) مطلب یہ تھا کہ ہم زر و جواہر اور مال و دولت کے لیے پیدا نہیں کیے گئے۔ ہماری غرض خلقت تبلیغِ دین اور فروغِ انسانیت ہے۔

جنابِ فضہ کی شادی

جنابِ فضہ جب حضرت فاطمہؑ کی خدمت میں آئی تھیں تو غیر شادی شدہ تھیں۔ انھوں نے شاہی ٹھاٹھ باٹھ کو خیرباد کہہ کر حضرت فاطمہ زہراؑ کی خدمت کو اپنا فریضہ بنا لیا تھا۔ وہ پاکیزہ دل کی خاتون تھیں، اور پاک گھرانے کی خدمت کو دنیا و آخرت کی عزت سمجھتی تھیں۔ حضرت فاطمہ جب تک زندہ رہیں انھوں نے اپنی شادی نہیں کی البتہ اُن کی وفات کے بعد حضرت علی کے اصرار پر شادی پر رضامندی ظاہر کی۔ چنانچہ اُن کی تزویج کر دی گئی۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ کانت لفاطمۃ الزھراء جاریۃ یقال

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لها فضة فصارت بعدها لعلی فزوجها من ابی ثعلبة الحبشی فاولدها ابنا ثم مات عنها ابوثعلبة فتزوجها من بعده ابو سلیك الغطفانی" حضرت فاطمۃ الزہرا کی ایک کنیز تھیں جن کو "فضہ" کہتے تھے۔ جب بی بی فاطمہ کا انتقال ہوگیا تو وہ حضرت علی کی خدمت گزاری کرنے لگیں۔ حضرت علی نے ان کی شادی ابوثعلبہ حبشی کے ساتھ کردی جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، پھر ابوثعلبہ کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے ان کا عقد ابوسلیک غطفانی کے ساتھ کردیا۔ (انوار علویہ ص۵۹)

جنابِ فضہ اور ضیافت حضرت رسول کریمؐ

مورخین کا بیان ہے کہ جنابِ فضہ بظاہر کنیز تھیں۔ لیکن وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی نگاہ میں بڑی ممتاز تھیں اور ان کے نگاہِ کرم کی وجہ سے نگاہ قدرت میں بھی باعزت تھیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ماہ رمضان کی ایک شب کو جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلعم جس قدم سے آپ نے عرش معلی کو (شب معراج) مشرف فرمایا ہے۔ آج اس قدم کے طفیل ہمارے گھر کو شرف بخشیں۔ آنحضرتؐ نے دعوت قبول فرمائی اور خانہ امیرالمومنین میں روزہ افطار فرمایا۔ اگلے روز کے لیے حضرت فاطمہ زہراؑ نے دعوت دی اور انھوں نے قبول فرماکر روزہ افطار فرمایا۔ پھر امام حسنؑ نے دعوت دی اس کے بعد امام حسینؑ نے درخواست کی، آپ نے ان شہزادوں کی خواہش پوری کی یہ دیکھ کر جنابِ فضہ نے بھی دعوتِ طعام دی حضرت نے قبول فرمائی، جب نمازِ مغربین کے بعد آپ اپنے گھر سے ہوکر جنابِ فضہ کے وہاں جانے کا ارادہ کیا تو جبرئیلؑ نے کہا کہ آپ سیدھے فضہ کے گھر تشریف لے جائیں، یہ رب جلیل کی خواہش ہے۔ کیونکہ فضہ دروازۂ سیدہؑ پر منتظر کھڑی ہیں۔ چنانچہ حضور اکرمؐ سیدھے جنابِ سیدہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ان لوگوں نے تعظیم کی اور آداب بجالائے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں آج فضہ کا مہمان ہوں۔ یہ سن کر امیرالمومنین نے فضہ سے کہا کہ تم نے ہمیں نہیں بتایا کہ حضورؐ کو مدعو کیا ہے۔ ہمیں بتادیا ہوتا تو ہم تمھاری مدد کرتے فضہ نے عرض کی مولا میں آپ ہی کی کنیز ہوں۔ سب انتظام ہوجائے گا، اس کے بعد وہ اندر گئیں اور مصلّےٰ بچھاکر دو رکعت نماز ادا کی اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی، مالک اپنے حبیب کی دعوت کا بندوبست فرمادے۔" دعا قبول ہوئی اور مائدہ آسمانی نازل ہوا وہ اُسے لے کر باہر آئیں اور سب نے طعامِ جنت تناول فرمایا۔ حضرت نے کھانے کے بعد ارشاد کیا۔ "الحمدللہ" کہ خدا نے مریم بنت عمران کی طرح میری بیٹی کی کنیز کو بھی جنت سے طعام منگانے کا شرف بخشا ہے۔ (مصابیح القلوب، ریاض القدس جلد ۲ ص۲۶۱ طبع ایران)۔

جنابِ فضہ اور امدادِ غیبی

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جناب فضہ اپنی باری کے دن خانگی کام دبا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے سلسلے میں لکڑیوں کا ایک گٹھر اُٹھا کر لانا چاہتی تھیں لیکن زیادہ وزنی ہونے کی وجہ سے وہ اُن سے اُٹھ نہیں رہا تھا۔ انھوں نے فوراً وہ دُعا پڑھی جو انھیں رسُولِ کریمؐ نے تعلیم دی تھی جس کی ابتدا یہ ہے۔ "یا واحد یا احد لیس کمثلہ شئی الخ" اِس دُعا کا پڑھنا تھا کہ ایک اعرابی نمودار ہوا اور اُس نے ایندھن اُٹھا کر حضرت سیّدہ کے دروازے پر لا پھینکا۔ (معالی السبطین جلد ۲ صہ ۱۳۹)۔

جنابِ فضہ اور سُورہ ھل اتیٰ

سُورۃ ھل اتیٰ، جو اہلِ بیت کی مدح و ثنا میں نازل ہوا ہے۔ اِس میں جنابِ فضہ بھی شامل ہیں۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ ابنِ عباس کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرات حسنینؑ بیمار ہوئے تو رسُولِ خدا کچھ لوگوں کے ساتھ عیادت کو تشریف لائے اور جنابِ امیرؑ سے فرمایا کہ بہتر ہوتا اگر تم اپنے لڑکوں کی صحت کے واسطے نذر کرتے، یہ سُنتے ہی جنابِ امیرؑ فاطمۃ الزہرا اور فضہ نے تین تین روزوں کی نذر کی۔ غرضیکہ جب دونوں صاحبزادے اچھے ہوئے اور نذر کے پورے کرنے کا وقت آیا تو گھر میں کچھ نہ تھا۔ جنابِ امیرؑ نے شمعون یہودی سے تین صاع جو قرض لیے، جنابِ سیّدہ نے ایک صاع جو پیسا اور پانچ روٹیاں پکائیں۔ شام کو کھانا ہی چاہتے تھے کہ ایک سائل نے آواز دی "السّلام علیکم یا اھلبیت محمّد"۔ مَیں ایک مسلمان مسکین ہوں مجھے کھانا دو، خدا تمھیں جنّت کے خوان عطا کرے گا۔ یہ سنتے ہی سب نے اپنے اپنے آگے کی روٹیاں دے دیں فقط پانی پی کر سو رہے۔ اور دوسرے دن پھر روزہ رکھا حسبِ سابق دوسرے دن جنابِ سیّدہ نے پانچ روٹیاں پکائیں اور کھانے بیٹھے کہ ایک یتیم نے آواز دی اور سب نے اپنی اپنی روٹیاں اُس کو دے دیں اور صرف پانی سے افطار کیا، تیسرے روز پھر روزہ افطار کرنے بیٹھے تھے کہ ایک قیدی نے آواز دی اور تیسرے دن پھر سب بزرگوں نے اپنی اپنی روٹیاں دے دیں۔ چوتھے دن صبح کو جنابِ امیرؑ نے صاحبزادوں کے ہاتھ پکڑے اور حضرت رسُولِ کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب رسُول اللہ کی نظر پڑی کہ بھوک کی شدت سے کانپ رہے ہیں تو فرمایا کہ میں تم لوگوں کو کس قدر تکلیف کی حالت میں دیکھ رہا ہوں، پھر خود اُٹھے اور ان کے ساتھ جنابِ سیّدہ کے مکان میں آئے تو فاطمہ کو محرابِ عبادت میں دیکھا کہ ان کا پیٹ پیٹھ سے مل گیا ہے اور آنکھیں دھنس گئی ہیں، یہ دیکھ کر حضرت کو بہت رنج ہوا کہ یکایک حضرت جبریلؑ نازل ہوئے اور کہا کہ لیجیے یا رسُول اللہؐ آپ کو مبارک ہو خدا نے یہ سُورہ آپ کے اہلبیت کی شان میں نازل کیا ہے۔ اور سورۃ دھر کی تلاوت فرمائی۔ (تفسیر کشاف جلد ۲ صہ ۲۳۹ و تفسیر بیضاوی) امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں یعنی علیاً و فاطمۃ والحسن والحسین وجاریتھم فضۃ" اِس آیت "یوفون بالنذر" میں جنابِ امیرؑ، جنابِ فاطمہ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور اُن کی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کنیز فضہ کو مراد لیا ہے۔ (تفسیر برہان جلد ۳ ص ۱۱۹۴ طبع قدیم)

ضربِ عمری سے بنتِ رسول کا زخمی ہونا اور فضہ کو پکارنا

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عمر نے فاطمہؑ کے گھر میں آگ لگا دی تھی اور حضرت سیدہ کے بطن پر دروازہ گرا دیا تھا جس سے اُن کے بطن میں جناب محسن شہید ہو گئے تھے (الملل والنحل) علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ "جب بی بی سیدہ کے پہلو پر دروازہ گرا اور بنتِ رسول زخمی ہو کر زمین پر گریں تو منہ سے بے ساختہ یہ جملے نکلے تھے "یا رسول اللہ ھکذا یفعل بحبیتک وابنتک، یا فضۃ الیک فخذینی واما ظلمی فندینی فنقل واللہ قتل ما فی احشائی"۔ "اے رسول خدا آپ کی پیاری بیٹی سے یہ سلوک کیا جا رہا ہے۔ اے فضہ ذرا مجھ کو سنبھالو اور میری پشت کی طرف سے مجھے سہارا دو"۔ خدا کی قسم میرے بطن میں میرا بچہ (محسن) شہید ہو گیا ہے۔ (بحار الانوار جلد ۸ طبع ایران)۔

غسلِ سیدہ میں فضہ کی شرکت

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ جب عمر بن خطاب کے ضرب سے شدید زخمی ہو کر فاطمہ بنت رسول علیل ہو گئیں اور انھوں نے محسوس کیا کہ اب نہ بچونگی تو مجھے چند وصیتیں کیں۔ ان میں سے ایک وصیت یہ تھی کہ میرے غسل و کفن میں تمہارے اور حسنؑ و حسینؑ اور زینب وام کلثوم اور فضہ و اسماء بنت عمیس کے علاوہ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (معالی السبطین جلد ۱ ص ۱۳۹)

ایک روایت میں یہ واقعہ اس طرح مرقوم ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدہ نے جہاں مجھ سے اور بہت سے عہد لیے تھے اُن میں ایک یہ تھا کہ میری وفات کے بعد مردوں میں عبداللہ بن عباس، سلمان فارسی، عمار یاسر، مقداد بن اسود، ابوذر غفاری، حذیفہ یمانی اور عورتوں میں ام سلمہ، ام ایمن اور فضہ کے علاوہ کسی کو شریک نہ کیا جائے اور نہ کسی کو خبر دی جائے۔ ایک روایت میں فضل اور ابن مسعود کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے ایسا ہی کیا۔ (سفینۃ البحار ج ۲ ص ۳۶۰)۔

حضرت سیدہ کا آخری دیدار اور فضہ

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ بنت رسول کا انتقال ہو گیا اور انھیں کفن پہنایا جا چکا تو میں نے چہرہ سیدہ کو بند کرتے ہوئے۔ جہاں زینبؑ ام کلثوم اور حسنؑ و حسینؑ کو آواز دی تھی وہاں فضہ کو بھی پکارا تھا کہ "ھلموا تزودوا من امکم" آؤ اور اپنی ماں کا آخری دیدار کر لو۔ (سفینۃ البحار جلد ۲ ص ۳۶۵)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جنابِ فضہ حضرت فاطمۃ الزہرا کی شہادت کے بعد

شہادت حضرت فاطمۃ الزہرا کے بعد جنابِ فضہ اسی گھر میں رہیں اور ان کے بعد حضرت زینب وغیرہا کی خدمت کو اپنا فریضہ قرار دے لیا۔ علامہ مہدی حائری لکھتے ہیں: "لما ماتت فاطمۃ انضمت الی زینبؑ وکانت تخدمہا فی بیتہا وتارۃً فی بیت الحسن وتارۃ فی بیت الحسین فلما خرجت عقیلۃ القریش مع اخیہا الحسین من المدینۃ الی العراق خرجت فضۃ معہا حتی اتت کربلاء"۔ حضرتِ فاطمہؑ کی وفات کے بعد جنابِ فضہ حضرت زینب کی کنیزی میں آگئیں اور ان کے خانۂ اقدس میں خدمت کے فرائض انجام دینے لگیں اور بعض اوقات امام حسن اور امام حسین کے گھر میں بھی خدمت فرائض انجام دیتی تھیں، پھر جب عقیلۂ القریش حضرت زینب اپنے بھائی کے ہمراہ مدینے سے عراق کی طرف روانہ ہوئیں تو جنابِ فضہ ان کے ہمراہ چلیں اور کربلا کے میدان میں آئیں۔

کربلا میں حکمِ فضہ سے شیر کا برآمد ہونا

کتبِ مقاتل میں ہے کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد جب ان کی لاش اقدس پر گھوڑے دوڑائے جانے کا بندوبست کیا گیا تو حکم جنابِ زینب کے مطابق جنابِ فضہ نے ابوالحارث نامی شیر کو آواز دی تھی اور اُس نے برآمد ہو کر نعشِ مبارک کی حفاظت کی تھی۔ (سفینۃ البحار جلد ۲ ص۳۶۵) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "ذکر العباس" طبع لاہور۔

کربلا میں جنابِ فضہ کا حضرتِ زینب کو سوار کرانا

شہادت حضرت امام حسینؑ کے بعد جب گیارہ محرم الحرام کو اہلبیت کی روانگی کا وقت آیا تو حضرتِ زینب نے تمام مخدرات اور بچوں کو سوار کرا دیا تھا۔ لیکن حضرتِ زینب کو ناقہ پر سوار کرنے والا کوئی نہ تھا۔ راوی کہتا ہے کہ اُس وقت میں نے دیکھا کہ "اذا بجاریۃ مسنۃ سوداء اقبلت الی زینب فارکبتہا فسالت عنہا فقالوا ھی فضۃ جاریۃ فاطمۃ"۔ ایک سیاہ رنگ کی سن رسیدہ کنیز آگے بڑھی اور اس نے حضرتِ زینب کو سوار کیا، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے؟ انھوں نے کہا یہ فضہ ہیں جو حضرت فاطمہ زہرا کی کنیز ہیں۔ (معالی السبطین جلد ۲ ص۵۴ و رسالہ فضہ ص۱۳ طبع لاہور)۔

دربارِ شام میں پُشتِ جنابِ فضہ پر تازیانہ

کتبِ مقاتل میں ہے کہ جنابِ فضہ واقعۂ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھیں۔ سید الشہداءؑ جب رخصتِ آخر کے لیے خیمہ میں آئے تھے اور انھوں نے سب کو سلامِ آخر دیا تھا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تو جناب فضہ کو بھی سلام کیا تھا اور کہا تھا کہ اے فضہ میری بہن زینب کا خیال رکھنا۔ چنانچہ وہ ہر محل پر اس ارشاد کی طرف متوجہ رہیں خصوصاً اُس وقت خاص کردار ادا کیا۔ جبکہ یزید نے بھرے دربار میں حضرت زینب سے کلام کرنا چاہا تھا اُس وقت فضہ آڑے آئی تھیں اور یزید طعون کو اس بدتمیزی میں کامیاب نہیں ہونے دیا تھا۔ لیکن اس سلسلہ میں ایک محل ایسا بھی آ گیا تھا جس میں فضہ کو تازیانہ کھانا پڑا" علامہ محمد علی کاظمینی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت زینب کو دربار شام میں بیس ۲ کنیزیں اپنے حلقہ میں لیے ہوئے تھیں۔ یزید نے اپنے غلام ابوعبیدہ کو حکم دیا کہ ان کنیزوں کو زینب کے سامنے سے ہٹا دے۔ چنانچہ وہ "تازیانہ" لے کر آگے بڑھا۔ سب کنیزیں تو ہٹ گئیں۔ لیکن جناب فضہ نے زینب کے سامنے سے ہٹنے سے انکار کر دیا" فغضب ابوعبیدۃ وضربھا ضربۃ بالسوط حتی انکبت علی الارض" ابوعبیدہ نے غصہ میں آ کر ایک ایسا "تازیانہ" جناب فضہ کے پشت پر مارا کہ وہ زمین پر گر پڑیں، اور چیخ کر کہا " وا ویلاہ ما احد من قوم النوب ههنا حتی قوتی جزاء دہ تلك" ہائے مصیبت کیا یہاں کوئی حبشی قوم کا آدمی نہیں ہے جسے غیرت آئے اور تجھ کو اس ظلم کی سزا دے۔ یہ سن کر ساٹھ حبشی غلاموں میں سے جو یزید کے دربار میں موجود تھے ایک آگے بڑھا اور اُس نے ابوعبیدہ کو فی الفور قتل کر دیا۔ (کتاب لسان الواعظین ص۹۰)

فضہ کی دعا اور بیان واقعہ شہادت فاطمہ ؑ

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ، ورقہ بن عبداللہ ازدی سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ حج کو گیا۔ عالم طواف میں ایک عورت کو دیکھا جس کا رنگ گہرا گندمی تھا اور چہرہ نورانی تھا، اس کی گفتگو نہایت فصیح تھی اور وہ یہ دعا مانگ رہی تھی: "اللّٰھم رب الکعبۃ الحرام" الخ، اے کعبہ محترم کے رب، اے کرام الکاتبین کے رب۔ اے زمزم و مشاعر حرام کے رب۔ اے محمد خیرالانام ؐ کے رب۔ مجھ کو میرے مطہر و معصوم سادات اور ان کے مبارک چہروں والے بیٹوں کے ساتھ محشور فرما۔ میں نے دعا کو سن کر یہ سمجھ لیا کہ یہ کوئی محب اہل بیت ہے، اس کے بعد میں اُس کے قریب گیا اور میں نے اُس سے پوچھا کہ تو محبانِ آلِ محمد میں سے کون ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں حضرت فاطمہ زہرا ؑ کی کنیز "فضہ" ہوں۔ میں نے کہا، اے فضہ میں عرصے سے تمہارے کلام سننے کا شائق ہوں، اے بی بی میں تم سے ایک اہم سوال کرنا چاہتا ہوں تم مہربانی کر کے طواف کے بعد فلاں مقام پر آ جانا میں وہیں حاضر ہو کر سوال کروں گا، چنانچہ وہ آ گئیں اور میں بھی حاضر ہو گیا"

میں نے عرض کی " یا فضۃ اخبرینی عن مولاتك فاطمۃ الزھراء وما الذی رائیت منھا عند وفاتھا بعد موت ابیھا" اے فضہ مجھے بتاؤ کہ وفاتِ رسول ؐ کے بعد ان کی بیٹی فاطمہ زہرا ؑ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پر کیا گزری"۔ یہ سننا تھا کہ "تغرغرت عیناھا بالدموع" فضہ کی آنکھیں آنسوؤں سے چھلک اٹھیں اور وہ چیخ مار کر روئیں اور کہنے لگیں اے ورقہ تم نے ہمارے غم کو تازہ کر دیا اور ہمارے دل کو زخموں سے بھر دیا، اے ورقہ تم کو کیا بتاؤں کہ سیدہ پر کیا گزری، اچھا سنو، یہ کہہ کر انھوں نے تمام داستانِ غم دہرا دی۔ (بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۴۳ و سفینۃ البحار جلد ۲ ص ۳۷۴)۔

عمر بن خطاب اور علمیت فضہ کا اعتراف

علامہ شیخ جعفر نزاری تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب فضہ کا عمر بن خطاب سے کسی مسئلہ فقہ میں اختلاف ہو گیا اور فضہ نے اپنی علمیت کی قوت سے انھیں مجروح کر دیا تو انھوں نے ازروئے تعجب کہا کہ "شعرۃ من آل ابی طالب افقہ من جمیع آل خطاب"۔ آل ابوطالب کا ایک معمولی سا بال بھی تمام آل خطاب سے فقہ جاننے والا ہے۔ (انوار علویہ ص ۵۸)۔

جناب فضہ اور قرآن مجید

ان بحالات و واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرآن مجید کی حافظ تھیں کیونکہ ان کے لیے یہ مسلّم ہے کہ انھوں نے بیس سال تک قرآن مجید کی آیات میں کلام کیا تھا۔ علامہ مجلسی بحار الانوار میں اور شیخ عباس قمی سفینۃ البحار میں لکھتے ہیں کہ "ماتکلمت عشرین سنۃ الا بالقرآن" بیس سال تک قرآن مجید کے علاوہ کچھ بولیں ہی نہیں یعنی جو گفتگو کرتی تھیں وہ قرآن مجید کی آیات میں کرتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ جو سوال و جواب اور اپنی بھی زندگی کے مقامات تکلم میں بلکہ حیات کی ہر منزل میں صرف قرآن مجید سے گفتگو کرے اس کے حافظِ قرآن ہونے میں کیونکر شبہہ کیا جا سکتا ہے۔ میں مثال کے طور پر ان کے قرآن مجید کی آیات میں کلام کرنے کا ایک واقعہ لکھتا ہوں۔

علامہ حافظ محمد بن علی شہر آشوب المتوفی ۵۸۸ھ بحوالہ ابوالقاسم قشیری تحریر کرتے ہیں کہ ایک شخص عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا کہ میں سفر میں تھا اتفاقاً اپنے قافلہ سے رہ گیا اور جنگل کی طرف نکل گیا۔ میں نے اس جنگل میں ایک عورت کو پریشان حال دیکھا تو میں یہ سمجھا کہ یہ بھی ہماری طرح گم کردہ راہ ہے میں نے اس سے پوچھا۔

(۱) تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا، قل سلام "فسوف تعلمون"، تم سلام کہو عنقریب جان لوگے۔ میں نے سلام کیا۔

(۲) اب اس جنگل میں پھر کیوں رہی ہو؟ اس نے کہا، من یھدی اللہ فلا مضل لہ؛ جسے اللہ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، میں سمجھا کہ یہ راہ بھٹکی ہوئی ہے۔

(۳) تم جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے، اس نے کہا "یا بنی آدم خذوا زینتکم" اے بنی آدم اپنی زینت کو سنبھالو۔ میں سمجھا کہ اپنا انسان ہونا بتا رہی ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(۴) تم کہاں سے آئی ہو؟ اُس نے کہا "ینادون من مکان بعید"۔ وہ دُور سے پکار رہے ہیں، میں سمجھا کہ بہت دُور سے آئی ہے۔

(۵) کہاں جانے کا ارادہ ہے، اس نے کہا "وللہ علی الناس حج البیت"۔ اللہ کے لیے لوگوں پر حج واجب ہے، میں سمجھا کہ حج کو جا رہی ہیں۔

(۶) تم قافلے سے کب جدا ہوئی ہو۔ اُس نے کہا۔ "ولقد خلقنا السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام" ہم نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ہے، میں سمجھ گیا کہ چھ دن سے بھٹکی ہوئی ہے۔

(۷) تم کچھ کھانا چاہتی ہو، اُس نے کہا۔ "وما جعلناھم جسداً لا یاکلون الطعام"۔ ہم نے ان کو جسم قرار دیا وہ کھانا کھاتے ہیں، میں سمجھ گیا کہ کھانا مطلوب ہے۔

(۸) کھانا کھلا کر میں نے کہا جلد سوار ہو جاؤ، اس نے کہا "لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا" اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، میں سمجھا کہ وہ ایک جانور پر زیادہ بار پسند نہیں کرتی۔

(۹) تم میرے ساتھ ایک ہی اونٹ پر بیٹھ جاؤ، اُس نے کہا "لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا"۔ اگر زمین و آسمان میں اللہ واحد سے زیادہ خدا ہوتے تو دونوں تباہ ہو جاتے، میں سمجھا کہ ایک ساتھ بیٹھنا نہیں چاہتی۔

(۱۰) میں نے اپنی سواری سے اتر کر کہا کہ تم سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ سوار ہو کر اُس نے کہا "سبحان الذی سخر لنا ھٰذا"۔ پاک ہے وہ خدا جس نے ہمیں اس پر سوار ہونے کا موقع دیا اور اُسے ہمارے قابو میں کیا۔

(۱۱) جب ہم قافلے میں مل گئے یعنی اس کا قافلہ مل گیا تو میں نے پوچھا کہ اس قافلے میں تمہارا کوئی اپنا بھی ہے تو اُس نے کہا، یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض، وما محمد الا رسول یا یحییٰ خذ الکتاب، یا موسیٰ انی انا اللہ، میں سمجھ گیا کہ اس کے چار آدمی ہیں داؤد اور محمد اور یحییٰ اور موسیٰ، چنانچہ میں نے ان کو زور سے پکارا، سب حاضر ہو گئے۔

(۱۲) پھر میں نے پوچھا یہ چاروں تمہارے کون ہیں؟ اس نے کہا، المال والبنون زینۃ الحیاۃ الدنیا۔ مال اور اولاد زندگانی دُنیا کی زینت ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ چاروں اس کے بیٹے ہیں۔

پھر اُس عورت نے یہ آیت پڑھی، "یا ابت استاجرہ ان خیر من استاجرت القوی الامین" یعنی اُس نے ان سے کہا کہ اس شخص کو کچھ اُجرت دے دو، چنانچہ انھوں نے مجھے کچھ مال دیا، میں نے اُسے کم سمجھ کر کہا کہ اللہ جسے چاہتا ہے دُوگنا دیتا ہے۔ یہ سُن کر انھوں نے مزید اُجرت دی۔ پھر میں نے ان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے؟ اور اس کا کیا نام ہے۔ انھوں نے کہا کہ حضرت فاطمہ بنت رسولؐ کی آزاد کنیز ہے، اس کا نام "فضّہ" ہے اور یہ ہماری ماں ہے۔ یہ بیس سال سے آیاتِ قرآنی کے ذریعہ سے بات چیت کرتی ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص۳۰ و المستطرف امام ابشیہی جلد ۱ ص۵۶)

جناب فضّہ کی وفات اور اُن کا مدفن

جناب فضہ کی حضرت فاطمہؑ کی خدمت میں حاضری کا واقعہ اور ان کا سن ولادت و وفات نیز اُن کے مدفن کا تاریخ سے سُراغ نہیں ملتا تاہم بروایت "خلاصۃ المصائب" یہ ہے کہ انھوں نے حضرت زینب کبریٰ کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد انتقال کیا تھا اور انھیں کے قریب شام میں دفن ہوئی تھیں۔

جناب فضّہ کی ایک نواسی کا واقعہ

جناب فضہ کے ۴ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں۔ داؤد، محمد، یحییٰ اور موسیٰ۔ لڑکی کا نام "مسکہ" تھا۔ اس لڑکی کی ایک دختر تھی جس کا نام "شہرت" تھا۔

شہرت ایک دن حج کو جا رہی تھی راستے میں اُس کی سواری تھک کر بیٹھ گئی۔ اُس نے آسمان کی طرف مُنہ کر کے کہا: "خدایا! تو نے مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ اب نہ گھر واپس جا سکتی ہوں نہ مکہ پہنچ سکتی ہوں، راوی مالک بن دینار کہتا ہے کہ اِس کے فوراً بعد جنگل کے درختوں سے ایک شخص ایک اُونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے برآمد ہوا، اور اُسے بٹھا کر لے گیا۔ (بحار الانوار، سفینۃ البحار جلد ۲ ص۳۶۵ و مناقب جلد ۲ ص۳۰)۔

جنابِ فضّہ کے وطن "افریقہ" سے انبیاؑ، آئمہؑ اور اسلام کا علاقہ

تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ برِ اعظم افریقہ کا انبیاء، آئمہؑ اور اسلام سے بہت گہرا اور قدیمی تعلق ہے۔ حضرت یوسفؑ اور حضرت موسیٰؑ جیسے بڑے پیغمبروں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ افریقہ ہی میں بسر کیا ہے۔

ہمارے نبیؐ کی جدہ عالیہ حضرت ہاجرہ افریقہ کے ملک مصر کی شاہزادی تھیں۔

جب ہمارے نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں اسلام کی تبلیغ شروع کی تو کافروں نے آپ کو اور آپ کے ماننے والے مسلمانوں کو ستانا شروع کیا۔ آپ نے یہ دیکھ کر بعض مسلمانوں کو حضرت جعفر طیار کے ساتھ حبش (افریقہ) بھیج دیا۔ وہاں کے بادشاہ نے ان مظلوم مسلمانوں کو پناہ دی اور ان دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کو مسترد کیا جو مکہ سے جا کر شاہ حبش کو مسلمانوں سے بدظن کرنا چاہتے تھے۔

رسول اللہ صلعم کی ایک زوجہ "ماریہ قبطیہ" افریقہ کی رہنے والی تھیں آپ افریقہ کے مشہور قبیلہ "نوبہ" سے تھیں اور رسول اللہ کو گود میں کھلانے والی "ام ایمن" (برکت) افریقہ ہی کی رہنے والی تھیں۔ ان کے ایک

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بیٹے، ایمن، جنگِ خیبر میں شہید ہوئے۔ ان کے دوسرے بیٹے اسامہ بن زید تھے جن کو رسول اللہؐ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں ایک ایسے لشکر کا سپہ سالار بنایا تھا جس میں بڑے بڑے صحابی شامل تھے اور آپ کے ایک خاص صحابی اور موذن حضرت بلالؓ بھی افریقہ کے باشندے تھے۔ بلال، اسلام کے پہلے موذن ہیں۔ آج بھی افریقہ میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں۔ شمالی افریقہ میں مصر، سوڈان، طرابلس، تیونس الجزائر اور مراقش، خاص اسلامی ملک ہیں۔ مغربی افریقہ میں، گنی اور نائیجیریا میں مسلمانوں کی حکومت ہے۔ مشرقی افریقہ میں صمالیہ اور زنجبار میں مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہیں۔ مشرقی افریقہ کے ممالک، زنجبار، یوگنڈا، کینیا، اور ٹانگانیکا میں کافی شیعہ اثنا عشری بھی آباد ہیں۔

شمالی افریقہ کا سب سے اہم اسلامی ملک "مصر" ہے۔ آج سے ہزاروں سال پہلے مصر کے بادشاہوں کو "فرعون" کہتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے ایک فرعون ہی کے گھر میں پرورش پائی تھی۔

مصر کی "راجدھانی" "قاہرہ" ہے۔ یہ اسلامی دُنیا کا بہت بڑا شہر ہے۔ یہاں کی سب سے پرانی یونیورسٹی "الازہر" موجود ہے جو ایک ہزار سال سے علم کا گہوارہ بنی ہوئی ہے۔

قاہرہ میں مشہد "راس الحسینؑ" نام کی ایک عمارت ہے جہاں ہزاروں مصری روزانہ جمع ہو کر امام حسین علیہ السلام سے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔

مصر کے جنوب میں "سوڈان" ہے۔ یہ بھی ایک آزاد اسلامی ملک ہے۔ مصر اور سوڈان میں دریائے نیل بہتا ہے۔ یہ وہی دریا ہے جس پر حضرت موسیٰؑ نے عصا مارا تھا تو دریا کا پانی پھٹ گیا تھا اور حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل گئے تھے۔ اسلامی تاریخ میں اس کا ذکر بار بار آتا ہے۔

مصر کے مغرب میں "لیبیا" ہے۔ جہاں سنوسی عربوں کی حکومت ہے۔ لیبیا سے مغربی سمت میں تیونس ہے۔ یہ بڑا زرخیز علاقہ ہے اور اب وہاں بھی ایک آزاد اسلامی حکومت قائم ہے۔ تیونس کے مغرب میں "الجزائر" ہے جو اپنی پیداوار اور معدنیات کے لیے بہت مشہور ہے۔ الجزائر کے مغرب میں مراقش ہے جہاں ایک آزاد مسلمان سلطان کی حکومت ہے۔ مراقش سے ہی مسلمانوں نے پہلی مرتبہ یورپ پر حملہ کیا تھا اور "اسپین" پر قبضہ کر لیا تھا، جہاں صدیوں تک مسلمان حکومت کرتے رہے۔ شمالی افریقہ کی طرح مغربی اور وسطی افریقہ کے علاقوں میں بھی مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ مغربی افریقہ میں نائیجیریا اور گنی کی آزاد مسلمان حکومتیں قائم ہیں۔ صحارا، مالی اور کانگو کے علاقوں میں بھی مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

مشرقی افریقہ میں زنجبار کی مسلم ریاست بہت قدیم ہے۔ یہاں خوجہ اثنا عشری آبادی بھی کافی ہے اور بہاری دو مساجد اور کئی امام باڑے موجود ہیں۔

ٹانگانیکا میں بھی مسلم اکثریت ہے اور اس ملک میں جگہ جگہ اثنا عشری شیعہ بھی موجود

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہیں، ٹانگانیکا کے دارالحکومت "دارالسلام" میں اور دوسرے تمام بڑے شہروں عروشہ، موشی ۔ ٹانگانیکا وغیرہ میں شیعوں کی مساجد اور امام باڑے موجود ہیں اور ان میں زور شور سے عزاداری ہوتی ہے کینیا اور "یوگنڈا" میں بھی شیعہ آبادیاں موجود ہیں۔ مثلاً کمپالہ۔ سروٹی۔ اروا، بیمہ۔ مگورا وغیرہ ان کی مساجد اور امام باڑے معمور نظر آتے ہیں۔ برّاعظم افریقہ کا صرف جنوبی علاقہ ایسا ہے جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ افریقہ پر اسلامی اثرات کی نمایاں نشانی عربی زبان ہے۔ شمالی افریقہ کی عام زبان عربی ہے، اور مشرقی افریقہ کی سواحلی زبان میں بیشمار عربی الفاظ موجود ہیں۔ مشرقی افریقہ میں شیعہ آبادی صمالیہ، زنجبار، کینیا، ٹانگانیکا، یوگنڈا، کانگو، ازمیرا، ممباسہ، مڈغاسکر میں پائی جاتی ہے۔ (دینی آئیں)

مؤلّف کا سفر یوگنڈا

برّاعظم افریقہ کے علاقہ "یوگنڈا" کے صدر جنرل عیدی امین نے صدر پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کو لکھا کہ میں آل ورلڈ مسلم سپریم کونسل کا اجلاس کرنا چاہتا ہوں، اس کے لیے تمام ممالک اسلامیہ کو لکھا جا چکا ہے کہ وہ اپنے نمائندے بھیجیں، آپ سے بھی یہی درخواست ہے۔ صدر بھٹو نے مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات و مذہبی امور و اوقاف جناب مولانا کوثر نیازی نے مشورہ کر کے بتاریخ ۲۰ مئی ۱۹۷۳ء مجھ سے بذریعہ "قاری الیقین" خواہش کی کہ میں اس عظیم کانفرنس میں پاکستان کی نمائندگی کروں جس میں تقریریں عربی میں ہوں گی کیونکہ وہاں کی زبان عربی ہے چنانچہ میں ایک دن میں جملہ انتظامات مکمل کر کے ۲۰ مئی ۱۹۷۳ء بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہو کر کراچی، تہران، بیروت، یونان اور مغربی جرمنی ہوتا ہوا ۲۱ مئی کو لندن پہنچا۔ وہاں "سنٹرل ہوٹل" میں تقریباً دس گھنٹے قیام کے بعد "کمپالہ" کے لیے روانہ ہوا جو یوگنڈا کا "دارالسلطنت" ہے۔ وہاں "انٹرنیشنل ہوٹل" میں قیام کیا۔ کئی پاکستانی حضرات ملنے کے لیے آئے پھر ۳۱ مئی کی صبح کو ملک کے مختلف دور و نزدیک اطراف میں تین اجلاس منعقد ہوئے جن میں عربی اور انگریزی میں تقریریں کی گئیں۔ پھر یکم جون ۱۹۷۳ء کو اصل سپریم کونسل کا اجلاس شاہی شان و شوکت کے ساتھ منعقد کیا گیا۔ صدر عیدی امین نے اجلاس شروع ہونے سے قبل نمائندگان سے ملاقات کی اور گروپ فوٹو لیا گیا۔ اس کے بعد ۴½ بجے شب اجلاس شروع ہوا جو ایک بجے رات تک جاری رہا۔ پھر ۲½ بجے سپریم کونسل کے دفتر کا افتتاح کیا گیا اور ۳½ بجے شب کو ایوانِ صدر میں کھانا کھلایا گیا۔ جہاں میں نے صدر سے پاکستانیوں پر خاص نگاہ رکھنے کی درخواست کی۔ (جس کا نتیجہ میری یاددہانی پر اس وقت ظاہر ہوا جب یوگنڈا سے تمام ایشیا کے باشندے نکالے جا رہے تھے۔

۲ جون ۱۹۷۳ء کو شیعہ اثنا عشری جماعت کے صدر جناب سلطان داؤد صاحب میرے پاس آئے اور مجھے اپنے ہمراہ شیعہ مسجد وغیرہ دکھانے کے لیے گئے جنہیں دیکھ کر میں بے حد خوش ہوا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ اس کمپالہ میں تقریباً ۲ ہزار شیعوں کی آبادی ہے۔ اس رات کو اجلاس عام کا بندوبست کیا گیا جو بعد میں جہاز کی روانگی کے وقت کی وجہ سے منسوخ کر دیا گیا۔ پھر اسی ۲ جون کو شام کے وقت کمپالہ سے براہ نیروبی روانہ ہو کر ۳ جون ۱۹۷۳ء بوقت ۵ بجے صبح کراچی پہنچا۔ اس سفر میں میرے ہمراہ جناب فضل الرحمن صاحب ایم۔ اے بھی تھے جو انگریزی میں تقریریں کرتے تھے۔ تقریباً ایک ماہ کے بعد جناب الحاج مولانا کوثر نیازی صاحب مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات و مذہبی امور و اوقاف حکومت پاکستان اور جناب غیور احمد صاحب سیکشن آفیسر قاری الیقین نے بتایا کہ یوگنڈا سے سرکاری رپورٹ نہایت ہی اچھی آئی ہے۔ ۱۲ سنہ ۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۳

ابوالحسن

حضرت علی علیہ السلام

امیر المومنین

نصرت دیں ہے علی کا کام سوتے جاگتے ۔ خواب و بیداری ہے یکساں [illegible]

اس کی بیداری کی عظمت کو سن ہجرت سے پوچھ ۔ جس کا سونا بن گیا تاریخ دیں کی یادگار

(صابر تھاریانی (کراچی))

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۳

حضرت علی علیہ السلام

اوصاف علی بہ گفتگو ممکن نیست — گنجائش بحر در سبو ممکن نیست
من ذات علی بواجبی کے دانم — الا دانم کہ مثل او ممکن نیست

مولودِ کعبہ حضرت علی علیہ السلام، ابوالایمان حضرت ابوطالب و جنابِ فاطمہ بنت اسد کے بیٹے پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفٰے صلعم کے ہم نور، داماد، بھائی، جانشین اور فاطمہ کے شوہر حضرت امام حسنؑ، امام حسینؑ، زینب و امِ کلثوم کے پدر بزرگوار تھے۔ آپ جس طرح سرورِ کائناتؐ کے نور میں شریک تھے۔ اسی طرح کارِ رسالت میں بھی شریک تھے۔ یومِ ولادت سے لے کر تا بحیات پیغمبرِ اسلام کے مدارالمہام کی حیثیت سے کار پرداز رہے۔ امورِ مملکت ہوں یا میدانِ جنگ، آپ ہر موقع پر تاجدارِ دو عالمؐ کے پیش پیش رہے۔ عہدِ رسالتؐ کے صحیح فتوحات کا سہرا آپ ہی کے سر رہا ہے۔ اسلام کی پہلی منزل (دعوت ذوالعشیرہ) سے لے کر تا بہ ارتحالِ رسولؐ آپ نے وہ کارہائے نمایاں کئے جو کسی صورت سے بھلائے نہیں جا سکتے اور کیوں نہ ہو جبکہ آپ کا گوشت پوست رسول کا گوشت پوست تھا۔ اور علیؑ پیدا ہی کئے گئے تھے۔ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے لیے۔

آپ کی ولادت

آپ کی نوری تخلیق، خلقتِ سرورِ کائنات کے ساتھ ساتھ پیدائشِ عالم و آدمؑ سے بہت پہلے ہو چکی تھی۔ لیکن انسانی شکل و صورت میں آپ کا ظہور و نمود ۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل مطابق ۶۰۰ء یوم جمعہ بمقام خانہ کعبہ ہوا۔ آپ کی ماں فاطمہ بنت اسد اور باپ ابوطالب تھے۔ آپ دونوں طرف سے ہاشمی تھے۔ مورخینِ عالم نے آپ کے خانہ کعبہ میں پیدا ہونے کے متعلق کبھی کوئی اختلاف ظاہر نہ کیا، بلکہ بالاتفاق کہتے ہیں کہ "لم یولد قبلہ ولا بعدہ مولود فی بیت الحرام"۔ آپ سے پہلے کوئی نہ خانہ کعبہ میں پیدا ہوا ہے نہ ہوگا۔ اس کے بارے میں علماء نے تواتر کا دعویٰ بھی کیا ہے۔ (مستدرک امام حاکم جلد ۳ صفحہ ۴۸۳) تواریخ اسلام میں واقعہ ولادت یوں بیان کیا گیا ہے کہ فاطمہ بنت اسد کو جب دردِ زہ کی تکلیف

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

محسوس ہوئی تو آپ بمشورہ رسولِ کریمؐ خانۂ کعبہ کے قریب گئیں اور اس کا طواف کرنے کے بعد دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئیں اور بارگاہِ خدا کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرنے لگیں۔ خدایا میں مومنہ ہوں۔ تجھے ابراہیم بانیٔ خانۂ کعبہ اور اس مولود کا واسطہ جو میرے پیٹ میں ہے۔ میری مشکل دور کر دے۔ ابھی دعا کے جملے ختم نہ ہونے پائے تھے کہ دیوارِ کعبہ شق ہو گئی اور فاطمہ بنت اسد داخلِ کعبہ ہو گئیں۔ اور دیوار جوں کی توں ہو گئی۔ (مناقب صفحہ ۱۳۲، وسیلۃ النجات ص۶۰) ولادت کعبہ کے اندر ہوئی۔ علی پیدا تو ہو گئے لیکن انھوں نے آنکھ نہیں کھولی۔ ماں سمجھی کہ شاید بچہ بے نور ہے۔ مگر جب تیسرے دن سرورِ کائنات تشریف لائے اور اپنی آغوشِ مبارک میں لیا تو حضرت علی نے آنکھیں کھول دیں اور جمالِ رسالتؐ پر پہلی نظر ڈالی۔ سلام کر کے تلاوت صحفِ آسمانی شروع کر دی۔ بھائی نے گلے لگایا اور یہ کہہ کر اے علیؑ جب تم ہمارے ہو تو میں بھی تمھارا ہوں۔ فوراً منہ میں زبان دے دی۔ علامہ اربلی لکھتے ہیں۔ " واز زبانِ مبارک دوازدہ چشمہ کشودہ شد۔" زبانِ رسالتؐ سے دہنِ امامت میں بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ اور علی اچھی طرح سیراب ہو گئے۔ اسی لیے اس دن کو " یوم الترویہ" کہتے ہیں۔ کیونکہ ترویہ کے معنی سیرابی کے ہیں۔ (کشف الغمہ ص۱۳)

الغرض حضرت علی خانۂ کعبہ سے چوتھے روز باہر لائے گئے اور اس کے در پر علی کے نام کا بورڈ نصب کر دیا گیا۔ جو ہشام ابن عبد الملک کے زمانہ تک لگا رہا۔ آپ پاک و پاکیزہ، طیب و طاہر اور مختون پیدا ہوئے۔ آپ نے کبھی بت پرستی نہیں کی اور آپ کی پیشانی کبھی بت کے سامنے نہیں جھکی۔ اسی لیے آپ کے نام کے ساتھ " کرم اللہ وجہہ" کہا جاتا ہے۔ (نور الابصار ص۷۶، صواعق محرقہ ص۷۲)۔

آپؑ کا نامِ نامی

مورخین کا بیان ہے کہ آپ کا نام جنابِ ابوطالب نے اپنے جدِ اعلیٰ جامع قبائلِ عرب " قصی" کے نام پر " زید" ۔ اور ماں فاطمہ بنت اسد نے اپنے باپ کے نام پر " اسد" اور سرورِ کائناتؐ نے خدا کے نام پر " علی" رکھا۔ نام رکھنے کے بعد ابوطالب اور بنتِ اسد نے کہا۔ حضور! ہم نے ہاتفِ غیبی سے یہی نام سنا تھا۔ (روضۃ الشہدا اور کفایت الطالب) آپ کا ایک مشہور نام حیدر بھی ہے جو آپ کی ماں کا رکھا ہوا ہے جس کی تصدیق اس رجز سے ہوتی ہے جو آپ نے مرحب کے مقابلہ میں پڑھا تھا جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے ع انا الذی سمتنی امی حیدرہ ۔ اس نام کے متعلق روایتوں میں ہے کہ جب آپ جھولے میں تھے۔ ایک دفعہ ماں کہیں گئی ہوئی تھیں۔ جھولے پر ایک سانپ جا چڑھا۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر اس کے منہ کو پکڑ لیا اور کلہ کو چیر پھینکا۔ ماں نے واپس ہو کر یہ ماجرا دیکھا تو بیساختہ کہہ اٹھیں۔ یہ میرا بچہ حیدر ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کنیت والقاب

آپ کی کنیت والقاب بے شمار ہیں۔ کنیت میں ابوالحسن اور ابوتراب اور القاب میں امیرالمومنین۔ المرتضیٰ۔ اسد اللہ۔ یداللہ۔ نفس اللہ حیدر کرار۔ نفسِ رسول اور ساقیِ کوثر زیادہ مشہور ہیں۔

آپ کی پرورش وپرداخت

آپ کی پرورش رسول اکرمؐ نے کی۔ پیدا ہوتے ہی گود میں لیا۔ منہ میں زبان دی اور دودھ کے بجائے لعاب دہن رسول سے سیراب ہوکر "لحمک لحمی" کے مصداق بنے (سیرت حلبیہ جلد ۱ ص ۲۶۹) اسی دوران میں جب کہ آپ سرور کائنات کے زیر سایہ عارضی طور پر پرورش پا رہے تھے۔ مکہ میں شدید قحط پڑا۔ ابوطالب کے یہاں چونکہ اولاد زیادہ تھی۔ اس لیے حضرت عباس اور سرور کائنات ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو راضی کر کے حضرت علیؑ کو اپنے پاس مستقل طور پر لے آئے اور عباس نے بھی جعفر طیار کو لے لیا۔ حضرت علیؑ سرور کائنات کے پاس رات دن رہنے لگے۔ حضور اکرمؐ نے جملہ نعمات الٰہی سے بہرہ ور کر دیا۔ اور ہر قسم کی تعلیمات سے بھرپور بنا دیا۔ یہاں تک کہ علی نام خدا قوت بازو بن کر یوم بعثت ۲۷ رجب کو کل ایمان کی صورت میں ابھرے اور حضور کی تائید کر کے اسلام کا سکہ بٹھا دیا۔

اظہار ایمان

مسلمانوں میں اکثر یہ بحث چھڑ جاتی ہے۔ کہ سب سے پہلے اسلام کون لایا اور اس سلسلہ میں حضرت علیؑ کا نام بھی آ جاتا ہے۔ حالانکہ آپ موضوع بحث سے خارج ہیں۔ کیونکہ زیر بحث وہ لائے جا سکتے ہیں جو یا تو مسلمان ہی نہ رہے ہوں اور تمام عمر شرک و بت پرستی میں گزری ہو۔ جیسے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان وغیرہم۔ یا مسلمان تو رہے ہوں اور دین ابراہیم پر چلتے بھی رہے ہوں۔ لیکن اسلام ظاہر کر چکے ہوں۔ جیسے حضرت حمزہ۔ حضرت جعفر طیار اور ابوالایمان حضرت ابوطالب وغیرہم۔ ایسی صورت میں اول الذکر حضرات کو کہا جائے گا کہ اسلام قبول کیا اور آخرالذکر کے لیے کہا جائے گا کہ اسلام ظاہر کیا۔ اب رہ گئے حضرت علیؑ یہ کعبہ میں فطرت اسلام پر پیدا ہوئے۔ کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام۔ رسول اسلام کی گود میں آنکھ کھولی۔ لعاب دہن رسولؐ سے پرورش پائی۔ آغوش رسالت میں پلے، بڑھے۔ دس سال کی عمر میں بوجہ ضرورت اعلان ایمان کیا۔ رسولؐ کے داماد قرار پائے۔ میدان جنگ میں کامیابیاں حاصل کر کے "کل ایمان" بنے۔ پھر امیرالمومنینؑ کے خطاب سے سرفراز ہوئے

فاضل معاصر تاریخ آئمہ میں لکھتے ہیں کہ علمائے محققین نے بتصریح لکھا ہے کہ حضرت علیؑ تو کبھی کافر رہے ہی نہیں۔ کیونکہ آپ شروع سے حضرت رسول خدا کی کفالت میں اسی طرح رہے جس طرح خود حضرت کی اولاد رہتی تھی۔ اور کل امور میں حضرت کی پیروی کرتے تھے۔ اس سبب سے اس کی ضرورت ہی نہیں ہوئی کہ آپ کو اسلام کی طرف بلایا جاتا اور جس کے بعد کہا جاتا کہ آپ مسلمان ہو گئے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(سیرت حلبیہ جلد ا صـ۲۶۹) مسعودی کہتا ہے کہ آپؑ بچپن ہی سے رسولؐ کے تابع تھے۔ خدا نے آپ کو معصوم بنایا اور سیدھی راہ پر قائم رکھا۔ آپ کے لیے اسلام لانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (مروج الذہب ج ۵ صـ۶۹) حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے اس اُمّت میں سب سے پہلے خدا کی عبادت کی اور سب سے پہلے آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھی (استیعاب جلد ۲ صـ۴۷۲) پیغمبر اسلام فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے چشم زدن کے لیے بھی کفر اختیار نہیں کیا۔ (سیرت حلبیہ جلد ا صـ۲۷۰)۔

حلیہ مُبارک

آپ کا رنگ گندمی۔ آنکھیں بڑی بڑی۔ سینہ پربال۔ قد میانہ۔ داڑھی بڑی اور دونوں شانے، کُہنیاں اور پنڈلیاں پُرگوشت تھیں۔ آپ کے پاؤں کے پٹھے زبردست تھے شیر کے کندھوں کے مانند آپ کے کندھوں کی ہڈیاں چوڑی تھیں۔ آپ کی گردن صراحی دار اور آپ کی شکل نہایت پُرصنعت اور حسین تھی۔ آپ کے لبوں پر مسکراہٹ کھیلا کرتی تھی۔ آپ خضاب نہیں لگاتے تھے۔

آپ کی شادی خانہ آبادی

آپ کی شادی سنہ ۲ ہجری میں حضور اکرم کی دختر نیک اختر حضرت فاطمۃ الزہراؑ سے ہوئی۔ آپ کے گھر میں لونڈی۔ غلام اور خدمتگار نہ تھے۔ باہر کا کام آپ خود اور آپ کی والدہ محترمہ کرتی تھیں اور امور خانہ داری کے فرائض جناب فاطمہ زہرا انجام دیتی تھیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ رشتہ عام رشتوں کی حیثیت سے دیکھا جائے۔ لیکن درحقیقت اس میں ایک اہم قدرتی راز مضمر ہے اور اس کا انکشاف اس طرح ہوسکتا ہے کہ اس پر غور کیا جائے۔ کہ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ علی کے علاوہ فاطمہ کا ساری دنیا میں رہتی دنیا تک کفو نہیں ہوسکتا۔ (نور الابصار) پھر فرماتے ہیں کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کی شادی علی سے کروں۔ اور اسی سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر نبی کی نسل اس کے صلب میں ہوتی ہے۔ لیکن میری نسل صلب علی میں قرار دی گئی ہے (صواعق محرقہ صـ۱۴۳) ان تمام اقوال کو ملانے کے بعد یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ علی اور فاطمہ کا رشتہ نسل نبوت کی بقا اور دوام کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ پیغام رشتہ دے کر کامیاب نہیں ہو سکے جن کی بنیاد نجاست کفر پر استوار ہوئی اور جن کی انتہا گندگی نفاق پہ ہوئی۔

سرداری اور سیادت علیؑ کی صفت ذاتی ہے

سرور کائنات سے اتحاد ذاتی اور اشتراک نوری کی بناء پر حضرت علی کی سیادت مُسلّم ہے۔ جو مدارج کرم حضور اکرمؐ کو نصیب ہوئے۔ انھیں سے ملتے جلتے حضرت علی کو بھی ملے سیادت جس طرح سرور کائنات کے لیے ذاتی ہے۔ اسی طرح حضرت علی کے لیے بھی ہے۔ حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ غدیر کے موقع پر خطبہ سے فراغت کے بعد جب امیر المومنین حضور اکرمؐ کے سامنے آئے تو آپ نے فرمایا "مرحبا بسید المسلمین وامام المتقین"۔ اے مسلمانوں کے سردار اور اے پرہیزگاروں کے امام تمھیں جانشینی مبارک ہو۔ اس ارشاد رسول پر اظہار خیال کرتے ہوئے علامہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

محمد ابن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں لکھا ہے کہ حضرت کی سیادت مسلمین اور امامت متقین جس طرح صفت ذاتی ہے۔ خدا نے اپنا نفس قرار دے کر۔ رسولؐ نے اپنا نفس فرما کر علی کی شرف سیادت کو بامِ عروج پر پہنچا دیا۔ کیونکہ جس طرح اصلیۂ نبویہ میں نفسِ نبوت مشارک ہے۔ اسی طرح اصلیہ سیادت میں بھی نفس شریک ہے اس لیے حضورِ اکرمؐ حضرت علی کو سیّد العرب۔ سیّد المومنین۔ سیّد المرسلین فرمایا کرتے تھے۔ (مطالب السؤل ص۵۹۔۶۰) ۔ اور حضرت فاطمہ کو سیّدۃ النساء العالمین اور ان کے فرزندوں کو سیّد اشباب اہل الجنۃ کے الفاظ سے یاد کیا کرتے تھے معلوم ہونا چاہیئے کہ علی و فاطمہ کی باہمی مناکحت و مزاوجت نے صفت سیادت کو دائمی فروغ دے دیا ہے۔ یعنی جو بنی فاطمہ ہیں ان کا درجہ اور ہے اور جو دیگر اولادِ علی ہیں جو بطنِ فاطمہ سے متولد نہیں ہوئے۔ اُن کی حیثیت اور ہے۔ کیونکہ بنی فاطمہ سلسلہ نسلِ نبوت کی ضمانت ہیں۔

ماں کی وفات

آپ کی والدہ ماجدہ جناب فاطمہ بنت اسد نے سنہ بعثت میں اظہار اسلام کیا۔ آپ سنہ ۱ ہجری میں شرف ہجرت سے مشرف ہوئیں۔ سنہ ۲ ہجری میں آپ نے اپنے نورِ نظر کو رسولؐ کی لختِ جگر سے بیاہ دیا اور سنہ ۴ ہجری میں انتقال فرما گئیں۔ آپ کی وفات سے حضرت علی بے حد متاثر ہوئے اور آپ سے زیادہ رسولِ اکرمؐ کو رنج ہوا۔ رسولِ کریمؐ حضرت علی کی والدہ کو اپنی ماں فرماتے تھے اور اکثر ان کے وہاں جایا کرتے تھے۔ انتقال کے بعد آپ نے قبر کھودنے میں خود حصہ لیا۔ اپنی چادر اور اپنے کرتے کو شریکِ کفن کیا اور قبر میں لیٹ کر اس کی کشادگی کا اندازہ کیا۔ (کنز العمال جلد ۶ ص۷ فصول مہمہ ص۱۵ واصابہ جلد ۸ ص۱۶۰۔ ازالۃ الخفا جلد ۱ ص۲۱۵)۔

آپ کے والدِ ماجد کا انتقال

آپ کے والد ماجد ابو الایمان حضرت ابو طالب ۵۳۵ء میں بمقام مکہ پیدا ہوئے۔ اور وہیں پلے بڑھے۔ آپ کی بنیاد دینِ فطرت پر تھی۔ (امہات الامۃ ص۱۴۱) آپ نے حضرت علی کو ہدایت کی تھی کہ رسولؐ کا ساتھ نہ چھوڑنا (تاریخ کامل جلد ۲ ص۲۲) آپ ہی کی ہدایت سے حضرت جعفر طیار نے حضورِ اکرمؐ کے پیچھے نماز پڑھنی شروع کی تھی (اصابہ ج ۷ ص۱۱۳) عبد المطلب کے انتقال کے وقت ۵۷۸ء میں جبکہ رسولِ کریمؐ کی عمر ۸ سال کی تھی آپ نے اُن کی پرورش اپنے ذمہ لے لی۔ اور ۲۵ سال کی عمر تک محوِ خدمت رہے۔ اسی عمر میں غالباً سنہ ۵۹۵ء میں آپ نے رسولِ کریمؐ کی شادی جناب خدیجہ کے ساتھ کر دی اور خطبۂ نکاح خود پڑھا۔ (اسنی المطالب ص۳۲ طبع مصر، تاریخ خمیس مواہب لدنیہ) آپ کا انتقال ۲۶ شوال سنہ ۱۰ بعثت میں بعمر ۸۰ سال ہوا۔ آپ کے انتقال سے حضرت علی کو بے انتہا رنج ہوا۔ اور رسول اللہ بھی بے حد متاثر ہوئے۔ آپ نے انتہائی تاثر کی وجہ سے اس سال کا نام عام الحزن رکھا۔ ابو طالب کو اسلامی اصول پر دفن کیا گیا۔ (تاریخ خمیس سیرت حلبیہ)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت علی کے جنگی کارنامے

علما کا اتفاق ہے کہ علم اور شجاعت جمع نہیں ہو سکتے۔ لیکن حضرت علی کی ذات نے اسے واضح کر دیا کہ میدانِ علم اور میدانِ جنگ دونوں پر قابو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ انسان میں وہی صلاحیتیں ہوں جو قدرت کی طرف سے حضرت علی میں ودیعت کی گئی تھیں۔ ۲ھ ہجری سے لے کر عہد وفات پیغمبرِ اسلام تک نظر ڈال جائے تو علی کے جنگی کارنامے اوراق تاریخ پر روشن نظر آئیں گے۔ جنگ احد ہو یا بدر جنگِ خندق ہو یا خیبر۔ جنگِ حنین ہو یا کوئی معرکہ، ہر منزل میں، ہر موقع پر علی کی ذوالفقار چمکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ علی کے مقابلہ میں کوئی بہادر ٹکا ہی نہیں آپ کی تلوار نے مرحب و عنتر حارث و عمرو بن عبدود جیسے بہادروں کو دم زدن میں فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ (جنگ کے واقعات گزر چکے ہیں)۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ علی سے مقابلہ جس طرح انسان نہیں کر سکتے تھے۔ اسی طرح آپ سے نبرد آزمائی جنوں کے بھی بس میں نہ تھی۔

جنگِ بیر العلم

مناقب ابن آشوب جلد ۲ ص۹ و کنز الواعظین مُلا صالح برغانی میں بحوالہ امام المحققین الحاج محمد تقی القزوینی بتوسل حضرت امام حسن عسکری و ابو سعید خدری و حذیفہ یمانی مرقوم ہے کہ رسولِ خدا صلعم جنگِ سکاسک سے واپسی میں ایک اجاڑ وادی سے گزرے۔ آپ نے پوچھا یہ کونسا مقام ہے۔ عمرو بن امیہ ضمری نے کہا اسے وادیِ کثیب ارزق" کہتے ہیں۔ اس جگہ ایک کنواں ہے جس میں وہ جن رہتے ہیں جن پر جنابِ سلیمانؑ کو قابو نہیں حاصل ہو سکا ادھر سے تبع یمانی گذرا تھا۔ اس کے دس ہزار سپاہی انھیں جنوں نے مار ڈالے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اگر ایسا ہے تو پھر یہیں ٹھہر جاؤ۔ قافلہ ٹھہرا۔ آپ نے فرمایا کہ دس آدمی جا کر جنوں کے کنوئیں سے پانی لائیں۔ جب یہ لوگ کنوئیں کے قریب پہنچے تو ایک زبردست عفریت برآمد ہوا۔ اور اس نے ایک زبردست آواز دی۔ سارا جنگل آگ کا بن گیا۔ دھرتی کانپنے لگی۔ سب صحابی بھاگ نکلے لیکن ابو العاص صحابی پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے بڑھے اور تھوڑی دیر میں جل کر راکھ ہو گئے۔ اتنے میں جبرئیل نازل ہوئے اور انھوں نے سرورِ کائنات سے کہا کہ کسی اور کو بھیجنے کے بجائے آپ "علمؑ" مے کر علی ابن ابی طالب کو بھیجیے۔ علی روانہ ہوئے۔ رسول صلعم نے دستِ دعا بلند کیا۔ علی پہنچے۔ عفریت برآمد ہوا اور بڑے غصہ میں رجز پڑھنے لگا آپ نے فرمایا میں علی ابن ابی طالب ہوں۔ میرا شیوہ میرا عمل سرکشوں کی سرکوبی ہے۔ یہ سن کر آپ پر اس نے زبردست کرتبی حملہ کیا۔ آپ نے وار خالی دے کر اُسے ذوالفقار سے دو ٹکڑے کر ڈالا۔ اس کے بعد آگ کے شعلے اور دھوئیں کے طوفان کنوئیں سے برآمد ہوئے اور زبردست شور مچا اور بے شمار ڈراؤنی شکلیں سامنے آگئیں علی نے بردًا وسلامًا کہا اور چند آیتیں پڑھیں۔ آگ بجھنے لگی، دھواں ہوا ہونے لگا۔ حضرت علی کنوئیں کی جگت پر چڑھ گئے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور ڈول ڈال دیا۔ کنوئیں سے ڈول باہر پھینک دیا گیا۔ حضرت علی نے رجز پڑھا اور کہا کہ مقابلہ کے لیے آ جاؤ۔ یہ سُن کر ایک عفریت برآمد ہوا، آپ نے اُسے قتل کیا۔ پھر کنوئیں میں ڈول ڈالا وہ بھی باہر پھینک دیا گیا۔ غرضکہ اسی طرح تین بار ہوا۔ بالآخر آپ نے اصحاب سے کہا کہ میں کمر میں رسّی باندھ کر کنوئیں میں اترتا ہوں تم رسّی پکڑے رہو۔ اصحاب نے رسّی پکڑ لی اور علی کنوئیں میں اترے۔ تھوڑی دیر بعد رسّی کٹ گئی اور علی و اصحاب کے مابین رشتہ منقطع ہو گیا۔ اصحاب سخت پریشان ہوئے اور گریہ کرنے لگے۔ اتنے میں کنوئیں سے چیخ و پکار کی آواز آنے لگی۔ اس کے بعد یہ صدا آئی اِعطنا الامان اے علی ہمیں پناہ دو۔ آپ نے فرمایا کہ قطع و برید اور ضرب شدید کلمہ پر موقوف ہے۔ کلمہ پڑھو امان لو۔ غرضکہ کلمہ پڑھا گیا۔ اس کے بعد رسّی ڈالی گئی اور امیرالمومنین ۲۰ ہزار جنوں کو قتل کر کے ۲۴ ہزار قبائل کو مسلمان بنا کر کنوئیں سے برآمد ہوئے۔ اصحاب نے مسرت کا اظہار کیا اور سب کے سب آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم نے علی کو سینے سے لگایا۔ اُن کی پیشانی کا بوسہ دیا اور مبارک باد دے ہمت افزائی فرمائی۔ پھر ایک رات قیام کے بعد مدینہ کو روانگی ہوئی۔ (دہ مجلس ص۱۷۶ طبع ایران و شواہد النبوت علامہ جامی رکن ۶ ص۱۶۵ طبع لکھنؤ سنہ ۱۹۲۰ء)۔

اسلام پر علیؑ کے احسانات

اسلام پر علیؑ کے احسانات کی فہرست اتنی مختصر نہیں ہے کہ ہم اُسے اس مختصر مجموعہ حالات میں لکھ سکیں، تاہم "مشتے از خروارے" لکھے دیتے ہیں۔ (۱) دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر جس جگہ رسولِ اکرم کو تقریر کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ آپ نے ایسی جرأت و ہمت کا مظاہرہ کیا کہ پیغمبرِ اسلام کامیاب ہو گئے۔ اور آپ نے اسلام کا ڈنکا بجا دیا۔ (۲) شب ہجرت فرش رسول پر سو کر اسلام کی قسمت بیدار کر دی اور جان جوکھم میں ڈال کر غار میں تین یوم کھانا پہنچایا۔ (۳) جنگِ بدر میں جب کہ مسلمان صرف ۳۱۳ اور کفّار بے شمار تھے۔ آپ نے کمال جرأت و ہمت سے کامیابی حاصل کی (۴) جنگِ اُحد میں جب کہ مسلمان سرورِ عالمؐ کو میدانِ جنگ میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اس وقت آپ ہی نے رسولِ اکرمؐ کی جان بچائی اور اسلام کی عزت محفوظ کر لی تھی۔ (۵) کفّار جن کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ عمرو بن عبدوُد جیسے بہادر کو لے کر میدان میں آ پہنچے اور اسلام کو چیلنج کر دیا۔ پیغمبرِ اسلامؐ پریشان تھے۔ اور مسلمانوں کو بار بار اُبھار رہے تھے کہ مقابلہ کے لیے نکلیں لیکن علی کے سوا کسی نے ہمت نہ کی۔ بالآخر رسول اللہؐ کو کہنا پڑا کہ آج علی کی ایک ضربت عبادت ثقلین سے بہتر ہے (۶) اسی طرح خیبر میں کامیابی حاصل کر کے آپ نے اسلام پر احسان فرمایا (۷) میرے خیال کے مطابق حضرت علیؑ کا اسلام پر سب سے بڑا احسان یہ تھا کہ وفاتِ رسول کے بعد روح فرسا واقعات اور جان لیوا حالات کے باوجود آپ نے تلوار نہیں اُٹھائی ورنہ اسلام منزلِ اوّل پر ہی ختم ہو جاتا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دُنیا حضرت علی کی نگاہ میں

یہ ایک مُسلّمہ حقیقت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام دُنیا اور امورِ دُنیا سے حد درجہ بیزار تھے۔ آپ نے دُنیا کو مخاطب کر کے بارہا کہا ہے کہ "اے دنیا "غرّی غیری" جا میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دے میں نے تجھے طلاق بائن دے دی ہے۔ جس کے بعد رجوع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ابنِ طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت علیؑ نے جابر ابنِ عبداللہ انصاری کو لمبی لمبی سانس لیتے ہوئے دیکھا تو پوچھا اے جابر کیا یہ تمھاری ٹھنڈی سانس دُنیا کے لیے ہے۔ عرض کی مولا ہے تو ایسا ہی آپ نے فرمایا۔ جابر سُنو! ۔ انسان کی زندگی کا دارومدار سات چیزوں پہ ہے اور یہی سات چیزیں وہ ہیں جن پہ لذتوں کا خاتمہ ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے (۱) کھانے والی چیزیں (۲) پینے والی چیزیں (۳) پہننے والی چیزیں (۴) لذتِ نکاح والی چیزیں (۵) سواری والی چیزیں (۶) سونگھنے والی چیزیں (۷) سننے والی چیزیں۔ اے جابر اب ان کی حقیقتوں پر غور کرو۔ کھانے میں بہترین چیز شہد ہے۔ یہ مکھی کا لعابِ دہن ہے۔ اور بہترین پینے کی چیز پانی ہے۔ یہ زمین پر مارا مارا پھرتا ہے بہترین پہننے کی چیز دیباج ہے یہ کیڑے کا لعاب ہے اور بہترین منکوحات عورت ہے جس کی حد یہ ہے کہ پیشاب کا مقام پیشاب کے مقام میں ہوتا ہے۔ دُنیا اِس کی جس چیز کو اچھی نگاہ سے دیکھتی ہے وہ وہی ہے جو اس کے جسم میں سب سے گندی ہے۔ اور بہترین سواری کی چیز گھوڑا ہے جو قتل و قتال کا مرکز ہے اور بہترین سونگھنے کی چیز مشک ہے جو ایک جانور کے ناف کا سوکھا ہوا خون ہے۔ اور بہترین سننے کی چیز غنا (گانا) ہے جو انتہائی گناہ ہے۔ اے جابر ایسی چیزوں کے لیے عاقل کیوں ٹھنڈی سانس لے۔ جابر کہتے ہیں کہ اس ارشاد کے بعد سے میں نے کبھی دُنیا کا خیال تک نہیں کیا۔ (مطالب السئول ص۱۹۱)

کسبِ حلال کی جدوجہد

آپ کے نزدیک کسبِ حلال بہترین صفت تھی جس پر آپ خود بھی عمل پیرا تھے۔ آپ روزی کمانے کو عیب نہیں سمجھتے تھے اور مزدوری کو نہایت اچھی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ محدث دہلوی کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک دفعہ کنوئیں سے پانی کھینچنے کی مزدوری کی اور اجرت کے لیے فی ڈول ایک خرمہ کا فیصلہ ہوا، آپ نے ۱۶ ڈول پانی کے کھینچے اور اُجرت لے کر سرورِ کائناتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور دونوں نے مل کر تناول فرمایا۔ اسی طرح آپ نے مٹی کھودنے اور باغ میں پانی دینے کی بھی مزدوری کی ہے۔ علامہ محب طبری کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ نے باغ سینچنے کی مزدوری کی اور رات بھر پانی دینے کے لیے جَو کی ایک مقدار طے ہوئی۔ آپ نے حسبِ فیصلہ ساری رات پانی دے کر صبح کی اور جَو حاصل کر کے آپ گھر تشریف لائے۔ جَو فاطمہ زہرا کے حوالہ کیا۔ انھوں نے اس کے تین حصے کروائے اور تین دن کے لیے علیحدہ علیحدہ رکھ لیا۔ اس کے بعد ثلث حصہ کو پیس کر شام کے وقت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

روٹیاں پکائیں۔ اتنے میں ایک یتیم آگیا۔ اور اس نے مانگ لی۔ پھر دوسرے دن ثلث کی روٹیاں تیار کی گئیں مسکین نے سوال کیا اور سب روٹیاں لے گیا۔ پھر تیسرے دن روٹیاں تیار ہوئیں۔ فقیر نے آواز دی اور لے گیا۔ یہ سب کے سب تینوں دن بھوکے ہی رہے۔ اس کے انعام میں خدا نے سورہ ھل اتی نازل فرمایا۔ (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۷) بعض روایات میں نزول ھل اتی کے متعلق اس کے علاوہ دوسرے انداز کا واقعہ مرقوم ہے۔

حضرت علیؑ اخلاق کے میدان میں

آپ نہایت خوش اخلاق تھے۔ علماء نے لکھا ہے کہ آپ روشن رو اور کشادہ پیشانی رہا کرتے تھے۔ یتیم نواز تھے۔ فقیروں میں بیٹھ کر خوشی محسوس کرتے تھے۔ مومنوں میں اپنے کو حقیر اور دشمنوں میں اپنے کو بارعب رکھتے تھے۔ مہمانوں کی خدمت خود کیا کرتے تھے۔ کارِ خیر میں سبقت کرتے تھے۔ جنگ میں دوڑ کر شامل ہوتے تھے۔ مستحق کی امداد فرماتے تھے۔ ہر کافر کے قتل پر تکبیر کہتے تھے۔ جنگ میں آپ کی آنکھیں خون کی مانند ہوتی تھیں۔ عبادت خانہ میں انتہائی خضوع اور خشوع کی وجہ سے بے حس معلوم ہوتے تھے۔ ہر رات کو وہ ہزار رکعت نوافل ادا کرتے تھے۔ اپنے عیال واطفال کو امور خانہ داری میں مدد دیتے تھے۔ ضروریات خانگی بازار سے خود خرید کر لاتے تھے۔ اپنے لباس کو بدست خود پیوند لگاتے تھے، اپنی نیز رسول کریم کی جوتی خود ٹانکتے تھے۔ ہر روز دنیا کو تین طلاق دیتے تھے۔ وہ غلام اپنی مزدوری سے خرید کر آزاد کرتے تھے۔ (جنات الخلود) کتاب ارجح المطالب صفحہ ۲۰۱ میں ہے کہ حضرت علی حضور اکرم کی طرح کشادہ رو ہنسنے والے اور خوش طبع تھے اور مزاح بھی فرمایا کرتے تھے۔

حضرتِ علیؑ خلاقِ عالم کی نظر میں

(۱) خلاقِ عالم نے خلقت کائنات سے قبل نورِ علوی کو نورِ نبوی کے ساتھ پیدا کیا (۲) پھر مسجودِ ملائکہ قرار دیا (۳) پھر جبرئیلؑ کا اُستاد بنایا۔ (۴) پھر انبیاء کے ساتھ اپنی طرف سے مددگار بنا کر بھیجا۔ (حدیث قدسی ومدینۃ المعاجز صفحہ ۱۹ طبع ایران) (۵) اپنے مخصوص گھر خانہ کعبہ میں علی کو پیدا کیا (۶) عصمت سے بہرہ ور فرمایا (۷) آپ کی محبت دنیا والوں پر واجب قرار دی (۸) رسول اکرم کا خود جانشین بنایا (۹) معراج میں اپنے حبیب سے انہی کے لہجہ میں کلام کیا۔ (۱۰) ہر اسلامی جنگ میں ان کی مدد کی۔ (۱۱) آسمان سے علیؑ کے لیے ذوالفقار نازل فرمائی (۱۲) علی کو اپنا نفس قرار دیا (۱۳) علم لدنی سے ممتاز کیا۔ (۱۴) فاطمہ کے ساتھ عقد کا خود حکم دیا (۱۵) مبلغ سورہ برات بنایا (۱۶) مدح علی میں کثیر آیات نازل فرمائیں (۱۷) علی کو انتہائی صبر وضبط دے کر رسول کے بعد فوری تلوار اٹھانے سے روکا (۱۸) ان کی نسل میں قیامت تک کیلئے امامت قرار دی (۱۹) قسیم النار والجنۃ بنایا (۲۰) لواء الحمد کا مالک (۲۱) وساقی کوثر قرار دیا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علیؑ کی شان میں مشہور آیات

(۱) آیۂ تطہیر (۲) آیۂ صالح المومنین (۳) آیۂ ولایت (۴) آیۂ مباہلہ (۵) آیۂ نجویٰ (۶) آیۂ اذن واعیۃ۔ (۷) آیۂ اطعام (۸) آیۂ بلغ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "روح القرآن" مولفہ حقیر مطبوعہ لاہور۔

حضرت علیؑ رسولِ خدا کی نگاہ میں

(۱) فخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علی کے کعبہ میں پیدا ہوتے ہی منہ میں اپنی زبان دی (۲) علی کو اپنا لعاب دہن چوسایا (۳) پرورش و پرداخت خود کی (۴) دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر جبکہ علی کی عمر ۱۰ یا ۱۴ سال کی تھی۔ اپنا وصی، جانشین اور خلیفہ بنایا۔ (۵) دامادی کا شرف بخشا (۶) بت شکنی کے وقت علی کو اپنے کندھوں پر سوار کیا۔ (۷) جنگ خندق میں آپ کے کل ایمان ہونے کی تصدیق کی۔ (۸) علم و حکمت سے بہرہ ور کیا (۹) امیرالمومنین کا خطاب دیا۔ (۱۰) آپ کی محبت ایمان اور آپ کا بغض کفر قرار دیا۔ (۱۱) علی کو اپنا نفس قرار دیا۔ (۱۲) شب ہجرت آپ کو اپنے بستر پر لٹایا (۱۳) آپ پر بھروسہ کر کے فرمایا کہ امانت وغیرہ تم ادا کرنا۔ (۱۴) علی کو مخصوص قرار دیا کہ وہ غار میں کھانا پہنچائیں (۱۵) ۱۸ ذی الحجہ کو آپ کی خلافت کا ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب کے مجمع میں بمقام غدیر خم اعلان فرمایا (۱۶) وفات کے قریب جانشینی کی دستاویز لکھنے کی سعی کی۔ (۱۷) آپ کی مدح و ثنا میں بے شمار احادیث فرمائیں (۱۸) آپ کو حکم دیا کہ میرے بعد فوری جنگ نہ کرنا۔ (۱۹) موقع ہاتھ آنے پر منافقوں سے جنگ کرنا تاکہ حکمِ خدا جاھد الکفار والمنافقین کی تکمیل ہو سکے جو کہ میرے لیے ہے۔

علیؑ کی شان میں مشہور احادیث

(۱) حدیث مدینہ (۲) حدیث سفینہ (۳) حدیث نور (۴) حدیث منزلت (۵) حدیث خیبر (۶) حدیث خندق (۷) حدیث طیر (۸) حدیث ثقلین (۹) حدیث غدیر۔۔۔ تفصیل کے لیے عبقات الانوار ملاحظہ ہو۔

نقش خاتم رسول اور علی ولی اللہ

امام المحدثین علامہ محمد باقر مجلسی، علامہ محمد باقر نجفی علامہ شیخ عباس قمی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت رسولِ کریمؐ نے حضرت علیؑ کو ایک نگینہ دے کر مُہر کن کے پاس جو انگشتریوں کے نگینوں پر کندہ کرتا تھا بھیجا اور فرمایا کہ اس پر "محمد بن عبداللہ" کندہ کرا لاؤ۔ حضرت علیؑ نے اسے کندہ کرنے والے کو حسبِ ارشادِ رسول کے مطابق ہدایت کر دی۔ امیرالمومنین جب شام کے وقت اسے لانے کے لیے گئے تو اس پر "محمد بن عبداللہ" کے بجائے "محمد رسول اللہ" کندہ تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے جو عبارت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بتائی تھی تم نے وہ کیوں کندہ نہیں کی۔ کندہ کنندہ نے عرض کی مولا، آپ اسے حضور کے پاس لے جائیے پھر وہ جیسا ارشاد فرمائیں گے، ویسا کیا جائے گا۔ حضرت نے اسے قبول فرمالیا، رات گزری صبح کے وقت وضو کرتے ہوئے دیکھا کہ اس پر محمد رسول اللہ کے نیچے علی ولی اللہ کندہ ہے۔ آپ اس پر غور فرما رہے تھے کہ جبریل امین نے حاضر ہو کر عرض کی۔ حضور فرمایا گیا ہے کہ کتبت ما اردت وکتبنا ما اردنا" اے نبی جو تم نے چاہا تم نے لکھوایا، جو میں نے چاہا میں نے لکھوا دیا۔ تمھیں اس میں تردد کیا ہے؟ (بحار الانوار، ومعہ ساکبہ۔ سفینۃ البحار ج ۱ ص ۳۷۶ طبع نجف اشرف)

نیابتِ رسولؐ

ہر عقلِ سلیم تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ منیب و مناب میں "توافق" ہونا چاہیے یعنی جو صفات نائب بنانے والے میں ہوں اسی قسم کی صفتیں نائب بننے والے میں بھی ہونی چاہئیں۔ اگر نائب بنانے والا نور سے پیدا ہو تو جانشین کو بھی نوری ہونا چاہیئے۔ اگر وہ معصوم ہو تو . . . اسے بھی معصوم ہونا چاہیے۔ اگر اُسے خدا نے بنایا ہو تو اسے بھی بحکمِ خدا ہی بنایا گیا ہو۔ حضرت علی چونکہ حضرت محمد مصطفٰےؐ کے جانشین تھے لہٰذا ان میں نبوی صفات کا ہونا ضروری تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جن صفات کے حامل سرورِ کائنات تھے انھیں صفات سے حضرت علی بھی بہرہ ور تھے۔

جانشین بنانے کا حق صرف خدا کو ہے

قرآن مجید کے پارہ ۱ رکوع ۴ میں بصراحت موجود ہے کہ خلیفہ اور جانشین بنانے کا حق صرف خداوندِ کریم کو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے تمام انبیاء کا تقرر خود کیا اور ان کے جانشین کو خود مقرر کرایا۔ اپنے کسی نبی تک کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ بطورِ خود اپنا جانشین مقرر کرے۔ چہ جائیکہ امت کو اختیار دینا کہ اجماع سے کام لے کر منصب الٰہیہ پر کسی کو فائز کر دے اور یہ ہو بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ تمام اُمت خطاکار ہے اور خطاکاروں کا اجماع نہ صواب بن سکتا ہے اور نہ خاطیوں کا مجموعہ معصوم ہو سکتا ہے۔ اور جانشین رسول کا معصوم ہونا اس لیے ضروری ہے کہ رسول معصوم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے رسولِ کریمؐ کا جانشین حضرت علی اور ان کی گیارہ اولاد کو مقرر فرمایا۔ (ینابیع المودۃ ص ۴۹۳) جس کا سنگِ بنیاد دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر رکھا اور آیت ولایت اور واقعہ تبوک (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۲) سے استحکام پیدا کیا پھر "اذا فرغت فانصب" کے حکم کے نفاذ کا فرمان جاری فرمایا اور آیۂ بلغ کے ذریعے سے اعلانِ عام کا حکم نافذ فرمایا۔ چنانچہ رسول کریمؐ نے یوم جمعہ ۱۸ ذی الحجہ ۱۰ھ کو بمقام غدیر خم ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب کی موجودگی میں حضرت علی کی خلافت کا اعلان عام فرمایا۔ روضۃ الصفا ج ۲ ص ۲۱۵ میں ہے کہ مجمع کو ایک مرکز پر جمع کرنے کے لیے جو اعلان

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہوا تھا۔ وہ "حی علیٰ خیر العمل" کے ذریعہ سے ہوا تھا۔ کتب تواریخ و احادیث میں موجود ہے کہ اس اعلان پر حضرت عمر نے بھی مبارکباد ادا کی تھی جس کی تفصیل باب ۱ میں گذری۔

۱۸ ذی الحجہ

علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر نے اس تاریخ کو یوم عید قرار دیا ہے رئیس العلما حضرت علامہ بہاؤ الدین عاملی تحریر فرماتے ہیں کہ سرور عالم کی ولادت سے ۴۰ سال بعد ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ کو حضرت علیؑ کی جانشینی عمل میں آئی اور آپ کے امام الانس والجن ہونے کا اعلان کیا گیا۔ اور اسی تاریخ سنہ ۳۵ ہجری میں عثمان قتل ہوئے اور حضرت علی کی بیعت کی گئی اسی تاریخ حضرت موسیٰؑ ساحروں پر غالب آئے۔ اور حضرت ابراہیمؑ کو آگ سے نجات ملی اور اسی تاریخ کو حضرت موسیٰؑ نے جناب یوشع ابن نون کو حضرت سلیمانؑ نے جناب آصف ابن برخیا کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اسی تاریخ کو تمام انبیاء نے اپنے جانشین مقرر فرمائے ہیں۔ الخ (جامع عباسی باب ۱۲ دوابی ص۵۸ طبع دہلی ۱۳۱۳ھ و اختیارات مجلسی رحمۃ اللہ)

دستاویز خلافت

سرور کائنات علیہ السلام نے ابتداء اسلام سے لے کر زندگی کے آخری ایام تک حضرت علی کی جانشینی کا بار بار مختلف انداز و عنوان سے اعلان کرنے کے بعد بوقت وفات یہ چاہا کہ اسے دستاویزی شکل دے دیں۔ لیکن حضرت عمر نے بنی بنائی اسکیم کے ماتحت رسولِ کریمؐ کو کامیاب ہونے نہ دیا اور ان کے آخری فرمان (قلم و دوات کی طلبی) کو بکواس اور ہذیان سے تعبیر کر کے انھیں مایوس کر دیا۔ جس کے متعلق آپ کا خود بیان ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے اپنے مرض الموت میں حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف جانا چاہا "تاکہ علی کے نام کی صراحت کر دیں۔ تو خدا کی قسم میں نے آنحضرتؐ کو منع کر دیا۔ اور آنحضرت علی کے نام کو تحریراً ظاہر نہ کر سکے۔ (تاریخ بغداد و شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص۲۱ طبع طہران)۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے اپنی وفات سے قبل اصحاب سے کہا کہ مجھے قلم دوات کاغذ دے دو۔ "لازیل عنکم اشکال الامر واذکر لکم من للمستحق بعدی قال عمر دعوا الرجل فانہ لیھجر"۔ "تاکہ میں تمہارے لیے امارت و خلافت کی مشکلات کو تحریراً دور کر دوں اور بتا دوں کہ میرے بعد امارت و خلافت کا کون مستحق ہے۔ مگر حضرت عمر نے اس وقت یہ کہہ دیا کہ اس مرد کو چھوڑ دو۔ یہ ہذیان بک رہا ہے اور بکواس کر رہا ہے۔ ملاحظہ ہو (سر العالمین طبع بمبئی ص۹ سطر ۱۵ کتاب الشفاء قاضی عیاض طبع بریلی ص۴۰۸ و نسیم الریاض شرح شفاء، شرح مشکوٰۃ محدث دہلوی و مدارج النبوت، حبیب السیر ج ۱ ص۱۴۴۔ روضۃ الاحباب جلد ۱ ص۵۵۹، بخاری جلد ۶ ص۶۵۴، الفاروق ۲ ص۳۸)

خلیفہ کا تقرر اور تواریخ فرنگ

مورخین اسلام کے علاوہ مورخین فرنگ نے بھی حضرت علی کے استحقاق خلافت اور نمایاں طور پر خلیفہ مقرر کیے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جانے پر مکمل روشنی ڈالی ہے ہم اس موقع پر مسٹر ڈیون پورٹ کی تحریر کا ترجمہ پیش کرتے ہیں کہ " ان دونوں فرقوں سُنّی اور شیعہ میں سے ایک نے محمدؐ کے چچا زاد بھائی اور داماد علیؑ سے جیسا کہ مقتضائے انصاف و حمیت ہے تولا رکھا ۔ کیونکہ آنحضرت علانیہ طور پر ان سے محبت و الفت رکھتے تھے اور کئی بار اُن کو اپنا خلیفہ بھی ظاہر کیا تھا ۔ خصوصاً دو مواقع پر ۔ ایک جب آنحضرتؐ نے اپنے گھر میں بنی ہاشم کی دعوت کی تھی اور علیؑ نے باوصف تمسخر و توہین کفار اپنا ایمان ظاہر کیا ۔ حضرت نے اپنی بانہیں اس جوان کے گلے میں ڈال کر چھاتی سے لگایا اور بآواز بلند کہا دیکھو یہ بھائی میرا ۔ وصی اور میرے خلیفہ کو دوسرے جب آنحضرت نے اپنے انتقال سے چند ماہ پیشتر خطبہ پڑھا تھا بحکم خدا جس کو جبرئیلؑ آنحضرت کے پاس لائے تھے ۔ اور یوں کہا تھا کہ اے پیغمبرؐ میں خدا کی طرف سے آپ پر صلوٰت و رحمت لایا ہوں ۔ اور اس کا حکم آپ کے پیروؤں کے نام جن کو آپ بغیر تاخیر کے سُنا دیجیے ، اور شریروں سے کوئی خوف نہ کیجیے خدا آپ کو ان کے شر سے بچائے گا ۔ خدا کے حکم کے مطابق آنحضرتؐ نے اُنس سے کہا کہ لوگوں کو جمع کریں جس میں آنحضرتؐ کے پیرو اور یہودی و نصرانی اور مختلف باشندے بھی حاضر ہوں یہ جمعیت ایک گاؤں کے پاس جمع ہوئی جسے غدیر خم کہتے ہیں جو نواح شہر حجفہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے ۔ پہلے اس مقام کو صاف کیا گیا اور [illegible] ۶۳۲ء کو آنحضرت ایک بلند منبر پر گئے جو وہاں ان کے لیے نصب کیا گیا تھا اور جب کہ حاضرین نہایت توجہ سے سُنتے تھے ۔ ایک خطبہ حضرت نے بڑی شان و شوکت اور فصاحت و بلاغت سے پڑھا ۔ جس کا خلاصہ یہ ہے ۔ " تمام حمد و ثنا اس خدائے یکتا کے لیے ہے جس کو کوئی دیکھ نہیں سکتا ۔ اس کا علم ماضی حال اور مستقبل کو شامل ہے اور اس کو انسانوں کے کل پوشیدہ اسرار معلوم ہیں کیونکہ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی ۔ وہ بے انتہا بعید اور بالکل قریب ہے ۔ وہی وہ ہے جس نے آسمان و زمین اور اس کے درمیان کی تمام چیزوں کو خلق کیا وہ غیر فانی ہے اور جو کچھ ہے سب اس کی قدرت اور اس کے اختیار کے تابع ہے ۔ اس کی رحمت اور اس کا فضل سب کے شاملِ حال ہے ۔ وہ جو کرتا ہے مصلحت سے کرتا ہے وہ نزولِ عذاب میں تامل مشغول کرتا ہے ۔ اس کا سزا دینا رحمت سے خالی نہیں ہے ۔ اس کی ذات کا بھید ممکنات کو معلوم نہیں ہو سکتا ۔ آفتاب و ماہتاب اور باقی اجرام سماوی اسی کے علم سے اپنی راہ پر جو اسی نے مقرر کر دی ہے چلتے ہیں ۔ بعد حمد خدا ، واضح ہو کہ میں خدا کا صرف ایک بندہ ہوں ۔ مجھے خدا کا حکم ہوا ہے اور میں اس کی تعمیل میں سرِ نیاز بکمال ادب و خضوع جھکاتا ہوں ۔ سُنو ! تین بار جبرئیلؑ میرے پاس آ چکے ہیں اور تینوں دفعہ انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے تمام پیروؤں سے خواہ وہ گورے ہوں یا کالے یہ ظاہر کر دوں کہ علیؑ میرے خلیفہ اور میرے وصی اور تمام اُمت کے امام ہیں اور میرے گوشت و پوست ہیں اور میرے ایسے ہیں جیسے موسیٰؑ کے ہارونؑ تھے اور میری وفات کے بعد وہی تمہاری ہدایت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کریں گے۔ اور ہادی ہوں گے۔ جب میں اس دنیا سے رحلت کر جاؤں تو میرے پیروؤں کو ان کی فرمانبرداری ایسی کرنی چاہیے جیسے اطاعت میری کرتے تھے۔ جب کہ میں تم میں موجود تھا۔ سنو جس نے علی کی نافرمانی کی اس نے درحقیقت خدا و رسولؐ کی نافرمانی کی، اے دوستو! یہ خدا کے احکام ہیں۔ سب دھیان جو وقتاً فوقتاً مجھ پر آئی ہیں علی نے مجھ سے سیکھ لی ہیں جو اس کا حکم نہ مانے گا اور علی کا حکم بجا نہ لائے گا اللہ کی دائمی لعنت اس کے سر پر ضرور رہے گی۔ خدا نے قرآن کی ہر صورت میں علی کی تعریف کی ہے میں دوبارہ کہتا ہوں کہ علی میرے چچا زاد بھائی اور میرے گوشت اور خون ہیں اور خدا نے ان کو شائستہ نادر خوبیاں عطا کی ہیں۔ علی کے بعد ان کے بیٹے حسن اور حسین ان کے جانشین رہیں گے۔

اس خطبہ کے تمام ہونے پر ابوبکر، عمر، عثمان، ابوسفیان اور دوسرے لوگوں نے علی کے ہاتھ چومے اور ان کو رسول کے خلیفہ مقرر ہونے کی مبارک باد دی اور اقرار کیا کہ ان کے کل احکام کو سچے طور پر بجا لائیں گے۔ سنہ ۱۱ھ میں صرف تین دن قبل اپنے انتقال سے آنحضرت نے پھر اپنے تابعین کو ... ان عقیدوں کی مزید تاکید کر دی۔ اور اس بات پر زور دیا کہ آپ کی آل سے خصوصیت کے ساتھ محبت رکھیں اور ان کی عزت و توقیر کریں۔ آپ نے بڑے شد و مد سے یوں فرمایا کہ جو مجھ کو مولا مانتا ہو۔ وہ علی کو بھی اپنا مولا سمجھے، اللہ تائید کرے اس کی جو دوستی رکھے علی سے اور غضبناک ہو اس پر جو ان کا دشمن ہو۔ ایسے مکرر اور مفصل بیانات سے جو خود رسول کے لبوں سے ادا ہوئے تھے۔ ایک وقت تک تو امر خلافت سے شک و شبہ بالکل دور رہا۔ مگر آخر میں سب کو مایوسی ہو گئی کیونکہ ابوبکر کی بیٹی اور آنحضرتؐ کی دوسری زوجہ عائشہ نے ساز باز کر کے اپنے باپ کو پہلا خلیفہ لوگوں سے مقرر کرا لیا۔ ملک الموت کے انتظار میں آنحضرتؐ کا عائشہ کے حجرے میں جانا خواہ آپ کی مرضی سے ہوا ہو یا بی بی عائشہ کے حکم سے خاص کر ان کے مفید مطلب بات ہو گئی کہ آنحضرتؐ کا حکم دوبارہ خلافت علی لوگوں کے کانوں تک نہ پہنچنے پائے۔ پس علی العموم یہ سمجھا گیا کہ رسولؐ نے بغیر اپنے خلیفہ کے متعلق آخری وصیت کے ہوئے انتقال کیا اور اس طرح یہ بات ہوئی کہ تینوں خلیفوں نے راج کیا قبل اس کے کہ علی اپنے حق کو پہنچیں جس کا وہ مکمل استحقاق رکھتے تھے، نہ صرف بلحاظ قرابت و زوجیت، فاطمہ دختر رسول بلکہ بلحاظ ان بے شمار اور بڑی خدمتوں کے جو انھوں نے اسلام کی کیں ہو سکتا ہے کہ بی بی عائشہ نے اپنے باپ کی لڑکی ہونے کی وجہ سے ان کی یہ خدمت کی ہو کہ انھیں خلیفہ بنا دیا ہو۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ عائشہ کو علی کی طرف سے پرانا بغض و کینہ تھا جو واقعہ افک کے موقع پر پیدا ہو گیا تھا ... کیونکہ اس موقع پر علی نے یہ رائے پیش کی تھی کہ بی بی عائشہ کی تحقیقات کرائی جائے۔ بی بی عائشہ اس چیز کو کبھی نہ بھولیں اور انھوں نے درگذر نہیں کیا بلکہ علی کو ستایا۔ اور ایسا انتقام لیا۔ جو اسلام میں اپنی آپ نظیر ہے (کتاب خلافت منقول از تاریخ اسلام جلد ۳ صفحہ ۲)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

انگریز مسٹر ٹائیلر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ محمدؐ نے خود اپنے داماد علی کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کر دیا تھا۔ لیکن آپ کے خسر ابوبکر نے لوگوں کو اپنی سازش میں لے کر خلافت پر قبضہ کر لیا۔ (ملاحظہ ہو ایلیمنٹس آف جنرل ہسٹری صفحہ ۲۲۹ طبع ۱۸۸۸ء) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں یہ ہے کہ رسولؐ کے بعد اسلام کی سرداری کا دعویٰ علی کو زیادہ مناسب معلوم ہوتا تھا۔ مسٹر ڈیوپر نے لکھا ہے کہ اگر قرابت کی وجہ سے تخت نشینی کا اصول عمل کے موافق مانا جاتا تو وہ برباد کن جھگڑے پیدا ہی نہ ہوتے جنھوں نے اسلام کو مسلمانوں کے خون میں ڈبو دیا۔ (اسپرٹ آف اسلام مسٹر سیڈیو از تاریخ اسلام جلد ۳ صفحہ ۲۰۱)

حضرت علیؑ کے فضائل

امیرالمومنین حضرت علی کے فضائل کا قلمبند کرنا طاقت بشریہ سے بالا ہے۔ خود سرور کائنات نے اس کے محال ہونے پر نص فرما دی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ "اگر تمام دنیا کے دریا سیاہی بن جائیں اور درخت قلم ہو جائیں اور جن و انس لکھنے اور حساب کرنے والے ہوں۔ تب بھی علی ابن ابی طالب کے فضائل کا احصار نہیں کر سکتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۵۳ وارجح المطالب) علماء اسلام نے بھی اکثریت فضائل کا اعتراف کیا ہے۔ اور اکثر نے احاطہ فضائل سے عاجزی ظاہر کی ہے۔ علامہ عبدالبر نے کتاب استیعاب جلد ۲ کے صفحہ ۴۷۷ پر تحریر فرمایا ہے فضائلہ لایحیط بہا کتاب آپ کے فضائل کسی ایک کتاب میں جمع نہیں کئے جا سکتے علامہ ابن حجر کی صواعق محرقہ اور منہج کبیر میں لکھتے ہیں کہ مناقب علی وفضائلہ اکثر من ان تحصیٰ۔ حضرت علی کے مناقب و فضائل حد احصا سے باہر ہیں اور صواعق صفحہ ۷۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ فضائل علی وھی کثیرۃ عظیمۃ مشائعۃ حتیٰ قال احمد وما جاء لاحد من الفضائل ما جاء لعلی۔ بے شمار ہیں۔ بیش بہا ہیں اور مشہور ہیں۔ احمد ابن حنبل کا کہنا ہے کہ علی کے لیے جتنے فضائل و مناقب موجود ہیں کسی کے لیے نہیں ہیں۔ قاضی اسماعیل، امام نسائی اور ابو علی نیشاپوری کا کہنا ہے کہ کسی صحابی کی شان میں عمدہ سندوں کے ساتھ وہ فضائل وارد نہیں ہوئے جو حضرت علی کی شان میں وارد ہوئے ہیں۔ علامہ محمد ابن طلحہ شافعی تحریر فرماتے ہیں کہ علی کے جو فضائل ہیں وہ کسی اور کو نصیب نہیں۔ رسول اللہؐ نے آپ کو "ایتہ الھدیٰ" منار الایمان اور امام الاولیاء فرمایا ہے اور ارشاد کیا ہے کہ علی کا دوست میرا دوست ہے اور علی کا دشمن میرا دشمن ہے (مطالب السئول صفحہ ۳۰) علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں "یاایھا الذین آمنوا" آیا ہے۔ وہاں ایمان داروں سے مراد لیے جانے والوں میں علی کا درجہ سب سے پہلا ہے۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اصحاب کی مذمت آئی ہے۔ لیکن حضرت علی کے لیے جب بھی ذکر آیا ہے خیر کے ساتھ آیا ہے اور علی کی شان میں قرآن مجید کی تین سو آیتیں نازل ہوئیں۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۷۶ طبع مصر) یہی وجہ ہے کہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امام الانس والجن حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ اس امت میں سے کسی ایک کا بھی قیاس اور مقابلہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں کیا جا سکتا اور ان لوگوں کی برابری جن کو۔۔ برابر نعمتیں دی گئیں ان افراد سے نہیں کی جا سکتی جو نعمت دینے والے تھے اور نعمتیں دیتے رہے۔ آلِ رسول دین کی نیو اور یقین کے کھمبے ہیں۔ (سلسبیل فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص۲۲) بے شک حضور ولایت کا یہ فرمانا بالکل درست ہے کہ آلِ محمدؐ کی برابری نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ حضور رسول کریمؐ نے نص فرما دی ہے کہ میری آل میرے علاوہ ساری کائنات سے بہتر اور افضل ہے اور حدیث کفو فاطمہ نے اس کی وضاحت کر دی ہے کہ آلِ رسول کا درجہ انبیاء سے بالاتر ہے۔ ان ہی حضرات کی محبت کا حکم خداوند عالم نے قرآن مجید میں دیا ہے اور ان کی محبت سے سوال کیا جانا مسلم ہے۔ ان کے لیے دنیا کی مسجدیں اپنے گھر کے مانند ہیں۔ (درمنثور و مطالب السؤل ص۹) اہل بیت میں حضرت علی کا پہلا درجہ ہے، اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ جو فضیلت علی کی ہے۔ اس میں تمام آئمہ مشترک ہیں۔ آپ کو خدا نے قسیم النار والجنت بنایا ہے۔ (صواعق محرقہ ص۷۵) آپ کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے اور آپ کا ذکر کرنا عبادت ہے۔ (نور الابصار ینابیع ص۹۰ و صواعق محرقہ ص۷۳) آپ کے حکم کے بغیر کوئی جنت میں نہیں جا سکتا۔ علامہ ابن حجر مکی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی شخص بھی صراط پر سے گزر کر جنت میں جا سکے گا جب تک علی کا دیا ہوا پروانہ جنت اس کے پاس نہ ہوگا۔ (صواعق محرقہ ص۷۵ طبع مصر) آپ کو حق کے ساتھ اور حق کو آپ کے ساتھ ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ آپ کو رسول اکرمؐ نے بموقعہ مواخات اپنا بھائی قرار دیا ہے۔ آپ کے لیے دو بار آفتاب پلٹا۔ شواہد النبوت ص۳۰ میں ہے کہ جنگِ خیبر کے سلسلہ میں بمقام صہبا جب وحی کا نزول ہونے لگا اور سرِ رسول علی کے زانو پر تھا اور آفتاب غروب کر گیا تھا۔ اس وقت آپؐ نے علی کو حکم دیا کہ آفتاب کو پلٹا کر نماز ادا کریں چنانچہ آفتاب غروب ہونے کے بعد پلٹا اور علی نے نماز ادا کی۔ اسی کتاب کے ص۱۰۱ پر نیز کتاب سفینۃ البحار جلد ا ص۴۰ و مجمع البحرین ص۲۳۲ میں ہے کہ وفاتِ رسول کے بعد حضرت علی بابل جاتے وقت جب فرات کے قریب پہنچے تو اصحاب کی نماز عصر قضا ہو گئی آپ نے آفتاب کو حکم دیا کہ پلٹ آئے۔ چنانچہ وہ پلٹا اور اصحاب نے نمازِ عصر ادا کی نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض وغیرہ میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ کا ایک ذاکر آپ کے ذکر میں مشغول تھا کہ نماز عصر قضا ہو گئی اس نے کہا اے آفتاب پلٹ آ کہ میں اس کا ذکر کر رہا ہوں جس کے لیے تو دو بار پلٹ چکا ہے۔ چنانچہ آفتاب پلٹا اور اس نے نمازِ عصر ادا کی۔ شواہد النبوت کے ص۱۰۲ میں ہے کہ علی مجسم حق تھے اور ان کی زبان پر حق ہی جاری ہوتا تھا۔ امام شافعی ارشاد فرماتے جو مسلمان اپنی نماز میں ان پر درود نہ بھیجے اس کی نماز صحیح نہیں ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مولانا ظفر علی خاں کا ایک شعر اور اُس کی رَد

مولانا ظفر علی خاں مرحوم ایڈیٹر "زمیندار" لاہور کا ایک عجیب و غریب شعر ایک درسی کتاب (ہماری اردو) مصنفہ ہارون رشید میں ہماری نظر سے گزرا شعر یہ ہے

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی ابوبکر و عمر عثمان و علی
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

اِس شعر میں اگر مشعل سے مراد نبیؐ کی ذات لی گئی ہے تو اصحاب کا ان کی کرن ہونا انتہائی بعید ہے۔ کیونکہ وہ نوری اور جوہری تھے اور یہ مادی ہیں۔ وہ مجسم ایمان تھے اور ان لوگوں نے ۳۸ ۳۹۔ سال کفر میں گذارے ہیں۔ انھوں نے کبھی بُت پرستی نہیں کی اور انھوں نے اپنے عمر کے بڑے حصے بُت پرستی میں گذار کر اسلام قبول کیا تھا۔ اور اگر مشعل سے مراد نبوت لی گئی ہے اور اس کی کرنیں ان کی امامت اور خلافت کو قرار دیا ہے تو یہ بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ رسولؐ کی نبوت منجانب اللہ تھی اور ان کی خلافت کی بنیاد اجماع ناقص پر قائم ہوئی تھی۔

اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں چاروں کو "ہم مرتبہ" کہا گیا ہے اور رسولؐ کا یار بتایا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تینوں حضرات رسولؐ کے یار رہے ہوں، لیکن حضرت علی ہرگز رسولؐ کے یار نہ تھے۔ بلکہ داماد اور بھائی تھے۔ اب رہ گیا چاروں کا ہم مرتبہ ہونا یہ تو ہو سکتا ہے کہ تینوں ہم مرتبہ ہوں اور تھا بھی کہ تینوں حضرات ہر حیثیت سے ایک دوسرے کے برابر تھے۔ لیکن حضرت علی کا ان کے برابر ہونا یا ان کا آپ کے ہم مرتبہ ہونا سمجھ سے باہر ہے کیونکہ یہ چالیس سالہ بُت پرستی کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ اور علی پیدا ہی مومن اور مسلمان ہوئے۔ ان لوگوں نے مدتوں بُت پرستی کی اور علی نے ایک سیکنڈ کے لیے بُت نہیں پوجا۔ اسی لیے کرم اللہ وجہہ کہا جاتا ہے۔ یہ فاطمہ کے شوہر تھے۔ ان میں سے کسی کو یہ شرف نصیب نہیں ہوا۔ وہ لوگ عام انسانوں کی طرح خلق ہوئے اور علی مثل نبی نور سے پیدا ہوئے۔ اس کے علاوہ خود خداوندِ عالم نے علی کے افضل ہی ہونے کی نہیں بلکہ بے مثل ہونے کی نص فرمادی ہے ملاحظہ ہو (احیاء العلوم غزالی تفسیر ثعلبی و تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۸۳) امام فخرالدین رازی نے حضرت علیؑ کو انبیاء کے برابر اور تمام صحابہ سے افضل تحریر کیا ہے۔ (اربعین فی اصول الدین و ارجح المطالب ص ۵۰۹) سرورِ کائناتؐ نے علی کو اپنی نظیر بتایا ہے۔ (ارجح المطالب ص ۴۵۲) انھیں وجوہ کی بنا پر علی کو معیار ایمان قرار دیا گیا ہے۔ علامہ ترمذی اور امام نسائی نے بغض علی سے منافق کو پہچاننے کا اصول بتایا ہے اور بعض نے افضلیت علی پر اعتقاد ضروری قرار دیا ہے۔ اور علامہ عبدالبر نے استیعاب میں صحابہ۔ تابعین وغیرہ کی فہرست پیش کی ہے جو علی کو افضل صحابہ مانتے تھے اور شاید اس کی وجہ یہ ہوگی۔ کہ تمام لوگ جانتے تھے کہ خداوندِ عالم نے علی کے سوا کسی کے قلب کو ایمان کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کسوٹی پر نہیں کسا (ازالۃ الخفا جلد دوم صفحہ ۲۵۶)۔

حضرت علیؑ کی علمی حیثیت

حضرت علیؑ کا نفسِ اللہ ہونا مسلمات سے ہے اور اللہ اس واجب الوجود ذات کو کہتے ہیں جو علم و قدرت سے عبارت ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جو نفسِ اللہ ہوگا اسے فطرتاً تمام علوم سے بہرہ ور ہونا چاہیئے۔ حضرت علیؑ کے لیے یہ مانی ہوئی چیز ہے کہ آپ دُنیا کے تمام علوم سے صرف واقف ہی نہیں بلکہ ان میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اور علم لدنی سے بھی مالا مال تھے۔ آپ کے علوم کا احصا ناممکن ہے امام شبلنجی لکھتے ہیں "ومکانتہ فی العلم والفھم ... تحمل مجلدات" آپ کے علم وفہم وغیرہ کے لیے بہت سی مجلدیں درکار ہیں۔ محمد ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ امام المفسرین جناب ابن عباس کا کہنا ہے کہ علم و حکمت کے دس درجوں میں سے ۹ حضرت علیؑ کو ملے ہیں اور دسویں میں تمام دُنیا کے علماء شامل ہیں اور اس دسویں درجہ میں بھی علیؑ کو اول نمبر حاصل ہے۔ ابو الفداء کہتے ہیں کہ حضرت اعلم الناس بالقرآن والسنن تھے۔ یعنی تمام لوگوں سے زیادہ انھیں قرآن و حدیث کا علم تھا۔ خود سرورِ کائنات نے آپ کے علمی مدارج پر بار بار روشنی ڈالی ہے۔ کہیں انا مدینۃ العلم وعلی بابھا فرمایا کہیں انا دار الحکمۃ وعلی بابھا۔ ارشاد فرمایا کسی مقام پر "اعلم امتی علی ابن ابی طالب" کہا۔ حضرت علیؑ نے خود بھی اس کا اظہار کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ علمی نقطۂ نظر سے میرا درجہ کیا ہے۔ ایک مقام پر فرمایا کہ رسول اللہ نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم فرمائے ہیں اور میں نے ہر باب سے ہزار باب پیدا کر لیے ہیں۔ ایک مقام پر ارشاد فرمایا "زقنی رسول اللہ زقاً زقاً" مجھے رسول اللہؐ نے اس طرح علم بھرایا ہے جس طرح کبوتر اپنے بچے کو دانا بھراتا ہے، ایک منزل پر کہا کہ سلونی قبل ان تفقدونی "میری زندگی میں جو چاہے پوچھ لو۔ ورنہ پھر تمھیں علمی معلومات سے کوئی بہرہ ور کرنے والا نہ ملے گا۔ ایک مقام پر فرمایا کہ آسمان کے بارے میں مجھ سے جو چاہے پوچھو۔ مجھے زمین کے راستوں سے زیادہ آسمان کے راستوں کا علم ہے۔ ایک دن فرمایا کہ اگر میرے لیے مسندِ قضا بچھا دی جائے تو میں توریت والوں کو توریت سے، انجیل والوں کو انجیل سے، زبور والوں کو زبور سے اور فرقان والوں کو قرآن سے اس طرح جواب دے سکتا ہوں کہ ان کے علماء حیران رہ جائیں۔ ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے علم ہے کہ قرآن کی کونسی آیت کہاں نازل ہوئی ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ خشکی میں کونسی نازل ہوئی ہے۔ اور تری میں کون سی آیت نازل ہوئی۔ کون سی دن میں کون سی رات میں نازل ہوئی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایک شب ابن عباس نے علیؑ سے خواہش کی کہ بسم اللہ کی تفسیر بیان فرمائیں۔ آپ نے ساری رات بیان فرمایا اور جب صبح ہو گئی

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تو فرمایا اے ابن عباس میں اس کی تفسیر اتنی بیان کر سکتا ہوں کہ ۷۰ اونٹوں کا بار ہو جائے بس مختصر یہ سمجھ لو کہ جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورۃ حمد میں ہے اور جو سورۃ حمد میں ہے وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ہے اور جو بسم اللہ میں ہے وہ بائے بسم اللہ میں ہے اور جو بائے بسم اللہ میں ہے وہ نقطہ بائے بسم اللہ میں ہے "انا النقطۃ التی تحت الباء" اے ابن عباس میں وہی نقطہ ہوں جو بسم اللہ کی (ب) کے نیچے دیا جاتا ہے۔ شیخ سلیمان قندوزی لکھتے ہیں کہ تفسیر بسم اللہ سن کر ابن عباس نے کہا کہ خدا کی قسم میرا اور تمام صحابہ کا علم علی کے علم کے مقابلے میں ایسا ہے۔ جیسے سات سمندروں کے مقابلہ میں پانی کا ایک قطرہ کمیل ابن زیاد سے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے کمیل میرے سینے میں علم کے خزانے ہیں۔ کاش کوئی اہل مل جاتا کہ میں اُسے تعلیم کر دیتا۔ محب طبری تحریر فرماتے ہیں کہ سرور عالمؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم آدم، فہم نوح، علم ابراہیم، زہد یحییٰ، صولت موسیٰ کو ان حضرات سمیت دیکھنا چاہے "فلینظر الی علی ابن ابی طالب" اسے چاہیے کہ وہ علی ابن ابی طالب کے چہرۂ انور کو دیکھے ملاحظہ ہو: نور الابصار، شرح مواقف، مطالب السئول، صواعق محرقہ، شواہد النبوت، ارجح المطالب، کشف الغمہ، ینابیع المودۃ، مناقب ابن شہر آشوب، ریاض النضرہ، ارجح المطالب، انوار اللغۃ۔ علماء اسلام کے علاوہ مستشرقین فرنگ نے بھی آپ کے کمال علمی کا اعتراف کیا ہے۔ مصنف انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا لکھتے ہیں علی علم اور عقل میں مشہور تھے اور اب تک کچھ مجموعے ضرب الامثال اور اشعار کے ان سے منسوب ہیں۔ خصوصاً مقالات علیؑ جس کا انگریزی ترجمہ ولیم یول نے ۱۸۳۲ء میں بمقام ڈنبرا شائع کرایا ہے۔ (مہذب مکالمہ ص۱۰۲) مسٹر ایرونگ لکھتے ہیں۔ آپ ہی وہ پہلے خلیفہ ہیں جنھوں نے علوم وفنون کی بڑی حمایت فرمائی۔ آپ کو خود بھی شعر گوئی کا پورا ذوق تھا اور آپ کے بہت سے حکیمانہ مقولے اور ضرب الامثال اس وقت تک لوگوں کے زبان زد ہیں اور مختلف زبانوں میں ان کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ کتاب خلفائے رسول ص۱۸۷ مسٹر اوکلی لکھتے ہیں۔ تمام مسلمانوں میں باتفاق علی کی عقل و دانائی کی شہرت ہے۔ جس کو سب تسلیم کرتے ہیں۔ آپ کے صد کلمات ابھی تک محفوظ ہیں جن کا عربی سے ترکی میں ترجمہ ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے اشعار کا دیوان بھی ہے۔ جس کا نام انوار الاقوال ہے۔ اوربوڈلین لائبریری میں آپ کے اقوال کی ایک بڑی کتاب (نہج البلاغہ) موجود ہے۔ آپ کی مشہور ترین تصنیف "جفر و جامعہ" ہے۔ جو ایک بیدالفہم خط میں اعداد و ہندسہ پر مشتمل ہے یہ ہندسے ان تمام عظیم الشان واقعات کو جو ابتدائے اسلام سے رہتی دنیا تک ہونے والے واقعات بتلاتے ہیں۔ یہ آپ کے خاندان میں ہے اور پڑھی نہیں جا سکتی البتہ امام جعفر صادق اس کے کچھ حصے کی تشریح و تفسیر میں کامیاب ہو گئے ہیں اور اس کو کل بارہویں امام کریں گے (تاریخ عرب اوکلی ص۳۳۲) مورخ گبن لکھتے ہیں، آپ وہ پہلے خلیفہ ہیں جنھوں نے علم و فن اور کتابت کی پرورش کی اور حکمت سے مملو اقوال کا ایک بڑا مجموعہ آپ کے نام سے منسوب ہے ... آپ کا قلب و

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دماغ ہر شخص سے خراجِ تحسین حاصل کرتا رہے گا۔ ۔ ۔ آپ کا قلب و دماغ مجسّم نور تھا۔ ۔ ۔ آپ کی دانائی اور پُر مغز نکتہ سنجی ضرب الامثال کے ایجاد میں آپ کی فراست بہت ہی اعلیٰ پایہ کی تھی۔ (تاریخ عرب ص ۲۹۰) بمبئی ہائی کورٹ کے جج مسٹر ارنولڈ ایڈووکیٹ جنرل ایک فیصلہ میں لکھتے ہیں۔ شجاعت حکمت، ہمت، عدالت، سخاوت، زہد اور تقویٰ میں علی کا عدیل و نظیر تاریخ عالم میں کم تر نظر آتا ہے۔ لا رپورٹ جلد ۱۲، اعجاز التنزیل ص ۱۹۹)

حضرت علیؑ کی تصنیفات

علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے مصنف حضرت علی ہیں۔ علامہ رشید الدین ابن شہر آشوب کتاب معالم العلماء میں اور علامہ سید محسن صدر نے کتاب الشیعہ و فنون الاسلام میں تحریر فرمایا ہے کہ اول من صنف فی الاسلام امیر المومنین اسلام میں سب سے پہلے حضرت علی نے تصنیف کی ہے۔ آپ کی کتاب کا نام "کتاب علی" اور جامعہ تھا۔ اصول کافی کتاب الحجۃ میں ہے کہ اس کتاب میں تمام دنیا کے ہونے والے واقعات و حالات مندرج تھے، یہ بھی مسلّم ہے کہ سب سے پہلے جامع قرآن مجید بھی حضرت علی ہی ہیں۔ ملاحظہ ہو (نور الابصار امام شبلنجی ص ۷۳ طبع مصر) کتاب اعیان الشیعہ میں ابوالائمہ کی تالیفات و تصنیفات کی فہرست اس طرح مرقوم ہے۔

(۱) قرآن مجید کو تنزیل کے مطابق حضرت علی نے جمع کیا۔ اس میں اسباب و مقامات نزول آیات و سور کا بھی ذکر تھا۔ (۲) کتاب علی جس میں قرآن مجید کے ساٹھ قسم کے علوم کا ذکر تھا (۳) کتاب جامعہ (۴) کتاب الجفر (۵) صحیفۃ الفرائض (۶) کتاب فی زکوٰۃ النعم (۷) کتاب فی ابواب الفقہ (۸) کتاب فی الفقہ (۹) مالک اشتر کے نام تحریری ہدایات (۱۰) محمد بن حنفیہ کے نام وصیت (۱۱) مسند علی ابی عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، ان کتابوں کے علاوہ آپ کا مجموعہ اوراد "صحیفہ علویہ" اور آپ کے اشعار کا مجموعہ "دیوان علی" کے نام سے حضرت علی بن ابی طالب کی طرف منسوب ہے۔ یہ کتاب نواب علاء الدین احمد خان بہادر، فرمانروائے لوہارو کے حکم سے ۱۸۶۹ء میں، فخر المطابع، لوہارو میں چھپی تھی اور اب مختلف ملکوں میں چھپ چکی ہے اور اس کی شرحیں بھی ہو چکی ہیں۔

ان کتابوں کے علاوہ جناب امیر المومنین کا کلام مندرجہ ذیل کتب میں جمع کیا گیا ہے۔

(۱) **نہج البلاغہ** اسے علامہ سید رضی علیہ الرحمۃ نے جمع فرمایا ہے۔ وہ ۳۵۹ھ مطابق ۹۶۹ء میں پیدا ہوئے تھے اور ان کی وفات محرم ۴۰۶ھ مطابق جولائی ۱۰۱۵ء میں ہوئی ہے۔

کتاب نہج البلاغہ کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں لکھنے والوں میں سے چند نام یہ ہیں:۔

(۱) امام اہل سنت عزیز بن ابو حامد عبد الحمید بن ہبۃ اللہ بن محمد بن حسین ابن ابی الحدید مدائنی المتولد یکم ذی الحجہ ۵۸۶ھ مطابق ۳۰ دسمبر ۱۱۹۰ء بمقام مدائن، المتوفی ۶۵۵ھ مطابق ۱۲۵۷ء مقام

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

بغداد (۲) قوام الدین یوسف بن حسن المتوفی ۹۲۲ھ مطابق ۱۵۱۶ء (۳) مفتی محمد عبدہ مصر (۴) علامہ محمد حسن نائل المرصفی جن کا حاشیہ ہے اصل کتاب نہج البلاغہ مصر کے مشہور مطبع دار الکتب العربیہ میں چھپ گئی ہے یہ چاروں شارح اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۵) سید علی بن ناصر یہ سید رضی کے معاصر تھے۔ سب سے پہلے نہج البلاغہ کی شرح انھوں نے ہی لکھی ہے۔ ان کی شرح کا نام "اعلام نہج البلاغہ" ہے۔ (۶) علامہ قطب الدین راوندی ان کی شرح کا نام منہاج البراعۃ ہے۔ (۷) سید ابن طاؤس، ابوالقاسم علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن طاؤس المتولد محرم ۵۸۹ھ المتوفی ۵ ذی قعدہ ۶۶۴ھ (۸) کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی (۹) قطب الدین محمد بن الحسین سکندری (۱۰) شیخ حسین بن شہاب الدین حیدر علی عاملی متوفی صفر ۱۰۷۶ھ مطابق اگست ۱۶۶۵ء بمقام حیدر آباد دکن (۱۱) شیخ نظام الدین علی بن الحسین ان کی شرح کا نام انوار الفصاحت ہے (۱۲) علامہ مرزا علاء الدین محمد بن ابی تراب الحسینی ان کی شرح نہایت مبسوط ہے۔ اس کا نام "حدائق الحقائق" ہے یہ ۲ جلدوں میں ہے (۱۳) آقا شیخ محمد رضا قمی یہ "دُرِّ نجفیہ" (۱۴) ملا فتح اللہ کاشانی المتوفی ۹۹۶ھ یہ فارسی میں ہے اور اس کا نام تنبیہ الغافلین ہے۔ (۱۵) محقق حبیب اللہ ہاشمی الخوئی، ان کی شرح کا نام بھی "منہاج البراعۃ فی شرح نہج البلاغۃ" ہے یہ ۲۵ جلدوں میں ہے۔ قم خیابان ارم تہران میں چھپی ہے۔ اس کے علاوہ کتاب کے چند مستدرکات ہیں جو طبع ہو چکی ہیں۔

(۲) مائۃ کلمۃ جس کو جاحظ نے جمع کیا تھا (۳) "غرر الحکم و درر الکلم" جس کو عبدالواحد بن محمد بن عبدالواحد نے جمع کیا تھا (۴) دستور معالم الحکم جس کو قاضی ابو عبداللہ محمد بن سلامہ متوفی ۴۵۴ھ نے جمع کیا تھا (۵) نثر اللآلی جس کو ابوالفضل علی بن الحسن الطبرسی صاحب مجمع البیان نے جمع کیا (۶) "کتاب مطلوب کل طالب من کلام علی بن ابی طالب" جس کو ابو اسحاق الوطواط الانصاری نے جمع کیا ہے۔ اس کا فارسی اور جرمن زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے (۷) "قلائد الحکم و فرائد الکلم" جس کو قاضی ابو یوسف بن سلیمان الاسفرائنی نے جمع کیا ہے (۸) کتاب "معمیات علیؑ" (۹) امثال الامام علی بن ابی طالب (۱۰) شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب الارشاد میں کچھ کلام جمع کیا ہے (۱۱) نصر بن مزاحم کی کتاب "صفین" میں آپ کا کلام جمع ہے۔ (۱۲) کتاب "جواہر المطالب"۔

آپ کی علمی مرکزیت

علامہ ابن ابی الحدید، علامہ ابن شہر آشوب۔ علامہ ابن طلحہ شافعی اور علامہ اربلی تحریر فرماتے ہیں کہ "اشرف العلوم" علم الٰہیات ہے اور یہ حضرت علی ہی کے کلام سے اقتباس کیا گیا ہے۔ اور آپ ہی اس کی ابتدا اور انتہا ہیں۔ عقائد کے اعتبار سے اسلام میں جو مختلف فرقے ہیں۔ ان میں معتزلہ بھی ہے اس فرقہ کا بانی واصل ابن عطا ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جو ابو ہاشم کا شاگرد تھا اور وہ اپنے باپ محمد بن حنفیہ کا شاگرد تھا اور محمد حضرت علی کے شاگرد تھے۔ دوسرا فرقہ اشعریہ ہے جو ابوالحسن اشعری کی طرف منسوب ہے اور وہ شاگرد تھا ابو علی جبائی کا جو مشائخ معتزلہ سے تھا۔ اس کی انتہا بھی حضرت علی تک قرار پاتی ہے۔ تیسرا فرقہ امامیہ و زیدیہ ہے اس کا حضرت کی طرف منسوب ہونا بالکل واضح ہے۔

اسلامی علوم میں علم فقہ بھی ہے اور اسلام کا ہر فرقہ و مجتہد حضرت ہی کا شاگرد ہے۔ چنانچہ اہلِ سنت میں چار فرقے ہیں۔ مالکی، حنفی، شافعی اور حنبلی۔ مالکی فرقہ کے بانی امام مالک شاگرد تھے ربیعۃ الرائی کے اور وہ شاگرد تھے عکرمہ کے اور وہ شاگرد تھے ابن عباس کے اور وہ شاگرد تھے حضرت علی کے دوسرے فرقہ حنفی کے بانی امام ابوحنیفہ تھے یہ شاگرد تھے امام محمد باقر کے اور امام جعفر صادق کے اور یہ شاگرد تھے امام زین العابدین کے اور امام عابد شاگرد تھے امام حسین کے اور وہ شاگرد تھے حضرت علی کے۔ تیسرے فرقہ کے بانی امام شافعی شاگرد تھے۔ امام محمد کے اور وہ شاگرد تھے امام ابوحنیفہ کے۔ چوتھے فرقہ کے بانی، امام احمد ابن حنبل شاگرد تھے۔ امام شافعی کے اس طرح ان کا فرقہ بھی حضرت علی کا شاگرد ہوا۔ اس کے علاوہ صحابہ کے فقہا و حضرت عمر و عبد اللہ ابن عباس تھے اور دونوں نے علمِ فقہ حضرت علی ہی سے سیکھا۔ ابن عباس کا شاگرد حضرت علی ہونا تو واضح اور مشہور ہے۔ رہے حضرت عمر تو ان کے بارے میں بھی سب کو علم ہے کہ بکثرت مسائل میں جب ان کی عقل و فہم اور راہ چارہ و تدبیر بند ہو جایا کرتی تھی تو وہ حضرت علی کی طرف رجوع کرتے اور حضرت علی سے ہی مشکل کشائی کی درخواست کیا کرتے تھے۔ اور اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ اپنے علاوہ دیگر صحابہ کی بھی مشکل کشائی علی سے کرایا کرتے تھے، ان کا بار بار "لولا علی لهلك عمر" اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا، کہنا اور یہ فرمانا کہ "خدا وہ وقت نہ لائے کہ میں کسی علمی مشکل میں مبتلا ہو جاؤں اور علی موجود نہ ہوں اس کے علاوہ یہ کہنا کہ جب علی مسجد میں موجود ہوں تو کوئی فتویٰ دینے کی جرأت نہ کرے، یہ ثابت کرتا ہے کہ حضرت عمر کی فقہی حد حضرت علی تک منتہی ہوتی ہے۔ حضرت علی ہی وہ ہیں جنھوں نے اس عورت کے مقدمہ میں منصفانہ فتویٰ دیا جس نے چھ مہینہ میں بچہ جنا تھا اور زنا کار حاملہ عورت کے معاملہ کو طے فرمایا تھا جس کے رجم کا فتویٰ حضرت عمر دے چکے تھے۔

اسلامی علوم میں تفسیر قرآنی کا علم بھی ہے یہ علم بھی حضرت علی ہی سے حاصل کیا گیا ہے، جو شخص تفسیر کی کتابیں دیکھے اسے آسانی سے اس دعویٰ کی صحت معلوم ہو جائے گی، کیونکہ تفسیر کے مطالب زیادہ تر حضرت علی اور عبد اللہ ابن عباس ہی سے منقول ہیں اور عبد اللہ ابن عباس کا شاگرد حضرت علی ہونا مشہور و معروف ہے۔ لوگوں نے عبد اللہ ابن عباس سے ایک دفعہ پوچھا کہ حضرت علی کے علم کے مقابلہ میں آپ کا علم کتنا ہے! فرمایا جتنا ایک بحرِ زخار کے مقابلہ میں ایک چھوٹا قطرہ ہو سکتا ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسلامی علوم میں علم طریقت وحقیقت اور اصولِ تصوف بھی ہے اور تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس فن کے جملہ علماء و ماہرین اپنے کو حضرت کی طرف ہی منسوب کرتے ہیں اور حضرت ہی تک اپنے سلسلہ کو منتہی قرار دیتے ہیں۔ اس کی صراحت اُن لوگوں نے بھی کی ہے۔ جو فرقہ صوفیہ کے امام اور پیشوا مانے گئے ہیں جیسے شبلی۔ جنید۔ سری۔ ابویزید بسطامی۔ معروف کرخی۔ صوفی خرقہ صوفی کو علی ہی کا شعار قرار دیتے ہیں۔

علوم عربیہ میں علم نحو بھی ہے۔ دُنیا کے ماہرین کو علم ہے کہ اس علم کے بانی حضرت علی ہیں۔ آپ ہی نے اس کی ایجاد کی ہے . . . آپ ہی نے اس کے قواعد و ضوابط مدون فرمائے ہیں۔ آپ نے اس علم کے اصول و جوامع کی تعلیم ابوالاسود دیلی کو دی اور اس کے قوانین ترتیب دینے کا طریقہ سکھایا حضرت نے جو مختصر اور جامع اصول بتائے ان میں کلام، کلمہ اور اعراب تھے۔ آپ نے کہا کہ کلام، اسم فعل، حرف کو کہتے ہیں اور کلمہ معرفہ اور نکرہ ہوتا ہے۔ اور اعراب "رفع نصب جر اور جزم میں منقسم ہوتا ہے۔ حضرت کے ان مختصر اصول وضوابط کو آپ کے معجزات میں شمار کرنا چاہیئے۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ا ص۶ ومطالب السئول ص۹۸ وکشف الغمہ ص۴۲ مناقب ج ۲ ص۴۷)۔

اس کے علاوہ علم القرآت، علم القرآن، علم الکلام، علم الخطابت، علم الفصاحت والبلاغت۔ علم الشعر علم العروض والقوافی۔ علم الادب۔ علم الکتابت۔ علم تعبیر خواب۔ علم الفلسفہ۔ علم الہندسہ علم النجوم علم الحساب۔ علم الطب۔ علم منطق الطیر وغیرہ۔ میں آپ کو انتہائی کمال حاصل تھا (مناقب جلد ۲ ص۴۷)۔ اور علم لدنی۔ علم الغیب میں بھی آپ کو یدطولیٰ حاصل تھا (نورالابصار ص۹۰ وارجح المطالب ص۲۱۳) ابن شہر آشوب نے مناقب میں حضرت علی کے صوت ناقوس کی تفسیر بیان فرمانے کی تفصیل لکھی ہے۔ اور علامہ محمد باقر نے دمعہ ساکبہ کے ص۱۴۱ پہ ابن ابی الحدید کے حوالہ سے ۳۲ بڑی سطروں پر مشتمل حضرت کا ایک نہایت فصیح و بلیغ ایسا خطبہ نقل کیا ہے جس میں "الف" نہیں ہے۔

آپ کا زُہد و تقویٰ

مصر کے مشہور مورخ علامہ جرجی زیدان لکھتے ہیں کہ علی کی حالت کیا بیان ہو، زہد اور تقویٰ کے متعلق آپ کے واقعات بہت کثرت سے ہیں۔ اصول اسلام کی پابندی کرتے میں آپ بہت سخت اور اپنے ہر قول و فعل میں نہایت شریف و آزاد تھے۔ جعل۔ فریب دھوکا مکر کو آپ جانتے تک نہیں تھے اور اپنی زندگی کے مختلف زمانوں سے کسی حالت میں بھی آپ نے چال۔ حیلہ۔ غداری وغیرہ کی طرف ذرہ برابر بھی رُخ نہیں کیا۔ آپ کی تمام تر توجہ محض دین کے متعلق رہتی تھی۔ اور آپ کا کل اعتماد اور بھروسہ صرف سچائی اور حق پر تھا۔ چنانچہ آپ کے زہد اور فقیرانہ زندگی کی مثالوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے جس وقت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رسول کی بیٹی فاطمہ سے شادی کی تو آپ کے پاس فرش کی قسم سے کوئی چیز نہیں تھی سوائے دُنبہ کی ایک کھال کے کہ اسی پر دونوں شب کو پڑ کر سو رہتے تھے۔ اور دن کے وقت اسی چمڑے پر اپنے اونٹ کو دانہ کھلاتے تھے۔ آپ کے پاس ایک ملازم بھی نہ تھا جو آپ کی خدمت کرتا۔ آپ کی خلافتِ ظاہریہ کے زمانہ میں ایک دفعہ اصفہان کے (خراج) کا مال آیا تو آپ نے اس کو سات حصّوں پر تقسیم کر دیا پھر اس میں ایک روٹی ملی تو اس کے بھی سات ٹکڑے کئے۔ آپ ایسے کپڑوں کا لباس پہنتے تھے جو سردی سے ذرا بھی محفوظ نہیں رکھ سکتا تھا۔ بعض لوگوں نے آپ کو دیکھا کہ اپنے اوڑھنے کی چادر میں کھجوریں اُٹھا کر خود لا رہے ہیں جن کو ایک درہم میں خریدا تھا۔ یہ دیکھ کر عرض کی اے امیر المومنین یہ ہمیں دے دیں تا کہ ہم پہنچا دیں۔ آپ نے جواب دیا کہ جس کے عیال ہیں انھیں کو ان کا بوجھ اُٹھانا چاہیے۔ آپ کے زرّیں اقوال سے یہ بھی ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ اتنا کم کھائیں کہ بھوک سے ان کے پیٹ لگے رہیں اور اتنا کم پئیں کہ پیاس سے ان کے پیٹ سوکھے رہیں اور خدا کے خوف سے آنسا روئیں کہ ان کی آنکھیں زخمی رہیں۔ (تاریخ تمدن اسلامی جلد ۴ ص۳۲ و تاریخ کامل ج ۳ ص۲۰۲)۔

آپ کی اصابت رائے

آپ کی رائے اتنی صائب تھی کہ کبھی لغزش نہیں ہوئی جس کو جو مشورہ دے دیا وہ اٹل ثابت ہوا۔ علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ تمام لوگوں سے زیادہ حضرت علی کی رائے صائب اور محکم و صحیح ہوا کرتی تھی اور آپ کی تدبیر تمام لوگوں کی تدبیروں سے بلند و برتر ہوتی تھی البتہ آپ اسی معاملے میں رائے دیتے تھے جو شریعت کے مطابق اور اسلام کی روشنی میں ہو بعض غلط امور میں آپ کا کوئی مشورہ نہ تھا۔

آپ کی سیاست

علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں "کان شدید السیاست خشناً فی ذات اللہ"۔ آپ بے نظیر سیاسی تھے۔ آپ کی سیاست ان لوگوں جیسی نہ تھی جو دین اور خدا کو پہچانتے نہیں۔ آپ کی سیاست حکم خدا و رسول کا پرتو ہوا کرتی تھی۔ آپ اللہ کی ذات کے بارے میں نہایت ہی سخت اور شدید العمل تھے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے کبھی اپنے بھائی تک کی پرواہ نہیں کی۔ عقیل اور ابن عباس کی ناراضگی مشہور ہے۔ (صواعق محرقہ)

حلم۔ صداقت۔ عدل

خالد ابن معمر کا بیان ہے کہ میں علی کو تین باتوں کی وجہ سے محبوب رکھتا ہوں (۱) یہ کہ جب وہ خفا ہوتے تھے تو مکمل حلم کا استعمال کرتے تھے (۲) جو بات کہتے تھے سچ کہتے تھے (۳) جو فیصلہ کرتے تھے پورے عدل کے ساتھ کرتے تھے معقل ابن یسار کا بیان ہے کہ سرور کائنات نے ایک دن فاطمہ زہرا سے فرمایا کہ میں نے تمھاری شادی بہت بڑے عالم اور امت میں سب سے بڑے ایماندار اور عظیم ترین حلم کرنے والے (علی) سے کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہے۔ (ارجح المطالب صـ۲۰۲)۔

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السّلام کے بعض کرامات

یہ مسلّم ہے کہ مولائے کائنات، مشکل کشاء عالم حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام، مظہر العجائب والغرائب، تھے۔ خلقت ظاہری سے قبل انبیا علیہم السّلام کی مدد کرنا، سلمان فارسی کو دشت ارژن میں شیر سے چھڑانا، اور ظہور و شہود کے بعد ایک شب میں چالیس جگہ بیک وقت دعوت میں شرکت کرنا، دنیا کے ہر گوشے میں آپ کے قدم کے نشانات کا پتھر پہ موجود ہونا، غار اصحاب کہف میں نشان قدم کا موجود ہونا، کابل میں مزار سخی کا وجود اور دیگر نشانات کا موجود ہونا، طور خم کے قریب مسجد علی کی تعمیر، پشاور میں، عصائے شاہ مردان کی زیارت گاہ کا ہونا۔ کوئٹہ کے راستے میں قدم کے نشانات کا پایا جانا، حیدر آباد میں، قدم گاہ مولا علی کا ہونا، عالم میں ہر شخص کی مشکل کشائی کا ہو جانا۔ نیز باب خیبر کا اکھاڑنا۔ رسولِ کریمؐ کی آواز پر چشم زدن میں پہنچ جانا۔ چادر پر بیٹھ کر غار اصحاب کہف تک جانا اور اُن سے کلام کرنا وغیرہ وغیرہ آپ کے مظہر العجائب والغرائب ہونے کا بین ثبوت ہے۔ ہم ذیل میں کتاب " امام مبین " سے چند واقعات کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔

آپ کا گہوارہ میں کلّۂ اژدر دو پارہ کرنا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حوالی مکہ میں ایک نہایت زبردست اور طویل اژدہا آ گیا اور اُس نے تباہی مچا دی، ایک لشکر نے اُسے مارنے کی کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ ایک دن وہ اژدہا مدینہ کی طرف چلا۔ جب قریب پہنچا، شہر مدینہ میں ہلچل مچ گئی۔ لوگ گھروں کو چھوڑ کر باہر بھاگنے لگے۔ اتفاقاً وہ اژدہا خانۂ حضرت ابوطالب میں داخل ہو گیا۔ وہاں مولائے کائنات گہوارے میں فروکش تھے اور ان کی مادرِ گرامی کہیں باہر تشریف لے گئی تھیں۔ جب وہ اژدہا گہوارے کے قریب پہنچا تو "یداللہ" نے اُس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر دو پارہ کر دیا۔ رسولِ خداؐ نے مسرت کا اظہار کیا۔ عوام نے دادِ شجاعت دی۔ ماں نے واپس آ کر ماجرا دیکھا۔ اور اپنے نورِ نظر کا نام "حیدر" رکھا، اس نام کا ذکر مرحب کے مقابلہ میں علی ابن ابی طالب نے خود بھی فرمایا ہے۔ ؎

انا الذی سمتنی امی حیدرہ ۔۔۔ ضرغام آجام ولیث قصورہ

ساقیٔ کوثر اور سنگِ خارا

روایت میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام جنگِ صفین سے واپس جاتے ہوئے ایک صحرائے لق و دق سے گزرے، شدتِ گرما کی وجہ سے آپ کا لشکر بے انتہا پیاسا ہو گیا، اُس نے حضرت سے پانی کی خواہش کی۔ آپ نے صحرا میں اِدھر اُدھر نظر دوڑائی، ایک بہت بڑا پتھر نظر آیا، اس کے قریب تشریف لے گئے اور پتھر سے کہا کہ میں تجھ سے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سُننا چاہتا ہوں کہ اس صحرا میں پانی کہاں ہے، اس نے بقدرتِ خدا جواب دیا کہ امام کہتی "چشمۂ آب" میرے ہی نیچے ہے۔ حضرت نے لشکر کو حکم دیا کہ اس پتھر کو ہٹائیے۔ ۱۰۰ آدمی کامیاب نہ ہوسکے پھر آپ نے لبِ مبارک کو حرکت دی اور دستِ خیبر کشا اس پر مارا، پتھر دُور جا پڑا، اس کے نیچے ہی شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ سرد پانی کا چشمہ برآمد ہوگیا، سب سیراب ہوئے اور سب نے پانی سے چھاگلیں بھر لیں، پھر آپ نے پتھر کو حکم دیا کہ اپنی جگہ پر آجے۔ بروایت ابن عباس پتھر اس جگہ سے خود بخود سرک کر اپنی جگہ پر آپہنچا، اور لشکر شکرِ خدا کرتا ہوا روانہ ہوگیا

مولا علیؑ اور انسان کی قلب ماہیت

اصبغ بن نباتہ کا بیان ہے کہ ایک شخص قریش سے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگا کہ میں وہ ہوں کہ جس نے بے شمار انسانوں کو قتل کیا ہے اور بہت سے اطفال کو یتیم کیا ہے حضرت نے اس کا جب یہ تعارف سُنا تو آپ کو غصہ آگیا، آپ نے فرمایا کہ "اخسایا کلب" اے کُتّے میرے پاس سے دُور ہوجا، حضرت کے دہنِ اقدس سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ اس کی ماہیت اور اس کی ہیئت بدل گئی۔ اور وہ کتے کی شکل میں ہوکر دُم ہلانے لگا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ بیتاب ہوکر فریاد و فغاں کرتے ہوئے زمین پر لوٹنے لگا۔ حضرت کو اس پر رحم آیا اور آپ نے دُعا کی۔ خُدا نے پھر اُسے اس کی ہیئت اصلی میں بدل دیا۔

عین اللہ، علیؑ نے کور مادر زاد کو چشمِ بینا دے دی

عبداللہ بن فضل کا بیان ہے کہ میں ایک سال حج بیت اللہ کے لیے گھر سے روانہ ہوکر جا رہا تھا۔ ناگاہ راستے میں ایک نابینا زنِ حبشیہ کو دیکھا کہ وہ ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے اس طرح دُعا کر رہی ہے، اے اللہ بحقِ علی ابن ابی طالب مجھے چشمِ بینا دے دے۔ یہ دیکھ کر میں اس کے قریب گیا اور اُس سے پوچھا کہ کیا تو واقعی علی ابن ابی طالب سے محبت رکھتی ہے اس نے کہا بے شک میں ان پر صد ہزار جان سے قربان ہوں، یہ سُن کر میں نے اُسے بہت سے درہم دینے مگر اُس نے قبول نہ کیا اور کہا کہ میں درہم و دینار نہیں مانگتی۔ "میں آنکھ چاہتی ہوں" پھر میں اس کے پاس سے روانہ ہوکر مکۂ معظمہ پہنچا اور حج سے فراغت کے بعد پھر اسی راستہ سے واپس آیا۔ جب اس مقام پر پہنچا جس مقام پہ وہ نابینا عورت تھی تو دیکھا کہ وہ عورت چشمِ بینا کی مالک ہے۔ اور سب کچھ دیکھتی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا ماجرا کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں بدستور دُعا کیا کرتی تھی۔ ایک دن حسبِ معمول مشغولِ دُعا تھی ناگاہ ایک مقدس ترین عالم بزرگ نمودار ہوئے اور انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تو واقعی علی کو دوست رکھتی ہے، میں نے کہا "جی ہاں" "ایسا ہی ہے" یہ سُن کر انھوں نے کہا کہ "خدایا اگر یہ عورت دعوائے محبت میں سچی ہے تو اسے بینائی عطا فرما" ان کے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اِن الفاظ کے زبان پر جاری ہوتے ہی میری آنکھیں کُھل گئیں، چشم بینا مل گئی، میں سب کچھ دیکھنے لگی۔ میں نے اس کے فوراً بعد قدموں پر گر کر پوچھا، حضور آپ کون ہیں۔ فرمایا میں وہی ہوں جس کے واسطے سے تو دُعا کر رہی تھی۔

مشکل کشا کی مشکل کشائی

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت علی علیہ السلام مدینہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے۔ ناگاہ آپ کی نگاہ اپنے ایک مومن پر پڑی دیکھا کہ اسے ایک شخص بُری طرح گرفت میں لیے ہوئے ہے۔ حضرت اس کے قریب گئے اور اس سے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے، اس مومن نے کہا، مولا میں اس مردِ منافق کے ایک ہزار، سات سو دینار کا قرض دار ہوں، اس نے مجھے پکڑ رکھا ہے اور اتنی مہلت بھی نہیں دیتا کہ میں یہاں سے جاکر کوئی بندوبست کروں حضرت نے فرمایا کہ تو زمین کی طرف رُخ کر اور جو پتھر وغیرہ اس وقت تیرے ہاتھ آئیں انہیں اُٹھا لے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، جب اُس نے اٹھا کر دیکھا تو وہ سب سونے کے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کا قرضہ ادا کرنے کے بعد جو بچے اسے اپنے کام میں لا۔ راوی کہتا ہے کہ دوسرے دن جبرئیل کے کہنے سے حضرت رسُولِ کریم نے اس واقعہ کو اصحاب کے مجمع میں بیان فرمایا

ایک مشلول کی شفایابی

عبداللہ ابن عباس کا بیان ہے کہ ایک روز نماز صبح کے بعد حضرت رسُولِ کریمؐ مسجد مدینہ میں بیٹھے ہوئے سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ اور حذیفہؓ سے محوِ گفتگو تھے کہ ناگاہ مسجد کے باہر ایک غلغلہ اٹھا، شور سُن کر لوگ مسجد کے باہر آگئے تو دیکھا کہ چالیس آدمی کھڑے ہیں جو مسلح ہیں اور ان کے آگے ایک نہایت خوب صورت نوجوان شخص ہے حذیفہ نے رسُولِ خدا کو حالات سے آگاہ کیا، آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو میرے پاس لاؤ، وہ آگئے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب کو بُلا لاؤ۔ حذیفہ گئے، امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اے حذیفہ مجھے علم ہے کہ ایک گروہ قومِ عاد سے آیا ہے، مجھے ان کی حاجت بھی معلوم ہے۔ اس کے بعد آپ حاضرِ خدمت رسُولِ کریمؐ ہوئے۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے ان کا سامنا کرایا۔ حضرت علیؑ نے اُس مردِ خوبرو سے کہا کہ اے حجاج بن خلجا بن ابی العصف بن سعید بن متمع بن علاق بن وہب بن صعب، بتا تیری کیا حاجت ہے، اُس نے جب اپنا نام اور پورا شجرہ سُنا تو حیران رہ گیا۔ اور کہا کہ حضور میرے بھائی کو شکار کا بڑا شوق ہے۔ اُس نے ایک دن جنگل میں شکار کھیلتے ہوئے ایک جانور کے پیچھے گھوڑا ڈالا، اور اس پر تیر چلایا، اس کے فوراً بعد اس کا نصف بدن شل ہو گیا ہے، بڑے علاج کئے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا، آپ نے فرمایا کہ اسے میرے سامنے لا، وہ ایک شتر پہ لایا گیا، حضرت نے اُسے حکم دیا کہ اُٹھ بیٹھ۔ چنانچہ وہ تندرست ہو کر اُٹھ بیٹھا۔ یہ دیکھ کر وہ اور اس کے قبیلہ کے ستر ہزار نفوس مسلمان ہو گئے۔

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ کی سایۂ رحمت سے محرومی

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ۲۸ صفر سنہ ۱۱ ہجری یوم دوشنبہ انتقال فرمایا۔ (مودۃ القربیٰ) حضرت علی آپ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے۔ حضرت عمر حضرت ابوبکر کو ہمراہ لے کر سقیفہ بنی ساعدہ جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور مشورہ ہائے باطل کے لیے بنایا گیا تھا۔ (غیاث اللغات) چلے گئے کافی رسّہ کشی کے بعد حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنا لائے۔ حضرت علی چونکہ رسولِ کریمؐ کو ان کی واپسی سے قبل دفن کر چکے تھے۔ اس لیے سب سے پہلے انھوں نے یہ سوال کیا کہ آپ نے ہماری واپسی کا انتظار کیوں نہیں کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ رسولِ کریم بمقام غدیرِ خم خلیفہ مقرر کر چکے تھے۔ آپ کس جواز سے وہاں گئے اور کس اصول سے مسئلہ خلافت کو زیرِ بحث لائے اور کیا وجہ تھی کہ ہم رسول کا لاشہ بے گور و کفن رہنے دیتے۔ اس کے بعد انھوں نے بیعت کا مطالبہ کیا حضرت علیؑ نے اپنا حق فائق ہونا اور اپنے کو منصوص من اللہ خلیفہ ہونا ظاہر کر کے ان کے مطالبہ کے خلاف احتجاج کیا اور فرمایا کہ مجھ سے بیعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس پر انھوں نے شدید اصرار کیا اور آپ سے بیعت لینے کی ہر ممکن سعی کی۔ مورخین کا اتفاق ہے کہ اسی سلسلہ میں فاطمہ کا گھر جلایا گیا۔ فاطمہ کے دُرّے لگائے گئے۔ علی کی گردن میں رسّی باندھی گئی اور آپ کو قتل کر دینے کی دھمکی دی گئی اور وراثتِ رسول سے فاطمہ اور اولادِ فاطمہ کو محروم کر دیا گیا۔ باغِ فدک چھینا گیا۔ علی حسنین اور اُمِّ ایمن کی گواہی فدک میں جھوٹا قرار دیا گیا۔ ان حالات سے آلِ محمدؐ کو جتنا متاثر ہونا چاہیے اس کا اندازہ ہر با فہم کر سکتا ہے۔ حضرت علیؑ جو سایۂ رحمت رسول سے محروم ہو کر مصائب و آلام کی چکی کے دونوں پاٹوں میں آ گئے۔ انھوں نے اپنے خطبات میں اس پر روشنی ڈالی ہے اور اپنے حالات کی وضاحت کی ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو خطبۂ شقشقیہ۔

وفاتِ رسول کے بعد علی کا خطبہ

کتاب نہج البلاغہ ج ۱ ص ۴۳۲ طبع مصر میں ہے "بزرگانِ اصحاب محمد صلعم نے جو حافظِ (قرآن و سنّت نبوی تھے) جان لیا تھا کہ میں کبھی ایک ساعت کے لیے بھی فرمانِ خدا و رسول سے دور نہیں ہوا اور پیغمبر اکرم کی خاطر کبھی اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کی۔ جب دلیروں نے راہ فرار اختیار کی اور بڑے بڑے پہلوان پیچھے ہٹ آئے اس شجاعت اور جوانمردی کے باعث جو خدا نے مجھے عطا کی ہے۔ میں نے جنگ کی اور رسول خدا کی قبض رُوح اس حالت میں ہوئی کہ آپ کا سرِ مبارک میرے سینے پر تھا۔ ان کی جان میرے ہی ہاتھوں پر بدن سے جدا ہوئی چنانچہ (بہ نیت تبرک ذمین) میں نے اپنے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہاتھ (رُوح نکلنے کے بعد) اپنے چہرہ پر ملے۔ میں نے ہی آنحضرتؐ کے جسدِ اطہر کو غسل دیا۔ اور فرشتوں نے (اس کام میں) میری مدد کی۔ پس بیتِ نبوی اور اس کے اطراف سے گریہ و زاری کی صدا بلند ہوئی۔ فرشتوں کا ایک گروہ جاتا تھا تو دوسرا آجاتا تھا۔ ان کی نمازِ جنازہ کا ہمہمہ میرے کانوں سے جُدا نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ آپ کو آخری آرام گاہ میں رکھ دیا گیا۔ پس آنحضرت کی حیات و ممات میں ان سے میرے مقابل میں کون سزاوار تھا۔ (جو کوئی اس کا ادعا کرتا ہے وہ صحیح نہیں کہتا۔ الخ (ترجمہ نہج البلاغۃ رئیس احمد جعفری جلد ۱ صفحہ ۱۲۰۰ طبع لاہور) اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۰۳ پر ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان اے رسولِ خدا۔ آپ کی وفات سے نبوت۔ احکامِ الٰہی اور اخبارِ آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ جو دوسرے (پیغمبروں) کی وفات پر (کبھی) نہیں ہوا تھا۔ آپ کی خصوصیت اور یگانگت یہ بھی تھی کہ دوسری مصیبتوں سے آپ نے تسلی دے دی۔ (کیونکہ آپ کی مصیبت ہر مصیبت سے بالاتر ہے) اور دُنیا سے رحلت فرمانے کی بناء پر آپ کو یہ عمومیت و خصوصیت حاصل ہے کہ آپ کے ماتم میں تمام لوگ یکساں دردمند (اور سینہ فگار) ہیں۔ الخ

رفیقۂ حیات کی جدائی

رسولِ کریمؐ کے انتقال پُرملال کو ابھی ۱۰۰ دن بھی نہ گزرے تھے کہ آپ کی رفیقۂ حیات حضرت فاطمۃ الزہرا اپنے پدرِ بزرگوار کی وفات کے صدمے وغیرہ سے بتاریخ ۲۰ جمادی الثانیہ سنہ ۱۱ ہجری انتقال فرما گئیں۔ حضرت علیؑ نے وصیتِ فاطمہ کے مطابق حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عائشہ وغیرہم کو شریکِ جنازہ نہیں ہونے دیا۔ اور شب کے تاریک پردے میں حضرت فاطمۃ الزہرا کو سپردِ خاک فرما دیا۔ اور زمین سے مخاطب ہو کر کہا "یا ارض استودعک ودیعتی ھذا بنت رسول اللہ" اے زمین میں اپنی امانت تیرے سپرد کر رہا ہوں، اے زمین یہ رسولؐ کی بیٹی ہیں۔ زمین نے جواب دیا "یا علی انا ارفق بھا منک" اے علی آپ گھبرائیں نہیں۔ میں آپ سے زیادہ نرمی کروں گی۔ (مودۃ القربٰی صفحہ ۱۲۹ تمام واقعات کی تفصیل گزر چکی ہے۔

حضرت علیؑ کا خطبہ

زمین سے مخاطبہ کے بعد آپ نے سرورِ کائنات کو مخاطب کر کے کہا، یا رسول اللہ آپکو میری جانب سے اور آپ کی پڑوس میں اُترنے والی اور آپ سے جلد ملحق ہونے والی آپ کی بیٹی کی طرف سے سلام ہو۔ یا رسول اللہ آپ کی برگزیدہ بیٹی کی رحلت سے میرا صبر و شکیب جاتا رہا۔ میری ہمت و توانائی نے ساتھ چھوڑ دیا۔ لیکن آپ کی مفارقت کے حادثۂ عظمیٰ اور آپ کی رحلت کے صدمۂ جانکاہ پر صبر کر لینے کے بعد مجھے اس مصیبت پر بھی صبر و شکیبائی ہی سے کام لینا پڑے گا۔ جبکہ میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کو قبر کی لحد میں اتارا اور اس عالم میں آپ کی رُوح نے پرواز کی کہ آپ کا سر میری گردن اور سینے کے درمیان رکھا ہوا تھا۔ انا للہ وانا الیہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

راجعون) اب یہ امانت پلٹائی گئی۔ گروی رکھی ہوئی چیز چھڑا لی گئی۔ لیکن میرا غم بے پایاں اور میری راتیں بے خواب رہیں گی۔ یہاں تک کہ خداوند عالم میرے لیے بھی اسی گھر کو منتخب کرے۔ جس میں آپ رونق افروز ہیں (یا رسول اللہؐ) وہ وقت آگیا کہ آپ کی بیٹی آپ کو بتائیں کہ کس طرح آپ کی اُمت نے ان پر ظلم ڈھانے کے لیے ایکا کر لیا۔ آپ ان سے پورے طور پر پوچھیں اور تمام احوال و واردات دریافت کریں۔ یہ ساری مصیبت ان پر بیت گئیں۔ حالانکہ آپ کو گذرے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور نہ آپ کے تذکروں سے زبانیں بند ہوئی تھیں۔ آپ دونوں پر میرا سلام رخصتی ہو ایسا سلام جو کسی ملول و دل تنگ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اب اگر میں (اس جگہ سے) پلٹ جاؤں تو اس لیے نہیں کہ آپ سے میرا دل بھر گیا ہے اور اگر ٹھہرا رہوں تو اس لیے نہیں کہ میں اس وعدہ سے بدظن ہوں۔ جو اللہ نے صبر کرنے والوں سے کیا ہے۔ نہج البلاغہ مترجمہ مفتی جعفر حسین جلد ۲ صـ۲۲۳ طبع لاہور)۔

حضرت علیؑ کی گوشہ نشینی

پیغمبر اسلامؐ کے انتقال پُر ملال اور ان کے انتقال کے بعد کے حالات نیز فاطمہ زہراؑ کی وفات حسرت آیات نے حضرت علیؑ کو اس اسٹیج پر پہنچا دیا جس کے بعد مستقبل کا پروگرام بنانا ناگزیر ہو گیا یعنی ان حالات میں حضرت علیؑ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ آپ آئندہ زندگی کس اسلوب اور کس طریقہ سے گزاریں بالآخر آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ (۱) دشمنانِ آلِ محمدؐ کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے (۲) گوشہ نشینی اختیار کر لینی چاہیئے (۳) حتی المقدور موجودہ صورت میں بھی اسلام کی علمی و عملی خدمت کرتے رہنا چاہیئے۔ چنانچہ آپ اسی پر کاربند ہو گئے۔

حضرت علیؑ نے جو پروگرام مرتب فرمایا۔ وہ پیغمبر اسلامؐ کے فرمان کی روشنی میں مرتب فرمایا کیوں کہ انھیں ان حالات کی پوری اطلاع تھی اور انھوں نے حضرت علیؑ کو سب کچھ بتا دیا تھا۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔ "ان اللہ تعالیٰ اطلع نبیتہ علی ما یکون بعدہ مما ابتلی بہ علی" کہ خداوند عالم نے اپنے نبیؐ کو ان تمام امور سے باخبر کر دیا تھا۔ جو ان کے بعد ہونے والے تھے، اور ان حالات و حادثات کی اطلاع کر دی تھی جس میں علیؑ مبتلا ہوئے (صواعق محرقہ صـ۱۲) رسولِ کریمؐ نے فرمایا تھا کہ اے علیؑ میرے بعد تم کو سخت صدمات پہنچیں گے۔ تمھیں چاہیئے کہ اس وقت تم دل تنگ نہ ہو اور صبر کا طریقہ اختیار کرو اور جب دیکھنا کہ میرے صحابہ نے دنیا اختیار کر لی ہے۔ تو تم آخرت اختیار کیے رہنا (روضۃ الاحباب جلد ۱ صـ۵۵۹ و مدارج النبوت جلد ۲ صـ۵۱۱) یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؑ نے تمام مصائب و آلام نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیے مگر تلوار نہیں اٹھائی اور گوشہ نشینی اختیار کر کے جمع قرآن

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی تکمیل کرتے رہے اور وقتاً فوقتاً اپنے مشوروں سے اسلام کی کمر مضبوط فرماتے رہے۔

غصب خلافت کے بعد تلوار نہ اٹھانے کی وجہ

بعض برادرانِ اسلام یہ کہہ دیتے ہیں کہ جب علی کی خلافت غصب کی گئی اور انھیں مصائب و آلام سے دوچار کیا گیا تو انھوں نے بدر و احد، خیبر و خندق میں چلی ہوئی تلوار کو نیام سے باہر کیوں نہ نکال لیا۔ اور صبر پہ کیوں مجبور ہو گئے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ علی جیسی شخصیت کے لیے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ انھوں نے اسلام کے عہدِ اول میں جنگ کیوں نہیں کی۔ کیونکہ ابتدائے عمر سے تا حیاتِ پیغمبر علی ہی نے اسلام کو پروان چڑھایا تھا۔ ہر معرکہ میں اسلام ہی کے لیے علی لڑے تھے۔ علی نے اسلام کے لیے کبھی اپنی جان کی پرواہ نہیں کی تھی۔ بھلا علی سے یہ کیونکر ممکن ہو سکتا تھا کہ رسول کریم کے انتقال کے بعد وہ تلوار اٹھا کر اسلام کو تباہ کر دیتے اور سرورِ کائنات کی محنت اور اپنی مشقت کو اپنے لیے تباہ و برباد کر دیتے۔ استیعاب عبدالبر جلد ۱ ص ۱۸۳ طبع حیدرآباد میں ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ دیکھو رسول اللہ کا انتقال ہو چکا ہے اور خلافت کے بارے میں مجھ سے کوئی نزاع نہ کرے کیونکہ ہم ہی اس کے وارث ہیں۔ لیکن قوم نے میرے کہنے کی پرواہ نہیں کی۔ خدا کی قسم اگر دین میں تفرقہ پڑ جانے اور عہدِ کفر کے پلٹ آنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان کی ساری کارروائیاں پلٹ دیتا۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد ۴ ص ۲۰۴ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علی نے اسی طرح چشم پوشی کی جس طرح کفر کے پلٹ آنے کے خوف سے حضرت رسول کریم منافقوں اور مولفۃ القلوب کے ساتھ کرتے تھے۔ کنز العمال جلد ۶ ص ۳۳ میں ہے کہ آنحضرت منافقو کے ساتھ اس لیے جنگ نہیں کرتے تھے کہ لوگ کہنے لگیں گے کہ محمد نے اپنے اصحاب کو قتل کر ڈالا۔

کتاب معالم التنزیل ص ۴۱۲ و ص ۴۱۴، احیاء العلوم جلد ۴ ص، سیرت محمدیہ ص ۲۵۶ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۹۸۶ تاریخ خمیس ج ۲ ص ۱۳۹ سیرت حلبیہ ص ۲۵۶ شواہد النبوت اور فتح الباری میں ہے کہ آنحضرت نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ اے عائشہ "لولا حدثان قومك بالكفر لفعلت" اگر تیری قوم تازی کفر سے مسلمان نہ ہوئی ہوتی تو میں اس کے ساتھ وہ کرتا جو کرنا چاہیئے تھا۔

حضرت علیؑ اور رسول کریمؐ کے عہد میں کچھ زیادہ بُعد نہ تھا۔ جن وجوہ کی بنا پر رسولؐ نے منافقوں سے جنگ نہیں کی تھی انھیں وجوہ کی بنا پر حضرت علیؑ نے بھی تلوار نہیں اٹھائی۔ کنز العمال جلد ۶ ص ۲۹ کتاب خصائص سیوطی جلد ۲ ص ۱۳۸ و روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۲۹۳ ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص ۱۲۶ وغیرہ میں مختلف طریقے سے حضرت کی وصیت کا ذکر ہے اور اس کی وضاحت ہے کہ حضرت علی کے ساتھ کیا ہونا ہے اور علی کو اس وقت کیا کرنا ہے۔ چنانچہ حضرت علی نے اس حوالہ کے بعد کہ میری جنگ سے اسلام منزل اول ہی میں ختم ہو جائے گا۔ میں نے تلوار نہیں اٹھائی۔ یہ فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے اس وقت کا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ص ۸۳

بہت زیادہ خیال رکھا کہ رسولِ خدا نے مجھ سے عہد خاموشی و صبر لے لیا تھا۔ تاریخ اعثم کوفی طبع بمبئی میں حضرت علیؑ کی وہ تقریر موجود ہے جو آپ نے خلافتِ عثمان کے موقع پر فرمائی ہے۔ ہم اس کا ترجمہ اعثم کوفی اُردو طبع دہلی کے صـ ۱۱۳ سے نقل کرتے ہیں۔ خدائے جلیل کی قسم اگر محمدؐ رسولؐ اللہ ہم سے عہد نہ لے لیتے اور ہم کو اس امر سے مطلع نہ کر چکے ہوتے جو ہونے والا تھا تو میں اپنا حق کبھی نہ چھوڑتا۔ اور کسی شخص کو اپنا حق نہ لینے دیتا۔ اپنے حق کے حاصل کرنے کے لیے اس قدر کوشش بلیغ کرتا کہ حصولِ مطلب سے پہلے معرضِ ہلاکت میں پڑنے کا بھی خیال نہ کرتا۔ ان تمام تحریروں پر نظر ڈالنے کے بعد یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت علیؑ نے جنگ کیوں نہیں کی اور صبر و خاموشی کو کیوں ترجیح دی۔

میں نے اپنی کتاب "الغفاری" کے صـ ۱۲۱ پر حضرت ابوذر کے متعلق امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے ارشاد "وعیٰ علماً عجز فیہ" کی شرح کرتے ہوئے امام اہلِ سنت ابن اثیر جزری کی ایک عبارت تحریر کی ہے جس سے حضرت علیؑ کے جنگ نہ کرنے کی وجہ پر روشنی پڑتی ہے۔ "وہ یہ ہے"

"نہایۃ اللغت ابن اثیر جزری کے صـ ۲۳۱ میں ہے: الاعجاز جمع عجز وھو موخر الشی یرید بھا آخر الامور" اعجاز: عجز کی جمع ہے جس کے معنی موخر شئی کے ہیں اور جس کا مطلب آخر امور تک پہنچنے سے متعلق ہے۔ اس کے بعد علامہ جزری لفظ اعجاز کی شرح کرتے ہوئے حضرت علی کی ایک حدیث نقل فرماتے ہیں ومن حدیث علی لنا حق ان نعطہ ناخذہ وان نمنعہ نرکب اعجاز الابل وان طال السری: آپ فرماتے ہیں کہ خلافت ہمارا حق ہے اگر ہمیں دے دیا گیا تو لے لیں گے اور اگر ہمیں روک دیا یعنی ہمیں نہ دیا گیا تو ہم "اعجاز ابل" پر سواری کریں گے۔ یعنی آخر تک اپنے اس حق کے لیے جدوجہد جاری رکھیں گے اور اس میں مدت کی پرواہ نہ کریں گے یہاں تک کہ اسے حاصل کر لیں یہی وجہ ہے کہ "سلم وصبر علی التاخیر ولم یقاتل وانما قاتل بعد انعقاد الامامۃ الخ" ولفنگ اور صبر کیے آخر تک بیٹھے رہے اور خلفاء وقت سے جنگ نہیں کی۔ پھر جب انھوں نے امامت (خلافت) حاصل کر لی تو (اسے صحیح اصولوں پر چلانے کے لیے) ضروری سمجھا الخ۔

حضرت علیؑ کا قرآن پیش کرنا

نور الابصار امام شبلنجی میں ہے کہ حضرت علیؑ نے رسولِ کریم کے زمانہ میں قرآن مجید جمع کر کے آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ (جلد ۱ صـ ۳۰) صواعق محرقہ صـ ۷۶ میں ہے کہ جب آپ کو بیعت ابوبکر کے لیے مجبور کیا گیا اور کہا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن مجید کو مکمل طور پر جمع نہ کر لوں گا۔ ردا نہ اوڑھوں گا (اتقان سیوطی صـ ۵۹) وحبیب السیر ج ۱ صـ ۴ میں ہے کہ علی کا قرآن تنزیل کے مطابق تھا۔ بحار الانوار و مناقب ج ۲ صـ ۹۹ میں ہے کہ امیرالمومنین نے پورا قرآن جمع کرنے کے بعد

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسے چادر میں لپیٹا اور لے کر مسجد میں پہنچے اور حضرت ابوبکر سے کہا کہ یہ وہ قرآن ہے جسے میں نے تنزیل کے مطابق جمع کیا ہے اور جو آنحضرت کی نظر سے گزر چکا ہے، اسے لو اور رائج کر دو، آپ نے یہ بھی کہا کہ میں اس لیے پیش کر رہا ہوں کہ مجھے آنحضرت نے حکم دیا تھا کہ اتمام حجت کے لیے پیش کرنا۔ کتاب فصل الخطاب میں ہے کہ انھوں نے جواب دیا کہ اسے واپس لے جاؤ۔ ہمیں تمہارے قرآن کی ضرورت نہیں ہے۔ علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۱۸۴ میں ابن سیرین کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر وہ قرآن قبول کر لیا گیا ہوتا، تو لوگوں کو بے انتہا فائدہ پہنچتا۔

حضرت علیؑ کے محافظِ اسلام مشورے

یہ مسلّم حقیقت ہے کہ حضرت علیؑ اپنے پیش رو حضرات خلفاء کو غادر، خائن، کاذب، آثم سمجھتے تھے۔ (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۱ طبع نولکشور) اور ان کی سیرت سے اس درجہ بیزار تھے کہ بموقع تقرر خلافت حضرت عثمان، سیرت شیخین کی شرط کی وجہ سے تخت چھوڑنا گوارا کیا تھا لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت علی اپنے ذاتی جذبات پر خدا اور رسولؐ کے جذبات کو مقدم رکھتے تھے، عمرو بن عبدود نے جب جنگ خندق میں آپ کے چہرہ مبارک کے ساتھ لعاب دہن کے ساتھ بے ادبی کی تھی اور آپ کو غصہ آگیا تھا تو آپ سینے سے اتر آئے تھے، تاکہ کار خدا میں اپنا ذاتی غصہ شامل نہ ہو جائے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ دل تنگ اور ناراض ہونے کے باوجود، تحفظ وقار اسلام کی خاطر خلفاء کو اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے، مثال کے لیے ملاحظہ ہو (۱) قیصر روم نے خلیفہ دوم سے سوال کر دیا کہ آپ کے قرآن میں کونسا ایسا سورہ ہے جو صرف سات آیتوں پر مشتمل ہے۔ اور اس میں سات حروف تہجی کے نہیں ہیں۔ اس سوال سے عالم اسلام میں کھلبلی مچ گئی۔ حفاظ نے بہت غور و فکر کے بعد ہتھیار ڈال دیے۔ حضرت عمر نے حضرت علی علیہ السلام کو بلوا بھیجا اور یہ سوال سامنے رکھا۔ آپ نے فوراً ارشاد فرمایا کہ وہ سورۂ حمد ہے۔ اس سورہ میں سات آیتیں ہیں اور اس میں ث، ج، خ، ز، ش، ظ، ف نہیں ہیں۔ (۲) علماء یہود نے خلیفہ دوم سے اصحاب کہف کے بارے میں چند سوالات کیے، آپ ان کا جواب نہ دے سکے اور آپ نے علی کی طرف رجوع کی حضرت نے ایسا جواب دیا کہ وہ پورے طور پر مطمئن ہو گئے۔ حجر اسود کے بوسہ دینے پر حضرت علی نے جو بیان دیا ہے۔ اس سے حضرت عمر کی پشیمانی، بدور سافرہ سیوطی میں موجود ہے (۳) عہد اول میں نیز عہد ثانی کی ابتداء میں شراب پینے پر ۴۰ کوڑے مارے جاتے تھے۔ حضرت عمر نے یہ دیکھ کر کہ اس حد سے رعب نہیں جمتا اور لوگ کثرت سے شراب پی رہے ہیں۔ حضرت علیؑ سے مشورہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ چالیس ۴۰ کے بجائے اسّی ۸۰ کوڑے کر دیے جائیں اور اس کے لیے یہ دلیل پیش کی کہ جو شراب پیتا ہے نشہ میں ہوتا ہے اور جس کو نشہ ہوتا ہے وہ ہذیان بکتا ہے اور جو ہذیان بکتا ہے وہ افترا کرتا ہے وعلی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

المفتری ثمانون" اور افترا کرنے والوں کی سزا اسی کوڑے ہیں۔ لہٰذا شرابی کو بھی اسی کوڑے مارنے چاہئیے۔ حضرت عمر نے اسے تسلیم کر لیا۔ (مطالب السئول صفحہ ۱۰۴) (۴) ایک حاملہ عورت نے زنا کیا حضرت عمر نے حکم دیا کہ اسے سنگسار کیا جائے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ زنا عورت نے کیا ہے۔ لیکن وہ بچہ جو پیٹ میں ہے۔ اس کی کوئی خطا نہیں، لہٰذا عورت پر اس وقت حد جاری کی جائے جب وضع حمل ہو چکے۔ حضرت عمرؓ نے تسلیم کر لیا اور ساتھ ہی ساتھ کہا۔ "لولا علی لہلک عمر" (۵) جنگِ روم پر پہنچ جانے کے متعلق حضرت عمر نے حضرت علی علیہ السلام سے مشورہ کیا (۶) جنگِ فارس میں بھی خود شریکِ جنگ ہونے کے متعلق حضرت علی سے مشورہ لیا۔ مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ کو خود جنگ میں جانے سے روکا اور فرمایا کہ اگر آپ شہید ہو جائیں گے تو کسرِ شان اسلام ہو گی۔ . . الخ حضرت علی کے مشورہ پر حضرت عمر بہادروں کے مسلسل زور دینے کے باوجود جنگ میں شریک نہ ہوئے۔ میرا خیال ہے کہ حضرت علی نے نہایت ہی صائب مشورہ دیا تھا کیونکہ وہ جنگِ بدر اور خیبر، خندق کے واقعات و حالات سے واقف تھے۔ اگر خدانخواستہ میدان چھوٹ جاتا تو یقیناً کسرِ شان اسلام ہوتی۔ اگر شہادت سے کسرِ شان اسلام کا اندیشہ ہوتا تو حضرت علی سرورِ کائنات کو بھی مشورہ دیتے کہ آپ کسی جنگ میں خود نہ جائیے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وہ برابر جاتے اور زخمی ہوتے رہے۔ احد میں تو جان ہی خطرہ میں آ گئی تھی (۷) مسٹر امیر علی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کے مشورہ سے زمین کی پیمائش کی گئی اور مال گذاری کا طریقہ رائج کیا گیا۔ (۸) آپ ہی کے مشورہ سے سنہ ہجری قائم ہوا۔

مشوروں کے متعلق علماءِ اسلام کی رائیں

علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمر نے چاہا کہ خود جنگِ روم و ایران میں جائیں تو حضرت علی ہی نے ان کو مفید مشورہ دیا۔ جس کو حضرت عمر نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا اور وہ اپنے ارادہ سے باز رہے۔ اور حضرت عثمان کو بھی ایسے قیمتی مشورے دیئے جن کو اگر وہ قبول کر لیتے تو انھیں حوادث و آفات کا سامنا کرنا نہ پڑتا۔ عبید اللہ امرت سری لکھتے ہیں کہ تمام مورخین متفق ہیں کہ اسلام میں حضرت عمر سے زیادہ کوئی خلیفہ مدبر پیدا نہیں ہوا۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر ہر باب میں حضرت علی سے مشورہ لیتے تھے۔ (ارجح المطالب صفحہ ۲۲۴) مسٹر امیر علی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کے عہد حکومت میں جتنے کام رفاہِ عام کے ہوئے ہیں وہ سب حضرت علی کے صلاح و مشورہ سے عمل میں آئے۔ (تاریخ اسلام)

مشوروں کے علاوہ جانی امداد

حضرت علیؑ نے صرف مشوروں ہی سے عہد گوشہ نشینی میں اسلام کی مدد نہیں کی بلکہ جانی خدمات بھی انجام دی ہیں۔ مثال کے لیے عرض ہے کہ جب فتح مصر کا موقع آیا تو حضرت علی نے اپنے خاندان کے نوجوانوں کو فوج میں بھرتی کرایا اور ان کے ذریعہ سے جنگی خدمات انجام دیئے۔ شیخ محمد ابن محمد بن معز مملکت مصر میں مسلمانوں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی فتوحات کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ مبارکباد کے قابل ہیں حضرت علی کے بھتیجے اور داماد مسلم بن عقیل اور ان کے بھائی جنھوں نے محاذِ مصر میں سخت جنگ کی اور اس درجہ زخمی ہوئے کہ خون ان کی زرہ پر سے جاری تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اونٹ کے جگر کے ٹکڑے ہیں۔ (ملاحظہ ہو کتاب فتوحات ص۹۴ طبع بمبئی ۱۲۸۶ھ) اسی طرح فتح شوشتر کے موقع پر ۲۰ھ میں آپ کے بھتیجے محمد ابن جعفر اور عون بن جعفر شہید ہوئے۔ تاریخ اسلام جلد ۳ ص۱۱ بحوالہ تاریخ کامل واستیعاب۔

حضرت علیؑ اور اسلام میں سڑکوں کی تعمیری بنیاد

حضرت علی بذاتِ خود صراطِ مستقیم تھے۔ اور آپ کو راستوں سے زیادہ دلچسپی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ میں زمین و آسمان کے راستوں سے واقف ہوں۔ حافظ حیدر علی قلندر سیرت علویہ میں لکھتے ہیں کہ جزیہ کا مال و روپیہ لشکر کی آراستگی، سرحد کی حفاظت اور قلعوں کی تعمیر میں صرف ہوتا تھا۔ اور جو اس سے بچ رہتا تھا۔ وہ سڑکوں پلوں کی تیاری اور سررشتہ تعلیم کے کام میں آتا تھا۔ (احسن الانتخاب ص۲۸۹ طبع لکھنؤ ۱۳۱۵ھ) اسی سیرت علویہ کی روشنی میں فقہی کتابوں میں سڑک کی تعمیر کی طرف (لفظ فی سبیل اللہ) سے اشارہ کیا گیا ہے (شرائع الاسلام طبع ایران ۱۲۰۰ھ) میں ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد مخصوص جنگی اخراجات ہیں اور ایک قول ہے کہ اس میں راستوں اور پلوں کی تعمیر زائروں کی امداد مسجدوں کی مرمت بھی شامل ہے اور مجاہد کو چاہے وہ اپنے معاملات میں غنی کیوں نہ ہو۔ امداد دینی ضروری ہے سبیل کے معنی راستے کے ہیں اور اس کی اضافت اللہ کی طرف دینے سے بحوالہ مذکورہ ثابت ہوتا ہے کہ سڑک کی تعمیر کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔ اسی لیے حضرت علی نے سڑک کی تعمیر میں پورے انہماک کا ثبوت دیا ہے۔ علامہ ہاشم بحرینی کتاب مدینۃ المعاجز کے ص۹۰ پر بحوالہ ابن شہر آشوب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ۲ میل تک اپنے ہاتھوں سے زمین ہموار کی اور سڑک تعمیر فرمائی اور ہر میل پر پتھر نصب کرکے ان پر (ہذا میل علی) تحریر فرمایا۔ چونکہ اس زمانہ میں نقل و حمل کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اس لیے ان وزنی پتھروں کو جنھیں بڑے قوی ہیکل لوگ اٹھا نہ سکتے تھے۔ حضرت علی خود اٹھا کر لے جاتے تھے اور نصب کرتے تھے اور اٹھانے کی شان یہ تھی کہ دو پتھروں کو ہاتھوں میں لے لیتے تھے۔ اور ایک کو پیروں کی ٹھوکروں سے آگے بڑھاتے تھے۔ اس طرح تین تین پتھر لے جا کر ہر میل پر سنگ میل نصب کرتے تھے۔ علامہ شبلی نے حضرت عمر کے محکمہ جنگل کی ایجاد کو "الفاروق" میں بڑے شد و مد سے لکھا ہے۔ لیکن حضرت علی کی اس اہم رفاہی خدمت کا کہیں بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت علی کی یہ وہ بنیادی خدمت ہے۔ جس کا جواب ناممکن ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت عثمان کی خلافت اور وفات

مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت شیخین کی وفات کے بعد مسئلہ خلافت پھر زیرِ بحث لایا گیا۔ اور حضرت علی سے کہا گیا کہ آپ سیرتِ شیخین پر عمل پیرا ہونے کا وعدہ کیجیے۔ تو آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ میں خدا و رسُول اور اپنی صائب رائے پر عمل کروں گا۔ لیکن سیرتِ شیخین پر عمل نہیں کر سکتا۔ اس فرمانے کے بعد لوگوں نے اِسی کے اقرار کے ذریعہ سے حضرت عثمان کو خلیفہ بنا دیا۔ حضرت عثمان نے اپنے عہدِ خلافت میں خویش پروری، اقربا نوازی کی۔ بڑے بڑے اصحاب رسُول کو جلا وطن کیا۔ بیت المال کے مال میں بے جا تصرف کیا۔ اپنی لڑکی کے لیے محل تعمیر کرائے۔ مروان بن حکم کو اپنا داماد اور وزیرِ اعظم بنا لیا۔ حالانکہ رسُولؐ اللہ اسے شہر بدر کر چکے تھے۔ اور شیخین نے بھی اسے داخلِ مدینہ نہیں ہونے دیا تھا۔ فدک اس کے حوالے کر دیا۔ بعض معزز اصحاب کو پٹوایا۔ گذرے ہوئے عہد میں جو قرآن رائج تھے انھیں جمع کر کے جلوا دیا۔ جن اصحاب نے اپنے قرآن نہ دیئے انھیں مسجد میں اتنا پٹوایا کہ پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ حضرت عائشہ ام المومنین کا وظیفہ بند کر دیا اور حضرت محمد ابن ابی بکر کو قتل کر دینے کی پوری سازش کی۔ انھیں حالات کی وجہ سے نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ حضرت عائشہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ "اقتلوا نعثلاً" اس لمبی داڑھی والے کو قتل کر دو۔ (روضۃ الاحباب جلد ۳ ص ۲۰۰ مجمع البحار ص ۴۲ نہایہ ابن اثیر ص ۱۶۶) اس فرمانے کے بعد آپ حج کو تشریف لے گئیں۔ آپ کے جانے کے بعد لوگوں نے عثمان کو قتل کر ڈالا۔ جب آپ کو مکہ میں قتلِ عثمان کی اطلاع ملی تو آپ بہت خوش ہوئیں۔ مورخین نے لکھا ہے کہ آپ کے جنازہ پر حضرت علی مدینہ میں ہونے کے باوجود نمازِ جنازہ نہیں پڑھ سکے۔ آپ کی لاش کوڑے پر ڈال دی گئی، اور کتوں نے ایک ٹانگ کھا لی۔ (تاریخ اعثم کوفی)۔ الغرض آپ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ یوم جمعہ ۸۸ سال کی عمر میں قتل ہو کر یہودیوں کے قبرستان (حش کوکب) میں دفن ہوئے۔

حضرت علیؑ کی خلافتِ ظاہری

پیغمبر اسلام کے انتقال کے بعد سے حضرت علی گوشہ نشینی کے عالم میں فرائض منصبی ادا فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ خلافت کے تین دورِ اسلام کی تقدیر کے چکر بن کر گزر گئے اور ۳۵ھ میں تختِ خلافت خالی ہو گیا۔ ۲۳-۲۴ سال کی مدتِ حالات کو پرکھنے اور حق و باطل کے فیصلہ کے لیے کافی ہوتی ہے۔ بالآخر اصحاب اس نتیجہ پر پہنچے کہ تختِ خلافت حضرت علی کو بلا شرط حوالہ کر دینا چاہیے چنانچہ اصحاب کا ایک عظیم گروہ حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس گروہ میں عراق، مصر، شام حجاز، فلسطین اور یمن کے نمائندے شامل تھے۔ ان لوگوں نے خلافت قبول کرنے کی درخواست کی۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت علیؑ نے فرمایا مجھے اس کی طرف رغبت نہیں ہے۔ تم کسی اور کو خلیفہ بنالو۔ ابنِ خلدون کا بیان ہے کہ جب لوگوں نے اسلام کے انجام سے حضرت کو ڈرایا، تو آپ نے رضا ظاہر فرمائی۔ نہج البلاغۃ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں خلیفہ ہو جاؤں گا تو تمھیں بحکم خداوندی ماننا پڑے گا۔ بہرحال آپ نے ظاہری خلافت قبول فرمائی۔ مصنف بریٹ سروے نے لکھا ہے کہ علی ۳۵ھ میں تختِ خلافت پر بٹھائے گئے۔ جو حقیقت کے لحاظ سے رسولؐ کی رحلت کے بعد ہی ہونا چاہیئے تھا۔ ("تاریخ اسلام جلد ۳ ص۲۶)
روضۃ الاحباب میں ہے کہ خلافت ظاہریہ قبول کرنے کے بعد آپ نے جو پہلا خطبہ پڑھا اس کی ابتدا ان لفظوں سے تھی " الحمد للہ علی احسانہ قد رجع الحق الی مکانہ" خدا کا لاکھ لاکھ شکر اور اس کا احسان ہے۔ کہ اس نے حق کو اپنے مرکز اور مکان پر پھر لا موجود کیا۔ "تاریخ اسلام اور جامع عباسی میں ہے کہ ۱۰ ذی الحجہ کو حضرت علیؑ نے خلافتِ ظاہریہ قبول فرمائی اور ۱۵ ذی الحجہ ۳۵ھ کو بیعت عامہ عمل میں آئی۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ہے کہ جب محمد صاحب نے انتقال فرمایا۔ تو علی مذہبِ اسلام کے مسلم الثبوت سردار ہونے کے حقوق موجود تھے۔ لیکن دوسرے تین صاحب ابوبکر و عمر و عثمان نے جائے خلافت پر قبضہ کر لیا اور علی ملقب بہ خلیفہ نہ ہوئے لیکن بعد عثمان ۳۵ھ میں علی خلیفہ ہو گئے۔ علی کے عہد خلافت میں سب سے پہلا کام طلحہ و زبیر کی بغاوت کو فرو کرنا تھا جنھیں بی بی عائشہ نے بھڑکایا تھا۔ عائشہ علی کی سخت دشمن تھیں اور خاص انھیں کی وجہ سے علی اب تک خلیفہ نہ ہو سکے تھے۔ (مہذب مکالمہ ص۳۴) مورخ جرجی زیدان لکھتے ہیں کہ "اگر حضرت عمر کے زمانہ میں جب لوگوں کے دلوں میں نبوت کی دہشت اور رسالت کی ہیبت قائم تھی اور سچا تدین قائم تھا۔ حضرت علی مسلمانوں کے حاکم مقرر ہوتے تو آپ کی حکومت اور سیاست کہیں بہتر اور اعلیٰ ثابت ہوتی اور آپ کے کاموں میں ذرہ برابر بھی ضعف ظاہر نہیں ہوتا۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ آپ کے پاس خلافت کی خدمت اس وقت آئی جب لوگوں کی نیتیں فاسد ہو گئی تھیں اور انتظاماتِ ملکی اور اصولِ حکومت کے متعلق والیوں اور ماتحتوں کے دلوں میں حرص و طمع پیدا ہو گئی تھی اور ان سب سے زیادہ طامع اور مکار معاویہ ابن ابی سفیان تھا۔ کیونکہ اس نے اپنی حکومت جمانے کے لیے لوگوں کو دھوکا فریب دے کر، ان کے ساتھ مکر و حیلہ کر کے اور مسلمانوں کا مال بے دریغ لٹا کر لوگوں کو اپنی طرف کر لیا تھا۔ ("تاریخ التمدن الاسلامی ۳ ص۳۴ طبع مصر)۔

فاضل معاصر سید ابن حسن جارچوی لکھتے ہیں کہ اگر علی رسول کے بعد ہی خلیفہ تسلیم کر لیے جاتے تو دنیا منہاج رسالت پر چلتی اور راہوار سلطنت و حکومت دین حق کی شاہراہ پر سرپٹ دوڑتا مگر مصلحت اور دُور اندیشی کے نام سے جو آئین و رسوم حکمران جماعت کا جزوِ زندگی اور اوڑھنا بچھونا بن گئے تھے۔ انھوں نے علی کی پوزیشن ناہموار اور ان کا موقف نا استوار بنا دیا تھا۔ پچھلے دور کی غیر اسلامی رسموں اور

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امتیاز پسند ذہنیتوں کی اصلاح کرنے میں ان کو بڑی دقت ہوئی اور پھر بھی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ طبیعتیں عدم مساوات کی خوگر اور معاشرتی عدل سے کوسوں دور ہو چکی تھیں۔ علی نے بیعت کے دوسرے روز بیت المال کا جائزہ لیا اور سب کو برابر برابر تقسیم کر دیا۔ حبشی غلام اور قریشی سردار دونوں کو دو دو درہم ملے اس پریشانی پر سلوٹیں پڑنے لگیں۔ بنی اُمیہ کو اس دور میں اپنی دال گلتی نظر نہ آئی۔ کچھ معاویہ سے جا ملے کچھ ام المومنین عائشہ کے پاس تک جا پہنچے، اعثم کوفی کا بیان ہے کہ عائشہ حج سے واپس آ رہی تھیں کہ انھیں قتل عثمان کی خبر ملی۔ انھوں نے نہایت اشتیاق سے پوچھا کہ اب کون خلیفہ ہوا، کہا گیا کہ "علی" یہ سُن کر بالکل خاموش ہو گئیں عبداللہ ابن سلمہ نے کہا۔ کیا آپ عثمان کی مذمت اور علی کی تعریف نہیں کرتی تھیں۔ اب ناخوشی کا سبب کیا ہے؟ فرمایا آخر وقت میں اس نے توبہ کر لی تھی۔ اب اس کا قصاص چاہتی ہوں۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ عائشہ نے اعلان کرایا کہ جو شخص اسلام کی ہمدردی کرنا اور خونِ عثمان کا بدلہ لینا چاہتا ہو اور اس کے پاس سواری نہ ہو۔ وہ آئے اُسے سواری دی جائے گی۔ بریف سروے آف ہسٹری کا قول ہے کہ عائشہ جو علی کی پرانی اور ہمیشہ کی دشمن تھی۔ عداوت میں اس قدر بڑھ گئیں کہ ان کے معزول کرنے کے لیے ایک فوج جمع کر لی۔

حضرت علی کو ایک دوسری دِقت یہ درپیش تھی کہ سارا عالم اسلام ان اموی عاملوں اور حاکموں سے تنگ آ گیا تھا۔ جو حضرت عثمان کے عہد میں مامور تھے اگر علی ان کو بدستور رہنے دیتے تو حکومت کے باوجود جمہور کو چین نہ ملتا اور اگر ہٹاتے ہیں تو مخالفوں کی تعداد میں اضافہ کرتے ہیں حکام و عامل مدت سے خود سری کے عادی اور بیت المال کو ہضم کرنے کے خوگر ہو چکے تھے اکثر ان میں ایسے تھے جن کے باپ دادا یا عزیز و اقربا علی کی تلوار سے موت کے گھاٹ اُتر چکے تھے یا علیؑ کے کھرے اور بے لوث عدل و انصاف کا تماشہ دیکھ چکے تھے ان کو نظر آ رہا تھا کہ علی ہیں تو ہم نہیں رہ سکتے اور رہے بھی تو من مانی نہیں کر سکتے۔ انھوں نے وہ کمین گاہ تلاش کی جہاں بیٹھ کر وہ دامادِ رسول پر تیر چلا سکیں۔ اور وہ مورچے بنائے اور گھاٹیاں کھودیں جن کی آڑ میں چھپ کر وہ نئی حکومت کو بیخ و بن سے اکھاڑ سکیں۔ طلحہ و زبیر جو خود حکومت کے خواہاں اور خلافت کے آرزومند تھے۔ اور حضرت عائشہ کی حمایت اور مدد ان کو حاصل تھی۔ پہلے تو علیؑ سے بیعت کر بیٹھے، پھر لگے ان سے سازشیں کرنے، ایک دن آئے اور بصرہ و کوفہ کی حکومت طلب کرنے لگے۔ حضرت علیؑ نے کہا مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ مدینہ میں رہو اور روز مرہ کے کاروبار حکومت میں میری مدد کرو۔ دوسرے دن وہ مکہ جانے کی اجازت مانگنے آئے۔ واشنگٹن اِرونگ لکھتا ہے، ایسی حالت میں کہ لب پر تقویٰ اور دل میں مکر تھا۔ یہ عائشہ سے جا ملے جو مخالفت کے لیے تیار تھیں۔ یہی مورخ لکھتا ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علی خلیفہ ہو گئے لیکن دیکھتے تھے کہ ان کی حکومت جمی نہیں ہے۔ گزشتہ خلیفہ کے زمانے میں بہت سی بدعنوانیاں پیدا ہو گئیں تھیں جن میں اصلاح کی ضرورت تھی اور بہت سے صوبے ان لوگوں کے ہاتھ میں تھے جن کی وفاداری پر ان کو مطلقاً اعتماد نہ تھا۔ انھوں نے اصلاحِ عام کا ارادہ کیا، پہلی اصلاح یہ تھی کہ گورنر ہٹا دیئے جائیں۔ لوگوں نے ان کے اس عمل کی موافقت نہ کی۔ مگر علی نے نہ مانا۔

گورنروں کی تقرری

اور گورنروں کی تقرری فرما دی۔ آپ نے حالاتِ حاضرہ کے پیش نظر اس عہدہ پر زیادہ اُن لوگوں کو فائز کیا جن پر آپ کو کامل اعتماد تھا اور جو عہدِ سابق میں اپنے حقوق سرداری سے محروم رکھے گئے تھے۔ آپ نے عبداللہ کو یمن کا عبید کو بحرین کا۔ سماعہ کو تہامہ کا۔ عون کو یمامہ کا قثم کو مکہ کا۔ قیس کو مصر کا عثمان بن حنیف کو بصرہ کا۔ عمار کو کوفہ کا اور سہل کو شام کا گورنر مقرر فرما دیا۔

(حضرت علی کو) صلاح دی گئی کہ وہ معاویہ کو اپنی جگہ رہنے دیں۔ ۔ ۔ مگر علی نے ایسی صلاحوں پر توجہ نہ کی، اور قسم کھائی کہ میں راستی سے منحرف امور پر عمل نہ کروں گا۔ احسان اللہ عباسی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں۔ علی نے سیدھے طور پہ جواب دیا کہ میں اُمتِ رسُول پر بُرے لوگوں کو حکمران نہیں رکھ سکتا۔ علامہ جرجی زیدان تاریخ تمدنِ اسلامی میں لکھتے ہیں "یہ امر پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ابوسفیان اور اس کی اولاد نے محض مجبوری کے عالم میں اسلام قبول کیا تھا۔ کیونکہ ان کی اپنی کامیابی سے مایوسی ہو چکی تھی۔ اس لیے معاویہ کو خلافت کی آرزو محض دنیاوی اغراض کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ قریش کے چند چیدہ چیدہ سرداران کے پاس جمع ہو گئے۔ اغراض نفسانی کی بنا پر منصبِ خلافت کا خاندان بنی ہاشم میں جانا ان کو بہت شاق گزر رہا تھا۔"

عامل ہٹتے گئے اور کچھ معاویہ کے پاس شام میں اور کچھ ام المومنین عائشہ کے پاس مکہ میں جمع ہوتے گئے۔ طلحہ و زبیر مکہ جا کر ام المومنین سے ملے اور "انتقامِ عثمان" کے نام سے ایک تحریک اٹھا لی۔ عبداللہ ابنِ عامر اور یعلی ابن امیہ نے جو معزول گورنر تھے اور بیت المال کا روپیہ لے کر بھاگ آئے تھے۔ مالی امداد دی۔ تاریخ اسلام جلد ۲ صـ ۱۹۹ میں ہے کہ بروایت صاحب روضۃ الاحباب و ابنِ خلدون، ابنِ اثیر یعلی نے جناب عائشہ کو ساٹھ ہزار دینار جو چھ لاکھ درہم ہوتے ہیں اور کچھ سو اونٹ اس غرض سے دیئے کہ علی سے لڑنے کی تیاری کریں۔ انھیں اونٹوں میں ایک نہایت عمدہ عظیم الجثہ اونٹ تھا جس کا نام "عسکر" تھا اور جس کی قیمت بروایت مسعودی دو سو اشرفی تھی۔ مورخین کا بیان ہے کہ اسی اونٹ پر سوار ہو کر جناب ام المومنین عائشہ، داماد رسُولؐ زوجِ بتولؑ حضرت علی علیہ السلام سے لڑیں اور اسی اونٹ کی سواری کی وجہ سے اس لڑائی کو "جنگِ جمل" کہا گیا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جنگِ جمل

(سنہ ۳۶ ہجری)

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت علی قتلِ عثمان کے بعد ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری کو تختِ خلافت پر متمکن ہوئے اور آپ نے عنانِ حکومت سنبھالنے کے بعد سب سے پہلا جو کام کیا وہ قتلِ عثمان کی تحقیقات سے متعلق تھا۔ نائلہ زوجہ عثمان اگرچہ کوئی شہادت نہ دے سکیں اور کسی کا نام نہ بتا سکیں۔ نیز ان کے علاوہ بھی کوئی چشم دید گواہ نہ مل سکا۔ جس کی وجہ سے فوری سزائیں دی جاتیں۔ لیکن حضرت علی تحقیقات بقیہ کا عزمِ صمیم کر چکے تھے۔ ابھی آپ کسی نتیجہ پر نہ پہنچنے پائے تھے کہ مکہ میں سازشیں شروع ہو گئیں۔ حضرت عائشہ جو حج سے فراغت کے بعد مدینہ کے لیے روانہ ہو چکی تھیں اور خلافت علی کی خبر پانے کے بعد پھر مکہ میں جا کر فروکش ہو گئی تھیں۔ انھوں نے چار یاران، طلحہ، زبیر، عبداللہ، ابو یعلیٰ کے مشورے سے "انتقام خونِ عثمان" کے نام سے ایک سازشی تحریک کی بنیاد ڈال دی اور قتلِ عثمان کا الزام حضرت علی علیہ السلام پر لگا کر لوگوں کو بھڑکانا شروع کر دیا اور اس کا اعلانِ عام کرا دیا کہ جس کے پاس علی سے لڑنے کے لیے مدینہ جانے کے واسطے سواری نہ ہو، وہ ہمیں اطلاع دے ہم سواری کا بندوبست کریں گے۔ اس وقت علی کے دشمنوں کی کمی نہ تھی۔ کسی کو آپ سے بغض للّٰہی تھا۔ کوئی جنگِ بدر میں اپنے کسی عزیز کے مارے جانے سے متاثر تھا۔ کسی کو پروپیگنڈے سے متاثر کر دیا گیا تھا۔ غرضیکہ ایک ہزار افراد حضرت عائشہ کی آواز پر مکہ میں جمع ہو گئے، اور پروگرام بنایا گیا کہ سب سے پہلے بصرہ پر چھاپا مارا جائے۔ چنانچہ آپ انھیں مذکورہ چاروں افراد کے میمنہ اور میسرہ پر مشتمل لشکر لے کر بصرہ کی طرف روانہ ہو گئیں۔ آپ کے ساتھ ازواج نبی میں سے کوئی بھی بی بی نہ گئی۔ حضرت عائشہ کا یہ لشکر جب مقام "ذات العرق" میں پہنچا تو مغیرہ اور سعید ابن عاص نے لشکر سے ملاقات کی اور کہا کہ تم اگر خونِ عثمان کا بدلہ لینا چاہتے ہو تو طلحہ اور زبیر سے لو۔ کیونکہ عثمان کے یہی قاتل ہیں اور اب تمہارے طرف دار بن گئے ہیں۔ تواریخ میں ہے کہ روانگی کے بعد جب "مقام حواب" پر حضرت عائشہ کی سواری پہنچی اور کتے بھونکنے لگے تو ام المومنین نے پوچھا کہ یہ کونسا مقام ہے۔ کسی نے کہا اسے "حواب" کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے ام سلمہ کی یاد دلائی ہوئی حدیث کا حوالہ دے کر کہا کہ میں اب علی سے جنگ کے لیے نہیں جاؤں گی۔ کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ میری ایک بیوی پر حواب کے کتے بھونکیں گے اور وہ حق پر نہ ہو گی۔ لیکن عبداللہ ابن زبیر کے ضد کرنے سے آگے بڑھیں، بالآخر بصرہ جا پہنچیں اور وہاں کے علوی گورنر عثمان بن حنیف پر شبخون مارا اور چالیس آدمیوں کو مسجد میں قتل کرا دیا اور عثمان بن حنیف کو گرفتار کرا کے ان کے سر، داڑھی، مونچھ، بھویں اور پلکوں کے بال نچوا ڈالے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور انھیں چالیس کوڑے مار کر چھوڑ دیا۔ ان کی مدد کے لیے حکیم ابن جبلہ آئے تو انھیں بھی ستر آدمیوں سمیت قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد بیت المال پر قبضہ نہ دینے کی وجہ سے ستر آدمی اور شہید ہوئے۔ یہ واقعہ ۲۵ ربیع الثانی ۳۶ھ ہجری کا ہے۔ (طبری)

حضرت علیؑ کو جب اطلاع ملی تو آپ نے بھی تیاری شروع کر دی۔ ابھی آپ بصرہ کی طرف روانہ نہ ہونے پائے تھے کہ مکہ سے ام المومنین حضرت ام سلمہ کا خط آ گیا۔ جس میں لکھا تھا کہ عائشہ حکمِ خدا و رسول کے خلاف آپ سے لڑنے کے لیے مکہ سے روانہ ہو گئی ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں عورت ہوں حاضر نہیں ہو سکتی۔ اپنے بیٹے عمر بن ابی سلمہ کو بھیجتی ہوں اس کی خدمت قبول فرمائیے۔ (اعثم کوفی)

حضرت علی آخر ربیع الاول ۳۶ھ میں اپنے لشکر سمیت مدینہ سے روانہ ہوئے آپ نے لشکر کی علمداری محمد حنفیہ کے سپرد کی اور میمنہ پر امام حسن اور میسرہ پر امام حسین کو متعین فرمایا اور سواروں کی سرداری عمار یاسر اور پیادوں کی نمائندگی محمد ابن ابی بکر کے حوالے کی اور مقدمۃ الجیش کا سردار عبداللہ ابن عباس کو قرار دیا۔ مقام ربذہ میں آپ نے قیام فرمایا۔ اور وہاں سے کوفہ کے والی ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کر فوج روانہ کرے۔ لیکن چونکہ وہ عائشہ کے خط سے پہلے ہی متاثر ہو چکا تھا۔ لہٰذا اس نے فرمان علوی کو ٹال دیا۔ حضرت کو مقام ذی قار پر حالات کی اطلاع ملی، آپ نے اسے معزول کر کے قرظہ ابن کعب کو امیر نامزد کر دیا اور مالک اشتر کے ذریعہ سے دارالامارہ خالی کرایا۔ (طبری) اس کے بعد امام حسن کے ہمراہ ۷ ہزار کوفی اور مالک اشتر کے ہمراہ ۱۲ ہزار کوفی ۷ دن کے اندر ذی قار پہنچ گئے۔ اسی مقام پر اویس قرنی نے بھی پہنچ کر بیعت کی۔ اسی مقام پر ان خطوط کے جواب آئے۔ جو ربذہ سے حضرت نے طلحہ و زبیر کو لکھے تھے۔ جن میں ان کی حرکتوں کا تذکرہ کیا تھا اور لکھا تھا کہ اپنی عورتوں کو گھر میں بٹھا کر ناموس رسول کو جو در بدر پھرا رہے ہو۔ اس سے باز آجاؤ۔ جوابات میں اسکیم کے ماتحت قتل عثمان کی رٹ تھی۔ اس کے بعد امام حسن نے ایک خطبہ میں طلحہ و زبیر کے قاتل عثمان ہونے پر روشنی ڈالی۔ حضرت ابھی مقام ذی قار ہی میں تھے کہ مظلوم عثمان بن حنیف آپ کی خدمت میں جا پہنچے۔ حضرت نے عثمان کا حال دیکھ کر بے حد افسوس کیا اور فوراً بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مصنف تاریخ آئمہ لکھتے ہیں کہ عائشہ کے لشکر کی آخری تعداد ۳۰ ہزار اور حضرت علی کے لشکر کی تعداد ۲۰ ہزار تھی ص۲۶۵ علامہ عباسی لکھتے ہیں کہ حضرت علی، طلحہ، زبیر اور عائشہ کے تمام حالات دیکھ رہے تھے لیکن یہی چاہتے تھے کہ لڑائی نہ ہو۔ جب بصرہ کے قریب آپ پہنچے تو قعقاع ابن عمرو کو ان لوگوں کے پاس بھیجا اور صلح کی پیش کش کی قعقاع نے جو رپورٹ واپس ہو کر پہنچائی اس سے وہ لوگ تو متاثر ہوئے جو زیر قیادت عاصم ابن کلیب علی کے پاس بطور سفیر آئے ہوئے تھے اور ان کی تعداد سو تھی لیکن عائشہ وغیرہ پر کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ عاصم وغیرہ نے علی کی بیعت کر لی اور اپنی قوم سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جاکر کہا کر علی کی باتیں جیسوں جیسی ہیں۔ غرضیکہ دوسرے دن علی بصرہ پہنچ گئے۔ اس کے بعد جمل والے بصرہ سے نکل کر مقام زابوقہ یا خریبہ میں جا ٹھہرے اور وہاں سے علی کے مقابلہ کے لیے حضرت عائشہ اونٹ پر سوار ہو کر خود نکل پڑیں حضرت علیؑ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ عائشہ اور ان کے لشکر پر نہ حملہ کریں نہ ان کا جواب دیں۔ غرضیکہ وہ جنگ کی کوشش کر کے واپس گئیں۔ اس کے بعد علی نے زید ابن صوحان کو ام المومنین کے پاس بھیج کر جنگ نہ کرنے کی خواہش کی مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

۱۵ جمادی الآخر ۳۶ھ بروز پنجشنبہ بوقت شب طلحہ و زبیر نے شبخون مار کر حضرت علی کو سوتے میں قتل کر ڈالنا چاہا۔ لیکن علی بیدار تھے اور تہجد میں مشغول تھے حضرت کو حملہ کی خبر دی گئی۔ آپ نے حکم جنگ دے دیا۔ اس طرح جنگ کا آغاز ہوا۔

میدانِ کارزار

حضرت عائشہ کو طلحہ و زبیر لوہے اور چمڑے سے منڈھے ہوئے ہودج میں بٹھا کر میدان میں لائے اور علمداری کا منصب بھی انھیں کے سپرد کیا اور اس کی صورت یہ کی کہ ہودج میں جھنڈا نصب کر کے مہار ناقہ، عسکر یعلی کے سپرد کر دی۔ یہ دیکھ کر حضرت علی رسول اللہؐ کے گھوڑے (ذولدل) پر سوار ہو کر دونوں لشکروں کے درمیان آکھڑے ہوئے اور زبیر کو بلا کر کہا کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو۔ اب بھی سوچو اور اس پر غور کرو کہ رسول اللہؐ نے تم سے کیا کہا تھا اے زبیر کیا تمھیں مجھ سے جنگ کرنے کے لیے منع نہیں کیا تھا یہ سن کر زبیر شرمندہ ہوتے اور واپس چلے آتے۔ لیکن اپنے لڑکے عبداللہ کے بھڑکانے سے عائشہ کی طرف داری میں نبرد آزمائی سے باز نہ آئے۔

الغرض حضرت علی نے جب دیکھا کہ یہ جمل والے خونریزی سے باز نہ آئیں گے تو اپنی فوج کو خاص کی تلقین فرمانے لگے۔ آپ نے کہا (۱) بہادرو! صرف دفع دشمن کی نیت رکھنا (۲) ابتدا بہ جنگ نہ کرنا (۳) مقتولوں کے کپڑے نہ اتارنا (۴) صلح کی پیش کش مان لینا اور پیش کش کرنے والے کے ہتھیار نہ لینا (۵) بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرنا (۶) زخمی بیمار اور عورتوں و بچوں پر ہتھیار نہ اٹھانا (۷) فتح کے بعد کسی کے گھر میں نہ گھسنا۔

اس کے بعد عائشہ سے فرمانے لگے تم عنقریب پشیمان ہوگی اور اپنے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا تم میں کون ایسا ہے جو قرآن کے حوالے سے انھیں جنگ کرنے سے باز رکھے۔ یہ سن کر مسلم نامی ایک جانباز اس پر تیار ہوا، اور قرآن لے کر ان کے مجمع میں جا گھسا۔ طلحہ نے اس کے ہاتھ کٹوا دیئے۔ پھر شہید کرا دیا۔

حضرت علیؑ کے لشکر پر تیروں کی بارش شروع ہو گئی بروایت طبری آپ نے فرمایا اب ان لوگوں سے جنگ جائز اور ضروری ہو گئی ہے آپ نے محمد بن حنفیہ کو حکم دیا۔ محمد کافی لڑ کر واپس آئے۔ علیؑ نے علم لے کر ایک زبردست حملہ کیا اور کہا بیٹا اس طرح لڑتے ہیں۔ پھر علم محمد بن حنفیہ کے ہاتھ میں دے کر کہا ہاں بیٹا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

آگے بڑھو، محمد حنفیہ انصار لے کر آگے بڑھے۔ یہاں تک کہ ہودج تک مارتے ہوئے جا پہنچے۔ بالآخر بات دن کے بعد حضرت علی خود میدان میں نکل پڑے اور دشمن کو پسپا کر ڈالا۔

مروان کے زہر آلود تیر سے طلحہ مارے گئے اور زبیر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔ راستہ میں وادی السباع کے قریب عمر بن جرموز نے ان کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ ۱۲ ہزار جرار سمیت آخری حملہ کے لیے سامنے آگئیں۔ علوی لشکر نے اس قدر تیر برسائے کہ ہودج پشت ساہی کی مانند ہو گیا حضرت عائشہ نے کعب ابن اسود کو قرآن دے کر حضرت علی کے لشکر کی طرف بھیجا۔ مالک اشتر نے اسے راستہ ہی میں قتل کر دیا۔ اس کے بعد عائشہ کے ناقہ کو پے کر دیا گیا۔ اونٹ ہودج سمیت گر پڑا۔ اور لوگ بھاگ نکلے۔ حضرت علی نے محمد ابن ابی بکر کو حکم دیا کہ ہودج کے پاس جا کر اس کی حفاظت کریں اس کے بعد خود پہنچ کر کہنے لگے عائشہ تم نے حرمتِ رسول برباد کر دی۔ پھر محمد سے فرمایا کہ انھیں عبداللہ ابنِ حنیف خزاعی بصری کے مکان میں ٹھہرائیں۔ حضرت نے کشتوں کو دفن کرنے کا حکم دیا اور اعلانِ عام کرایا کہ جس کا سامانِ جنگ میں رہ گیا ہو جامع بصرہ میں آکر لے جائے۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ اس جنگ میں ۱۳ ہزار عائشہ کے اور ۵ ہزار حضرت علی کے لشکر والے مارے گئے (مروج الذہب جلد ۲ ص ۱۱) مورخین کا بیان ہے کہ فتح کے بعد عبدالرحمٰن ابن ابی بکر نے حضرت علی کی بیعت کر لی۔ مسعودی اور اعثم کوفی نے لکھا ہے کہ حضرت علی نے عائشہ کو متعدد آدمیوں سے کہلا بھیجا کہ جلد سے جلد مدینہ واپس چلی جاؤ۔ لیکن انھوں نے ایک نہ سُنی۔ آخر میں بروایت روضۃ الاحباب و حبیب السیر و اعثم کوفی امام حسن کے ذریعہ سے کہلا بھیجا کہ اگر تم اب جانے میں تاخیر کرو گی تو میں تمھیں زوجیتِ رسول سے طلاق دے دوں گا۔ یہ سُن کر وہ مدینہ جانے کے لیے تیار ہو گئیں۔ حضرت علی نے چالیس عورتوں کو مردوں کے سپاہیانہ لباس میں حضرت عائشہ کی حفاظت کے لیے ساتھ کر دیا اور خود بھی بصرہ سے باہر کئی میل تک پہنچانے گئے۔ (الخضری جلد ۲ ص ۹۰) اور محمد ابن ابی بکر کو حکم دیا کہ انھیں منزلِ مقصود تک جا کر پہنچا آؤ۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ عائشہ کو علی کے ہاتھوں سخت برتاؤ کی امید ہو سکتی تھی۔ لیکن وہ عالی حوصلہ شخص ایسا نہ تھا جو ایک گرے ہوئے دشمن پر شان دکھاتا۔ انھوں نے عزت کی اور چالیس آدمیوں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کر دیا۔

اس کے بعد حضرت علی نے بصرہ کے بیت المال کا جائزہ لیا ۶ لاکھ درہم برآمد ہوئے آپ نے سب اہلِ معرکہ پر تقسیم کر دیا اور عبداللہ ابن عباس کو وہاں کا گورنر مقرر کر کے یوم دوشنبہ ۱۲ رجب سنہ ۳۶ ہجری کو کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر کچھ دنوں قیام کیا اور دورانِ قیام میں کوفہ، عراق خراسان، یمن، مصر اور حرمین کا انتظام کیا۔ غرض شام کے سوا تمام ممالک اسلامی پر حضرت کا تسلط ہو گیا اور قبضہ بیٹھ گیا۔ اور اس اندیشہ سے کہ معاویہ عراق پر قبضہ نہ کر لے کوفہ کو دار الخلافہ بنا لیا۔

Presented by: Rana Jabir Abbas

ابنِ خلدون لکھتا ہے کہ جمل کے بعد سیستان میں بغاوت ہوئی حضرت نے ربعی ابن کاس عنبری کو بھیج کر اسے فرو کرایا۔

خراسان میں دفعِ بغاوت کیلئے علوی فوج کی جنگ اور جنابِ شہر بانو کا لایا جانا

تاریخِ اسلامی میں ہے کہ عہدِ عثمانی میں اہلِ فارس نے بغاوت و سرکشی کر کے عبداللہ ابن معمر والی فارس کو مار ڈالا اور حدود فارس سے لشکرِ اسلام کو نکال دیا۔ اُس وقت فارس کی لشکری چھاؤنی مقام "اصطخر" تھا۔ ایران کا آخری بادشاہ یزدجرد ابن شہریار ابن کسریٰ اہلِ فارس کے ساتھ تھا حضرت عثمان نے عبداللہ ابن عامر کو حکم دیا کہ بصرہ اور عمان کے لشکر کو ملا کر فارس پر چڑھائی کرے۔ اس نے تعمیلِ ارشاد کی۔ حدود اصطخر میں زبردست جنگ ہوئی مسلمان کامیاب ہو گئے اور اصطخر فتح ہو گیا۔ اصطخر کے فتح ہونے کے بعد ۳۱ھ ہجری میں یزدجرد مقام رَے اور پھر وہاں سے خراسان اور خراسان سے مرو جا پہنچا اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ اس کے ہمراہ چار ہزار آدمی تھے مرو میں وہ خاقانِ چین کی سازشی امداد کی وجہ سے مارا گیا۔ اور شاہانِ عجم کے قبرستان اصطخر میں دفن کر دیا گیا۔ جنگِ جمل کے بعد ایران خراسان کے اسی مقام مرو میں سخت بغاوت ہو گئی۔ اس وقت ایران میں بروایت ارشاد مفید و روضۃ الصفا "حریث ابن جابر جعفی" گورنر تھے۔ حضرت علی نے مرو کے قضیہ نامرضیہ کو ختم کرنے کے لیے امدادی طور پر خلید ابن قرۃ یربوعی کو روانہ کیا۔ وہاں جنگ ہوئی اور حریث ابن جابر جعفی نے یزدجرد ابن شہریار ابن کسریٰ (جو عہدِ عثمانی میں مارا جا چکا تھا) کی دو بیٹیاں عام اسیروں میں حضرت علیؑ کی خدمت میں ارسال کیں۔ ایک کا نام "شہر بانو" اور دوسری کا نام "کیہان بانو" تھا۔ حضرت نے شہر بانو امام حسین کو اور کیہان بانو محمد ابن ابی بکر کو عطا فرمائیں۔

"ملاحظہ ہو" ارشاد مفید ج ۲ ص ۱۹۳ اعلام الوریٰ ص ۱۵۱ روضۃ الصفا ج ۲ ص ۵۴۳ عمدۃ الطالب ص ۱۷۱ جامع التواریخ ص ۱۴۹ کشف الغمہ ص ۸۹ مطالب السؤل ص ۲۶۱ صواعق محرقہ ص ۱۲۰ نور الابصار ص ۱۲۶ تحفۂ سلیمانیہ شرح ارشادیہ ص ۳۹۱ طبع ایران۔

جنگِ صفین

۳۶-۳۹ھ

صفین نام ہے اُس مقام کا جو فرات کے غربی جانب رقہ اور بالس کے درمیان واقع ہے۔ (معجم البلدان ص ۳۳۴) اسی جگہ امیرالمومنین اور معاویہ میں زبردست جنگ ہوئی تھی۔ اس جنگ کے متعلق علماء و مورخین کا بیان ہے کہ بانیٔ جنگ جمل عائشہ کی مانند معاویہ بھی لوگوں کو قتلِ عثمان کے فرضی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

افسانہ کے حوالے سے حضرت علی کے خلاف بھڑکاتا اور ابھارتا تھا۔ جنگِ جمل کے بعد حضرت علیؑ کے شام پر مقرر کیے ہوئے حاکم سہل ابنِ حنیف نے کوفہ آکر حضرت کو خبر دی کہ معاویہ نے اعلانِ بغاوت کر دیا ہے، اور عثمان کی کٹی ہوئی انگلیوں اور خون آلود کرتا لوگوں کو دکھا کر اپنا ساتھی بنا رہا ہے اور اور یہ حالت ہو چکی ہے کہ لوگوں نے قسمیں کھائی ہیں کہ خونِ عثمان کا بدلہ لیے بغیر نہ نرم بستر پر سوئیں گے نہ ٹھنڈا پانی پئیں گے۔ عمرو عاص وہاں پہنچ چکا ہے جو اُسے مدد دے رہا ہے۔ حضرت علی نے معاویہ کو ایک خط مدینہ سے، دوسرا کوفہ سے ارسال کر کے دعوتِ بیعت دی۔ لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ معاویہ جو جمع لشکر میں مشغول و مصروف تھا۔ ایک لاکھ بیس ہزار افراد پر مشتمل لشکر لے کر مقامِ صفین میں جا پہنچا۔ حضرت علی علیہ السلام بھی شوال ۳۶ھ میں نخیلہ اور مدائن ہوتے ہوئے۔ مقامِ رقہ میں جا پہنچے۔ حضرت کے لشکر کی تعداد ۹۰ ہزار تھی۔ راستہ میں لشکر سخت پیاسا ہو گیا، تو ایک راہب کے اشارہ سے حضرت نے زمین سے ایک ایسا چشمہ برآمد کیا جو نبی اور وصی کے سوا کسی کے بس کا نہ تھا (اعثم کوفی صـ۲۱۲ روضۃ الصفا جلد ۲ صـ۴۹۲) حضرت نے اپنے لشکر کو سات حصوں میں تقسیم کیا۔ اور معاویہ نے بھی سات ٹکڑے کر دیئے۔ مقامِ رقہ سے روانہ ہو کر آبِ فرات عبور کیا۔ حضرت کے مقدمۃ الجیش سے معاویہ کے مقدمہ نے مزاحمت کی اور وہ شکست کھا کر معاویہ سے جا ملا۔ حضرت علی کا لشکر جب واردِ صفین ہوا تو معلوم ہوا کہ معاویہ نے گھاٹ پر قبضہ کر لیا ہے اور علوی لشکر کو پانی دینا نہیں چاہتا۔ حضرت نے کئی پیغامبر بھیجے اور بندشِ آب کو توڑنے کے لیے کہا مگر سماعت نہ کی گئی۔ بالآخر فوج نے زبردست حملہ کر کے گھاٹ چھین لیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ گھاٹ پر قبضہ کرنے والوں میں امام حسین اور حضرت عباس ابنِ علی نے کمال جرأت کا ثبوت دیا تھا۔ ملاحظہ ہو (ذکر العباس صـ۳۹ مؤلفہ حقیر) حضرت علیؑ نے گھاٹ پر قبضہ کرنے کے بعد اعلان کرا دیا کہ پانی کسی کے لیے بند نہیں ہے۔ مطالب السؤل میں ہے کہ حضرت علی بار بار معاویہ کو دعوتِ مصالحت دیتے رہے۔ لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر کار ماہ ذی الحجہ میں لڑائی شروع ہوئی اور انفرادی طور پر سارے مہینہ ہوتی رہی۔ محرم ۳۷ھ میں جنگ بند رہی اور یکم صفر سے گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ ایرونگ لکھتا ہے علی کو اپنی مرضی کے خلاف تلوار کھینچنی پڑی ۔ ۔ ۔ چار مہینے تک چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ جن میں معاویہ کے ۴۵ ہزار آدمی کام آئے اور علی کی فوج نے اس سے آدھا نقصان اٹھایا۔ ذکر العباس صـ۴۲ میں ہے۔ کہ امیر المومنین اپنی روایتی بہادری سے دشمنِ اسلام کے چھکے چھڑا دیتے تھے عمرو بن العاص اور بشر ابن ارطاۃ پر جب آپ نے حملے کئے تو یہ لوگ زمین پر لیٹ کر برہنہ ہو گئے۔ حضرت علی نے منہ پھیر لیا یہ اٹھ کر بھاگ نکلے۔ معاویہ نے عمرو عاص پر طعنہ زنی کرتے ہوئے کہا کہ "در پناہ عورت خود گریختی" تو نے اپنی شرمگاہ کے صدقہ میں جان بچالی۔ مورخین کا بیان ہے کہ یکم صفر سے سات شبانہ روز جنگ جاری

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رہی۔ لوگوں نے معاویہ کو رائے دی کہ علی کے مقابلہ میں خود نکلیں۔ مگر وہ نہ مانے۔ ایک دن جنگ کے دوران میں علیؑ نے بھی یہی فرمایا تھا کہ اے جگر خوارہ کے بیٹے کیوں مسلمانوں کو کٹوا رہا ہے تو خود سامنے آجا۔ اور ہم دونوں آپس میں فیصلہ کن جنگ کر لیں۔ بہت سی تواریخ میں ہے کہ اس جنگ میں نوّے لڑائیاں وقوع میں آئیں۔ ۱۱۰ روز تک فریقین کا قیام صفین میں رہا۔ معاویہ کے نوّے ہزار اور حضرت علی کے بیس ہزار سپاہی مارے گئے اور ۱۲ صفر ۳۷ھ کو معاویہ کی چال بازیوں اور عوام کی بغاوت کے باعث فیصلہ حکمین کے حوالے سے جنگ بند ہوگئی۔ تواریخ میں ہے کہ حضرت علی نے جنگِ صفین میں کئی بار اپنا لباس بدل کر حملہ کیا ہے۔ ایک مرتبہ ابنِ عباس کا لباس پہنا۔ ایک بار عباس ابن ربیعہ کا بھیس بدلا۔ ایک دفعہ عباس ابنِ حارث کا روپ اختیار کیا اور جب کریب ابن صباح حمیری مقابلہ کے لیے نکلا تو آپ نے اپنے بیٹے حضرت عباس کا لباس بدلا اور زبردست حملہ کیا۔ ملاحظہ ہو مناقب اخطب خوارزمی ص۱۹۶ قلمی) لڑائی نہایت تیزی سے جاری تھی کہ عمار یاسر جن کی عمر ۹۳ سال تھی، میدان میں آنکلے اور ۱۸ شامیوں کو قتل کر کے شہید ہو گئے حضرت علی نے آپ کی شہادت کو بے حد محسوس کیا . . . ایرونگ لکھتا ہے کہ عمار کی شہادت کے بعد علی نے بارہ ہزار سواروں کو لے کر پُرغضب حملہ کیا اور دشمنوں کی صفیں اُلٹ دیں اور مالک اشتر نے بھی زبردست بے شمار حملے کیے دوسرے دن صبح کو حضرت علی نے پھر لشکرِ معاویہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ لوگو سُن لو کہ احکامِ خدا معطل کیے جا رہے ہیں۔ اس لیے مجبوراً لڑ رہا ہوں اس کے بعد حملہ شروع کر دیا اور کشتوں کے پُشتے لگ گئے۔

لیلۃ الہریر

جنگ نہایت تیزی کے ساتھ جاری تھی، میمنہ اور میسرہ عبداللہ اور مالک اشتر کے قبضہ میں تھا، جمعہ کی رات تھی، ساری رات جنگ جاری رہی۔ بروایت اعثم کوفی ۳۶ ہزار سپاہی طرفین کے مارے گئے ۹۰۰ آدمی حضرت علی کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ لشکر معاویہ سے الغیاث الغیاث کی آوازیں بلند ہوگئیں۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور دوپہر تک جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ مالک اشتر دشمن کے خیمہ تک جا پہنچے قریب تھا کہ معاویہ زد میں آجائے اور لشکر بھاگ کھڑا ہو ناگاہ عمرو بن عاص نے ۵۰۰ قرآن نیزوں پر بلند کرا دیے اور آواز دی کہ ہمارے اور تمہارے درمیان قرآن ہے، وہ لوگ جو معاویہ سے رشوت کھا چکے تھے فوراً تائید کے لیے کھڑے ہو گئے اور اشعث ابن قیس، مسعود ابن فدک زید ابن حصین نے عوام کو اس درجہ ورغلایا کہ وہ لوگ وہی کچھ کرنے پر آمادہ ہو گئے جو عثمان کے ساتھ کر چکے تھے۔ مجبوراً مالک اشتر کو بڑھتے ہوئے قدم اور چلتی ہوئی تلوار روکنا پڑی۔ مورخ گبن لکھتا ہے کہ امیر شام بھاگنے کا تہیہ کر رہا تھا۔ لیکن یقینی فتح فوج کے جوش اور نافرمانی کی بدولت علی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے ہاتھوں سے چھین لی گئی۔ جرجی زیدان لکھتا ہے کہ نیزوں پر قرآن شریف دیکھ کر حضرت علی کی فوج کے لوگ دھوکا کھا گئے . . . ناچار علی کو جنگ ملتوی کرنا پڑی۔ بالآخر پبلک نے معاویہ کی طرف سے عمرو عاص اور حضرت کی طرف سے ان کی مرضی کے خلاف ابوموسیٰ اشعری کو حکم مقرر کر کے ماہِ رمضان میں بمقام "دومۃ الجندل" فیصلہ سنانے کو طے کیا۔

حکمین کا فیصلہ

الغرض ماہِ رمضان میں بمقام "اذرح" چار چار سو افراد بمعیت عمرو بن العاص اور ابوموسیٰ اشعری جمع ہوئے اور اپنا وہ باہمی فیصلہ جس کی رُو سے دونوں کو خلافت سے معزول کرنا تھا۔ سنانے کا انتظام کیا۔ جب منبر پر جا کر اعلان کرنے کا موقع آیا تو ابُوموسیٰ نے عمرو بن العاص کو کہا کہ آپ جا کر پہلے بیان دیں۔ انھوں نے جواب دیا آپ بزرگ ہیں پہلے آپ فرمائیں۔ ابوموسیٰ منبر پر گئے۔ اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میں علی کو خلافت سے معزول کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اُتر آئے۔ عمرو بن العاص جس سے فیصلہ کے مطابق ابوموسیٰ کو یہ توقع تھی کہ وہ بھی معاویہ کے عزل کا اعلان کر دے گا۔ لیکن اس مکّار نے اس کے برعکس یہ کہا کہ میں ابوموسیٰ کی تائید کرتا ہوں اور علی کو حکومت سے ہٹا کر معاویہ کو خلیفہ بناتا ہوں۔ یہ سُن کر ابوموسیٰ بہت خفا ہوئے۔ لیکن تیر ترکش سے نکل چکا تھا۔ یہ کہہ کر مجمع پر سناٹا چھا گیا۔ علی نے مُسکرا کر اپنے طرفداروں سے کہا کہ میں نہ کہتا تھا کہ دشمن فریب دے رہا ہے کی فکر میں ہے۔

جنگِ نہروان

حکمین کے مہمل لغو اور مکارانہ فیصلہ کو حضرت علی اور ان کے طرفداروں نے مسترد کر دیا اور دوبارہ اعلیٰ پیمانہ پر فوج کشی کا فیصلہ اور تہیہ کر لیا۔ ابھی اس کی نوبت نہ آنے پائی تھی کہ خوارج کی بغاوت کی اطلاع ملی اور پتہ چلا کہ وہ لوگ جو صفین میں جنگ روکنے کے خلاف تھے۔ اب حضرت کے سخت مخالف ہو کر مقام "حروریا" میں آرہے ہیں۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ لوگ بغداد سے چار فرسخ کے فاصلہ پر بمقام نہروان بتاریخ ۱۰ شوال ۳۸ھ جا پہنچے ہیں اور وہاں مسلمانوں کو ستا رہے ہیں۔ حضرت نے مجبوراً ان پر چڑھائی کی۔ ۱۲ ہزار میں سے کچھ کوفہ اور مدائن چلے گئے اور کچھ نے بیعت کر لی۔ چار ہزار آمادہ پیکار رہے۔ بالآخر لڑائی ہوئی اور نو آدمیوں کے علاوہ سب مارے گئے۔ اسی جنگ میں مشہور منافق و خارجی ذوالثدیہ بھی مارا گیا جس کا اصل نام موخرج تھا۔ اس کے ایک ہاتھ کی جگہ لمبا سا پستان بنا ہوا تھا اسی لیے اسے ذوالثدیہ کہا جاتا تھا۔

محمد ابن ابی بکر کی عبرتناک موت

محمد ابن ابی بکر مصر کے گورنر تھے۔ معاویہ نے چھ ہزار فوج کے ساتھ عمرو بن العاص کو محمد سے مقابلہ کے لیے مصر بھیج دیا۔ محمد نے حضرت علی کو واقعہ کی اطلاع دی۔ آپ نے فوراً جناب مالک اشتر کو ان کی کمک

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں مصر روانہ کر دیا۔ معاویہ کو جب مالک اشتر کی روانگی کا پتہ چلا تو اس نے مقام عریش یا قلزم کے زمیندار کو خفیہ لکھ بھیجا کہ مالک اشتر مصر جا رہے ہیں۔ اگر تم انھیں دعوت وغیرہ کے ذریعہ سے قتل کر دو تو میں تمہارا خراج بیس سال کے لیے معاف کر دوں گا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ جب مالک اشتر پہنچے تو اس نے دعوت دی اور آپ کے لے افطار صوم کا انتظام کیا۔ اور دودھ میں زہر ملا کر دے دیا جناب مالک اشتر شہید ہو گئے (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۴۱ و طبری جلد ۶ ص ۵۵) ادھر مالک اشتر شہید ہوئے۔ ادھر عمرو عاص نے جناب محمد ابن ابی بکر پر مصر میں حملہ کر دیا۔ آپ نے پورا پورا مقابلہ کیا لیکن نتیجہ پر گرفتار ہو گئے۔ آپ کو معاویہ ابن خدیج نے معاویہ ابن ابی سفیان کے حکم سے گدھے کی کھال میں سی کر زندہ جلا دیا۔ حضرت عائشہ کو جب اس عبرت ناک موت کی خبر ملی تو آپ بے حد رنجیدہ ہوئیں اور تا حیات معاویہ اور عمرو عاص کے لیے ہر نماز کے بعد بد دعا کرنے کو وظیفہ بنا لیا (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۴۳ حیواۃ الحیوان وغیرہ) اس واقعہ سے امیرالمومنین کو بے حد رنج پہنچا اور معاویہ کو خوشی ہوئی (طبری ابن خلدون مسعودی) یہ واقعہ صفر ۳۸ھ کا ہے۔ (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۲۱۶)۔ کتاب نہایۃ الارب فی معرفت انساب العرب مولفہ ابوالعباس احمد بن علی بن احمد بن عبداللہ القلقشندی المتوفی ۸۲۱ھ مطبوعہ بغداد ۱۹۰۸ء کے ص ۲۴۹ کے فٹ نوٹ میں ہے کہ محمد بن ابی بکر مکہ و مدینہ کے درمیان ۱۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی پرورش حضرت علی کی آغوش کرامت میں ہوئی تھی۔ وفات ابوبکر کے بعد ان کی ماں اسما بنت عمیس سے حضرت نے عقد کر لیا تھا۔ حضرت ان کو بے حد چاہتے تھے۔ انھوں نے مدینہ میں سکونت اختیار کر رکھی تھی۔ یہ جنگ جمل اور صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔ ۳۷ھ میں امیرالمومنین نے انھیں مصر کا گورنر بنا دیا۔ جب جنگ صفین سے امیرالمومنین بارادہ عراق روانہ ہو گئے۔ تو معاویہ نے ایک بڑا لشکر بھیج کر مصر پر حملہ کرا دیا۔ کافی جنگ ہوئی بالآخر محمد کو شکست ہوئی۔ "اختفی محمد فعرف معاویہ بن خدیج مکانہ فقبض علیہ وقتلہ، ثم احرقہ"۔ محمد بن ابی بکر روپوش ہو گئے۔ لیکن معاویہ نے انھیں تلاش کر کے گرفتار کر لیا۔ پھر انھیں قتل کر کے جلا دیا۔ "وکان من العباد الزھاد" وہ بڑے عابد زاہد تھے۔ تاریخ اعثم کوفی کے ص ۳۳۸ میں ہے کہ انھیں گدھے کی کھال میں سی کر جلوا دیا تھا۔ حضرت محمد بن ابی بکر کی شہادت کے نتیجے میں حضرت عائشہ کو بھی کنویں میں گرا کر امیر معاویہ نے ختم کرا دیا تھا۔ (حبیب السیر وغیرہ) اس کی قدرے تفصیل آئندہ آئے گی۔

امام زین العابدین کی ولادت

اسی سال ۳۸ھ کے جمادی الثانی کی پندرہ تاریخ کو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جناب شہربانو بنت یزدجرد ابن شہریار ابن کسریٰ شاہ ایران کے بطن سے پیدا ہوئے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہندوستان میں "اسلام" سب سے پہلے حضرت علیؑ ابن ابی طالب کے ذریعے پہنچا

علاقہ "سندھ" سے آلِ محمدؐ کا خصوصی علاقہ و رابطہ

یہ ظاہر ہے کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اسلام کی ساری ذمہ داری امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ پر تھی۔ جس طرح سرکارِ دو عالمؐ اپنے عہدِ نبوت میں تا بہ حیاتِ ظاہری اسلام کی تبلیغ کرتے رہے اور اسے فروغ دینے میں تن من دھن کی بازی لگاتے رہے۔ اسی طرح ان کے بعد امیرالمومنینؑ نے بھی اسلام کو بامِ عروج تک پہنچانے کے لیے جہدِ مسلسل اور سعی پیہم کی اور کسی وقت بھی اس کی تبلیغ سے غفلت نہیں برتی۔ یہ اور بات ہے کہ غصب اقتدار کی وجہ سے دائرہ عمل وسیع نہ ہو سکا اور حلقۂ اثر محدود ہو کر رہ گیا۔ تاہم فریضہ کی ادائگی امامت کی خاموش فضا میں جاری رہی۔ یہاں تک کہ اقتدار قدموں میں آیا اور منہاجِ نبوت پر کام شروع ہو گیا۔ تبلیغ کے محدود حلقے وسیع ہو گئے، امامت خلافت کے دوش بدوش آگے بڑھی اور اسلام کی روشنی ممالک غیر میں پہنچنے لگی۔ ہندوستان جو کفر و الحاد، اور غیر اللہ کی پرستش کا مرکز اور ملجاء و ماویٰ تھا، امیرالمومنینؑ نے دیگر ممالک کے ساتھ ساتھ وہاں بھی اسلام کی روشنی پہنچانے کا عزم محکم کر لیا اور تھوڑی سی جدو جہد کے بعد وہاں اسلام کی کرن پہنچا دی اور سر زمین ہند کو اسلامی تابندگی سے منور کر دیا، امام المورخین ابو محمد عبداللہ بن مسلم ابنِ قتیبہ دینوری اپنی کتاب "المعارف" کے صـ۹۵ طبع مصر ۱۹۳۴ء میں لکھتے ہیں "انما بلغ الاسلام فی السندۃ اولاً فی زمن امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کما یشہد علیہ وقائع کثیرۃ"۔ اسلام سندھ (ہندوستان) میں سب سے پہلے امیرالمومنین علی بن ابی طالب کے عہد میں پہنچا۔ اس پر بہت سے واقعات شاہد ہیں۔ چچ نامہ قلمی صـ۳۴ میں ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے ۳۶ھ میں ناظر بن دعور (؟) کو سرحدات سندھ کی دیکھ بھال کے لیے روانہ کیا۔ یہ روانگی بظاہر اپنے مقصد کیلئے راہ ہموار کرنے کی خاطر تھی اور یہ معلوم کرنا مقصود تھا کہ ہندوستان میں کیونکر داخلہ ہو سکتا ہے، اسی مقصد کیلئے اس سے قبل عہدِ عثمانی میں، عبداللہ بن عامر ابنِ کریز کو مقرر کیا گیا تھا۔ مورخ بلاذری لکھتے ہیں کہ وہ "ثغر الہند" کی طرف دریائی مہم پر روانہ ہوئے۔ غرض یہ تھی کہ اس ملک کے حالات سے آگاہی حاصل ہو۔ عبداللہ بن عامر نے حکیم بن جبلۃ العبدی کی سرداری میں ایک دستہ سمندر کے رستے روانہ کیا۔ وہ بلوچستان اور سندھ کے مشرقی علاقہ کو دیکھ کے واپس آئے تو عبداللہ نے ان کو عثمان بن عفان کے پاس بھیج دیا کہ جو کچھ دیکھا ہے جا کے سنا دیں۔ عثمان نے پوچھا اس ملک کا کیا حال ہے۔ کہا، میں نے اس ملک کو چل پھر کے اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔ عثمان نے کہا مجھ سے اس کی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کیفیت بیان کرو۔" حکیم بن جبلہ" نے کہا کہ ماءھا وشل، ثمرھا دقل، ولصھا بطل، ان قل الجیش فیھا ضاعوا وان کثروا جاعوا۔" وہاں پانی کم ہے، پھل ردی، چور بے باک، لشکر کم ہو تو ضائع جائے گا بہت ہو تو بھوکوں مرے گا۔ یہ سن کر انھوں نے کہا" خبر دے رہے ہو یا سجع کہہ رہے ہو؟ بولے لیے امیر خبر دے رہا ہوں۔ یہ سن کر انھوں نے لشکر کشی کا خیال ترک کر دیا۔ (ترجمہ فتوح البلدان بلاذری جلد ۲ ص ۶۱۳)

حضرت عثمان جن کا مقصد ملک پر قبضہ کرنا اور فتوحات کی فہرست بڑھانا تھا۔ وہاں کے حالات سن کر خاموش ہو گئے اور سندھ وغیرہ کی طرف بڑھنے کا خیال ترک کر دیا۔ لیکن حضرت امیرالمومنین علیہ السلام جن کا مقصد فتوحات کی فہرست مرتب کرنا نہ تھا۔ بلکہ دین اسلام پھیلانا تھا۔ انھوں نے ناسازگار حالات کے باوجود آگے بڑھنے کا عزم بالجزم کر لیا اور ۳۹ھ میں سندھ پر قابو حاصل کرکے ہندوستان میں تبلیغ اسلام کی راہ ہموار کر دی۔

علامہ ابوالظفر الندوی تحریر فرماتے ہیں کہ ۳۹ھ میں حضرت علی علیہ السلام نے حارث بن مرہ عبدی کو سندھ پر قابو حاصل کرنے کے لیے بھیجا۔" ففتح السندہ فی ذالک السنہ اسی سن میں سندھ فتح ہوا۔ یہ حضرت علی کا کارنامہ ہے کہ سندھ، علی ید علی بن ابی طالب واقام الحکومۃ الاسلامیۃ علی بن ابی طالب کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اور حکومت اسلامیہ (پہلے پہل) انھیں کے ہاتھوں قائم ہوئی۔ (تاریخ سندھ دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۴۷ء)

علامہ بلاذری المتوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں۔" آخر ۳۸ھ یا اول ۳۹ھ میں حارث بن مرہ عبدی نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر بحیثیت مطوع سرحد ہند پر حملہ کیا، فتحیاب ہوئے کثیر غنیمت ہاتھ آئی، صرف لونڈی غلام ہی اتنے تھے کہ ایک دن میں ایک ہزار تقسیم کیے گئے۔ حارث اور ان کے اکثر اصحاب ارض قیقان میں کام آئے۔ صرف چند زندہ بچے، یہ ۴۲ھ کا واقعہ ہے۔ (ترجمہ فتوح البلدان بلاذری ج ۲ ص ۶۱۳ طبع کراچی۔

مؤرخ ذاکر حسین کا بیان ہے کہ" صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں قاسم کی ماتحتی میں ایک معتدبہ فوج روانہ کی گئی جو ۳۸ھ کے اوائل میں سندھ کی فتوحات میں مصروف ہوئی۔ اس نے چند مقامات سندھ پر قبضہ کیا۔ قاسم کے بعد ۳۸ھ کے اخیر میں (یا ۳۹ھ کے شروع میں) حارث بن مرہ عبدی ایک دوسری فوج کے ساتھ دارالخلافہ سے روانہ کیا گیا اور اس نے ان ممالک میں بہت سے ممالک فتح کیے۔ بہت سے ہندو گرفتار کیے گئے اور کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا جو براہ راست دارالخلافہ کو روانہ کیا گیا۔ اور ایک دن میں ایک ہزار لونڈی غلام غنیمت کے مال میں تقسیم کیے گئے۔ حارث بن مرہ مدت تک ان بلاد پر قابض رہے۔ (تاریخ اسلام جلد ۳ ص ۲۲۲ طبع دہلی ۱۳۳۱ھ)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بادشاہ شنسب بن حریق کا دستِ امیرالمومنین پر ایمان لانا

ہندوستان کے لیے فتح سندھ کے بعد راہ کا ہموار ہو جانا یقینی تھا اسی لیے سندھ فتح کیا گیا۔ فتح سندھ کے بعد امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے اسلامی جدوجہد کے آثار تاریخ میں موجود ہیں۔ مورخ ملا محمد قاسم "فرشتہ" زیر عنوان "ہندو شاہ" ذکر بنائے شہر دہلی لکھتے ہیں کہ ۳۰۰ھ میں داوپتہ راجپوت نے جو کہ طائفہ توران سے تعلق رکھتا تھا، قصبہ اندرپت کے پہلو میں دہلی کی بنیاد رکھی تھی۔ پھر ان کے آٹھ افراد نے اس پر حکومت کی۔ پھر زوال حکومت توران کے بعد طائفہ چوہان کی حکومت قائم ہوئی۔ اس طائفہ کے چھ افراد نے حکومت کی۔ اس کے بعد سلطان شہاب الدین غوری نے ان کے آخری بادشاہ پتھورا کو قتل کر دیا پھر امر حکومت ۵۸۸ھ میں ملوک غور کے اقتدار میں آ گیا۔ پھر ملوک غور کے آخری فرمانروا ضحاک تازی پر بادشاہ فریدون کا غلبہ ہو گیا۔ اور ضحاک کے دو پوتے یا نواسے، سوری اور سام اس کے ہمراہ ہو گئے۔ ایک عرصہ کے بعد ان دونوں کو فریدون کی طرف سے اپنی تباہی کا وہم پیدا ہو گیا۔ چنانچہ یہ دونوں نہاوند چلے گئے۔ اور وہاں حکومت قائم کر لی اور فریدون سے مقابلہ شروع کر دیا۔ بالآخر فریدون غالب رہا اور ان لوگوں نے خراج قبول کر کے حکومت قائم رکھی اور ذریت ضحاک اس مملکت میں یکے بعد دیگرے بزرگ قبیلہ یعنی بادشاہ ہوتا رہا۔

تا بوقت اسلام نوبت بہ شنسب رسید و او در زمانِ امیرالمومنین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب علیہ السلام بود و بر دست آنحضرت ایمان آوردہ۔ منشور حکومت غور بخط مبارک شاہ ولایت پناہ یافت۔ (تاریخ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۵۴ مقالہ دوم ذکر۔ بنائے دہلی و احوال ملوک غور، طبع نولکشور ۱۲۸۱ھ)۔

یہاں تک کہ دورِ اسلام آ گیا اور نوبت شاہی شنسب تک آ پہنچی۔ اس کا زمانہ عہدِ امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب میں آیا۔ اس نے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں پر ایمان قبول کیا اور مسلمان ہوا اور حکومت غور کا منشور حضرت شاہ ولایت پناہ کے ہاتھوں بنا۔

یہی کچھ طبقات ناصری "مصنفہ ابو عمر منہاج الدین عثمان بن معراج الدین طبع کلکتہ ۱۸۶۳ء ذکر سلاطین شنسبانیہ کے طبقہ ۱۷ صفحہ ۲۹ میں بھی ہے۔ تاریخ اسلام ذاکر حسین کے جلد ۳ صفحہ ۲۲۲ میں ہے کہ شنسب، اتحرکی النسل تھا۔

مورخ فرشتہ نے شاہ شنسب کا نسب نامہ یوں تحریر کیا ہے۔ شنسب بن حریق بن نجیق ابن عیسیٰ بن وزن بن حسین بن بہرام بن بخش بن حسن بن ابراہیم بن سعد بن اسد بن شداد بن ضحاک الخ صفحہ ۵۴۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اولادِ شنسب کی عمل بنی اُمیّہ سے بیزاری

مورخ ملا محمد قاسم فرشتہ ، لکھتے ہیں کہ جس زمانے میں بنی اُمیہ نے یہ اندھیر گردی کر رکھی تھی کہ اہلِ بیت رسُولِ خدا کو تمام ممالکِ اسلامیہ میں منبروں پر بُرا بھلا کہا جاتا تھا۔ اور وہ حکم (بظاہر) یہاں بھی پہنچا ہوا تھا۔ مگر غور میں "اہل غور مرتکب آن امر شنیع نشدند" اہل غور نے اِس امر نامعقول کا ارتکاب نہیں کیا تھا (اور وہ اس عمل میں بنی اُمیہ سے بیزار تھے) تاریخ فرشتہ ص۵۴

اولادِ شنسب کی دُشمنانِ آلِ محمدؐ سے جنگ

اسی تاریخ فرشتہ کے ص۵۵ میں ہے کہ جب ابُو مسلم مروزی نے بادشاہِ وقت کے خلاف خروج کیا تھا اور اس نے اولادِ شنسب سے مدد چاہی تھی تو ان لوگوں نے "در قتل اعدائے اہلبیت تقصیرے نکردند" دُشمنان آل محمد کے قتل کرنے میں کوئی کمی نہیں کی۔

ان تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے ذریعہ سے اسلام کے ساتھ ساتھ شیعیت بھی ہندوستان میں پہنچی تھی کیونکہ اولادِ شنسب کا طرزِ عمل شیعیت کا آئینہ دار ہے۔

حضرت امام حسینؑ کی راہ کوفہ سے سندھ جانے کی خواہش

مورخ ابو محمد محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری المتوفی ۲۷۶ھ تحریر فرماتے ہیں کہ "ان الحسین لما سار حبس طریق کوفہ قال علیہ السلام ان لستم براضین بورود العراق فاترکونی لاذھب الی السندہ ، جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو حُر نے کوفہ کے راستے میں روکا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اگر میرے عراق میں آنے کو پسند نہیں کرتے تو مجھے چھوڑ دو کہ میں سندھ چلا جاؤں۔ اس کے بعد ابن قتیبہ لکھتے ہیں۔ ویعلم منہ ' ان الاسلام قد بلغ الیہ من قبل۔" امام حسینؑ کے اس فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اس وقت سے پہلے سندھ میں پہنچ چکا تھا۔ (معارف ابن قتیبہ ص۹۵ طبع مصر ۱۹۳۴ء ، مہیج الاحزان ص۱۶۳)۔

حضرت امام زین العابدین کی ایک زوجہ کا سندھی ہونا

اسلام کا قدیم ترین مورخ ابن قتیبہ اپنی کتاب معارف کے ص۹۵ پر لکھتا ہے ، کانت زوجۃ لامام زین زین العابدین سندیۃ وتولد منہا زید الشہید امام زین العابدین علیہ السلام کی ایک بیوی سندھی تھیں۔ اور اس سے حضرت زید شہید پیدا ہوئے تھے۔ پھر اسی کتاب کے ص۹۵ پر لکھتا ہے اما زید بن علی بن الحسین فکان یکنیٰ ابا الحسن وامہ سندیۃ " زید بن علی بن الحسین کی کنیت ابوالحسن تھی اور ان کی ماں سندھی تھیں۔ ایک اور جگہ لکھتا ہے ، "روی ان التی وھبت زین العابدین کانت سندیۃ " مروی ہے جو بیوی امام زین العابدین کو دی گئی وہ سندھی تھی۔ عبدالرزاق لکھتے ہیں کہ زید شہید امام زین العابدین کی شہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بیوی سے پیدا ہوئے وہ سندھی تھی۔ (کتاب زید الشہید ص[illegible] طبع نجف اشرف)۔

ان جملہ حالات پر نظر کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سندھ (ہندوستان) میں دین اسلام حضرت علی کے ذریعہ سے پہنچا اور اسی کے ساتھ ساتھ شیعیت کی بھی بنیاد پڑی تھی۔ نیز یہ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو سندھ کے مسلمان پر بھروسہ تھا۔ وہ کوفہ و شام کے مسلمانوں پر سندھ کے مسلمانوں کو ترجیح دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے راہ کوفہ میں ابن زیاد اور یزید بن معاویہ کے لشکر کے سردار، حُر بن یزید ریاحی (جو بعد میں حضرت امام حسینؑ کے قدموں میں شہید ہو کر راہی جنت ہوئے تھے) سے یہ فرمایا تھا کہ مجھے سندھ چلے جانے دو۔ اس کے علاوہ آپ کے فرزند امام زین العابدین[illegible] نے ایک بیوی سندھ کی اپنے پاس رکھی تھی جس سے حضرت زید شہید پیدا ہوئے تھے۔ یہ تمام امور اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ آلِ محمدؐ کو علاقہ سندھ سے دلچسپی تھی اور وہ اس کے باشندوں کو اچھی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان پر پورا بھروسہ کرتے تھے۔

حضرت علیؑ کی شہادت

(۴۰ ہجری)

کے لا میسر شد این سعادت بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

صفین کے سازشی فیصلہ تحکیم کے بعد حضرت علی علیہ السلام اس نتیجہ پر پہنچے کہ اب ایک فیصلہ کن حملہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ آپ نے تیاری شروع فرما دی اور صفین و نہروان کے بعد ہی سے آپ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ حملے کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ دس ہزار فوج کا افسر امام حسینؑ کو اور دس ہزار فوج کا سردار قیس ابن سعد کو اور دس ہزار کا ابو ایوب انصاری کو مقرر کیا۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ فوج کی جو مکمل فہرست تیار ہوئی اس میں چالیس ہزار آزمودہ کار سترہ ہزار رنگ روٹ اور آٹھ ہزار مزدور پیشہ شامل تھے۔ لیکن کوچ کا دن آنے سے پہلے ابن ملجم نے کام تمام کر دیا۔ مقدمہ نہج البلاغہ عبد الرزاق جلد ۲ ص[illegible] میں ہے کہ فیصلہ تو ڈھونگ ہی تھا مگر صفین کی جنگ ختم ہو گئی۔ اور معاویہ جیتی تباہی سے بچ گئے۔ اب امیر المومنین نے کوفہ کا رُخ کیا اور معاویہ پر آخری ضرب لگانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ ساٹھ ہزار فوج آراستہ ہو چکی تھی اور یلغار شروع ہی ہونے والی تھی کہ ایک خارجی عبد الرحمٰن ابن ملجم نے دغا بازی سے حملہ کر دیا۔ حضرت امیر المومنین شہید ہو گئے۔ ابن ملجم کی تلوار نے حضرت علیؑ کا کام تمام نہیں کیا۔ بلکہ پوری اُمت مسلمہ کو قتل کر ڈالا، تاریخ کا دھارا ہی بدل ڈالا۔ ابن ملجم کی تلوار نہ ہوتی تو خلافت منہاجِ نبوت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پر استوار رہتی۔ ارجح المطالب ص۶۸۲ میں ہے کہ پیغمبر اسلام نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ علی کی داڑھی سر کے خون سے رنگین ہوگی۔ تاریخ الفخری ص۳۰ میں ہے کہ حضرت علیؑ ایک مرتبہ بیمار ہوئے اور شیخین انھیں دیکھنے کے لئے گئے۔ تو حالت سقیم دیکھ کر آنحضرت سے کہنے لگے کہ شاید علی نہ بچیں گے۔ آپ نے فرمایا ابھی علی کو موت نہیں آئے گی۔ علی دنیا کے تمام رنج و غم اٹھانے کے بعد تلوار سے شہید ہوں گے۔ صواعق محرقہ ص۸۰ میں ہے کہ حضرت علی فرماتے تھے کہ میرے سر اور میری داڑھی کو خون سے جو رنگین کرے گا۔ وہ دنیا میں سب سے زیادہ بدبخت ہوگا۔ شرح ابن ابی الحدید جز ۱۳ ص۱۰۳ میں ہے کہ خالد بن ولید بعض امورِ شجاعت کی وجہ سے علی کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ سیرت حلبیہ جلد ۲ ص۱۹۹ و بخاری جلد ۵ حالات غزوہ طائف ص۲۹ میں ہے کہ رسول اللہ خالد ابن ولید پر تبرّا کرتے تھے۔ تاریخ ابو الفداء وغیرہ میں ہے کہ خالد نے عہد ابوبکر میں مالک ابن نویرہ کی بیوی سے زنا کیا تھا۔ تاریخ اعثم کوفی ص۳۳ و تاریخ طبری جلد ۴ ص۲۰۳ میں ہے کہ حضرت عمر نے خلیفہ ہوتے ہی خالد کو معزول کر دیا تھا۔ تاریخ طبری جلد ۶ ص۵۴ و کامل وغیرہ میں ہے کہ ۳۸ھ میں امیر معاویہ نے مالک اشتر کو زہر سے شہید کرا دیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص۱۴۲ میں ہے کہ معاویہ نے حضرت ابوبکر کے بیٹے محمد کو گدھے کی کھال میں سی کر زندہ جلا دیا تھا۔ جس کا حضرت عائشہ کو سخت رنج تھا اور معاویہ کو بددعا کیا کرتی تھیں۔ تواریخ میں ہے کہ معاویہ نے حضرت عائشہ کو کنویں میں گرا کر زندہ دفن کر دیا۔ ذکر العباس ص۵۱ میں مختلف تواریخ کے حوالے سے مرقوم ہے کہ ۲۸ صفر ۵۰ھ کو واقعہ شہادت حضرت علیؑ کے دس سال بعد امام حسنؑ کو زہر سے معاویہ نے شہید کرا دیا تھا۔ کشف الغمہ ص۶۱ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ امیر شام کو اس وقت تک موت نہ آئے گی جب تک وہ میرے سر اور میری داڑھی کو خون آلود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لے گا۔ کتاب تذکرہ محمد و آلِ محمد جلد ۲ ص۲۸۰ میں ہے کہ ابن ملجم خارجی تحریک کی اس جماعت کا ممبر تھا جو کسی مضبوط ہاتھ کے اشاروں پر ناچ رہی تھی۔ عین اُس وقت جب علی شام کے حملے کے لیے روانہ ہونے کی تیاریاں کر رہے تھے ابن ملجم کا وار کرنا یہ بتا رہا ہے کہ اس کی تہ میں بڑی سازش تھی۔ تاریخ الامامت والسیاست جلد ۲ ص۳۰ میں ہے کہ معاویہ نے عہد عثمانی میں حضرت عثمان سے قتل علی کی اجازت مانگی تھی۔ لیکن انھوں نے انکار کر دیا تھا۔ کتاب مناقب مرتضوی کے ص۲۷۶ میں بحوالہ حدیقہ اختلاف حکیم ثنائی مرقوم ہے کہ امیر المومنین کے قتل کے انتظامات ابن ملجم کے ذریعے سے امیر معاویہ نے کئے تھے جس کا اقرار خود ابن ملجم نے ان الفاظ میں کیا ہے ؎

کہ مرا ایں معاویہ فرمود　　کار کردم کنوں نہ دارد سود

میں نے معاویہ کے کہنے سے ایسا فعل کیا۔ مگر افسوس کوئی فائدہ برآمد نہ ہوا۔ ملاحظہ ہو ذکر العباس ص۳۰۔ کتاب ارجح المطالب ص۶۰۲ و طبری جلد ۴ ص۵۹۹ و روضۃ الاحباب میں ہے کہ عبدالرحمٰن ابن

Contact : jabir.abbas@yahoo.com　http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ملجم نے کوفہ پہنچ کر ایک ہزار درہم کی ایک تلوار خریدی اور اُسے زہر میں بجھا لیا، اور موقع کی تلاش میں کوفہ کے گلیوں کے چکر کاٹنے لگا۔ اسی دوران میں ایک دن اس کی نظر ایک حسین عورت پر جا پڑی جس کا نام قطامہ بنت شجنہ تھا اور جو معاویہ کی رشتہ دار ہوتی تھی۔ ابن ملجم اس عورت کا بے دام غلام بن گیا۔ اور اس سے سلسلہ جنبانی شروع کی۔ بالآخر بات ٹھہری اور عقد کا فیصلہ ہو گیا۔ جب مہر کی گفتگو ہوئی تو اس نے کہا کہ تین ہزار اشرفیاں اور حضرت علی کا سر لوں گی۔ کیوں کہ انھوں نے اسلامی جنگوں میں میرے باپ اور بھائیوں کو قتل کر دیا ہے۔ ابن ملجم نے جواب دیا کہ مجھے منظور ہے۔ "لقد تصدت لقتل علی وما اقدمنی ھذا المصر غیر ذالک" خدا کی قسم تو نے ایسی چیز مانگی ہے جس کے لیے میں خود اس شہر میں بھیجا گیا ہوں۔ البتہ تجھے بھی اپنے وعدہ کا پاس و لحاظ رکھنا چاہیے۔ اس نے کہا ایسا ہی ہوگا۔ اس عہد و پیمان اور وعدہ وعید کے بعد، ابن ملجم تگ و دو سعی و کوشش اور جد و جہد میں مشغول ہو گیا۔ صواعق محرقہ صــــ میں ہے کہ ابن ملجم کی امداد کے لیے شبیب ابن بجیرہ اشجعی بھی تھا۔ روضۃ الشہدا ص ۱۹۰ میں ہے کہ قطامہ نے اور کئی اشخاص اس کی مدد کے لیے معین و مہیا کر دیے۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ قطامہ نے ایسا مہر مانگا جس کی مثال عرب و عجم میں نہیں ہے۔ تاریخ احمدی ص۲۰۱ میں بحوالہ روضۃ الاحباب مرقوم ہے کہ حضرت علی نے زمانہ شہادت قریب ہونے پر کئی بار اپنی شہادت کا اشارہ اور کنایہ میں ذکر فرمایا تھا۔ منقول ہے کہ ایک دن آپ خطبہ فرما رہے تھے۔ ناگاہ امام حسن دوران خطبہ میں آ گئے۔ حضرت علی نے پوچھا بیٹا آج کون سی تاریخ ہے۔ اور اس مہینے کے کتنے دن گزر چکے ہیں۔ آپ نے عرض کی بابا جان ۱۳ دن گزر گئے ہیں۔ پھر حضرت نے امام حسینؑ کی طرف رُخ کر کے پوچھا بیٹا اب مہینہ کے ختم ہونے میں کتنے دن باقی رہ گئے ہیں۔ امام حسینؑ نے عرض کی بابا جان سترہ دن رہ گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ عنقریب قبیلہ مراد کا ایک نامراد میری داڑھی کو سر کے خون سے رنگین کرے گا۔ اخبار صحیحہ میں وارد ہے کہ حضرت علی کا اصول یہ تھا کہ آپ ایک ایک دن اپنے بیٹوں کے ہاں افطار فرمایا کرتے تھے اور صرف ایک لقمہ تناول کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنی بیٹی اُم کلثوم سے فرمایا کہ میں عنقریب تم لوگوں سے رُخصت ہو جاؤں گا۔ یہ سن کر وہ رونے لگیں۔ آپ نے فرمایا کہ موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں "بیٹی" میں نے آج رات کو خواب میں سرورِ عالم کو دیکھا ہے۔ کہ وہ میرے سر سے غبار صاف کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم تمام فرائض ادا کر چکے۔ اب میرے پاس آ جاؤ۔ جمہور مورخین کا اتفاق ہے کہ جس رات کی صبح کو آپ شہید ہوئے۔ اس رات میں آپ سوئے نہیں۔ یہ رات آپ کی اس طرح گزری کہ آپ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد مصلے سے اُٹھ کر صحن خانہ میں آتے اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرماتے تھے کہ میرے آقا سرورِ کائنات نے سچ فرمایا ہے کہ میں شہید

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کیا جاؤں گا لکھا ہے کہ جب نمازِ صبح کے ارادے سے باہر نکلے، تو صحنِ خانہ میں بطخوں نے دامن تھام لیا اور شور مچانے لگیں، کسی نے روکا تو آپ نے فرمایا، مت روکو یہ مجھ پر نوحہ کر رہی ہیں۔ پھر آپ دولت سرا سے برآمد ہو کر داخلِ مسجد کوفہ ہوئے اور گلدستہ اذان پر جا کر اذان کہنے لگے۔ اس کے بعد نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب آپ سجدۂ اوّل میں گئے۔ نامراد ابنِ ملجم مرادی نے سرِ اقدس پر تلوار لگا دی۔ یہ تلوار اسی جگہ لگی جس جگہ جنگِ خندق میں عمرو بن عبدود کی تلوار لگ چکی تھی۔ ضرب کے لگتے ہی آسمان سے آواز آئی۔ "الاقتل امیر المومنین" آگاہ ہو کر امیر المومنین قتل ہو گئے۔ اس کے بعد آپ زمین پر لوٹنے لگے۔ اور زخم پر مٹی ڈال کر بولے "فزت برب الکعبۃ" خدا کی قسم میں نے حیاتِ ابدی پائی اور کامیاب ہو گیا۔ ضرب لگانے کے بعد ابنِ ملجم بھاگا۔ لوگوں نے تعاقب کیا۔ (کتاب ذکر العباس ص۳۴ میں ہے کہ آپ کو خون میں نہایا ہوا دیکھ کر اولاد و اصحاب نے گریہ کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا بس رو چکو اور مجھے گھر لے چلو۔ یہ سن کر حضرت امام حسنؑ امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ نے ایک گلیم میں ڈال کر آپ کو گھر پہنچایا۔ کتاب الکرار ص۳۰۲ میں ہے کہ گھر پہنچ کر آپ نے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا لوگو، تو گواہ رہنا کہ میں نے کبھی نماز قضا نہیں کی اور خدا و رسول کی کوئی مخالفت مجھ سے نہیں ہوئی۔ تاریخ احمدی ص۲۱۲ میں ہے کہ کوئی علاج کارگر نہ ہوا اور آپ کی وفات کا وقت آ پہنچا۔ تاریخ الامامت والسیاست جلد ۱ ص۱۵۳ میں ہے آپ کو ایسی زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے زخمی کیا گیا تھا کہ سارے اہلِ مصر کے لیے کافی تھا۔ کتاب رحمۃ اللعالمین مصنفہ قاضی محمد سلیمان جج پٹیالہ کے ص۱۱ میں ہے کہ "زخم کو جس پر شہادت ہوئی کثیر بن عمرو سکونی جو شاہانِ ایران کا طبیب خاص رہ چکا تھا۔ اس نے بتایا کہ زخم ام دماغ تک پہنچ گیا ہے اور اب صحت محال ہے۔ تاریخ کامل ابنِ اثیر میں ہے کہ انتقال کے وقت آپ نے نصیحتیں اور وصیتیں فرمائیں جو تقویٰ پرہیزگاری عبادت صلۂ رحم وغیرہ وغیرہ سے متعلق تھیں۔ پھر ایک نوشتہ لکھ کر دیا۔ کتاب اخبار ماتم ص۱۲۴ میں اور بعض کتب تواریخ میں ہے کہ آپ کی خدمت میں شربت پیش کیا گیا تو آپ نے تھوڑا سا پی کر قاتل کو بھجوا دیا۔ الاخبار الطوال ص۲۲۶ میں ہے کہ حضرت ام کلثوم نے ابنِ ملجم سے کہلایا کہ اے دشمنِ خدا تو نے امیر المومنین کو شہید کر دیا، تو اس نے جواب دیا کہ امیر المومنین کو نہیں، میں نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے، اور ایسی تلوار سے قتل کیا ہے جسے ایک ماہ زہر پلاتا رہا ہوں۔ کشف الانوار ترجمہ بحار جلد ۹ ص۲۱۶ میں ہے کہ آپ نے آخری وقت اپنے سب بیٹوں کو بلا کر امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی اطاعت اور امداد کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ فرزندانِ رسول ہیں۔ اصول کافی ص۱۳۱ میں ہے کہ جن بیٹوں کو ہدایت دی گئی۔ ان کی تعداد بارہ تھی۔ مرقات الایقان جلد ۱ ص۳۴ میں ہے کہ آپ نے اپنی تمام اولاد و ازواج کو امام حسنؑ کے سپرد فرمایا۔ ماتین ص۱۳۱ میں ہے کہ حضرت عباسؑ کو امام حسینؑ کے حوالے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کرکے فرمایا کہ یہ تمہارا غلام ہے۔ کربلا میں کام آئے گا۔ کتاب عقد الفرید میں ہے کہ آپ نے امرِ خلافت امام حسن کے سپرد فرمایا۔ کتاب وسیلۃ النجات میں ہے کہ امام حسنؑ حضرت علی کی وصیت کے مطابق امام برحق اور خلیفۂ وقت قرار پائے۔ تاریخ کامل ابن اثیر، بحار الانوار، اعلام الوریٰ، ذکر العباس ص۳۰ میں ہے کہ آپ نے ۲۱ رمضان ۴۰ھ کو انتقال فرمایا۔ کتاب جامع عباسی ص۵۹ اور الیعقوبی میں ہے کہ شب ۲۱ رمضان کو آپ نے انتقال فرمایا ہے۔ اسی شب کو حضرت عیسیٰ آسمان پہ اٹھائے گئے۔ حضرت موسیٰ نے رحلت کی اور یوشع ابن نون نے وفات پائی۔ کتاب الامامت والسیاست جلد ا ص۱۵۱ وارشاد مفید ص۶ میں ہے کہ امام حسنؑ امام حسینؑ عبداللہ ابن جعفر نے غسل دیا اور محمد حنفیہ نے پانی ڈالنے میں مدد کی۔ کفن پہنانے کے بعد حضرت امام حسن نے نماز جنازہ پڑھی۔ رحلہ ابن جبیر اندلسی ص۱۸۹ طبع مصر ۱۹۰۸ء میں ہے کہ آپ کو جس جگہ غسل دیا گیا۔ اسی جگہ حضرت نوح کی بیٹی کا گھر تھا۔ صواعق محرقہ ص۸۰ میں ہے کہ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ بعض تواریخ میں ہے کہ آپ کی قبر حضرت نوح کی بنائی ہوئی تھی اور آپ کا جنازہ سرہانے کی طرف سے فرشتے اٹھائے ہوئے تھے۔ تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ آپ نجفِ اشرف میں سپردِ خاک کئے گئے۔ جو اب بھی زیارت گاہِ عالم ہے۔ الیعقوبی جلد ۲ ص۲۰۳ میں ہے کہ شہادت علی کے بعد امام حسنؑ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ انھوں نے صرف سات سو درہم چھوڑے ہیں۔ مستدرک حاکم ودریاض النضرہ اور ارجح المطالب ص۶۰۰ میں ہے کہ جس شب میں حضرت علی شہید ہوئے اس کی صبح کو بیت المقدس کا جو پتھر اٹھایا جاتا تھا۔ اس کے نیچے سے خون تازہ برآمد ہوتا تھا۔ تاریخ الیعقوبی جلد ۲ ص۲۰۳ میں ہے کہ حضرت علیؑ کے دفن کے بعد ان کی قبر پہ قعقاع ابن زرارہ نے ایک تقریر کی جس میں نہایت غم واندوہ کے ساتھ کہا کہ اے مولا آپ کی زندگی خیر و برکت کی کلید تھی۔ اگر لوگ آپ کو صحیح طریقہ پہ مانتے تو خیر ہی خیر پاتے۔ مگر دنیا والوں نے دنیا کو دین پر ترجیح دی (اور خیر حاصل نہ کر سکے۔ انشاء اللہ دنیا دار جہنم میں جائیں گے) کتاب انوار الحسینیہ جلد ۲ ص۳۶ میں ہے کہ آپ کی قبر پوشیدہ رکھی گئی تھی مسٹر گبن کی تاریخ ڈیکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر میں ہے کہ ظالم بنی امیہ کی وجہ سے علی کی قبر چھپائی گئی۔ چوتھی صدی میں ایک قبر روضہ کوفہ کے کھنڈروں کے پاس نمودار ہو گیا مشہد علی کوفہ سے ۵ میل اور بغداد سے ۱۲۰ میل جنوب میں واقع ہے۔ حیواۃ الحیوان دمیری جلد ۲ ص۱۸۷ میں ہے کہ سب سے پہلے آپ کی قبر کے گرد کٹہرے لگوائے گئے تھے۔ کتاب سیف المقلدین باب ۵ ص۲۴۲ میں ہے۔

کہ مصنف کتاب عبدالجلیل یوسف زئی نے آپ کی تاریخ کے بارے میں لکھا ہے

گر تو سال شہادتش جوئی ۔۔۔ سر گرامم چہ رامی گوئی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت علیؑ کی شہادت پر مرثیہ

حضرت کی شہادت پر بہت سے شعراء نے مراثی کہے ہیں۔ ہم اس وقت کتاب "رحمۃ للعالمین، مصنفہ قاضی محمد سلیمان جج ریاست پٹیالہ کے جلد ۲ صـ۸۱ سے بکر بن حماد القاہری کے ۱۱ اشعار میں سے صرف تین شعر مع ترجمہ نقل کرتے ہیں۔

قل لابن ملجم والاقدار غالبۃ　　ھدمت ویلک للاسلام ارکانا

ابنِ ملجم سے کہنا کہ میں جانتا ہوں کہ تقدیر سب پر غالب ہے، او کمبخت تو نے اسلام کے ارکان کو ڈھا دیا

قتلت افضل من یمشی علی قدم　　واول الناس اسلاماً وایمانا

وہ شخص جو زمین پر چلنے والوں میں سب سے افضل تھا اور اسلام و ایمان میں سب سے اوّل

واعلم الناس بالقرآن ثم بما　　سن رسولنا شرعاً وتبیانا

اور قرآن و سنت کے جاننے میں سب سے اعلم تھا، تو نے اسے قتل کیا ہے

حضرت کی ازواج و اولاد

کتاب انوار الحسینیہ جلد ۲ صـ۳۵ میں ہے کہ آپ نے دس عورتوں سے نکاح کیا اور آپ کے انتقال کے وقت چار بیویاں موجود تھیں۔ امامہ، اسماء، لیلیٰ، اور ام البنین آپ نے دس بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں چھوڑیں ارشاد مفید صـ۱۹۹ وجمہرۃ ابن حزم وتہذیب الاسماء جلد ۱ صـ۳۴۹ میں ہے کہ آپ کے بارہ بیٹے اور سولہ بیٹیاں تھیں۔ آپ کی نسل پانچ بیٹوں سے بڑھی (۱) امام حسن (۲) امام حسین (۳) محمد حنیفہ[1] (۴) حضرت عباس (۵) عمر بن علی ملاحظہ ہو ناسخ التواریخ جلد ۳ صـ۶۲۲ طبع بمبئی و ذکر العباس صـ۳۳ طبع لاہور۔

---

[1] محمد کی ماں کا اصلی نام خولہ اور لقب حنفیہ تھا وہ قبیلہ حنفیہ بن لجیم سے تھیں۔ محمد بن حنفیہ ۱۶ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور انھوں نے یکم محرم ۸۱ھ کو انتقال کیا۔ ان کے زہد و ریاضت اور زور و قوت کی حکایات بہت مشہور ہیں۔ (کتاب رحمۃ للعالمین جلد ۲ صـ۸۱ طبع لاہور) ابوالعباس احمد بن علی قلقشندی المتوفی ۸۲۱ھ، تحریر فرماتے ہیں کہ بنی حنفیہ عدنان کے بکر بن وائل سے متعلق ایک قبیلہ ہے جس کا سلسلہ یہ ہے، بنو حنفیہ بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل، یہ یمامہ میں رہتے تھے۔ (نہایۃ الارب فی انساب العرب صـ۲۳۵ طبع نجف اشرف)۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۴

ابو محمد

حضرت

امام حسن علیہ السلام

jabir.abbas@yahoo.com

باپ کی شمشیر کا ہمسر ہے بیٹے کا قلم — بازوئے حیدر کی طاقت خامۂ شبر میں ہے

فتح خیبر میں ہے مضمر مقصدِ صلحِ حسن — مقصدِ صلحِ حسن فتحِ درِ خیبر میں ہے

(صابر تھاریانی (کراچی))

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۴

حضرت امام حسن علیہ السلام

ولی ذوالمنن حضرت حسن آن سرو خوبان | کہ ہر چیز از عدم با قدرتش ممکن ز امکان شد
نہ بے سود نے باطل گے تو نام مدح آن شاہے | کہ مداحش خدا، راوی پیمبر مدح قرآں شد

حضرت امام حسن علیہ السلام امیرالمومنین حضرت علی و سیدۃ النساء حضرت فاطمہؑ کے فرزند اور پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم و محسنۂ اسلام حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے نواسے تھے۔ آپ کو بھی خداوند عالم نے معصوم منصوص افضل کائنات اور عالم علم لدنی قرار دیا ہے۔

آپ کی ولادت

آپ ۱۵ رمضان ۳ھ کی شب کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ولادت سے قبل ام الفضل نے خواب میں دیکھا کہ رسول اکرمؐ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا میرے گھر میں آ پہنچا ہے۔ خواب رسول کریمؐ سے بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری لخت جگر فاطمہ کے بطن سے عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جس کی پرورش تم کرو گی۔ مورخین کا کہنا ہے کہ رسولؐ کے گھر میں آپ کی پیدائش اپنی نوعیت کی پہلی خوشی تھی۔ آپ کی ولادت نے رسول کے دامن سے مقطوع النسل ہونے کا دھبہ صاف کر دیا۔ اور دنیا کے سامنے سورۂ کوثر کی ایک عملی اور بنیادی تفسیر پیش کر دی۔

آپ کا نام نامی

ولادت کے بعد اسم گرامی حمزہ تجویز ہو رہا تھا۔ لیکن سرور کائناتؐ نے بحکم خدا موسیٰ کے وزیر ہارون کے فرزندوں کے شبر و شبیر نام پر آپ کا نام حسن اور بعد میں آپ کے بھائی کا نام حسین رکھا۔ بحارالانوار میں ہے کہ امام حسن کی پیدائش کے بعد جبرئیل امین نے سرور کائناتؐ کی خدمت میں ایک سفید ریشمی رومال پیش کیا جس پر "حسن" لکھا ہوا تھا۔ ماہر علم النسب علامہ ابوالحسین کا کہنا ہے کہ خداوند عالم نے فاطمہ کے دونوں شاہزادوں کا نام انظار عالم سے پوشیدہ رکھا تھا یعنی ان سے پہلے حسن و حسین نام سے کوئی موسوم نہیں ہوا تھا کتاب اعلام الوریٰ کے مطابق یہ نام بھی لوح محفوظ میں پہلے سے لکھا ہوا تھا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

زبانِ رسالتؐ دھنِ امامتؑ میں

علل الشرائع میں ہے کہ جب امام حسنؑ کی ولادت ہوئی اور آپ سرورِ کائناتؐ کی خدمت میں لائے گئے تو رسولِ کریمؐ بے انتہا خوش ہوئے۔ اور ان کے دہنِ مبارک میں اپنی زبانِ اقدس دے دی۔ بحار الانوار میں ہے کہ آنحضرتؐ نے نوزائیدہ بچے کو آغوش میں لے کر پیار کیا اور داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت فرمانے کے بعد اپنی زبان اُن کے منہ میں دے دی، امام حسنؑ اُسے چوسنے لگے۔ اِس کے بعد آپ نے دُعا کی خدایا اِس کو اور اس کی اولاد کو اپنی پناہ میں رکھنا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ امام حسنؑ کو لعابِ دہنِ رسولؐ کم اور امام حسینؑ کو زیادہ چوسنے کا موقع دستیاب ہوا تھا۔ اسی لیے امامت نسلِ حسینؑ میں مستقر ہو گئی۔

آپ کا عقیقہ

آپ کی ولادت کے ساتویں دن سرورِ کائناتؐ نے خود اپنے دستِ مبارک سے عقیقہ فرمایا اور بالوں کو منڈوا کر اس کے ہم وزن چاندی تصدق کی (اسد الغابۃ جلد ۳ صـ۱۳) علامہ کمال الدین کا بیان ہے کہ عقیقہ کے سلسلے میں دُنبہ ذبح کیا گیا تھا۔ (مطالب السئول صـ۲۲۰) کافی کلینی میں ہے کہ سرورِ کائناتؐ نے عقیقہ کے وقت جو دُعا پڑھی تھی اس میں یہ عبارت بھی تھی۔ "اللّٰھم عظمھا بعظمہ، لحمھا بلحمہ دمھا بدمہ وشعرھا بشعرہ اللّٰھم اجعلھا وقاءً لمحمد وآلہ"۔ خدایا اِس کی ہڈی مولود کی ہڈی کے عوض۔ اس کا گوشت اِس کے گوشت کے عوض۔ اس کا خون اِس کے خون کے عوض، اس کا بال اِس کے بال کے عوض قرار دے اور اسے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لیے ہر بلا سے نجات کا ذریعہ بنا دے۔ امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ آنحضرتؐ نے امام حسنؑ کا عقیقہ کر کے اِس کے سُنت ہونے کی دائمی بُنیاد ڈال دی۔ (مطالب السئول صـ۲۲۰) بعض معاصرین نے لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے آپ کا ختنہ بھی کرایا تھا۔ لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ امامت کی شان سے مختون پیدا ہونا بھی ہے۔

کنیت والقاب

آپ کی کنیت صرف ابو محمد تھی اور آپ کے القاب بہت کثیر ہیں۔ جن میں طیب وتقی اور سبط وسید زیادہ مشہور ہیں۔ محمد بن طلحہ شافعی کا بیان ہے کہ آپ کا "سید" لقب خود سرورِ کائنات کا عطا کردہ ہے۔ (مطالب السئول صـ۲۲۱) زیارت عاشورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا لقب ناصح اور امین بھی تھا۔

اِمام حسنؑ پیغمبرِ اسلامؐ کی نظر میں

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امام حسنؑ پیغمبرِ اسلامؐ کے نواسے تھے۔ لیکن قرآن مجید نے انھیں فرزندِ رسولؐ کا درجہ دیا ہے اور اپنے دامن میں جا بجا آپؑ کے تذکرہ کو جگہ دی ہے۔ خود سرورِ کائنات نے بےشمار

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

احادیث آپ کے متعلق ارشاد فرمائی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں حسنین کو دوست رکھتا ہوں اور جو انھیں دوست رکھے اسے بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریمؐ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ وہ ایک کندھے پر امام حسنؑ کو اور ایک پر امام حسینؑ کو بٹھائے ہوئے لیے جا رہے ہیں اور باری باری دونوں کا منہ چومتے جاتے ہیں۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ ایک دن آنحضرت نماز پڑھ رہے تھے اور حسنین آپ کی پشت پر سوار ہو گئے۔ کسی نے روکنا چاہا تو حضرتؐ نے اشارہ سے منع فرمایا (اصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۲) ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں اس دن سے امام حسنؑ کو بہت زیادہ دوست رکھنے لگا ہوں جس دن میں نے رسولؐ کی آغوش میں بیٹھ کر انھیں ان کی ڈاڑھی سے کھیلتے دیکھا (نور الابصار صفحہ ۱۱۹) ایک دن سرورِ کائنات امام حسنؑ کو کندھے پر سوار کیے ہوئے کہیں لیے جا رہے تھے۔ ایک صحابی نے کہا کہ اے صاحبزادے تمھاری سواری کس قدر اچھی ہے۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا یہ کہو کہ کس قدر اچھا سوار ہے (اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۱۵ بحوالہ ترمذی) امام بخاری اور امام مسلم لکھتے ہیں۔ کہ ایک دن رسولِ خدا امام حسنؑ کو کندھے پر بٹھائے ہوئے فرما رہے تھے۔ خدایا میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ حافظ ابونعیم ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرتؐ نماز جماعت پڑھا رہے تھے کہ ناگاہ امام حسنؑ آ گئے اور وہ دوڑ کر پشتِ رسولؐ پر سوار ہو گئے۔ یہ دیکھ کر رسول کریمؐ نے نہایت نرمی کے ساتھ سر اٹھایا۔ اختتام نماز پر آپ سے اس کا تذکرہ کیا گیا تو فرمایا یہ میرا گل امید ہے۔ "ابنی ھٰذا سید" یہ میرا بیٹا سید ہے اور دیکھو یہ عنقریب دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ امام نسائی عبداللہ ابن شداد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نماز عشا پڑھانے کے لیے آنحضرتؐ تشریف لائے۔ آپ کی آغوش میں امام حسنؑ تھے۔ آنحضرتؐ نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب سجدہ میں گئے تو اتنا طول کر دیا کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ شاید آپ پر وحی نازل ہونے لگی ہے۔ اختتام نماز پر آپ سے اس کا ذکر کیا گیا۔ تو فرمایا کہ میرا فرزند میری پشت پر آ گیا تھا۔ میں نے یہ نہ چاہا کہ اسے اس وقت تک پشت سے اتاروں، جب تک کہ وہ خود نہ اتر جائے۔ اس لیے سجدہ کو طول دینا پڑا۔ حکیم ترمذی اور نسائی و ابوداؤد نے لکھا ہے کہ آنحضرتؐ ایک دن محو خطبہ تھے کہ حسنین آ گئے اور حسنؑ کے پاؤں دامن عبا میں اس طرح الجھے کہ زمین پر گر پڑے، یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے خطبہ ترک کر دیا اور منبر سے اتر کر انھیں آغوش میں اٹھایا اور منبر پر لے جا کر خطبہ شروع فرمایا۔ (مطالب السؤل صفحہ ۲۲۳)۔

امام حسنؑ کی سرداری جنت

آلِ محمدؐ کی سرداری مسلمات سے ہے۔ علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ سرورِ کائناتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

"الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ وابوھما خیر منھما" حسن اور حسین جوانان بہشت کے سردار ہیں اور ان کے والد بزرگوار یعنی علی ابن ابی طالب ان دونوں سے بہتر ہیں۔
جناب حذیفہ یمانی کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کو ایک دن بہت زیادہ مسرور پا کر عرض کی مولا آج افراطِ شادمانی کی کیا وجہ ہے۔ ارشاد فرمایا کہ مجھے آج جبرئیلؑ نے یہ بشارت دی ہے کہ میرے دونوں فرزند حسن وحسین جوانانِ بہشت کے سردار ہیں اور ان کے والد علی ابن ابی طالب ان سے بھی بہتر ہیں۔ (کنز العمال جلد ۶ ص۲۲۱ صواعق محرقہ ص۱۱۷) اس حدیث سے اس کی بھی وضاحت ہو گئی کہ حضرت علیؑ صرف سید ہی نہ تھے بلکہ فرزندانِ سیادت کے باپ تھے۔

جذبۂ اسلام کی فراوانی

مورخین کا بیان ہے کہ ایک دن ابوسفیان حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ آپ آنحضرتؐ سے سفارش کر کے ایک ایسا معاہدہ لکھوا دیجئے جس کی رُو سے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ جو کچھ کہہ چکے ہیں اب اس میں سرِمو فرق نہ ہوگا۔ اس نے امام حسنؑ سے سفارش کی خواہش کی، آپ کی عمر اگرچہ اس وقت صرف ۱۴ ماہ کی تھی۔ لیکن آپ نے اس وقت ایسی جرأت کا ثبوت دیا جس کا تذکرہ زبانِ تاریخ پر ہے۔ لکھا ہے کہ ابوسفیان کی طلب سفارش پر آپ نے دوڑ کر اس کی ڈاڑھی پکڑ لی اور ناک مروڑ کر کہا کلمۂ شہادت زبان پر جاری کرو۔ تمہارے لیے سب کچھ ہے یہ دیکھ کر امیرالمومنینؑ مسرور ہو گئے (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ ص۴۶)۔

امام حسن اور ترجمانی وحی

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسنؑ کا یہ وطیرہ تھا کہ آپ انتہائی کم سنی کے عالم میں اپنے نانا پر نازل ہونے والی وحی من و عن اپنی والدہ ماجدہ کو سنا دیا کرتے تھے ایک دن حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے بنت رسول میرا جی چاہتا ہے کہ میں حسن کو ترجمانی وحی کرتے ہوئے خود دیکھوں، اور سنوں، سیدہ نے امام حسن کے پہنچنے کا وقت بتا دیا۔ ایک دن امیرالمومنینؑ حسن سے پہلے داخلِ خانہ ہو گئے اور گوشۂ خانہ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ امام حسن حسبِ معمول تشریف لائے اور ماں کی آغوش میں بیٹھ کر وحی سنانا شروع کر دی۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد عرض کی "یا اماہ قد تلجلج لسانی وکل بیانی لعل سیدی یرانی" مادرِ گرامی آج زبانِ وحی ترجمان میں لکنت اور بیانِ مقصد میں رکاوٹ ہو رہی ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میرے بزرگ محترم مجھے دیکھ رہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت امیرالمومنینؑ نے دوڑ کر امام حسن کو آغوش میں اٹھا لیا۔ اور بوسہ دینے لگے۔ (بحار الانوار جلد ۱۰ ص۱۹۳)۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت امام حسنؑ کا بچپن میں لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرنا

امام بخاری رقمطراز ہیں کہ ایک دن کچھ صدقہ کی کھجوریں آئی ہوئی تھیں۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ اس کے ڈھیر سے کھیل رہے تھے اور کھیل ہی کے طور پر امام حسنؑ نے ایک کھجور دہن اقدس میں رکھ لی۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے فرمایا اے حسن کیا تمہیں معلوم نہیں ہے؟ کہ ہم لوگوں پر صدقہ حرام ہے۔ (صحیح بخاری پارہ ۶ صفحہ ۵۲)۔

حضرت حجۃ الاسلام شہید ثالث قاضی نور اللہ شوشتری تحریر فرماتے ہیں کہ "امام پر اگرچہ وحی نازل نہیں ہوتی لیکن اس کو الہام ہوتا ہے اور وہ لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے جس پر علامہ ابن حجر عسقلانی کا وہ قول دلالت کرتا ہے۔ جو انھوں نے صحیح بخاری کی اس روایت کی شرح میں لکھا ہے جس میں آنحضرتؐ نے امام حسنؑ کے شیر خوارگی کے عالم میں صدقہ کی کھجور کے منہ میں رکھ لینے پر اعتراض فرمایا تھا۔ "کخ کخ اما تعلم ان الصدقۃ علینا حرام"۔ تھوکو تھوکو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگوں پر صدقہ حرام ہے اور جس شخص نے یہ خیال کیا کہ امام حسنؑ اس وقت دودھ پیتے تھے۔ آپ پر ابھی شرعی پابندی نہ تھی۔ آنحضرتؐ نے ان پر کیوں اعتراض کیا۔ اس کا جواب علامہ عسقلانی نے اپنی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں دیا ہے کہ "امام حسن اور دوسرے بچے برابر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان الحسن یطالع لوح المحفوظ" امام حسن شیر خوارگی کے عالم میں بھی لوحِ محفوظ کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ (احقاق الحق صفحہ ۱۴۷)

خلیفۂ اول کو منبرِ رسولؐ سے اُترنے کا حکم

علامہ ابن حجر اور امام سیوطی رقمطراز ہیں کہ امام حسنؑ ایک دن مسجد رسولؐ سے گزرے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر منبرِ رسولؐ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ سے رہا نہ گیا اور آپ منبر کے قریب تشریف لے جا کر فرمانے لگے۔ "انزل عن منبر ابی" میرے باپ کے منبر سے اتر آؤ، یہ تمہارے بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے۔ یہ سن کر وہ منبر سے اتر آئے اور امام حسنؑ کو اپنی آغوش میں بٹھا لیا۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۵۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۵ ریاض النضرہ صفحہ ۱۳۸)۔

امام حسنؑ کا بچپن اور مسائلِ علمیہ

یہ مسلمات سے ہے کہ حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام کو علم لدنی ہوا کرتا تھا۔ وہ دنیا میں تحصیل علم کے محتاج نہیں ہوا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بچپن میں ہی ایسے مسائل علمیہ سے واقف ہوتے تھے جن سے دنیا کے عام علماء اپنی زندگی کے آخری عمر تک بے بہرہ رہتے تھے۔ امام حسنؑ جو خانوادہ رسالت کی ایک فرد اکمل اور سلسلۂ عصمت کی ایک مستحکم کڑی تھے، کے بچپن کے حالات و واقعات

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دیکھے جائیں تو میرے دعویٰ کا ثبوت مل سکے گا۔

(۱) مناقب ابنِ شہر آشوب میں بحوالہ شرحِ اخبار قاضی نعمان مرقوم ہے کہ ایک سائل حضرت ابوبکر کی خدمت میں آیا اور اس نے سوال کیا کہ میں نے حالت احرام میں شتر مرغ کے چند انڈے بھون کر کھا لیے ہیں۔ بتائیے کہ مجھ پر کیا کفارہ واجب الادا ہوا۔ سوال کا جواب چونکہ اُن کے بس کا نہ تھا اس لیے عرقِ ندامت پیشانیِ خلافت پر آ گیا۔ ارشاد ہوا کہ اسے عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس لے جاؤ۔ جو اُن سے سوال دُھرایا تو وہ بھی خاموش ہو گئے اور کہا کہ اس کا حل تو امیرالمومنینؑ کر سکتے ہیں سائل حضرت علیؑ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے سائل سے فرمایا کہ میرے دو چھوٹے بچے جو سامنے نظر آ رہے ہیں ان سے دریافت کر لے۔ سائل امام حسن کی طرف متوجہ ہوا اور مسئلہ دہرایا۔ امام حسنؑ نے جواب دیا کہ تو نے جتنے انڈے کھائے ہیں اتنی ہی عمدہ اونٹنیاں لے کر انھیں حاملہ کرا۔ اور اُن سے جو بچے پیدا ہوں انھیں راہ خدا میں ہدیہ خانہ کعبہ کر دے۔ امیرالمومنین نے ہنس کر فرمایا کہ بیٹا جواب تو بالکل صحیح ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ کچھ حمل ضائع ہو جاتے ہیں اور کچھ بچے مر جاتے ہیں۔ عرض کی بابا جان بالکل درست ہے۔ مگر ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ کچھ انڈے بھی خراب اور گندے نکل جاتے ہیں۔ یہ سُن کر سائل پکار اٹھا کہ ایک مرتبہ اپنے عہد میں سلیمان بن داؤد نے بھی یہی جواب دیا تھا۔ جیسا کہ میں نے اپنی کتابوں میں دیکھا ہے۔

(۲) ایک روز امیرالمومنین مقام رحبہ میں تشریف فرما تھے۔ اور حسنینؑ بھی وہاں موجود تھے ناگاہ ایک شخص آ کر کہنے لگا کہ میں آپ کی رعایا اور اہلِ بلد (شہری) ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو نہ میری رعایا میں سے ہے اور نہ میرے شہر کا شہری ہے۔ بلکہ بادشاہ روم کا فرستادہ ہے تجھے اس نے معاویہ کے پاس چند مسائل دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا اور اس نے میرے پاس بھیج دیا ہے۔ اُس نے کہا یا حضرت آپ کا ارشاد بالکل بجا ہے۔ مجھے معاویہ نے پوشیدہ طور پر آپ کے پاس بھیجا ہے اور اس کا حال خداوند عالم کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے، مگر آپ بعلم امامت سمجھ گئے آپ نے فرمایا کہ اچھا اب ان مسائل کے جوابات ان دو بچوں میں سے کسی ایک سے پوچھ لے۔ وہ امام حسن کی طرف متوجہ ہو کر چاہتا تھا کہ سوال کرے کہ امام حسن نے فرمایا کہ اے شخص تو یہ دریافت کرنے آیا ہے کہ (۱) حق و باطل میں کتنا فاصلہ ہے (۲) زمین و آسمان تک کتنی مسافت ہے (۳) مشرق و مغرب میں کتنی دوری ہے۔ (۴) قوس قزح کیا چیز ہے (۵) مخنث کسے کہتے ہیں (۶) وہ دس چیزیں کیا ہیں جن میں سے ہر ایک کو خداوند عالم نے دوسرے سے سخت اور فائق پیدا کیا ہے سُن، حق و باطل میں چار انگشت کا فرق و فاصلہ ہے۔ اکثر و بیشتر جو کچھ آنکھ سے دیکھا حق ہے۔ اور جو کان سے سُنا باطل ہے۔ (آنکھ سے دیکھا ہوا یقینی۔ کان سے سُنا ہوا محتاج تحقیق۔ زمین

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور آسمان کے درمیان اتنی مسافت ہے کہ مظلوم کی آہ اور آنکھ کی روشنی پہنچ جاتی ہے بشرق و مغرب میں اتنا فاصلہ ہے کہ سورج ایک دن میں طے کر لیتا ہے اور قوسِ قزح اصل میں قوسِ خدا ہے اس لیے کہ قزح شیطان کا نام ہے۔ یہ فراوانی رزق اور اہل زمین کے لیے غرق سے امان کی علامت ہے۔ اس لیے اگر یہ خشکی میں نمودار ہوتی ہے تو بارش کے علامات میں سے سمجھی جاتی ہے اور بارش میں نکلتی ہے تو ختم باراں کی علامات میں سے شمار کی جاتی ہے۔ مخنث وہ ہے جس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت اور اس کے جسم میں دونوں کے اعضا ہوں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ تا حدِ بلوغ انتظار کریں اگر محتلم ہو تو مرد اور حائض ہو اور پستان اُبھر آئیں تو عورت۔ اگر اس سے مسئلہ حل نہ ہو تو دیکھنا چاہیئے کہ اس کے پیشاب کی دھار سیدھی جاتی ہے یا نہیں اگر سیدھی جاتی ہے تو مرد ورنہ عورت۔ اور وہ دس چیزیں جن میں سے ایک دوسرے پر غالب وقوی ہے وہ یہ ہیں کہ خدا نے سب سے زائد سخت پتھر کو پیدا کیا ہے۔ مگر اس سے زیادہ سخت لوہا ہے جو پتھر کو بھی کاٹ دیتا ہے اور اس سے زائد سخت وقوی آگ ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے اور آگ سے زیادہ سخت قوی پانی ہے جو آگ کو بجھا دیتا ہے اور اس سے زائد سخت وقوی ابر ہے۔ جو پانی کو اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتا ہے اور اس سے زائد وقوی ہوا ہے جو ابر کو اُڑائے پھرتی ہے اور ہوا سے زائد سخت وقوی فرشتہ ہے جس کے ہوا محکوم ہے اور اس سے زائد سخت وقوی ملک الموت ہے جو فرشتہ باد کی بھی رُوح قبض کر لیں گے اور ملک الموت سے بھی زائد سخت وقوی موت ہے جو ملک الموت کو بھی مار ڈالے گی۔ اور موت سے زائد سخت وقوی حکمِ خدا ہے جو موت کو بھی ٹال دیتا ہے۔ یہ جوابات سُن کر سائل پھڑک اُٹھا۔

(۳) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں خون آلودہ چھری ہے اور اسی جگہ ایک شخص ذبح کیا ہوا پڑا ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ تو نے اسے قتل کیا ہے، تو اس نے کہا ہاں۔ لوگ اسے جسدِ مقتول سمیت جناب امیرالمومنینؑ کی خدمت میں لے چلے۔ اتنے میں ایک اور شخص دوڑتا ہوا آیا، اور کہنے لگا کہ اسے چھوڑ دو۔ اس مقتول کا قاتل میں ہوں۔ ان لوگوں نے اسے بھی ساتھ لے لیا اور حضرت کے پاس لے گئے۔ سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے پہلے شخص سے پوچھا کہ جب تو اس کا قاتل نہیں تھا تو کیا وجہ ہے کہ اپنے کو اس کا قاتل بیان کیا۔ اس نے کہا یا مولا میں قصاب ہوں۔ گوسفند ذبح کر رہا تھا کہ مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی۔ اس طرح خون آلود چھری ہاتھ میں لیے ہوئے اس خرابہ میں چلا گیا۔ وہاں دیکھا کہ یہ مقتول تازہ ذبح کیا ہوا پڑا ہے۔ اتنے میں لوگ آ گئے اور مجھے پکڑ لیا۔ میں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس وقت جبکہ قتل کے سارے قرائن موجود ہیں میرے انکار کو کون باور کرے گا۔ میں نے اقرار کر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لیا۔ پھر آپ نے دوسرے سے پوچھا کہ تو اس کا قاتل ہے۔ اس نے کہا۔ جی ہاں۔ میں ہی اسے قتل کر کے چلا گیا تھا۔ جب دیکھا کہ ایک قصاب کی ناحق جان چلی جائے گی، تو حاضر ہوگیا۔ آپ نے فرمایا میرے فرزند حسن کو بلاؤ وہی اس مقدمہ کا فیصلہ سنائیں گے۔ امام حسن آئے اور سارا قصہ سنا۔ فرمایا دونوں کو چھوڑ دو۔ یہ قصاب بے قصور ہے اور یہ شخص اگرچہ قاتل ہے مگر اس نے ایک نفس کو قتل کیا۔ تو دوسرے نفس (قصاب) کو بچا کر۔ . . اسے حیات دی اور اس کی جان بچالی اور حکم قرآن ہے کہ "من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا"۔ یعنی جس نے ایک نفس کی جان بچالی اس نے گویا تمام لوگوں کی جان بچائی۔ لہٰذا اس مقتول کا خون بہا بیت المال سے دیا جائے۔ ^۱ علی ابن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ شاہ روم نے جب حضرت علی کے مقابلہ میں معاویہ کی چیرہ دستیوں سے آگاہی حاصل کی تو دونوں کو لکھا کہ میرے پاس ایک ایک نمائندہ بھیج دیں۔ حضرت علی کی طرف سے امام حسن اور معاویہ کی طرف سے یزید کی روانگی عمل میں آئی۔ یزید نے وہاں پہنچ کر شاہ روم کی دست بوسی کی اور امام حسن نے جاتے ہی کہا کہ خدا کا شکر ہے میں یہودی، نصرانی، مجوسی وغیرہ نہیں ہوں بلکہ خالص مسلمان ہوں۔ شاہ روم نے چند تصاویر نکالیں۔ یزید نے کہا کہ میں ان میں سے ایک کو بھی نہیں پہچانتا اور نہ بتا سکتا ہوں کہ یہ کن حضرات کی شکلیں ہیں۔ امام حسن نے حضرت آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ اسمٰعیل اور شعیب و یحییٰ کی تصویریں دیکھ کر شکلیں پہچان لیں اور ایک تصویر دیکھ کر آپ رونے لگے۔ بادشاہ نے پوچھا کس کی تصویر ہے۔ فرمایا میرے جد نامدار کی۔ اس کے بعد بادشاہ نے سوال کیا کہ وہ کون سے جاندار ہیں جو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے۔ آپ نے فرمایا اے بادشاہ وہ سات جاندار ہیں (۱) آدم (۲) حوا (۳) دنبہ ابراہیم (۴) ناقہ صالح (۵) ابلیس (۶) موسوی اژدہا (۷) وہ کوا جس نے قابیل کی دفن ہابیل کی طرف رہبری کی۔ بادشاہ نے یہ تبحر علمی دیکھ کر آپ کی بڑی عزت کی اور تحائف کے ساتھ واپس کیا۔

امام حسنؑ اور تفسیر قرآن

علامہ ابن طلحہ شافعی بحوالہ تفسیر وسیط واحدی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن عباس اور ابن عمر سے ایک آیت سے متعلق "شاھد و مشھود" کے معنی دریافت کئے ابن عباس نے شاہد سے یوم جمعہ اور مشہود سے یوم عرفہ بتایا اور ابن عمر نے یوم جمعہ اور یوم النحر کہا۔ اس کے بعد وہ شخص امام حسن کے پاس پہنچا، آپ نے شاہد سے رسول خدا اور مشہود سے یوم قیامت فرمایا اور دلیل میں آیت پڑھی ^۲ یا ایھا النبی انا ارسلنٰک شاھدا و مبشرا و نذیرا اے نبی ہم نے تم کو شاہد و مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے ^۲ ذالک یوم مجموع لہ الناس وذالک یوم مشھود۔ قیامت کا وہ دن ہوگا جس میں تمام لوگ ایک مقام پر جمع کر دیئے جائیں گے۔ اور یہی یوم مشہود ہے۔ سائل نے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سب کا جواب سننے کے بعد کہا "فکان قول الحسن احسن" امام حسن کا جواب دونوں سے کہیں بہتر ہے۔ (مطالب السئول ص۲۲۵)۔

امام حسنؑ کی سایۂ رحمت سے محرومی

مورخین کا بیان ہے کہ امام حسن کی عمر جب سات سال پانچ ماہ اور تیرہ یوم کی ہوئی تو آپ کے سر سے رحمۃ للعالمین کا سایہ ۲۸ صفر سنہ ۱۱ ہجری کو اٹھ گیا۔ ابھی آپ نانا کے سوگ منانے سے فراغت حاصل نہ کر سکے تھے کہ ۳ جمادی الثانیہ سنہ ۱۱ ہجری کو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؑ زہرا نے بھی انتقال فرمایا۔ اس غم بالائے غم نے امام حسن کو بے انتہا صدمہ پہنچایا۔

مشابہت رسولؐ

علامہ علی متقی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ حسن رسول کریمؐ صلعم کی شکل و شباہت سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔ انس بن مالک کا بیان ہے کہ امام حسنؑ کے جسم کا نصف بالائی حصہ رسول اکرمؐ اور نصف حصہ زیریں امیرالمومنین سے مشابہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ حسن میں خدا نے ہیبت اور سرداری اور حسین میں جرأت و ہمت ودیعت کی ہے۔ (کنزالعمال جلد ۷ ص۱۰۷)۔

امام حسنؑ کی عبادت

امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام زبردست عابد، بے مثل زاہد، افضل ترین عالم تھے۔ آپ نے جب بھی حج فرمایا پیدل فرمایا، کبھی کبھی پا برہنہ حج کے لیے جاتے تھے۔ آپ اکثر موت، عذاب، قبر، صراط اور بعثت و نشور کو یاد کر کے رویا کرتے تھے۔ جب آپ وضو کرتے تھے تو آپ کے چہرہ کا رنگ زرد ہو جایا کرتا تھا اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو بید کی طرح کانپنے لگتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ جب دروازہ مسجد پر پہنچتے تو خدا کو مخاطب کر کے کہتے۔ میرے پالنے والے تیرا گنہگار بندہ تیری بارگاہ میں آیا ہے۔ اے رحمٰن و رحیم اپنے اچھائیوں کے صدقہ میں مجھ جیسے برائی کرنے والے بندہ کو معاف کر دے۔ آپ جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تھے تو اس وقت تک خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ جب تک سورج طالع نہ ہو جائے۔ (روضۃ الواعظین بحارالانوار)۔

آپ کا زُہد

امام شافعی لکھتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام نے اکثر اپنا سارا مال راہِ خدا میں تقسیم کر دیا ہے اور بعض مرتبہ نصف مال تقسیم فرمایا ہے وہ عظیم اور پرہیزگار تھے۔

آپ کی سخاوت

مورخین لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے کچھ مانگا دستِ سوال دراز ہونا تھا کہ آپ نے پچاس ہزار درہم اور پانچ سو اشرفیاں دے دیں اور فرمایا کہ مزدور لا کر اسے اٹھوا لے جا۔ اس کے بعد آپ نے مزدور کی مزدوری

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں اپنا چغا بخش دیا (مراۃ الجنان ص۱۲۳) ایک مرتبہ آپ نے ایک سائل کو خدا سے دعا کرتے ہوئے سُنا۔ "خدایا مجھے دس ہزار درہم عطا فرما۔" آپ نے گھر پہنچ کر مطلوبہ رقم بھجوا دی۔ (نورالابصار ص۱۲۲) آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ تو فاقہ کرتے ہیں۔ لیکن سائل کو محروم واپس نہیں فرماتے، ارشاد فرمایا کہ میں خدا سے مانگنے والا ہوں۔ اُس نے مجھے دینے کی عادت ڈال رکھی ہے اور میں نے لوگوں کو دینے کی عادت ڈالی ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر اپنی عادت بدل دوں، تو کہیں خدا بھی نہ اپنی عادت بدل دے اور مجھے بھی محروم کر دے۔ (ص۱۲۳)

توکل کے متعلق آپ کا ارشاد

امام شافعی کا بیان ہے کہ کسی نے امام حسن سے عرض کی کہ ابوذر غفاری فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تونگری سے زیادہ ناداری اور صحت سے زیادہ بیماری پسند ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا ابوذر پر رحم کرے۔ ان کا کہنا درست ہے۔ لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو شخص خدا کے قضا و قدر پر توکل کرے وہ ہمیشہ اسی چیز کو پسند کرے گا جسے خدا اس کے لیے پسند کرے۔ (مراۃ الجنان جلد ۱ ص۱۲۵)۔

امام حسنؑ حلم اور اخلاق کے میدان میں

علامہ ابن شہر آشوب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن حضرت امام حسن علیہ السّلام گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لیے جا رہے تھے۔ راستہ میں معاویہ کے طرف داروں کا ایک شامی سامنے آپڑا۔ اس نے حضرت کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ آپ نے اس کا مطلقاً کوئی جواب نہ دیا جب وہ اپنی جیسی کر چکا تو آپ اس کے قریب گئے اور اس کو سلام کرکے فرمایا، کہ بھائی شاید تو مسافر ہے، سُن اگر تجھے سواری کی ضرورت ہو، تو میں تجھے سواری دے دوں، اگر تو بھوکا ہے تو کھانا کھلا دوں۔ اگر تجھے کپڑے درکار ہوں تو کپڑے دے دوں۔ اگر تجھے رہنے کو جگہ چاہیے، تو مکان کا انتظام کر دوں۔ اگر دولت کی ضرورت ہے تو تجھے اتنا دے دوں کہ تو خوش حال ہو جائے یہ سُن کر شامی بے انتہا شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ زمین خدا پر اس کے خلیفہ ہیں۔ مولا میں تو آپ کو اور آپ کے باپ دادا کو سخت نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ لیکن آج آپ کے اخلاق نے مجھے آپ کا گرویدہ بنا دیا۔ اب میں آپ کے قدموں سے دُور نہ جاؤں گا اور تا حیات آپ کی خدمت میں رہوں گا۔ (مناقب جلد ۴ ص۱۹ وکامل مبرد ج ۱ ص۸۶)

اِحسان کا بدلہ اِحسان

ابوالحسن مدائنی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ، امام حسینؑ اور عبداللہ بن جعفر طیار حج کو جاتے ہوئے بھوک، و پیاس کی حالت میں ایک ضعیفہ کے جھونپڑے میں جا پہنچے اور اس سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کھانے پینے کی چیز طلب فرمائی۔ اس نے عرض کی کہ میرے پاس ایک بکری ہے اس کا دودھ دوھ کر پیاس بجھائی جا سکتی ہے۔ انھوں نے دودھ پی لیا۔ لیکن گرسنگی سے تسلی نہ ہوئی تو اُس سے فرمایا کہ کچھ کھانے کا بندوبست بھی ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا کہ میرے پاس تو بس یہی ایک بکری ہے۔ لیکن میں قسم دیتی ہوں کہ آپ اسے ذبح کر کے تناول فرمالیں۔ بکری ذبح کی گئی۔ گوشت بھونا گیا اور سب نے کھالیا اس کے بعد قدرے آرام کر کے وہ لوگ روانہ ہو گئے۔ جب شام کو اس کا شوہر آیا تو اس عورت نے سارا واقعہ کہہ سُنایا۔ شوہر نے پوچھا وہ کون لوگ تھے۔ کہا معلوم نہیں، جاتے وقت صرف یہ کہا تھا کہ ہم مدینہ کے رہنے والے ہیں۔ شوہر نے کہا خدا کی بندی یہ تو بتا کہ اب ہمارا گزارہ کس طرح ہوگا۔ غرضکہ تھوڑے عرصہ میں ان لوگوں کو قحط کا سامنا کرنا پڑا اور یہ سخت مصیبتوں میں مبتلا ہو کر بھیک مانگتے ہوئے مدینہ جا پہنچے، ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ناگاہ امام حسن کی نگاہ اس عورت پر جا پڑی۔ آپ نے اُسے بلوا کر بکری والا واقعہ یاد دلایا اور اس کو ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار اشرفیاں عنایت فرما دیں اور اسے امام حسینؑ کی خدمت میں بھیج دیا۔ انھوں نے بھی اسی قدر بکریاں وغیرہ عطا فرمائیں۔ پھر عبد اللہ ابن جعفر کو اطلاع دی گئی انھوں نے بھی اسی کے لگ بھگ اسے دے دیا وہ مالا مال ہو کر اپنے گھر واپس چلی گئی۔ (نور الابصار ص ۱۲۱ و مطالب السؤل ص ۲۲۹)۔

عہدِ امیر المومنین میں امام حسنؑ کی اسلامی خدمات

تواریخ میں ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کو پچیس برس کی خانہ نشینی کے بعد مسلمانوں نے خلیفہ ظاہری کی حیثیت سے تسلیم کیا اور اس کے بعد جمل صفین اور نہروان کی لڑائیاں ہوئیں تو ہر ایک جہاد میں امام حسن علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ساتھ ہی نہیں رہے بلکہ بعض موقعوں پر جنگ میں آپ نے کارہائے نمایاں بھی کئے۔ سیر الصحابہ اور روضۃ الصفا میں ہے کہ جنگ صفین کے سلسلے میں جب ابوموسیٰ اشعری کی ریشہ دوانیاں عریاں ہو چکیں تو امیر المومنین نے امام حسن اور عمار یاسر کو کوفہ روانہ فرمایا۔ آپ نے جامع کوفہ میں ابوموسیٰ کے افسون کو اپنی تقریر کے تریاق سے بے اثر بنا دیا اور لوگوں کو حضرت علی کے ساتھ جنگ کے لیے جانے پر آمادہ کر دیا۔

اخبار الطوال کی روایت کی بناء پر نو ہزار چھ سو پچاس افراد کا لشکر تیار ہو گیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ جنگ جمل کے بعد جب عائشہ مدینہ جانے پر آمادہ نہ ہوئیں تو حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو بھیجا کہ انھیں سمجھا بجھا کر مدینہ روانہ کریں۔ چنانچہ وہ اس سعی ممدوح میں کامیاب ہو گئے۔ بعض تاریخوں میں ہے کہ امام حسن جنگ جمل و صفین میں علمدار لشکر تھے اور آپ نے معاہدہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تحکیم پر دستخط بھی فرمائے تھے۔ اور جنگِ جمل و صفین اور نہروان میں بھی سعی بلیغ کی تھی۔

فوجی کاموں کے علاوہ آپ کے سپُرد سرکاری مہمان خانہ کا انتظام اور شاہی مہمانوں کی مدارات کا کام بھی تھا۔ آپ مقدمات کے فیصلے بھی کرتے تھے اور بیت المال کی نگرانی بھی فرماتے تھے وغیرہ وغیرہ

حضرت علیؑ کی شہادت اور امام حسنؑ کی بیعت

مورخین کا بیان ہے کہ امام حسن کے والد بزرگوار حضرت علی علیہ السلام کے سرِ مبارک پر بمقام مسجد کوفہ ۱۸ر رمضان ۴۰ھ ہجری بوقتِ صبح امیر معاویہ کی سازش سے عبدالرحمٰن ابن ملجم مرادی نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار لگائی جس کے صدمہ سے آپ نے ۲۱ر رمضان المبارک ۴۰ھ ہجری کو بوقتِ صبح شہادت پائی۔ اس وقت امام حسن کی عمر ۳۷ سال چھ یوم کی تھی۔ حضرت علی کی تکفین و تدفین کے بعد عبداللہ ابن عباس کی تحریک سے بقول ابن اثیر قیس ابن سعد بن عبادہ انصاری نے امام حسن کی بیعت کی اور ان کے بعد تمام حاضرین نے بیعت کر لی جن کی تعداد چالیس ۴۰ ہزار تھی۔ یہ واقعہ ۲۱ر رمضان ۴۰ھ یوم جمعہ کا ہے۔ کفایۃ الاثر علامہ مجلسی میں ہے کہ اس وقت آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ جس میں آپ نے حمد و ثنا کے بعد بارہ امام کی خلافت کا ذکر فرمایا اور اس کی وضاحت کی کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ہم میں ہر ایک یا تلوار کے گھاٹ اُترے گا یا زہرِ دغا سے شہید ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے عراق، ایران، خراسان، حجاز اور یمن و بصرہ وغیرہ کے عمال کی طرف توجہ کی اور عبداللہ ابن عباس کو بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ معاویہ کو جونہی یہ خبر پہنچی کہ بصرہ کے حاکم ابن عباس مقرر کر دیئے گئے ہیں تو اس نے دو جاسوس روانہ کئے ایک قبیلہ حمیر کا کوفہ کی طرف اور دوسرا قبیلہ ذیقین کا بصرہ کی طرف۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگ امام حسن سے منحرف ہو کر میری طرف آ جائیں۔ لیکن وہ دونوں جاسوس گرفتار کر لیے گئے اور بعد میں انھیں قتل کر دیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جب عنانِ حکومت امام حسنؑ کے ہاتھوں میں آئی تو زمانہ بڑا پُر آشوب تھا حضرت علی جن کی شجاعت کی دھاک سارے عرب میں بیٹھی ہوئی تھی۔ دُنیا سے کوچ کر چکے تھے۔ ان کی دفعتہً شہادت نے سوئے ہوئے فتنوں کو بیدار کر دیا تھا اور ساری مملکت میں سازشوں کی کھچڑی پک رہی تھی۔ خود کوفہ میں اشعت ابن قیس، عمرو بن حریث۔ شیث ابن ربعی وغیرہ کھلم کھلا برسرِ عناد اور آمادۂ فساد نظر آتے تھے . . . معاویہ نے جابجا جاسوس مقرر کر دیئے تھے۔ جو مسلمانوں میں پھوٹ ڈلواتے اور حضرت کے لشکر میں اختلاف و تشتت و افتراق کا بیج بوتے تھے۔ اس نے کوفہ کے بڑے بڑے سرداروں سے سازشی ملاقاتیں کیں اور بڑی بڑی رشوتیں دے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کر انھیں توڑ دیا۔ بحارالانوار میں علل الشرائع کے حوالے سے منقول ہے کہ معاویہ نے عمرو بن حریث، اشعث بن قیس، حجر ابن الحجر، شبث ابن ربعی کے پاس علیحدہ علیحدہ یہ پیام بھیجا کہ جس طرح ہو سکے حسن ابن علی کو قتل کرا دو، جو منچلا یہ کام کر گزرے گا اس کو دو لاکھ درہم نقد انعام دوں گا۔ فوج کی سرداری عطا کروں گا۔ اور اپنی کسی لڑکی سے اس کی شادی کر دوں گا۔ یہ انعام حاصل کرنے کے لیے لوگ شب و روز موقع کی تاک میں رہنے لگے۔ حضرت کو اطلاع ملی تو آپ نے کپڑوں کے نیچے زرہ پہننی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ نماز جماعت پڑھانے کے لیے باہر نکلتے تو زرہ پہن کر نکلتے تھے معاویہ نے ایک طرف تو خفیہ توڑ جوڑ کیے۔ دوسری طرف ایک بڑا لشکر عراق پر حملہ کرنے کے لیے بھیج دیا۔ جب حملہ آور لشکر حدود عراق میں دُور تک آگے بڑھ آیا تو حضرت نے اپنے لشکر کو حرکت کرنے کا حکم دیا۔ حجر ابن عدی کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ آگے بڑھنے کے لیے فرمایا۔ آپ کے لشکر میں بھیڑ بھاڑ تو خاصی نظر آنے لگی تھی مگر سردار جو سپاہیوں کو لڑاتے ہیں۔ کچھ تو معاویہ کے ہاتھ بک چکے تھے۔ کچھ عافیت کوشی میں مصروف تھے۔ حضرت علی کی شہادت نے دوستوں کے حوصلے پست کر دیے تھے اور دشمنوں کو جرات و ہمت دلا دی تھی۔

مورخین کا بیان ہے کہ معاویہ ۶۰ ہزار کی فوج لے کر مقام مسکن میں جا اترا جو بغداد سے دس فرسخ تکریت کی جانب "اوانا" کے قریب واقع ہے۔ امام حسن علیہ السلام کو جب معاویہ کی پیشقدمی کا علم ہوا تو آپ نے بھی ایک بڑے لشکر کے ساتھ کوچ کر دیا اور کوفے سے ساباط میں جا پہنچے اور ۱۲ ہزار کی فوج قیس ابن سعد کی ماتحتی میں معاویہ کی پیش قدمی روکنے کے لیے روانہ کر دی۔ پھر ساباط سے روانہ ہوتے وقت آپ نے ایک خطبہ پڑھا۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ

"لوگو! تم نے اس شرط پر مجھ سے بیعت کی ہے کہ صلح اور جنگ دونوں حالتوں میں میرا ساتھ دوگے" میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے کسی شخص سے بغض و عداوت نہیں ہے۔ میرے دل میں کسی کو ستانے کا خیال نہیں۔ میں صلح کو جنگ سے اور محبت کو عداوت سے کہیں بہتر سمجھتا ہوں۔"

لوگوں نے حضرت کے اس خطاب کا مطلب یہ سمجھا کہ حضرت امام حسنؑ، امیر معاویہ سے صلح کرنے کی طرف مائل ہیں اور خلافت سے دستبرداری کا ارادہ دل میں رکھتے ہیں۔ اسی دوران میں معاویہ نے امام حسنؑ کے لشکر کی کثرت سے متاثر ہو کر بمشورہ عمرو عاص کچھ لوگوں کو امام حسنؑ کے لشکر میں اور کچھ کو قیس ابن سعد کے لشکر میں بھیج کر ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈا کرا دیا۔ امام حسنؑ کے لشکر والے سازشیوں نے قیس کے متعلق یہ شہرت دینی شروع کی کہ اس نے معاویہ سے صلح کر لی ہے اور قیس بن سعد کے لشکر میں جو سازشی گھسے ہوئے تھے انھوں نے تمام لشکریوں میں یہ چرچا کر دیا کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی ہے۔ امام حسنؑ کے دونوں لشکروں میں اس غلط افواہ کے پھیل جانے سے بغاوت اور بدگمانی کے جذبات

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ابھر نکلے۔ امام حسن کے لشکر کا وہ عنصر جسے پہلے ہی سے شبہ تھا کہ یہ مائل بہ صلح ہیں یہ کہنے لگا کہ امام حسن بھی اپنے باپ حضرت علی کی طرح کافر ہوگئے ہیں۔ بالآخر فوجی آپ کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے۔ آپ کا کل اسباب لوٹ لیا۔ آپ کے نیچے سے مصلیٰ تک گھسیٹ لیا۔ دوشِ مبارک پر سے ردا بھی اتار لی اور بعض نمایاں قسم کے افراد نے امام حسن کو معاویہ کے حوالے کر دینے کا پلان تیار کیا۔ آخر کار آپ ان بدبختوں سے مایوس ہوکر مدائن کے گورنر، سعد یا سعید کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستہ میں ایک خارجی نے جس کا نام بروایت الاخبار الطوال ص۳۹۳، "جراح بن قبیصہ" تھا۔ آپ کی ران پر کمین گاہ سے ایک ایسا خنجر لگایا جس نے ہڈی تک محفوظ نہ رہنے دیا۔ آپ نے مدائن میں مقیم رہ کر علاج کرایا۔ اور اچھے ہوگئے۔ "تاریخ کامل جلد ۳ ص۱۶۱" تاریخ آئمہ ص۳۳۳ فتح الباری۔

معاویہ نے موقع غنیمت جان کر ۲۰ ہزار کا لشکر عبداللہ ابن عامر کی قیادت و ماتحتی میں مدائن بھیج دیا۔ امام حسن ان سے لڑنے کے لیے نکلنے ہی والے تھے کہ اس نے عام شہرت کر دی کہ معاویہ بہت بڑا لشکر لیے ہوئے آ رہا ہے۔ میں امام حسن اور ان کے لشکر سے درخواست کرتا ہوں کہ مفت میں اپنی جان نہ دیں اور صلح کر لیں۔

اس دعوتِ صلح اور پیغام خوف سے لوگوں کے دل بیٹھ گئے ہمتیں پست ہوگئیں اور امام حسن کی فوج بھاگنے کے لیے راستہ ڈھونڈھنے لگی۔

صلح

مورخ معاصر علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ امیر شام کو حضرت امام حسن علیہ السلام کی فوج کی حالت اور لوگوں کی بے وفائی کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ اس لیے وہ سمجھتے تھے کہ امام حسن کے لیے جنگ ممکن نہیں ہے۔ مگر اس کے ساتھ وہ یہ یقین رکھتے تھے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کتنے ہی بے بس اور بے کس ہوں، مگر علی و فاطمہ کے بیٹے اور پیغمبر کے نواسے ہیں۔ اس لیے وہ ایسے شرائط پر ہرگز صلح نہ کریں گے۔ جو حق پرستی کے خلاف ہوں۔ اور جن سے باطل کی حمایت ہوتی ہو۔ اس کو نظر میں رکھتے ہوئے انھوں نے ایک طرف تو آپ کے ساتھیوں کو عبداللہ ابن عامر کے ذریعہ پیغام دلوایا کہ اپنی جان کے پیچھے نہ پڑو، اور خون ریزی نہ ہونے دو۔ اس سلسلہ میں کچھ لوگوں کو رشوتیں بھی دی گئیں اور کچھ بزدلوں کو اپنی تعداد کی زیادتی سے خوف زدہ کیا گیا اور دوسری طرف حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ جن شرائط پر کہیں انہی شرائط پر صلح کے لیے تیار ہوں۔

امام حسن یقیناً اپنے ساتھیوں کی غداری کو دیکھتے ہوئے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ ضرور پیش نظر تھا کہ ایسی صورت پیدا ہو کہ باطل کی تقویت کا دھبہ میرے دامن پر نہ آنے پائے۔ اس گھرانے کو حکومت و اقتدار کی ہوس تو کبھی تھی ہی نہیں انھیں تو مطلب

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اِس سے تھا کہ مخلوقِ خدا کی بہتری ہو اور حدود و حقوق الٰہی کا اجرا ہو۔ اب امیر معاویہ نے جو آپ سے منہ مانگے شرائط پر صلح کرنے کے لیے آمادگی ظاہر کی تو اب مصالحت سے انکار کرنا شخصی اقتدار کی خواہش کے علاوہ اور کچھ نہیں قرار پا سکتا تھا اور یہ کہ امیر شام صلح کی شرائط پر عمل نہ کریں گے۔ بعد کی بات تھی۔ جب تک صلح نہ ہوتی یہ انجام سامنے آ کہاں سکتا تھا اور حجت تمام کیونکر ہو سکتی تھی۔ پھر بھی آخری جواب دینے سے قبل آپ نے ساتھ والوں کو جمع کر لیا اور تقریر فرمائی۔

آگاہ رہو کہ تم میں وہ خون ریز لڑائیاں ہو چکی ہیں جن میں بہت لوگ قتل ہوئے۔ کچھ مقتول صفین میں ہوئے جن کے لیے آج تک رو رہے ہو اور کچھ مقتول نہروان کے جن کا معاوضہ طلب کر رہے ہو، اب اگر تم موت پر راضی ہو تو ہم اس پیغامِ صلح کو قبول نہ کریں اور ان سے اللہ کے بھروسہ پر تلواروں سے فیصلہ کریں اور اگر زندگی کو عزیز رکھتے ہو تو ہم اس کو قبول کریں اور تمہاری مرضی پر عمل کریں۔

جواب میں لوگوں نے ہر طرف سے پکارنا شروع کیا ہم زندگی چاہتے ہیں۔ ہم زندگی چاہتے ہیں۔ آپ صلح کر لیجیے۔ اِسی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے صلح کی شرائط مرتب کر کے معاویہ کے پاس روانہ کیے۔ (ترجمہ ابن خلدون)۔

شرائطِ صلح

اِس صلح نامہ کے مکمل شرائط حسبِ ذیل تھے۔

(۱) یہ کہ معاویہ حکومت اسلام میں، کتاب خدا اور سنتِ رسولؐ پر عمل کریں گے (۲) یہ کہ معاویہ کو اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کرنے کا حق نہ ہوگا۔ (۳) یہ کہ شام و عراق و حجاز و یمن سب جگہ کے لوگوں کے لیے امان ہوگی (۴) یہ کہ حضرت علی کے اصحاب اور شیعہ جہاں بھی ہیں ان کے جان و مال اور ناموس و اولاد محفوظ رہیں گے۔ (۵) یہ کہ معاویہ، حسن ابن علی اور ان کے بھائی حسین ابن علی اور خاندانِ رسولؐ میں سے کسی کو بھی کوئی نقصان پہنچانے یا ہلاک کرنے کی کوشش نہ کریں گے نہ خفیہ طور پر اور نہ اعلانیہ اور ان میں سے کسی کو کسی جگہ دھمکایا اور ڈرایا نہیں جائے گا۔ (۶) یہ کہ جناب امیر المومنین کی شان میں کلمات نازیبا جواب تک مسجد جامع اور قنوت نماز میں استعمال ہوتے رہے ہیں۔ وہ ترک کر دیے جائیں۔ آخری شرط کی منظوری میں معاویہ کو عذر ہوا تو یہ طے پایا کہ کم از کم جس موقع پر امام حسن علیہ السلام موجود ہوں۔ اس جگہ ایسا نہ کیا جائے۔ یہ معاہدہ ربیع الاوّل یا جمادی الاوّل سنہ ۴۱ھ کو عمل میں آیا۔

صلح نامہ پر دستخط | ۲۵ ربیع الاوّل کو کوفہ کے قریب مقام انبار میں فریقین کا اجتماع

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہوا اور صلح نامہ پر دونوں کے دستخط ہوئے اور گواہیاں ثبت ہوئیں (نہایۃ الارب فی معرفۃ انساب العرب صفحہ) اس کے بعد معاویہ نے اپنے لیے عام بیعت کا اعلان کر دیا اور اس سال کا نام سنت الجماعت رکھا۔ پھر امام حسن کو خطبہ دینے پر مجبور کیا۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا۔

"اے لوگو! خدائے تعالیٰ نے ہم میں سے اول کے ذریعہ سے تمہاری ہدایت کی اور آخر کے ذریعہ سے تمہیں خونریزی سے بچایا معاویہ نے اس امر میں مجھ سے جھگڑا کیا جس کا میں اس سے زیادہ مستحق ہوں۔ لیکن میں نے لوگوں کی خونریزی کی نسبت اس امر کا ترک کر دینا بہتر سمجھا۔ تم رنج و ملال نہ کرو کیں نے حکومت اس کے نااہل کو دے دی اور اس کے حق کو جائے ناحق پر رکھا۔ میری نیت اس معاملہ میں صرف اُمّت کی بھلائی ہے۔ یہاں تک فرمانے پائے تھے کہ معاویہ نے کہا "بس اے حضرت زیادہ فرمانے کی ضرورت نہیں ہے۔" تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۲۵)۔

"تکمیل صلح کے بعد امام حسن نے صبر و استقلال اور نفس کی بلندی کے ساتھ ان تمام ناخوشگوار حالات کو برداشت کیا اور معاہدہ پر سختی کے ساتھ قائم رہے۔ مگر ادھر یہ ہوا کہ امیر شام نے جنگ کے ختم ہوتے ہی اور سیاسی اقتدار کے مضبوط ہوتے ہی عراق میں داخل ہو کر نخیلہ میں جسے کوفہ کی سرحد سمجھنا چاہیے۔ قیام کیا اور جمعہ کے خطبہ کے بعد اعلان کیا کہ میرا مقصد جنگ سے یہ نہ تھا کہ تم لوگ نماز پڑھنے لگو۔ روزے رکھنے لگو، حج کرو یا زکوٰۃ ادا کرو۔ یہ سب تو تم کرتے ہی ہو میرا مقصد تو یہ تھا کہ میری حکومت تم پر مستحکم ہو جائے اور یہ مقصد میرا حسن کے اس معاہدہ کے بعد پورا ہو گیا اور باوجود تم لوگوں کی ناگواری کے میں کامیاب ہو گیا۔ رہ گئے وہ شرائط جو میں نے حسن کے ساتھ کئے ہیں وہ سب میرے پیروں کے نیچے ہیں ان کا پورا کرنا یا نہ کرنا میرے ہاتھ کی بات ہے یہ سن کر مجمع میں ایک سناٹا چھا گیا۔ مگر اب کس میں دم تھا کہ اس کے خلاف زبان کھولتا۔

شرائطِ صلح کا حشر

مورخین کا اتفاق ہے کہ امیر معاویہ جو میدان سیاست کے کھلاڑی اور مکر و زور کی سلطنت کے تاجدار تھے۔ امام حسن سے وعدہ اور معاہدہ کے بعد ہی سب سے مکر گئے۔" ولم یف لہ معاویۃ لشئی مما عاھد علیہ" تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۶۲ میں ہے کہ معاویہ نے کسی ایک چیز کی بھی پرواہ نہ کی اور نہ کسی پر عمل کیا۔ امام ابوالحسن علی بن محمد لکھتے ہیں کہ جب معاویہ کے لیے امر سلطنت استوار ہو گیا۔ تو اس نے اپنے حاکموں کو جو مختلف شہروں اور علاقوں میں تھے یہ فرمان بھیجا کہ اگر کوئی شخص ابوتراب اور اس کے اہل بیت کی فضیلت کی روایت کرے گا تو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ جب یہ خبر تمام ملکوں میں پھیل گئی اور لوگوں کو معاویہ کا منشا معلوم ہو گیا تو تمام خطیبوں نے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

منبروں پر سب و شتم اور منقصت امیر المومنین پر خطبہ دینا شروع کر دیا کوفہ میں زیاد ابن ابیہ جو کئی برس تک حضرت علی علیہ السلام کے عہد میں ان کے عمال میں رہ چکا تھا وہ شیعیان علی کو اچھی طرح سے جانتا تھا۔ مردوں، عورتوں جوانوں اور بوڑھوں سے اچھی طرح آگاہ تھا اسے ہر ایک رہائش اور کونوں اور گوشوں میں بسنے والوں کا پتہ تھا۔ اسے کوفہ اور بصرہ دونوں کا گورنر بنا دیا گیا تھا۔ اس کے ظلم کی حالت یہ تھی کہ شیعیان علی کو قتل کرتا اور بعضوں کی آنکھوں کو پھوڑ دیتا۔ اور بعضوں کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیتا تھا۔ اس ظلم عظیم سے سینکڑوں تباہ ہو گئے۔ ہزاروں جنگلوں اور پہاڑوں میں جا چھپے۔ بصرہ میں آٹھ ہزار آدمیوں کا قتل واقع ہوا جن میں بیالیس حافظ اور قاری قرآن تھے۔ ان پر محبت علی کا جرم عاید کیا گیا تھا۔ حکم یہ تھا کہ علی کے بجائے عثمان کے فضائل بیان کیے جائیں اور علی کے فضائل کے متعلق یہ فرمان تھا کہ ایک ایک فضیلت کے عوض دس دس منقصتیں تصنیف کی جائیں یہ سب کچھ امیر المومنینؑ سے بدلا لینے اور یزید کے لیے زمین خلافت ہموار کرنے کی خاطر تھا۔

کوفہ سے امام حسنؑ کی مدینہ کو روانگی

صلح کے مراحل طے ہونے کے بعد امام حسن علیہ السلام اپنے بھائی امام حسینؑ اور عبد اللہ ابن جعفر اور اپنے اطفال و عیال کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین کی جلد ۱ ص۳۴ میں ہے کہ جب آپ کوفہ سے مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تو معاویہ نے راستہ میں ایک پیغام بھیجا اور وہ یہ تھا کہ آپ خوارج سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ کیونکہ انھوں نے میری بیعت ہوتے ہی پھر سر نکالا ہے۔ امام حسن نے جواب دیا کہ اگر خونریزی مقصود ہوتی تو میں تجھ سے کیوں صلح کرتا۔ جسٹس امیر علی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ خوارج حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو مانتے اور حضرت علی علیہ السلام اور عثمان غنی کو نہیں تسلیم کرتے تھے۔ اور بنی امیہ کو مرتد کہتے تھے۔

صُلح حسنؑ اور اُس کے وجوہ و اَسباب

اُستاذی العلام حضرت علامہ سید عدیل اختر اعلی اللہ مقامہ (سابق پرنسپل مدرسۃ الواعظین لکھنؤ) اپنی کتاب تسکین الفتن فی صلح الحسن کے ص۱۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں:-

امام حسنؑ کی پالیسی بلکہ جیسا کہ بار بار لکھا جا چکا ہے کل اہلبیت کی پالیسی ایک اور صرف ایک تھی (دراسات اللبیب ص۲۴۹) وہ یہ کہ حکم خدا اور حکم رسولؐ کی پابندی انھیں کے احکام کا اجرا۔ چاہیے۔ اس مطلب کے لیے جو برداشت کرنا پڑے، مذکورہ بالا حالات میں امام حسن کے لیے سوائے صلح کیا چارہ ہو سکتا تھا۔ اس کو خود صاحبانِ عقل سمجھ سکتے ہیں۔ کسی استدلال کی چنداں ضرورت نہیں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہے۔ یہاں پر علامہ ابن اثیر کی یہ عبارت (جس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے) قابل غور ہے۔

"کہا گیا ہے کہ امام حسنؑ نے حکومت معاویہ کو اس لیے سپرد کی کہ جب معاویہ نے خلافت حوالہ کرنے کے متعلق آپ کو خط لکھا۔ اس وقت آپ نے خطبہ پڑھا اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ دیکھو ہم شام والوں سے اس لیے نہیں دبنا پڑ رہا ہے (کہ اپنی حقیقت میں) ہم کو کوئی شک یا ندامت ہے۔ بات تو فقط یہ ہے کہ ہم اہل شام سے سلامت اور صبر کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ مگر اب سلامت میں عداوت اور صبر میں فریاد مخلوط کر دی گئی ہے۔ جب تم لوگ صفین کو جا رہے تھے اس وقت تمہارا دین تمہاری دنیا پر مقدم تھا۔ لیکن اب تم ایسے ہو گئے ہو کہ آج تمہاری دنیا تمہارے دین پر مقدم ہو گئی ہے۔ اس وقت تمہارے دونوں طرف دو قسم کے مقتول ہیں۔ ایک صفین کے مقتول جن پہ رو رہے ہو۔ دوسرے نہروان کے مقتول جن کے خون کا بدلہ چاہ رہے ہو۔ خلاصہ یہ کہ جو باقی ہے وہ ساتھ چھوڑنے والا ہے۔ اور جو رو رہا ہے وہ تو بدلہ لینا ہی چاہتا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ معاویہ نے ہم کو جس امر کی دعوت دی ہے نہ اس میں عزت ہے اور نہ انصاف۔ لہٰذا اگر تم لوگ موت پر آمادہ ہو تو ہم اس کی دعوت کو رد کر دیں۔ اور ہمارا اور اس کا فیصلہ خدا کے نزدیک بھی تلوار کی باڑھ سے ہو جائے اور اگر تم زندگی چاہتے ہو تو جو اس نے لکھا ہے مان لیا جائے اور جو تمہاری مرضی ہے ویسا ہو جائے۔ یہ سننا تھا کہ ہر طرف سے لوگوں نے چلانا شروع کر دیا البقا البقا، صلح صلح،" (تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۶۲)۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ کیا اب بھی امام حسن کے لیے یہ رائے ہے کہ صلح نہ کریں۔ ان فوجیوں کے بل بوتے پر (اگر ایسوں کو فوج اور ان کی قوتوں کو بل بوتا کہا جا سکے) لڑائی زیبا ہے ہرگز نہیں ایسے حالات میں صرف یہی چارہ تھا کہ صلح کر کے اپنی اور ان تمام لوگوں کی زندگی تو محفوظ رکھیں جو دین رسول کے نام لیوا اور حقیقی پیرو و پابند تھے، اس کے علاوہ پیغمبر اسلام کی پیشین گوئی بھی صلح کی راہ میں مشعل کا کام کر رہی تھی (بخاری) علامہ محمد باقر لکھتے ہیں کہ حضرت کو اگرچہ معاویہ کی وفا ئے صلح پر اعتماد نہیں تھا۔ لیکن آپ نے حالات کے پیش نظر چار و ناچار دعوت صلح منظور کر لی۔ (دمعۂ ساکبہ)۔

صلح حسنؑ اور جنگ حسینؑ

صلح اور جنگ دو متضاد اور متباین لفظ ہیں۔ صلح کا لفظ کلام عرب میں اس وقت استعمال ہوتا ہے۔ جب فساد باقی نہ رہے اور مصالحہ اس قرار داد کو کہتے ہیں جس سے نزاع دور ہو جائے اور صاحبان سیاست کے نزدیک

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

صُلح اس کو کہتے ہیں جس کے بعد کچھ شرائط پر لڑائی روک دی جائے۔ (سوانح امام حسن صہ ۹۹ بحوالہ معجم الطالب صہ ۳۰۵) اور جنگ اُسے کہتے ہیں جس کے دامن میں صلح کا امکان نہ ہو۔ صلح امکانِ جنگ کے مفقود ہونے پر اور جنگ امکانِ صلح کے فقدان پر ہوتی ہے اور اس امکان اور عدم امکان نیز موقع کے سمجھنے کا حق صاحب معاملہ کو ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے موقع صلح پر صلح حدیبیہ کی۔ اور مواقع جنگ میں بے شمار جہاد کیے اور حضرت علی نے موقع صلح میں خاموشی اور گوشہ نشینی اختیار کی اور موقع جنگ میں جمل و صفین کا کارنامہ پیش کیا۔

امام حسن کے لیے جنگ ممکن نہ تھی اس لیے انھوں نے صلح کی اور امام حسین کے لیے صلح ممکن نہ تھی اس لیے انھوں نے جنگ کی۔ اور از روئے حدیث اپنے مقام پر دونوں عمل صحیح اور ممدوح ہوئے۔ "اماماں قاما او قعدا" یہ دونوں امام حسن اور امام حسین ہر حال میں واجب الاطاعۃ ہیں چاہے جنگ کریں یا صلح (بحار) یعنی دونوں کے حالات اور سوالات میں فرق تھا۔ امام حسن کے پاس اس وقت بالکل معین و مددگار نہ تھے۔ جب معاویہ نے خلع خلافت کا سوال کیا تھا۔ نیز معاویہ کا سوال یہ تھا کہ خلافت چھوڑ دو یا اپنی اور اپنے ماننے والوں کی تباہی و بربادی برداشت کرو۔ امام حسن نے حالات کی روشنی میں خلع خلافت کو مناسب سمجھا اور صلح کر لی۔ آپ ارشاد فرماتے تھے: "فقد ترکتہ لہ ارادۃ لاصلاح الامۃ وحقن دماء المسلمین" میں نے خلافت جان بوجھ کر اس لیے ترک کر دی ہے تاکہ اصلاح و سکون ہو سکے اور خون نہ بہے۔ (کامل و بحار)

امام حسینؑ کے پاس بہترین جان نثار جان باز موجود تھے اور یزید کا سوال یہ تھا کہ بیعت کرو۔ یا سر دو۔ (طبری روضۃ الصفا) امام حسینؑ نے حالات کی روشنی میں سر دینے کو مناسب سمجھا اور بیعت سے انکار کر کے جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔

یقین کرنا چاہیے کہ اگر امام حسنؑ سے بھی بیعت کا سوال ہوتا تو وہ بھی وہی کچھ کرتے جو امام حسینؑ نے کیا ہے۔ آپ کے مددگار ہوتے یا نہ ہوتے۔ کیونکہ آلِ محمد کسی غیر کی بیعت حرام مطلق سمجھتے تھے۔ علامہ جلال حسینی مصری نے "الحسین" میں بحوالہ واقعہ حرہ لکھا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد کسی حکومت نے آلِ محمد کے کسی عہد میں بیعت کا سوال نہیں کیا۔

بحکمِ حق کہیں پہ صلح کر لیتے ہیں دشمن سے
کہیں پر جنگ خاموشی جوابِ سنگ ہوتی ہے
زمانہ یہ سبق لے فاطمہ کے دل کے ٹکڑوں سے
کہاں پر صلح ہوتی ہے کہاں پر جنگ ہوتی ہے

امام حسنؑ پر کثرتِ ازدواج کا الزام

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ السّلام کی جد و جہد اور امیر المومنین کی سعی و کوشش سے اسلام دُنیا میں پھیلا۔ جو لوگ ابتدا بعثت میں مسلمان ہوئے اور جنھوں نے حیاتِ پیغمبر تک اسلام قبول

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کیا ان کے مذہبی انقلاب میں حضرت علیؑ کے دست و بازو کو بڑا دخل ہے، اموی اور عباسی نسلوں میں اسلام کی درآمد علی کی جہادی قوت کی رہینِ منت ہے۔ ضرورت تھی کہ ان نسلوں کے چشم و چراغ جب آگے چل کر فروغ پاتے تو علی کا قصیدہ پڑھتے کیونکہ انھیں کے صدقہ میں انھیں صراطِ مستقیم نصیب ہوئی تھی اور اسلام ملا تھا۔ لیکن یہ ہوتا اسی وقت جبکہ بجبر و اکراہ اسلام قبول نہ کیا ہوتا۔ یہاں حال یہ تھا کہ "زبان پر اللہ اللہ اور دل میں بادگرِ بلا۔ یہی وجہ ہے کہ ان نسلوں کی تقریباً ہر فرد نے فروغ پاتے ہی محمد مصطفےٰ اور ان کی آلِ پاک کی مخالفت کو اپنا شیوہ بنایا تھا۔ امیر معاویہ جو بقول مؤرخین اسلام فرنگ۔ سیانا۔ بدنیت۔ گناہوں سے بے پرواہ۔ خدا سے بے خوف تھا (محاضرات اصفہانی۔ تاریخ اسلام امیر علی) کو جونہی اقتدار حاصل ہوا، اُس نے آلِ محمدؐ کو تباہ کرنے کے لیے وہ تمام مسائل مہیا کیے جن کے بعد بانیٔ اسلام اور ان کی آل کی عزت و آبرو جان اور مال کا تحفظ ناممکن سا ہو گیا جنگِ جمل اور صفین وغیرہ اس کی چیرہ دستیوں سے رونما ہوئیں۔ امام حسن کی صلح اسی کی زیادتیوں کا نتیجہ تھی۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ صلح حسن کے بعد سے معاویہ مسلم الثبوت بادشاہ بن گیا۔ پھر اس نے اپنی طاقت کے زور سے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے خلاف حدیثوں کے گڑھنے اور تاریخ کا دھارا موڑنے کی مہم شروع کر دی اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ میں اس موقع پر چند چیزوں کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔

(۱) پیغمبر اسلامؐ کو معراج جسمانی نہیں ہوئی (شرح شفا) (۲) آپ میں جنسی ہوس اس درجہ تھی کہ شب و روز میں اپنی گیارہ بیویوں کے پاس جاتے تھے (سمط الثمین محب طبری ج ۲ ص ۹۴ طبع حلب) (۳) آپ کے دل پر اکثر پردے چھا جایا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم و ابوداؤد) (۴) آپ کی چار لڑکیاں تھیں اور عثمان غنی ذوالنورین تھے۔ (تواریخ اسلام) (۵) آپ کے باپ دادہ کافر تھے اور آخر وقت تک مسلمان نہیں ہوئے (۷) ابوطالب بالکل مفلس تھے (۸) علی نے عثمان کو قتل کیا ہے (۹) علی بہت زبردست ڈاکو تھے (مروج الذہب مسعودی (۱۰) علی اور فاطمہ نمازِ صبح نہیں پڑھتے تھے (حلیۃ الاولیاء جلد ۳ ص ۱۴۴ طبع مصر ۱۹۳۳ء (۱۱) علی کی بیٹی ام کلثوم بنت فاطمہ کا عقد خلیفہ دوم سے ہوا تھا (۱۲) افسانہ سکینہ بنت الحسین، امام حسن کے کثرت ازدواج اور کثرت طلاق کا افسانہ بھی اسی نسل بنی امیہ خصوصاً معاویہ کی پیداوار ہے۔ خلافت کے چھوڑنے کے باوجود وہ اس کے دستِ ظلم سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ مختلف قسم کے الزامات ان پر اپنی حسبِ عادت لگاتا رہا۔ اور پھر ان تمام چیزوں کو تواریخ اور احادیث میں جگہ دینے کی سعی کرتا رہا۔ اس کے بعد ذرا سکون حاصل کرتے ہی کتاب الاخبار الماضیین کی تدوین کرائی اور اس میں الٹی سیدھی باتیں لکھوا دیں۔

---

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اموی عہد کی تاریخ کے متعلق مستشرقین یورپ کی رائے

امریکہ کا مشہور مورخ پروفیسر فلپ کے ہٹی اپنی تصنیف "تاریخ عرب" میں لکھتا ہے۔ "مسلمان عربوں کے دو فریق میں جب کبھی کوئی مذہبی سیاسی یا سماجی تنازع ہوتی تھی تو ہر ایک فریق اپنی تائید میں رسول اللہ کی حدیثیں پیش کرتا خواہ وہ حدیثیں صحیح ہوں یا موضوعہ اور جھوٹی ہو۔ اس لیے کہ علی اور ابوبکر کی سیاسی مخالفت، علی اور معاویہ کا جھگڑا بنی عباس اور بنی امیہ کی باہمی عداوت وغیرہ متعدد جھوٹی حدیثوں کے بننے کے باعث ہوئے۔ اس کے علاوہ علماء کی کثیر تعداد کے لیے یہ دولت کمانے اور روپیہ پیدا کرنے کا ذریعہ بن گیا۔

پروفیسر سیمین کلے کیمبرج یونیورسٹی متوفی ۱۹۲۰ء اپنی تاریخ "سارا سینیز" میں لکھتے ہیں۔

"عربوں نے تاریخ نویسی کا غلط طریقہ اختیار کر کے ہم کو اس مسرت اور فائدے سے محروم کر دیا جو ہم کو ان کی لکھی ہوئی تاریخوں سے حاصل ہو سکتا تھا۔ مورخ کے فرائض اور حقوق کیا ہوتے ہیں۔ انھوں نے کما حقہ نہ سمجھا اس لیے ان فرائض اور حقوق کو نظر انداز کر دیا۔ ہمارے لیے ان کی لکھی ہوئی تاریخوں کا مطالعہ کرنا اور ان سے صحیح تاریخی واقعات کا اخذ کرنا بہت مشکل ہو گیا۔

یہ ان تاریخی ماخذوں کی بے اعتباری اور ان کی کوتاہیوں کا عالم ہے جن میں امام حسن جیسے مرتاض امام کی کثرتِ ازدواج و طلاق کا افسانہ گھڑ لیا گیا ہے۔

جب ہم کثرتِ ازدواج و کثرت طلاق کے افسانے پر غور کرتے ہیں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ ایسا واقعہ ہرگز نہیں ہوا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ان تمام عورتوں کے نام علم رجال و تاریخ کی کتابوں میں ضرور ہوتے۔ یہاں کتب رجال میں جو نام ملتے ہیں ان کی انتہا صرف نو تک رہ جاتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ نے وقتاً فوقتاً اسی طرح نو بیویاں اپنے عقد میں رکھیں جس طرح سے رسول اللہ کے نو بیویاں تھیں۔ آپ کی بیویوں کے نام یہ ہیں۔

(۱) ام فروہ (۲) خولہ (۳) ام بشیر (۴) ثقفیہ (۵) رملہ (۶) ام اسحاق (۷) ام الحسن (۸) بنت امرو القیس (۹) جعدہ بنت اشعث (سیرۃ الحسن الصا رالعین)۔

ایڈورڈ گبن اپنی مشہور و معروف "تاریخ تنزل و انقطاع سلطنت روم" میں لکھتے ہیں۔

یہ حضرات (آل محمدؐ) آلاتِ حرب، مال و زر اور رعایا نہ رکھتے تھے۔ اس پر بھی لوگ ان کی عزت، وقعت اور تعظیم کرتے تھے جو چیز حکمران خلفاء کے دلوں میں رشک و حسد کی آگ بھڑکاتی تھی، ان کے مزارات مقدسہ جو مدینہ، فرات کے کنارے اور خراسان میں موجود ہیں۔ اب تک ان کے شیعوں کی زیارت گاہیں ہیں۔ ان بزرگواروں پر ہمیشہ بغاوت اور خانہ جنگیوں کا اتہام و الزام لگایا جاتا تھا، حالانکہ یہ شاہی خاندان کے اولیاء اللہ دنیا کو ہمیشہ حقیر سمجھتے تھے اور مشیت ایزدی کے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مطابق تسلیم خم کرتے ہوئے اور انسانوں کے مظالم برداشت کرتے ہوئے انھوں نے امورِ دینی کی تعلیم و تلقین میں اپنی عمریں صرف کر دیں۔"

یہ سمجھنے کی بات ہے کہ جو حضرات دنیا کو حقیر سمجھتے ہوں ان کی طرف کثرتِ ازدواج و کثرتِ طلاق کا انتساب افسانہ سے زیادہ کیا وقعت حاصل کر سکتا ہے۔

حضرت امام حسن علیہ السّلام کی شہادت

مورخین کا اتفاق ہے کہ امام حسن اگرچہ صلح کے بعد مدینہ میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ لیکن امیر معاویہ آپ کے درپے آزار رہے۔ انھوں نے بار بار کوشش کی کسی طرح امام حسن اس دارِ فانی سے ملک جاودانی کو روانہ ہو جائیں اور اس سے ان کا مقصد یزید کی خلافت کے لیے زمین ہموار کرنا تھی۔ چنانچہ انھوں نے ۵ بار آپ کو زہر دلوایا۔ لیکن ایامِ حیات باقی تھے زندگی ختم نہ ہو سکی۔ بالآخر شاہِ روم سے ایک زبردست قسم کا زہر منگوا کر محمد ابن اشعث یا مروان کے ذریعے جعدہ بنت اشعث کے پاس امیر معاویہ نے بھیجا اور کہلا دیا کہ جب امام حسن شہید ہو جائیں گے۔ تب ہم تجھے ایک لاکھ درہم دیں گے اور تیرا عقد اپنے بیٹے یزید کے ساتھ کر دیں گے۔ چنانچہ اس نے امام حسن کو زہر دے کر ہلاک کر دیا۔ (تاریخ مروج الذہب مسعودی جلد ۲ صفحہ ۳۰۳ و مقاتل الطالبین صفحہ ۵۱ ابوالفداء ج ۱ صفحہ ۱۸۳ روضۃ الصفا ج ۳ صفحہ ۷ حبیب السیر جلد ۱ صفحہ ۱۸ طبری صفحہ ۶۰۴ استیعاب جلد ۱ صفحہ ۱۴۴)

مفسر قرآن صاحب تفسیر حسینی علامہ حسین واعظ کاشفی رقمطراز ہیں کہ امام حسن مصالحہ معاویہ کے بعد مدینہ میں مستقل طور پر فروکش ہو گئے تھے۔ آپ کو اطلاع ملی کہ بصرہ میں رہنے والے محبانِ علی کے اوپر چند اوباشوں نے شبخون مار کر ان کے ۳۸ آدمی ہلاک کر دیے ہیں امام حسن اس خبر سے متاثر ہو کر بصرہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ آپ کے ہمراہ عبداللہ ابن عباس بھی تھے۔ راستے میں بمقام موصل سعد موصلی جو جناب مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کے چچا تھے۔ کے ہاں قیام فرمایا۔ اس کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر دمشق سے واپسی پر جب آپ موصل پہنچے تو باصرارِ شدید ایک دوسرے شخص کے ہاں مقیم ہوئے اور وہ شخص معاویہ کے فریب میں آ چکا تھا اور مال و دولت کی وجہ سے امام حسن کو زہر دینے کا وعدہ کر چکا تھا۔ چنانچہ دورانِ قیام میں اس نے تین بار حضرت کو کھانے میں زہر دیا، لیکن آپ بچ گئے۔ امام کے محفوظ رہ جانے سے اس شخص نے معاویہ کو خط لکھا کہ تین بار زہر دے چکا ہوں مگر امام حسن ہلاک نہیں ہوئے یہ معلوم کر کے معاویہ نے زہرِ ہلاہل ارسال کیا اور لکھا کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی تو دے سکا تو یقیناً امام حسن ہلاک ہو جائیں گے۔ نامہ بر زہر اور خط لیے ہوئے آ رہا تھا کہ راستے میں ایک درخت کے نیچے کھانا کھا کر لیٹ گیا، اس کے پیٹ میں ایسا درد اٹھا کہ وہ برداشت نہ کر سکا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ناگاہ ایک بھیڑیا برآمد ہوا اور اسے لے کر رفو چکر ہو گیا۔ اتفاقاً امام حسنؑ کے ایک ماننے والے کا اس طرف سے گزر ہوا۔ اس نے ناقہ، خط اور زہر سے بھری ہوئی بوتل حاصل کر لی اور امام حسنؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ امام علیہ السلام نے اسے ملاحظہ فرما کر جانماز کے نیچے رکھ لیا۔ حاضرین نے واقعہ دریافت کیا۔ امام نے نہ بتایا۔ سعد موصلی نے موقع پا کر جانماز کے نیچے سے وہ خط نکال لیا جو معاویہ کی طرف سے امام کے میزبان کے نام سے بھیجا گیا تھا۔ خط پڑھ کر سعد موصلی آگ بگولہ ہو گئے اور میزبان سے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ اس نے لاعلمی ظاہر کی مگر اس کے عذر کو باور نہ کیا گیا اور اس کی زدوکوب کی گئی یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد آپ روانہ مدینہ ہو گئے۔

مدینہ میں اس وقت مروان بن حکم والی تھا اسے معاویہ کا حکم تھا کہ جس صورت سے ہو سکے امام حسنؑ کو ہلاک کر دو۔ مروان نے ایک رومی دلالہ جس کا نام "الیسونیہ" تھا کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ تو جعدہ بنت اشعث کے پاس جا کر اسے میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ اگر تو امام حسنؑ کو کسی صورت سے شہید کر دے گی تو تجھے معاویہ ایک ہزار دینار سرخ اور پچاس خلعت مصری عطا کرے گا اور اپنے بیٹے یزید کے ساتھ تیرا عقد کر دے گا اور اس کے ساتھ ساتھ سو دینار نقد بھیج دیئے دلالہ نے وعدہ کیا اور جعدہ کے پاس جا کر اس سے وعدہ لے لیا۔ امام حسنؑ اس وقت گھر میں نہ تھے اور بمقام عقیق گئے ہوئے تھے اس لیے دلالہ کو بات چیت کا اچھا خاصا موقع مل گیا۔ اور وہ جعدہ کو راضی کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ الغرض مروان نے زہر بھیجا اور جعدہ نے امام حسنؑ کو شہد میں ملا کر دے دیا امام علیہ السلام اسے کھاتے ہی بیمار ہو گئے اور فوراً روضہ رسول پر جا کر صحت یاب ہوئے زہر تو آپ نے کھا لیا لیکن جعدہ سے بدگمان بھی ہو گئے۔ آپ کو شبہ ہو گیا جس کی بنا پر آپ نے اس کے ہاتھ کا کھانا پینا چھوڑ دیا اور یہ معمول مقرر کر لیا کہ حضرت قاسمؑ کی ماں یا حضرت امام حسینؑ کے گھر سے کھانا منگا کر کھانے لگا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد آپ جعدہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس نے کہا کہ مولا حوالی مدینہ سے بہت عمدہ خرمے آئے ہیں حکم ہو تو حاضر کروں۔ آپ چونکہ خرمے کو بہت پسند کرتے تھے۔ فرمایا لے آ۔ وہ زہر آلود خرمے لے کر آئی اور پہچانے ہوئے دانے چھوڑ کر خود ساتھ کھانے لگی امام نے ایک طرف سے کھانا شروع کیا اور وہ دانے کھا گئے جن میں زہر تھا۔ اس کے بعد امام حسینؑ کے گھر تشریف لائے۔ اور ساری رات تڑپ کر بسر کی۔ صبح کو روضۂ رسول پر جا کر دعا مانگی اور صحتیاب ہو گئے۔ امام حسنؑ نے بار بار اس قسم کی تکلیف اٹھانے کے بعد اپنے بھائیوں سے تبدیلی آب و ہوا کے لیے موصل جانے کا مشورہ کیا اور موصل کے لیے روانہ ہو گئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت عباسؑ اور چند ہوا خواہان بھی گئے۔ ابھی وہاں چند یوم نہ گزرے تھے کہ شام سے ایک نابینا بھیج دیا گیا۔ اور اسے ایک ایسا عصا دیا گیا جس کے نیچے لوہا لگا ہوا تھا جو زہر میں بجھا ہوا تھا۔ اس نابینا نے موصل پہنچ کر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امام حسنؑ کے دوستداران میں سے اپنے کو ظاہر کیا اور موقع پا کر ان کے پیر میں اپنے عصا کی نوک چبھو دی زہر جسم میں دوڑ گیا اور آپ علیل ہو گئے۔ جراح علاج کے لیے بلایا گیا، اُس نے علاج شروع کیا۔ نابینا زخم لگا کر روپوش ہو گیا تھا۔ چودہ دن کے بعد جب پندرھویں دن وہ نکل کر شام کی طرف روانہ ہوا تو حضرت عباس علمدارؑ کی نظر اس پر جا پڑی۔ آپ نے اُس سے عصا چھین کر اُس کے سر پر اس زور سے مارا کہ سر شگافتہ ہو گیا اور وہ اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ گیا۔ اس کے بعد جناب مختار اور ان کے چچا سعد موصلی نے اُس کی لاش جلا دی۔ چند دنوں کے بعد حضرت امام حسنؑ مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔

مدینہ منورہ میں آپ ایامِ حیات گزار رہے تھے کہ "ابیسوبیہ" ولاؤ نے پھر باشارۂ مروان جعدہ سے سلسلہ جنبانی شروع کر دی اور زہر ہلاہل اُسے دے کر امام حسنؑ کا کام تمام کرنے کی خواہش کی۔ امام حسنؑ چونکہ اس سے بدگمان ہو چکے تھے۔ اس لیے اس کی آمد و رفت بند تھی۔ اس نے ہر چند کوشش کی لیکن موقع نہ پا سکی۔ بالآخر "شبِ بست و ہشتم صفر" شد کہ وہ اس جگہ جا پہنچی جس مقام پر امام حسنؑ سو رہے تھے۔ آپ کے قریب حضرت زینبؑ و امِ کلثومؑ سو رہی تھیں اور آپ کی پائینتی کنیزیں محوِ خواب تھیں۔ جعدہ اس پانی میں زہر ہلاہل ملا کر خاموشی سے واپس آئی جو امام حسنؑ کے سرہانے رکھا ہوا تھا۔ اس کی واپسی کے تھوڑی دیر بعد ہی امام حسنؑ کی آنکھ کھلی۔ آپ نے جناب زینب کو آواز دی اور کہا اے بہن، میں نے ابھی ابھی اپنے نانا اپنے پدرِ بزرگوار اور اپنی مادرِ گرامی کو خواب میں دیکھا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ اے حسن تم کل رات ہمارے پاس ہو گے۔ اس کے بعد آپ نے وضو کے لیے پانی مانگا اور خود اپنا ہاتھ بڑھا کر سرہانے سے پانی لیا اور پی کر فرمایا کہ اے بہن زینب "این چہ آب بود کہ از سرِ حلقم تا بنافم پارہ پارہ شد" ہائے یہ کیسا پانی ہے جس نے میرے حلق سے ناف تک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اس کے بعد امام حسینؑ کو اطلاع دی گئی وہ آئے دونوں بھائی بغل گیر ہو کر محوِ گریہ ہو گئے۔ اس کے بعد امام حسینؑ نے چاہا کہ ایک کوزہ پانی خود پی کر امام حسنؑ کے ساتھ نانا کے پاس پہنچیں۔ امام حسنؑ نے پانی کے برتن کو زمین پر پٹک دیا وہ چور چور ہو گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ جس زمین پر پانی گرا تھا وہ اُبلنے لگی تھی۔ الغرض تھوڑی دیر کے بعد امام حسنؑ کو خون کی قے آنے لگی۔ آپ کے جگر کے ستر ٹکڑے طشت میں آ گئے۔ آپ زمین پر تڑپنے لگے۔ جب دن چڑھا تو آپ نے امام حسینؑ سے پوچھا کہ میرے چہرے کا رنگ کیسا ہے کہا "سبز" ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حدیثِ معراج کا یہی مقتضیٰ ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ مولا حدیثِ معراج کیا ہے۔ فرمایا کہ شبِ معراج میرے نانا نے آسمان پر دو قصر ایک زمرد کا، ایک یاقوت سرخ کا دیکھا تو پوچھا کہ اے جبرئیلؑ یہ دونوں قصر کس کے لیے ہیں۔ انھوں نے عرض کی ایک حسن کے لیے دوسرا حسین کے لیے۔ پوچھا دونوں کے رنگ میں فرق

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کیوں ہے؟ کہا حسنؑ زہر سے شہید ہوں گے اور حسینؑ تلوار سے شہادت پائیں گے۔ یہ کہہ کر آپ حسینؑ سے لپٹ گئے اور دونوں بھائی رونے لگے اور آپ کے ساتھ در و دیوار بھی رونے لگے۔

اُس کے بعد آپ نے جعدہ سے کہا افسوس تُو نے بڑی بے وفائی کی۔ لیکن یاد رکھ کر تُو نے جس مقصد کے لیے ایسا کیا ہے اُس میں کامیاب نہ ہوگی۔ اس کے بعد آپ نے امام حسینؑ اور بہنوں سے کچھ وصیتیں کیں اور آنکھیں بند فرما لیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آنکھ کھول کر فرمایا اے حسینؑ میرے بال بچے تمھارے سپرد ہیں۔ پھر بند فرما کر نانا کی خدمت میں پہنچ گئے۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن"۔ امام حسنؑ کی شہادت کے فوراً بعد مروان نے جعدہ کو اپنے پاس بلا کر دو عورتوں اور ایک مرد کے ساتھ معاویہ کے پاس بھیج دیا معاویہ نے اُسے ہاتھ پاؤں بندھوا کر دریائے نیل میں یہ کہہ کر ڈلوا دیا کہ تُو نے جب امام حسنؑ کے ساتھ وفا نہ کی، تو یزید کے ساتھ کیا وفا کرے گی۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۲۲۰ تا صفحہ ۲۳۵ طبع بمبئی ۱۲۸۵ھ و ذکر العباس صفحہ ۵۰ طبع لاہور ۱۹۵۶ء)۔

معاویہ سجدۂ شکر میں

مروان حاکم مدینہ نے جعدہ بنت اشعث کے ذریعہ سے اپنی کامیابی کی اطلاع معاویہ کو دی۔ معاویہ خبر شہادت پاتے ہی خوشی کے مارے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں گر پڑا، اور اُس کے دیکھا دیکھی سارے درباروالے خوشی منانے کے لیے نعرۂ تکبیر بلند کرنے لگے۔ ان کی آوازیں فاطمہ بنت قرظہ کے کانوں میں پہنچیں جو معاویہ کی بیوی تھی۔ تو کہنے لگی یہ کس چیز کی خوشی ہے۔ معاویہ نے جواب دیا کہ امام حسنؑ کی شہادت ہوگئی ہے اسی خوشی میں مَیں نے نعرۂ تکبیر بلند کر کے سجدۂ شکر ادا کیا ہے۔ فاطمہ بے اختیار رنجیدہ ہوئی اور کہنے لگی افسوس فرزندِ رسولؐ قتل کیا جاوے اور دربار میں خوشی منائی جائے۔ (تاریخ ابو الفداء جلد ۱ صفحہ ۱۸۲ عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۱۱ اوکلی صفحہ ۳۳۲ روضۃ المناظر جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۳ تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۲۸ حیواۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵۱ تذکرۃ الابرار صفحہ ۵ ارجح المطالب صفحہ ۳۵۷ واخبار الطوال صفحہ ۲۰۳ ابن قتیبہ نے ابن عباس کے دربار معاویہ میں پہنچ کر اس موقع کی زبردست گفتگو لکھی ہے۔ (الامامت والسیاست)۔

امام حسنؑ کی تجہیز و تکفین

الغرض امام حسنؑ کی شہادت کے بعد امام حسینؑ نے غسل و کفن کا انتظام فرمایا اور نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ امام حسنؑ کی وصیت کے مطابق انھیں سرورِ کائناتؐ کے پہلو میں دفن کرنے کے لیے اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے چلے۔ ابھی پہنچے ہی تھے کہ بنی امیہ خصوصاً مروان وغیرہ نے آگے بڑھ کر پہلوئے رسولؐ میں دفن ہونے سے روکا اور حضرت عائشہ بھی ایک خچر پر سوار ہو کر آ پہنچیں، اور کہنے لگیں یہ گھر میرا ہے میں تو ہرگز حسنؑ کو اپنے گھر میں دفن نہ ہونے دوں گی۔ (تاریخ ابو الفداء جلد ۱ صفحہ ۱۸۳ روضۃ المناظر جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۳)، یہ سُن کر بعض لوگوں نے کہا اے عائشہ تمھارا کیا حال ہے۔ کبھی اونٹ پر سوار ہو کر داماد رسولؐ سے جنگ کرتی ہو کبھی خچر پر سوار ہو کر فرزند

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رسُولؐ کے دفن میں مزاحمت کرتی ہو تمھیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ذکر العباس ص۵۱) مگر وہ ایک نہ مانیں اور ضد پر اڑی رہیں۔ یہاں تک کہ بات بڑھ گئی، آپ کے ہوا خواہوں نے آلِ محمدؐ پر تیر برسائے۔ کتاب روضۃ الصفا جلد ۳ ص۷ میں ہے کہ کئی تیر امام حسنؑ کے تابوت میں پیوست ہو گئے کتاب ذکر العباس ص۵۱ میں ہے کہ تابوت میں ستر تیر پیوست ہوئے تھے۔ تاریخ اسلام جلد ۱ ص۲۸ میں ہے کہ ناچار نعشِ مبارک کو جنت البقیع میں لا کر دفن کر دیا گیا۔ تاریخ کامل جلد ۳ ص۱۸۲ میں ہے کہ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۴۷ سال کی تھی۔

آپ کی ازواج اور اولاد

آپ نے مختلف اوقات میں ۹ بیویاں کیں۔ آپ کی اولادیں ۸ بیٹے اور ۷ بیٹیاں تھیں۔ یہی تعداد ارشاد مفید ص۲۹۸ اور نور الابصار ص۱۱۲ طبع مصر میں ہے۔ علامہ طلحہ شافعی مطالب السؤل کے ص۲۳۹ پر لکھتے ہیں کہ امام حسنؑ کی نسل زید اور حسن مثنیٰ سے چلی ہے۔ امام شبلنجی کا کہنا ہے کہ آپ کے تین فرزند، عبداللہ قاسم اور عمرو کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ (نور الابصار ص۱۱۲) جناب زید بڑے جلیل القدر اور صدقاتِ رسُولؐ کے متولی تھے۔ انھوں نے ۱۲۰ھ میں بعمر ۹۰ سال انتقال فرمایا ہے۔ جناب حسن مثنیٰ نہایت فاضل متقی اور صدقاتِ امیر المومنین کے متولی تھے۔ آپ کی شادی امام حسینؑ کی بیٹی جناب فاطمہ سے ہوئی تھی۔ آپ نے کربلا کی جنگ میں شرکت کی تھی اور بے انتہا زخمی ہو کر مقتولوں میں دب گئے تھے۔ جب سر کاٹے جا رہے تھے۔ تب ان کے ماموں ابو حسان نے آپ کو زندہ پا کر عمر سعد سے لے لیا تھا۔ آپ کو خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے ۹۷ھ میں زہر دے دیا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ نے ۵۲ سال کی عمر میں انتقال فرمایا آپ کی شہادت کے بعد آپ کی بیوی جناب فاطمہ ایک سال تک قبر پر خیمہ زن رہیں۔ (ارشاد مفید ص۲۱۱ و نور الابصار ص۲۶۹)۔

شیخ عبدالقادر جیلانی

برادران اہل سنت کے عوام کا خیال ہے کہ شیخ سید عبدالقادر جیلانی ابن جنگی دوست اور بروایتے ابن "چنگ دوست سید" تھے۔ اور ان کا نسب جناب حسن مثنیٰ، ابن حسن بن علی علیہم السّلام تک پہنچتا ہے۔ لیکن ان کے علماء اس سے انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ (۱) امام الانساب احمد بن علی بن الحسین بن علی بن مہنا اپنی کتاب عمدۃ الطالب طبع بمبئی کے ص۱۱۲ پر لکھتے ہیں کہ خود شیخ عبدالقادر نے اپنی سیادت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ان کے بیٹوں نے کیا ہے۔ البتہ اس کی ایجاد ان کے پوتے قاضی ابو صالح نصر بن ابی بکر بن عبدالقادر نے فرمائی ہے لیکن اپنے دعویٰ کے ثبوت میں وہ دلیل لانے سے قاصر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی اہل نسب نے آپ کا دعویٰ تسلیم نہیں کیا (۲) علامہ دوران سید احمد ابن محمد الحسینی نسابہ کتاب شجرۃ الاولیاء میں رقمطراز ہیں کہ تمام علمائے انساب نے شیخ سید عبدالقادر کے سلسلہ سیادت سے انکار کیا ہے۔ اور کسی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نے بھی ان کے سادات میں ہونے کو نقل نہیں کیا اور خود انھوں نے بھی اپنے سیّد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور ان کی زندگی میں کسی اور نے بھی ان کو سیّد نہیں کہا۔" ان اول من اظہر ھذہ الدعوی الباطلۃ ھو نصر ابن ابی بکر بن الشیخ عبد القادر "معلوم ہونا چاہیے کہ اس دعویٰ باطلہ کو سب سے پہلے ان کے پوتے نصر بن ابی بکر نے ظاہر کیا ہے۔ الخ (۳) رسالہ صوفی جو لسبر پرستی خواجہ حسن نظامی منڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات سے شائع ہوتا تھا۔ اس کے ۱۳ جلد ۲ صـ۲ میں لکھا ہے "سیوم پیر طریقت حضرت خواجہ محی الدین عبد القادر جیلانی ہیں۔ ولدیت آپ کی قدم بہ قدم حضرت عیسیٰ کے ہے سلسلہ نسب آپ کا حضرت عمر فاروق تک پہنچتا ہے۔

امام شبلنجی کا ارشاد ہے کہ آپ کی ولادت ۴۷۰ھ میں اور وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی ہے۔ آپ حنبلی المذہب تھے۔ آپ کی والدہ ام الخیر مقام جبال علاقہ طبرستان کی رہنے والی تھیں۔ اس لیے آپ کو عبد القادر جیلی کہتے ہیں اور جیلانی اعزازی طور پر کہا جاتا ہے۔ نور الابصار صـ۲۱۲ و اقتباس الانوار صـ۲۷)۔ آپ دو کتابوں غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب کے مصنف ہیں۔ (تاریخ اسلام جلد ۵ صـ۶۳)۔

معاویہ ابن ابی سفیان کا تاریخی تعارف

امیر معاویہ کے تعارف اور آپ کے کردار کی آئینہ داری کے لیے اگرچہ صرف یہی کہنا کافی ہے کہ آپ حضرت علی، امام حسن، عمار یاسر، مالک اشتر اور ام المومنین حضرت عائشہ بنت ابی بکر و محمد ابن ابی بکر نیز عبد الرحمٰن ابن خالد ابن ولید وغیرہم کے مسلم الثبوت قاتل ہیں جیسا کہ تحریر کیا جا چکا ہے۔ لیکن اس سے آپ کے نسلی حالات اور آپ کے کردار کے دیگر پہلو روشن نہیں ہوتے اس لیے ضرورت ہے کہ کتب معتبرہ کے حوالے سے چند چیزیں نہایت مختصر لفظوں میں پیش کر دی جائیں۔ بنا برایں عرض ہے کہ (۱) نصائح کافیہ صـ۹۵ و صـ۱۱ میں ہے کہ قبیلہ قریش کی ابتدا قصی ابن کلاب سے ہوئی جو اولاد کعب ابن لوی سے تھے قصی کے چار بیٹوں میں سے ایک کا نام عبد مناف تھا۔ ہاشم اور عبد الشمس عبد المناف کے بیٹے تھے۔ ہاشم کی ذریت سے محمدؐ و آل محمدؐ ہیں جو ہاشمی کہلاتے ہیں اور عبد الشمس کی طرف منسوب ہے جو پست قد، چندھا، کرنجا، بدشکل تھا۔ جس کے چہرے سے شرارت اور نحوست نمایاں تھی۔ امیہ کے معنی چھوٹی لونڈی کے ہیں۔ حسان بن ثابت نے اس کے اولاد عبد الشمس ہونے سے انکار کیا ہے۔ دیکھو دیوان حسان صـ۹۱ (۲) الحریت فی الاسلام مصنفہ ابو الکلام آزاد کے صـ۶۲ میں ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ کا وہ رفتن و بدعات سے شروع ہوتا ہے۔ جنہوں نے نظام حکومت اسلامی کی بنیادیں متزلزل کر دیں (۳) تطہیر الجنان صـ۱۴۳ نصائح

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کافیہ ص۱۰۶ میں ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارا سب سے بڑا دشمن قبیلہ بنی امیہ ہے (۴) ینابیع المودۃ ص۱۳۸ میں ہے کہ قبائل عرب میں سب سے شریر بنی امیہ ہیں (۵) تطہیر الجنان ص۱۳۸ میں ہے کہ ہر شئے کے لیے ایک آفت ہے اور دینِ اسلام کی آفت بنی امیہ ہیں (۶) تاریخ الخلفاء ص۸ اور تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ آنحضرت نے خواب میں دیکھا کہ ان کے منبر پر بندر کود رہے ہیں جس سے آپ کو بے انتہا صدمہ ہوا جس سے تسلی کے لیے سُورۃ قدر نازل ہوا جس میں فرمایا گیا ہے کہ اس کی شب قدر مدت حکومت بنی امیہ سے بہتر ہے (۷) روضۃ المناظر بر حاشیہ کامل جلد ۱۱ ص۸۵ میں ہے کہ شجرۂ ملعونہ فی القرآن سے مراد بنی اُمیہ ہیں (۸) تاریخ اعثم کوفی ص۲۴۲ میں ہے کہ عہدِ جاہلیت میں بنی امیہ کی غذا مکھی اور مُردار تھی (۹) فتح الباری ابن حجر عسقلانی جلد ۵ ص۹۵ میں ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں فاحشہ عورتیں اپنے مکانوں پر پہچان کے لیے جھنڈے لگائے رہتی تھیں (۱۰) نصائح کافیہ ص۱۰۸ ثمرۃ الاوراق ص۱۰۸ ابوالفداء جلد ۱ ص۱۸۸ ابن شحنہ جلد ۲ ص۱۳۲ ایروگ ص۸۴ تذکرہ خواص الامۃ ص۱۱۷، تاریخ اعثم کوفی ص۲۲۶ وغیرہ میں ہے کہ مشہور فاحشہ عورتیں جن کے مکانوں پر جھنڈے تھے۔ وہ چار تھیں ۱۔ زرقا ۲۔ نابغہ عمرو عاص کی ماں ۳۔ حمامہ امیر معاویہ کی دادی (۴) ہندہ امیر معاویہ کی ماں۔ اور ہندہ کے متعلق اعثم کوفی ص۲۲۶ میں ہے کہ یہ تمام عیبوں کی خزینہ دار تھی۔ (۱۱) تاریخ الخلفاء ص۲۱۸ میں ہے کہ یہ شاعرہ اور بڑی سنگ دل تھی۔ اس کا ایک شعر احوال مامون رشید میں درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ہم خوبصورتی میں ستارہ صبح صادق کی بیٹیاں ہیں۔ نرم بستروں پر ہم کسی کے ساتھ یُوں ملتے ہیں جیسے مجامعت کرنے والا مست چکور چاند کے گرد گھومتا ہے۔ (منتخب للغات وصراح) (۱۲) نصائح ص۷۳ میں ہے کہ حسان ابن ثابت نے ہندہ کی زناکاری اپنے اشعار میں بیان کی اور اسے آنحضرت کو سُنایا حضرت خاموش رہے۔ اشعار ملاحظہ ہو دیوان حسان ص۲۰۶ میں (۱۴) ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت نے عقبہ کو مقام صفوریہ (شام) کا یہودی فرمایا ہے (۱۵) نصائح کافیہ ص۱۱۰ میں ہے کہ اُمیہ نے صفوریہ کی ایک یہودن لڑکی سے زنا کیا تھا جس سے ذکوان نامی لڑکا پیدا ہوا تھا۔ جس کی کنیت ابو عمرو مقرر کی گئی تھی۔ یہی ابو عمرو عقبہ کا دادا تھا۔ (۱۶) روض الانف اصابہ و کامل اور حلبی میں ذکوان کو غلام اُمیہ لکھا ہے (۱۷) آغانی ج۱۹ ترجمہ مسافر میں ہے کہ اُمیہ کے بعد ذکوان نے اپنی ماں سے نکاح کر لیا تھا۔ (۱۸) آغانی ابوالفرج اصفہانی نصائح کافیہ حاشیہ ص۸۴ تذکرہ سبط ابن جوزی میں ہے کہ اسی ابو عمرو کا بیٹا مسافر تھا جو سخاوت اور جمالی شعر گوئی میں مشہور تھا۔ ہندہ کا اس سے معاشقہ ہو گیا اور اس سے حاملہ ہو گئی جب حمل ظاہر ہو گیا، تو اُس نے مسافر سے کہا کہ تو کسی طرف چلا جا۔ چنانچہ وہ حیرہ کو چلا گیا۔ اس کے بعد ہندہ ابوسفیان کے تصرف میں آ گئی۔ جب مسافر کو پتہ لگا تو اس نے فراق میں جان دے دی۔ مسافر کے چلے جانے کے بعد ہندہ مقام اجیاد کی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

طرف چلی گئی اور وہیں بچہ جنا۔

(۱۹) سبط ابنِ جوزی نے تذکرہ خواص الامۃ میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ نے ام حبیبہ خواہر معاویہ کو کہا "قاتل اللہ ابنۃ الداھرۃ" خدا لعنت کرے دخترِ زنِ زناکار پر، اور حضرت امام حسنؑ نے معاویہ کو کہا وقد علمت الفراش الذی ولدت علیہ میں اس فرش کو جانتا ہوں جس پر تو پیدا ہوا ہے۔ اس کے بعد اس کی توضیح ابن جوزی نے یوں کی ہے۔ قال الاصمعی والھشام ابن محمد الکلبی فی کتاب المسمٰی بالمثالب وقفت علی معنی قول الحسن لمعاویۃ قد علمتُ الفراش الذی ولدت علیہ۔ ان معاویۃ کان یقال انہ من اربعۃ من قریش عمارۃ ابن ولید ومسافر ابن ابی عمرو و ابی سفیان والعباس وھولا کانوا ندماء ابی سفیان وکان کل یتھم بھند الخ۔ یعنی اصمعی اور ہشام نے کہا ہے کہ امام حسن کے قول کے یہ معنی ہیں کہ معاویہ۔ ابوسفیان۔ عمارہ عباس اور مسافر چار آدمیوں کی طرف منسوب ہے۔ اما مسافر بن ابی عمرو فقال الکلبی عامۃُ الناس علی انّ معاویۃ منہ، کلبی نے کہا ہے کہ جمہور کی یہ رائے تھی کہ معاویہ مُسافر ابنِ عمرو سے ہے۔ کیونکہ وہی سب سے زیادہ ہندہ سے محبت کرتا تھا۔ مثالب ابن سمعان میں ہے کہ پدر ہندہ نے اس کا نکاح بوعدہ مال کثیر ابوسفیان سے کیا۔ "فوضعت معاویۃ بعد ثلاثۃ اشھر" نکاح کے تین ماہ بعد بطنِ ہندہ سے معاویہ پیدا ہوا۔ اسی لیے زمخشری نے ربیع الابرار میں معاویہ کو چار یاری لکھا ہے۔ بروایتے ہندہ کا تعلق ایک خوب صورت ڈوم سے بھی تھا جس کا نام صباح تھا۔ اسی سے معاویہ کا بھائی عقبہ ابن ابی سفیان پیدا ہوا ہے۔ جیسا کہ نصائح کافیہ ص۱۱۰ میں ہے۔ قال الشعبی فقد اشار رسُول اللہ الی ھندہ یوم فتح مکۃ بشئ من ھذا الخ۔ امام شعبی کا بیان ہے کہ ہندہ کی زناکاری کی طرف آنحضرت نے فتح مکہ کے دن اس موقع پر اشارہ فرمایا تھا جب کہ وہ بیعت کرنے آئی تھی۔ ہندہ نے کہا کہ میں کس چیز پر بیعت کروں۔ حضرت نے فرمایا کہ تو اس چیز پر بیعت کر کہ آج سے زنا نہیں کرے گی۔ اس نے کہا کہ حضرت کہیں "حرہ" آزاد عورتیں زنا کرتی ہیں۔ "فنظر رسُول اللہ الی عمر تبسّم" یہ سُن کر آپ نے حضرت عمر کی طرف دیکھ کر تبسّم فرمایا ملاحظہ ہو۔ (معاویہ دائرۃ الاصلاح ص۹) علامہ مجلسی حیواۃ القلوب جلد ۲ ص۲۳۷ پر لکھتے ہیں کہ حضرت عمر زمانہ جاہلیت کے عملی شاہد تھے۔ اسی لیے رسُول خدا ان کی طرف دیکھ کر مسکرائے تھے۔ (۲۰) تمام تواریخ اسلام میں ہے کہ اسی ہندہ نے حضرت حمزہ کو اپنے ایک عاشق حبشی نامی سے شہید کرا کے ان کا جگر چبانا چاہا تھا۔ اور ان کے کان ناک وغیرہ کاٹ کر اپنے گلے کا ہار بنایا تھا (۲۱) معاویہ کا باپ جو ابوسفیان کہا جاتا ہے۔ وہ بروایت حیواۃ الحیوان تیلی تھا (۲۲) اعثم کوفی ص۲۳۹ میں ہے کہ یہ شرابی تھا (۲۳) حیواۃ القلوب اور نہج البلاغہ جلد ۲ ص۱۳۱ میں ہے کہ ابوسفیان نے بجبر و اکراہ اسلام قبول کیا تھا (۲۴) معاویہ دائرۃ الاصلاح ص۱۴ میں ہے کہ معاویہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۷ - یا ۲۲ سال قبل ہجرت ہندہ کے شکم سے پیدا ہوا - (۲۵) نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۱۹ میں ہے کہ حضرت علی نے معاویہ کو نصیق فرمایا ہے - جس کے معنی متہم النسب کے ہیں (۲۶) جنات الخلود میں ہے کہ معاویہ کا قد لمبا آنکھیں سبز تھیں (۲۷) تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۲ میں ہے کہ اس کی صورت ڈراؤنی تھی (۲۸) تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۹۶ و نصائح کافیہ صفحہ ۲۱ میں ہے کہ محمد ابن ابی بکر نے معاویہ کو لعین ابن لعین کہا ہے۔ (۲۹) اس نے غلط طور پر مشہور کیا کہ علی قاتل عثمان ہیں (اعثم کوفی صفحہ ۱۹۶) (۳۰) نصائح کافیہ صفحہ ۵۳ و حلیۃ الاولیاء صفحہ ۱۲۴ میں ہے کہ اس نے غلط شہرت دی کہ (معاذاللہ) علی نماز نہیں پڑھتے (۳۱) نصائح کافیہ صفحہ ۵۰ میں ہے کہ معاویہ کے حکم سے عبیداللہ ابن عباس کے دو کمسن بچے ماں کی گود میں ذبح کیے گئے (۳۲) اعثم کوفی صفحہ ۳۰۷ میں ہے کہ معاویہ نے یمن اور حجاز میں ۳۰ ہزار محبان علی کو قتل کیا - (۳۳) نصائح کافیہ صفحہ ۹۱ میں ہے کہ معاویہ نے مالک اشتر کو زہر سے شہید کرا دیا (۳۴) اعثم کوفی صفحہ ۲۳۳ میں ہے کہ معاویہ نے محمد ابن ابی بکر کو گدھے کی کھال میں سلوا کر جلوا دیا - (۳۵) اسی کتاب میں ہے کہ جب حضرت عائشہ کو اس کی خبر ملی تو بہت روئیں اور معاویہ کو تاحیات بد دعا دیتی رہیں (۳۶) نصائح کافیہ صفحہ ۶۲ میں ہے کہ حضرت علی کو اس کی اطلاع ملی تو بھی بکاء شدیداً بہت روئے (۳۷) نصائح کافیہ صفحہ ۵۶ سیرۃ محمدیہ صفحہ ۵۷۰ میں ہے کہ حجر ابن عدی صحابی رسول بجرم محبت علی قتل کیے گئے اور عبدالرحمٰن ابن حسان زندہ دفن کیے گئے (۳۸) نصائح کافیہ صفحہ ۴۳ میں ہے کہ عمر بن الحمق بھی بحکم معاویہ سے شہید کیے گئے (۳۹) طبری اور نصائح کافیہ صفحہ ۵۲ میں ہے کہ معاویہ کے ایک عامل سمرۃ نے ۸ ہزار آدمیوں کو شہید کیا (۴۰) تاریخ اعثم صفحہ ۳۳۴ و نصائح کافیہ صفحہ ۵۲ میں ہے کہ بصرہ اور کوفہ میں ایک ایک رات کو پانچ پانچ سو محبان علی قتل کیے گئے (۴۱) تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۳۳ میں ہے کہ معاویہ نماز کے ہر قنوت میں حضرت علی - ابن عباس - امام حسن - امام حسین اور مالک اشتر پر لعنت کرتا تھا (۴۲) نصائح کافیہ صفحہ ۱۷ میں ہے کہ معاویہ مولفۃ القلوب میں تھا۔ اس کا کاتب وحی ہونا غلط ہے (۴۳) تاریخ اعثم صفحہ ۲۴۶ میں ہے کہ معاویہ نے شہداء احد کی قبروں پر سے نہر جاری کرائی اور لاشوں کو دوسری جگہ دفن کرا دیا - لاشوں کے نکالنے میں ایک بیلچہ حضرت حمزہ کے پیر میں لگ گیا جس سے خون تازہ جاری ہوا۔

(۴۴) مولوی امیر علی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ امام حسن کے ترک خلافت کے بعد معاویہ حقیقت میں ہی بادشاہ اسلام بن گیا - اس طرف زمانہ کے عجیب و غریب انقلاب سے حضرت محمد مصطفٰے صلعم کے دشمنوں نے ان کی اولاد کا موروثی حق غصب کر لیا اور بت پرستی کے حامی ان جناب کے مذہب اور سلطنت کے سردار اور پیشوا بن گئے - دارالخلافہ جو حضرت علی نے کوفہ مقرر کیا تھا۔ اب دمشق میں منتقل ہو گیا اور جہاں معاویہ ایرانی اور یونانی شان و شوکت کے ساتھ رہا کرتا تھا - وہ

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اکثر اپنے دشمنوں اور مخالفوں کا زہر یا تلوار سے کام تمام کر دیتا تھا۔ رشتہ داری یا خدمت اسلام بھی اس کے سفاک ہاتھوں سے بچا نہ سکتی تھی۔ اور پھر مورخ اوسبرن نے نقل کیا ہے کہ بنی امیہ کا اول خلیفہ سیاہ متقی اور سفاک تھا۔ اپنا مطلب نکالنے کے لیے کسی جرم کے ارتکاب سے نہ ڈرتا تھا۔ زبردست غنیم کو ہلاک کرا دینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ پیغمبر اسلام کے نواسے امام حسن اور مالک اشتر کو زہر سے ہلاک کرا دیا۔ اسی طرح عبدالرحمٰن ابن خالد ابن ولید کو ۴۶ھ میں زہر سے تمام کرا دیا (کامل ابن اثیر۔ طبری۔ ابوالفداء۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر) اور ام المومنین جناب عائشہ کو اس طرح زندہ گڑھے میں دفن کر دیا کہ ۵۶ھ میں آکر ایک مکان میں گڑھا کھدوا کر اس کو خس پوش کر کے آبنوس کی کرسی بچھوائی اور عائشہ کو دعوت میں بلوا کر اس پر بٹھایا عائشہ بیٹھتے ہی اس گڑھے میں جا پڑیں۔ معاویہ نے اس گڑھے کو پتھر اور چونے سے مضبوط بند کرا دیا اور مکہ کی طرف کوچ کر گئے۔ (حبیب السیر جلد ۱ ص ۵۹ او کل تاریخ اسلام۔ ربیع الابرار۔ اوائل سیوطی کامل السفینہ حدیقہ حکیم سنائی۔ مناقب مرتضوی (۴۵) ۵۱ھ میں حجر ابن عدی کو جو نہایت متقی و پرہیزگار اور عبادت گزار تھے اور ان کے چھ ہمراہیوں کو اور عمر ابن حمق صحابی کو صرف اس جرم میں کہ وہ دوستداران علی تھے۔ اور جب معاویہ کا گورنر کوفہ کے منبر پر علی پر لعنت کرتا تو یہ روکتے اور علی کی حمایت کرتے تھے قتل کرا دیا۔ (۴۶)

خاندان بنی امیہ کو قرآن میں شجرۂ ملعونہ فرمایا گیا ہے (۴۷) ان کو علی اور ان کی اولاد اور ان کے شیعوں سے سخت دشمنی تھی۔ چنانچہ معاویہ حضرت علی پر تبرا کرتا تھا۔ اس نے ۴۱ھ میں حکم دیا کہ ممالک محروسہ کی تمام مسجدوں میں خطیب منبر پر بیٹھ کر حضرت علیؑ پر تبرا کیا کریں اور یہ رسم ۹۹ ہجری تک جاری رہی جبکہ عمر ابن عبدالعزیز نے خطبہ میں سے اس تبرا کو نکلوا کر آیۃ " ان اللہ یامر بالعدل والاحسان " الخ۔ اور خلفاء اربعہ کے نام داخل کرائے۔ ملاحظہ ہو صحیح مسلم۔ ترمذی۔ منہاج السنۃ۔ عقد الفرید۔ ابوالفداء۔ کامل ابن اثیر۔ طبری۔ تاریخ الخلفاء۔ فتاویٰ عزیزی۔ تفریح الاحباب۔ خصائص نسائی

امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ پر شتم و تبرا ایک ہزار ماہ تک جاری رہا (سر العالمین ص ۱۰ طبع بمبئی)۔ النصائح الکافیہ کے ص ۹ میں ہے کہ حضرت علیؑ پر ستر ہزار منبروں پر سب و شتم کی جاتی تھی۔ معاویہ نے ابوہریرہ عمرو عاص۔ مغیرہ ابن شعبہ اور عروہ ابن زبیر کو اس امر پر مامور کیا تھا کہ علی کی منقصت میں جھوٹی حدیثیں تیار کریں (۴۸) ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۱۵ میں ہے شیعیان علیؑ کے مال و متاع ضبط کر لیے گئے وہ قتل کیے گئے اور اس قدر ان پر ظلم کیے گئے کہ کوئی اپنے کو شیعہ نہ کہہ سکتا تھا۔ (۴۹) ابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۹ نصائح کافیہ ص ۸ کتاب الفخری میں ہے کہ معاویہ امور دنیا میں اس قدر منہمک رہتا اور اپنی ہمت تدبیر امور دنیا میں اتنی مصروف کرتا کہ اور سب تا میل اس کے سامنے ہیچ سمجھتا تھا۔ (۵۰) دن میں پانچ مرتبہ کھاتا تھا۔ اور آخری دفعہ سب سے زیادہ وہ کھا کر کہتا تھا اے غلام اٹھا لے کھاتے کھاتے تھک گیا مگر سیر نہیں ہوا۔ ایک بچھڑا بھنوا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کرلاتے وہ ایک ہی میدہ کی روٹی کے ساتھ کھا گیا اور ساتھ چار موٹے موٹے گرد ے۔ ایک گرم بھیڑ کا بچہ اور ایک ٹھنڈا بھیڑ کا بچہ اور کھجوروں سے الگ منہ میٹھا کیا۔ اس کے آگے ستو رطل یا قلائی رطب رکھا گیا وہ سب کھا گیا۔ (۵۱) امام نسائی فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ان کے حق میں بددعا کی تھی۔ "لا اشبع اللہ بطنہ"۔ خدا اس کا پیٹ نہ بھرے معاویہ اپنا مطلب نکالنے میں خون ریزی کی مطلق پرواہ نہ کرتا تھا (۵۳) اوکلی لکھتا ہے کہ وہ زرق برق کپڑے پہنتا اور شان و شوکت سے بسر کرتا اور ہمیشہ شراب پیتا تھا۔

(۵۴) حسن بصری کہتے ہیں کہ معاویہ کی چار باتیں ایسی ہیں کہ ان میں سے ایک ہی اس کی ہلاکت کے لئے کافی ہے۔ اول مستحقین خلافت کو محروم کر کے زبردستی خلافت پر قبضہ کرنا۔ دوسرے یزید کو ولی عہد بنانا جو بدا طوار شرابی حریر پہننے والا۔ گانا بجانا سننے کا شوقین تھا۔ تیسرے ابوسفیان کے حرامی بیٹے زیاد کو شریعت کے خلاف اپنا بھائی بنانا۔ چوتھے حجر اور ان کے اصحاب پر ظلم کرنا۔ اور ان کو قتل کرانا (۵۵) امام شافعی فرماتے ہیں کہ چار صحابی ایسے ہیں جن کی گواہی قابل قبول نہیں۔ معاویہ عمرو عاص مغیرہ۔ زیاد (حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی انھیں چار فتنہ گروں نے کمر توڑ دی ہے۔

(۵۶) مسعودی لکھتا ہے کہ اہل شام معاویہ کے فرمانبردار اور اطاعت گزار ایسے تھے کہ جنگ صفین کو جاتے ہوئے معاویہ نے جمعہ کی نماز بدھ کو پڑھا دی اور انھوں نے پڑھ لی پھر مسعودی لکھتا ہے کہ بنی امیہ کے عہد میں عام لوگوں کے اخلاق میں یہ بات داخل ہو گئی تھی کہ سید کو سردار نہ بنائیں یعنی امیہ بغیر عالم ہونے کے علم کی بات کہتے تھے اور بلا تمیز فاضل و مفضول اور فائدہ و نقصان کے جو ان کے آگے ہو جاتے اس کی مطابقت کر لیتے تھے اور حق و باطل میں تمیز نہ کرتے تھے (۵۷) معاویہ ۶۰ھ میں علیل ہوا۔ اور اس نے یزید سے کہا کہ جو کچھ مانگنا ہو مانگ لے۔ اس نے کہا حکومت چاہتا ہوں۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے جہنم سے نجات حاصل کر لوں۔ اس نے یزید کا منہ چوم لیا اور کہا مجھے منظور ہے۔ (تاریخ کامل) چنانچہ وہ یزید جیسے دشمن اسلام کو خلیفہ بنا کر رجب ۶۰ھ ہجری میں راہی دار البوار ہو گیا۔ (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۳۳) یہ مسلمات تاریخی میں سے ہے کہ معاویہ کے حق میں کوئی ایک حدیث بھی وارد نہیں ہوئی اور اس کے بدعادات بے شمار ہیں۔ تطہیر الجنان موضوعات ملا علی قاری ص ۳۰۳ و فتح الباری میں ہے کہ معاویہ کے حق میں کوئی بھی خبر صحیح وارد نہیں یہی وجہ ہے کہ صحیح بخاری میں اس کے متعلق کوئی باب قائم نہیں کیا گیا۔ مفردات امام راغب اصفہانی میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا تھا۔ کہ معاویہ کے گلے میں جب تک عیسائیوں کی صلیب نہ پڑے گی اسے موت نہ آئے گی چنانچہ آخری وقت ایک نصرانی کرسٹان نے تعویذ شفا کے نام سے اس کے گلے میں صلیب ڈال دی۔ اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ یقین ہے کہ معاویہ نصرانی و عیسائی محشور ہو گا کیونکہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ علی کا دشمن اور اُن کو اذیت دینے والا تھا۔ اور حدیث میں ہے کہ "من اذیٰ علیاً بعث یوم القیامۃ یہودیا الخ"۔ جو علی کو اذیت دے گا وہ یہودی یا نصرانی مبعوث و محشور ہوگا۔ (نصائح کافیہ) تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۵ میں ہے کہ معاویہ نے چالیس سال حکومت کی۔ ۷۸ سال کی عمر پائی اور سنہ ۶۰ھ میں انتقال کیا، اور دمشق شام میں دفن کیا گیا۔[1]

میں کہتا ہوں کہ معاویہ کے جملہ عمل و کردار کے نتائج ایک طرف اور اُس کا حضرت علیؑ امام حسنؑ کا قتل کرنا ایک طرف۔ یقین کرنا چاہیے کہ امیر معاویہ کی بخشش قطعاً دشوار ناممکن اور محال ہے۔ فقط۔

---

[1] سنا جاتا ہے کہ شام میں جس جگہ پر معاویہ کی قبر تھی اس جگہ جھونپڑیاں بنانے کی بھٹی بنی ہوئی ہے۔ ۱۲ منہ۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

۵

ابُوعبداللہ

حضرت

امام حسینؑ علیہ السلام

شہیدِ کربلا

حسینؑ تو نے تہِ تیغ وہ کیا سجدہ ۔ کہ فخر کرتی ہے طاعت بھی اس اطاعت پہ

وہ عبدیت کہ فقط افتخار ہے مولا ۔ الوہیت بھی ہے نازاں تری عبادت پہ

(صابر تھاریانی۔ کراچی)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۵

حضرت امام حسین علیہ السلام

یونہی بس تیسری شعبان کو حرمت چوگنی ہوگی | مجھے بارہ پلادے پانچواں ساقی ہوا پیدا
نہ کیونکر ایسے بیٹے پر ہوں نازاں ساقیِ کوثر | نہاں ہیں جس میں نو کوثر یہ وہ عصمت کا ہے دریا

(نجم کراروی)

حضرت امام حسین علیہ السلام ابوالآئمہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام و سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا کے فرزند اور پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و جناب خدیجۃ الکبریٰ کے نواسے اور شہیدِ مظلوم امام حسن علیہ السلام کے قوت بازو تھے۔ آپ کو ابوالائمۃ الثانی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ ہی کی نسل سے نو امام متولد ہوئے ہیں۔ آپ بھی اپنے پدرِ بزرگوار اور برادرِ عالی وقار کی طرح معصوم منصوص افضلِ زمانہ اور عالمِ علمِ لدنی تھے۔

آپ کی ولادت

حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت کے بعد پچاس راتیں گزریں تھیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا نطفہ وجود بطنِ مادر میں مستقر ہوا تھا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ولادتِ حسنؑ اور استقرارِ حملِ حسینؑ میں ایک طہر کا فاصلہ تھا (اصابہ نزل الابرار واقدی) ابھی آپ کی ولادت نہ ہونے پائی تھی۔ کہ بروایتے ام الفضل بنت حارث نے خواب میں دیکھا کہ رسولِ کریم کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری آغوش میں رکھا گیا ہے۔ اس خواب سے وہ بہت گھبرائیں اور دوڑی ہوئی رسولِ کریم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئیں کہ حضور آج ایک بہت برا خواب دیکھا ہے۔ حضرت نے خواب سُن کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ یہ خواب تو نہایت ہی عمدہ ہے۔ اے ام الفضل اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری بیٹی فاطمہ کے بطن سے عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جو تمہاری آغوش میں پرورش پائے گا۔ آپ کے ارشاد زمانے کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ خصوصی مدت حمل صرف چھ ماہ گزار کر نورِ نظرِ رسولؐ امام حسینؑ بتاریخ ۳ شعبان ۴ھ ہجری بمقام مدینہ منورہ بطنِ مادر سے آغوشِ مادر میں آگئے۔ (شواہد النبوت ص۱۳ وانوار حسینیہ جلد ۳ ص۴۳ بحوالہ صافی ص۲۹۸ و جامع

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عباسی ص۹۵ و بحار الانوار و مصباح طوسی و مقتل ابن نما ص۲) وغیرہ ام الفضل کا بیان ہے کہ میں حسب الحکم ان کی خدمت کرتی رہی۔ ایک دن میں بچہ کو لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے آغوش محبت میں لے کر پیار کیا اور آپ رونے لگے میں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ابھی جبرئیل میرے پاس آئے تھے وہ بتلا گئے ہیں کہ یہ بچہ امت کے ہاتھوں نہایت ظلم و ستم کے ساتھ شہید ہوگا۔ اور اے ام الفضل وہ مجھے اس کی قتل گاہ کی سرخ مٹی بھی دے گئے ہیں۔ (مشکوٰۃ جلد ۸ ص۱۴۰ طبع لاہور اور مسند امام رضا ص۳۸) میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا دیکھو یہ واقعہ فاطمہ سے کوئی نہ بتلائے ورنہ وہ سخت پریشان ہوں گی۔ ملا جامی لکھتے ہیں کہ ام سلمہ نے بیان کیا کہ ایک دن رسول خدا میرے گھر اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے سر مبارک کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اور چہرے پر گرد پڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس پریشانی کو دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے۔ فرمایا مجھے ابھی ابھی جبرئیل عراق کے مقام کربلا میں لے گئے تھے۔ وہاں میں نے جائے قتل حسینؑ دیکھی ہے اور یہ مٹی لایا ہوں۔ اے ام سلمہ اسے اپنے پاس محفوظ رکھو جب یہ خون ہو جائے تو سمجھنا کہ میرا حسین شہید ہو گیا۔ الخ (شواہد النبوت ص۱۷۴ م)۔

آپ کا اسم گرامی

امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ ولادت کے بعد سرور کائنات صلعم نے امام حسینؑ کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور اپنی زبان ان کے منہ میں دے کر بڑی دیر تک چسایا۔ اس کے بعد داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی پھر دعائے خیر فرما کر حسین نام رکھا۔ (نور الابصار ص۱۱۳) علماء کا بیان ہے کہ یہ نام اسلام سے پہلے کسی کا بھی نہیں تھا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ نام خود خداوند عالم کا رکھا ہوا ہے۔ (ارجح المطالب وروضۃ الشہداء ص۲۳۶) کتاب اعلام الوریٰ طبرسی میں ہے کہ یہ نام بھی دیگر آئمہ کے ناموں کی طرح لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

آپ کا عقیقہ

امام حسینؑ کا نام رکھنے کے بعد سرور کائناتؐ نے حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ بیٹی جس طرح حسن کا عقیقہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس کے عقیقہ کا بھی انتظام کرو، اور اسی طرح بالوں کے ہم وزن چاندی تصدق کرو جس طرح حسن کے لیے کر چکی ہو الغرض ایک مینڈھا منگوایا گیا۔ اور رسم عقیقہ ادا کر دی گئی (مطالب السئول ص۲۴۱) بعض معاصرین نے عقیقہ کے ساتھ ختنہ کا ذکر کیا ہے جو میرے نزدیک قطعاً ناقابل قبول ہے کیونکہ امام کا مختون پیدا ہونا مسلمات سے ہے۔

کنیت والقاب

آپ کی کنیت صرف ابو عبد اللہ تھی۔ البتہ القاب آپ کے بیشمار ہیں جن میں سید، سبط اصغر، شہید اکبر اور سید الشہداء زیادہ مشہور

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہیں ۔ علامہ محمد بن طلحہ شافعی کا بیان ہے کہ سبط اور رشید خود رسولِ کریمؐ کے معین کردہ القاب ہیں (مطالب السئول ص۲۲۱) ۔

آپ کی رضاعت

اصول کافی باب مولد الحسین ص۱۱۴ میں ہے کہ امام حسینؑ نے پیدا ہونے کے بعد نہ حضرت فاطمہ زہراؑ کا شیر مبارک نوش کیا اور نہ کسی اور دائی کا دودھ پیا ، ہوتا یہ تھا کہ جب آپ بھوکے ہوتے تو سرورِ کائناتؐ تشریف لا کر زبان مبارک دہن اقدس میں دے دیتے تھے اور امام حسینؑ اسے چوسنے لگتے تھے ۔ یہاں تک کہ سیر و سیراب ہو جاتے تھے ۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اسی سے امام حسینؑ کا گوشت پوست بنا اور لعاب دہن رسالتؐ سے حسین پرورش پا کر کارِ رسالت انجام دینے کی صلاحیت کے مالک بنے ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رسولِ کریمؐ سے بہت مشابہ تھے ۔ (نور الابصار ص۱۱۳) ۔

خداوندِ عالم کی طرف سے ولادت امام حسینؑ کی تہنیت اور تعزیت

علامہ حسین واعظ کاشفی رقمطراز ہیں کہ امام حسینؑ کی ولادت کے بعد خلاقِ عالم نے جبرئیل کو حکم دیا کہ زمین پر جا کر میرے حبیب محمد مصطفےٰؐ کو میری طرف سے حسینؑ کی ولادت پر مبارک باد دے دو اور ساتھ ہی ساتھ ان کی شہادتِ عظمیٰ سے بھی انہیں مطلع کر کے تعزیت ادا کر دو ۔ جناب جبرئیل بحکم ربِّ جلیل زمین پر وارد ہوئے ۔ اور انھوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچ کر تہنیت ادا کی ۔ اس کے بعد عرض پرداز ہوئے کہ اے حبیب ربِّ کریم آپ کی خدمت میں شہادتِ حسینؑ کی تعزیت بھی منجانب اللہ ادا کی جاتی ہے ۔ یہ سن کر سرورِ کائناتؐ کا ماتھا ٹھنکا اور آپ نے پوچھا ، جبرئیلؑ ماجرا کیا ہے ۔ تہنیت کے ساتھ تعزیت کی تفصیل بیان کرو ۔ جبرئیلؑ نے عرض کی مولا ایک وہ دن ہوگا جس دن آپ کے اس چہیتے فرزند "حسینؑ" کے گلوئے مبارک پر خنجر آبدار رکھا جائے گا ۔ اور آپ کا یہ نورِ نظر بے یار و مددگار میدان کربلا میں یکہ و تنہا تین دن کا بھوکا پیاسا شہید ہوگا ۔ یہ سن کر سرورِ عالمؐ محوِ گریہ ہوگئے ۔ آپ کے رونے کی خبر جونہی امیر المومنینؑ کو پہنچی وہ بھی رونے لگے اور عالمِ گریہ میں داخل خانۂ سیدہ ہوگئے ۔ جناب سیدہ نے جو حضرت علیؑ کو روتا دیکھا دل بے چین ہوگیا ۔ عرض کی ابو الحسن رونے کا سبب کیا ہے ۔ فرمایا بنتِ رسولؐ ابھی جبرئیل آئے ہیں اور وہ حسینؑ کی تہنیت کے ساتھ ساتھ اس کی شہادت کی بھی خبر دے گئے ہیں ۔ حالات سے باخبر ہونے کے بعد فاطمہؑ کے گریہ گلوگیر ہوگیا ۔ آپ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی بابا جان یہ کب ہوگا ۔ فرمایا جب نہ میں ہوں گا نہ تم ہوگی نہ علیؑ ہوں گے نہ حسنؑ ہوں گے ۔ فاطمہؑ نے پوچھا بابا میرا بچہ کس خطا پر شہید ہوگا ۔ فرمایا فاطمہؑ بالکل بے جرم و بے خطا صرف اسلام کی حمایت میں شہادت ہوگی ۔ فاطمہؑ نے عرض کی بابا جان جب ہم

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں سے کوئی نہ ہوگا تو پھر اس پر گریہ کون کرے گا۔ اور اس کی صفِ ماتم کون بچھائے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس سوال کا حضرت رسولِ کریم ابھی جواب نہ دینے پائے تھے کہ ہاتفِ غیبی کی آواز آئی۔ اے فاطمہ غم نہ کرو۔ تمھارے اس فرزند کا غم ابدالآباد تک منایا جائے گا اور اس کا ماتم قیامت تک جاری رہے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ رسولِ خدا نے فاطمہ کے جواب میں یہ فرمایا تھا کہ خدا کچھ لوگوں کو ہمیشہ پیدا کرتا رہے گا جس کے بوڑھے بوڑھوں پر اور جوان جوانوں پر اور بچے بچوں پر اور عورتیں عورتوں پر گریہ وزاری کرتے رہیں گے۔

فطرس کا واقعہ

علامہ مذکور بحوالہ حضرت شیخ مفید علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں کہ اسی تہنیت کے سلسلہ میں جناب جبرئیل بے شمار فرشتوں کے ساتھ زمین کی طرف آ رہے تھے۔ ناگاہ ان کی نظر زمین کے ایک غیر معروف جغبقہ پر پڑی۔ دیکھا کہ ایک فرشتہ زمین پر پڑا ہوا زار و قطار رو رہا ہے۔ آپ اس کے قریب گئے اور آپ نے اس سے ماجرا پوچھا۔ اس نے کہا اے جبرئیل میں وہی فرشتہ ہوں جو پہلے آسمان پر ستر ہزار فرشتوں کی قیادت کرتا تھا میرا نام فطرس ہے۔ جبرئیل نے پوچھا تجھے کس جرم کی یہ سزا ملی ہے۔ اس نے عرض کی، مرضیٔ معبود کے سمجھنے میں ایک پل کی دیری کی تھی جس کی یہ سزا بھگت رہا ہوں۔ بال و پر جل گئے ہیں۔ یہاں کنج تنہائی میں پڑا ہوں۔ اے جبرئیل خدارا میری کچھ مدد کرو۔ ابھی جبرئیل جواب نہ دینے پائے تھے کہ اس نے سوال کیا۔ اے روح الامین آپ کہاں جا رہے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفےٰ کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوا ہے جس کا نام "حسین" ہے۔ میں خدا کی طرف سے اس کی ادائے تہنیت کے لیے جا رہا ہوں۔ فطرس نے عرض کی اے جبرئیل خدا کے لیے مجھے اپنے ہمراہ لیتے چلو مجھے اسی در سے شفا اور نجات مل سکتی ہے۔ جبرئیل اسے ساتھ لے کر حضور کی خدمت میں اس وقت پہنچے جب کہ امام حسین آغوشِ رسول میں جلوہ فرما تھے۔ جبرئیل نے عرض حال کیا، سرورِ کائنات نے فرمایا کہ فطرس کے جسم کو حسین کے بدن سے مس کر دو۔ شفا ہو جائے گی۔ جبرئیل نے ایسا ہی کیا اور فطرس کے بال و پر اسی طرح روئیدہ ہو گئے جس طرح پہلے تھے۔ وہ صحت پانے کے بعد فخر و مباہات کرتا ہوا اپنی منزل "اصلی" آسمانِ سیوم پر جا پہنچا اور مثل سابق ستر ہزار فرشتوں کی قیادت کرنے لگا۔ "بعد از شہادت حسین چوں بر آں قضیہ مطلع شد" یہاں تک کہ وہ زمانہ آیا جس میں امام حسین نے شہادت پائی اور اسے حالات سے آگاہی ہوئی تو اس نے بارگاہ احدیت میں عرض کی "مالک مجھے اجازت دی جائے کہ میں زمین پر جا کر دشمنانِ حسین سے جنگ کروں۔ ارشاد ہوا کہ جنگ کی کوئی ضرورت نہیں البتہ تو ستر ہزار فرشتے لے کر زمین پر چلا جا اور ان کی قبر مبارک پر صبح و شام گریہ و ماتم کیا کر اور اس کا جو ثواب ہو گا اسے ان کے رونے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

والوں کے لیے ہبہ کر دے۔ چنانچہ فطرس زمین کربلا پر جا پہنچا اور تا قیام قیامت شب و روز روتا رہے گا۔ (روضۃ الشہداء از ۲۳۶ تا ۲۳۸ طبع بمبئی ۱۳۸۵ھ و غنیۃ الطالبین شیخ عبد القادر جیلانی)

امام حسینؑ کا روئے تاباں

ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کو خداوند عالم نے وہ حسن و جمال دیا تھا جس کی نظیر نظر نہیں آتی۔ آپ کے روئے تاباں کا یہ حال تھا کہ جب آپ جائے تاریک میں بیٹھ جاتے تھے۔ تو لوگ آپ کے روئے روشن سے شمع طریق کا کام لیتے تھے۔ یعنی ہر چیز روشن ہو جاتی تھی اور لوگوں کو تاریکی میں راہروی کی زحمت نہیں ہوتی تھی۔ (شواہد النبوت رکن ۶ صفحہ ۱۴۲ و روضۃ الشہداء باب ۲۳۸ صفحہ) شیخ عبد الواسع ابن یحییٰ واسعی لکھتے ہیں کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ ایک دن رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر تھے یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ آپ نے فرمایا میرے بچو! اب رات ہو گئی ہے تم اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ۔ بچے حسب الحکم روانہ ہو گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ جیسے یہ بچے گھر کی طرف چلے ایک روشنی پیدا ہوئی جو ان کے راستے کی تاریکی کو دور کرتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ بچے اپنی ماں کی خدمت میں جا پہنچے۔ پیغمبر اسلام جو اس روشنی کو دیکھ رہے تھے۔ ارشاد فرمانے لگے۔ "الحمد للہ الذی اکرمنا اہل البیت" خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم اہل بیت کو عزت و کرامت عطا فرمائی ہے۔ مسند امام رضا صفحہ ۳۸ مطبوعہ مصر ۱۳۴۱ھ۔

جناب ابراہیم کا امام حسینؑ پر قربان ہونا

علماء کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت رسول خدا صلعم امام حسینؑ کو داہنے زانو پر اور جناب ابراہیمؑ کو بائیں زانو پر بٹھائے ہوئے پیار کر رہے تھے کہ ناگاہ جبرئیل نازل ہوئے اور کہنے لگے ارشاد خداوندی ہے کہ دو میں سے ایک کو اپنے پاس رکھو۔ پیغمبر اسلامؐ نے امام حسینؑ کو ابراہیم پر ترجیح دی اور اپنے فرزند ابراہیم کو حسینؑ پر سے فدا کر دینے کے لیے کہا۔ چنانچہ ابراہیم علیل ہو کر تین یوم میں انتقال کر گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے جب امام حسینؑ آنحضرتؐ کے سامنے آتے تھے تو آپؐ انھیں آغوش میں بٹھا کر فرماتے تھے کہ یہ وہ ہے جس پر میں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو قربان کر دیا ہے۔ (شواہد النبوت صفحہ ۱۴۲ و تاریخ بغداد جلد ۲ صفحہ ۲۰۴)۔

حسنینؑ کی باہم زور آزمائی

ابن الخشاب شیخ کمال الدین اور ملا جامی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کمسنی کے عالم میں رسول خدا کی نظروں کے سامنے آپس میں زور آزمائی کرنے اور کشتی لڑنے لگے جب باہم ایک دوسرے سے لپٹ گئے تو رسول خدا نے امام حسنؑ سے کہنا شروع کیا، ہاں بیٹا حسن! پکڑ حسینؑ کو اور حسینؑ کو گرا دے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور چت کر دے، فاطمہؑ نے آگے بڑھ کر عرض کی باباجان آپ تو بڑے فرزند کی ہمت بڑھا رہے ہیں اور چھوٹے بیٹے کی ہمت افزائی نہیں کرتے آپ نے فرمایا کہ اے بیٹی یہ تو دیکھو کہ جبریل کھڑے ہوئے حسینؑ سے کہہ رہے ہیں "بگیر حسن را" اے حسینؑ تم حسنؑ کو گرا دو، اور چت کر دو۔ (شواہد النبوت ص۱۷۴ و روضۃ الشہدا ص۲۳۹ نور الابصار ص۱۱۴ طبع مصر)۔

خاکِ قدم حسینؑ اور حبیب بن مظاہر

علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ ایک دن رسولِ خدا ایک راستے سے گزر رہے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ چند بچے کھیل رہے ہیں۔ آپ اُن کے قریب گئے اور ان میں سے ایک بچہ کو اٹھا کر اپنی آغوش میں بٹھا لیا اور آپ اُس کی پیشانی کے بوسے دینے لگے۔ ایک صحابی نے پوچھا حضورؐ اس بچہ میں کیا خصوصیت ہے کہ آپ نے اُس کی اس درجہ قدر افزائی فرمائی ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اسے ایک دن اس حال میں دیکھا ہے کہ یہ میرے بچے حسینؑ کے قدموں کی خاک اٹھا کر اپنی آنکھوں میں لگا رہا تھا۔ بعض حضرات کا بیان ہے کہ وہ بچہ آنحضرتؐ نے جس کو پیار کیا تھا اُس کا نام حبیب ابن مظاہر تھا۔

پسر مرتضیٰ امام حسینؑ ۔۔۔۔ گرچہ اولیٰ نہ بودہ در کونین
مصطفےٰ او را کشیدہ بدوش ۔۔۔۔ مرتضیٰ پروریدہ در آغوش
عقل در بند عہد و پیمانش ۔۔۔۔ بودہ جبرئیل عہد جنبانش

(روضۃ الشہدا ص۲۳۹)

امام حسینؑ کے لیے بچہ آہو کا آنا

کتاب کشف الغرائب میں ہے کہ ایک شخص نے سرورِ کائنات کی خدمت میں ایک بچہ آہو ہدیۃً پیش کیا۔ آپؐ نے اُسے امام حسنؑ کے حوالے کر دیا۔ کیونکہ آپ بروقت حاضر خدمت ہو گئے تھے۔ امام حسینؑ نے جب امام حسنؑ کے پاس بچہ آہو ملاحظہ کیا، تو اپنے نانا سے کہنے لگے نانا جان، آپ مجھے بھی بچہ آہو دیجیے۔ سرورِ کائنات امام حسینؑ کو تسلی دینے لگے۔ لیکن کمسنی کا عالم تھا فطرتِ انسانی نے اظہارِ فضیلت کے لیے کروٹ لی اور امام حسینؑ نے ضد کرنا شروع کر دیا۔ اور قریب تھا کہ رو پڑیں ناگاہ ایک آہو کو آتا ہوا دیکھا گیا۔ جس کے ہمراہ اس کا بچہ تھا۔ وہ آہو سیدھا خدمت میں آیا اور اُس نے بزبانِ فصیح کہا۔ حضور میرے دو بچے تھے ایک کو صیاد نے شکار کر کے آپ کی خدمت میں پہنچا دیا اور دوسرے کو میں۔ یہ کر اس وقت حاضر ہوا ہوں۔ اس نے کہا کہ میں جنگل میں تھا کہ میرے کانوں میں ایک آواز آئی جس کا مطلب یہ تھا کہ نازپروردۂ رسول بچۂ آہو کے لیے مچلا ہوا ہے۔ جلد سے جلد اپنے بچہ کو حضور رسولِ کریمؐ کی خدمت میں پہنچا۔ حکم پاتے ہی میں حاضر ہوا ہوں اور ہدیہ پیش خدمت ہے آنحضرت صلعم نے آہو کو دعائے خیر دی، اور بچہ امام حسینؑ کے حوالے کر دیا۔ (روضۃ الشہدا جلد ۱ ص۲۲۰)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امام حسینؑ سینۂ رسولؐ پر

صحابیٔ رسولؐ ابوہریرہ راوی حدیث کا بیان ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا ہے کہ رسولِ کریمؐ لیٹے ہوئے ہیں اور امام حسینؑ نہایت کمسنی کے عالم میں ان کے سینۂ مبارک پر ہیں۔ ان کے دونوں ہاتھوں کو پکڑے ہوئے فرماتے ہیں۔ اے حسینؑ تو میرے سینے پر کودو چنانچہ امام حسینؑ آپ کے سینۂ مبارک پر کودنے لگے۔ اس کے بعد حضورؐ صلعم نے امام حسینؑ کا منہ چوم کر خدا کی بارگاہ میں عرض کی اے میرے پالنے والے میں اسے بے حد چاہتا ہوں تو بھی اسے محبوب رکھ۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ امام حسینؑ کا لعاب دہن اور ان کی زبان اس طرح چوستے تھے جس طرح کھجور کوئی چوسے۔ (ارجح المطالب ص۳۵۹، ص۳۶۱ استیعاب جلد۱ ص۱۴۳، اصابہ جلد۲ ص۱۱، کنزالعمال جلد۷ ص۱۰۴، کنوز الحقائق ص۵۹)۔

حسنینؑ میں خوشنویسی کا مقابلہ

رسولِ کریمؐ کے شہزادے امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے ایک دن ایک تحریر لکھی۔ پھر دونوں آپس میں مقابلہ کرنے لگے کہ کس کا خط اچھا ہے، جب باہمی فیصلہ نہ ہو سکا تو فاطمہؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے فرمایا علیؑ کے پاس جاؤ۔ علیؑ نے کہا رسولِ خدا سے فیصلہ کراؤ۔ رسولِ کریمؐ نے ارشاد کیا۔ اے نورِ نظر اس کا فیصلہ تو میری لختِ جگر فاطمہؑ ہی کریں گی۔ اُس کے پاس جاؤ۔ بچے دوڑے ہوئے پھر ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ماں نے گلے لگا لیا۔ اور کہا اے میرے دل کی اُمیدو، تم دونوں کا خط بہترین ہے اور دونوں نے بہت خوب لکھا ہے۔ لیکن بچے نہ مانے اور یہی کہتے رہے، مادرِ گرامی دونوں کو سامنے رکھ کر صحیح فیصلہ دیجئے۔ ماں نے کہا اچھا بیٹا، لو اپنا گلوبند توڑتی ہوں۔ اس کے دانے چُنو، فیصلہ خدا کرے گا۔ سات دانوں کا گلوبند توڑا، زمین پر دانے بکھرے۔ بچوں نے ہاتھ بڑھائے اور زمین میں دانوں پر دونوں نے قبضہ کر لیا۔ ایک دانہ جو رہ گیا۔ اس کی طرف دونوں کے ہاتھ برابر سے بڑھے حکمِ خداوندِ عالم ہوا۔ جبرئیلؑ دانہ کے دو ٹکڑے کر دو۔ ایک حسنؑ نے لے لیا ایک حسینؑ نے اٹھایا۔ ماں نے بڑھ کر دونوں کے بوسے لے لیے اور کہا کیوں؟ بچو میں نہ کہتی تھی کہ تم دونوں کے خط اچھے ہیں اور ایک کی دوسرے کے خط پر ترجیح نہیں ہے۔ (خلاصۃ المصائب ص۲۳۵) قاری عبدالودود شمس لکھنوی خلف مولوی عبدالحکیم اُستاد مولوی شیخ عبدالشکور مدیر النجم پاٹا نالہ لکھنؤ۔ بجا ارشاد اپنے ایک قصیدے میں لکھتے ہیں ؎

دونوں بھائی ایک دن مادر سے یہ کہنے لگے ۔۔۔ آپ فرمائیں کہ لکھنا کس کو بہتر آگیا
سات موتی رکھ کے فرمایا کہ چُن لو تم اُٹھائے ۔۔۔ ایک موتی دو ہُوا حصّہ برابر آگیا

جنت کے کپڑے اور فرزندانِ رسولؐ کی عید

امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا بچپنا ہے۔ عید آنے کو ہے۔ اور ان اصفیائے عالم کے گھر میں نئے کپڑے کا کیا ذکر پرانے کپڑے بلا نان جویں تک نہیں ہے۔ بچوں نے ماں کے گلے میں بانہیں ڈال دیں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مادر گرامی اطفال مدینہ عید کے دن زرق برق کپڑے پہن کر نکلیں گے اور ہمارے پاس بالکل لباس تو نہیں ہے۔ ہم کس طرح عید منائیں گے۔ ماں نے کہا بچو گھبراؤ نہیں، تمھارے کپڑے درزی لائے گا۔ عید کی رات آئی۔ بچوں نے ماں سے پھر کپڑوں کا تقاضا کیا۔ ماں نے وہی جواب دے کر نونہالوں کو خاموش کر دیا۔ ابھی صبح نہیں ہونے پائی تھی کہ ایک شخص نے دق الباب کیا، دروازہ کھٹکھٹایا فضہ دروازے پر گئیں۔ ایک شخص نے ایک بقچہ لباس دیا۔ فضہ نے سیدۂ عالم کی خدمت میں اسے پیش کیا۔ اب جو کھولا تو اس میں دو چھوٹے چھوٹے عمامے دو قبائیں دو عبائیں غرضیکہ تمام ضروری کپڑے موجود تھے۔ ماں کا دل باغ باغ ہو گیا۔ وہ تو سمجھ گئیں کہ یہ کپڑے جنت سے آئے ہیں لیکن منہ سے کچھ نہیں کہا بچوں کو جگایا کپڑے دیئے۔ صبح ہوئی بچوں نے جب کپڑوں کے رنگ کی طرف توجہ کی تو کہا مادر گرامی یہ تو سفید کپڑے ہیں۔ اطفال مدینہ رنگین کپڑے پہنے ہوں گے۔ اماں جان ہمیں رنگین کپڑے چاہئیں۔ حضور انور کو اطلاع ملی، تشریف لائے فرمایا گھبراؤ نہیں تمھارے کپڑے ابھی ابھی رنگین ہو جائیں گے۔ اتنے میں جبرئیل آفتابہ لیے ہوئے آپہنچے۔ انھوں نے پانی ڈالا محمد مصطفےٰ کے ارادے سے کپڑے سبز اور سرخ ہو گئے۔ سبز جوڑا حسن نے پہنا سرخ جوڑا حسین نے زیب تن کیا۔ ماں نے گلے لگایا۔ باپ نے بوسے دیئے نانا نے اپنی پشت پر سوار کر کے مہار کے بدلے زلفیں ہاتھوں میں دے دیں اور کہا میرے نونہالو، رسالت کی باگ تمھارے ہاتھ میں ہے جدھر چاہو موڑ دو اور جہاں چاہو لے چلو (روضۃ الشہداء صفحہ ۱۸۹ بحار الانوار) بعض علماء کا کہنا ہے کہ سرورِ کائنات بچوں کو پشت پر بٹھا کر دونوں ہاتھوں اور پیروں سے چلنے لگے اور بچوں کی فرمائش پر اونٹ کی آواز منہ سے نکالنے لگے۔ (کشف المحجوب)۔

گریۂ حسینؑ اور صدمۂ رسولؐ

امام شبلنجی اور علامہ بدخشی لکھتے ہیں کہ زید ابن زیاد کا بیان ہے کہ ایک دن آنحضرت صلعم خانۂ عائشہ سے نکل کر کہیں جا رہے تھے راستہ میں فاطمہ زہرا کا گھر پڑا۔ اس گھر سے امام حسین کے رونے کی آواز برآمد ہوئی۔ آپ داخل ہو گئے اور فرمایا اے فاطمہ "الم تعلمی ان بکاءہ یوذینی"۔ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ حسین کے رونے سے مجھے کس قدر تکلیف اور اذیت پہنچتی ہے۔ (نور الابصار صفحہ ۱۱۴ و مجمع الہیثمی جلد ۹ صفحہ ۲۰۱ و ذخائر العقبیٰ صفحہ ۱۲۳)۔ بعض علما کا بیان ہے کہ ایک دن رسول خدا کہیں جا رہے تھے راستہ میں ایک مدرسہ کی طرف سے گزر ہوا۔ ایک بچہ کے رونے کی آواز گوش زد ہوئی جو حسین کی آواز سے بہت زیادہ مشابہ تھی۔ آپ داخل مدرسہ ہوئے اور استاد کو ہدایت کی کہ اس بچہ کو نہ مارا کرو۔ کیونکہ اس کی آواز میرے بچے حسین کی آواز سے بہت مشابہ ہے۔

امام حسینؑ کی سرداری جنت

پیغمبر اسلام کی یہ حدیث مسلمات اور متواترات سے ہے کہ "الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنۃ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

"وابوهما خیر منهما" یہ حسن اور حسین جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور ان کے پدر بزرگوار ان دونوں سے بہتر ہیں۔ (ابن ماجہ) صحابیِ رسول جناب حذیفہ یمانی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن سرورِ کائنات صلعم کو بے انتہا مسرور دیکھ کر پوچھا حضور! افراطِ مسرت کی کیا وجہ ہے فرمایا اے حذیفہ آج ایک ایسا ملک نازل ہوا ہے جو میرے پاس اس سے قبل کبھی نہیں آیا تھا۔ اس نے مجھے میرے بچوں کی سرداریِ جنت پر مبارک باد دی ہے اور کہا ہے کہ "ان فاطمة سیدة نساء اھل الجنة وان الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنة" فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار اور حسنین جنت کے مردوں کے سردار ہیں۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۷ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۲ اسد الغابہ ج ۱۲ اصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۲ ترمذی شریف، مطالب السئول صفحہ ۲۴۲ صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۴)۔

اس حدیث سے سیادت علویہ کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ قطع نظر اس سے کہ حضرت علی میں مثل نبی سیادت کا ذاتی شرف موجود تھا اور خود سرورِ کائنات نے بار بار آپ کی سیادت کی تصدیق سید العرب، سید المتقین، سید المومنین وغیرہ جیسے الفاظ سے فرمائی ہے حضرت علی کا سردارانِ جنت امام حسن اور امام حسین سے بہتر ہونا واضح کرتا ہے کہ آپ کی سیادت مسلمہ ہی نہیں بلکہ بہت بلند درجہ رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میرے نزدیک جملہ اولادِ علی سید ہیں یہ اور بات ہے کہ بنی فاطمہ کے برابر نہیں ہیں۔

امام حسینؑ عالمِ نماز میں پشتِ رسولؐ پر

خدا نے جو شرف امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو عطا فرمایا ہے وہ اولادِ رسول اور فرزندانِ علی میں آلِ محمدؐ کے سوا کسی کو نصیب نہیں۔ ان حضرات کا ذکر عبادت اور ان کی محبت عبادت، یہ حضرات اگر پشتِ رسول پر عالمِ نماز میں سوار ہو جائیں، تو نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ یہ نونہالانِ رسالت پشتِ رسول پر عالمِ نماز میں سوار ہو جایا کرتے تھے اور جب کوئی منع کرنا چاہتا تھا تو آپ اشارہ سے روک دیا کرتے تھے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ سجدہ میں اُس وقت تک مشغول ذکر رہا کرتے تھے جب تک بچے آپ کی پشت سے خود نہ اتر آئیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے خدایا میں انھیں دوست رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔ کبھی ارشاد ہوتا تھا اے دُنیا والو! اگر مجھے دوست رکھتے ہو تو میرے بچوں سے بھی محبت کرو۔ (اصابہ صفحہ ۱۲ جلد ۲ و مستدرک امام حاکم و مطالب السئول صفحہ ۲۲۳)۔

حدیث حسینٌ منی

سرورِ کائناتؐ نے امام حسین علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ اے دُنیا والو! بس مختصر یہ سمجھ لو کہ "حسین منی وانا من الحسین" حسین مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ خدا اسے دوست رکھے جو حسینؑ کو دوست رکھے۔ (مطالب

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الفصول صفحہ ۲۴۲ صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۴ نورالابصار صفحہ ۱۱۳ و صحیح ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۰۶ مستدرک امام حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۴۹ و مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۹۷۲ اسد الغابۃ جلد ۲ صفحہ ۹۱ کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۲۲۱)۔

مکتوباتِ بابِ جنّت

سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ شبِ معراج جب میں سیرِ آسمانی کرتا ہوا جنت کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ بابِ جنت پر سونے کے حروف میں لکھا ہوا ہے۔

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ حَبِیْبُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَفَاطِمَۃُ اَمَۃُ اللّٰہِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ صَفْوَۃُ اللّٰہِ وَمَنْ اَبْغَضَہُمْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ۔"

(ترجمہ) خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد صلعم اللہ کے حبیب ہیں۔ علی اللہ کے ولی ہیں۔ فاطمہ اللہ کی کنیز ہیں۔ حسنؑ اور حسینؑ اللہ کے برگزیدہ ہیں اور ان سے بغض رکھنے والوں پر خدا کی لعنت ہے۔ ارجح المطالب باب ۳ صفحہ ۳۱۵ طبع لاہور ۱۲۵۱ء۔

امام حسینؑ اور صفاتِ حسنہ کی مرکزیت

یہ تو معلوم ہی ہے کہ امام حسینؑ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے نواسے، حضرت علیؑ و فاطمہؑ کے بیٹے اور امام حسنؑ کے بھائی تھے، اور انہیں حضرات کو پنج تن پاک کہا جاتا ہے۔ اور امام حسینؑ پنج تن کے آخری فرد ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ آخر تک رہنے والے اور ہر دور سے گزرنے والے کے لیے اکتسابِ صفاتِ حسنہ کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ امام حسینؑ ۳ شعبان ۴ھ ہجری کو پیدا ہو کر سرورِ کائنات کی پرورش و پرداخت اور آغوشِ مادر میں رہے اور کسبِ صفات کرتے رہے۔ ۲۸ صفر ۱۱ھ ہجری کو جب آنحضرت شہادت پا گئے اور ۳ جمادی الثانی کو ماں کی برکتوں سے محروم ہو گئے تو حضرت علیؑ نے تعلیماتِ الٰہیہ اور صفاتِ حسنہ سے بہرہ ور کیا۔ ۲۱ رمضان ۴۰ھ ہجری کو آپ کی شہادت کے بعد امام حسنؑ کے سر پر ذمہ داری عائد ہوئی۔ امام حسنؑ ہر قسم کی استمداد و استعانت خاندانی اور فیضانِ باری میں برابر کے شریک رہتے۔ ۲۸ صفر ۵۰ھ ہجری کو جب امام حسنؑ شہید ہو گئے، تو امام حسینؑ صفاتِ حسنہ کے واحد مرکز بن گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ میں جملہ صفاتِ حسنہ موجود تھے اور آپ کے طرزِ حیات میں محمدؐ و علیؑ فاطمہؑ اور حسنؑ کا کردار نمایاں تھا اور آپ نے جو کچھ کیا قرآن و حدیث کی روشنی میں کیا۔ کتبِ مقاتل میں ہے کہ کربلا میں جب امام حسینؑ رخصتِ آخری کے لیے خیمہ میں تشریف لائے تو جنابِ زینبؑ نے فرمایا تھا کہ اے خامسِ آلِ عبا آج تمہاری جدائی کے تصور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد مصطفےٰؐ، علی مرتضیٰؑ، فاطمۃ الزہراؑ، حسن مجتبیٰؑ ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت عمرؓ کا اعتراف شرفِ آلِ محمدؐ

عہدِ عمری میں اگرچہ پیغمبرِ اسلامؐ کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں اور لوگ محمد مصطفٰےؐ کی خدمت اور تعلیمات کو پسِ پشت ڈال چکے تھے۔ لیکن پھر بھی کبھی کبھی "حق بر زبان جاری" کے مطابق عوام اچھی باتیں سن ہی لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر منبرِ رسولؐ پر خطبہ فرما رہے تھے ناگاہ حضرت امام حسینؑ کا اُدھر سے گزر ہوا۔ آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور حضرت عمر کی طرف مخاطب ہو کر بولے "انزل عن منبر ابي" میرے باپ کے منبر سے اُتر آئیے اور جائیے اپنے باپ کے منبر پر بیٹھیے۔ آپ نے کہا کہ میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں ہے۔ اس کے بعد منبر سے اُتر کر امام حسینؑ کو اپنے ہمراہ اپنے گھر لے گئے۔ اور وہاں پہنچ کر پوچھا کہ صاحبزادے تمھیں یہ بات کس نے سکھائی ہے۔ تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے سے کہا ہے، مجھے کسی نے سکھایا نہیں۔ اس کے بعد انھوں نے کہا کہ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، کبھی کبھی آیا کرو۔ آپ نے فرمایا بہتر ہے۔ ایک دن آپ تشریف لے گئے تو حضرت عمر کو معاویہ سے تنہائی میں محوِ گفتگو پا کر واپس چلے گئے . . . جب اس کی اطلاع حضرت عمر کو ہوئی تو انھوں نے محسوس کیا اور راستے میں ایک دن ملاقات پر کہا کہ آپ واپس کیوں چلے آئے تھے۔ فرمایا آپ محوِ گفتگو تھے۔ اس لیے میں عبداللہ (ابنِ عمر) کے ہمراہ واپس آیا۔ حضرت عمر نے کہا کہ "فرزندِ رسولؐ! میرے بیٹے سے زیادہ تمھارا حق ہے" "فانما انبت ماتری فی رؤسنا اللہ ثم انتم" اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ میرا وجود تمھارے صدقہ میں ہے اور میرا رواں تمھارے طفیل اُگا ہے۔ (اصابہ ج ۲ صفحہ ۱۵ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۷ و ازالۃ الخفا)

ابنِ عمر کا اعتراف شرفِ حسینی

ابنِ حریب راوی ہیں کہ ایک دن عبداللہ ابنِ عمر خانہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے باتیں کر رہے تھے اتنے میں حضرت امام حسین علیہ السلام سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیے۔ ابنِ عمر نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ شخص یعنی امام حسینؑ اہلِ آسمان کے نزدیک تمام اہلِ زمین سے زیادہ محبوب ہے۔

امام حسینؑ کی رکاب ابنِ عباس کے ہاتھوں میں

کبیر کاشانی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہو رہے تھے۔ حضرت ابنِ عباس صحابیِ رسولؐ کی جو نظر آپ پر پڑی تو آپ نے دوڑ کر حضرت کی رکاب تھام لی اور امام حسینؑ کو سوار کر دیا۔ یہ دیکھ کر کسی نے کہا کہ اے ابنِ عباس تم تو امام حسینؑ سے عمر اور رشتے دونوں میں بڑے ہو، پھر تم نے امام حسینؑ کی رکاب کیوں تھامی۔ آپ نے غصہ میں فرمایا کہ اے کمبخت تجھے کیا معلوم کہ یہ کون ہیں اور ان کا شرف کیا ہے یہ فرزندِ رسولؐ ہیں انھیں کے صدقہ میں میں نعمتوں سے بھرپور اور بہرہ ور ہوں۔ اگر میں نے ان کی رکاب تھام لی تو کیا ہوا؟ (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۱۴۵)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

(تاریخ بغداد جلد ۱ صفحہ ۱۴۱ ... جلد ۲ صفحہ ۱۵)

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امام حسینؑ کی گردِ قدم اور جنابِ ابوہریرہؓ

کون ہے جو جنابِ ابوہریرہؓ کے نام سے واقف نہ ہو آپ ہی وہ ہیں جن پر سابق کی حکومتوں کو بڑا اعتماد تھا اور آپ پر اعتماد کی حد یہ تھی کہ امیر معاویہ نے جب امیر المومنین کے خلاف وضع احادیث کی سکیم مرتب کی تھی تو انھیں کو اس سکیم کی گردِ رواں قرار دیا تھا۔ (میزان الکبریٰ امام شعرانی ص ۲۱) آپ کو حضرت علیؑ سے عقیدت بھی تھی۔ آپ نماز علیؑ کے پیچھے پڑھتے تھے اور کھانا معاویہ کے دسترخوان پر کھاتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ عبادت کا لطف علیؑ کے ساتھ اور کھانے کا مزہ معاویہ کے ساتھ ہے۔

مورخ طبری کا بیان ہے کہ ایک میت میں امام حسینؑ اور جنابِ ابوہریرہؓ نے شرکت کی اور دونوں حضرات ساتھ ہی چل رہے تھے راستے میں تھوڑی دیر کے لیے رُک گئے تو ابوہریرہ نے جھٹ رومال نکال کر حضرت امام حسینؑ کے پائے مبارک اور آپ کی جوتیوں سے گرد جھاڑنا شروع کر دیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے ابوہریرہؓ تم یہ کیا کرتے ہو، میرے پیروں اور جوتیوں سے گرد کیوں جھاڑنے لگے۔ آپ نے عرض کی: "دعنی منک فلو یعلم الناس منک ما اعلم لحملوک علی عواتقھم"۔

"مولا مجھے منع نہ کیجیے، آپ اسی قابل ہیں کہ میں آپ کی گردِ قدم صاف کروں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر لوگوں کو آپ کے وہ فضائل اور آپ کی وہ کرامت معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو یہ لوگ آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھائے پھریں۔" (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۹ طبع مصر)

امام حسینؑ کا ذریتِ نبیؐ میں ہونا

حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ذریتِ نبیؐ میں ہونے پر آیہ مباہلہ گواہ ہے۔ رسولِ خدا نے "ابنائنا" کی تکمیل حسنینؑ ہی سے کی تھی یہ ان کے فرزندانِ رسول ہونے کی دلیل محکم ہے جس کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی لیکن کج باطنی اور عصبیت کا کیا علاج ہے "عاصم بن بہدلہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ حجاج بن یوسف کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ امام حسین علیہ السلام کا ذکر آ گیا۔ حجاج نے کہا کہ ان کا ذریتِ رسول سے کوئی تعلق نہیں یہ سنتے ہی یحییٰ ابن یعمر نے کہا "کذبت ایھا الامیر" امیر یہ بات بالکل غلط اور جھوٹ ہے وہ یقیناً ذریتِ رسولؐ میں ہیں۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ اس کا ثبوت قرآن مجید سے پیش کرو "اولاقتلنک قتلا" ورنہ تمھیں بُری طرح قتل کروں گا۔ یحییٰ نے کہا کہ قرآن مجید میں ہے "ومن ذریتہ داؤد و سلیمان . . . و زکریا و یحییٰ و عیسیٰ الخ۔" اس آیت میں ذریتِ آدم میں حضرت عیسیٰ بھی بتائے گئے ہیں جو اپنی ماں کی طرف سے شامل ہوئے ہیں، بس اسی طرح امام حسینؑ بھی اپنی ماں کی طرف سے ذریتِ رسولؐ میں ہیں۔ حجاج نے کہا یہ صحیح ہے لیکن مجمع میں تم نے میری تکذیب کی ہے لہٰذا تمھیں شہر بدر کیا جاتا ہے اس کے بعد انھیں خراسان بھیج دیا۔ (مستدرک، ینابیع جلد ۲ ص ۱۹۳)

کرمِ حسینیؑ کی ایک مثال

امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں زیرِ آیہ "علم آدم الاسماء کلھا" لکھتے ہیں کہ ایک اعرابی نے خدمتِ امام حسینؑ میں حاضر ہو کر کچھ مانگا اور کہا کہ میں نے آپ کے جدِ نامدار سے سُنا ہے کہ جب کچھ مانگنا ہو تو چار قسم کے لوگوں سے مانگو۔ (۱)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شریفِ عرب سے (۲) کریم حاکم ت (۳) حاملِ قرآن سے (۴) حسین شکل والے سے ۔ یہی آپ میں یہ جملہ صفات پاتا ہوں اس لیے مانگ رہا ہوں ۔ آپ شریفِ عرب ہیں آپ کے نانا عربی ہیں ۔ آپ کریم ہیں ۔ کیونکہ آپ کی سیرت ہی کریم ہے ، قرآن پاک آپ کے گھر میں نازل ہوا ہے ۔ آپ صبیح و حسین ہیں ۔ رسولِ خدا کا ارشاد ہے کہ جو مجھے دیکھنا چاہے وہ حسن اور حسین کو دیکھے ۔ لہٰذا عرض ہے کہ مجھے عطیہ سے سرفراز فرمایئے ، آپ نے فرمایا کہ جدِ نامدار نے فرمایا ہے کہ " المعروف بقدر المعرفة " معرفت کے مطابق عطیہ دینا چاہیئے ، تو میرے سوالات کا جواب دے ۔ بتا (۱) سب سے بہتر عمل کیا ہے ؟ اُس نے کہا اللہ پر ایمان لانا ۔ (۲) ہلاکت سے نجات کا ذریعہ کیا ہے ؟ اُس نے کہا اللہ پر بھروسہ کرنا (۳) مرد کی زینت کیا ہے ؟ کہا ، " علم معه حلم " ایسا علم جس کے ساتھ حلم ہو ، آپ نے فرمایا دُرست ہے ۔ اس کے بعد آپ ہنس پڑے ۔ ودعی بالصرة الیه اور ایک بڑا کیسہ اس کے سامنے ڈال دیا ۔ (فضائل الخمسۃ من الصحاح الستۃ جلد ۳ صـ) ۔

امام حسینؑ کی ایک کرامت

طبقات ابنِ سعد جلد ۵ صـ میں ہے کہ جب امام حسینؑ مدینے سے مکہ جانے کے لیے نکلے تو راستے میں ابنِ مطیع مل گئے ۔ وہ اُس وقت کنواں کھود رہے تھے ۔ پوچھا مولا کہاں کا ارادہ ہے ؟ فرمایا مکہ جا رہا ہوں ۔ (شاید یہ میرا آخری سفر ہو) یہ سُن کر انھوں نے عرض کی مولا اس سفر کو ملتوی کر دیجئے ۔ فرمایا ، ممکن نہیں ہے ، پھر باتوں بات میں انھوں نے عرض کی کہ میں کنواں کھود رہا ہوں (اکثر اوقات پانی کھارا نکلتا ہے) آپ دُعا کر دیجئے کہ پانی میٹھا ہو اور کثیر ہو ، آپ نے تھوڑا پانی جو اُس وقت برآمد ہوا تھا طلب فرما کر چکھا اور اُس میں کُلّی کر کے کہا کہ اسے کنوئیں میں ڈال دو ۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا " فعذب وامھی " اُس کا پانی شیریں اور کثیر ہو گیا ۔

امام حسینؑ کی نصرت کیلیے رسولِ کریمؐ کا حکم

انس بن حارث کا بیان ہے جو کہ صحابی رسول اور اصحاب صفہ میں سے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ایک دن رسولِ خدا کی گود میں تھے اور وہ ان کو پیار کر رہے تھے ۔

اسی دوران میں فرمایا ، ان ابنی هذا یقتل بارض یقال لها کربلا فمن شهد ذالك منكم فلینصره " کہ میرا یہ فرزند " حسین " اس زمین پر قتل کیا جائے گا جس کا نام کربلا ہے ۔ دیکھو تم میں سے اس وقت جو بھی موجود ہو ، اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کی مدد کرے ۔

راوی کا بیان ہے کہ اصل راوی اور چشم دید گواہ انس بن حارث جو کہ اُس وقت موجود تھے وہ امام حسینؑ کے ہمراہ کربلا میں شہید ہو گئے تھے ۔ (اسد الغابہ جلد ۱ صـ ۱۲۳ و صـ ۳۴۹ ، اصابہ جلد ۱ صـ ۶۸ کنز العمال جلد ۶ صـ ۲۲۳ ، ذخائر العقبیٰ محب طبری صـ ۱۴۶)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امام حسین علیہ السلام کی عبادت

علماء و مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام زبردست عبادت گزار تھے ۔ آپ شب و روز میں بے شمار نمازیں پڑھتے اور انواع و اقسام عبادات سے سرفراز ہوتے تھے ۔ آپ نے پچیس حج با پیادہ کئے اور یہ تمام حج زمانہ قیام مدینہ منورہ میں فرمائے تھے ، عراق میں قیام کے دوران آپ کو اموی ہنگامہ آرائیوں کی وجہ سے کسی حج کا موقع نہیں مل سکا ۔ (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۰) ۔

امام حسینؑ کی سخاوت

مسند امام رضا صفحہ ۳۵ میں ہے کہ سخی دنیا کے لوگوں کے سردار اور متقی آخرت کے لوگوں کے سردار ہوتے ہیں ۔ امام حسین سخی ایسے تھے جن کی نظیر نہیں اور متقی ایسے تھے جن کی مثال نہیں ، علماء کا بیان ہے کہ اسامہ ابن زید صحابی رسول علیل تھے ۔ امام حسینؑ انہیں دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے محسوس کیا کہ وہ بے حد رنجیدہ ہیں ۔ پوچھا ، اے میرے نانا کے صحابی کیا بات ہے ” واغماہ “ کیوں کہتے ہو ۔ عرض کی مولا ، ساٹھ ہزار درہم کا قرضدار رہوں ۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں اسے میں ادا کروں گا ۔ چنانچہ آپ نے ان کی زندگی میں ہی انہیں قرضے کے بار سے سبکدوش فرما دیا ۔ ایک دفعہ ایک دیہاتی شہر میں آیا اور اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہاں سب سے زیادہ سخی کون ہے ۔ لوگوں نے امام حسین کا نام لیا ۔ اس نے حاضر خدمت ہو کر بذریعہ اشعار سوال کیا ۔ حضرت نے چار ہزار اشرفیاں عنایت فرما دیں ۔ شعیب خزاعی کا کہنا ہے کہ شہادت امام حسین کے بعد آپ کی پشت پر بار برداری کے گھٹے دیکھے گئے ۔ جس کی وضاحت امام زین العابدین نے یہ فرمائی تھی کہ آپ اپنی پشت پر لاد کر اشرفیاں اور غلوں کے گٹھر بیواؤں اور یتیموں کے گھر رات کے وقت پہنچایا کرتے تھے ۔ کتابوں میں ہے کہ آپ کے ایک غیر معصوم فرزند کو عبد الرحمٰن سلمی نے سورہ حمد کی تعلیم دی ، آپ نے ایک ہزار اشرفیاں اور ایک ہزار قیمتی خلعتیں عنایت فرمائیں ۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ صفحہ ۶۶) امام شبلنجی اور علامہ محمد ابن طلحہ شافعی نے نور الابصار اور مطالب السؤل میں ایک اہم واقعہ آپ کی صفت سخاوت کے متعلق تحریر کیا ہے جسے ہم امام حسنؑ کے حال میں لکھ آئے ہیں کیونکہ اس واقعہ سخاوت میں وہ بھی شریک تھے

امام حسینؑ کا عمرو عاص کو جواب

ایک مرتبہ معاویہ عمرو عاص اور حضرت امام حسین علیہ السلام ایک مقام پر بیٹھے ہوئے تھے ۔ عمرو عاص نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ ہمارے اولاد زیادہ ہوتی ہے ۔ اور آپ حضرات کے کم ، حضرت نے اس کے جواب میں ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ” کمزور اور ذلیل و حقیر چڑیوں کے بچے زیادہ اور شکاری پرندے باز اور شاہین وغیرہ کے بچے قدرتاً کم ہوتے ہیں پھر عمرو عاص نے پوچھا کہ ہماری مونچھوں کے بال جلدی سفید ہو جاتے ہیں اور آپ کے دیر میں اس کی وجہ کیا ہے ، آپ نے فرمایا کہ تمہاری عورتیں گندہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دشمن ہوتی ہیں بوقت مقاربت ان کے بخارات سے تمہاری مونچھوں کے بال سفید ہو جاتے ہیں پھر اُس نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ لوگوں کی ڈاڑھی گھنی نکلتی ہے اور ہماری گھنی نہیں نکلتی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا جواب تو قرآن میں موجود ہے۔ اس کے بعد آپ نے ایک آیت پڑھی، جس کا ترجمہ یہ ہے "اچھی زمین سے اچھا سبزہ اُگتا ہے اور بُری اور خبیث زمین سے بُری پیداوار ہوتی ہے۔ (پ۸ رکوع ۱۴) اس کے بعد معاویہ نے عمرو عاص کو مزید سوال کرنے سے روک دیا، تب آپ نے عربی کے دو شعر پڑھے جس کا فارسی میں ترجمہ یہ ہے ؎

نیش عقرب نہ از پئے کین است ‏ ‏ ‏ مقتضائے طبیعتش این است [1]

حضرتِ عمرؓ کی وصیت کہ سندِ غلامی اہلبیت کا نوشتہ میرے کفن میں رکھا جائے

علمائے اہلِ سنت کا بیان ہے کہ ایک دن منزل منا خرت میں عبداللہ ابن عمر امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے سامنے فخر و افتخار کی باتیں کرنے لگے۔ یہ سن کر امام حسنؑ نے فرمایا کہ تم تو ہمارے غلام زادے ہو اتنی بڑھ چڑھ کر کیا باتیں کر رہے ہو۔ اس پر عبداللہ ابن عمر رنجیدہ ہو کر اپنے باپ کے پاس گئے اور امام حسن نے جو کچھ کہا تھا اُسے بیان کیا۔ یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا کہ جا یہ بات اُن سے لکھوا لو، اگر لکھ دیں تو میرے کفن میں رکھ دینا۔ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے لکھ دیا اور حضرتِ عمر نے وصیت کر دی کہ اسے ان کے کفن میں رکھا جائے۔ کیونکہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی غلامی بخشش کا ذریعہ ہے۔

یہ روایت اس درجہ مشہور ہے کہ شعراء نے بھی اسے نظم کیا ہے میں اس مقام پر رہبر شریعت و طریقت حضرت فاضلِ مخدوم سید محمد ناصر جلالی مدظلہ العالی کی وہ نظم درج کرتا ہوں جو انھوں نے زیرِ عنوان "شانِ ادب" تحریر فرمائی ہے جسے حافظ شفیق احمد ناصری پاک بنگلہ جہانگیر روڈ۔ کراچی ۵ نے رسالہ "خون کے آنسو" میں شائع کیا ہے اگرچہ اس کے بعض مندرجات سے مجھے اتفاق نہیں ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

ایک دن ابن عمر سے یہ حسنؑ کہنے لگے ‏ ‏ ‏ جانتے ہو میرے نانا تھے شہنشاہِ زمن
ہمسری کا ہے اگر مجھ سے تمھیں کچھ دعوٰے ‏ ‏ ‏ صاف کہتا ہوں کہ یہ امر نہیں مستحسن
جانتا ہوں میں تمھیں تم ہو غلام ابن غلام ‏ ‏ ‏ میرے رتبے سے خبردار ہے ہر اہلِ وطن

سن کے یہ بات ہوئے ابنِ عمر سخت ملول ‏ ‏ ‏ زردی رُخ سے عیاں ہو گئی دل کی اُلجھن
دیر تک پہلے تو خاموش رہے حیرت سے ‏ ‏ ‏ پھر کہا فرطِ خجالت سے جھکا کر گردن
آپ اپنی زباں سے جسے کہتے ہیں غلام ‏ ‏ ‏ ہے وہ فرزند عمر، کون عمر؟ فخر زمن
آج ہیں اہلِ عرب ان ہی کی سرداری میں ‏ ‏ ‏ آج ہیں تختِ خلافت پہ یہی جلوہ فگن

[1] ارجح المطالب ... و بحار جلد ۱ ص ۱۴۸

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نام سے ان کے لرز جاتے ہیں دِل شاہوں کے   کام سے اُن کے ہے ایوانِ عرب رشکِ چمن

میری توقیر و شرافت کی ہے دُنیا قائل   میری آزادی عظمت ہے جہاں پر روشن
پھر غلام ابنِ غلام آپ مجھے کہتے ہیں   غور کیجے ہے یہی عہدِ وفا رسمِ کہن
جا کے دربارِ خلافت میں کروں گا فریاد   یہ کلام آپ کا دراصل بہت صبر شکن

آئے اِس حال میں نزدیک عمرؓ، ابنِ عمر   اشک آنکھوں میں الم دل میں لبوں پر شیون
داد خواہانہ طریقے سے یہ پھر عرض کیا   دیکھ لیجے مجھے اِس طرح سے کہتے ہیں حسنؑ

ماجرا سن کے یہ بیٹے سے عمرؓ کہنے لگے   سچ ہے ترے ساتھ حسنؑ کا ہے یہی طرزِ سخن
یوں تری بات کا کب دل کو یقیں آتا ہے   ہاں اگر شاہِ حسنؑ لکھ دیں یہ باتیں من و عن

آئے پھر پیشِ حسنؑ ابنِ عمر اور کہا   ہے خلیفہ کا یہ فرمان بآدابِ حسنؑ
آپ لکھ دیجے کاغذ پہ مناسب جو بھی   صاف وہ بات کہ جس سے ہو مجھے رنج و محن

سُن کے ارشاد کیا شاہِ حسنؑ نے کہ سنو   مجھ کو ڈر ہے نہ کسی کا نہ کسی سے ہے جلن
لاؤ کاغذ کہ ابھی تم کو نوشتہ دے دوں   کب جب کے کانٹوں میں اُلجھا نہیں میرا دامن
ہیں عمرؓ میرے غلام اور مرے نانا کے   ایک کاغذ یہ دیا لکھ کے یہ بے حیلہ و فن

لائے قرطاس حسنؑ پیشِ عمرؓ، ابنِ عمرؓ   غصہ کے جوش میں کرتے تھے سب اعضا سَن سَن
سر میں سودا تھا کہ اب ہوگی حسنؑ کو تعزیر   وہم تھا ہوں گے گرفتار حسنؑ کے دشمن
اور تھا حال عمرؓ یہ کہ پڑھا جب کاغذ   بل نہ ابرو پہ پڑے آئی جبیں پہ نہ شکن
جھوم کر فرطِ مسرت سے یہ ارشاد کیا   بارِ احسانِ حسنؑ سے نہیں اُٹھتی گردن
دستِ اقدس سے دیا لکھ کے غلامی نامہ   مری اُمید کے کانٹوں کو بنایا گلشن
مل گئی احمدِ مرسلؐ سے غلامی کی سند   ہو گیا پُر درِ مقصود سے میرا دامن
دین و دُنیا میں مرے واسطے ہے باعثِ فخر   اِسے رکھنا (یہ وصیت ہے) مرے زیرِ کفن

امام حسینؑ کی مُناجات اور خُدا کی طرف سے جواب

علامہ ابنِ شہر آشوب اور علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ایک رات کو جنابِ خدیجہ کی قبر پہ تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ انس ابنِ مالک صحابی رسُول بھی تھے۔ آپ نے مزارِ خدیجہؑ پر نمازیں پڑھیں اور آپ بارگاہِ خداوندی میں محوِ مناجات

Contact : jabir.abbas@yahoo.com   http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہو گئے، مناجات میں آپ نے چھ اشعار پڑھے جن میں پہلا شعر یہ ہے۔

یارب یارب انت مولاہ　　فارحم عبیداً الیک ملجاہ

(ترجمہ) اے میرے رب، اے میرے رب! تو ہی میرا مولا اور آقا ہے، اے مالک تو اپنے ایسے بندہ پر رحم فرما جس کی بازگشت صرف تیری ہی طرف ہے۔ ابھی آپ کی مناجات تمام ہونے نہ پائی تھی کہ ہاتف غیبی کی منظوم آواز آئی جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

لبیک عبدی وانت فی کنفی　　وکلما قلت قد علمناہ

(ترجمہ) اے میرے بندے میں تیری سننے کے لیے موجود ہوں اور تو میری بارگاہ میں آیا ہوا ہے، تو نے جو کچھ کہا ہے میں نے اچھی طرح سے سن لیا ہے۔ (مناقب جلد ۳ ص۲۲۷ و بحار جلد ۱ ص۱۴۴)۔

جنگِ صفین میں امام حسینؑ کی جدوجہد

اگرچہ مورخین کا تقریباً اس پر اتفاق ہے کہ امام حسین عہد امیر المومنین کے ہر معرکہ میں موجود رہے۔ لیکن محض اس خیال سے کہ یہ رسول اکرمؐ کی خاص امانت ہیں۔ انھیں کسی جنگ میں لڑنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ (انوار الحسینیہ ص۴۴) لیکن علامہ شیخ مہدی مازندرانی کی تحقیق کے مطابق آپ نے بندش آب توڑنے کے لیے مقام صفین میں جبر آزمائی فرمائی تھی۔ (شجرۂ طوبیٰ طبع نجف اشرف ۱۳۵۴ھ و بحار الانوار جلد ۱۰ ص۲۵۷ طبع ایران) علامہ باقر خراسانی لکھتے ہیں کہ اس موقع پر امام حسین کے ہمراہ حضرت عباس بھی تھے۔ (کبریت الاحمر ص۲۵ و ذکر العباس ص۲۹)۔

حضرت امام حسین علیہ السلام گردابِ مصائب میں

واقعۂ کربلا کا آغاز

حضرت امام حسین علیہ السلام جب پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی زندگی کے آخری لمحات سے لے کر امام حسن کی حیات کے آخری ایام تک بحر مصائب و آلام کے ساحل سے کھیلتے ہوئے زندگی کے اس عہد میں داخل ہوئے جس کے بعد آپ کے علاوہ پنجتن میں کوئی باقی نہ رہا تو آپ کا سفینۂ حیات خود گرداب مصائب میں آگیا۔ امام حسن کی شہادت کے بعد سے معاویہ کی تمام تر جدوجہد یہی رہی کہ کسی طرح امام حسین کا چراغ زندگی بھی اسی طرح گل کر دے جس طرح حضرت علی اور امام حسن کی شمع حیات بجھا چکا ہے اور اس کے لیے وہ ہر قسم کا داؤں کرتا رہا اور اس سے اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ یزید کی خلافت کے منصوبہ کو پروان چڑھائے! بالآخر اس نے ۵۶ھ میں ایک ہزار کی جمعیت سمیت یزید کے لیے بیعت لینے کی غرض سے حجاز کا سفر اختیار کیا اور مدینہ منورہ پہنچا۔ وہاں امام حسینؑ سے ملاقات ہوئی اس نے بیعت یزید کا ذکر کیا۔ آپ نے صاف لفظوں میں اس

jabirabbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com　http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی بدکرداری کا حوالہ دے کر انکار کر دیا۔ معاویہ کو آپ کا انکار کھلا تو بہت زیادہ لیکن چند اُلٹے سیدھے الفاظ کہنے کے سوا اور کچھ کر نہ سکا۔ اس کے بعد مدینہ اور پھر مکہ میں بیعت یزید لے کر شام کو واپس چلا گیا۔ علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ نے جب مدینہ میں بیعت کا سوال اٹھایا تو حسین بن علی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن زبیر نے بیعت یزید سے انکار کر دیا۔ اس نے بڑی کوشش کی لیکن یہ لوگ نہ مانے اور رفع فتنہ کے لیے امام حسینؑ کے علاوہ سب مدینہ سے چلے گئے۔ معاویہ ان کے پیچھے مکہ پہنچا اور وہاں ان پر دباؤ ڈالا۔ لیکن کامیاب نہ ہوا۔ آخر کار شام واپس چلا گیا۔ (روضۃ الشہداء ص ۲۴۳) معاویہ بڑی تیزی کے ساتھ بیعت یزید لیتا رہا اور بقول علامہ ابن قتیبہ اس سلسلہ میں اُس نے کنوں میں لوگوں کے دین بھی خرید لیے۔

الغرض رجب ۶۰ھ میں معاویہ رخت سفر باندھ کر دُنیا سے چل بسا۔ یزید جو اپنے باپ کے مشن کو کامیاب کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ سب سے پہلے مدینہ کی طرف متوجہ ہو گیا اور اس نے وہاں کے والی ولید بن عقبہ کو لکھا کہ امام حسین، عبدالرحمٰن ابن ابی بکر، عبداللہ ابن عمر اور ابن زبیر سے میری بیعت لے لے۔ اور اگر یہ انکار کریں تو ان کے سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دے۔ ابن عقبہ نے مروان سے مشورہ کیا اس نے کہا کہ سب بیعت کر لیں گے۔ لیکن امام حسین ہرگز بیعت نہ کریں گے اور تجھے ان کے ساتھ پوری سختی کا برتاؤ کرنا پڑے گا۔

صاحب تفسیر حسینی علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ ولید نے ایک شخص (عبداللہ ابن عمر بن عثمان) کو امام حسین اور ابن زبیر کو بُلانے کے لیے بھیجا۔ قاصد جس وقت پہنچا دونوں مسجد میں محوِ گفتگو تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم چلو ہم آتے ہیں۔ قاصد واپس چلا گیا اور یہ دونوں آپس میں بُلانے کے سبب پر تبادلہ خیالات کرنے لگے۔ امام حسین نے فرمایا کہ میں نے آج ایک خواب دیکھا ہے جس سے میں سمجھتا ہوں کہ معاویہ نے انتقال کیا اور یہ ہمیں بیعت یزید کے لیے بُلا رہا ہے۔ ابھی یہ حضرات جانے نہ پائے تھے کہ قاصد پھر آ گیا اور اس نے کہا کہ ولید آپ حضرات کے انتظار میں ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ جلدی کیا ہے جا کر کہہ دے کہ ہم تھوڑی دیر میں آ جائیں گے۔ اس کے بعد امام حسین دولت سرا میں تشریف لائے اور ۳۰ بہادروں کو ہمراہ لے کر ولید سے ملنے کا قصد فرمایا آپ داخلِ دربار ہو گئے اور بہادران بنی ہاشم بیرون خانہ درباری حالات کا مطالعہ کرتے رہے۔ ولید نے امام حسین کی مکمل تعظیم کی اور خبر مرگ معاویہ سُنانے کے بعد بیعت کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مسئلہ سوچ بچار کا ہے تم لوگوں کو جمع کرو اور مجھے بھی بُلا لو میں "علی رؤس الاشہاد" یعنی عام مجمع میں اظہار خیال کروں گا۔ ولید نے کہا بہتر ہے، پھر کل تشریف لائیے گا۔ ابھی آپ جواب نہ دینے پائے تھے کہ مروان بول اٹھا۔ اے ولید اگر حسینؑ اس وقت تیرے قبضہ سے نکل گئے تو پھر ہاتھ نہ آئیں گے ان کو اسی وقت مجبور کر دے اور ابھی ابھی بیعت لے لے اور اگر یہ انکار کریں تو حکم یزید کے مطابق سر تن سے اُتار

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لے یہ سننا تھا کہ امام حسینؑ کو جلال آگیا۔ آپ نے فرمایا "یابن الزرقا" کس میں دم ہے کہ حسینؑ کو ہاتھ لگا سکے۔ تجھے نہیں معلوم کہ ہم آلِ محمدؐ ہیں فرشتے ہمارے گھروں میں آتے رہتے ہیں۔ ہمیں کیونکر مجبور کیا جا سکتا ہے کہ ہم یزید جیسے فاسق و فاجر اور شرابی کی بیعت کریں۔ امام حسینؑ کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ بہادران بنی ہاشم داخل دربار ہوگئے اور قریب تھا کہ زبردست ہنگامہ برپا کردیں۔ لیکن امام حسینؑ نے انھیں سمجھا بجھا کر خاموش کردیا۔ اس کے بعد امام حسینؑ واپس دولت سرا تشریف لے گئے۔ ولید نے سارا واقعہ یزید کو لکھ کر بھیج دیا۔ اس نے جواب میں لکھا کہ اس خط کے جواب میں امام حسینؑ کا سر بھیج دو۔ ولید نے یزید کا خط امام حسینؑ کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ فرزندِ رسولؐ، میں یزید کے کہنے پر کسی صورت سے عمل نہیں کرسکتا۔ لیکن آپ کو باخبر کرتا ہوں اور بتانا چاہتا ہوں کہ یزید آپ کے خون بہانے کے درپے ہے۔ امام حسینؑ نے صبر کے ساتھ حالات پر غور کیا اور نانا کے روضہ پر جاکر درد دل بیان فرمایا اور بے انتہا روئے صبح صادق کے قریب مکان واپس آئے۔ دوسری رات کو پھر روضۂ رسولؐ پر تشریف لے گئے اور مناجات کے بعد روتے روتے سو گئے۔ خواب میں آنحضرتؐ کو دیکھا کہ آپ حسینؑ کی پیشانی کا بوسہ لے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے نورِ نظر عنقریب اُمت تمہیں شہید کردے گی۔ بیٹا تم بھوکے اور پیاسے ہوگے تم فریاد کرتے ہوگے اور کوئی تمہاری فریاد رسی نہ کرے گا امام حسینؑ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ دولت سرا واپس تشریف لائے اور اپنے اعزا کو جمع کرکے فرمانے لگے کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ میں مدینہ چھوڑ دوں۔ ترکِ وطن کا فیصلہ کرنے کے بعد روضۂ امام حسنؑ اور مزارِ جناب سیدہ پر تشریف لے گئے۔ جناب سیدہ سے رخصت ہوتے ماں کو سلام کیا۔ قبر سے جواب سلام آیا۔ نانا کے روضہ پر رخصت آخری کے لیے تشریف لے گئے روتے روتے سو گئے سرورِ کائناتؐ نے خواب میں صبر کی تلقین کی اور فرمایا بیٹا ہم تمہارے منتظر ہیں

علما کا بیان ہے کہ امام حسینؑ ۲۸ رجب سنہ ۶۰ ہجری یوم سہ شنبہ کو مدینہ منورہ سے بارادہ مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ علامہ ابن حجر کا کہنا ہے کہ "نفر لمکتہ خوفاً علی نفسہ"۔ امام حسینؑ جان کے خوف سے مکہ کو تشریف لے گئے۔ (صواعق محرقہ ص ۷۶) آپ کے ساتھ تمام مخدرات عصمت وطہارت اور چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ البتہ آپ کی ایک صاحبزادی جن کا نام فاطمہ صغریٰ تھا اور جن کی عمر اُس وقت ۷ سال تھی بوجہ علالت شدیدہ ہمراہ نہ جاسکیں۔ امام حسینؑ نے آپ کی تیمارداری کے لیے حضرت عباس کی ماں جناب ام البنین کو مدینہ میں ہی چھوڑ دیا تھا اور کچھ فریضہ خدمت ام المومنین جناب اُم سلمہ کے سپرد کردیا تھا۔ آپ ۳ شعبان سنہ ۶۰ ھ یوم جمعہ کو مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ آپ کے پہنچتے ہی والیِ مکہ سعید ابن عاص مکہ سے بھاگ کر مدینہ چلا گیا اور وہاں سے یزید کو مکہ کے تمام حالات لکھے۔ اور بتایا کہ لوگوں کا رجحان امام حسینؑ کی طرف اس تیزی سے بڑھ رہا ہے جس کا جواب نہیں۔ یزید

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نے یہ خبر پاتے ہی مکہ میں قتلِ حسینؑ کی سازش پر غور کرنا شروع کر دیا۔

امام حسینؑ مکہ معظمہ میں چار ماہ شعبان، رمضان، شوال، ذیقعدہ مقیم رہے۔ یزید جو ہر صورت امام حسینؑ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ حسینؑ اگر مدینہ سے بچ کر نکل گئے ہیں تو مکہ میں قتل ہو جائیں اور اگر مکہ سے بچ نکلیں تو کوفہ پہنچ کر شہید ہو سکیں۔ یہ انتظام کیا کہ کوفے سے ۱۲ ہزار خطوط دورانِ قیامِ مکہ میں بھجوائے۔ کیونکہ دشمنوں کو یہ یقین تھا کہ حسینؑ کوفہ میں آسانی سے قتل کیے جا سکیں گے۔ نہ یہاں کے باشندوں میں عقیدہ کا سوال ہے اور نہ عقیدت کا۔ یہ فوجی لوگ ہیں ان کی عقلیں بھی موٹی ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شہادت حسینؑ سے قبل جب تک جتنے افسر بھیجے گئے وہ محض اس غرض سے بھیجے جاتے رہے کہ حسینؑ کو گرفتار کر کے کوفہ لے جائیں۔ (کشف الغمہ ص ۴۹)۔ اور ایک عظیم لشکر مکہ میں شہید کیے جانے کے لیے ارسال کیا اور ۳۰ خارجیوں کو حاجیوں کے لباس میں خاص طور پر بھجوا دیا جس کا قائد عمر ابن سعد تھا۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۱ منتخب طریحی خلاصۃ المصائب ص ۱۵ ذکر العباس ص ۱۳۲) عبدالحمید خان ایڈیٹر رسالہ مولوی دہلی لکھتے ہیں کہ "اس کے علاوہ ایک سازش یہ بھی کی گئی کہ ایامِ حج میں تین سو شامیوں کو بھیج دیا گیا کہ وہ گروہ حجاج میں شامل ہو جائیں اور جہاں جس حال میں بھی حضرت امام حسینؑ کو پائیں قتل کر ڈالیں۔ (شہید اعظم ص ۸۱) خطوط جو کوفہ سے آئے تھے اُنھیں شرعی رنگ دیا گیا تھا۔ اور وہ ایسے لوگوں کے نام سے بھیجے گئے تھے جن سے امام حسینؑ متعارف تھے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا کہنا ہے کہ یہ خطوط من کل طائفۃ وجماعۃ ہر طائفہ اور جماعت کی طرف سے بھجوائے گئے تھے۔ (سر الشہادتین ص ...) علامہ ابن حجر کا کہنا ہے کہ خطوط بھیجنے والے عام اہلِ کوفہ تھے۔ (صواعق محرقہ ص ۱۱۷) ابن جریر کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں کوفہ میں ایک دو کے علاوہ کوئی شیعہ نہ تھا (طبری) حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی شرعی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے تفحصِ حالات کی خاطر جناب مسلم ابن عقیل کو کوفہ روانہ کر دیا۔

حضرت مسلم ابنِ عقیل

حضرت مسلم حکمِ امام پاتے ہی رُو براہ سفر ہو گئے، شہر سے باہر نکلتے ہی آپ نے دیکھا کہ ایک صیاد نے ایک آہو شکار کیا ہے اور اُسے چھری سے ذبح کر ڈالا۔ دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس واقعہ کو امام حسینؑ سے بیان کر دوں تو بہتر ہوگا۔ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بتایا۔ آپ نے دعائے کامیابی دی اور روانگی میں عجلت کی طرف اشارہ کیا۔ جناب مسلم امام حسینؑ کے ہاتھوں اور پیروں کا بوسہ دے کر باچشم گریاں مکہ سے روانہ ہو گئے۔ مسلم ابن عقیل کے دو بیٹے تھے۔ محمد اور ابراہیم، ایک کی عمر ۹ سال اور دوسرے کی عمر ۸ سال تھی۔ یہ دونوں بیٹے بروایتے مدینہ منورہ میں تھے۔ حضرت مسلم مکہ سے روانہ ہو کر مدینہ پہنچے۔ وہاں پہنچ کر روضۂ رسول صلعم میں نماز ادا کی اور زیارت وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے اپنے گھر وارد ہوئے۔ رات گزری، صبح کے وقت اپنے بچوں کو لے کر دو راہبر سمیت جنگل کے راستے سے کوفہ روانہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہوئے۔ راستہ میں شدتِ عطش کی وجہ سے دو قیل انتقال کر گئے۔ آپ بہزار دقت کوفہ پہنچے اور وہاں جناب مختار ابنِ ابی عبیدہ ثقفی کے مکان پر قیام فرما ہوئے۔ چند دنوں میں ۱۸ ہزار کوفیوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ اس کے بعد بیعت کنندگان کی تعداد ۳۰ ہزار ہو گئی۔ اسی کے دوران یزید نے عبید اللہ ابنِ زیاد کو بصرہ لکھا کہ کوفہ میں امام حسینؑ کا ایک بھائی مسلم ابن عقیل نامی پہنچ گیا ہے تو جلد سے جلد وہاں پہنچ کر نعمان ابن بشیر سے حکومتِ کوفہ کا چارج لے لے اور مسلم کا سر میرے پاس بھیج دے۔ ابن زیاد پہلی فرصت میں کوفہ پہنچ گیا اس کے داخلہ کے وقت ایسی شکل بنائی کہ لوگ سمجھے کہ امام حسینؑ آگئے ہیں لیکن مسلم ابن عمر باہلی نے پکار کر کہا کہ یہ ابن زیاد ہے۔

حضرت مسلم بن عقیل کو جب ابنِ زیاد کی رسیدگی کوفہ کی اطلاع ملی تو آپ خانہ مختار سے منتقل ہو کر ہانی ابن عروہ کے مکان میں چلے گئے۔ ابن زیاد نے معقل نامی غلام کے ذریعہ سے جناب مسلم کی قیام گاہ کا پتہ لگایا۔ اسے جب معلوم ہوا کہ مسلم ہانی بن عروہ کے مکان میں ہیں۔ تو ہانی کو بلوا بھیجا اور پوچھا کہ تم نے مسلم بن عقیل کی حمایت کا بیڑا اٹھایا ہے، اور وہ تمہارے گھر میں ہیں جناب ہانی نے پہلے تو انکار کر دیا۔ لیکن جب معقل جاسوس کو سامنے لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے امیر میں مسلم کو اپنے گھر میں بلا کر نہیں لائے بلکہ وہ خود آگئے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ اچھا جو صورت بھی ہو تم مسلم کو ہمارے حوالہ کر دو۔ جناب ہانی نے جواب دیا کہ یہ بالکل ناممکن ہے۔ یہ سن کر ابن زیاد نے حکم دیا کہ ہانی کو قید کر دیا جائے۔ چنانچہ ہانی قید کر دیئے گئے۔ پھر ان سے کہا گیا کہ مسلم ابن عقیل کو حاضر کر دو۔ ورنہ تم قتل کر دیئے جاؤ گے۔ جناب ہانی نے فرمایا کہ میں ہر مصیبت کو برداشت کروں گا۔ لیکن مہمان کو تمہارے سپرد ہرگز نہ کروں گا۔ مختصر یہ کہ جناب ہانی جن کی عمر ۹۰ سال کی تھی کو کھمبے میں بندھوا کر پانچ سو کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا۔ جناب ہانی بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد ان کا سر کاٹ کر بنی مبارک کو دار پر لٹکا دیا گیا۔

حضرت مسلم کو جب جناب ہانی کی گرفتاری کا علم ہوا تو آپ اپنے ہوا خواہوں کو لے کر باہر نکل گئے۔ دشمن سے گھمسان کی جنگ ہوئی۔ لیکن کثیر ابن شہاب، محمد ابن اشعث، شمر ابن ذی الجوشن شیث ابن ربعی کے بہکانے اور خوف دلانے سے سب ڈر گئے۔ یہاں تک کہ نماز مغرب میں آپ کے ہمراہ صرف ۳۰ آدمی تھے، اور جب آپ نے نماز تمام کی تو کوئی بھی ساتھ نہ تھا۔ آپ نے چاہا کہ کوفہ سے باہر جا کر کہیں رات گذاریں۔ مگر محمد ابن کثیر نے کہا کہ کوفہ کے تمام راستے بند ہیں۔ آپ میرے مکان میں جا ٹھہریئے۔ ابن زیاد نے باپ اور بیٹے دونوں کو طلب کیا اور دربار میں نہایت سخت اور سست کہا۔ اس وقت ہوا خواہان محمد ابن کثیر اور درباریوں میں سخت جنگ ہوئی بالآخر یہ باپ اور بیٹا دونوں شہید ہو گئے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت مسلم کو جب محمد کثیر کی شہادت کی اطلاع ملی تو وہ ان کے گھر سے باہر برآمد ہوئے۔ مسلم یہ چاہتے تھے کہ کوئی ایسا راستہ مل جائے کہ میں کوفہ سے باہر چلا جاؤں اور اسی کی سعی بلیغ میں گھوڑے پر سوار ہو کر کوفہ کے ہر دروازہ پر گئے۔ لیکن کسی دروازہ سے راستہ نہ ملا کیونکہ ہر جگہ دو دو ہزار کا پہرہ تھا۔ ناگاہ صبح ہو گئی اور مسلم ناچار اپنا گھوڑا شارع عام پر چھوڑ کر ایک کوچہ میں گھس گئے اور وہاں کی ایک بوسیدہ مسجد میں چھپ رہے، ابن زیاد جسے یہ معلوم تھا کہ کوفہ ہی میں مسلم کہیں روپوش ہیں اس نے منادی کرا دی کہ جو مسلم کو گرفتار کر کے لائے گا۔ یا ان کا سر دربار میں پہنچائے گا۔ اسے کافی مال دیا جائے گا۔ حضرت مسلم نے دن مسجد میں گذارا اور رات کو مسجد سے نکل کھڑے ہوئے۔ جناب مسلم کی حالت بھوک اور پیاس سے ایسی ہو چکی تھی کہ راستہ چلنا دوبھر تھا۔ آپ اسی حالت میں ایک محلہ میں سرگرداں پھر رہے تھے کہ آپ کی نظر ایک ضعیفہ پر پڑی۔ آپ اس کے قریب گئے اور پانی مانگا۔ اس نے پانی دے کر خواہش کی کہ جلدی اپنی راہ لگئے کیونکہ یہاں کی فضا بہت مکدر ہے، آپ نے فرمایا کہ اے "طوعہ" جس کا کوئی گھر نہ ہو وہ کہاں جائے۔ اس نے پوچھا آپ کون ہیں۔ فرمایا محمد مصطفےٰ اور علی مرتضیٰ کا بھتیجا اور امام حسینؑ کا چچا زاد بھائی ہوں۔ طوعہ نے اپنے گھر میں جگہ دی۔ آپ نے رات تو گذار لی لیکن صبح ہوتے ہی دشمن کا لشکر آ پہنچا۔ کیونکہ پسر طوعہ نے ماں سے پوشیدہ ابن زیاد سے چغلخوری کر دی تھی۔ لشکر کا سردار محمد بن اشعث تھا جو امام حسنؑ کی قاتلہ جعدہ بنت اشعث کا حقیقی بھائی تھا۔ مسلم نے جب تین ہزار گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی تو تلوار لے کر گھر سے باہر نکل پڑے اور سینکڑوں دشمنوں کو تہ تیغ کر دیا۔ بالآخر ابن اشعث نے اور فوج مانگی۔ ابن زیاد نے کہلا بھیجا کہ ایک شخص کے لیے تین ہزار کی فوج کیسے کافی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ شاید تو نے یہ سمجھا ہے کہ کسی بقال یا جولاہے سے لڑنے کے لیے بھیجا ہے۔ غرضکہ جب مسلم پر کسی طرح قابو نہ پایا جا سکا تو ایک خس پوش گڑھے میں آپ کو گرا دیا گیا پھر گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ اس نے حکم دیا کہ انھیں کوٹھے سے زمین پر گرا کر ان کا سر کاٹ لیا جائے آپ نے چند وصیتیں کیں اور کوٹھے سے گرتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہ کہا اور نیچے تشریف لائے۔ آپ کا سر کاٹا گیا۔ علماء کا بیان ہے کہ آپ کا اور ہانی کا سر کاٹ کر دمشق بھیج دیا گیا۔ اور تن بازار قصاباں میں دار پر لٹکا دیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ دونوں کے پیروں میں رسی باندھ کر بازاروں میں پھرا رہے تھے کہ قبیلہ مذحج نے کافی جنگ و جدال کر کے لاشیں حاصل کر لیں اور دفن کر دیا۔ ملاحظہ ہو۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۲۶۰ تا صفحہ ۲۷۶ وکشف الغمہ صفحہ ۶۹ وخلاصۃ المصائب صفحہ ۳۶ آپ کی شہادت ۹ ذی الحجہ ۶۰ھ ہجری کو واقع ہوئی ہے۔ انوار المجالس باب ۹ مجلس ۸ طبع ایران)۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

محمد اور ابراہیم کی شہادت

مورخین کا بیان ہے کہ شہادتِ مسلم کے بعد لوگوں نے ابن زیاد کو جنابِ مسلم کے دونوں کم سن فرزندوں کے کوفہ میں موجود ہونے کی خبر دی جن کا نام محمد اور ابراہیم تھا۔ ابن زیاد نے ان کی گرفتاری کا حکم نافذ کر دیا۔ پسرانِ مسلم قاضی شریح کے گھر میں پوشیدہ تھے۔ سرکاری اعلان کے بعد قاضی نے بچوں سے کہا کہ ہماری اور تمہاری دونوں کی جان اب خطرے میں ہے۔ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں کسی صورت سے مدینہ پہنچا دیا جائے۔ بچوں نے اُسے قبول کیا۔ قاضی نے اپنے بیٹے "اسد" کو حکم دیا کہ ان بچوں کو دروازہ عراقین کے باہر جو قافلہ عازم مدینہ ٹھہرا ہوا ہے، اس میں چھوڑ آ۔ اسد ان بچوں کو لے کر جب رات کے وقت وہاں پہنچا تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ لیکن اس مقام سے نظر آ رہا تھا۔ اسد نے بچوں کو اسی راہِ قافلہ پر لگا دیا اور گھر واپس آیا۔ کم سن بچے چند قدم چلے تھے کہ قافلہ نظروں سے غائب ہو گیا اور صبح کا تڑکا ہو گیا۔ بچے حیران و سرگردان پھر رہے تھے کہ ناگاہ سرکاری آدمیوں نے انھیں گرفتار کر لیا۔ اور ابنِ زیاد کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے انھیں قید خانہ میں بند کر کے یزید کو بچوں کی گرفتاری کی اطلاع دے دی۔ قید خانہ کا دربان اتفاقاً محبِ آلِ محمد تھا۔ اس نے رات کے وقت بچوں کو رہا کر دیا۔ اور راہِ قادسیہ پر لگا کر ایک انگشتری دی اور کہا کہ قادسیہ میں میرے بھائی سے ملنا اور اس انگشتری کے ذریعہ سے تعارف کے بعد اس سے کہنا کہ وہ تمھیں مدینہ پہنچا دے۔ بچے تو روانہ ہو گئے لیکن صبح ہوتے ہی دربان جس کا نام "مشکور" تھا قتل کر دیا گیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو نے پسرانِ مسلم کو کیوں چھوڑ دیا؟ اس نے کہا کہ خوشنودیٔ خدا کے لیے۔ ابن زیاد نے پانچ سو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ مشکور کی شہادت کے بعد اسے عمر ابن الحارث نے دفن کر دیا۔

پسرانِ مسلم بن عقیل مشکور کی مہربانی سے رہا ہو کر بقصد قادسیہ جا رہے تھے کہ حدودِ کوفہ کے اندر ہی راستہ بھول گئے اور ساری رات چکر لگا کر صبح جو کی تو اپنے کو کوفہ ہی میں پایا۔ صبح ہو چکی تھی دشمن کے خطرے سے ایک درخت پر چڑھ گئے۔ اتفاقاً اس جگہ ایک عورت پانی بھرنے آئی۔ اس نے پانی میں بچے دیکھ کر پوچھا تم کون ہو۔ انھوں نے اطمینان کرنے کے بعد کہا ہم فرزندانِ مسلم ہیں۔ اس عورت نے اپنی مالکہ کو خبر دی۔ وہ سر و پا برہنہ دوڑ کر آئی اور ان بچوں کو لے گئی اور اپنے مکان کے ایک گوشۂ خالی میں انھیں ٹھہرا دیا۔ تھوڑی رات گزری تھی کہ اس مومنہ کا شوہر "حارث ابن عروۃ" سرگردان و پریشان داخلِ خانہ ہوا۔ مومنہ نے پوچھا کہ آج بڑی رات کر دی خیر تو ہے۔ اس نے کہا کہ مشکور دربان نے پسرانِ مسلم کو قید سے رہا کر دیا ہے۔ جن کی تلاش کے لیے انعام و اکرام ابن زیاد کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے میں بھی اب تک انھیں کی تلاش میں پھر رہا تھا۔ حارث کھانا کھا کر لیٹ گیا ابھی آنکھ نہ لگی تھی کہ وہ بچوں کی سانس کی آواز کو محسوس کر کے اٹھ کھڑا ہوا، بیوی سے پوچھا "یہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کس کے سانس کی آواز آتی ہے۔ اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہ اُس تہ خانے کی طرف چلا جس میں نونہالانِ رسالتؐ جلوہ افروز تھے۔ اُس کی آہٹ پا کر ایک بھائی نے دوسرے کو جگا کر کہا بھیا! ابھی محمد مصطفےٰؐ، علی مرتضیٰؑ، فاطمہ زہراؑ، حسن مجتبےٰؑ اور امام حسینؑ اور میرے بابا خواب میں تشریف لائے تھے، اور انھوں نے فرمایا ہے کہ ہم تمھارے انتظار میں ہیں۔ اتنے میں حارث اندر داخل ہو گیا اور انھیں پکڑ کر کہا تم کون ہو؟ انھوں نے فرمایا۔ ہم تیرے نبی کی اولاد میں "ھربنا من السجن" قید خانہ سے بھاگ کر آئے ہیں اور تیرے گھر میں پناہ گیر ہیں۔ اس نے کہا تم قید سے بھاگ کر موت کے منہ میں آگئے ہو۔ اس کے بعد اُس نے ان یتیموں کے رخساروں پر اس زور سے طمانچے مارے کہ یہ گھٹنے کے بل گر پڑے۔ پھر اس نے ان کی مشکیں کس دیں اور ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیا۔ یہ بیچارے ساری رات اپنی بے لبسی اور بے کسی پر روتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو انھیں برلبِ نہر قتل کرنے کے لیے لے چلا بیوی نے فریاد کی اُسے ایک تلوار ماری، غلام نے روکا اس کو قتل کر دیا۔ بیٹے نے منع کیا اسے بھی قتل کر دیا۔ الغرض نہرِ فرات پر لے جا کر قتل کرنا ہی چاہتا تھا کہ بچوں نے کہا اے شیخ (۱) ہمیں زندہ ابنِ زیاد کے پاس لے چل (۲) ہمیں بازار میں بیچ ڈال (۳) ہماری کمسنی پر رحم کر (۴) ہمیں دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دے۔ اس نے کہا کہ قتل کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ البتہ نماز اگر پڑھتے ہو پڑھ لو، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہے۔ الغرض بچوں نے وضو کیا اور دو دو رکعت نماز ادا کی اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ اس ملعون نے بڑے بھائی کی گردن پر تلوار لگائی، سرِ مبارک دور جا گرا چھوٹے بھائی نے دوڑ کر سرِ مبارک اٹھا لیا اور بھائی کے خون میں لوٹنے لگا اس ظالم نے بڑے بھائی کی لاش پانی میں ڈال دی اور چھوٹے کا سر بھی کاٹ لیا۔ جب دونوں لاشیں پانی میں پہنچیں تو باہم بغل گیر ہو کر ڈوب گئیں۔ راوی کا بیان ہے کہ حارث نے جس وقت ابنِ زیاد کے سامنے فرزندانِ مسلمؑ کے سر پیش کیے "قام ثم قعد وفعل ذلک ثلاثاً" تو وہ تین مرتبہ اٹھا اور بیٹھا۔ پھر حکم دیا کہ یہ سر اسی جگہ پانی میں ڈال دیے جائیں۔ جس جگہ ان کے تن ڈالے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک محبِ آلِ محمدؐ نے ان سروں کو فرات میں ڈال دیا۔ مروی ہے کہ سروں کے پانی میں پہنچتے ہی ڈوبے ہوئے جسم سطحِ آب پر ابھر آئے اور اپنے سروں سمیت تہ نشین ہو گئے۔ علامہ حسین واعظ کاشفی تحریر فرماتے ہیں کہ وہ شخص جو سر ہائے فرزندانِ مسلمؑ پانی میں ڈالنے کے لیے لایا تھا اس کا نام "مقاتل" تھا اس نے دونوں سروں کو پانی میں ڈالنے کے بعد حارث ملعون کے مقتول غلام اور بیٹے کی لاشوں کو بابِ بنی خزیمہ میں دفن کر دیا۔ (روضۃ الشہداء از ص ۲۷۹ تا ص ۲۸۵ و خلاصۃ المصائب ص ۲۲۱) علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ جناب مسلم بن عقیل و ہانی ابن عروہ و محمد ابنِ کثیر اور فرزندانِ مسلم کو ٹھکانے لگانے کے بعد عمر ابنِ سعد اور ابنِ زیاد کے مابین حکومتِ رَے کا معاہدہ ہو گیا اور طے پایا کہ حُر ابنِ یزید ریاحی کو سب سے پہلے دو ہزار سوار دے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سمیت روانہ کرکے امام حسینؑ کو گرفتار کرایا جائے اور انھیں کوفہ لاکر قتل کردیا جائے۔ (کشف الغمہ ص۶۹)

مکہ معظمہ میں امام حسینؑ کی جان نہ بچ سکی

یہ واقعہ ہے کہ امام حسینؑ مدینہ منورہ سے اِس لیے عازم مکہ ہوئے تھے کہ یہاں ان کی جان بچ جائے گی۔ لیکن آپ کی جان لینے پر ایسا سفاک دشمن تُلا ہوا تھا جس نے مکہ معظمہ اور کعبہ محترمہ میں بھی آپ کو محفوظ نہ رہنے دیا اور وہ وقت آگیا کہ امام حسین مقام امن کو محلِ خوف سمجھ کر مکہ معظمہ چھوڑنے پر مجبور ہوگئے اور مجبوری اس حد تک بڑھ گئی کہ آپ حج تک نہ کرسکے، یہ مسلمات سے ہے کہ شیاطین بنی اُمیہ کے تیس خونخوار حج کے لباس میں امام حسینؑ کے ساتھ ہوگئے اور قریب تھا کہ آپ کو عالمِ حج وطواف میں قتل کردیں، امام حسینؑ کو جیسے ہی سازش کا پتہ لگا۔ آپ نے فوراً حج کو عمرۂ منفردہ سے بدلا اور ۸ ذی الحجہ ۶۰ھ کو جناب مسلم کے خط پر بھروسہ کرکے عازمِ کوفہ ہوگئے۔ ابھی آپ روانہ نہ ہونے پائے تھے کہ اعزاء واقربا نے کمال ہمدردی کے ساتھ التوائے سفرِ کوفہ کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں چیونٹی کے بِل میں بھی چھپ جاؤں تو بھی ضرور قتل کیا جاؤں گا۔ اور سنو میرے نانا نے فرمایا ہے کہ حرمت مکہ ایک دُنبہ کے قتل سے برباد ہوگی۔ میں ڈرتا ہوں کہ وہ دُنبہ میں ہی نہ قرار پاؤں۔ میری خواہش ہے کہ میں مکہ سے باہر جا ہے ایک ہی بالشت پر کیوں نہ ہو قتل کیا جاؤں۔ (تاریخ کامل جلد ۴ ص۲۰) ینابیع المودۃ ص۳۳۷ صواعق محرقہ ص۱۱۷) یہ واقعہ ہے کہ یزید کا ارادہ بہرصورت امام حسینؑ کو قتل کرنا اور استیصال بنی فاطمہ تھا۔ (کشف الغمہ ص۶۸) یہی وجہ ہے کہ جب امام حسینؑ کے مکہ معظمہ سے روانہ ہونے کی اطلاع والیٔ مکہ عمر بن سعید کو ہوئی تو اُس نے پوری طاقت سے آپ کو واپس لانے کی سعی کی اور اسی سلسلہ میں اُس نے یحییٰ بن سعید ابن العاص کو ایک گروہ کے ساتھ آپ کو روکنے کے لیے بھیج دیا۔ "فقالوا لہٗ انصرف این تذھب" ان لوگوں نے آپ کو روکا اور کہا کہ آپ یہاں سے کہاں نکلے جارہے ہیں۔ فوراً لوٹئے، آپ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہوگا، یہ روکنا معمولی نہ تھا بلکہ ایسا تھا جس میں مار پیٹ کی بھی نوبت آئی۔ (دمعہ ساکبہ ص۳۱۹) مقصد یہ ہے کہ والیٔ مکہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ امام حسینؑ اس کے حدودِ اقتدار سے نکل جائیں اور یزید کے منشا کو پورا نہ کرسکے۔ کیونکہ اس کے پیش نظر والیٔ مدینہ کی برطرفی یا تعطل تھا۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ حسینؑ کے مدینہ سے سالم نکل آنے پر والیٔ مدینہ برطرف کردیا گیا تھا۔

امام حسینؑ کی مکہ سے روانگی

الغرض امام حسینؑ اپنے جملہ اعزاء واقرباء اور انصار جاں نثار کو ہمراہ لے کر جن کی تعداد بقول امام شبلنجی ۸۲ تھی مکہ سے روانہ ہوگئے۔ آپ جس وقت منزلِ صفاح پر پہنچے تو فرزدق شاعر سے ملاقات ہوئی۔ وہ کوفہ سے آرہا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تھا۔ استفسار پر اس نے بتایا کہ چاہے لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہوں۔ لیکن ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں۔ آپ نے اپنی روانگی کے وجوہ بیان فرمائے اور آپ وہاں سے آگے بڑھے پھر منزلِ حاجز کے ایک چشمہ پر اُترے۔ وہاں عبداللہ ابنِ مطیع سے مُلاقات ہوئی انھوں نے بھی کوفیوں کی بے پروائی کا ذکر کیا۔ اس کے بعد آپ منزلِ بطن الرمہ پہنچے اور وہاں سے منزلِ فرات العرق میں ڈیرہ ڈالا۔ وہاں ایک شخص بشیر ابنِ غالب سے مُلاقات ہُوئی۔ اس نے بھی کوفیوں کی غداری کا تذکرہ کیا۔ پھر آپ وہاں سے آگے بڑھے۔ ایک مقام پر ایک خیمہ نصب دیکھا۔ پُوچھا اس جگہ کون ٹھہرا ہے۔ معلوم ہوا کہ زہیر ابنِ القین۔ آپ نے اُنھیں بُلوا بھیجا۔ جب وہ آئے تو آپ نے اپنی حمایت کا ذکر کیا۔ انھوں نے قبول کر کے اپنی بیوی کو بردا تتے اپنے بھائی کے ہمراہ گھر روانہ کر دیا اور خود امام حسینؑ کے ساتھ ہو گئے۔ پھر آپ وہاں سے روانہ ہو کر منزلِ "زبالہ" میں پہنچے وہاں آپ کو حضرتِ مسلم وہانی اور محمد ابنِ کثیر اور عبداللہ ابنِ یقطر جیسے دلیروں کی شہادت کی خبر ملی آپ نے اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُون فرمایا اور داخلِ خیمہ ہو کر حضرت مسلم کی بچیوں کو کمال محبت کے ساتھ پیار کیا اور بے انتہا روئے۔ اس کے بعد بقولِ علامہ اربلی آپ نے بوقتِ شب ایک خطبہ دیا جس میں حالات کی وضاحت کے بعد ارشاد فرمایا کہ میرا قتل یقینی ہے میں تم لوگوں کی گردنوں سے طوقِ بیعت اُتارے لیتا ہوں تمھارا جدھر جی چاہے چلے جاؤ۔ سو دنیا دار تو واپس ہو گئے، لیکن سب دیندار ہم رکاب ہی رہے۔

پھر وہاں سے روانہ ہو کر منزلِ قصرِ بنی مقاتل پر اُترے، وہاں پر عبداللہ ابنِ حُر جعفی سے مُلاقات ہوئی۔ آپ کے اصرار کے باوجود وہ بقول واعظ کاشفی آپ کے ہم رکاب ہوا۔ پھر آپ منزلِ ثعلبیہ پر پہنچے، وہاں جنابِ زینب کی آغوش میں سر رکھ کے سو گئے۔ خواب میں رسُولِ خدا کو دیکھا کہ وہ بُلا رہے ہیں۔ آپ رو پڑے۔ اُمِ کلثوم نے سببِ گریہ پوچھا آپ نے خواب کا حوالہ دیا اور خاندان کی تباہی کا تاثر ظاہر فرمایا۔ علی اکبر نے عرض کی بابا ہم حق پر ہیں ہمیں موت سے ڈر نہیں۔ اس کے بعد آپ نے منزلِ قطقطانیہ پر خطبہ دیا اور وہاں سے روانہ ہو کر قبیلۂ بنی سکون میں ٹھہرے۔ آپ کی یہاں سکونت کی اطلاع ابنِ زیاد کو دی گئی۔ اس نے ایک ہزار یا دو ہزار کے لشکر سمیت حُر ابنِ یزید ریاحی کو امام حسینؑ کی گرفتاری کے لیے روانہ کر دیا۔ امام حسین اپنی قیام گاہ سے نکل کر کوفہ کی طرف بدستور روانہ ہو گئے۔ راستے میں بنی عکرمہ کا ایک شخص ملا، اس نے کہا قادسیہ سے عذیب تک ساری زمین لشکر سے پٹی پڑی ہے۔ آپ نے اُسے دُعائے خیر دی اور خود آگے بڑھ کر منزلِ "شراف" پر قیام کیا۔ وہاں آپ نے محرم ۶۱ھ کا چاند دیکھا اور آپ رات گذار کر علی الصباح روانہ ہو گئے۔

حُرِ ابنِ یزید ریاحی

صبح کا وقت گزرا دوپہر آئی لشکرِ حسینی بادیہ پیمائی کر رہا تھا کہ ناگاہ ایک صحابیِ حسینؑ نے تکبیر کہی۔ لوگوں نے سبب پوچھا، اس نے جواب

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دیا کہ مجھے کوفہ کی سمت خرمے اور کیلے کے درخت جیسے نظر آرہے ہیں۔ یہ سن کر لوگ یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس جنگل میں درخت کہاں۔ اُس طرف غور سے دیکھنے لگے، تھوڑی دیر میں گھوڑوں کی کنوتیاں نظر آئیں۔ امام نے فرمایا کہ دشمن آرہے ہیں لہٰذا منزل ذوخشب یا؛ وحسم کی طرف مڑ چلو۔ لشکرِ حسینی نے رُخ بدلا اور لشکرِ حُر نے تیز رفتاری اختیار کی بالآخر سامنے آپہنچا اور بڑھ کے لجامِ فرس پہ ہاتھ ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عباس آگے بڑھے اور فرمایا تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے "ما خیل" کیا چاہتا ہے۔ (ماتین ص۱۳۱) مورخین کا بیان ہے کہ چونکہ لشکرِ حُر پیاس سے بے چین تھا۔ اس لیے ساقیِ کوثر کے فرزند نے اپنے بہادروں کو حکم دیا کہ حُر کے سواروں اور سواری کے جانوروں کو اچھی طرح سیراب کر دو۔ چنانچہ اچھی طرح سیرابی کر دی گئی۔ اس کے بعد نمازِ ظہر کی اذان ہوئی حُر نے امام حسینؑ کی قیادت میں نماز ادا کی اور یہ بتایا کہ ہمیں آپ کی گرفتاری کے لیے بھیجا گیا ہے اور ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ ہم آپ کو ابنِ زیاد کے دربار میں حاضر کریں۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ میرے جیتے جی یہ ناممکن ہے کہ میں گرفتار ہو کر خاموشی کے ساتھ کوفہ میں قتل کر دیا جاؤں۔ پھر اُس نے تنہائی میں رائے دی کہ چپکے سے رات کے وقت کسی طرف نکل جائیے، آپ نے اس کی رائے کو پسند کیا اور ایک راستے پر آپ چل پڑے۔ جب صبح ہوئی تو پھر حُر کو تعاقب کرتے دیکھا اور پوچھا کہ اب کیا بات ہے۔ اس نے کہا، مولا کسی جاسوس نے ابنِ زیاد سے غمازی کر دی ہے۔ چنانچہ اب اُس کا حکم یہ آگیا ہے کہ میں آپ کو بے آب وگیاہ جنگل میں روک لوں۔ گفتگو کے ساتھ ساتھ رفتار بھی جاری تھی کہ ناگاہ امام حسینؑ کے گھوڑے نے قدم روکے، آپ نے لوگوں سے پوچھا اس زمین کو کیا کہتے ہیں کہا گیا "کربلا"۔ آپ نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ یہیں پہ ڈیرے ڈال دو۔ اور یہیں خیمے لگا دو کیونکہ قضائے الٰہی یہیں ہمارے گلے ملے گی۔ (نور الابصار ص۱۱۷ مطالب السئول ص۲۵۰ طبری جلد۳ ص۳۰۶ کامل جلد۴ ص۲۶ ابوالفداء جلد۲ ص۲۰۱ ومعہ ساکبہ ص۳۳۲ اخبار الطوال ص۲۵۰ ابی الوردی جلد۱ ص۱۷۳ ناسخ جلد۶ ص۲۱۹ بحار الانوار جلد۱۰ ص۲۸۹)

کربلا میں ورود

۲ محرم الحرام سنہ ۶۱ھ یوم پنجشنبہ کو امام حسین علیہ السلام واردِ کربلا ہو گئے۔ نور العین ص۴۶ حیواۃ الحیوان جلد۱ ص۵۰ مطالب السئول ص۲۵۰ ارشاد مفید ومعہ ساکبہ ص۳۳۱، واعظ کاشفی اور علامہ اربلی کا بیان ہے کہ جیسے ہی امام حسینؑ نے زمینِ کربلا پر قدم رکھا زمینِ کربلا زرد ہو گئی اور ایک ایسا غبار اٹھا جس سے آپ کے چہرۂ مبارک پر پریشانی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ یہ دیکھ کر اصحاب ڈر گئے اور جناب اُم کلثوم رونے لگیں۔ (کشف الغمہ ص۶۹ و روضۃ الشہداء ص۲۰۱)۔

صاحب مخزن البکا لکھتے ہیں کہ کربلا پر ورود کے فوراً بعد جناب اُم کلثوم نے امام حسینؑ سے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عرض کی، بھائی جان یہ کیسی زمین ہے کہ اس جگہ ہمارا دل دھل رہا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا بس یہ وہی مقام ہے جہاں بابا جان نے صفین کے سفر میں خواب دیکھا تھا۔ یعنی یہ وہ جگہ ہے جہاں ہمارا خون بہے گا۔ کتاب مائتین میں ہے کہ اسی دن ایک صحابی نے ایک بیری کے درخت سے مسواک کے لیے شاخ کاٹی تو اس سے خون تازہ جاری ہوگیا۔

امام حسینؑ کا خط اہل کوفہ کے نام

کربلا پہنچنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے اتمام حجت کیلئے اہل کوفہ کے نام قیس ابن مسہر کے ذریعے ایک خط ارسال فرمایا جس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ تمہاری دعوت پر میں کربلا تک آگیا ہوں الخ۔ قیس خط لیے جا رہے تھے کہ راستے میں گرفتار کر لیے گئے۔ اور انھیں ابن زیاد کے سامنے کوفے جا کر پیش کر دیا گیا۔ ابن زیاد نے خط مانگا۔ قیس نے بروایتے چاک کر کے پھینک دیا اور بروایتے اس خط کو کھا لیا۔ ابن زیاد نے انھیں بضرب تازیانہ شہید کر دیا۔ (روضۃ الشہداء صہ ۳۰۱، کشف الغمہ صہ ۶۶)۔

عبیداللہ ابن زیاد کا خط امام حسینؑ کے نام

علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ کے کربلا پہنچنے کے بعد حُر نے ابن زیاد کو آپ کی رسیدگی کربلا کی خبر دی۔ اس نے امام حسینؑ کو فوراً ایک خط ارسال کیا۔ جس میں لکھا کہ مجھے یزید نے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے اس کے لیے بیعت لے لوں، یا آپ کو قتل کر دوں۔ امام حسینؑ نے اس خط کا جواب نہ دیا۔ "القاہ من یدہ" اور اسے زمین پر پھینک دیا۔ (مطالب السئول صہ ۲۵۷ و نور الابصار صہ ۱۱۷) اس کے بعد آپ نے محمد ابن حنفیہ کو اپنے کربلا پہنچنے کی ایک خط کے ذریعے سے اطلاع دی اور تحریر فرمایا کہ میں نے زندگی سے ہاتھ دھو لیا ہے اور عنقریب عروس موت سے ہم کنار ہو جاؤں گا۔ (جلاء العیون صہ ۱۹۶)۔

دوسری محرم سے نویں محرم تک کے مختصر واقعات

دوسری محرم الحرام سنہ ۶۱ ہجری

کو آپ کا کربلا میں ورود ہوا۔ آپ نے اہل کوفہ کے نام خط لکھا۔ آپ کے نام ابن زیاد کا خط آیا، اسی تاریخ کو آپ کے حکم سے بلب فرات خیمے نصب کیے گئے۔ (کشف الغمہ صہ ۶۹ و شہید اعظم صہ ۱۱۱) حر نے مزاحمت کی اور کہا کہ فرات سے دور خیمے نصب کیجیے۔ (نور العین صہ ۴۶) عباس ابن علی کو غصہ آگیا (شہید اعظم جلد ۲ صہ ۱۰۷) امام حسینؑ نے غصہ کو فرو کیا۔ اور بقول علامہ اسفرائنی ۳ یا ۵ میل کے فاصلہ پر خیمے نصب کیے گئے (نور العین صہ ۴۶) نصب خیام کے بعد ابھی آپ اس میں داخل نہ ہوئے تھے۔ کہ چند اشعار آپ کی زبان پر جاری ہوئے۔ جناب زینب نے جونہی اشعار کو سنا اس درجہ روئیں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کر بے ہوش ہوگئیں۔ امام نے رُخسار پر پانی چھڑک کر با ہوش کیا (لہوف ص ۱۰۲، اثارۃ الاحزان ص ۳۶) پھر آلِ محمدؐ داخلِ خیمہ ہوئے۔ اس کے بعد ساٹھ ہزار درہم پر ۱۶ مربع میل زمین خرید کر چند شرائط کے ساتھ انھیں کو ہبہ کردی۔ (کشکول بہائی ص ۹۱ ذکر العباس ص ۱۴۴)۔

تیسری محرّم الحرام یوم جمعہ

کو عمرابن سعد ۶۰۰۵ اور بقول علامہ اربلی ۲۲ ہزار سوار و پیادے لے کر کربلا پہنچا اور اُس نے امام حسینؑ سے تبادلہ خیالات کی خواہش کی حضرتؑ نے ارادہ کوفہ کا سبب بیان فرمایا۔ اُس نے ابن زیاد کو گفتگو کی تفصیل لکھ دی اور یہ بھی لکھا کہ امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ اگر اب اہلِ کوفہ مجھے نہیں چاہتے تو میں واپس جانے کو تیار ہوں۔ ابنِ زیاد نے عمر بن سعد کے جواب میں لکھا کہ اب جب کہ ہم نے حسینؑ کو جنگل میں لے لیا ہے تو وہ چھٹکارا چاہتے ہیں "لات حین مناص"۔ یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ ان سے کہہ دو کہ اپنے تمام اعزا و اقربا سمیت بیعت یزید کریں یا قتل ہونے کے لیے آمادہ ہوجائیں۔ میں بیعت سے پہلے ان کی کسی بات پر غور کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں (ناسخ و روضۃ الشہدا)۔ اسی تیسری تاریخ کی شام کو حبیب ابنِ مظاہر قبیلہ بنی اسد میں گئے اور ان میں سے ۹۰ جانباز امدادِ حسینی کے لیے تیار کیے وہ انھیں لا رہے تھے کہ کسی نے ابن زیاد کو اطلاع کردی۔ اُس نے ۴۰۰ سو کا لشکر بھیج کر اس کمک کو رکوا دیا۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۰۵)۔

چوتھی محرّم الحرام یوم شنبہ

کو ابنِ زیاد نے مسجد جامع میں ایک خطبہ دیا جس میں اُس نے امام حسینؑ کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور کہا کہ حکم یزید سے تمھارے لیے خزانوں کے منہ کھول دیئے گئے ہیں تم اس کے دشمنِ حسینؑ سے لڑنے کے لیے آمادہ ہوجاؤ۔ اس کے کہنے سے بے شمار لوگ آمادہ کربلا ہوگئے اور سب سے پہلے شمر نے روانگی کی درخواست کی چنانچہ شمر کو چار ہزار، ابن رکاب کو دو ہزار، ابن نمیر کو چار ہزار، ابن رھینہ کو تین ہزار، ابن خرشہ کو دو ہزار سوار دے کر روانہ کربلا کر دیا گیا۔ (دمعہ ساکبہ ص ۳۲۲)۔

پانچویں محرّم الحرام یوم یک شنبہ

کو شیث ابنِ ربعی کو چار ہزار، عروہ ابن قیس کو چار ہزار سنان ابنِ انس کو دس ہزار، محمد ابنِ اشعث کو ایک ہزار۔ عبداللہ ابن حصین کو ایک ہزار کا لشکر دے کر روانہ کر دیا گیا۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۳۳ و دمعہ ساکبہ ص ۳۲۲)۔

چھٹی محرّم الحرام یوم دوشنبہ

کو خولی ابنِ یزید اصبحی کو دس ہزار کعب ابن الحر کو تین ہزار۔ حجاج ابنِ حُر کو ایک ہزار کا لشکر دے کر روانہ کر دیا گیا۔ اِن کے علاوہ چھوٹے بڑے اور کئی لشکر ارسال کرنے کے بعد ابنِ زیاد نے عمرابن سعد کو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لکھا کہ اب تک تجھے اسی ۸۰ ہزار کا کوفی لشکر بھیج چکا ہوں، ان میں حجازی اور شامی شامل نہیں ہیں تجھے چاہیئے کہ بلا حیلہ حوالہ حسین کو قتل کر دے۔ (ناسخ جلد ۶ ص ۲۳۳ و معہ ساکبہ ص ۳۲۲ جلاء العیون ص ۱۹۷) اسی تاریخ کو خولی ابن یزید نے ابن زیاد کے نام ایک خط ارسال کیا جس میں عمر ابن سعد کے لیے لکھا کہ یہ امام حسینؑ سے رات کو چھپ کر ملتا ہے۔ اور ان سے بات چیت کیا کرتا ہے۔ ابن زیاد نے اس خط کو پاتے ہی عمر سعد کے نام ایک خط لکھا کہ مجھے تیری تمام حرکتوں کی اطلاع ہے تو چھپ کر باتیں کرتا ہے۔ دیکھ میرا خط پاتے ہی امام حسینؑ پر پانی بند کر دے اور انھیں جلد سے جلد موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کر۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۳۶ اخبار الطوال ص ۲۵۲ طبری جلد ا ص ۲۱۲ البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۱۷۵)۔

ساتویں محرم الحرام یوم سہ شنبہ

عمر ابن حجاج کو پانچ سو سواروں سمیت نہر فرات پر اس لیے مقرر کر دیا گیا کہ امام حسینؑ کے خیمہ تک پانی نہ پہنچنے پائے (تاریخ طبری جلد ا ص ۳۱۳ و ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۳۷) پھر مزید احتیاط کے لیے چار ہزار کا لشکر دے کر حجر کو ایک ہزار کا لشکر دے کر شبث ابن ربعی کو روانہ کیا گیا۔ (مقتل ابی مخنف ص ۴۲) اور پانی کی بندش کر دی گئی۔ پانی بند ہو جانے کے بعد عبداللہ ابن حصین نے نہایت کریہہ لفظوں میں طعنہ زنی کی (نور العین ص ۴۱) جس سے امام حسینؑ کو سخت صدمہ پہنچا (تذکرہ ص ۲۱) پھر ابن حوشب نے طعنہ زنی کی جس کا جواب حضرت عباسؑ نے دیا۔ (الامامت والسیاست جلد ا ص ۸) آپ نے غالباً طعنہ زنی کے جواب میں خیمہ سے ۱۹ قدم کے فاصلہ پر جانب قبلہ ایک ضرب تیشہ سے چشمہ جاری کر دیا۔ (مقتل عوالم ص ۴۸ و اعثم کوفی ص ۳۴۲) اور یہ بتا دیا کہ ہمارے لیے پانی کی کمی نہیں ہے لیکن ہم اس مقام پر معجزہ دکھانے نہیں آئے بلکہ امتحان دینے آئے ہیں۔

آٹھویں محرم الحرام یوم چہار شنبہ

کی شب کو خیمہ آلِ محمدؐ سے پانی بالکل غائب ہو گیا۔ پیاس کی شدت نے بچوں کو بے چین کر دیا ہے۔ امام حسینؑ نے حالات کو دیکھ کر حضرت عباس کو پانی لانے کا حکم دیا آپ چند سواروں کو لے کر تشریف لے گئے اور بڑی مشکلوں سے پانی لائے۔ ولذالک سمی العباس السقاء اسی سقائی کی وجہ سے عباسؑ کو سقاء کہا جاتا ہے۔ (اخبار الطوال ص ۲۵۳ جلاء العیون ص ۱۹۸ و معہ ساکبہ ص ۳۲۳) رات گزرنے کے بعد جب صبح ہوئی تو یزید ابن حصین ہمدانی نے باجازت امام حسینؑ، ابن سعد کو فہمائش کی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں حسین کو پانی دے کر حکومت رے چھوڑ دوں۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۳۸) امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ ابن حصین اور ابن سعد کی گفتگو کے بعد امام حسینؑ نے اپنے خیموں کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا۔ (نور الابصار ص ۱۱۷) اس کے بعد حضرت عباسؑ کو حکم دیا کہ کنواں کھود کر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پانی برآمد کرو۔ آپ نے کنواں تو کھودا لیکن پانی نہ نکلا۔ (مقتل ابی مخنف ص۴۲)

نویں محرم الحرام یوم پنجشنبہ

کی شب کو امام حسینؑ اور عمر بن سعد میں آخری گفتگو ہوئی۔ آپ کے ہمراہ حضرت عباسؑ اور علی اکبرؑ بھی تھے۔ آپ نے گفتگو میں ہر قسم کی حجت تمام کر لی۔ (دمعہ ساکبہ ص۳۲۳) نویں کی صبح کو آپ نے حضرت عباسؑ کو پھر کنواں کھودنے کا حکم دیا لیکن پانی برآمد نہ ہوا۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ ص۲۴۵) تھوڑی دیر کے بعد امام حسینؑ نے بچوں کی حالت کے پیشِ نظر پھر عباسؑ سے کنواں کھودنے کی فرمائش کی آپ نے سعیٔ بلیغ شروع کر دی جب بچوں نے کنواں کھودتا ہوا دیکھا تو سب کوزے لے کر آ پہنچے۔ ابھی پانی نکلنے نہ پایا تھا کہ دشمنوں نے آ کر اُسے بند کر دیا۔ فھربت الاطفال الخیام دشمنوں کو دیکھ کر بچے خیموں میں جا چھپے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد حضرت عباسؑ نے کنواں کھودا وہ بھی بند کر دیا گیا حتی حفرا اربعۃ۔ یہاں تک کہ چار کنویں کھودے اور پانی حاصل نہ کر سکے۔ بروایتے پانچویں مرتبہ پانی برآمد ہوا۔ سکینہؑ نے کوزہ بھرا اور دشمن کے خوف سے خیمہ کی طرف بھاگیں۔ طناب خیمہ میں پاؤں اُلجھے اور آپ گر پڑیں پانی جاتا رہا اور دشمن نے کنواں بند کر دیا سکینہؑ پیاس کی پیاسی رہ گئیں۔ (خلاصۃ المصائب ص۱۱۲ طبع نول کشور ص۱۸۷۹)

اِس کے بعد امام حسینؑ ایک ناقہ پر سوار ہو کر دشمن کے قریب گئے اور اپنا تعارف کرایا لیکن کچھ نہ بنا (کشف الغمہ ص۷) مورخین لکھتے ہیں کہ نویں تاریخ کو شمر کوفہ واپس گیا اور اس نے عمر ابن سعد کی شکایت کر کے ابن زیاد سے ایک سخت حکم حاصل کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ اگر حسینؑ بیعت نہیں کرتے تو انھیں قتل کر کے ان کی لاش پر گھوڑے دوڑا دے اور اگر تجھ سے یہ نہ ہو سکے تو شمر کو چارج دے دے ہم نے اُسے حکم تعمیل حکم یزید دے دیا ہے۔ (روضۃ الشہداء ص۳۰۶ و دمعہ ساکبہ ص۳۲۳) ابن زیاد کا حکم پاتے ہی ابن سعد تعمیل پر تیار ہو گیا۔ اسی نویں تاریخ کو شمر نے حضرت عباسؑ اور ان کے بھائیوں کو امان کی پیش کش کی انھوں نے بڑی دلیری سے اُسے ٹھکرا دیا (جلاء العیون ص۱۹۸ طبری ص۲۳۰ جلد ۶) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ذکر العباس از ص۱۷۶ تا ص۱۸۲ اسی نویں کی شام آنے سے پہلے شمر کی تحریک سے ابن سعد نے حملہ کا حکم دے دیا۔ امام حسینؑ خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ کو حضرت زینبؑ پھر حضرت عباسؑ نے دشمن کے آنے کی اطلاع دی۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھ پر ابھی غنودگی طاری ہو گئی تھی۔ میں نے آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا۔ انھوں نے فرمایا کہ انک تروح غدا حسینؑ تم کل میرے پاس پہنچ جاؤ گے (دمعہ ساکبہ ص۳۲۳) جناب زینبؑ رونے لگیں اور امام حسینؑ نے حضرت عباسؑ سے فرمایا کہ بھیا تم جا کر ان دشمنوں سے ایک شب کی مہلت لے لو حضرت عباسؑ تشریف لے گئے اور لڑائی ایک شب کے لیے ملتوی ہو گئی (تاریخ اسلام ص۲۷۲ طبع گورکھپور ۱۹۳۲ء) جنگ کے التوا کی غرض کیا تھی۔ اس کے لیے ملاحظہ ہو ذکر العباس ص۱۸۶)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شبِ عاشور

نویں کا دن گذرا، عاشور کی رات آئی۔ التوائے جنگ کے بعد امام حسینؑ کو جس چیز کی زیادہ فکر تھی وہ یہ تھی کہ اپنے اصحاب کو موت سے بچالیں، آپ نے رات کے وقت اپنے اصحاب اور اعزا کو جمع کرکے فرمایا۔ اس میں شک نہیں کہ تم سے بہتر اعزا اور اصحاب کسی کو نصیب نہیں ہوئے لیکن دیکھو چونکہ یہ صرف مجھ ہی کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے میں تمہاری گردنوں سے طوق بیعت اتارے لیتا ہوں، تم رات کی تاریکی میں اپنی جان بچا کر نکل جاؤ۔ یہ سننا تھا کہ حضرت عباس، فرزندانِ مسلم بن عقیل، مسلم ابن عوسجہ، زہیر ابن قین، سعد ابن عبداللہ یکے بعد دیگرے کھڑے ہوگئے، اور عرض کرنے لگے، مولا، آپ نے یہ کیا فرمایا۔" ارے لعنت ہے اس زندگی پر جو آپ کے بعد باقی رہے۔ (ابن الوردی جلد ا صـ۱۷۳ ارشاد صـ۲۹۷ دمعہ ساکبہ صـ۳۲۴ جلا العیون صـ۱۹۹ انسانیت موت کے دروازے پر صـ۲۰۷) خطبہ کے بعد آپ نے حضرت عباس کو پانی لانے کا حکم دیا۔ آپ ۳۰ سواروں اور بیس پیادوں سمیت نہر پر تشریف لے گئے اور بڑی دیر جنگ کرنے کے باوجود پانی نہ لا سکے (تذکرہ خواص الامۃ صـ۱۴۱) اس کے بعد امام حسینؑ موقع جنگ دیکھنے کے لیے میدان کی طرف تشریف لے گئے واپسی میں خیمہ جناب زینب میں ورود فرمایا۔ زینبؑ نے پوچھا بھیا آپ نے اصحاب کا امتحان کر لیا ہے یا نہیں آپ نے اطمینان دلایا۔ پھر ہلال ابن نافع نے زینبؑ کو مطمئن کیا (دمعہ ساکبہ صـ۳۲۵) زینب سے گفتگو کے بعد آپ نے پھر ایک خطبہ فرمایا اور اعزا و اصحاب سے مثل سابق کہا کہ یہ لوگ میری جان چاہتے ہیں تو لوگ اپنی جانیں نہ دو۔ یہ سن کر اصحاب و اعزا نے بڑا دلیرانہ جواب دیا۔ ناسخ جلد ۶ صـ۲۲۷) اس کے بعد امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو جنت دکھلادی۔ (وسائل المظفری صـ۲۹۴)

علامہ کنتوری لکھتے ہیں کہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے خیمے میں شدید اضطراب پیدا ہوگیا اور جناب زینب کے گرد ۲۰ لڑکے اور لڑکیاں جمع ہو کر فریاد کرنے لگیں (ماتین جلد ا صـ۳۱۸) یہ حالت بریر ہمدانی کو معلوم ہوگئی۔ وہ چند ساتھیوں کو لے کر نہر پر پہنچے۔ زبردست جنگ ہوئی حضرت عباس مدد کو بھیجے گئے۔ چند جانباز کام آگئے۔ غالباً اسی موقع پر حضرت عباس کے ایک بھائی عباس الاصغر بھی شہید ہوئے ہیں (ناسخ جلد ۶ صـ۲۸۹) الغرض بریر بہزار دقت و دشواری ایک مشک خیمہ تک لے ہی آئے بچے بے تابی کی وجہ سے بس مشک پر جا گرے۔ دہانہ کھل گیا۔ پانی بہہ گیا۔ بچوں اور عورتوں کے ساتھ بریر نے بھی منہ پیٹ لیا، اور انتہائی حسرت و افسوس کے ساتھ کہا۔ ہائے آلِ محمدؐ کی پیاس بجھ نہ سکی۔ (ماتین ج ا صـ۳۱۶) علامہ کاشفی لکھتے ہیں کہ پانی کی جدوجہد کی ناکامی کے بعد امام حسینؑ نے حکم دیا کہ سب اپنے اپنے خیموں میں جا کر عبادت میں مشغول ہو جائیں۔ (روضۃ الشہدا صـ۳۱۲)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مجاہدینِ کربلا کی آخری سحر

امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب و اعزا مشغولِ عبادت ہیں۔ سپیدۂ سحری نمودار ہونے کو ہے زندگی کی آخری سحر طالع ہونے والی ہے۔ ناگاہ امام حسینؑ کی آنکھ لگ گئی۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ بہت سے کتے آپ پر حملہ آور ہیں اور ان کتوں میں ایک ابلق مبروص کتا ہے جو بہت ہی سختی کر رہا ہے۔ (دمعۂ ساکبہ صہ ۳۲۹)۔ علامہ دمیری لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ کو شمر نے شہید کیا ہے جو مبروص تھا (حیواۃ الحیوان جلد ۱ صہ ۵۱) کاشفی کا بیان ہے کہ جب صبح کا ابتدائی حصہ ظاہر ہوگیا تو آسمان سے آواز آئی یا خیل اللہ ارکبی۔ اے اللہ کے بہادر سپاہیو! تیار ہو جاؤ۔ موقعہ امتحان اور وقت موت آرہا ہے۔ اس کے بعد صبح ہوگئی۔ (روضۃ الشہداء صہ ۳۱۲ مہیج الاحزان صہ ۱۰۳)۔

صبحِ عاشورا

طلوعِ صبحِ محشر تھی طلوعِ صبحِ عاشورا

۱۰ محرم الحرام سنہ ۶۱ ہجری یوم جمعہ

رات گذری، صبح کی ذب کا ظہور ہوا تو یزیدی کاذبوں اور جھوٹوں نے اپنے لشکر کی ترتیب دے لی اور صبح صادق کا طلوع ہوا تو صادقین نے نمازِ صبح کا تہیہ کیا حضرت علی اکبرؑ نے اذان کہی امام حسینؑ نے نماز جماعت پڑھائی۔ اللہ کے سچے بندے ابھی مصلے ہی پر تھے کہ ۳۰ ہزار کے لشکر میں حملہ آور ہونے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ امام مصلے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ نے ۷۲ جانبازوں پر مشتمل لشکر کی جنگی تنظیم یوں فرما دی۔ میمنہ ۲۰ بہادر۔ میسرہ ۲۰ بہادر، بقیہ قلب لشکر میمنہ کے سردار۔ زہیر بن قین میسرہ کے، حبیب ابن مظاہر اور علمدارِ لشکر حضرت عباس کو قرار دیا (جلاء العیون صہ ۲۰۱ الاخبار الطوال صہ ۲۰۲) اس کے بعد حضرت عباس سے فرمایا کہ جنگ چھڑ ہی جاتی ہے۔ بھیا ایک دفعہ پانی کی اور کوشش کر لو۔ اور سنو صرف اپنے بھائی بھتیجوں کو جمع کر کے کنواں کھودو، یعنی اصحاب کو زحمت نہ دو۔ حضرت عباسؑ نے کمال جانفشانی سے کنواں کھودا، لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا پھر دوسرا کنواں کھودا وہ بھی بے سود ہی رہا (دمعۂ ساکبہ صہ ۳۲۹ حالات صبح عاشورا) امام حسینؑ خیمہ میں تھے اور بقول عبدالمجید ایڈیٹر رسالہ مولوی دہلی۔ ٹھیک دس۱۰ بجے لشکر والوں کو عمر ابن سعد کا ارجنٹ حکم ملا ہے کہ حسینؑ کو قتل کرنے کے لیے آگے بڑھو۔ ٹڈی دل فوج نے حرکت کی اور تین دن کے بھوکے پیاسے تھوڑے سے مسافروں کو قتل کرنے کو دشمنانِ اسلام آگے بڑھے (شہید اعظم صہ ۱۲۶ طبع دہلی) حضرت نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی۔ رسولِ خدا کی زرہ زیب تن کی اور خندق میں آگ دینے کا حکم دے کر آپ اصحاب کی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فہمائش کرنے لگے۔ (ناسخ جلد ۶ ص۲۴۵) اتنے میں دشمنوں نے خیموں کو گھیر لیا۔ بریر ابن خضیر نے باہر نکل کر انھیں سمجھایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا، پھر آپ خود دشمن کے سامنے آئے اور اپنا تعارف کرایا اور بروایتے یہ بھی فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو، میں یہاں سے سندھ یا کسی اور طرف کو چلا جاؤں۔ مگر انھوں نے ایک نہ سنی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ مجھے کس جرم کی بنا پر قتل کرنا چاہتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا۔ نقتلک بغضاً لابیک ہم تمھیں تمھارے باپ کی دشمنی میں قتل کر رہے ہیں۔ (ینابیع المودۃ ص۳۴۶) پھر آپ نے قرآن مجید کو حکم قرار دیا۔ لیکن انھوں نے ایک نہ مانی۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ ص۲۴۵) پھر آپ نے بارگاہِ خداوندی میں دستِ دعا بلند کیا اور آخر میں بروایت دمعہ ساکبہ ص۳۲۸ عرض کی اللّٰھم سلط علیھم غلام ثقیف، خدایا ان پر قبیلۂ ثقیف کے ایک غلام (مختار) کو مسلط کر کہ انھیں ظلم آفرینی کا مزہ چکھائے۔

جنابِ حُر کی آمد

امام حسینؑ کے موعظہ کا اثر صرف جناب حر پر پڑا۔ انھوں نے ابن سعد کے پاس جا کر آخری ارادہ معلوم کیا پھر اپنے گھوڑے کو ایڑ دی اور امام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ (تاریخ طبری) اس کے بعد گھوڑے سے اتر کر امام حسینؑ کی رکاب کو بوسہ دیا (روضۃ الاحباب) امام نے حر کو معاف کر دے کر جنت کی بشارت دی (طبری) دمعہ ساکبہ ص۳۳۰ میں ہے کہ حر کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ حمید ابن مسلم کا بیان ہے کہ عمر سعد نے لشکر حسینی پر سب سے پہلے تیر چلایا۔ اس کے بعد تیروں کی بارش شروع ہوئی روضۃ الاحباب میں ہے کہ جناب حر کو قصورہ ابن کنانہ اور ارشاد میں ہے کہ ایوب مشرح نے ایک کوفی کی مدد سے شہید کیا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب بہتر تارے ؔ مؤلفہ حقیر طبع لاہور۔

امام حسینؑ اور اُن کے اصحاب و اعزا کی حشر آفریں جنگ

علامہ عیسٰی اربلی لکھتے ہیں کہ جنابِ حُر کی شہادت کے بعد عمر سعد کے لشکر سے دو نابکار مبارز طلب ہوئے جن کے نام نسیان و سالم تھے۔ ان کے مقابلہ کے لیے امام حسینؑ کے لشکر سے جنابِ حبیب ابن مظاہر اور یزید ابن حصین برآمد ہوئے اور ان دونوں کو چند حملوں میں فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد معقل ابن یزید سامنے آیا۔ جنابِ یزید ابن حصین اور بقول مجلسی بریر ابن خضیر ہمدانی نے اُسے قتل کر ڈالا۔ پھر مزاحم ابن حریث سامنے آیا۔ اسے جنابِ نافع ابن ہلال نے قتل کر دیا۔ کشف الغمہ ص۷۱)۔

ل علامہ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ نے ارشاد فرمایا اذا لستم براضیین بمقدمی العراق فاترکونی لاذھب الی السندۃ، تم اگر میرے عراق پہنچنے پر راضی نہیں ہو تو مجھے چھوڑ دو۔ میں سندھ (ہند) چلا جاؤں۔

ل تفصیل کے لیے دیکھو۔ مختار آل محمد طبع لاہور ۱۲ ص۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جنگِ مغلوبہ

عمر ابنِ سعد نے جب حسینی بہادروں کی شانِ شجاعت دیکھی تو سمجھ گیا کہ ان سے انفرادی مقابلہ ناممکن ہے۔ لہٰذا اجتماعی حملہ کا پروگرام بنایا اور اپنے چیف کمانیر کو حکم دیا کہ کثیر تعداد میں کمان اندازوں کو لا کر یکبارگی تیر بارانی کر دے۔ چنانچہ اُس نے تعمیلِ حکم کی اور بے شمار تیر اندازوں کے ذریعے سے تیر بارانی شروع کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امام حسینؑ کا تقریباً تمام لشکر مجروح ہو گیا اور ۳۲ یا ۴۰ یا ۲۲ یا ۵۰ اصحاب اسی وقت شہید ہو گئے۔ (ملاحظہ ہو تفصیل کے لیے "بہتر ستارے" مؤلفہ حقیر)۔

جنگِ مغلوبہ کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بہادروں کو لے کر جن کی کل تعداد ۳۲ تھی۔ میدان میں نکل آئے اور اس بے جگری سے لڑے کہ لشکرِ مخالف کے چھکے چھوٹ گئے جس طرف حملہ کرتے تھے صفیں صاف ہو جاتی تھیں اور اس حملہ میں بے شمار دشمن موت کے گھاٹ اُتار دیئے۔ ان بھوکے پیاسے بہادر شیروں نے لشکریں ایسی ہلچل مچا دی، جس نے افسران تک کے ہاتھ پاؤں پھلا دیئے۔ بالآخر لشکرِ کوفہ کے کمانیر عروہ بن قیس نے عمر ابن سعد کو کہلا بھیجا کہ جلد لشکر اور خصوصاً تیر انداز بھیجو۔ کیونکہ ان تھوڑے سے علوی بہادروں نے ہماری درگت بنا دی ہے۔ (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۲۵ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۰ بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۹) عمر ابن سعد نے فوراً ۵۰۰ کمان داروں کو حصین ابنِ نمیر کے ہمراہ عروۃ بن قیس کی کمک میں بھیج دیا۔ ان لوگوں نے پہنچتے ہی تیر بارانی شروع کر دی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امام حسینؑ کے کئی بہادر کام آ گئے۔ اور تقریباً کل کے کل پیادہ ہو گئے۔ اسی دوران میں عمر ابنِ سعد نے آواز دی کہ آگ لاؤ ہم خیموں کو جلائیں گے یہ دیکھ کر امام حسینؑ نے شمر کو پکارا کہ یہ کیا بے حیائی کی جا رہی ہے۔ اتنے میں خبیث ابن ربعی آ گیا اور اس نے اس حرکتِ ناشائستہ سے باز رکھا۔ (بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۹)۔

مورخ ابنِ اثیر اور علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ دورانِ جنگ میں نمازِ ظہر کا وقت آ گیا تو ابو ثمامہ صائدی یا صیداوی نے خدمتِ امام حسینؑ میں عرض کی مولا اگرچہ ہم دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں، لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ نمازِ ظہر ادا کر لی جاتے۔ امام نے ابو ثمامہ کو دعا دی اور نماز کا تہیّہ فرمایا۔ تیر چونکہ مستقل آ رہے تھے اس لیے زہیر ابن قین اور سعید ابن عبداللہ امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہو کر تیروں کو سینوں پر لینے لگے۔ یہاں تک کہ امام حسینؑ نے نماز تمام فرمالی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ تلوار اور نیزوں کے زخم کے علاوہ ۱۳ تیر سعید کے سینے میں پیوست ہو گئے۔ نماز تمام ہوئی اور جناب سعید بھی دُنیا سے رخصت ہو گئے (تاریخ کامل بحار جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۹) جنگِ مغلوبہ کے بعد جو ۳۲ اصحاب بچے ان میں سے بعض کے مختصر حالات درجِ ذیل کیے جاتے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت امام حسینؑ کے مشہور اصحاب اور اُن کی شہادت

حبیب ابنِ مظاہر

جناب حبیب مظاہر ابن ریاب ابن اشتر ابن حجوان ابن فقعس ابن طریف ابن عمر بن قیس ابنِ حرث ابنِ ثعلبہ، ابن ودان، ابنِ اسدالواقام الاسدی کے بیٹے امام حسینؑ کے بچپنے کے دوست تھے۔ انھیں رسالت مآبؐ کے صحابی ہونے کا بھی شرف حاصل تھا۔ یہ اصحاب امیرالمومنین میں بھی تھے اور ہر جنگ میں شریک رہے۔ انھوں نے کوفہ میں حضرت مسلم بن عقیل کا پورا پورا ساتھ دیا اور یہ شہادت مسلم کے بعد کربلا کو پاپیادہ روانہ ہو کر امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے تھے۔ کربلا پہنچ کر انھوں نے پوری کوشش کی کہ بنی اسد سے کچھ مددگار لے آئیں۔ لیکن عمر سعد کے لشکر نے راستے میں مزاحمت کی۔ شب عاشور ایک شب کی مہلت کے لیے جب حضرت عباس گئے تھے تو حبیب بھی ساتھ تھے۔ نماز ظہر عاشورا کے موقع پر حصین ابن نمیر کی بدکلامی کا جواب حبیب ہی نے دیا تھا اور اس کے کہنے پر کہ حسینؑ کی نماز قبول نہ ہوگی، حبیب نے بڑھ کر گھوڑے کے منہ پر تلوار لگائی تھی۔ پھر میدان میں مسلسل لوگوں سے لڑتے اور انھیں قتل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بدیل ابن حریم عقفانی نے آپ پر تلوار لگائی اور بنی تمیم کے ایک شخص نے نیزہ مارا اور حصین بن نمیر نے سر پر تلوار لگائی۔ آپ گھوڑے سے گر پڑے۔ اس وقت ایک تمیمی نے سر کاٹ لیا۔ حبیب کی شہادت کے بعد امام حسینؑ نے انتہائی درد انگیز لہجے میں کہا۔ اے حبیب میں تم کو اور اپنے اصحاب کو خدا سے لوں گا۔

زہیر ابنِ قین

جناب زہیر، قین ابن قیس، انماری بجلی کے بیٹے تھے۔ یہ قوم کے سردار اور رئیس تھے۔ سنہ ۶۰ ہجری میں امام حسینؑ کے ساتھ ہوئے۔ شب عاشور حضرت عباس جب ایک شب کی مہلت کے لیے آگے بڑھے تو آپ کے ہمراہ زہیر بھی تھے۔ امام حسینؑ کی زندگی میں جب شمر نے خیمہ کے پاس آ کر اُسے جلانا چاہا تھا۔ تو جناب زہیرؓ نے اس سے مقابلہ کر کے اس ارادہ سے باز رکھا تھا، اور نماز ظہر کے لیے سعید کے ساتھ زہیر نے بھی امام حسینؑ کی حفاظت کے لیے سینہ تان دیا تھا۔ آپ نے میدان میں زبردست جنگ کی بالآخر کثیر ابن عبداللہ شعبی اور مہاجر ابن اوس تمیمی نے آپ کو شہید کر دیا۔ شہادت کے بعد امام حسینؑ لاش پر تشریف لائے اور کہا زہیر خدا تم پر رحمت نازل کرے اور تمھارے قاتلوں پر جو بندروں اور ریچھوں کی طرح مسخ ہو گئے ہیں لعنت کرے۔

نافع ابنِ ہلال

جناب نافع، ہلال ابن نافع ابن جمل ابن سعد العشیرہ ابن مدحج جملی کے بیٹے تھے۔ آپ شریف النفس سردار قوم، بہادر اور قاری قرآن، راوی الحدیث تھے۔ آپ ہر جنگ میں امیرالمومنین کے ساتھ رہے کربلا میں جب حضرت عباس پانی کی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جدوجہد کے لیے نہر پر تشریف لے گئے تھے تو نافع ابن ہلال آپ کے ساتھ تھے۔ میدان کارزار کربلا میں نافع ابن ہلال نے ۱۲ دشمنوں کو زہر میں بجھے ہوئے تیر سے قتل کیا پھر جب تیر ختم ہو گئے تو تلوار سے لڑنے لگے۔ بالآخر تیر بارانی کی گئی اور آپ کے دونوں بازو ٹوٹ گئے اور آپ گرفتار ہو کر ابن سعد کے سامنے لائے گئے۔ پھر شمر کے ہاتھوں قتل کر دیئے گئے۔

مُسلم ابنِ عوسجہ

جناب مسلم عوسجہ ابنِ سعد ابنِ ثعلبہ ابن دودان ابنِ اسد ابنِ حزیمہ ابوحجل اسدی سعد کی کے بیٹے تھے۔ یہ شریف ترین مردم، عابد و زاہد اور صحابی رسُول تھے۔ اکثر اسلامی جنگوں میں شریک رہے۔ کوفہ میں مسلم بن عقیل کی پوری طاقت سے مدد کی آپ کے ہمراہ مدحج کے چار قبیلے تمیم و ہمدان و کندہ و ربیعہ تھے۔ جناب ہانی و مسلم کی شہادت کے بعد اپنے بال بچوں سمیت کربلا آپہنچے اور امام حسینؑ کے قدموں میں شرفِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ مورخین کا بیان ہے کہ مسلم ابن عوسجہ نہایت دلیری کے ساتھ جنگ فرما رہے تھے کہ مسلم ابن عبداللہ ضبابی ملعون اور عبداللہ ابن خشکارہ نے مل کر آپ کو شہید کر دیا۔

عابس شاکری

جناب عابس ابوشبیب بن شاکری ابنِ ربیعہ بن مالک ابن صعب ابنِ معاویہ بن کثیر بن مالک ابنِ جشم ابن حاشد ہمدانی کے بیٹے تھے۔ آپ نہایت بہادر، رئیس، عابد شب زندہ دار اور امیرالمومنین کے مخلص ترین ماننے والوں میں تھے۔ آپ کے قبیلہ بنو شاکر پر امیرالمومنین کو بڑا اعتماد تھا۔ اسی وجہ سے آپ نے جنگ صفین میں فرمایا تھا کہ اگر قبیلہ بنی شاکر کے ایک ہزار افراد موجود ہوں تو دنیا میں اسلام کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہے۔ عابس نے کوفہ میں جناب مسلم کا پورا ساتھ دیا اور جب جناب مسلم کوفہ پہنچے تھے تو آپ نے سب سے پہلے تعاون کا یقین دلایا تھا۔ آپ کوفہ سے جناب مسلم کا خط لے کر مکہ گئے تھے اور وہیں سے امام حسینؑ کے ساتھ ہو گئے اور یوم عاشورا شہید ہو گئے۔ آپ میدان میں آئے اور مبارز طلبی کی۔ مگر کسی میں دم نہ تھا کہ عابس سے لڑتا بالآخر ان پر اجتماعی طور پر پتھراؤ کیا۔ پھر بے شمار افراد نے مل کر انھیں شہید کر کے سر کاٹ لیا۔

بُریر ہمدانی

جناب بریر ابنِ خضیر ہمدانی مشرقی، بنو مشرق کے قبیلہ ہمدان کے ایک معمر تابعی تھے۔ یہ نہایت بہادر عابد و زاہد اور بے مثل قاریِ قرآن تھے۔ ان کا شمار کوفہ کے شرفا میں تھا۔ انھوں نے کوفہ سے مکہ جا کر امام حسینؑ کی ہمراہی اختیار کی تھی اور تاحیات ساتھ رہے۔ شب عاشور پانی لانے میں انھوں نے عظیم جدوجہد کی تھی۔ میدان جنگ میں آپ کا مقابلہ یزید ابن معقل سے ہوا، بریر نے اُسے قتل کر دیا۔ پھر رضی ابن منقذ عبدی سامنے آیا۔ آپ نے زمین پر دے مارا۔ اتنے میں کعب ابن جابر ازدی نے آپ کی پشت میں نیزہ مارا اور آپ نے اُس رضی کی ناک دانت سے کاٹ لی جس کے سینے پر سوار تھے۔ کعب کا نیزہ بریر کی پشت میں رہ گیا۔ اور اس نے تلوار سے بریر کو شہید کر دیا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

امامِ حسینؑ کے اعزا و اقربا اور اولاد کی شہادت

اصحاب باوفا اور انصارانِ باصفا کی شہادت کے بعد آپ کے اعزا و اقربا یکے بعد دیگرے میدانِ کارزار میں آکر شہید ہوئے۔ میرے نزدیک بنی ہاشم میں سب سے پہلے جس نے شرفِ شہادت حاصل کیا وہ عبداللہ ابنِ مسلم ابنِ عقیل تھے۔ آپ حضرت علی کی بیٹی رُقیّہ بنت صہبا بنت عباد بن ربیعہ بن یحییٰ بن عبد بن علقمہ ثعلبیہ کے فرزند تھے۔ آپ میدان میں تشریف لائے اور ایسا حملہ شیرانہ کیا کہ روباہوں کی ہمتیں پست ہوگئیں۔ آپ نے تین حملے فرمائے اور ۹۰ دشمنوں کو فی النار کیا۔ دورانِ جنگ میں عمر بن صبیح صیداوی نے آپ کی پیشانی پر تیر مارا۔ آپ نے فطرت کے تقاضے پر تیر پہنچنے سے پہلے اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھ لیا۔ اور ہاتھ پیشانی سے اس طرح پیوست ہوگیا کہ پھر جدا نہ ہوا۔ پھر اُس نے دوسرا تیر مارا جو صاحبزادے کے دل پر لگا، اور آپ زمین پر تشریف لائے۔ (نور العین ترجمہ ابصار العین ص۹۱) آپ کو خاک و خون میں غلطاں دیکھ کر آپ کے بھائی محمد بن مسلم آگے بڑھے اور اُنھوں نے بھی زبردست جنگ کی بالآخر ابوجرہم ازدی اور لقیط اور ابن ایاس جہمی نے آپ کو شہید کر دیا۔ (بحار الانوار جلد ۱۰ ص۲۰۲) ان کے بعد جعفر بن عقیل ابن ابی طالب میدان میں تشریف لے گئے۔ آپ نے ۱۵ زبردست دشمنوں کو فنا کے گھاٹ اُتارا آخر میں بشر بن خوط نے آپ کو شہید کر دیا۔ (کشف الغمہ ص۹۲) ان کے بعد جناب عبدالرحمٰن ابنِ عقیل میدان میں تشریف لائے۔ آپ نے زبردست جنگ کی اور آپ کو دشمنوں نے گھیر لیا۔ آخر کار عثمان بن خالد جہنی کی ضربِ شدید سے راہیِ جنت ہوئے۔ ان کے بعد عبداللہ اکبر ابن عقیل میدان میں آئے اور زبردست قتال کے بعد عثمان بن خالد کے ہاتھوں شہید ہوئے ابومخنف کے کہنے کے مطابق عبداللہ اکبر کے بعد موسیٰ بن عقیل نے میدان لیا اور ۷۰ آدمیوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ ان کے بعد عون بن عقیل اور علی بن عقیل درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ ان کے بعد محمد بن سعید بن عقیل اور جعفر بن محمد بن عقیل اور احمد ابن محمد بن عقیل یکے بعد دیگرے میدان میں تشریف لائے اور کارہائے نمایاں کر کے درجۂ شہادت حاصل کیا۔ ان کے بعد محمد بن عبداللہ بن جعفر میدان میں آئے اور ۱۰ دشمنوں کو قتل کر کے بدست عامر بن نہشل شہید ہوئے۔ ان کے بعد عون بن عبداللہ ابن جعفر میدان میں آئے اور ۳۰ سوار و پیادہ کو قتل کرنے کے بعد عبداللہ ابن بطہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ آپ کے بعد جناب حسن مثنیٰ میدان میں تشریف لائے۔ آپ نے زبردست جنگ کی اور اس درجہ زخمی ہو گئے کہ جانبر ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔ بالآخر مقتولین میں ڈال دیئے گئے۔ نتیجہ پر ان کا ایک رشتہ کا ماموں اسما ابن خارجہ فزاری ابی حسان انھیں اُٹھا کر لے گئے۔ ان کے بعد جناب قاسم میدان میں تشریف لائے۔ آگے آپ کی عمر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ابھی نابالغی کی حد سے متجاوز نہ ہوئی تھی۔ لیکن آپ نے ایسی جنگ کی کہ دشمنوں کی ہمتیں پست ہوگئیں۔ آپ کے مقابلہ میں ارزق شامی آیا۔ آپ نے اُسے پچھاڑ دیا۔ اس کے بعد چاروں طرف سے حملے شروع ہوگئے۔ آپ نے ۷۰ دشمنوں کو قتل کیا آخر کار عمرو بن سعد بن عروہ بن نفیل ازدی کی تیغ سے شہید ہوئے۔ مورخین کا بیان ہے کہ آپ کا جسم مبارک زندگی ہی میں پامال سم اسپاں ہوگیا تھا۔ ان کے بعد عبداللہ ابن حسن میدان میں آئے اور زبردست جنگ کی۔ آپ نے ۱۴۰ دشمنوں کو تہ تیغ کیا۔ آپ کو ہانی ابن شبیث حضرمی نے شہید کیا۔ ان کے بعد ابوبکر ابن حسن میدان میں آئے آپ نے میمنہ اور میسرہ کو تباہ کر دیا۔ آپ ۸۰ دشمنوں کو قتل کر کے شہید ہوگئے۔ آپ کو بقول علامہ سماوی عبداللہ ابن عقبہ غنوی نے شہید کیا ہے ان کے بعد احمد بن حسن میدان میں آئے۔ اگرچہ آپ کی عمر ۱۸ سال سے کم تھی لیکن آپ نے یادگار جنگ کی اور ۶۰ سواروں کو قتل کر کے درجہ شہادت حاصل کیا۔ ان کے بعد عبداللہ اصغر میدان میں آئے۔ آپ حضرت علی کے بیٹے تھے۔ آپ کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود تمیمی تھیں۔ آپ نے زبردست جنگ کی اور درجہ شہادت حاصل کیا۔ آپ ۲۱ دشمنوں کو قتل کر کے بدست عبداللہ ابن عقبہ غنوی شہید ہوئے۔ بعض اقوال کی بناء پر ان کے بعد عمر بن علی میدان میں آئے اور شہید ہوئے۔ طبری کا بیان ہے کہ یہ کربلا میں شہید نہیں ہوئے۔ اکثر مورخین کا کہنا ہے کہ عبداللہ اصغر کے بعد عبداللہ ابن علی میدان میں تشریف لائے۔ یہ حضرت عباس کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کی عمر بوقت شہادت ۲۵ سال تھی۔ آپ کو ہانی ابن ثبیت الحضرمی نے شہید کیا۔ ان کے بعد حضرت عباس کے دوسرے حقیقی بھائی عثمان ابن علی میدان میں آئے۔ آپ نے رجز پڑھی اور زبردست جنگ کی۔ دورانِ قتال میں خولی ابن یزید اصبحی نے پیشانی مبارک پر ایک تیر مارا جس کی وجہ سے آپ زمین پر آ رہے۔ پھر ایک شخص نے جو قبیلہ ابان ابن دارم کا تھا۔ آپ کا سر کاٹ لیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۲۳ سال تھی۔ ان کے بعد حضرت عباس کے تیسرے حقیقی بھائی میدان میں تشریف لائے اور بقول ابوالفرج بدست خولی ابن یزید اور بروایت ابومخنف بضرب ہانی ابن ثبیت الحضرمی شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۲۱ سال تھی، ان کے بعد فضل ابن عباس بن علی میدان میں تشریف لاتے اور مشغول کارزار ہوگئے۔ آپ نے ۲۵۰ دشمنوں کو قتل کیا بالآخر چاروں طرف سے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا گیا۔ ان کے بعد حضرت عباس کے دوسرے بیٹے قاسم ابن عباس میدان میں تشریف لاتے۔ آپ کی عمر بقول امام عظم بتی ۱۹ سال کی تھی۔ آپ نے ۸۰۰ دشمنوں کو گھاٹ اُتار دیا۔ اِس کے بعد امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر پانی مانگا۔ پانی نہ ملنے پر آپ پھر واپس گئے اور ۲۰ سواروں کو قتل کر کے شہید ہوگئے۔

علمدار کربلا حضرت عباسؑ کی شہادت

ان بنی ہاشم کے بہادر نونہالوں کی شہادت کے بعد حضرت عباسؑ علمدار میدان میں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حصول آب کے لیے تشریف لائے اور کارِ نمایاں کر کے شہید ہو گئے۔ آپ کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو کتاب ذکر العباس[۱] مؤلفہ حقیر مطبوعہ لاہور۔ آپ کے مختصر حالات یہ ہیں کہ آپ ۴ر شعبان سنہ ۲۶ ہجری مطابق ۱۸ رمئی سنہ ۶۴۷ء یوم سہ شنبہ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ امام حسینؑ کے مستقل علمبردار تھے۔ آپ کو کربلا میں جنگ کرنے کی اجازت نہیں دی گئی صرف پانی لانے کا حکم دیا گیا تھا۔ آپ کمال وفاداری کی وجہ سے نہر فرات میں داخل ہو کر پیاسے برآمد ہو گئے تھے۔ آپ کا داہنا ہاتھ خیمہ میں پانی پہنچانے کی سعی میں زید ابن ورقا کی تلوار سے کٹ گیا تھا، اور بایاں ہاتھ حکیم ابنِ طفیل کی تلوار سے کٹا۔ پھر ایک تیر مشکیزہ پر لگا اور سارا پانی بہہ گیا۔ پھر ایک تیر آپ کے سینے میں لگا۔ اس کے بعد لوہے کا گرز سر پر پڑا اور آپ زمین پر آ رہے۔ آپ نے امام حسینؑ کو آواز دی امام حسینؑ نے کمر تھام کر فریاد کی "الان انکسر ظهری" ہائے میری کمر ٹوٹ گئی۔ آپ کا لقب سقا اور کنیت ابوالفضل و ابوقربہ تھی۔ آپ بھی یوم عاشورا شہید ہوئے۔ آپ کی تاریخ شہادت مولینا روم نے مصرعہ "سرِ دیں را بریدہ بے دینے" سے نکالی ہے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۳۴ سال چند ماہ کی تھی۔

حضرت علی اکبرؑ کی شہادت

حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت علی اکبرؑ نے اذنِ جہاد کی سعی بلیغ کی۔ بالآخر آپ کامیاب ہو کر میدان میں تشریف لائے۔ آپ کو امام حسینؑ نے اپنے ہاتھوں سے آراستہ کیا۔ حضرت علی کی تلوار حمائل کی زرہ پہنائی اور پیغمبرِ اسلام کی سواری کے گھوڑے پر سوار فرمایا جس کا نام عقاب یا مرتجز تھا۔ روانگی کے وقت امام حسینؑ نے بارگاہِ احدیت میں ہاتھوں کو بلند کر کے کہا: میرے پالنے والے اب تیری راہ میں میرا وہ فرزند قربان ہونے کو جا رہا ہے جو صورت و سیرت میں تیرے رسولِ کریمؐ سے بہت مشابہ ہے میرے مولا جب میں نانا کی زیارت کا مشتاق ہوتا تھا تو اس کی صورت دیکھ لیا کرتا تھا۔ مالک اس کی تو ہی مدد فرمانا۔ علماء نے لکھا ہے کہ میدان میں پہنچنے کے بعد حضرت علی اکبر نے رجز پڑھی اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ اور ایسی زبردست جنگ ہوئی کہ دشمنوں کے دانتوں پسینے آ گئے۔ صفوں کی صفیں الٹ گئیں۔ ایک سو بیس دشمن فی النار و السقر ہو گئے۔ حضرت علی اکبر جو تین دن کے بھوکے اور پیاسے تھے۔ باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کی بابا جان! پیاس مارے ڈالتی ہے۔ پانی کی کوئی سبیل کر دیجئے امام حسینؑ کے پاس پانی کہاں تھا جو زخموں سے چور علی اکبر جیسے بیٹے کی آخری فرمائش پوری فرماتے۔ آپ نے کہا بیٹا پانی تو تھوڑی ہی دیر میں نانا جان پلائیں گے۔ البتہ اپنی زبان میرے منہ میں دے دو۔ علی اکبر

[۱] کراچی کے ایک مولوی صاحب نے اپنے ایک رسالے میں جو حضرت عباس کے حالات پر مشتمل ہے ذکر العباس پر بے سر و پا اعتراضات کئے ہیں ہم عمر کے ساٹھ سال پورے ہو جانے کی وجہ سے ان کے اعتراضات کا جواب دینا پسند نہیں کرتے۔ ۱۲ منہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

نے بے چینی میں زبان تو منہ میں دے دی ۔ لیکن فوراً ہی کھینچ لی ۔ اور کہا بابا جان "لسانک ایبس من لسانی " آپ کی زبان تو میری زبان سے بھی زیادہ خشک ہے ۔ پھر امام حسینؑ نے رسولِ کریمؐ کی ایک انگھوٹھی علی اکبر کے منہ میں دی اور فرمایا بیٹا جاؤ ، خدا حافظ ۔

حضرت علی اکبر دوبارہ میدان میں پہنچے ، طارق ابن شیث جس سے عمر سعد نے حکومتِ رے اور موصل کا وعدہ کیا تھا ۔ علی اکبر کے مقابلہ میں آ گیا ۔ آپ نے کمال جوانمردی سے اس پر نیزے کا وار کیا نیزہ اُس کے سینے میں لگ کر پشت سے دو بالشت باہر نکل گیا ۔ اس کے مرتے ہی اس کا بیٹا عمر طارق میدان میں آگیا ۔ آپ نے اُسے بھی قتل کر دیا ۔ پھر طلحہ ابن طارق سامنے آیا آپ نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے پچھاڑ دیا ۔ یہ دیکھ کر عمر سعد نے مصراع ابنِ غالب کو حکم مقابلہ دیا ۔ وہ علی اکبر کے سامنے آ کر دو ٹکڑے ہو گیا ۔ اس کے قتل ہونے سے لشکر میں ہلچل مچ گئی عمر سعد نے محکم ابنِ طفیل . . . اور ابن نوفل کو دو ہزار سواروں کے ساتھ علی اکبر پر حملہ کرنے کا حکم دیا ۔ علی اکبر نے نہایت دلیری سے حملہ کا جواب دیا اور پیاس سے بے چین ہو کر آپ امام حسینؑ کی خدمت میں پھر حاضر ہوئے ۔ اور پانی کا سوال کیا ۔ آپ نے فرمایا ۔ بیٹا ! اب تمھیں ساقیِ کوثر ہی سیراب کریں گے ۔ نورِ نظر جانِ پدر جلد جاؤ ، رسولِ کریمؐ انتظار فرما رہے ہیں ۔ حضرت علی اکبر میدان میں واپس آئے ۔ دشمنوں نے یورش کر دی ، آپ نے شیرِ گرسنہ کی طرح حملے کیے اور تھوڑی ہی دیر میں ۸۰ دشمنوں کو قتل کر ڈالا ۔ بالآخر منقذ بن مرۃ عبدی اور ابن نمیر نے سینے میں نیزہ مارا ، آپ کے ہاتھ سے عنانِ فرس چھوٹ گئی اور آپ گھوڑے کی گردن میں لپٹ گئے ۔ گھوڑا جس طرف سے گزرتا تھا ۔ آپ کے جسم پر تلواریں لگتی تھیں ۔ یہاں تک کہ آپ کا جسم پارہ پارہ ہو گیا ۔ آپ نے آواز دی " یا ابتاہ ادرکنی " ۔ بابا جان خبر لیجیے ! امام حسینؑ دوڑ کر پہنچے لیکن آپ سے قبل حضرت زینب پہنچ گئیں ، علماء نے لکھا ہے کہ زینب نے وہاں پہنچ کر اپنے کو علی اکبر پر گرا دیا تھا ۔ امام حسینؑ نے انھیں خیمہ میں پہنچایا اور علی اکبر کے چہرے سے خون صاف کیا اور کہا اے بیٹے تیرے بعد اس زندگانی دُنیا پر خاک ہے ۔ پھر آپ نے علی اکبر کو خیمہ میں لے جانے کی سعی کی ۔ لیکن ہر قسم کے ضعف نے کامیاب نہ ہونے دیا ۔ بالآخر بچوں کو آواز دی ۔ بچو ! آؤ اور میری مدد کرو ۔ چنانچہ بچوں کی امداد سے علی اکبر کا لاشہ خیمہ کے قریب لایا گیا ۔ اور مخدراتِ عصمت میں کہرامِ عظیم برپا ہو گیا ، روضۃ الشہداء ص۲۹۰ کشف الغمہ ص۶ ابصار العین ص۳۳ علامہ سماوی لکھتے ہیں کہ حضرت علی اکبر کا اصلی نام علی لقب اکبر اور کنیت ابوالحسن تھی ۔ آپ کی عمر شہادت کے وقت ۱۸ سال تھی ۔ (نور العین ترجمہ ابصار العین ص۳۴) ۔

حضرت علیؑ اصغر کی شہادت

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام بے یار و مددگار رہ گئے تو آپ خود بقصدِ شہادت میدان کے لیے عازم ہوئے اور وہاں پہنچ کر آپ نے " ھل من ناصر ینصرنا " کی آواز بلند کی ، جنھوں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے ایک گروہ عظیم نے سعادتِ نصرت حاصل کرنے کی خواہش کی آپ نے انھیں دُعائے خیر سے یاد فرمایا اور نصرت قبول کرنے سے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ مجھے شرف شہادت حاصل کرنا ہے۔ اور میں نے آوازِ استغاثہ اتمامِ حجت کے لیے بلند کیا ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ دشمنانِ خدا و رسُول کے لیے میری مدد نہ کرنے کا کوئی بہانہ باقی نہ رہے۔ ابھی آپ جنوں سے محوِ گفتگو تھے کہ ناگاہ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام اپنی کمال علالت کے باوجود ایک عصا لیئے ہوئے خیمہ سے نکل آئے امام حسینؑ نے جناب اُم کلثوم کو آواز دی۔ بہن فوراً عابد بیمار کو روکو کہیں ایسا نہ ہو کر سادات کا سلسلہ نسل و نسب ہی ختم ہو جائے۔

سیّد الشہداء نے آوازِ استغاثہ کا اثر جب اپنے خیموں کے باشندوں پر دیکھا، تو فوراً واپس تشریف لا کر سب کو سمجھایا اور اپنی موت کا حوالہ دے کر اسرار امامت امام زین العابدین علیہ السّلام کے سپرد فرمایا۔ آپ روانہ ہوا ہی چاہتے تھے کہ بروایتے جناب سکینہ گھوڑے کے سُم سے لپٹ گئیں امام حسینؑ نے انھیں سینے سے لگایا، رُخسار کا بوسہ دیا۔ صبر کی تلقین کی اور جناب زینب کو سکینہ کی نگہداشت کی ہدایت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت علی اصغر کو جنھوں نے بروایتے اپنے کو جھولے سے گرا دیا تھا۔ امام حسینؑ نے بڑھ کر اپنی آغوش میں لیا اور مقتل کی طرف روانہ ہو گئے۔

میدان میں پہنچ کر آپ ایک ٹیلہ پر بلند ہوئے اور آپ نے قوم اشقیا کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھو میں اپنے ششماہے بچّہ کو پانی پلانے کے لیے لایا ہوں۔ اس کی ماں کا دُودھ خشک ہو گیا ہے اور اس کی زبان سُوکھ گئی ہے۔ خدارا اسے پانی پلا کر اس کی جان بچالو اور سنو! اگر میں تمھارے زعم ناقص میں گنہگار ہو سکتا ہوں تو میرے اس معصوم بچے میں گناہ کی صلاحیت نہیں ہے۔ یہ تو بے خطا ہے۔ اس صدائے پُر تاثیر کا اثر یہ ہوا کر لشکر کا مزاج بگڑنے لگا شقی القلب لشکری رو پڑے۔ عمر سعد نے جب یہ دیکھا، فوراً حرملہ ابن کاہل ازدی کو حکم دیا۔ اقطع کلام الحسین۔ حسین کے کلام کو نوک تیر سے قطع کر دے۔ حرملہ نے تیر سہ شعبہ چلہ کمان میں جوڑا، اور گلوئے علی اصغر کی طرف رہا کیا۔ تیر جو زہر میں بجھا ہوا تھا گلوئے علی اصغر پر لگا اور اس نے علی اصغر کے گلے کے ساتھ ساتھ امام حسینؑ کا بازو بھی چھید دیا۔ امام حسینؑ نے بچے کو سینے سے لگا کر اس کے خون سے چلّو بھر لیا اور چاہا کر آسمان کی طرف پھینکیں۔ جواب آیا۔ یہ خونِ ناحق ہے اسے اس طرف نہ پھینکئے، ورنہ قیامت تک کے لیے بارش کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔ آپ نے چاہا کہ اسے زمین کی طرف ہی پھینک دیں، اُدھر سے بھی جواب مل گیا۔ تو آپ نے اُسے چہرہ مُبارک پر مل لیا۔ اور فرمایا "ھکذا الاقی جدی رسُول اللہ"۔ میں اسی طرح اپنے جدّ نامدار حضرت محمد مصطفیٰ کی خدمت میں پہنچوں گا (ابصار العین و انوار الشہادت) اس کے بعد آپ نے ایک ننھی سی قبر تلوار سے کھودی اور اس میں حضرت علی اصغر کو دفن فرما دیا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ننھی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے
شبیر اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

امام حُسین علیہ السّلام کی رُخصتِ آخری

حضرت علی اصغر کی شہادت کے بعد نہ سرکار ہے نہ دربار نہ لشکر ہے۔ نہ علمدار، علی اصغر کو ننھی سی قبر کھود کر دفن فرماتے ہیں اور تن تنہا خیامِ حرم کی طرف آتے ہیں اور اہلبیت سے رُخصت ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں اے زینب، اے اُمِ کلثوم، اے رقیہ، اے رباب، اے سکینہ علیکن منی السّلام سلام الوداع۔ یہ میری آخری رُخصت ہے۔ اے بہنو! اے بیبیو! اے بیٹیو! بس خدا حافظ و ناصر ہے اور وُہی حامی و مددگار ہے۔ بہن زینب دیکھنا، ہر مصیبت میں، ہر بلا میں خدا کو یاد رکھنا۔ اپنے رحیم و کریم خالق کو نہ بھولنا عنانِ صبر کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ راہِ الٰہی میں ہر ایک رنج و مصیبت کو راحت سمجھنا، رسّی سے ہاتھ بندھیں تو اُف نہ کرنا۔ چادر چھینے تو غم نہ کھانا۔ اماں کے صبر اور بابا کے حلم کے جوہر دکھلانا۔ نانا رسُول تمہارے مددگار، اور خدا تمہارا حامی ہے، ہاں لُٹنے کے لیے تیار ہو جاؤ قید ہونے کے لیے کمروں کو کس لو، چادروں کو اچھی طرح اوڑھ لو مقنعوں کو مضبوطی سے باندھ لو، لے بہن زینب یہ یتیم بچے، یہ اسیرانِ اہلبیت کا قافلہ بس تمہارے ساتھ ہے۔ بیمارِ کربلا سید سجاد زین العابدین کو غش سے جگا دو، ہوشیار کردو، اب طوق و زنجیر پہننے اور قید و اسیر ہونے کا وقت آگیا ہے۔ بیڑیاں پہننے اور کانٹوں پر پیدل چلنے کا زمانہ قریب ہے۔ اب جنگل کے کانٹوں بھرے راستے ہیں اور صحرا نوردی ہے۔ کبھی کوفہ و شام کے بازار ہیں اور خلقت کا ہجوم ہے۔ تماشائیوں کا مجمع ہے، ماں بہنوں کے ننگے سر ہیں۔ اونٹوں کی مہار ہے اور زین العابدین ہے، یزید اور ابنِ زیاد کے دربار میں شمر کے تازیانے ہیں اور ہمارا لاڈلا بیمار ہے۔ اے زین العابدین ؎

پیاسا گلا کٹے یہ عُہدہ ہے باپ کا
پہنو گلے میں طوق یہ حصّہ ہے آپ کا

بس ہمارے بعد دُنیا کے امام تم ہو۔ اے جانِ پدر اِس کشتی کی ملاحی اب تیری ذات پر ہے۔ دیکھنا باپ کی محنت رائیگاں نہ جانے پائے، عنانِ صبر و تحمل ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک ماں بہنوں کے قافلہ کے ساتھ بیڑیاں پہنے، طوق ڈالے۔ ننگے پاؤں جاؤ۔ صبر و رضائے الٰہی کے جوہر دکھلاؤ۔ توحید کے خطبے پڑھو۔ ہدایت کے راستے بتاؤ۔ ہاں ہاں بیٹا دیکھنا۔ بیڑی پہن کر سلسلہ صبر چھوٹ نہ جائے، بس ہم راہِ رضا سر سے قطع کرنے کو تیار ہیں اور تم اپنے پیروں سے طے کرنا۔ راہِ الٰہی میں خار دار طوق کو پھولوں کا ہار سمجھنا اور عشقِ الٰہی میں لوہے کی تپتی بیڑیوں کو محبتِ خدا کی زنجیریں جاننا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پھٹے پُرانے کپڑے منگاتے ہیں، پوشاک کے نیچے پہنتے ہیں، انھیں بھی جگہ جگہ سے چاک فرما دیتے ہیں۔ سبب پوچھا جاتا ہے تو فرماتے ہیں کہ میرے شہید ہو جانے کے بعد یہ ظالم شقی میرا لباس بھی لوٹیں گے اور کپڑے بھی اُتاریں گے۔ شاید یہ پھٹے پُرانے کپڑے نیچے دیکھ کر چھوڑ دیں اور اس طرح میری لاش برہنگی سے بچ جائے۔ تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۳۰ وطبری صفحہ ۳۴۰۔

بہن کو رخصت فرما کر، بیبیوں کو الوداع کہہ کر، ماں کی کنیز فضہ پالنے والی کو بھی سلام کر کے بالی سکینہ سینہ پر سونے والی لاڈلی بیٹی کو چھاتی سے لگا کر منہ چومتے اور فرماتے تھے "بیٹی" خدا کے سپرد کیا۔ خیمہ کا پردہ اُٹھا، باہر تشریف لائے۔ بہن نے رکاب تھامی، ذوالجناح پر سوار ہوئے اور میدان کارزار کو روانہ ہو گئے۔ (ناموس اسلام)۔

حضرت امام حسینؑ میدانِ جنگ میں

جب آپ کے بہتر اصحاب و انصار اور بنی ہاشم قربان گاہ اسلام پر چڑھ چکے تو آپ خود اپنی قربانی پیش کرنے کے لیے میدانِ کارزار میں آ پہنچے۔ لشکرِ یزید جو ہزاروں کی تعداد میں تھا، اصحاب باوفا اور بہادرانِ بنی ہاشم کے ہاتھوں واصل جہنم ہو چکا تھا۔ امام حسینؑ جب میدان میں پہنچے تو دشمنوں کے لشکر میں سے تیس ہزار سوار و پیادے باقی تھے یعنی صرف ایک پیاسے کو تیس ہزار دشمنوں سے لڑنا تھا۔ (کشف الغمہ) میدان میں پہنچنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے دشمنوں کو مخاطب کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے کہا۔

"اے ظالمو! میرے قتل سے باز آؤ۔ میرے خون سے ہاتھ نہ رنگو تم جانتے ہو میں تمہارے نبیؐ کا نواسہ ہوں۔ میرے بابا علی سابق الاسلام ہیں۔ میری ماں فاطمۃ الزہرا تمہارے نبیؐ کی بیٹی ہیں اور تم جانتے ہو کہ میرے نانا رسول اللہؐ نے مجھے اور میرے بھائی حسنؑ کو سردار جوانانِ بہشت فرمایا ہے۔ افسوس تم کیسی بُری قوم اور کیسی بُری اُمت ہو کہ نہ تم کو خدا کا خوف ہے نہ رسولؐ سے شرم ہے۔ تم اپنے نبیؐ کی ذریت اور اپنے رسولؐ کی آل کا خون بہاتے ہو اور میرے خونِ ناحق پر آمادہ ہوتے ہو۔ حالانکہ نہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے نہ کسی کا مال چھینا ہے۔ کہ جس کے بدلے میں تم مجھ کو قتل کرتے ہو۔ میں تو دنیا سے بے تعلق اپنے نانا رسولؐ کی قبر پر مجاور بنا بیٹھا تھا۔ تم نے مجھے ہدایت کے لیے بلایا اور مجھے نہ نانا کی قبر پر بیٹھنے دیا۔ نہ خدا کے گھر میں رہنے دیا۔ سُنو اب بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے اس کا موقع دے دو۔ کہ میں نانا کی قبر پر جا بیٹھوں یا خانۂ خدا میں پناہ لے لوں۔

اس کے بعد آپ نے اتمامِ حجت کے لیے عمر سعد کو بلایا اور اس سے فرمایا (۱) تم میرے قتل

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے باز آؤ (۲) مجھے پانی دے دو (۳) اگر منظور نہ ہو تو پھر میرے مقابلے کے لیے ایک ایک شخص کو بھیجو۔ اُس نے جواب دیا آپ کی تیسری درخواست منظور کی جاتی ہے اور آپ سے لڑنے کے لیے ایک ایک شخص مقابلہ میں آئے گا۔ (روضۃ الشہداء)۔

امام حسینؑ کی نبرد آزمائی

معاہدہ کے مطابق آپ سے لڑنے کے لیے لشکر شام سے ایک ایک شخص آنے لگا اور آپ اسے فنا کے گھاٹ اتارنے لگے سب سے پہلے جو شخص مقابلہ کے لیے نکلا وہ تمیم ابن قحطبہ تھا۔ آپ نے اس پر برق خاطف کی طرح حملہ کیا اور اسے تباہ و برباد کر ڈالا۔ یہ سلسلہ جنگ تھوڑی دیر جاری رہا اور بمدت قلیل میں کشتوں کے پشتے لگ گئے اور مقتولین کی تعداد حد شمار سے باہر ہوگئی۔ یہ دیکھ کر عمر سعد نے لشکر والوں کو پکار کر کہا کیا دیکھتے ہو سب مل کر یکبارگی حملہ کر دو۔ یہ علی کا شیر ہے اس سے انفرادی مقابلہ میں کامیابی قطعاً ناممکن ہے۔ عمر سعد کی اس آواز نے لشکر کے حوصلے بلند کر دیئے اور سب نے مل کر یکبارگی حملہ کا فیصلہ کیا۔ آپ نے لشکر کے میمنہ اور میسرہ کو تباہ کر دیا۔ آپ کے پہلے حملہ میں ایک ہزار نو سو پچاس دشمن قتل ہوئے اور میدان خالی ہوگیا۔ ابھی آپ سکون نہ لینے پائے تھے کہ اٹھائیس ہزار دشمنوں نے پھر حملہ کر دیا۔ اس تعداد میں چار ہزار کماندار تھے۔ اب صورت یہ ہوئی کہ سوار پیادے اور کماندار وں نے ہم آہنگ و ہم عمل ہو کر مسلسل اور متواتر حملے شروع کر دیئے۔ اس موقع پر آپ نے جو شجاعت کا جوہر دکھلایا۔ اس کے متعلق مورخین کا کہنا ہے کہ سر برسنے لگے۔ دھڑ گرنے لگے، اور آسمان تھرتھرایا۔ زمین کانپی، صفیں الٹیں، پرے درہم برہم ہوگئے۔

اللہ رے حسینؑ کا وہ آخری جہاد سردار پر علی ولی دے رہے تھے داد

کبھی میسرہ کو الٹتے ہیں، کبھی میمنہ کو توڑتے ہیں کبھی قلب لشکر میں در آتے ہیں کبھی جناح لشکر پر حملہ فرماتے ہیں۔ شامی کٹ رہے ہیں۔ کوفی گر رہے ہیں۔ لاشوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں۔ حملے کرتے ہوئے فوجوں کو بھگاتے ہوئے نہر کی طرف پہنچ جاتے ہیں۔ بھائی کی لاش ترائی میں پڑی نظر آتی ہے۔ آپ پکار کر کہتے ہیں اے عباس تم نے ؎

یہ حملے نہ دیکھے یہ صف آرائی نہ دیکھی افسوس کہ تم نے مری تنہائی نہ دیکھی

علامہ اسفرائنی کا کہنا ہے کہ امام حسینؑ دشمنوں پر حملہ کرتے تھے، تو لشکر اس طرح سے بھاگتا تھا جس طرح ٹڈیاں منتشر ہو جاتی ہیں نور العین میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ امام حسینؑ بہادر شیر کی طرح حملہ فرماتے اور صفوں کو درہم برہم کر دیتے تھے اور دشمنوں کو اس طرح کاٹ کر پھینک دیتے تھے جس طرح تیز دھار آلے سے کھیتی کٹتی ہے۔

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ آنحضرت حملہ گراں افگند ہر کہ باو کوشید شربت مرگ نوشید و بہر جانب

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کرتا تھا گروہ کے گروہ کو خاک میں ملا دیتے تھے۔ پس ایسا بھاگ انداختہ کر آپ کے عظیم الشان حملہ کی کوئی تاب نہ لا سکتا تھا جو آپ کے سامنے آتا تھا، شربتِ مرگ سے سیراب ہوتا تھا اور آپ جس جانب حملہ کرتے تھے۔ گروہ کے گروہ کو خاک میں ملا دیتے تھے۔ (کشف الغمہ صہ۸۰)۔

مؤرخ ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السّلام کو یومِ عاشورا داہنے اور بائیں دونوں جانب سے گھیر لیا گیا۔ تو آپ نے دائیں جانب حملہ کرکے سب کو بھگا دیا۔ پھر پلٹ کر بائیں جانب حملہ کرتے ہوئے آئے تو سب کو مار کر ہٹا دیا۔ خدا کی قسم حسینؑ سے بڑھ کر کسی شخص کو ایسا قوی دل ثابت قدم، بہادر نہیں دیکھا گیا جو شکستہ دل ہو۔ صدمے اٹھائے ہوئے، بیٹوں، عزیزوں اور دوست، احباب کے داغ بھی کھائے ہوئے ہو، اور پھر حسینؑ کی سی ثابت قدمی اور بے جگری سے جنگ کر سکے۔ بخدا دشمنوں کی فوج کے سوار اور پیادے حسینؑ کے سامنے اس طرح بھاگتے تھے جس طرح بھیڑ بکریوں کے گلے شیر کے حملہ سے بھاگتے ہیں حسینؑ جنگ کر رہے تھے۔ "اذا خرجت زینب" کہ جناب زینب خیمہ سے نکل آئیں اور فرمایا۔ کاش آسمان زمین پر گر پڑتا۔ اے عمر سعد تو دیکھ رہا ہے اور ابو عبداللہ قتل کئے جا رہے ہیں۔ یہ سن کر عمرِ سعد رو پڑا۔ آنسو داڑھی پر بہنے لگے، اور اس نے منہ پھیر لیا۔ امام حسینؑ اس وقت خز کا جبّہ پہنے ہوئے تھے۔ سر پر عمامہ بندھا ہوا تھا اور وسمہ کا خضاب لگائے ہوئے تھے، حسینؑ نے گھوڑے سے گر کر بھی اسی طرح جنگ فرمائی جس طرح جنگ جو بہادر سوار جنگ کرتے ہیں۔ تیروں کا مقابلہ کرتے تھے۔ حملوں کو روکتے تھے اور سواروں کے پیروں پر حملے فرماتے تھے اور کہتے تھے، اے ظالمو! میرے قتل پر تم نے ایکا کر لیا ہے۔ قسم خدا کی تم میرے قتل سے ایسا گناہ کر رہے ہو جس کے بعد کسی کے قتل سے بھی اتنے گنہگار نہ ہوگے۔ تم مجھے ذلیل کر رہے ہو اور خدا مجھے عزت دے رہا ہے اور کچھ وہ دن دور نہیں کہ میرا خدا تم سے اچانک میرا بدلہ لے گا۔ تمھیں تباہ کر دے گا تمھارا خون بہائے گا تمھیں سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔ (تاریخ کامل جلد ۴ صہ۳۷)

مسٹر جیمس کارکن امام حسینؑ کی بہادری کا ذکر کرتے ہوئے واقعہ کربلا کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ کہ "دنیا میں رستم کا نام بہادری میں مشہور ہے۔ لیکن کئی شخص ایسے گزر گئے ہیں کہ ان کے سامنے رستم کا نام لینے کے قابل نہیں۔ چنانچہ اوّل درجہ میں حسین ابنِ علیؑ ہیں کیونکہ میدانِ کربلا میں گرم ریت پر اور گرسنگی میں جس شخص نے ایسا ایسا کام کیا ہو، اس کے سامنے رستم کا نام وہی شخص لیتا ہے جو تاریخ سے واقف نہیں ہے۔ کس کے قلم کو قدرت ہے کہ امام حسینؑ کا حال لکھے۔ کس کی زبان میں طاقت ہے کہ ان بہتر بزرگواروں کی ثابت قدمی اور تہوّر و شجاعت اور ہزاروں خونخوار سواروں کے جواب دینے اور ایک ایک کے ہلاک ہو جانے کے باب میں ایسی مدح کرے۔ جیسی ہونی چاہیئے۔ کس کے بس کی بات ہے جو ان پر واقع ہونے والے حالات کا تصوّر کر سکے۔ لشکر میں گھر جانے کے بعد

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے شہادت تک کے حالات عجیب و غریب قسم کی بہادری کو پیش کرتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ایک کی دوا۔ دو مشہور ہے اور مبالغہ کی یہی حد ہے کہ جب کسی کے حال میں یہ کہا جاتا ہے کہ تم نے چار طرف سے گھیر لیا۔ لیکن حسینی اور بہتر تن کو آٹھ قسم کے دشمنوں نے تنگ کیا تھا۔ چار طرف سے یزیدی فوج جو آندھی کی طرح تیر برسا رہی تھی۔ پانچواں دشمن عرب کی دھوپ چھٹا دشمن ریگ گرم جو تنور کے ذرات کی مانند لو دے رہی تھی۔ اور ساتواں اور آٹھواں دشمن بھوک اور پیاس جو دغاباز ہمراہی کے مانند جان لیوا حرکتیں کر رہے تھے۔ پس جنھوں نے ایسے معرکہ میں ہزاروں کافروں کا مقابلہ کیا ہو ان پر بہادری کا خاتمہ ہو چکا، ایسے لوگوں سے بہادری میں کوئی فوقیت نہیں رکھتا۔ (تاریخ چین دفتر دوم باب ۱۶ جلد ۲)

امام حسینؑ اپنے مقتول بہادروں کو پکارتے ہیں

بھوک اور پیاس کے عالم میں نبرد آزمائی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ آخر کار جب امام حسین علیہ السلام کا جسم مبارک تیروں سے مثل جسم ساہی ہو گیا اور آپ بے حد زخمی ہو گئے تو اپنے بہادر مقتولوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے، "اے بہادر شیرو! اٹھو اور حسینؑ کی مدد کرو۔ بیشک تم نے بڑی مدد کی اور تم میری حمایت میں سر سے گزر گئے ہو جان سے بے نیاز ہو گئے ہو۔ لیکن سنو اب وقت و حالت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ اس وقت میری مدد کرو۔ لیکن افسوس جان سے گزر جانے والے اور سر کو فدا کر دینے والے حیات ظاہری سے محروم ہو کر مدد کرتے، بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کی آواز پر زعفر جن نے لبیک کہی اور امداد کی درخواست کی۔ آپ نے یہ کہہ کر اسے مسترد کر دیا کہ میں امتحان دینے کے لیے آیا ہوں اور اتمام حجت کے لیے صدائے امداد بلند کی ہے، ورنہ مجھے مدد کی ضرورت نہیں ہے۔" ایک روایت میں ہے کہ پھر فرشتوں نے مدد کرنا چاہی انھیں بھی جواب دے دیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حسینؑ کی اس آخری پکار پر کٹی ہوئی گردنوں سے لبیک کی آواز آئی۔

بارگاہِ احدیت میں امام حسینؑ کے دل کی آواز

حسین یکہ و تنہا، بے یار و مددگار، جلتی ہوئی زمین پر دشمنوں کے ہجوم میں کھڑے ہیں۔ نانا رسولِ عربی کا عمامہ جس کے پیچ کٹے ہوئے خون میں بھرا ہوا سر پہ ہے، پیراہن احمدی زیب تن ہے، لیکن تیروں سے چھلنی اور خون سے رنگین ہے۔ قبا کا دامن علی اکبر کے خون سے لال۔ چہرۂ انور علی اصغر کے لہو سے گلنار ہے، پیشانی مبارک سے خون ٹپک رہا ہے اور عباس کے غم سے کمر ٹوٹ چکی ہے، بدن زخموں سے چور، سینے سے خون کے فوارے جاری ہیں۔ پیاس سے کلیجہ پھنک رہا ہے، انصار کی لاشیں سامنے پڑی ہیں، برادر کا بیٹا، کڑیل جوان، شبیہہ پیغمبر سینے پر برچھی کھائے، خون میں نہائے سو رہا ہے بھائی کی نشانی قاسم ابن حسن عمران کی مہندی لگائے عروس موت سے ہمکنار آرام کر رہا ہے۔ بہن کے لاڈلے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

داغ دے کر چلے جا چکے ہیں۔ لشکر کی زینت، بچوں کی ڈھارس، سکینہ کا سقا، علی کا شیر، قوت بازو شانے کٹائے نہر کی ترائی میں پڑا ہے۔ چھ ماہ کی جان تیر سہ شعبہ کے نذر ہو چکی ہے۔ قتل گاہ حشر کا نقشہ پیش کر رہا ہے، خیام سے بھوکے پیاسے بچوں کے رونے اور بلبلانے کی جگر سوز صدائیں آ رہی ہیں۔ بیواؤں کے رونے اور فریاد کرنے کی آوازیں دل کو جلا رہی ہیں۔ لیکن اللہ رے حسینؑ کا جذبۂ قربانی۔ یہ عشق خدا کا متوالا۔ اسلام کا فریفتہ، توحید کا شیفتہ، صبر و رضا کا مجسمہ یاد خدا میں محو اور مناجات میں مشغول ہے جیسے جیسے مصائب و آلام بڑھتے جاتے ہیں چہرہ شگفتہ ہوتا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ میرے پالنے والے میں اپنی زندگی سے اس موت کو پسند کرتا ہوں جو تیری راہ میں ہو، میرے مولا، مجھے اس میں خوشی محسوس ہوتی ہے کہ میں ستر مرتبہ تیری بارگاہ میں شہید کیا جاؤں اور اس قتل پر فخر کرتا ہوں جس میں تیرے دین کی نصرت کا راز مضمر ہو (ناموس اسلام ص۱۴۱) اس کے بعد آپ عرض کرتے ہیں ؎

ترکت الناس طرا فی ھواک　　وایتمت العیال لکی اراک

(۱) میرے مالک تو جانتا ہے اور بہتر جانتا ہے کہ میں نے صرف تیری محبت میں سب سے ہاتھ اٹھا لیا ہے اور فقط تیرے دیدار کے شوق میں اہل و عیال کو چھوڑ دیا۔ اور بچوں کو یتیم بنا دیا ہے (۲) مالک اگر تیرے دیدار عشق میں میرے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ تب بھی میرا دل تیرے سوا کسی اور کی طرف جھک نہیں سکتا۔

یہ کہہ کر آپ نے تلوار نیام میں رکھ لی۔ کیونکہ صدائے آسمانی آ گئی تھی کہ "اپنا وعدۂ طفلی پورا کرو"۔ آپ کے ہاتھوں کا رکنا تھا۔ کہ سارا لشکر مسلسل حملے پر آمادہ ہو گیا۔ اور چالیس افراد نے آپ کو گھیرے میں لے کر وار کرنا شروع کر دیا۔

امام حسینؑ عرش زین سے فرش زمین پر

آپ پر مسلسل وار ہو رہے تھے کہ ناگاہ ایک پتھر پیشانی اقدس پر لگا اس کے فوراً بعد ابوالحتوف جعفی ملعون نے جبین مبارک پر تیر مارا آپ نے اسے نکال کر پھینک دیا اور پونچھنے کے لیے آپ اپنا دامن اٹھانا ہی چاہتے تھے کہ سینۂ اقدس پر ایک تیر سہ شعبہ پیوست ہو گیا۔ جو زہر میں بجھا ہوا تھا۔ اس کے بعد صالح ابن وہب لعین نے آپ کے پہلو پر اپنی پوری طاقت سے ایک نیزہ مارا۔ جس کی تاب نہ لا کر زین گرم پر داہنے رخسار کے بل گر پڑے، زمین پر گرنے کے بعد آپ پھر اٹھ کھڑے ہوئے ورعہ ابن شریک لعین نے آپ کے دائیں شانے پر تلوار لگائی اور دوسرے ملعون نے داہنے طرف وار کیا آپ پھر زمین پر گر پڑے، اتنے میں سنان بن انس نے حضرت کے "ترقوہ" ہنسلی پر نیزہ مارا اور اس کو کھینچ کر دوسری دفعہ سینۂ اقدس پر لگایا۔ پھر اسی نے ایک تیر حضرت کے گلوئے مبارک پر مارا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com　http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ان پیہم ضربات سے حضرت کمال بے چینی میں اٹھ بیٹھے اور آپ نے تیر کو اپنے ہاتھوں سے کھینچا اور خون ریش مبارک پر ملا۔ اس کے بعد مالک بن نسر کندی لعین نے سر پر تلوار لگائی اور ورعہ ابن شریک نے شانہ پر تلوار کا وار کیا۔ حصین بن نمیر نے دہن اقدس پر تیر مارا۔ ابوالیوب غنوی نے حلق پر تلا کیا۔ نصر بن خرشہ نے جسم پر تلوار لگائی صالح ابنِ وہب نے سینہ مبارک پر نیزہ مارا۔

یہ دیکھ کر عمر سعد نے آواز دی اب دیر کیا ہے ان کا سر فوراً کاٹ لو۔ سر کاٹنے کے لیے شبث ابن ربعی بڑھا۔ امام حسینؑ نے اس کے چہرہ پر نظر کی اُس نے حسینؑ کی آنکھوں میں رسول اللہؐ کی تصویر دیکھی اور کانپ اٹھا۔ پھر سنان بن انس آگے بڑھا۔ اس کے جسم میں رعشہ پڑ گیا۔ وہ بھی سر مبارک نہ کاٹ سکا۔ یہ دیکھ کر شمر ملعون نے کہا۔ یہ کام صرف مجھ سے ہو سکتا ہے اور وہ خنجر لیے ہوئے امام حسینؑ کے قریب آکر سینۂ مبارک پر سوار ہو گیا۔ آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ اُس نے کہا میں شمر ہوں۔ فرمایا تو مجھے نہیں پہچانتا۔ اس نے کہا، "اچھی طرح جانتا ہوں"۔ تم علیؑ و فاطمہؑ کے بیٹے اور محمدؐ کے نواسے ہو، آپ نے فرمایا پھر مجھے کیوں ذبح کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا اس لیے کہ مجھے یزید کی طرف سے مال و دولت ملے گا۔ (شفق الغمہ ص۹۷) اس کے بعد آپ نے اپنے دوستوں کو یاد فرمایا اور سلام آخری کے جملے ادا کیے۔

جب آپ اس کی شقی القلبی کی وجہ سے مایوس ہو گئے تو فرمانے لگے۔ اے شمر مجھے اجازت دے دے کہ میں اپنے خالق کی آخری نمازِ عصر ادا کر لوں۔ اس نے اجازت دی آپ سجدہ میں تشریف لے گئے۔ (روضۃ الشہداء ص۳۴۷) اور شمر نے آپ کے گلو مبارک کو بارہ ضربوں سے قطع کر کے سر اقدس کو نیزہ پر بلند کر دیا۔ حضرت زینب خیمہ سے نکل پڑیں۔ زمین کانپنے لگی عالم میں تاریکی چھا گئی، لوگوں کے بدن میں کپکپی پڑ گئی۔ آسمان خون کے آنسو رونے لگا۔ جو شفق کی صورت میں رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ (صواعق محرقہ ص۱۱۶) اس کے بعد عمر سعد نے خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے ہاتھوں سر مبارک کربلا سے کوفہ ابنِ زیاد کے پاس بھیج دیا۔ (الحسین از عمر بن نصر ص۱۵۴) امام حسینؑ کی سر بریدگی کے بعد آپ کا لباس لوٹا گیا۔ اخنس بن مرثد عمامہ لے گیا۔ اسحاق ابن حشوہ قمیص، پیراہن لے گیا۔ ابجر بن کعب پائجامہ لے گیا۔ اسود بن خالد نعلین لے گیا۔ عبداللہ بن اسید کلاہ لے گیا۔ بجدل بن سلیم انگشتری لے گیا قیس بن اشعث پٹکا لے گیا۔ عمر بن سعد زرہ لے گیا۔ جمیع بن خلق ازدی تلوار لے گیا۔ اللہ رے ظلم ایک کمربند کے لیے جمال ملعون نے ہاتھ قطع کر دیا۔ ایک انگوٹھی کے لیے بجدل نے انگلی کاٹ ڈالی۔

اس کے بعد دیگر شہداء کے سر کاٹے گئے اور لاشوں پر گھوڑے دوڑانے کے لیے عمر سعد نے لشکریوں کو حکم دیا دس افراد اس اہم جرم خدائی کے لیے تیار ہو گئے جن کے نام یہ ہیں کہ اسحاق بن حویہ، اخنس بن مرثد، حکیم بن طفیل، عمرو بن صبیح، رجا بن منقذ، سالم بن خیثمہ صالح بن وہب، واعظ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بن تاغم، ہانی بن ثبیت، اسید بن مالک، تواریخ میں ہے۔ "فلا سوا الحسین بحوافر خیولہم حتی رضوا ظہرہ وصدرہ" امام حسینؑ کی لاش کو اس طرح گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا کہ آپ کا سینہ اور آپ کی پشت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ جب ان لوگوں نے چاہا کہ جسم کو اس طرح پامال کر دیں کہ بالکل ناپید ہو جائے تو جنگل سے ایک شیر نکلا اور اس نے بچا لیا۔ (دمعہ ساکبہ ص۳۵۰) علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے فوراً بعد وہ مٹی جو رسولِ خداؐ مدینہ میں اُم سلمہ کو دے گئے تھے۔ خون ہو گئی (صواعق محرقہ ص۱۱۵) اور رسولِ خدا، اُم سلمہ کے خواب میں مدینے پہنچے۔ ان کی حالت یہ تھی وہ بال بکھرائے ہوئے خاک سر پر ڈالے ہوئے تھے۔ اُم سلمہ نے پوچھا کہ آپ کا یہ کیا حال ہے؟ فرمایا "شہدت قتل الحسین انفا" میں ابھی ابھی حسین کے قتل گاہ میں تھا اور اپنی آنکھوں سے اُسے ذبح ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ (صحیح ترمذی جلد ۲ ص۳۰۶ مستدرک حاکم جلد ۴ ص۱۹، تہذیب التہذیب جلد ۲ ص۳۵۶، ذخائر العقبیٰ ص۱۴۸)۔

شامِ غریباں

شہادتِ حسینؑ کے بعد اسپِ وفادار نے اپنی پیشانی امام حسینؑ کے خون میں رنگین کر کے اہلِ حرم میں خبرِ شہادت پہنچا ہی دی تھی جس کی وجہ سے خیموں میں کہرامِ عظیم برپا ہی تھا کہ دشمنوں نے خیمہ کا رُخ کیا اور پہنچتے ہی خیموں میں آگ لگا دی اور سامان لوٹنا شروع کر دیا۔ اہلِ بیت رسول فریاد و فغاں کی آوازیں بلند کر رہے تھے۔ اور کوئی فریاد رس اور پرسانِ حال نہ تھا۔ تمام بیبیوں کے سروں سے چادریں چھین لیں۔ فاطمہ بنت حسین کے پیروں سے چھاگلیں اتار لیں، اور حضرت زینب و اُمِ کلثوم کے کانوں سے گوشوارے کھینچ لیے۔ سید سجاد کے نیچے سے بستر کھینچ کر انھیں زمین پر ڈال دیا۔ غرضکہ ایک ایسا حشر برپا کر دیا گیا جو نہ کسی کے ساتھ کبھی روا رکھا گیا تھا اور نہ اس سے قبل سننے میں آیا تھا۔ ان حالات کو دیکھ کر۔ ایک عورت جو قبیلہ بکر ابن وائل سے تھی ایک تلوار کا ٹکڑا لے کر ان مخالفوں پر حملہ آور ہوئی جو آلِ رسول کو لوٹ رہے تھے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ایک بچے کے کُرتے میں آگ لگی ہوئی تھی۔ اور وہ باہر کی طرف بھاگ رہا تھا جیسے جیسے ہوا لگتی تھی آگ بھڑکتی جاتی تھی، یہ حال دیکھ کر ایک دشمن نے ترس کھایا، اور بڑھ کر دامن سے آگ بجھا دی۔ نونہال نے جب اُسے اپنے اوپر مہربان پایا تو پوچھنے لگا کہ اے شیخ نجف کا راستہ کدھر ہے۔ اُس نے کہا اے فرزند اس کم سنی میں نجف کا راستہ کیوں پوچھتے ہو۔ فرمایا میں اپنے نانا کے پاس جا کر ان کے سامنے فریاد کروں گا۔ کتاب توضیح میں یہ واقعہ جناب سکینہ کی طرف منسوب ہے۔

الغرض ظلم و جور کی انتہا ہو رہی تھی کسی بی بی کی پشت پر تازیانے لگائے جا رہے تھے کسی کے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رخسار پر طمانچے لگ رہے تھے کسی کی پیٹھ پر نیزے کی آنی چبھوئی جا رہی تھی۔ جب سب کچھ لوٹا جا چکا۔ خیمے جل چکے اور شام آگئی تو وہیں کے جلے بجھے خلے کے داغوں سے اور برداشتہ محمّد کی بیوی وارثہ پانی لائی اور فاقہ شکنی کی گئی۔

اس کے بعد حضرت زینب نے جناب اُمِ کلثوم سے فرمایا کہ بہن اب رات ہو چکی ہے، تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ تم سب عورتوں اور بچوں کو ایک جگہ جمع کریں۔ ان کی حفاظت میں رات بھر پہرہ دوں گی۔ حضرت کلثوم نے سب بیبیوں، بچوں اور بچیوں کو جمع کیا، لیکن انھیں جناب سکینہ نہ ملیں، آپ نے علیا جناب زینب سے عرض واقعہ کیا۔ زینب مقتل کی طرف حضرت سکینہ کو تلاش کرنے کے لیے نکلیں۔ ایک نشیب سے سکینہ کے رونے کی آواز آئی، جا کر دیکھا کہ سکینہ باپ کے سینے سے لپٹی ہوئی گریہ کر رہی ہیں۔ جناب زینب انھیں خیمہ میں لے آئیں۔ جناب سکینہ کا بیان ہے کہ اس وقت بابا کی کٹی ہوئی گردن سے یہ آواز آرہی تھی ؎

شیعتی ما ان شربتم ماء عذب فاذکرونی	او سمعتم بغریب او شہید فاندبونی
وانا السبط الذی من غیر جرم قتلونی	وبجرد الخیل بعد القتل سحقونی

لیتکم فی یوم عاشوراء جمیعاً تنظرونی
کیف استسقی لطفلی فابوا ان یرحمونی

(ترجمہ) اے میرے شیعو! جب ٹھنڈا پانی پینا تو مجھے یاد کرنا اور جب کسی غریب یا شہید کے واقعات سُننا تو مجھ پر گریہ کرنا۔ اے میرے دوستو، سُنو میں رسُولؐ کا وہ مظلوم نواسہ ہوں جسے بلا جرم و خطا دشمنوں نے قتل کر دیا اور پھر قتل کے بعد اس کی لاش پر گھوڑے دوڑا دیے۔ اے میرے شیعو! کاش تم آج عاشورا کے دن ہوتے تو یہ روح فرسا منظر دیکھتے کہ میں اپنے پیاسے بچے (علی اصغر) کے لیے کس طرح پانی مانگ رہا تھا اور یہ سنگ دل کس دلیری اور بے باکی سے انکار کر رہے تھے۔

غرضکہ حضرت زینب جناب سکینہ کو باپ کے سینے پر سے سمجھا بجھا کر اُٹھا لائیں اور انھیں جناب اُمِ کلثوم کے سپرد کر کے طلایہ پھرنا شروع کر دیا۔ (دمعہ ساکبہ)

رات کا کافی حصّہ گذرنے کے بعد جناب زینب نے دیکھا کہ ایک سوار گھوڑا بڑھائے چلا آرہا ہے۔ آپ نے بڑھ کر اُس سے کہا کہ ہم آلِ رسُولؐ ہیں۔ ہمارے چھوٹے بڑے، بوڑھے، جوان سب آج ہی قتل کیے جا چکے ہیں۔ اب ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے ابھی روتے روتے سو گئے ہیں۔ اے سوار اگر تجھے ہم کو اور زیادہ لوٹنا مقصود ہے تو صبح آجانا اور جو کچھ ہمارے پاس رہ گیا ہو، اُسے بھی لوٹ لینا لیکن دیکھو ان بچوں کو نہ ستا، اور انھیں سونے دے، خدا کے لیے اس وقت چلا جا۔ لیکن سوار نے ایک نہ سُنی اور قدم فرس برابر بڑھتا ہی رہا، آخر زینب بھی شیرِ خدا کی بیٹی تھیں۔ انھیں جلال آگیا اور

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

انھوں نے بڑھ کر لجامِ فرس پر ہاتھ ڈال دیا، اور کہا کہ میں کیا کہتی ہوں اور تو کیا کرتا ہے۔ یہ حال دیکھ کر سوار گھوڑے سے اتر پڑا اور زینب کو سینے سے لگا کر کہنے لگا۔ اے بیٹی میں تیرا باپ علی ہوں۔ بیٹی تیری حفاظت کے لیے آیا ہوں۔ اے جانِ پدر تو بچوں میں جا تیری حفاظت کروں گا۔ زینب نے فریاد وفغاں شروع کر دی اور تمام واقعات بیان کیے الغرض جب یہ حشر آفریں شب تمام ہوئی تو حکم عمر سعد سے لشکریوں نے آکر آلِ رسولؐ کو گھیر لیا اور بلا محمل و کجاوہ کے ناقوں پر سوار ہونے کو کہا۔ چار و ناچار رسول زادیاں ناقوں پر سوار ہوئیں، حال یہ تھا کہ سر کھلے ہوئے تھے، بال بکھرے ہوئے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ امام زین العابدین علالت کی وجہ سے چونکہ تاب و تواں نہ رکھتے تھے۔ اس لیے انھیں سوار ہونے میں تکلف تھا۔ شمر نے تازیانے سے اذیت پہنچائی اور فضہ نے دوڑ کر امام کو سوار ہونے میں امداد دی اور آپ ناقے پر سوار ہو گئے۔ لیکن طاقت نہ ہونے کی وجہ سے اس کی پشت پر سنبھلنا سخت دشوار تھا۔ اس لیے دشمنان اسلام نے آپ کے پیروں کو ناقے کے پیٹ سے ملا کر باندھ دیا۔ (اسرار الشہادت ص۴۲۷)۔

پھر اس کے بعد اس قافلہ کو بارادہ کوفہ روانہ ہوئے اور غضب یہ کیا کہ، اِن رسول زادیوں کو مقتل کی طرف سے گزارا۔ مورخین کا بیان ہے کہ جیسے ہی حسینی قافلہ مقتل میں پہنچا حشر کا سماں پیش ہو گیا۔ زینب نے اپنے کو ناقے سے گرا دیا اور فریاد و فغاں کرنے لگیں۔ آپ نے کہا۔

"اے محمد مصطفےٰ! جن پر ملائکہ آسمان سے درود بھیجتے ہیں۔ دیکھیے یہ حسین خاک و خون میں آلودہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر چٹیل میدان میں پڑے ہیں آپ کی بیٹیاں و نواسیاں قیدی ہیں۔ آپ کی اولاد مقتول ہے اور ہوا اِن پر خاک اڑا رہی ہے۔"

یہ دردناک مرثیہ سن کر دوست دشمن کوئی ایسا نہ تھا جو رونے نہ لگا ہو۔ اس وقت ان لوگوں کو محسوس ہوا کہ وہ کس قدر شدید گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ (الحسین ابو نصر ۱۵۱) دمعہ ساکبہ میں ہے کہ زینب کی فریاد سے جانور بھی رونے لگے اور ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ اسی طرح حضرت امّ کلثوم بھی نوحہ و فریاد کر رہی تھیں اور جناب سکینہ بھی محو گریہ و ماتم تھیں۔ بالآخر دشمنوں کے تشدد سے یہ قافلہ آگے بڑھ گیا اور آلِ رسولؐ کی لاشیں بے گور و کفن زمین گرم کربلا پر پڑی رہیں، چند دنوں کے بعد بنی اسد نے ان پر نمازیں پڑھیں اور انھیں سپردِ خاک کر دیا۔

صبح یازدھم

واقعہ یہ ہے کہ علی و فاطمہ کی بیٹیاں، رسول کریمؐ کی نواسیاں بے محمل و عماری کے ناقوں پر سوار کر کے دربارِ کوفہ میں داخل کی گئیں۔ پھر ایک ہفتہ انھیں کوفہ کے قید خانہ میں رکھا گیا۔ اس کے بعد اِن غریبوں کو بتاریخ ۱۹ ربیع الاول ۶۱ھ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یوم چہار شنبہ شام پہنچا دیا گیا اور وہاں ایک سال قید میں رکھا گیا۔ پھر وہاں سے رہائی کے بعد آلِ رسولؐ بتاریخ ۲۰ صفر ۶۲ھ کربلا ہوتے ہوئے ۸ ربیع الاول ۶۲ھ کو واردِ مدینہ منورہ ہوئے۔

اِس اجمال کی مختصر الفاظ میں تفصیل یہ ہے کہ گیارھویں محرم یوم شنبہ کو شمر بن ذی الجوشن نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے کہا کہ اب تمھیں عورتوں اور بچوں سمیت دربارِ ابنِ زیاد میں چلنا ہوگا۔ جو کوفہ میں ہے۔ امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ میں ثانی زہرا سے عرض کرتا ہوں۔ چنانچہ انھوں نے پھوپھی سے عرض کی، زینب بنتِ علی کو جلال آگیا۔ لیکن فوراً بھائی کی وصیت یاد آگئی سر جھکا کر کہا بیٹا ہر مصیبت برداشت کروں گی۔

پھر روانگی کا بندوبست شروع ہوگیا۔ بے محمل وعماری کے ناقوں پر سر برہنہ مخدرات عصمت و طہارت سوار کی گئیں، سروں کو بروائتے صندوقوں میں بند کیا گیا اور بروایتے نیزوں پر بلند کیا گیا، اور شہداء کے لاشوں کو زمین گرم پر چھوڑ کر قافلہ کوفہ کے لیے روانہ ہوگیا۔ بازارِ کوفہ میں داخلہ کے وقت حضرت زینب صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا کی فریادی آواز کو ماند کرنے کے لیے باجوں کی آواز تیز کرادی گئی۔ بروایتے حضرت زینب نے ماتم شروع کردیا پھر ان کے ہاتھ پسِ گردن سے باندھ دیے گئے۔ کوفہ میں داخلہ ہوا۔ بازار کوفہ میں حضرت زینب حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمہ بنت الحسین اور حضرت امام زین العابدینؑ نے زبردست تقریریں کیں۔ اور واقعہ پر بھرپور روشنی ڈالی۔ دارالامارہ کے دروازے پر سرِ مسلم بن عقیل علیہ الرحمۃ لٹکا ہوا دیکھا گیا۔ ابن زیاد نے مختار کو قید خانے سے بلایا اور سرِ حسینؑ طشت طلا میں رکھ کر اُن کے سامنے لایا گیا، پھر چھڑی سے دندانِ مبارک امام حسینؑ کے ساتھ بے ادبی کی گئی۔ ایک ہفتہ قید خانہ کوفہ میں مخدرات عصمت و طہارت کو قید رکھنے کے بعد حسینی قافلہ کو شام کے لیے روانہ کر دیا گیا۔ جو بروائتے ۳۶ دن میں اور بروایتے ۱۶ ربیع الاول ۶۱ھ یوم چہار شنبہ واردِ شام ہوا۔ جب شام کے پایۂ تخت یعنی دمشق میں جہاں یزید کا دربار لگا تھا۔ داخلہ کا موقع آیا تو تین دن تک اِس قافلہ کو "باب الساعات" پر ٹھہرایا گیا کیونکہ دربار کے سجنے میں تین دن کی ضرورت باقی تھی، پھر دربار میں داخلہ ہوا، ہزارہا کرسی نشین آلِ محمدؐ کی مخدورات کا تماشہ دیکھنے کے لیے جمع تھے۔ یزید نے حضرت زینب سے کلام کرنا چاہا۔ جناب فضہ نے مزاحمت کی، پھر یزید کی طعنہ زنی پر بنتِ علی نے دُکھ درد سے بھرے ہوئے الفاظ میں زبردست تقریر کی، دربار میں ہلچل مچی اور مخدورات عصمت و طہارت کو ایسے قید خانہ میں بھیج دیا گیا جس میں دھوپ اور شبنم سے بچاؤ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ پھر امام زین العابدین نے مسجدِ دمشق میں یادگار خطبہ دیا جو اذان کے ذریعہ سے منقطع کرادیا گیا۔ (بحار جلد ۱۰ ص ۲۳۳)۔

الغرض یہ حسینی قافلہ تقریباً ایک سال اِس قید خانے میں پڑا رہا۔ اِسی دوران میں حضرت سکینہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کا انتقال بھی ہوگیا، کتب مقاتل سے قید خانے میں ہندہ زوجہ یزید کے آنے کا بھی نشان ملتا ہے۔ طویل مدت گزارنے کے بعد یہ قافلہ رہا کیا گیا، ایک خالی مکان میں مخدرات وطہارت نے ایک ہفتہ نوحہ و ماتم کیا اور شام کی عورتوں سے تعزیت قبول کیا، پھر بشیر بن جزلم کی رہنمائی میں یہ قافلہ ۲۰ صفر ۶۱ھ کو وارد کربلا ہوا، حضرت جابر بن عبداللہ انصاری جو صحابی رسول اور قبر حسین کے مجاور اول تھے ۔ انھوں نے فریاد و فغاں کی حالت میں انتہائی رنج و غم کے ساتھ اس قافلہ کا استقبال کیا، زینب نے قبر امام حسین پر اپنے کو گرادیا۔ بروایتے تین دن تک فریاد و فغاں اور نوحہ ماتم کے بعد یہ قافلہ مدینہ کو روانہ ہوا، قریب مدینہ قافلہ ٹھہرا، بشیر نے خبر غم اہل مدینہ تک پہنچائی، جوق درجوق اہل مدینہ قافلہ کے مستقر پر سروپا برہنہ روتے پیٹتے جمع ہوگئے۔ محمد حنفیہ بھی آئے، عبداللہ بن جعفر بھی آئے اور ام سلمہ بھی آئیں۔ ام سلمہ کے ایک ہاتھ میں فاطمہ صغریٰ کا ہاتھ تھا اور ایک ہاتھ میں وہ شیشی تھی جو رسول خدا دے گئے تھے اور اس میں کربلا کی مٹی خون ہوگئی تھی۔ قافلہ داخل مدینہ ہوا۔ حضرت ام کلثوم نے مرثیہ پڑھا جس کا پہلا شعر یہ ہے ۔

مدینۃ جدنا لا تقبلینا   فبالحسرات والاحزان جئینا

(ترجمہ) اے ہمارے نانا کے مدینے تو ہمیں قبول نہ کر دیکھ کہ ہم قبول کئے جانے کے قابل نہیں ہیں ہم یہاں حسرتوں مصیبتوں اور اندوہ و غم کے ساتھ واپس آئے ہیں۔ مدینہ میں داخلہ کے بعد روضۂ رسول پر بے پناہ فریاد و فغاں کی گئی ۱۵ شبانہ روز بنی ہاشم کے گھروں میں چولہا نہیں جلا اور ان کے گھروں سے دھواں نہیں اٹھا، اس واقعۂ ہائلہ کے بعد حضرت امام زین العابدین چالیس سال زندہ رہے اور شب و روز گریہ و زاری فرماتے رہے۔ یہی حال حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ نیز دیگر تمام شرکائے گرداب مصائب کا رہا، تا زندگی ان کے آنسو خشک نہیں ہوئے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی بہن جناب زینب و جناب ام کلثوم کے مختصر حالات

ولادت، وفات اور مدفن

جناب زینب و ام کلثوم، حضرت رسول کریم صلعم و خدیجۃ الکبریٰ کی نواسیاں، حضرت ابو طالب و فاطمہ بنت اسد کی پوتیاں حضرت علی و فاطمہ کی بیٹیاں حضرت امام حسن و امام حسین کی حقیقی اور حضرت عباس و جناب محمد حنفیہ کی علاتی بہنیں تھیں۔ اس سلسلہ کے پیش نظر جس کی بالائی سطح میں حضرت حمزہ حضرت جعفر طیار، حضرت عبدالمطلب اور حضرت ہاشم بھی ہیں۔ ان دونوں بہنوں کی عظمت بہت نمایاں ہوجاتی ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com   http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ واقعہ ہے کہ جس طرح ان کے آباؤ اجداد، ماں باپ اور بھائی بے مثل و بے نظیر ہیں اسی طرح یہ دو بہنیں بھی بے مثل و بے نظیر ہیں خدا نے انھیں جن خاندانی صفات سے نوازا ہے اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ میں یہ کہوں کہ جس طرح علی و فاطمہؑ کے فرزندان لاجواب ہیں اسی طرح ان کی دختران بھی لاجواب ہیں بے شک زینبؑ و ام کلثومؑ معصوم نہ تھیں لیکن ان کے محفوظ ہونے میں کوئی شبہ نہیں جو معصوم کے مترادف ہے، ہم ذیل میں دونوں بہنوں کا مختصر الفاظ میں علیحدہ علیحدہ ذکر کرتے ہیں۔

حضرت زینبؑ کی ولادت

مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت زینب بنت امیر المومنین علیہ السلام ۵ر جمادی الاول سنہ ۶ ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئی ہیں جیسا کہ زینب اخت الحسین" علامہ محمد حسین الادیب نجف اشرف ص۱۳ "بطلۃ کربلا" ڈاکٹر بنت الشاطی الاندلسی ص۲۰ طبع بیروت سلسلۃ الذہب" ص۱۹ و کتاب بحر المصائب اور خصائص زینبیہ ابن محمد جعفر الجزائری، سے ظاہر ہے مصنف اعجاز الرحمٰن ایم۔ اے لاہور نے کتاب "زینب" کے ص۷ پر ۶ھ ہجری لکھا ہے جو میرے نزدیک صحیح نہیں ہے ایک روایت میں ماہ رجب ایک میں ماہ شعبان اور ایک میں ماہ رمضان کا حوالہ بھی ملتا ہے، علامہ محمد الحسین الادیب کی عبارت کا متن یہ ہے "فقد ولدت عقیلہ زینب فی العام السادس للھجرۃ علی ما اتفق المورخون علیہ و ذالک یوم الخامس من شہر جمادی الاول الخ حضرت زینب صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا ۵ر جمادی الاول سنہ ۶ ہجری میں پیدا ہوئی ہیں، اس پر مورخین کا اتفاق ہے میرے نزدیک یہی صحیح ہے یہی کچھ "الوقائع والحوادث جلد ۱ ص۱۱ طبع قم ۱۳۷۲ھ میں بھی ہے۔

حضرت زینبؑ کی ولادت پر حضرت رسول کریم صلعم کا تاثر

وقت ولادت کے متعلق جناب آقائی سید نور الدین ابن آقائی سید محمد جعفر الجزائری خصائص زینبیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت زینب سلام اللہ علیہا متولد ہوئیں اور اس کی خبر حضرت رسول کریم صلعم کو پہنچی تو حضور جناب فاطمہ زہرا کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ اے میری راحت جان، بچی کو میرے پاس لاؤ، جب بچی رسول کی خدمت میں لائی گئی تو آپ نے اسے سینے سے لگایا اور اس کے رخسار پر رخسار رکھ کر بے پناہ گریہ کیا۔ یہاں تک کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی، جناب سیدہ نے عرض کی بابا جان آپ کو خدا کبھی نہ رلائے۔ آپ کیوں رو پڑے، ارشاد ہوا کہ اے جان پدر، میری یہ بچی تیرے بعد متعدد تکلیفوں اور مختلف مصائب میں مبتلا ہوگی۔ جناب سیدہ یہ سن کر بے اختیار گریہ کرنے لگیں اور انھوں نے پوچھا کہ اس کے مصائب پر گریہ کرنے کا کیا ثواب ہوگا۔ فرمایا وہی ثواب ہوگا جو میرے بیٹے حسینؑ کے مصائب سے متاثر ہونے والے کا ہوگا اس کے بعد آپ نے اس بچی کا نام زینب رکھا۔ (امام مبین ص۹۲ طبع لاہور) بروایتے زینب عبرانی لفظ ہے جس کے معنی بہت زیادہ رونے والی کے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ لفظ "زین اور

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

"اب سے مرکب ہے۔ یعنی باپ کی زینت پھر کثرتِ استعمال سے زینب ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت نے یہ نام بحکم رب جلیل رکھا تھا جو بذریعہ جبرئیل پہنچا تھا۔

ولادت زینب پر علی ابن ابی طالب کا تاثر

ڈاکٹر بنت الشاطی اندلسی اپنی کتاب "بطلۃ کربلا زینب بنت الزہرا" طبع بیروت کے صفحہ ۲۹ پر فرماتی ہیں کہ حضرت زینب کی ولادت پر جب جناب سلمان فارسی نے اسد اللہ حضرت علی علیہ السلام کو مبارکباد دی تو آپ رونے لگے۔ اور آپ نے ان حالات و مصائب کا تذکرہ فرمایا جن سے جناب زینب مستقبل میں دوچار ہونے والی تھیں۔

حضرت زینب کی وفات

مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا جب بچپنے جوانی اور بڑھاپے کی منزلیں طے کرنے اور واقعہ کربلا کے مراحل سے گذرنے کے بعد قید خانہ شام سے چھوٹ کر مدینہ پہنچیں تو آپ نے واقعاتِ کربلا سے اہلِ مدینہ کو آگاہ کیا اور رونے پیٹنے، نوحہ و ماتم کو اپنا شغلِ زندگی بنا لیا۔ جس سے حکومت کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا جس کے نتیجہ میں واقعہ حرہ عمل میں آیا۔ بالآخر آلِ محمد کو مدینہ سے نکال دیا گیا۔

عبید اللہ والی مدینہ المتوفی ۲۷۷ھ اپنی کتاب "اخبار الزینبیہ" میں لکھتا ہے کہ جناب زینب مدینہ میں اکثر مجالسِ عزا برپا کرتی تھیں اور خود ہی ذاکری فرماتی تھیں، اس وقت کے حکام وقت کو یہ گوارا نہ تھا کہ واقعہ کربلا کھلم کھلا طور پر بیان کیا جائے۔ چنانچہ عمرو بن سعید اشدق (والی مدینہ) نے یزید کو لکھا کہ مدینہ میں جناب زینب کی موجودگی لوگوں میں ہیجان پیدا کر رہی ہے۔ انھوں نے اور ان کے ساتھیوں نے تجھ سے خونِ حسین کے انتقام کی ٹھان لی ہے۔ یزید نے اطلاع پاکر فوراً والیِ مدینہ کو لکھا کہ زینب اور ان کے ساتھیوں کو منتشر کر دے اور ان کو مختلف ممالک میں بھیج دے الخ (حیات الزہرا ص ۵۹)

ڈاکٹر بنت الشاطی اندلسی اپنی کتاب "بطلۃ کربلا، زینب بنت الزہرا" طبع بیروت کے صفحہ ۱۵۲ میں لکھتی ہیں کہ حضرت زینب واقعہ کربلا کے بعد مدینہ پہنچ کر یہ چاہتی تھیں کہ زندگی کے سارے بقیہ ایام یہیں گزاریں لیکن وہ جو مصائب کربلا بیان کیا کرتی تھیں وہ بے انتہا موثر ثابت ہوا اور مدینہ کے باشندوں پر اس کا بے حد اثر ہوا" فکتب والیہم بالمدینۃ الی یزید ان وجودھا بین اھل المدینۃ مھیج للخواطر الخ۔ ان حالات سے متاثر ہو کر والی مدینہ نے یزید کو لکھا کہ جناب زینب کا مدینہ میں رہنا ہیجان پیدا کر رہا ہے، ان کی تقریروں سے اہلِ مدینہ میں بغاوت پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے، یزید کو جب والی مدینہ کا خط ملا تو اس نے حکم دیا کہ ان سب کو ممالک و امصار میں منتشر کر دیا جائے، اس کے حکم آنے کے بعد والی مدینہ نے حضرت زینب سے کہلا بھیجا کہ آپ جہاں مناسب سمجھیں یہاں سے چلی جائیں، یہ سننا تھا کہ حضرت زینب کو جلال آ گیا اور کہا کہ "واللہ لاخرجن وان اریقت دماءنا"

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خدا کی قسم ہم ہرگز یہاں سے نہ جائیں گے چاہے ہمارے خون بہا دیئے جائیں، یہ حال دیکھ کر زینب بنت عقیل بن ابی طالب نے عرض کی اے میری بہن غصہ سے کام لینے کا وقت نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم کسی اور شہر میں چلے جائیں، فخرجت زینب من مدینۃ جدھا الرسول ثم لم ترھا المدینۃ بعد ذالک ابداً" پھر حضرت زینب مدینہ رسول سے نکل کر چلی گئیں اس کے بعد سے پھر مدینہ کی شکل نہ دیکھی، وہ وہاں سے نکل کر مصر پہنچیں، لیکن وہاں زیادہ دن ٹھہر نہ سکیں" ھکذا منتقلۃ من بلد الی بلد لایطمئن بھا علی الارض مکان" اسی طرح وہ غیر مطمئن حالت میں پریشان شہر بہ شہر پھرتی رہیں اور کسی ایک جگہ اور مکان میں سکونت اختیار نہ کر سکیں الخ۔ علامہ محمد الحسین الادیب النجفی لکھتے ہیں۔ وقضت العقیلۃ زینب ع حیاتھا بعد اخیھا منتقلۃ من بلد الی بلد تقص علی الناس ھنا و ھناک ظلم ھذا الانسان الی رخیص الانسان الخ کہ حضرت زینب اپنے بھائی کی شہادت کے بعد سکون سے نہ رہ سکیں وہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں سرگرداں پھرتی رہیں اور ہر جگہ ظلم یزید کو بیان کرتی رہیں اور حق و باطل کی وضاحت فرماتی رہیں اور شہادت حسین پر تفصیلی روشنی ڈالتی رہیں (زینب اخت الحسین ص۴۴) یہاں تک کہ آپ شام پہنچیں اور وہاں قیام کیا کیونکہ بروایتے آپ کے شوہر عبداللہ بن جعفر طیار کی وہاں جائداد تھی وہیں آپ کا انتقال بروایت اخبار الزینبیہ و حیات الزہرا روز شنبہ اتوار کی رات ۱۴ رجب ۶۲ھ کو ہوا۔ یہی کچھ کتاب "بطلۂ کربلا" کے ص۱۵۵ میں ہے۔ بروایت خصائص زینبیہ قید شام سے رہائی کے چار ماہ بعد ام کلثوم کا انتقال ہوا اور اس کے دو ماہ بیس دن بعد حضرت زینب کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر ۵۵ سال کی تھی

آپ کی وفات یا شہادت کے متعلق مشہور ہے کہ ایک دن آپ اس باغ میں تشریف لے گئیں جس کے ایک درخت میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر معلق کیا گیا تھا اس باغ کو دیکھ کر آپ بے چین ہو گئیں حضرت ظہور جارچوی مقیم لاہور لکھتے ہیں؎

کاروان شام کی سرحد میں جب پہنچا سر شام
متصل شہر سے تھا باغ کیا اس میں قیام
دیکھ کر باغ کو رونے لگی ہمشیر امام
واقعہ پہلی اسیری کا جو یاد آیا تمام

حال تغیر ہوا فاطمہ کی جائی کا
شام میں لٹکا ہوا دیکھا تھا سر بھائی کا

بنت حیدر گئیں روتی ہوئی نزدیک شجر
ہاتھ اٹھا کر یہ کہا اے شجر بار آور
تیرا احسان ہے یہ بنت علی کے سر پر
تیری شاخوں سے بندھا تھا مرے ماں جائے کا سر

اے شجر تجھ کو خبر ہے کہ وہ سر کس کا تھا
مالک باغ جناں تاج سر طوبیٰ تھا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

روداری تھی یہ بیاں کر کے جو وہ دکھ پائی | باغباں باغ میں تھا ایک شقی ازلی
بیلچہ لے کے چلا دشمن اولادِ نبی | سر پہ اس زور سے مارا کہ زمیں کانپ گئی

سر کے ٹکڑے ہوئے، روئیں مزیں زینب
خاک پر گر کے سوئے خلد سدھاریں زینب

حضرت زینبؑ کا مدفن

علامہ محمد الحسین الادیب النجفی تحریر فرماتے ہیں: "قد اختلف المورخون فی محل دفنہا بین المدینۃ والشام ومصر، وعلی ما یغلب الظن والتحقیق علیہ، انہا مدفونۃ فی الشام ومرقدھا مزار الالوف من المسلمین فی کل عام۔" مورخین نے ان کے مدفن یعنی محل دفن میں اختلاف کیا ہے کہ آیا مدینہ ہے یا شام یا مصر لیکن ظنِ غالب کی بنا پر تحقیق یہ ہے کہ وہ شام میں دفن ہوئی ہیں اور ان کے مرقدِ اقدس اور مزارِ مقدس کی ہزاروں مسلمان عقیدت مند ہر سال زیارت کیا کرتے ہیں۔ (زینب اخت الحسین ص۵۰ طبع نجف اشرف) یہی کچھ محمد عباس ایم اے جوائنٹ ایڈیٹر پیسہ اخبار نے، اپنی کتاب "مشاہیر نسوان" طبع لاہور ۱۹۰۶ء کے ص۲۲۱ میں، اور میاں اعجاز الرحمٰن ایم۔ اے نے اپنی کتاب "زینب رضی اللہ عنہا" کے ص۸۱ طبع لاہور ۱۹۵۸ء میں لکھا ہے کہ شام میں جہاں جناب زینب صلواۃ اللہ وسلامہ علیہا کا مزارِ مقدس ہے اسے "زینبیہ" کہتے ہیں۔ ناچیز کو شرف زیارت ۱۹۶۲ء میں نصیب ہوا ہے۔

حضرت اُمِّ کلثوم کی ولادت وفات اور اُن کا مدفن

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ حضرت امِ کلثوم اپنی بہن حضرت زینب کے کارناموں میں برابر کی شریک تھیں وہ تاریخ میں اپنی بہن کے بالکل دوش بدوش نظر آتی ہیں، وہ مدینہ کی زندگی، کربلا کے واقعات، دوبارہ گرفتاری اور مدینہ سے اخراج سب میں حضرت زینب کے ساتھ رہیں۔ ان کی ولادت ۶ھ میں ہوئی ان کا عقد محمد بن جعفر بن ابی طالب سے ہوا۔ ان کی وفات حضرت زینب سے دو ماہ بیس دن قبل ہوئی (خصائص زینبیہ) وہ شام میں دفن ہوئی ہیں۔ (معجم البلدان یاقوت حموی ج ۴ ص۲۱۶) ان کا مزار اور سکینہ بنت الحسین کا مزار شام میں ایک ہی عمارت میں واقع ہے۔ ان کی عمر ۵۵ سال کی تھی، ان کی اولاد کا تاریخ میں سراغ نہیں ملتا۔ البتہ حضرت زینب کے عبداللہ بن جعفر طیار سے چار فرزند علی، محمد، عون، عباس اور ایک دختر اُمِ کلثوم کا ذکر ملتا ہے۔ (زینب اخت الحسین ص۵۵ وسفینۃ البحار جلد ۸ ص۵۵۸)۔

لہ حضرت ام کلثوم کے ساتھ عمر بن خطاب کے عقد کا افسانہ توہینِ آلِ محمد کا ایک دلسوز باب ہے۔ اس کی رد کے لیے ملاحظہ ہو۔ مقدمہ ترجمہ "احیار المیت" علامہ جلال الدین سیوطی مطبوعہ لاہور ص۱۲۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۶

اَبُومُحَمَّد

حضرت

اِمام زین العابدین

علیہ السّلام

بن کے سجادے کی زینت آئے سجادِ حزیں — چومتی ہے جھکے قدموں کو عبادت کی جبیں

دوست کا کیا ذکر ہے موذی کو یہ کہنا پڑا — أنت زین العابدینؑ وانت زین العابدین

(صبا اکبرآبادی، کراچی)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۶

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

مثلِ جدِّ خود امام اولیاء | چوں پدر مشہور در صبر و رضا
در عبادت ایں قدر سرگرم بود | انت زین العابدین آمد ندا

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چوتھے جانشین، ہمارے چوتھے امام اور چہاردہ معصومین کی چھٹی محترم فرد ہیں۔ آپ کے والد ماجد شہید کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام تھے اور والدہ ماجدہ جناب شاہ زنان عرف شہر بانو تھیں۔ آپ اپنے آباؤ اجداد کی طرح امام منصوص، معصوم، اعلم زمانہ اور افضل کائنات تھے، علماء کا بیان ہے کہ آپ علم، زہد، عبادت میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ (صواعق محرقہ ص۱۱۹) امام زہری ابن عیینہ اور ابن مسیب کا کہنا ہے کہ ہم نے آپ سے زیادہ کسی کو افضل عبادت گزار اور فقیہ نہیں دیکھا (نور الابصار ص۱۲۶) ایک شخص نے سعید ابن مسیب سے کسی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ بڑا متقی ہے۔ ابن مسیب نے پوچھا، تم نے امام زین العابدینؑ کو دیکھا ہے اس نے کہا نہیں۔ انھوں نے جواب دیا "ما رایت احداً اورع منہ" میں نے ان سے زیادہ متقی اور پرہیزگار کسی کو بھی نہیں دیکھا (مطالب السؤل ص۲۶۷) ابن ابی شیبہ کا کہنا ہے کہ "اصح الاسانید" وہ روایت ہے جو زہری امام زین العابدین سے منسوب کرے۔ (طبقات الحفاظ ذہبی ارجح المطالب ص۴۳۵) علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام حدیث بیان کرنے میں نہایت معتمد علیہ اور صادق الروایت تھے۔ آپ بہت بڑے عالم اور فقہ اہل بیت میں بے مثل و بے نظیر تھے۔ (حیواۃ الحیوان جلد۱ ص۱۲۱ تاریخ ابن خلکان جلد۱ ص۳۲۰) آپ ایسے پُرجلال و جمال تھے کہ جو بھی آپ کو دیکھتا تھا تعظیم کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ (وسیلۃ النجات ص۲۱۹)۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ کی ولادت باسعادت

آپ بتاریخ ۱۵ جمادی الثانی ۳۸ھ یوم جمعہ بقولے ۱۵ جمادی الاول ۳۸ھ یوم پنجشنبہ بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے۔ (اعلام الوری ص ۱۵۱ و مناقب جلد ۴ ص ۱۳۱) علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ جب جناب شہربانو ایران سے مدینہ کے لیے روانہ ہو رہی تھیں تو جناب رسالت مآبؐ نے عالم خواب میں ان کا عقد حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ پڑھ دیا تھا۔ (جلاء العیون ص ۲۵۶)۔ اور جب آپ وارد مدینہ ہوئیں تو حضرت علی علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کے سپرد کر کے فرمایا کہ یہ وہ عصمت پرور بی بی ہے کہ جس کے بطن سے تمہارے بعد افضل اوصیاء اور افضل کائنات ہونے والا بچہ پیدا ہوگا چنانچہ حضرت امام زین العابدین متولد ہوئے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ آپ اپنی ماں کی آغوش میں پرورش پانے کا لطف اٹھا نہ سکے۔ "ماتت فی نفاسها به" آپ کے پیدا ہوتے ہی "مدت نفاس" میں جناب شہربانو کی وفات ہو گئی۔ (قمقام۔ جلاء العیون۔ عیون اخبار رضا و دمعہ ساکبہ جلد ا ص ۴۲۶) کامل مبرد میں ہے کہ جناب شہربانو المعروفۃ النسب اور بہترین عورتوں میں سے تھیں شیخ مفید تحریر فرماتے ہیں کہ جناب شہربانو۔ بادشاہ ایران یزدجرد بن شہریار بن شیرویہ ابن پرویز بن ہرمز بن نوشیروان عادل "کسریٰ" کی بیٹی تھیں۔ (ارشاد ص ۳۹۱ و فصل الخطاب) علامہ طریحی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے شہربانو سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے تو انھوں نے کہا "شاہ جہاں" حضرت نے فرمایا نہیں اب شہربانو ہے (مجمع البحرین ص ۵۷۰)۔

نام، کنیت، القاب

آپ کا اسم گرامی "علی" کنیت ابو محمد، ابو الحسن اور ابو القاسم تھی، آپ کے القاب بے شمار تھے جن میں زین العابدین، سید الساجدین ذو الثفنات اور سجاد و عابد زیادہ مشہور ہیں (مطالب السئول ص ۲۶۱، شواہد النبوت ص ۱۷۶، نور الابصار ص ۱۲۶، الفرع النامی نواب صدیق حسن ص ۱۵۸)۔

لقب زین العابدین کی توجیہ

علامہ شبلنجی کا بیان ہے کہ امام مالک کا کہنا ہے کہ آپ کو زین العابدین کثرت عبادت کی وجہ سے کہا جاتا ہے (نور الابصار ص ۱۲۶) علماء فریقین کا ارشاد ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ایک شب نماز تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان اژدھے کی شکل میں آپ کے قریب گیا اور اس نے آپ کے پائے مبارک کے انگوٹھے کو منہ میں لے کر کاٹنا شروع کیا، امام جو ہمہ تن مشغول عبادت تھے اور آپ کا رجحان کامل بارگاہ ایزدی کی طرف تھا۔ وہ ذرا بھی اس کے اس عمل سے متاثر نہ ہوئے اور بدستور نماز میں منہمک و مصروف و مشغول رہے بالآخر وہ عاجز آ گیا اور امام نے اپنی نماز بھی تمام

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کرلی اُس کے بعد آپ نے اُس شیطان ملعون کو طمانچہ مار کر دور ہٹا دیا اُس وقت ہاتف غیبی نے انت زین العابدین" کی تین بار صدا دی اور کہا بے شک تم عبادت گزاروں کی زینت ہو۔ اُسی وقت سے آپ کا یہ لقب ہو گیا۔ (مطالب السؤل ص۲۶۲ شواہد النبوت ص۱۷۷) علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ اس اژدہے کے دس سر تھے۔ اور اُس کے دانت بہت تیز اور اُس کی آنکھیں سرخ تھیں اور وہ مصلّٰی کے قریب سے زمین پھاڑ کے نکلا تھا (مناقب جلد ۴ ص۱۰۸) ایک روایت میں اس کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے۔ کہ قیامت میں آپ کو اسی نام سے پکارا جائے گا۔ (دمعہ ساکبہ ص۴۲۶)۔

لقب "سجاد" کی توجیہ

ذہبی نے طبقات الحفاظ میں بحوالہ امام محمد باقر علیہ السلام لکھا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو سجاد اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ تقریباً ہر کار خیر پر سجدہ فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ خدا کی کسی نعمت کا ذکر کرتے تو سجدہ کرتے جب کلام خدا کی آیت "سجدہ" پڑھتے تو سجدہ کرتے۔ جب دو شخصوں میں صلح کراتے تو سجدہ کرتے اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے مواضع سجود پر اونٹ کے گھٹوں کی طرح گھٹے پڑ جاتے تھے۔ پھر انہیں کٹوانا پڑتا تھا۔ اسی لیے آپ کا لقب "ذوالثفنات" یعنی گھٹے والے بھی تھا (ارجح المطالب ص۲۳۴)۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی نسبی بلندی

نسب اور نسل باپ اور ماں کی طرف سے دیکھے جاتے ہیں، امام علیہ السلام کے والد ماجد حضرت امام حسینؑ اور دادا حضرت علیؑ اور دادی حضرت فاطمۃ الزہراؑ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ کی والدہ جناب شہر بانو بنت یزدجرد ابن شہریار۔ ابن کسریٰ ہیں یعنی آپ حضرت پیغمبر اسلام علیہ السلام کے پوتے اور نوشیرواں عادل کے نواسے ہیں، یہ وہ بادشاہ ہے جس کے عہد میں پیدا ہونے پر سرور کائنات نے اظہار مسرت فرمایا ہے۔ اس سلسلہ نسب کے متعلق ابوالاسود دوئلی نے اپنے اشعار میں اس کی وضاحت کی ہے کہ اس سے بہتر اور سلسلہ ناممکن ہے اس کا ایک شعر یہ ہے۔

وان غلاماً بین کسری وهاشم لاکرم من نیطت علیه التمائم

اس فرزند سے بلند نسب کوئی اور نہیں ہو سکتا جو نوشیرواں عادل اور فخر کائنات حضرت محمد مصطفٰے ؐ کے دادا ہاشم کی نسل سے ہو (اصول کافی ص۲۵۵) شیخ سلیمان قندوزی اور دیگر علماء اہل اسلام لکھتے ہیں کہ نوشیرواں کے عدل کی برکت تو دیکھو کہ اسی کی نسل کو آل محمد کے نور کی حامل قرار دیا اور آئمہ طاہرین کی ایک عظیم فرد کو اس لڑکی سے پیدا کیا جو نوشیرواں کی طرف منسوب ہے، پھر تحریر کرتے ہیں کہ امام حسینؑ کی تمام بیویوں میں یہ شرف صرف جناب شہر بانو کو نصیب ہوا جو حضرت امام زین العابدین کی والدہ ماجدہ ہیں (ینابیع المودۃ ص۳۱۵ وفصل الخطاب ص۲۶۱) علامہ عبید اللہ بحوالہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ جناب

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شہر بانو بادشاہانِ فارس کے آخری بادشاہ یزدجرد کی بیٹی تھیں اور آپ ہی سے امام زین العابدینؑ متولد ہوئے ہیں جن کو "ابن الخیرتین" کہا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت محمد مصطفےٰؐ فرمایا کرتے تھے کہ خداوند عالم نے اپنے بندوں میں سے دو گروہ عرب اور عجم کو بہترین قرار دیا ہے اور میں نے عرب سے قریش اور عجم سے فارس کو منتخب کر لیا ہے، چونکہ عرب اور عجم کا اجتماع امام زین العابدین میں ہے۔ اسی لیے آپ کو "ابن الخیرتین" سے یاد کیا جاتا ہے۔ (ارجح المطالب ص۴۳۳) علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ جناب شہر بانو کو "سیدة النساء" کہا جاتا ہے۔ (مناقب جلد ۴ ص۱۳۱)۔

جنابِ شہر بانو کی تشریف آوری کی بحث

کہا جاتا ہے کہ عہد عمری میں فتح مدائن کے موقع پر جناب شہر بانو لشکرِ اسلام کے ہاتھ لگی تھیں اور وہاں سے اپنی دیگر بہنوں کے ساتھ مدینہ پہنچ کر حضرت امام حسینؑ کی زوجیت سے مشرف ہوئیں۔ (ربیع الابرار زمخشری) لیکن میرے نزدیک یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ فتح مدائن صفر ۱۶ یا ۱۷ ہجری میں ہوئی ہے۔ جیسا کہ تاریخ ابو الفدار جلد ۱ ص۱۱۹ تاریخ کامل جلد ۱ ص۱۹۰ معجم البلدان جلد ۷ ص۴۱۳ و فتوح العجم ص۱۶۰ تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص۱۰۱ میں ہے اور یزدجرد جناب شہر بانو کا باپ تھا۔ ۱۱ھ ہجری کے شروع میں عنانِ حکمرانی کا مالک ہوا۔ جیسا کہ تاریخ طبری جلد ۲ ص۱۶۹ و تاریخ کامل جلد ۱ ص۱۰۷ و تاریخ ابو الفدار جلد ۱ ص۵۶ میں ہے اور تخت نشینی کے وقت اُس کی عمر ۲۱ سال کی تھی۔ جیسا کہ تاریخ طبری جلد ۳ ص۸۱ تاریخ کامل جلد ۲ ص۱۷۲ تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص۹۱، فتوحات اسلامیہ ج ۱ ص۴۶ میں ہے اس حساب سے فتح مدائن کے وقت اُس کی عمر زیادہ سے زیادہ ۲۲ سال کی ہو سکتی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک عجمی جو گرم ملک کا باشندہ نہ ہو وہ عربیوں کی طرح اتنی تھوڑی عمر میں کیونکر مباشرت کے قابل بن سکتا ہے یعنی یہ ممکن ہے کہ ایک اتنے کمسن شخص سے ایسی لڑکی پیدا ہو سکے جو ۱۶ھ ہجری میں فتح مدائن کے وقت شادی کے قابل ہو۔ اس لیے لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ یزدجرد کی شادی ۱۸۔ ۱۹ سال کی عمر میں ہوئی ہوگی۔ اب ایسی صورت میں کہ اس کی شادی ۱۸۔ ۱۹ سال کی عمر میں تسلیم کی جائے اور یہ بھی مان لیا جائے کہ جناب شہر بانو اُس کی پہلی اولاد تھیں۔ تب بھی فتح مدائن کے وقت جناب شہر بانو کی عمر ۵۔ ۶ سال سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ حضرت امام حسینؑ جو ۴ھ ہجری میں پیدا ہوئے ہیں اُن کی شادی اتنی کمسنی میں بحالت نابالغی پھر ایسی صورت میں جب کہ امام حسنؑ کی شادی نہ ہوئی ہو جو امام حسینؑ سے بڑے تھے ۱۶ھ ہجری میں فتح مدائن کے بعد حضرت علیؑ کیونکر کر سکتے تھے۔

مورخ شہیر شمس العلماء شبلی نعمانی حضرت عمر کا حال لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ "اس موقع پر حضرت شہر بانو کا قصہ جو غلط طور پر مشہور ہو گیا ہے اس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ عام طور پر مشہور ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہ جب فارس فتح ہوا تو یزدگرد شہنشاہ فارس کی بیٹیاں گرفتار ہو کر مدینہ میں آئیں حضرت عمرؓ نے عام لونڈیوں کی طرح بازار میں اُن کے بیچنے کا حکم دیا۔ لیکن حضرت علیؓ نے منع کیا کہ خاندان شاہی کے ساتھ ایسا سلوک جائز نہیں۔ ان لڑکیوں کی قیمت کا اندازہ کرایا جائے۔ پھر یہ لڑکیاں کسی کے اہتمام اور سپردگی میں دی جائیں اور اُس سے اُن کی قیمت اعلیٰ سے اعلیٰ شرح پر لگوا لی جائے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے خود اُن کو اپنے اہتمام میں لیا اور ایک امام حسینؑ کو ایک محمد بن ابی بکر کو ایک عبداللہ بن عمرؓ کو عنایت کیں۔ اس غلط قصہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمخشری نے جس کو فنِ تاریخ سے کچھ واسطہ نہیں۔ ربیع الابرار میں اس کو لکھا اور ابن خلکان نے امام زین العابدین کے حال میں یہ روایت اُس کے حوالہ سے نقل کر دی لیکن یہ محض غلط ہے۔ اوّلاً تو زمخشری کے سوا، طبری۔ ابن اثیر، یعقوبی بلاذری ابن قتیبہ وغیرہ کسی نے اس واقعہ کو نہیں لکھا اور زمخشری کا فنِ تاریخ میں جو پایا ہے وہ ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ تاریخی قرائن اس کے بالکل خلاف ہیں۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں یزدجرد اور خاندان شاہی پر مسلمانوں کو مطلق قابو حاصل نہیں ہوا۔ مدائن کے معرکہ میں یزدگرد مع تمام اہل وعیال کے دارالسلطنت سے نکلا اور حلوان پہنچا۔ جب مسلمان حلوان پر چڑھے تو وہ اصفہان بھاگ گیا اور پھر کرمان وغیرہ میں ٹکراتا پھرا۔ مرو میں پہنچ کر سنہ ۳۱ھ میں جو حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ تھا مارا گیا۔ مجھ کو شبہ ہے کہ زمخشری کو یہ بھی معلوم تھا یا نہیں کہ یزدگرد کا قتل کس عہد میں ہوا۔ اس کے علاوہ جس وقت کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے اُس وقت امام حسین علیہ السلام کی عمر ۱۲ سال تھی۔ کیونکہ جناب ممدوح ہجرت کے پانچویں سال پیدا ہوئے اور فارس سنہ ۱۷ھ میں فتح ہوا اس لیے یہ امر بھی کس قدر مستبعد ہے کہ حضرت علیؓ نے اُن کی نابالغی میں اُن پر اس قسم کی عنایت کی ہوگی اس کے علاوہ ایک شہنشاہ کی اولاد کی قیمت نہایت گراں قرار پائی ہوگی اور حضرت علیؓ نہایت زاہدانہ اور فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ غرض کسی حیثیت سے اس واقعہ کی صحت پر گمان نہیں ہو سکتا۔ (الفاروق ص ۱۲۷)۔

میں نے تواریخ سے جو استنباط کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عہد عثمانی میں اہل فارس نے بغاوت کر کے عبیداللہ بن عمرؓ "والی فارس" کو مار ڈالا اور حدود فارس سے لشکر بھی نکال دیا۔ اس وقت فارس کی لشکری چھاؤنی کا مقام "اصطخر" تھا۔ ایران کا آخری بادشاہ "یزدجرد" اہل فارس کے ساتھ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے عبداللہ ابن عامر کو حکم دیا کہ بصرہ اور عمان کے لشکر کو ملا کر فارس پر چڑھائی کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ـــــ حدود اصطخر میں زبردست اور گھمسان کی جنگ ہوئی اور مسلمان کامیاب ہوئے۔ اصطخر فتح ہونے کے بعد سنہ ۳۱ھ میں یزدجرد ترسے اور پھر وہاں سے خراسان اور خراسان سے مرو جا پہنچا۔ اس کے ہمراہ چار ہزار جرار سپاہی بھی تھے۔ مرو میں وہ خاقان چین کی سازشی امداد کی وجہ سے مارا گیا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور شاہانِ عجم کے گورستان "اصطخر" میں دفن ہوا۔ اس کے بعد عہدِ عثمانی بدل گیا اور حضرت علی شیرِ خدا کا زمانہ آگیا۔

جنگِ جمل کے بعد ایران خراسان کے مقام مرو میں سخت بغاوت ہوئی۔ اس وقت ایران میں بروایت ارشاد مفید و روضۃ الصفا۔ "حریث ابن جابر جعفی گورنر تھے، حضرت علیؑ نے مرو کے قضیہ نامرضیہ کو ختم کرنے کے لیے امدادی طور پر خلید ابن قرہ یربوعی کو روانہ کیا ۔۔۔ وہاں جنگ ہوئی اور لشکرِ اسلام کامیاب ہوا۔ حریث ابن جابر جعفی نے یزدجرد ابن شہریار ابنِ کسریٰ جو عہدِ عثمانی میں مارا جا چکا تھا کی دو بیٹیاں شہربانو اور گیہان بانو کو عام اسیروں کے ساتھ حضرت علیؑ کی خدمت میں بھیجا۔ شیرِ خدا علی علیہ السلام نے شہربانو کو امام حسینؑ اور گیہان بانو کو محمد بن ابی بکر کی زوجیت میں دے دیا۔ جیسا کہ روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۹ طبع نولکشور، ارشاد مفید جلد ۲ ص ۲۹۲، اعلام الوریٰ ص ۱۵۱، عمدۃ الطالب ص ۱۷۱، جامع التواریخ ص ۱۴۹، کشف الغمہ ص ۸۹، مطالب السؤل ص ۲۱۱، صواعق محرقہ ص ۱۲۰، نور الابصار ص ۱۲۶، تحفہ سلیمانیہ شرح ارشاد ص ۳۹۱ میں موجود ہے، اُس وقت امام حسینؑ کی عمر اور جنابِ شہربانو کی عمر کافی ہو چکی تھی اور امام حسنؑ کی شادی ہوئے عرصہ گزر چکا تھا۔ حضرت علیؑ کی خلافت ۳۵ھ سے ۴۰ھ تک رہی۔ جنابِ شہربانو سے ۳۸ھ میں امام زین العابدینؑ اور گیہان بانو سے قاسم بن محمد پیدا ہوئے۔

امام زین العابدینؑ کے بچپن کا ایک واقعہ

علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ ایک دن امام زین العابدینؑ جب کہ آپ کا بچپن تھا۔ بیمار ہوئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "بیٹا" اب تمہاری طبیعت کیسی ہے اور تم کوئی چیز چاہتے ہو تو بیان کرو تاکہ میں تمہاری خواہش کے مطابق اسے فراہم کرنے کی سعی کروں۔ آپ نے عرض کی بابا جان اب خدا کے فضل سے اچھا ہوں۔ میری خواہش صرف یہ ہے کہ خداوند عالم میرا شمار اُن لوگوں میں کرے۔ جو پروردگارِ عالم کے قضا و قدر کے خلاف کوئی خواہش نہیں رکھتے۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام خوش و مسرور ہو گئے اور فرمانے لگے بیٹا، تم نے بڑا مسرت افزا اور معرفت خیز جواب دیا ہے تمہارا جواب بالکل حضرت ابراہیمؑ کے جواب سے ملتا جلتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو جب منجنیق میں رکھ کر آگ کی طرف پھینکا گیا تھا اور آپ فضا میں ہوتے ہوئے آگ کی طرف جا رہے تھے۔ تو حضرت جبرئیلؑ نے آپ سے پوچھا تھا۔ "ہل لک حاجۃ" آپ کی کوئی حاجت و خواہش ہے اس وقت انہوں نے جواب دیا تھا "نعم اما الیک فلا" بے شک مجھے حاجت ہے۔ لیکن تم سے نہیں اپنے پالنے والے سے ہے۔ (بحار الانوار جلد ۱۱ ص ۲۱ طبع ایران)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ کے عہدِ حیات کے بادشاہانِ وقت

آپ کی ولادت بادشاہِ دین و ایمان حضرت علیؑ علیہ السّلام کے عہدِ عصمت مہد میں ہوئی پھر امام حسن علیہ السّلام کا زمانہ رہا پھر بنی اُمیہ کی خالص دُنیاوی حکومت ہو گئی۔ صلح امام حسنؑ کے بعد سے ۶۰ھ تک معاویہ بن ابی سفیان بادشاہ رہا۔ اُس کے بعد اُس کا فاسق و فاجر بیٹا یزید ۶۴ھ تک حکمران رہا۔ ۶۴ھ میں معاویہ بن یزید ابن معاویہ اور مروان بن حکم حاکم رہے۔ ۶۵ھ سے ۸۶ھ تک عبدالملک بن مروان حاکم اور بادشاہ وقت رہا۔ پھر ۸۶ھ سے ۹۶ھ تک ولید بن عبدالملک نے حکمرانی کی اور اُسی نے ۹۵ھ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کو زہرِ دغا سے شہید کر دیا۔ (تاریخ آئمہ صفحہ ۳۹۲ و صواعق محرقہ صفحہ ۱۲ و نور الابصار صفحہ ۱۲۸)۔

امام زین العابدینؑ کا عہدِ طفولیت اور حج بیت اللہ

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن ادہم کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حج کے لیے جا رہا تھا قضائے حاجت کی خاطر قافلے سے پیچھے رہ گیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میں نے ایک نوعمر لڑکے کو اس جنگل میں سفر پیما دیکھا۔ اُسے دیکھ کر پھر ایسی حالت میں کہ وہ پیدل چل رہا تھا۔ اور اُس کے ساتھ کوئی سامان نہ تھا اور نہ اس کا کوئی ساتھی تھا، میں حیران ہو گیا اور فوراً اُس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا۔ صاحبزادے "یہ لق و دق صحرا اور تم بالکل تنہا، یہ معاملہ کیا ہے، ذرا مجھے بتاؤ تو سہی کہ تمہارا زادِ راہ اور تمہارا راحلہ کہاں ہے اور تم کہاں جا رہے ہو؟ اُس نوخیز نے جواب دیا "زادی تقویٰ و راحلتی رِجلای و قصدی مولای" میرا زادِ راہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے میری سواری میرے دونوں پاؤں ہیں۔ اور میرا مقصود میرا پالنے والا ہے اور میں حج کے لیے جا رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ تو بالکل کمسن ہیں۔ حج تو ابھی آپ پر واجب نہیں ہے۔ اُس نوخیز نے جواب دیا۔ بے شک تمہارا کہنا درست ہے۔ لیکن اے شیخ میں دیکھا کرتا ہوں کہ مجھ سے چھوٹے چھوٹے بچے بھی مر جاتے ہیں اس لیے حج کو ضروری سمجھتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس فریضہ کی ادائیگی سے پہلے مر جاؤں۔ میں نے پوچھا اے صاحبزادے تم نے کھانے کا کیا انتظام کیا ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے ساتھ کھانے کا بھی کوئی انتظام نہیں ہے۔ اُس نے جواب دیا اے شیخ کیا جب تم کسی کے یہاں مہمان جاتے ہو تو کھانا اپنے ہمراہ لے جاتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے فرمایا "سنو! میں تو خدا کا مہمان ہو کر جا رہا ہوں۔ کھانے کا انتظام اُس کے ذمہ ہے۔ میں نے کہا اتنے لمبے سفر کو پیدل کیوں کر طے کرو گے۔ اُس نے جواب دیا کہ میرا کام کوشش کرنا ہے اور خدا کا کام منزلِ مقصود

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تک پہنچاتا ہے۔

ہم ابھی باہمی گفتگو ہی میں مصروف تھے کہ ناگاہ ایک خوب صورت جوان سفید لباس پہنے ہوئے آ پہنچا اور اس نے اس نوخیز کو گلے سے لگا لیا، یہ دیکھ کر میں نے اس جوان رعنا سے دریافت کیا کہ یہ نوعمر فرزند کون ہیں؟ اس نوجوان نے کہا کہ یہ حضرت امام زین العابدین بن امام حسین بن علی ابی طالب ہیں۔ یہ سن کر میں اس جوان رعنا کے پاس سے امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور معذرت خواہی کے بعد ان سے پوچھا کہ یہ خوب صورت جوان جنھوں نے آپ کو گلے سے لگایا یہ کون ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ یہ حضرت خضر نبی ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ روزانہ ہماری زیارت کے لیے آیا کریں۔ اس کے بعد میں نے پھر سوال کیا اور کہا کہ آخر آپ اس طویل اور عظیم سفر کو بلا زاد اور راحلہ کیونکر طے کریں گے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں زاد اور راحلہ سب کچھ رکھتا ہوں اور وہ یہ چار چیزیں ہیں (۱) دنیا اپنی تمام موجودات سمیت خدا کی مملکت ہے (۲) ساری مخلوق اللہ کے بندے اور غلام ہیں۔ (۳) اسباب اور ارزاق خدا کے ہاتھ میں ہیں (۴) قضائے خدا ہر زمین میں نافذ ہے۔ یہ سن کر میں نے کہا خدا کی قسم آپ ہی کا زاد و راحلہ صحیح طور پر مقدس ہستیوں کا سامان سفر ہے۔ (دمعۂ ساکبہ جلد ۳ صفحہ ۴۳۷) علماء کا بیان ہے کہ آپ نے ساری عمر میں ۲۵ حج پا پیادہ کیے ہیں۔ آپ نے سواری پر جب بھی سفر کیا ہے اپنے جانور کو ایک کوڑا بھی نہیں مارا۔

آپ کا حلیہ مبارک

امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ آپ کا رنگ گندم گوں (سانولا) اور قد میانہ تھا۔ آپ نحیف اور لاغر قسم کے انسان تھے (نور الابصار صفحہ ۱۲۶ و اخبار الاول صفحہ ۱۰۹) ملا مبین تحریر فرماتے ہیں کہ آپ حسن و جمال، صورت و کمال میں نہایت ہی ممتاز تھے، آپ کے چہرہ مبارک پر جب کسی کی نظر پڑتی تھی تو وہ آپ کا احترام کرنے اور آپ کی تعظیم کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ (وسیلۃ النجات صفحہ ۲۱۹) محمد بن طلحہ شافعی رقمطراز ہیں کہ آپ صاف کپڑے پہنتے تھے اور جب راستہ چلتے تھے تو نہایت خشوع کے ساتھ راہ روی میں آپ کے ہاتھ زانو سے باہر نہیں جاتے تھے۔ (مطالب السؤل صفحہ ۲۶۲ و صفحہ ۲۶۴)۔

حضرت امام زین العابدینؑ کی شانِ عبادت

جس طرح آپ کی عبادت گزاری میں پیروی ناممکن ہے۔ اسی طرح آپ کی شانِ عبادت کی رقم طرازی بھی دشوار ہے۔ ایک وہ ہستی جس کا مطمح نظر معبود کی عبادت اور خالق کی معرفت میں استغراق کامل ہو اور جو اپنی حیات کا مقصد اطاعت خداوندی ہی کو سمجھتا ہو اور علم و معرفت میں حد درجہ کمال رکھتا ہو۔ اس کی شانِ عبادت کو سطح قرطاس پر کیونکر لایا جا سکتا ہے اور زبانِ قلم

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس کی ترجمانی میں کس طرح کامیابی حاصل کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء کی بے انتہا کاوش و کاوش کے باوجود آپ کی شانِ عبادت کا مظاہرہ نہیں ہو سکا "قد بلغ من العبادۃ مالم یبلغہ احد"۔ آپ عبادت کی اس منزل پر فائز تھے۔ جس پر کوئی بھی فائز نہیں ہوا۔ (دمعہ ساکبہ ص۴۳۹) اس سلسلہ میں اربابِ علم اور صاحبانِ قلم جو کچھ کہہ اور لکھ سکے ہیں اُن میں سے بعض واقعات و حالات یہ ہیں۔

آپ کی حالت وضو کے وقت

وضو نماز کے لیے مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے، اور اسی پر نماز کا دار و مدار ہوتا ہے، امام زین العابدین علیہ السلام جس وقت مقدمہ نماز یعنی وضو کا ارادہ فرماتے تھے۔ آپ کے رگ و پے میں خوفِ خدا کے اثرات نمایاں ہو جاتے تھے۔ علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ جب آپ وضو کا قصد فرماتے تھے اور وضو کے لیے بیٹھتے تھے تو آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ زرد ہو جایا کرتا تھا۔ یہ حالت بار بار دیکھنے کے بعد اُن کے گھر والوں نے پوچھا کہ بوقتِ وضو آپ کے چہرہ کا رنگ زرد کیوں پڑ جایا کرتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت میرا تصور کامل اپنے خالق و معبود کی طرف ہوتا ہے۔ اس لیے اُس کی جلالت کے رُعب سے میرا یہ حال ہو جایا کرتا ہے۔ (مطالب السؤل ص۲۶۲)۔

عالمِ نماز میں آپ کی حالت

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ کو عبادت گزاری میں امتیاز کامل حاصل تھا۔ رات بھر جاگنے کی وجہ سے آپ کا سارا بدن زرد رہا کرتا تھا اور خوفِ خدا میں روتے روتے آپ کی آنکھیں پھول جایا کرتی تھیں اور نماز میں کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں سوج جایا کرتے تھے۔ (اعلام الوریٰ ص۱۵۳) اور پیشانی پر گھٹے رہا کرتے تھے۔ اور آپ کی ناک کا سرا زخمی رہا کرتا تھا۔ (دمعہ ساکبہ ص۴۳۹) علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ جب آپ نماز کے لیے مصلیٰ پر کھڑے ہوا کرتے تھے تو لرزہ براندام ہو جایا کرتے تھے۔ لوگوں نے بدن میں کپکپی اور جسم میں تھرتھری کا سبب پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ میں اُس وقت خدا کی بارگاہ میں ہوتا ہوں اور اُس کی جلالت مجھے از خود رفتہ کر دیتی اور مجھ پر ایسی حالت طاری کر دیتی ہے۔ (مطالب السؤل ص۲۶۲) ایک مرتبہ آپ کے گھر میں آگ لگ گئی اور آپ نماز میں مشغول تھے۔ اہلِ محلہ اور گھر والوں نے بے حد شور مچایا اور حضرت کو پکارا "حضور آگ لگی ہوئی ہے" مگر آپ نے سرِ نیاز سجدۂ بے نیاز سے نہ اٹھایا۔ آگ بجھا دی گئی۔ اختتامِ نماز پر لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ حضور آگ کا معاملہ تھا۔ ہم نے اتنا شور مچایا۔ لیکن آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی ... آپ نے ارشاد فرمایا "ہاں" مگر جہنم کی آگ کے ڈر سے نماز توڑ کر اس آگ کی طرف متوجہ نہ ہو سکا (شواہد النبوت ص۱۷۷) علامہ شیخ صبان مالکی لکھتے ہیں کہ جب آپ وضو کے لیے بیٹھتے تھے تب ہی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے کانپنے لگتے تھے اور جب تیز ہوا چلتی تھی تو آپ خوفِ خدا سے لاغر ہوجانے کی وجہ سے گر کر بیہوش ہوجایا کرتے تھے۔ (اسعاف الراغبین برحاشیہ نورالابصار ص۲۰۰)

ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نمازِ شب سفر و حضر دونوں میں پڑھا کرتے تھے اور کبھی اُسے قضا نہیں ہونے دیتے تھے۔ (مطالب السئول ص۲۶۳) علامہ محمد باقر بحوالہ بحارالانوار تحریر فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام ایک دن نماز میں مصروف و مشغول تھے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کنوئیں میں گر پڑے۔ بچے کے گہرے کنوئیں میں گرنے سے ان کی ماں بے چین ہو کر رونے لگیں اور کنوئیں کے گرد پیٹ پیٹ کر چکر لگانے لگیں اور کہنے لگیں، ابن رسول اللہ محمد باقر غرق ہوگئے۔ امام زین العابدین نے بچے کے کنوئیں میں گرنے کی کوئی پرواہ نہ کی اور اطمینان سے نماز تمام فرمائی۔ اس کے بعد آپ کنوئیں کے قریب آئے اور آکر پانی کی طرف دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر بلا رسی کے گہرے کنوئیں سے بچے کو نکال لیا۔ بچہ ہنستا ہوا برآمد ہوا۔ قدرتِ خداوندی دیکھئے۔ اس وقت نہ بچے کے کپڑے بھیگے تھے اور نہ بدن تر تھا۔ (دمعہ ساکبہ ص۴۳۰ مناقب جلد ۴ ص۱۰۹)۔

امام شبلنجی تحریر فرماتے ہیں کہ طاؤس راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک شب حجر اسود کے قریب جا کر دیکھا کہ امام زین العابدین بارگاہِ خالق میں مسلسل سجدہ ریزی کر رہے ہیں۔ میں اسی جگہ کھڑا ہوگیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے ایک سجدہ کو بے حد طول دے دیا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے کان لگایا تو سنا کہ آپ سجدہ میں فرماتے ہیں: "عبدک بفنائک مسکینک بفنائک سائلک بفنائک فقیرک بفنائک"۔ یہ سن کر میں نے بھی انھیں کلمات کے ذریعہ سے دعا مانگنی شروع کر دی، فوراً قبول ہوئی۔ خدا کی قسم میں نے جب بھی ان کلمات کے ذریعہ سے دعا مانگی فوراً قبول ہوئی۔ (نورالابصار ص۱۲۶ طبع مصر ارشاد مفید ص۲۹۶)

امام زین العابدینؑ کی شبانہ روز ایک ہزار رکعتیں

علماء کا بیان ہے کہ آپ شب و روز میں ایک ہزار رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے۔ (صواعق محرقہ ص۱۱۹ مطالب السئول ص۲۶۳) چونکہ آپ کے سجدوں کا کوئی شمار نہ تھا۔ اسی لیے آپ کے اعضائے سجود "ثفنہ بعیر" اونٹ کے گھٹے کی طرح ہوجایا کرتے تھے اور سال میں کئی مرتبہ کاٹے جاتے تھے۔ (الفرع النامی ص۱۵۸ و دمعہ ساکبہ کشف الغمہ ص۹۰)

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ آپ کے مقاماتِ سجود کے گھٹے سال میں دو بار کاٹے جاتے تھے اور ہر مرتبہ پانچ تہ نکلتی تھی۔ (بحارالانوار جلد ۲ ص۳) علامہ دمیری مورخ ابن عساکر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ دمشق میں حضرت امام زین العابدینؑ کے نام سے موسوم ایک مسجد ہے جسے "جامع دمشق" کہتے ہیں۔ (حیواۃ الحیوان جلد ۱ ص۱۲۱)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امام زین العابدین علیہ السّلام منصبِ امامت پر فائز ہونے سے پہلے

اگرچہ ہمارا عقیدہ ہے کہ امام بطنِ مادر سے امامت کی تمام صلاحیتوں سے بھرپور آتا ہے۔ تاہم فرائض کی ادائیگی کی ذمّہ داری اسی وقت ہوتی ہے۔ جب وہ امامِ زمانہ کی حیثیت سے کام شروع کرے۔ یعنی ایسا وقت آجائے جب کائناتِ ارضی پر کوئی بھی اُس سے افضل و اعلم برتر و اکمل نہ ہو۔ امام زین العابدین اگرچہ وقتِ ولادت ہی سے امام تھے۔ لیکن فرائض کی ادائیگی کی ذمّہ داری آپ پر اُس وقت عائد ہوئی۔ جب آپ کے والد ماجد حضرت امام حسین علیہ السّلام درجۂ شہادت پر فائز ہو کر حیاتِ ظاہری سے محروم ہو گئے۔

امام زین العابدین علیہ السّلام کی ولادت سنہ ۳۸ ھ میں ہوئی جبکہ حضرت علی علیہ السّلام امامِ زمانہ تھے۔ دو سال اُن کی ظاہری زندگی میں آپ نے حالتِ طفولیت میں ایام حیات گزارے۔ پھر سنہ ۵۰ ہجری تک امام حسن علیہ السّلام کا زمانہ رہا۔ پھر عاشورا سنہ ۶۱ ھ تک امام حسین علیہ السّلام نے فرائض امامت کی انجام دہی فرمائے رہے۔ عاشورہ کی دوپہر کے بعد سے ساری ذمّہ داری آپ پر عائد ہو گئی۔ اس عظیم ذمّہ داری سے قبل کے واقعات کا پتہ صراحت کے ساتھ نہیں ملتا۔ البتہ آپ کی عبادت گزاری اور آپ کے اخلاقی کارنامے بعض کتابوں میں ملتے ہیں۔ بہرصورت حضرت علی علیہ السّلام کے آخری ایامِ حیات کے واقعات، اور امام حسن علیہ السّلام کے حالات سے متاثر ہونا ایک لازمی امر ہے پھر امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ تو ۲۲ ۔ ۲۳ سال گزرے تھے۔ یقیناً امام حسین علیہ السّلام کے جملہ معاملات میں آپ نے بڑے بیٹے کی حیثیت سے ساتھ دیا ہی ہوگا۔ لیکن مقصدِ حسین کے فروغ دینے میں آپ نے اپنے عہدِ امامت کے آغاز ہونے پر انتہائی کمال کر دیا۔

واقعہ کربلا کے سلسلہ میں امام زین العابدینؑ کا شاندار کردار

۲۸ رجب سنہ ۶۰ ھ کو آپ حضرت امام حسینؑ کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ معظمہ پہنچے چار ماہ قیام کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر ۲ محرم الحرام کو وارد کربلا ہوئے، وہاں پہنچتے ہی یا پہنچنے سے پہلے آپ علیل ہو گئے اور آپ کی علالت نے اتنی شدت اختیار کی کہ آپ امام حسین علیہ السّلام کی شہادت کے وقت تک اس قابل نہ ہو سکے کہ میدان میں جا کر درجۂ شہادت حاصل کرتے۔ تاہم ہر اہم موقع پر آپ نے جذباتِ نصرت کو بروئے کار لانے کی سعی کی۔ جب کوئی آوازِ استغاثہ کان میں آئی آپ اُٹھ بیٹھے اور میدانِ کارزار میں شدتِ مرض کے باوجود جا پہنچنے کی سعی بلیغ کی، امام کے استغاثہ پر تو آپ خیمہ سے باہر بھی نکل آئے اور ایک چوبِ خیمہ لے کر میدان کا عزم

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کر دیا، ناگاہ امام حسینؑ کی نظر آپ پر پڑ گئی اور انھوں نے جنگاہ سے لقوے لے حضرت زینبؑ کو آواز دی "بہن سید سجادؑ کو روکو ورنہ نسلِ رسولؐ کا خاتمہ ہو جائے گا"۔ حکمِ امام سے زینبؑ نے سید سجادؑ کو میدان میں جانے سے روک لیا۔ یہی وجہ ہے کہ سیدوں کا وجود نظر آ رہا ہے۔ اگر امام زین العابدینؑ علیل ہو کر شہید ہونے سے نہ بچ جاتے تو نسلِ رسولؐ صرف امام محمد باقرؑ میں محدود رہ جاتی۔ امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ مرض اور علالت کی وجہ سے آپ درجۂ شہادت پر فائز نہ ہو سکے۔ (نور الابصار ص ۱۲۶)۔

شہادت امام حسینؑ کے بعد جب خیموں میں آگ لگائی گئی تو آپ انھیں خیموں میں سے ایک خیمہ میں بدستور پڑے ہوئے تھے۔ ہماری ہزار جانیں قربان ہو جائیں حضرت زینبؑ پر کہ انھوں نے اہم فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں سب سے پہلا فریضہ امام زین العابدین علیہ السلام کے تحفظ کا ادا فرمایا۔ اور امام کو بچایا۔ الغرض رات گزری اور صبح نمودار ہوئی، دشمنوں نے امام زین العابدینؑ کو اس طرح جھنجھوڑا کہ آپ اپنی بیماری بھول سے گئے۔ آپ سے کہا گیا کہ ناقوں پر سب کو سوار کرو اور ابنِ زیاد کے دربار میں چلو۔ سب کو سوار کرنے کے بعد آلِ محمدؐ کا ساربان پھوپھیوں بہنوں اور تمام مخدرات کو لیے ہوئے داخلِ دربار ہوا۔ حالت یہ تھی کہ عورتیں اور بچے رسیوں میں بندھے ہوئے اور امام لوہے میں جکڑے ہوئے دربار میں پہنچ گئے۔ آپ چونکہ ناقہ کی برہنہ پشت پر سنبھل نہ سکتے تھے اس لیے آپ کے پیروں کو ناقہ کی پشت سے باندھ دیا گیا تھا۔ دربارِ کوفہ میں داخل ہونے کے بعد آپ اور مخدراتِ عصمت قید خانہ میں بند کر دیے گئے۔ سات روز کے بعد آپ سب کو لیے ہوئے شام کی طرف روانہ ہوئے اور ۱۹ منزلیں طے کر کے تقریباً ۳۶ یوم میں وہاں پہنچے کامل بہائی میں ہے کہ ۱۶ ربیع الاول ۶۱ھ کو بدھ کے دن آپ دمشق پہنچے ہیں۔ اللہ رے صبرِ امام زین العابدینؑ بہنوں اور پھوپھیوں کا ساتھ اور لب شکوہ پر سکوت کی مہر۔ حدودِ شام کا ایک واقعہ یہ ہے کہ آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑی، پیروں میں بیڑی اور گلے میں خاردار طوقِ آہنی پڑا ہوا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ لوگ آپ پر آگ برسا رہے تھے۔ اسی لیے آپ نے بعد واقعۂ کربلا ایک سوال کے جواب میں "الشام الشام الشام" فرمایا تھا۔ (تحفۂ حسینیہ علامہ بسطامی) شام پہنچنے کے کئی گھنٹوں یا دنوں کے بعد آپ آلِ محمدؐ کو لیے ہوئے سرہائے شہداء سمیت داخلِ دربار ہوئے۔ پھر قید خانہ میں بند کر دیے گئے۔ تقریباً ایک سال قید کی مشقتیں جھیلیں، قید خانہ بھی ایسا تھا کہ جس میں تمازتِ آفتابی کی وجہ سے ان لوگوں کے چہروں کی کھالیں متغیر ہو گئی تھیں۔ (لہوف) مدتِ قید کے بعد آپ سب کو لیے ہوئے ۲۰ صفر ۶۲ھ کو واردِ کربلا ہوئے۔ آپ کے ہمراہ سرِ حسینؑ بھی کر دیا گیا تھا۔ آپ نے اسے اپنے پدرِ بزرگوار کے جسمِ مبارک سے ملحق کیا (ناسخ التواریخ) ۸ ربیع الاول ۶۲ھ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کو آپ امام حسینؑ کا لُٹا ہوا قافلہ لئے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے، وہاں کے لوگوں نے آہ و زاری اور کمال رنج و غم سے آپ کا استقبال کیا۔ ۱۵ شبانہ روز نوحہ و ماتم ہوتا رہا۔ (تفصیلی واقعات کے لیے کتب مقاتل و سیر ملاحظہ کی جائیں۔

اس عظیم واقعہ کا اثر یہ ہوا کہ زینب کے بال اس طرح سفید ہو گئے تھے کہ جاننے والے بغیر پہچان نہ سکے۔ (احسن القصص ص ۱۸۲ طبع نجف) رباب نے سایہ میں بیٹھنا چھوڑ دیا۔ امام زین العابدین تا حیات گریہ فرماتے رہے۔ (جلاء العیون ص ۲۵۶) اہل مدینہ یزید کی بیعت سے علیحدہ ہو کر باغی ہو گئے بالآخر واقعہ حرہ کی نوبت آگئی۔

واقعہ کربلا اور حضرت امام زین العابدینؑ کے خطبات

معرکہ کربلا کی غم انگیز داستان تاریخ اسلام ہی نہیں تاریخ عالم کا افسوسناک سانحہ ہے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اول سے آخر تک اس ہوش ربا اور روح فرسا واقعہ میں اپنے باپ کے ساتھ رہے اور باپ کی شہادت کے بعد خود اس المیہ کے ہیرو بنے اور پھر جب تک زندہ رہے اس سانحہ کا ماتم کرتے رہے۔ ۱۰ محرم سنہ ۶۱ ہجری کا پُرالم وحشتناک حادثہ جس میں ۱۸ بنی ہاشم اور بہتر اصحاب و انصار کام آگئے۔ حضرت امام زین العابدین کو مدت العمر گھلاتا رہا اور مرتے دم تک اس کی یاد فراموش نہ ہوئی اور اس کا صدمہ جانکاہ دور نہ ہوا، آپ یوں تو اس واقعہ کے بعد تقریباً چالیس سال زندہ رہے۔ مگر لطف زندگی سے محروم رہے اور کسی نے آپ کو بشاش اور فرحناک نہ دیکھا، اس جانکاہ واقعہ کربلا کے سلسلہ میں آپ نے جو جابجا خطبات ارشاد فرمائے ہیں ان کا ذکر درج ذیل ہے۔

کوفہ میں آپ کا خطبہ

کتاب لہوف ص ۶۸ میں ہے کہ کوفہ پہنچنے کے بعد امام زین العابدینؑ نے لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا، سب خاموش ہو گئے، آپ کھڑے ہوئے خدا کی حمد و ثنا کی۔ حضرت نبی صلعم کا ذکر کیا۔ ان پر صلوٰۃ بھیجی۔ پھر ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے۔ جو نہیں پہچانتا اُسے میں بتاتا ہوں۔ میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کی بے حرمتی کی گئی جس کا سامان لوٹ لیا گیا۔ جس کے اہل و عیال قید کر دیئے گئے۔ میں اس کا فرزند ہوں جو ساحل فرات پر ذبح کر دیا گیا، اور بغیر کفن و دفن چھوڑ دیا گیا اور (شہادت حسینؑ) ہمارے فخر کے لیے کافی ہے۔ اے لوگو! میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں ذرا سوچو تم نے ہی میرے پدر بزرگوار کو خط لکھا اور پھر تم نے ہی ان کو دھوکا دیا۔ تم نے ہی ان کے ساتھ عہد و پیمان کیا اور ان کی بیعت کی اور پھر تم نے ہی ان کو شہید کر دیا۔ تمہارا بُرا ہو کہ تم نے اپنے لیے ہلاکت کا سامان مہیا کر لیا، تمھاری رائیں کس قدر بُری ہیں۔ تم کن آنکھوں سے رسول اللہ صلعم کو دیکھو گے۔ جب رسول صلعم

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تم سے باز پرس کریں گے کہ تم لوگوں نے میری عترت کو قتل کیا۔ اور میرے اہلِ حرم کو ذلیل کیا۔ اس لیے تم میری امت میں نہیں ؎۔"

مسجد دمشق (شام) میں آپ کا خطبہ

"مقتل ابی مخنف صفحہ ۱۳۵، بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۳، ریاض القدس جلد ۲ صفحہ ۳۲۸ اور روضۃ الاحباب وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اہلِ حرم سمیت دربار یزید میں داخل کیے گئے اور ان کو منبر پر جانے کا موقع ملا تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور انبیاء کی طرح شیریں زبان میں نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم میں سے جو مجھے پہچانتا ہے۔ وہ تو پہچانتا ہی ہے، اور جو نہیں پہچانتا میں اسے بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں؟ سنو، میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جس نے حج کیے ہیں اس کا فرزند ہوں جس نے طواف کعبہ کیا ہے اور سعی کی ہے، میں پسرِ زمزم و صفا ہوں، میں فرزند فاطمہ زہراؑ ہوں، میں اس کا فرزند جو پسِ گردن سے ذبح کیا گیا۔ میں اس پیاسے کا فرزند ہوں جو پیاسا ہی دنیا سے اٹھا، میں اس کا فرزند ہوں جس پر لوگوں نے پانی بند کر دیا۔ حالانکہ تمام مخلوقات پر پانی کو جائز قرار دیا۔ میں محمد مصطفےٰ صلعم کا فرزند ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جو کربلا میں شہید کیا گیا، میں اس کا فرزند ہوں جس کے انصار زمین میں آرام کی نیند سو گئے۔ میں اس کا پسر ہوں جس کے اہلِ حرم قید کر دیئے گئے میں اس کا فرزند ہوں جس کے بچے بغیر جرم و خطا ذبح کر ڈالے گئے۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کے خیموں میں آگ لگا دی گئی، میں اس کا فرزند ہوں جو زمین کربلا پر شہید کر دیا گیا، میں اس کا فرزند ہوں جس کو نہ غسل دیا گیا اور نہ کفن۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کا سر نوکِ نیزہ پر بلند کیا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کے اہلِ حرم کی کربلا میں بے حرمتی کی گئی۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کا جسم زمین کربلا پر چھوڑ دیا گیا اور سر دوسرے مقامات پر نوکِ نیزہ پر بلند کر کے پھرایا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کے ارد گرد سوائے دشمن کے کوئی اور نہ تھا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کے اہلِ حرم کو قید کر کے شام تک پھرایا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جو بے یار و مددگار تھا ــــ پھر ــــ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ لوگو! خدا نے ہم کو پانچ چیزوں سے فضیلت بخشی ہے۔ (۱) خدا کی قسم ہمارے ہی گھر میں فرشتوں کی آمد و رفت رہی اور ہم ہی معدنِ نبوت و رسالت ہیں (۲) ہماری ہی شان میں قرآن کی آیتیں نازل کیں، اور ہم نے لوگوں کی ہدایت کی (۳) شجاعت ہمارے ہی گھر کی کنیز ہے، ہم کبھی کسی کی قوت و طاقت سے نہیں ڈرے اور فصاحت ہمارا ہی حصہ ہے، جب فصحا فخر و مباہات کریں (۴) ہم ہی صراطِ مستقیم اور ہدایت کا مرکز ہیں اور اس کے لیے علم کا سرچشمہ ہیں جو علم حاصل کرنا چاہے اور دنیا کے مومنین کے دلوں میں ہماری محبت ہے (۵) ہمارے ہی مرتبے آسمانوں اور زمینوں میں بلند ہیں۔ اگر ہم نہ ہوتے تو خدا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دُنیا کو پیدا ہی نہ کرتا، ہر فخر ہمارے فخر کے سامنے پست ہے۔ ہمارے دوست (روزِ قیامت) سیر و سیراب ہوں گے اور ہمارے دُشمن روزِ قیامت بدبختی میں ہوں گے۔ جب لوگوں نے امام زین العابدینؑ کا کلام سُنا تو چیخ مار کر رونے اور پیٹنے لگے اور اُن کی آوازیں بے ساختہ بلند ہونے لگیں یہ حال دیکھ کر یزید گھبرا اُٹھا کہ کہیں کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے اس نے اس کے ردِعمل میں فوراً موذن کو حکم دیا (کہ اذان شروع کرکے) امام کے خطبہ کو منقطع کر دے، موذن (گلدستہ اذان پر گیا) اور کہا "اللہ اکبر" (خدا کی ذات سب سے بزرگ و برتر ہے) امام نے فرمایا تو نے ایک بڑی ذات کی بڑائی بیان کی اور ایک عظیم الشان ذات کی عظمت کا اظہار کیا اور جو کچھ کہا "حق" کہا ہے پھر موذن نے کہا "اشہد ان لا الٰہ الا اللہ" (میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے) امام نے فرمایا میں بھی اس مقصد کی ہر گواہ کے ساتھ گواہی دیتا ہوں اور ہر انکار کرنے والے کے خلاف اقرار کرتا ہوں۔ پھر موذن نے کہا "اشہد ان محمداً رسول اللہ" (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفٰے اللہ کے رسول ہیں) فبکی علیؑ، یہ سُن کر حضرت علی بن الحسین رو پڑے اور فرمایا اے یزید میں تجھ سے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں "بتا" حضرت محمدؐ میرے نانا تھے یا تیرے۔ یزید نے کہا آپ کے۔ آپ نے فرمایا، پھر کیوں تو نے اُن کے اہلبیت کو شہید کیا۔ یزید نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنے محل میں یہ کہتا ہوا چلا گیا۔ "لاحاجۃ لی بالصلوٰۃ" مجھے نماز سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس کے بعد منہال بن عمر کھڑے ہو گئے اور کہا فرزندِ رسولؐ آپ کا کیا حال ہے، فرمایا اے منہال ایسے شخص کا کیا حال پوچھتے ہو جس کا باپ (نہایت بے دردی سے) شہید کر دیا گیا ہو، جس کے مددگار ختم کر دیئے گئے ہوں۔ جو اپنے چاروں طرف اپنے اہلِ حرم کو قیدی دیکھ رہا ہو جن کا نہ پردہ رہ گیا نہ چادریں رہ گئیں: جن کا نہ کوئی مددگار رہے نہ حامی، تم تو دیکھ ہی رہے ہو کہ میں مقید ہوں، ذلیل و رسوا کیا گیا ہوں، نہ کوئی میرا ناصر ہے نہ مددگار، میں اور میرے اہلِ بیت لباس کہنہ میں ملبوس ہیں، ہم پر نئے لباس حرام کر دیئے گئے ہیں۔ اب جو تم میرا حال پوچھتے ہو تو میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ تم دیکھ ہی رہے ہو، ہمارے دُشمن ہمیں بُرا بھلا کہتے ہیں اور ہم صبح و شام موت کا انتظار کرتے ہیں۔ پھر فرمایا، عرب و عجم اس پر فخر کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفٰےؐ ان میں سے تھے۔ اور قریش عرب پر اس لیے فخر کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم قریش میں سے تھے اور ہم ان کے اہلبیت ہیں لیکن ہم کو قتل کیا گیا۔ ہم پر ظلم کیا گیا۔ ہم پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے اور ہم کو قید کرکے دربدر پھرایا گیا۔ گویا ہمارا حسب بہت گرا ہوا ہے اور ہمارا نسب بہت ذلیل ہے۔ گویا ہم عزت کی بلندیوں پر نہیں چڑھے اور بزرگیوں کے فرش پر جلوہ افروز نہیں ہوئے آج گویا تمام ملک یزید اور اس کے لشکر کا ہو گیا اور آلِ مصطفٰے صلعم یزید کی ادنٰی غلام ہو گئی ہے، یہ سُننا تھا کہ ہر طرف سے رونے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پیٹنے کی صدائیں بلند ہوئیں، یزید بہت خائف ہوا کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے اس نے اس شخص سے کہا جس نے امام کو منبر پر تشریف لے جانے کے لیے کہا تھا، "ویحک اردت بصعوده زوال ملکی"۔ تیرا بُرا ہو تو ان کو منبر پر بٹھا کر میری سلطنت ختم کرنا چاہتا ہے۔ اس نے جواب دیا، بخدا میں یہ نہ جانتا تھا کہ یہ لڑکا اتنی بلند گفتگو کرے گا۔ یزید نے کہا "کیا تو نہیں جانتا کہ یہ اہلبیت نبوت اور معدنِ رسالت کی ایک فرد ہے، یہ سُن کر موذن سے نہ رہا گیا اور اس نے کہا کہ اے یزید" اذا کان کذالک فلما قتلت اباہ"۔ جب تو یہ جانتا تھا تو تو نے ان کے پدرِ بزرگوار کو کیوں شہید کیا۔ موذن کی گفتگو سُن کر یزید برہم ہو گیا "فامر بضرب عنقہ"۔ اور موذن کی گردن مار دینے کا حکم دے دیا۔

مدینہ کے قریب پہنچ کر آپ کا خطبہ

مقتل ابی مخنف صفحہ میں ہے کہ ایک سال تک قید خانۂ شام کی صعوبت برداشت کرنے کے بعد جب اہلبیتِ رسُول کی رہائی ہوئی اور یہ قافلہ کربلا ہوتا ہوا مدینہ کی طرف چلا تو قریب مدینہ پہنچ کر امام علیہ السلام نے لوگوں کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا۔ سب کے سب خاموش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔

حمد اس خدا کی جو تمام دنیا کا پروردگار ہے، روزِ جزا کا مالک ہے، تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے جو اتنا دُور ہے کہ بلند آسمان سے بھی بلند ہے اور اتنا قریب ہے کہ سامنے موجود ہے اور ہماری باتوں کو سُنتا ہے۔ ہم خدا کی تعریف کرتے ہیں اور اُس کا شکر بجالاتے ہیں عظیم حادثوں، زمانے کی ہولناک گردشوں، دردناک غموں، خطرناک آفتوں، شدید تکلیفوں اور قلب و جگر کو ہلا دینے والی مصیبتوں کے نازل ہونے کے وقت اے لوگو! خُدا اور صرف خُدا کے لیے حمد ہے، ہم بڑے بڑے مصائب میں مبتلا کیے گئے، دیوارِ اسلام میں بہت بڑا رخنہ (شگاف) پڑ گیا۔ حضرت ابوعبداللہ الحسین اور ان کے اہل بیت شہید کر دیئے گئے، ان کی عورتیں اور بچے قید کر دیئے گئے اور (لشکر یزید نے) ان کے سرہائے مُبارک کو بلند نیزوں پر رکھ کر شہروں میں پھرایا، یہ وہ مصیبت ہے جس کے برابر کوئی مصیبت نہیں۔ اے لوگو! تم میں سے کون مرد ہے جو شہادت حسینؑ کے بعد خوش رہے یا کونسا دل ہے جو شہادتِ حسینؑ سے غمگین نہ ہو یا کونسی آنکھ ہے جو آنسوؤں کو روک سکے۔ شہادت حسین پر ساتوں آسمان روئے۔ سمندر اور اس کی موجیں روئیں، آسمان اور اس کے ارکان روئے۔ زمین اور اس کے اطراف روئے۔ درخت اور اس کی شاخیں روئیں، مچھلیاں اور سمندر کے گرداب روئے۔ ملائکہ مقربین اور تمام آسمان والے روئے، اے لوگو! کون سا قلب ہے جو شہادتِ حسینؑ کی خبر سُن کر نہ پھٹ جائے، کونسا قلب ہے جو محزون نہ ہو، کونسا کان ہے جو اس مصیبت کو سُن کر جس سے دیوارِ اسلام میں رخنہ پڑا۔ بہرہ نہ ہو۔ اے لوگو! ہماری یہ حالت تھی کہ ہم کشاں کشاں پھرائے جاتے تھے، دربدر ٹھکرائے جاتے تھے۔ ذلیل کیے گئے شہروں سے دُور تھے، گویا ہم کو

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اولاد ترک و کابل سمجھ لیا گیا تھا۔ حالانکہ نہ ہم نے کوئی جرم کیا تھا نہ کسی بُرائی کا ارتکاب کیا تھا نہ دیوار اسلام میں کوئی رخنہ ڈالا تھا اور نہ ان چیزوں کے خلاف کیا تھا جو ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے سنا تھا، خدا کی قسم اگر حضرت نبیؐ بھی ان لوگوں (لشکرِ یزید) کو ہم سے جنگ کرنے کے لیے منع کرتے (تو یہ نہ مانتے) جیسا کہ حضرت نبیؐ نے ہماری وصایت کا اعلان کیا (اور ان لوگوں نے نہ مانا) بلکہ جتنا انھوں نے کیا ہے اس سے زیادہ سلوک کرتے ا ہم خُدا کے لیے ہیں اور خدا کی طرف ہماری بازگشت ہے۔"

روضۂ رسولؐ پر امام علیہ السّلام کی فریاد

مقتل ابی مخنف ص۱۴۳ میں ہے کہ جب یہ لُٹا ہوا قافلہ مدینہ میں داخل ہوا تو حضرت اُمّ کلثومؑ گریہ و بکا کرتی ہوئی مسجدِ نبویؐ میں داخل ہوئیں اور عرض کی، اے نانا آپ پر میرا اسلام ہو" انی ناعیۃ الیک ولدک الحسین"۔ میں آپ کو آپ کے فرزند حسینؑ کی خبرِ شہادت سُنا تی ہوں، یہ کہنا تھا کہ قبرِ رسولؐ سے گریہ کی صدا بلند ہوئی اور تمام لوگ رونے لگے۔ پھر حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام اپنے نانا کی قبرِ مبارک پر تشریف لائے اور اپنے رُخسار قبرِ مطہر سے رگڑتے ہوئے یوں فریاد کرنے لگے۔

اناجیک یاجداہ یاخیر مرسل | حبیبک مقتول ونسلک ضائع
اناجیک محزونا علیک موجلا | اسیرا ومالی حامیا ومدافع
سُبینا کما تسبی الاماء ومسنا | من الضر مالا تحملہ الاصابع

(ترجمہ) میں آپ سے فریاد کرتا ہوں اے نانا۔ اے تمام رسولوں میں سب سے بہتر، آپ کا محبوب "حسینؑ" شہید کر دیا گیا اور آپ کی نسل تباہ برباد کر دی گئی اے نانا میں رنج و غم کا مارا آپ سے فریاد کرتا ہوں مجھے قید کیا گیا۔ میرا کوئی حامی و مددگار نہ تھا۔ اے نانا ہم سب کو اس طرح قید کیا گیا جس طرح (لاوارث) کنیزوں کو قید کیا جاتا ہے۔ اے نانا ہم پر اتنے مصائب ڈھائے گئے جو انگلیوں پر گنے نہیں جا سکتے۔

امام زین العابدینؑ اور خاکِ شفا

مصباح المتہجد میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کے پاس ایک کپڑے میں بندھی ہوئی تھوڑی سی خاکِ شفا رہا کرتی تھی۔ (مناقب جلد۴ ص۳۲۹ طبع نجف) ان حضرت کے ہمراہ خاکِ شفا کا ہمیشہ رہنا تین حال سے خالی نہ تھا یا اُسے تبرکاً رکھتے تھے یا اُس پر نماز میں سجدہ کرتے تھے یا اُسے بحیثیت محافظ رکھتے تھے اور لوگوں کو یہ بتانا مقصود رہتا تھا کہ جس کے پاس خاکِ شفا ہو وہ جملہ مصائب و آلام سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اُس کا مال چوری نہیں ہوتا جیسا کہ احادیث سے واضح ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امام زین العابدینؑ اور محمد حنفیہ کے درمیان حجرِ اسود کا فیصلہ

آلِ محمد کے مدینہ پہنچنے کے بعد امام زین العابدینؑ کے چچا محمد حنفیہ نے بروایت اہلِ اسلام امام سے خواہش کی کہ مجھے تبرکات امامت دے دو، کیونکہ میں بزرگ خاندان اور امامت کا اہل و حقدار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ حجرِ اسود کے پاس چلو وہ فیصلہ کر دے گا۔ جب یہ حضرات اس کے پاس پہنچے تو وہ بحکمِ خدا یوں بولا۔ "امامت زین العابدین کا حق ہے" اس فیصلہ کو دونوں نے تسلیم کر لیا۔ (شواہد النبوت صفحہ ۱۷۶)۔

کامل مبرد میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے محمد حنفیہ امام زین العابدینؑ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ایک دن ابو خالد کابلی نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ حجرِ اسود نے خلافت کا ان کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے اور یہ امامِ زمانہ ہیں یہ سن کر وہ مذہب امامیہ کا قائل ہو گیا۔ (مناقب جلد ۲ صفحہ ۳۲۹)۔

ثبوتِ امامت میں امام زین العابدین کا کنکری پر مہر فرمانا

اصول کافی میں ہے کہ ایک عورت جس کی عمر ۱۱۳ سال کی ہو چکی تھی۔ ایک دن امام زین العابدین کے پاس آئی اس کے پاس وہ کنکری تھی جس پر حضرت علی امام حسنؑ امام حسینؑ کی مہرِ امامت لگی ہوئی تھی۔ اس کے آتے ہی بلا کہے ہوئے آپ نے فرمایا کہ وہ کنکری لا جس پر میرے آباء و اجداد کی مہریں لگی ہوئی ہیں اس پر میں بھی مہر کر دوں۔ چنانچہ اس نے کنکری دے دی۔ آپ نے اسے مہر کر کے واپس کر دی، اور اس کی جوانی بھی پلٹا دی، وہ خوش و خرم واپس چلی گئی (دمعہ ساکبہ جلد ۲ صفحہ ۴۳۶)۔

واقعہ حرّہ اور امام زین العابدین علیہ السلام

مستند تواریخ میں ہے کہ کربلا کے بے گناہ قتل نے اسلام میں ایک تہلکہ ڈال دیا۔ خصوصاً ایران میں ایک قومی جوش پیدا کر دیا۔ جس نے بعد میں بنی عباس کو بنی امیہ کے غارت کرنے میں بڑی مدد دی۔ چونکہ یزید تارک الصلوٰۃ اور شارب الخمر تھا اور بیٹی بہن سے نکاح کرتا اور کتوں سے کھیلتا تھا، اس کی ملحدانہ حرکتوں اور امام حسینؑ کے شہید کرنے سے مدینہ میں اس قدر جوشش پھیلا کہ ۶۲ھ میں اہلِ مدینہ نے یزید کی معطلی کا اعلان کر دیا اور عبد اللہ بن حنظلہ کو اپنا سردار بنا کر یزید کے گورنر عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ سے نکال دیا۔ سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتا ہے کہ غسیل الملائکہ (حنظلہ) کہتے ہیں کہ ہم نے اس وقت تک یزید کی خلافت سے انکار نہیں کیا۔ جب تک ہمیں یہ یقین نہیں ہو گیا کہ آسمان سے پتھر برس پڑیں گے غضب ہے کہ لوگ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ماں بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کریں۔ علانیہ شرابیں پئیں اور نماز چھوڑ بیٹھیں۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو جو خونریزی کی کثرت کے سبب "مُسرف" کے نام سے مشہور ہے، فوج کثیر دے کر اہلِ مدینہ کی سرکوبی کو روانہ کیا۔ اہلِ مدینہ نے باب الطیبہ کے قریب مقام "حرّہ" پر شامیوں کا مقابلہ کیا۔ گھمسان کا رَن پڑا۔ مسلمانوں کی تعداد شامیوں سے بہت کم تھی باوجودیکہ انھوں نے دادِ مردانگی دی۔ مگر آخر شکست کھائی۔ مدینہ کے چیدہ چیدہ بہادر رسول اللہؐ کے بڑے بڑے صحابی انصار و مہاجر اس ہنگامۂ آفت میں شہید ہوئے، شامی شہر میں گھس گئے۔ مزارات کو اُن کی زینت و آرائش کی خاطر مسمار کر دیا، ہزاروں عورتوں سے بدکاری کی، ہزاروں باکرہ لڑکیوں کا ازالۂ بکارت کر ڈالا، شہر کو لوٹ لیا۔ تین دن قتلِ عام کرایا، دس ہزار سے زائد باشندگانِ مدینہ جن میں سات سو مہاجر و انصار اور اتنے ہی حاملان و حافظانِ قرآن و علماء و صلحا و محدث تھے اس واقعہ میں مقتول ہوئے ہزاروں لڑکے لڑکیاں غلام بنائی گئیں اور باقی لوگوں سے بشرطِ قبول غلامی یزید کی بیعت لی گئی۔ مسجدِ نبوی اور حضرتؐ کے حرمِ محترم میں گھوڑے بندھوائے گئے۔ یہاں تک کہ لید کے انبار لگ گئے۔ یہ واقعہ جو تاریخ اسلام میں واقعہ حرّہ کے نام سے مشہور ہے۔ ۲۷ ذی الحجہ ۶۳ھ کو ہوا تھا۔ اِس واقعہ پر مولوی امیر علی لکھتے ہیں کہ بُت پرستی نے پھر غلبہ پایا۔ ایک فرنگی مؤرخ لکھتا ہے کہ کفر کا دوبارہ جنم لینا اسلام کے لیے سخت خوفناک اور تباہی بخش ثابت ہوا۔ بقیہ تمام مدینہ کو یزید کا غلام بنایا گیا۔ جس نے انکار کیا اُس کا سر اُتار لیا گیا، اِس رُسوائی سے صرف دو آدمی بچے "علی ابن الحسینؑ اور علی بن عبداللہ ابنِ عباس۔" ان سے یزید کی بیعت بھی نہیں لی گئی۔

مدارس شفاخانے اور دیگر رفاہِ عام کی عمارتیں جو خلفاء کے زمانہ میں بنائی گئی تھیں یا تو بند کر دی گئیں۔ یا مسمار اور عرب پھر ایک ویرانہ بن گیا۔ اس کے چند مدت بعد علی ابن الحسینؑ کے پوتے جعفر صادقؑ نے اپنے جدِ امجد علی مرتضیٰؑ کا مکتب خانہ پھر مدینہ میں جاری کیا۔ مگر یہ صحرا میں صرف ایک ہی سچا نخلستان تھا۔ اس کے چاروں طرف ظلمت و ضلالت چھائی ہوئی تھی۔ مدینہ پھر کبھی نہ سنبھلا۔ بنی اُمیّہ کے عہد میں مدینہ ایسی اُجڑی بستی ہو گیا کہ جب منصور عباسی زیارت کو مدینہ میں آیا۔ تو اُسے ایک رہنما کی ضرورت پڑی۔ جو اس کو وہ مکانات بتائے جہاں ابتدائی زمانہ کے بزرگانِ اسلام رہا کرتے تھے۔ (تاریخ اِسلام جلد ۱ صفحہ ۳۶، تاریخ ابوالفدا جلد ۱ صفحہ ۱۹۱، تاریخ فخری صفحہ ۸۶، تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۴۹ صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۲)

واقعہ حرّہ اور آپ کی قیام گاہ

تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ایک چھوٹی سی جگہ "منبع" نامی تھی جہاں کھیتی باڑی کا کام ہوتا تھا۔ واقعہ حرہ کے موقع پر آپ شہر مدینہ سے نکل کر اپنے گاؤں چلے گئے تھے۔ (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۴۵ وغیرہ)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جگہ ہے۔ جہاں حضرت علی خلیفہ عثمان کے عہد میں قیام پذیر تھے۔ (عقد فرید جلد ۲ ص ۲۱۹)۔

خاندانی دشمن مروان کے ساتھ آپ کی کرم گستری

واقعہ حرہ کے موقع پر جب مروان نے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی تباہی اور بربادی کا یقین کر لیا۔ تو عبداللہ ابن عمر کے پاس جا کر کہنے لگا کہ ہماری محافظت کرو۔ حکومت کی نظر میری طرف سے بھی پھری ہوئی ہے۔ میں جان اور عورتوں کی بے حرمتی سے ڈرتا ہوں۔ انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ اُس وقت وہ امام زین العابدین کے پاس آیا اور اُس نے اپنی اور اپنے بچوں کی تباہی و بربادی کا حوالہ دے کر حفاظت کی درخواست کی حضرت نے یہ خیال کئے بغیر کہ یہ خاندانی ہمارا دشمن ہے اور اس نے واقعہ کربلا کے سلسلہ میں پوری دشمنی کا مظاہرہ کیا ہے۔ آپ نے فرما دیا بہتر ہے کہ اپنے بچوں کو میرے پاس بمقام منبع بھیجدو۔ جہاں میرے بچے رہیں گے تمہارے بھی رہیں گے۔ چنانچہ وہ اپنے عیال بچوں کو جن میں حضرت عثمان کی بیٹی عائشہ بھی تھیں آپ کے پاس پہنچا گیا اور آپ نے سب کی مکمل حفاظت فرمائی۔ (تاریخ کامل جلد ۴ ص ۴۵)۔

امام زین العابدین اور مسلم بن عقبہ

علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ مدینہ کے ان ہنگامی حالات میں ایک دن مسلم بن عقبہ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو بلا بھیجا۔ ابھی وہ پہنچے نہ تھے کہ اُس نے اپنے پاس کے بیٹھنے والوں سے آپ کی اور آپ کے خاندان کی برائی شروع کی اور نہ جانے کیا کیا کہہ ڈالا۔ لیکن اللہ رے آپ کا رعب و جلال کہ جونہی آپ اُس کے پاس پہنچے وہ بسرو قد تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا۔ بات چیت کے بعد جب آپ واپس تشریف لے گئے تو کسی نے مسلم سے کہا کہ تو نے اتنا شاندار تعظیم کیوں کی اُس نے جواب دیا، میں نے قصداً وارادتاً ایسا نہیں کیا بلکہ اُن کے رعب و جلال کی وجہ سے مجبوراً ایسا کیا ہے۔ (مروج الذہب مسعودی برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ ص ۱۰۵)۔

امام زین العابدینؑ سے بیعت کا سوال نہ کرنے کی وجہ

مورخین کا اتفاق ہے کہ واقعہ حرہ میں مدینہ کا کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو یزید کی بیعت نہ کرے اور قتل ہونے سے بچ جائے، لیکن امام زین العابدین علیہ السلام بیعت نہ کرنے کے باوجود محفوظ رہے، بلکہ اُسے یوں کہا جائے کہ آپ سے بیعت طلب ہی نہیں کی گئی۔ علامہ جلال الدین حسینی مصری اپنی کتاب "الحسین" میں لکھتے ہیں کہ یزید کا حکم تھا کہ سب سے بیعت لینا لیکن علی بن الحسین کو نہ چھیڑنا ورنہ وہ بھی سوال بیعت پر حسینی کردار پیش کریں گے اور ایک نیا ہنگامہ کھڑا ہو جائے گا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دشمنِ ازلی حصین بن نمیر کے ساتھ آپ کی کرم نوازی

مدینہ کو تباہ و برباد کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ ابتدائے ۶۴ھ میں مدینہ سے مکہ کو روانہ ہو گیا۔ اتفاقاً راہ میں بیمار ہو کر وہ گمراہ راہیِ جہنم ہو گیا، مرتے وقت اُس نے حصین بن نمیر کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ اُس نے وہاں پہنچ کر خانہ کعبہ پر سنگ باری کی اور اُس میں آگ لگا دی، اُس کے بعد مکمل محاصرہ کر کے عبداللہ ابنِ زبیر کو قتل کرنا چاہا۔ اس محاصرہ کو چالیس دن گزرے تھے کہ یزید پلید واصل جہنم ہو گیا۔ اُس کے مرنے کی خبر سے ابنِ زبیر نے غلبہ حاصل کر لیا اور یہ وہاں سے بھاگ کر مدینہ جا پہنچا۔

مدینہ کے دوران قیام میں اس ملعون نے ایک دن بوقتِ شب چند سواروں کو لے کر فوج کے غذائی سامان کی فراہمی کے لیے ایک گاؤں کی راہ پکڑی۔ راستہ میں اُس کی ملاقات حضرت امام زین العابدینؑ سے ہو گئی۔ آپ کے ہمراہ کچھ اونٹ تھے جن پر غذائی سامان لدا ہوا تھا۔ اُس نے آپ سے وہ غلہ خریدنا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تجھے ضرورت ہے تو یونہی لے لے ہم اسے فروخت نہیں کر سکتے (کیونکہ میں اسے فقراءِ مدینہ کے لیے لایا ہوں) اُس نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے "علی بن الحسین" کہتے ہیں۔ پھر آپ نے اُس سے نام دریافت کیا تو اس نے کہا میں حصین بن نمیر ہوں۔ اللہ رے، آپ کی کرم نوازی، آپ نے یہ جاننے کے باوجود کہ یہ میرے باپ کے قاتلوں میں سے ہے اُسے سارا غلہ مفت دے دیا (اور فقراء کے لیے دوسرا بندوبست فرمایا) اُس نے جب آپ کی یہ کرم گستری دیکھی اور اچھی طرح پہچان بھی لیا تو کہنے لگا کہ یزید کا انتقال ہو چکا ہے۔ آپ سے زیادہ مستحقِ خلافت کوئی نہیں۔ آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں۔ میں آپ کو تختِ خلافت پر بٹھا دوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں خداوندِ عالم سے عہد کر چکا ہوں کہ ظاہری خلافت قبول نہ کروں گا۔ یہ فرما کر آپ اپنے دولت سرا کو تشریف لے گئے۔ (تاریخِ طبری فارسی صفحہ ۲۴۴)۔

امام زین العابدینؑ اور فقراءِ مدینہ کی کفالت

علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فقراءِ مدینہ کے سو گھروں کی کفالت فرماتے تھے اور سارا سامان اُن کے گھر پہنچایا کرتے تھے۔ اُن میں بہت زیادہ ایسے گھرانے تھے جنہیں آپ یہ بھی معلوم نہ ہونے دیتے تھے کہ یہ سامانِ خورد و نوش رات کو کون دے جاتا ہے۔ آپ کا اصول یہ تھا کہ بوریاں پشت پہ لاد کر گھروں میں روٹی اور آٹا وغیرہ پہنچاتے تھے اور یہ سلسلہ تا بحیات جاری رہا۔ بعض معززین کا کہنا ہے کہ ہم نے اہلِ مدینہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ امام زین العابدین کی زندگی تک ہم خفیہ غذائی رسد سے محروم نہیں ہوئے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(مطالب السؤل ص۲۶۵ نور الابصار ص۱۳۶)۔

حضرت امام زین العابدین اور زراعت

احادیث میں ہے کہ زراعت و کاشتکاری سنّت ہے۔ حضرت ادریس کے علاوہ کروہ خیاطی کرتے تھے۔ تقریباً جملہ انبیاء زراعت کیا کرتے تھے۔ حضرات آئمہ طاہرین علیہم السّلام کا بھی یہی پیشہ رہا ہے لیکن یہ حضرات اس کاشتکاری سے خود فائدہ نہیں اُٹھاتے تھے بلکہ اس سے غرباء، فقراء، اور طیور کے لیے روزی فراہم کیا کرتے تھے، حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں:- "ما ازرع الزرع لطلب الفضل فیہ وما ازرع الا لیتناولہ الفقیر وذو الحاجۃ و لیتناول منہ القبرۃ خاصۃ من الطیر" میں اپنا فائدہ حاصل کرنے کے لیے زراعت نہیں کیا کرتا۔ بلکہ اس لیے زراعت کرتا ہوں کہ اس سے غریبوں، فقیروں، محتاجوں اور طائروں خصوصاً قبرہ کو روزی فراہم کروں۔ (سفینۃ البحار جلد ۱ ص۴۹۵)۔ واضح ہو کہ قبرہ وہ طائر ہے جو اپنے محل عبادت میں کہا کرتا ہے:- "اللھم العن مبغضی آلِ محمدؐ" خدایا ان لوگوں پر لعنت کر جو آلِ محمدؐ سے بغض رکھتے ہیں۔ (لباب التاویل بغوی)۔

امام زین العابدین علیہ السّلام اور فتنۂ ابن زبیر

مؤرخ مسٹر ذاکر حسین لکھتے ہیں کہ عبداللہ ابن زبیر آلِ محمدؐ کا شدید دشمن تھا سنہ ۲ ہجری میں حضرت ابوبکر کی بڑی صاحبزادی اسماء کے بطن سے پیدا ہوا۔ اسے خلافت کی بڑی فکر تھی۔ اسی لیے جنگِ جمل کا میدان گرم کرنے میں اُس نے پوری سعی سے کام لیا تھا۔ یہ شخص انتہائی کنجوس اور بنی ہاشم کا سخت دشمن تھا اور انھیں بہت ستاتا تھا۔ بروایت مسعودی اُس نے حضرت عباس سے کہا کہ میں چالیس برس سے تم بنی ہاشم سے دشمنی رکھتا ہوں۔ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد سنہ ۶۱ہجری میں کہیں اور رجب سنہ ۶۴ ہجری میں ملک شام کے بعض علاقوں کے علاوہ تمام ممالک اسلام میں اس کی بیعت کرلی گئی عقد الفرید اور مروج الذہب میں ہے کہ جب اس کی قوت بہت بڑھ گئی تو اس نے خطبہ میں حضرت علی کی مذمت کی اور چالیس روز تک خطبہ میں درود نہیں پڑھا۔ اور محمد حنفیہ اور ابن عباس اور دیگر بنی ہاشم کو بیعت کے لیے بلایا۔ انھوں نے انکار کیا تو برسرِ منبر ان کو گالیاں دیں اور خطبہ سے رسولِ اللہؐ کا نام نکال ڈالا، اور جب اس کے بارے میں اس پر اعتراض کیا گیا تو جواب دیا کہ اس سے بنی ہاشم بہت پھولتے ہیں، میں دل میں کہہ لیا کرتا ہوں۔ اس کے بعد اُس نے محمد حنفیہ اور ابن عباس کو جبس بیجا میں مع ۱۵ بنی ہاشم کے قید کر دیا اور لکڑیاں قید خانہ کے دروازے پر چن دیں اور کہا کہ اگر بیعت نہ کروگے تو میں آگ لگا دوں گا۔ جس طرح پہلے بنی ہاشم کے انکارِ بیعت پر لکڑیاں چنوادی گئی تھیں۔ اتنے میں وہ فوج

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وہاں پہنچ گئی۔ جسے مختار نے اُن کی مدد کے لیے عبداللہ جدلی کی سرکردگی میں بھیجی تھی اور انھوں نے ان محترم لوگوں کو بچایا اور وہاں سے طائف پہنچا دیا (عقد فرید و مسعودی) انھیں حالات کی بنا پر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام: اکثر فتنۂ ابن زبیر کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ عالم اہلِ سنت۔ علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ ابو حمزہ ثمالی کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور چاہا کہ آپ سے ملاقات کروں۔ لیکن چونکہ آپ گھر کے اندر تھے اس لیے سوء ادب سمجھتے ہوئے میں نے آواز نہ دی، تھوڑی دیر کے بعد خود باہر تشریف لائے، اور مجھے ہمراہ لے کر ایک جانب روانہ ہو گئے، راستے میں آپ نے ایک دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، اے ابو حمزہ میں ایک دن سخت رنج و الم میں اس دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اور سوچ رہا تھا کہ ابن زبیر کے فتنہ سے بنی ہاشم کو کیونکر بچایا جائے۔ اتنے میں ایک شریف اور مقدس بزرگ ستھرے لباس میں ملبوس میرے پاس آئے اور کہنے لگے آخر کیوں پریشان کھڑے ہیں میں نے کہا کہ مجھے فتنۂ ابن زبیر کا خوف و راسی کی فکر ہے وہ بولے "اے علی ابن الحسین" گھبراؤ نہیں جو خدا سے ڈرتا ہے خدا اُس کی مدد کرتا ہے جو اُس سے طلب کرتا ہے وہ اسے دیتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ مقدس میری نظروں سے غائب ہو گئے اور ہاتف غیبی نے آواز دی۔ "ھذا الخضر ناجاک" کہ جن سے آپ نے باتیں کر رہے تھے وہ جناب خضر علیہ السلام تھے۔ (نور الابصار ص۱۲۹ مطالب السؤل ص۲۶۳ شواہد النبوت ص۱۷۸)۔ واضح ہو کہ روایت برادرانِ اہلسنت کی ہے۔ ہمارے نزدیک امام کائنات کی ہر چیز سے واقف ہوتے ہیں۔

حضرت امام زین العابدینؑ کی اپنے پدر والا کے قرضے سے سبکدوشی

علماء کا بیان ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام قید خانۂ شام سے چھوٹ کر مدینہ پہنچنے کے بعد سے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کے قرضہ کی ادائیگی کی فکر میں رہا کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی صورت سے ۷۰ ہزار دینار جو حضرت سید الشہداء کا قرضہ ہے میں ادا کر دوں۔ بالآخر آپ نے "چشمۂ سخنس" کو جو کہ امام حسینؑ کا بمقام ذی خشب بنوایا ہوا تھا فروخت کر کے قرضہ کی ادائیگی سے سبکدوشی حاصل فرمائی چشمہ کی فروختگی میں یہ شرط تھی کہ شب شنبہ کو پانی لینے کا حق خریدنے والے کو نہ ہو گا۔ بلکہ اس کی حق دار صرف امام علیہ السلام کی ہمشیرہ ہوں گی۔ (بحار الانوار وفاء الوفا جلد ۲ ص۲۹۹ و مناقب جلد ۴ ص۱۱۴)۔

معاویہ ابن یزید کی تخت نشینی اور امام زین العابدینؑ

یزید کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا ابولیلیٰ، معاویہ بن یزید خلیفۂ وقت بنا دیا گیا۔ وہ اس عہدہ کو قبول کرنے پر راضی نہ تھا کیونکہ وہ فطرتاً حضرت علی کی محبت پر پیدا ہوا تھا اور ان کی اولاد کو دوست

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رکھتا تھا ، بروایت حبیب السیر ، اس نے لوگوں سے کہا کہ میرے لیے خلافت سزاوار اور مناسب نہیں ہے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس معاملہ میں تمھاری رہبری کروں اور بتا دوں کہ یہ منصب کس کے لیے زیبا ہے سنو، امام زین العابدین موجود ہیں ان میں کسی طرح کا کوئی عیب نکالا نہیں جا سکتا، وہ اس کے حقدار اور مستحق ہیں ، تم لوگ ان سے ملو اور انھیں راضی کرو۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ وہ اسے قبول نہ کریں گے مسٹر ذاکر حسین لکھتے ہیں کہ ۶۴ھ میں یزید کے مرتے ہی معاویہ بن یزید کی بیعت شام میں عبداللہ ابن زبیر کی حجاز اور یمن میں ، ہو گئی اور عبید اللہ ابن زیاد عراق میں خلیفہ بن گیا۔ معاویہ ابن یزید حلیم و سلیم الطبع جوان صالح تھا وہ اپنے خاندان کی خطاؤں اور برائیوں کو نفرت کی نظر سے دیکھتا اور علی و اولاد علی کو مستحق خلافت سمجھتا تھا (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۳۷) علامہ معاصر رقم طراز ہیں کہ ۶۴ھ میں یزید مرا تو اس کا بیٹا معاویہ خلیفہ بنایا گیا۔ اس نے چالیس روز اور بعض قول کے مطابق ۵ ماہ خلافت کی اس کے بعد خود خلع خلافت کر دیا اور اپنے کو خلافت سے الگ کر لیا۔ اس طرح کہ ایک روز منبر پر چڑھ کر دیر تک خاموش بیٹھا رہا پھر کہا۔ "لوگو! مجھے تم لوگوں پر حکومت کرنے کی خواہش نہیں ہے۔ کیونکہ میں تم لوگوں کی جس بات (گمراہی اور بے ایمانی) کو ناپسند کرتا ہوں وہ معمولی درجہ کی نہیں بلکہ بہت بڑی ہے اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم لوگ بھی مجھے ناپسند کرتے ہو۔ اس لیے کہ میں تم لوگوں کی خلافت سے بڑے عذاب میں مبتلا اور گرفتار ہوں ، اور تم لوگ بھی میری حکومت کے سبب سے گمراہی کی سخت مصیبت میں پڑے ہو یہ سن لو " کہ میرے دادا معاویہ نے اس خلافت کے لیے اس بزرگ سے جنگ و جدل کی جو اس خلافت کے لیے اس سے کہیں زیادہ سزاوار اور مستحق تھے اور وہ حضرت اس خلافت کے لیے صرف معاویہ ہی نہیں بلکہ دوسرے لوگوں سے بھی افضل تھے۔ اس سبب سے کہ حضرت کو حضرت رسول خدا سے قرابت قریبہ حاصل تھی۔ حضرت کے فضائل بہت تھے خدا کے یہاں حضرت کو سب سے زیادہ تقرب حاصل تھا۔ حضرت تمام صحابہ ، مہاجرین سے زیادہ عظیم القدر ، سب سے زیادہ بہادر ، سب سے زیادہ صاحب علم۔ سب سے پہلے ایمان لانے والے سب سے اعلیٰ اور اشرف درجہ رکھنے والے اور سب سے پہلے حضرت رسول خدا کی صحبت کا فخر حاصل کرنے والے تھے۔ علاوہ ان فضائل و مناقب کے وہ جناب حضرت رسول خدا کے چچازاد بھائی ، حضرت کے داماد اور حضرت کے دینی بھائی تھے جن سے حضرت نے کئی بار مواخات فرمائی۔ جناب حسنین جوانان اہل بہشت کے سردار اور اس امت میں سب سے افضل اور پروردۂ رسول اور فاطمہ بتول کے دلال یعنی پاک و پاکیزہ درخت رسالت کے پھول تھے۔ ان کے پدر بزرگوار حضرت علیؑ ہی تھے۔ ایسے بزرگ سے میرا دادا جس طرح سرکشی پر آمادہ ہوا، اس کو تم لوگ خوب جانتے ہو، اور میرے دادا کی وجہ سے تم لوگ جس گمراہی میں پڑے اس سے بھی تم لوگ بے خبر نہیں ہو۔ یہاں تک کہ میرے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

داوا کو اس کے ارادہ میں کامیابی ہوئی اور اُس کے دُنیا کے سب کام بن گئے ، مگر جب اُس کی اجل محتوم پہنچ گئی اور موت کے پنجوں نے اس کو اپنے شکنجے میں کس لیا تو وہ اپنے اعمال میں اس طرح گرفتار ہو کر رہ گیا کہ اپنی قبر میں اکیلا پڑا ہے اور جو ظلم کر چکا تھا ان سب کو اپنے سامنے پا رہا ہے اور جو شیطنت و فرعونیت اُس نے اختیار کر رکھی تھی اُن سب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے ۔ پھر یہ خلافت میرے باپ یزید کے سپرد ہوئی تو جس گمراہی میں میرا دادا تھا ۔ اُسی ضلالت میں پڑ کر میرا باپ بھی خلیفہ بن بیٹھا اور تم لوگوں کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی ۔ حالانکہ میرا باپ یزید بھی اپنے اسلام کش باتوں دین سوز حرکتوں اور اپنی روسیاہیوں کی وجہ سے کسی طرح اس کا اہل نہ تھا کہ حضرت رسُولِ کریم کی اُمّت کا خلیفہ اور اُن کا سردار بن سکے ۔ مگر وہ اپنی نفس پرستی کی وجہ سے اس گمراہی پر آمادہ ہو گیا اور اُس نے اپنے غلط کاموں کو اچھا سمجھا ۔ جس کے بعد اُس نے دُنیا میں جو جو اندھیر کیا اُس سے زمانہ واقف ہے کہ اللہ سے مقابلہ اور سرکشی کرنے تک پر آمادہ ہو گیا اور حضرت رسُولِ خدا سے اتنی بغاوت کی کہ حضرت کی اولاد کا خون بہانے پر کمر باندھ لی ، مگر اس کی مدت کم رہی اور اُس کا ظلم ختم ہو گیا ۔ وہ اپنے اعمال کے مزے چکھ رہا ہے اور اپنے گڑھے (قبر سے) لپٹا ہوا اور اپنے گناہوں کی بلاؤں میں پھنسا ہوا پڑا ہے ۔ البتہ اُس کی سفاکیوں کے نتیجے جاری اور اس کی خونریزیوں کی علامتیں باقی ہیں اب وہ بھی وہاں پہنچ گیا ۔ جہاں کے لیے اپنے کرتوتوں کا ذخیرہ مہیا کیا تھا اور اب اپنے کیے پر نادم ہو رہا ہے ۔ مگر کب ؛ جب کسی ندامت کا کوئی فائدہ نہیں اور وہ اس عذاب میں پڑ گیا کہ ہم لوگ اُس کی موت بھول گئے اور اُس کی جُدائی پر ہمیں افسوس نہیں ہوتا بلکہ اس کا غم ہے کہ اب وہ کس آفت میں گرفتار ہے ۔ کاش معلوم ہو جاتا کہ وہاں اس نے کیا عذر تراشا اور پھر اُس سے کیا کہا گیا ۔ کیا وہ اپنے گناہوں کے عذاب میں ڈال دیا گیا اور اپنے اعمال کی سزا بھگت رہا ہے میرا گمان تو یہی ہے کہ ایسا ہی ہو گا ۔ اُس کے بعد گریہ اُس کے گلوگیر ہو گیا اور وہ دیر تک روتا اور زور زور سے چیختا رہا ۔ پھر بولا اب میں اپنے ظالم خاندان بنی اُمیہ کا تیسرا خلیفہ بنایا گیا ہوں حالانکہ جو لوگ مجھ پر میرے دادا اور باپ کے ظلموں کی وجہ سے غضبناک ہیں ۔ اُن کی تعداد اُن لوگوں سے کہیں زیادہ ہے جو مجھ سے راضی ہیں ۔ بھائیو ! میں تم لوگوں کے گناہوں کے بار اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا اور خدا وہ دن بھی مجھے نہ دکھائے کہ میں تم لوگوں کی گمراہیوں اور بُرائیوں کے بار سے لدا ہُوا اُس کی درگاہ میں پہنچوں ۔ اب تم لوگوں کو اپنی حکومت کے بارے میں اختیار ہے ۔ اسے مجھ سے لے لو اور جسے پسند کرو اپنا بادشاہ بنا لو کہ میں نے تم لوگوں کی گردنوں سے اپنی بیعت اٹھا لی والسلام ۔

جس منبر پر معاویہ ابن یزید خطبہ دے رہا تھا ۔ اُس کے نیچے مروان بن حکم بھی بیٹھا ہوا تھا خطبہ ختم ہونے پر وہ بولا ۔ کیا حضرت عمر کی سنت جاری کرنے کا ارادہ ہے کہ جس طرح انھوں نے اپنے بعد خلافت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کو شوریٰ کے حوالے کیا تھا، تم بھی اسے شوریٰ کے سپرد کرتے ہو۔ اس پر معاویہ بولا۔ آپ میرے پاس سے تشریف لے جائیں کیا آپ مجھے بھی میرے دین میں دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ خدا کی قسم میں تم لوگوں کی خلافت کا کوئی مزہ نہیں پاتا۔ البتہ اس کی تلخیاں برابر چکھ رہا ہوں۔ جیسے لوگ عمر کے زمانہ میں تھے۔ ویسے ہی لوگوں کو میرے پاس بھی لاؤ۔ علاوہ بریں جس تاریخ سے انھوں نے اس خلافت کو شوریٰ کے سپرد کیا۔ اور جس بزرگ (حضرت علیؑ) کی عدالت میں کسی قسم کا شبہ کسی کو ہو بھی نہیں سکتا اس کو اس سے ہٹا دیا۔ اُس وقت سے وہ بھی ایسا کرنے کی وجہ سے کیا ظالم نہیں سمجھے گئے۔ خدا کی قسم اگر خلافت کوئی نفع کی چیز ہے تو میرے باپ نے اُس سے نقصان اُٹھایا اور گناہ ہی کا ذخیرہ مہیا کیا اور اگر خلافت کوئی اور وبال کی چیز ہے تو میرے باپ کو اس سے جس قدر برائی حاصل ہوئی وہی کافی ہے۔

یہ کہہ کر معاویہ منبر سے اتر آیا، پھر اس کی ماں اور دوسرے رشتہ دار اُس کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ رو رہا ہے۔ اُس کی ماں نے کہا کہ کاش تو حیض ہی میں ختم ہو جاتا اور اس دن کی نوبت نہ آتی، معاویہ نے کہا خدا کی قسم میں بھی یہی تمنا کرتا ہوں۔ پھر کہا کہ اگر میرے رب نے مجھ پر رحم نہیں کیا تو میری نجات کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ اُس کے بعد بنی اُمیہ اس کے استاد عمر مقصوص سے کہنے لگے کہ تو ہی نے معاویہ کو یہ باتیں سکھائی ہیں اور اس کو خلافت سے الگ کیا ہے اور علیؑ و اولادِ علیؑ کی محبت اس کے دل میں راسخ کر دی ہے۔ غرض اس نے ہم لوگوں کے عیوب و مظالم بیان کئے ان سب کا باعث تو ہی ہے۔ اور تو ہی نے ان بدعتوں کو اس کی نظر میں پسندیدہ قرار دے دیا ہے۔ جس پر اس نے یہ خطبہ بیان کیا ہے۔ مقصوص نے جواب دیا خدا کی قسم مجھ سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ بچپن ہی سے حضرت علیؑ کی محبت پر پیدا ہوا ہے۔ لیکن ان لوگوں نے اس بیچارے کا کوئی عذر نہیں سنا اور قبر کھدوا کر اسے زندہ دفن کر دیا۔ (تحریر الشہادتین صـ۱۰۲، صواعق محرقہ صـ۱۳۴، حیوات الحیوان جلد ۱ صـ۵۵، تاریخ خمیس جلد ۲ صـ۳۳۲، تاریخ آئمہ صـ۳۹۱)۔

مؤرخ مسٹر ذاکر حسین لکھتے ہیں، اس کے بعد بنی اُمیہ نے معاویہ ابن یزید کو بھی زہر سے شہید کر دیا۔ اس کی عمر ۲۱ سال ۱۸ یوم کی تھی۔ اُس کی خلافت کا زمانہ چار ماہ اور بروایتے چالیس یوم شمار کیا جاتا ہے، معاویہ ثانی کے ساتھ بنی امیہ کی سفیانی شاخ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور مروانی شاخ کی داغ بیل پڑ گئی۔ (تاریخ اسلام جلد ۱ صـ۳۸) مؤرخ ابن الوردی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ معاویہ ابن یزید کے مرنے کے بعد شام میں بنی امیہ نے متفقہ طور پر مروان بن حکم کو خلیفہ بنا لیا۔

مروان کی حکومت صرف ایک سال قائم رہی پھر اُس کے انتقال کے بعد اُس کا لڑکا عبدالملک ابن مروان خلیفہ وقت قرار دیا گیا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عبدالملکؑ ابن مروان اور امام زین العابدین علیہ السلام

۶۵ھ میں مروان کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا عبدالملک مصر و شام کا بادشاہ تسلیم کیا گیا، یہ بنی اُمیہ کا اصل نمونہ تھا چونکہ مُستبد قریشی اور ایمان سے متعرّی تھا۔ وہ عجیب قابلیت کے ساتھ اپنی خلافت کو مستحکم کرنے میں مصروف ہوا۔ اس کی راہ میں مختار بن ابی عبیدہ ثقفی اور عبداللہ ابن زبیر روڑا تھے۔ ان کے بعد جمادی الثانیہ ۷۳ھ میں عبدالملک ابن مروان تمام ممالکِ اسلامیہ کا اکیلا بادشاہ بن گیا۔ ابن زبیر سے لڑنے میں چونکہ حجاج بن یوسف اموی جرنیل نے نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ اس لیے عبدالملک ابن مروان نے اُسے حجاز کا گورنر بنا دیا تھا۔ ۷۵ھ میں عبدالملک نے اسے اپنی مشرقی سلطنت۔ عراق، فارس اور سیستان، کرمان اور خراسان کا جس میں کابل اور کچھ حصہ ماوراء النہر کا بھی شامل تھا وائسرائے بنا دیا۔ حجاج نے اپنی حجاز کی گورنری کے زمانہ میں مدینہ کے لوگوں پر جن میں اصحاب رسولؐ بھی تھے بڑے بڑے ظلم کئے۔ عراق میں اپنی بیس برس کی گورنری کے دوران میں اُس نے تقریباً ڈیڑھ لاکھ اور بروایت مشکوٰۃ پانچ لاکھ بندگانِ خدا کا خون بہایا تھا۔ جن میں سے بہت سوں پر جھوٹے الزام اور بہتان لگائے گئے تھے۔ اس کی وفات کے وقت پچاس ہزار مرد و زن زندان میں پڑے ہوئے اُس کی جان کو رو رہے تھے۔ بے سقف قیدخانہ اسی کی ایجاد ہے۔ ابن خلکان لکھتا ہے کہ عبدالملک بڑا ظالم اور سفاک تھا اور ایسے ہی اُس کے گورنر حجاج عراق میں۔ مہلب خراسان میں۔ ہشام ابن اسمٰعیل حجاز اور مغربی عرب میں اور اُس کا بیٹا عبداللہ مصر میں۔ حسان بن نعمان مغرب میں۔ حجاج کا بھائی محمد بن یوسف یمن میں۔ محمد بن مروان جزیرہ میں یہ سب کے سب ظالم اور سفاک تھے اور مسعودی لکھتا ہے کہ بے پروائی سے خون بہانے میں عبدالملک کے عامل اسی کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ یہ کنجوس بے رحم سفاک وعدہ خلاف دغاباز بے ایمان تھا۔ یہ مطلب براری کے لیے سب کچھ کیا کرتا تھا۔ اخطل اس کے دربار کا مشہور شاعر اور زہری مشہور محدث تھا۔ جس نے سب سے اوّل حدیث کی کتاب لکھی۔ (تاریخ اسلام جلد ا صفحہ ۴۲) زہری کا اصل نام امام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ ابن شہاب زہری مدنی شامی تھا۔ یہ تابعی۔ فقیہہ اور محدث تھا۔ ۵۱ھ میں پیدا ہو کر ۱۲۴ھ میں فوت ہوا۔ مدینہ کے نامی محدثوں اور فقیہوں میں سے تھا۔ عبدالملک اور ہشام خلفاء بنی اُمیہ کی صحبت میں رہا۔ امام مالک کا اُستاد اور علمِ حدیث کا مدون تھا۔ (تاریخ اسلام جلد ۵ صفحہ ۷۱، صفحہ ۱۰۹) متعدد علماء نے لکھا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے جب مدینہ میں حجاج کے ذریعے تباہی مچائی تھی۔ اسی زمانہ میں عبدالملک ابن مروان نے حکم دے دیا تھا کہ علی ابن حسینؑ کو گرفتار کر کے شام پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ آپ کو زنجیروں میں جکڑ کر مدینہ سے باہر ایک خیمہ میں ٹھہرا

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زینب پہلے شہر بدر کی گئی تھیں اور حضرت امام زین العابدین بعد میں مدینہ سے شام کی طرف

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دیا گیا۔ زہری کا بیان ہے کہ میں انھیں رخصت کرنے کے لیے اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میری نظر ہتھکڑیوں اور بیڑیوں پر پڑی تو میری آنکھ سے آنسو نکل پڑے اور میں عرض پرداز ہوا کہ کاش آپ کے بجائے یہ لوہے کے زیورات میں پہن لیتا اور آپ اس سے بری ہوتے۔ آپ نے فرمایا اے زہری تم میری ہتھکڑی اور بیڑی اور میرے طوق گرانبار کو دیکھ کر گھبرا رہے ہو، سنو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ (شواہد النبوت ص۱۷۶ و ارجح المطالب ص۴۴۲ حیلۃ الاولیا، جلد ۳ ص۱۳۵ طبع مصر) علامہ محمد بن طلحہ شافعی بحوالہ زہری لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں عبدالملک ابن مروان کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ اے امیر لیس علی بن الحسین حیث تظن انہ مشغول بربہ۔ امام زین العابدین پر کسی قسم کا کوئی الزام نہیں ہے۔ وہ تیری حکومت کے معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے وہ خالص اللہ والے ہیں اور خدا کے سوا انھیں کسی سے کوئی مطلب نہیں (مطالب السئول ص۲۶۳) علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ زہری کے تذکرہ خصوصی کے بعد عبدالملک ابن مروان نے حجاج بن یوسف کو لکھا کہ "ان یجتنب دماء بنی عبدالمطلب" بنی ہاشم کو ستانے اور ان کے خون بہانے سے اجتناب اور پرہیز کرے۔ (صواعق محرقہ ص۱۱۹) علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ بادشاہ نے حجاج کو اجتناب کی وجہ بھی لکھی تھی اور وہ یہ تھی کہ بنی امیہ کے اکثر بادشاہ انھیں ستا کر جلد تباہ ہو گئے ہیں۔ (نور الابصار ص۱۲۷) غرض عبدالملک کے زمانہ میں اس واقعہ کے بعد سے اولاد ابوطالب حجاج کے ہاتھوں سے امان میں رہی۔ (تاریخ اسلام جلد ۱ ص۱۳۱)۔

امام زین العابدینؑ اور بنیاد کعبہ محترمہ و نصب حجر اسود

سنہ ۷۱ ہجری میں عبدالملک بن مروان نے عراق پر لشکر کشی کر کے مصعب ابن زبیر کو قتل کیا پھر ۷۲ ہجری میں حجاج بن یوسف کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ عبداللہ ابن زبیر کو قتل کرنے کے لیے مکہ معظمہ روانہ کیا۔ (ابوالفداء) وہاں پہنچ کر حجاج نے ابن زبیر سے جنگ کی ابن زبیر نے زبردست مقابلہ کیا اور بہت سی لڑائیاں ہوئیں، آخر میں ابن زبیر محصور ہو گئے اور حجاج نے ابن زبیر کو کعبہ سے نکالنے کے لیے کعبہ پر سنگ باری شروع کر دی۔ یہی نہیں بلکہ اُسے کھدوا ڈالا، ابن زبیر جمادی الآخر ۷۳ھ میں قتل ہوا (تاریخ ابن الوردی) اور حجاج جو خانہ کعبہ کی بنیاد تک خراب کر چکا تھا۔ اس کی تعمیر کی طرف متوجہ ہوا۔ علامہ صدوق کتاب علل الشرائع میں لکھتے ہیں کہ حجاج کے ہدم کعبہ کے موقع پر لوگ اس کی مٹی تک اٹھا کر لے گئے اور کعبہ کو اس طرح لوٹ لیا کہ اس کی کوئی پرانی چیز باقی نہ رہی۔ پھر حجاج کو خیال پیدا ہوا کہ اس کی تعمیر کرانی چاہیئے۔ چنانچہ اس نے تعمیر کا پروگرام مرتب کر لیا اور کام شروع کرا دیا۔ کام کی ابھی بالکل ابتدائی منزل تھی کہ ایک اژدہا برآمد ہو کر ایسی جگہ بیٹھ گیا جس کے ہٹے بغیر کام آگے نہیں بڑھ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سکتا تھا۔ لوگوں نے اس واقعہ کی اطلاع حجاج کو دی، حجاج گھبرا اٹھا اور لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ جب لوگ اس کا حل نکالنے سے قاصر رہے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ آج کل فرزندِ رسول حضرت امام زین العابدین علیہ السلام یہاں آئے ہوئے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ ان سے دریافت کرایا جائے۔ یہ مسئلہ ان کے علاوہ کوئی حل نہیں کر سکتا، چنانچہ حجاج نے آپ کو زحمت تشریف آوری دی، آپ نے فرمایا کہ اے حجاج تو نے خانۂ کعبہ کو اپنی میراث سمجھ لیا ہے۔ تو نے تو بنائے ابراہیم علیہ السلام کو اکھڑوا کر راستہ میں ڈلوا دیا ہے۔ "سن" تجھے خدا اس وقت تک کعبہ کی تعمیر میں کامیاب نہ ہونے دے گا۔ جب تک تو کعبہ کا لُٹا ہوا سامان واپس نہ منگائے گا۔ یہ سن کر اس نے اعلان کیا کہ کعبہ سے متعلق جو شے بھی کسی کے پاس ہو وہ جلد سے جلد واپس کرے۔ چنانچہ لوگوں نے پتھر مٹی وغیرہ جمع کر دی۔ جب سب کچھ جمع ہوگیا تو آپ اس اژدہے کے قریب گئے اور وہ ہٹ کر ایک طرف ہوگیا۔ آپ نے اس کی بنیاد استوار کی اور حجاج سے فرمایا کہ اس کے اوپر تعمیر کراؤ۔ "فلذالک صار البیت مرتفعا" پھر اسی بنیاد پر خانۂ کعبہ کی تعمیر بلند ہوئی۔ کتاب الخرائج والجرائح میں علامہ قطب راوندی لکھتے ہیں کہ جب تعمیرِ کعبہ اس مقام تک پہنچی جس جگہ حجرِ اسود نصب کرنا تھا تو یہ دشواری پیش ہوئی کہ جب کوئی عالم زاہد، قاضی اُسے نصب کرتا تھا تو "یتزلزل ویضطرب ولا یستقر" حجرِ اسود متزلزل اور مضطرب رہتا اور اپنے مقام پر ٹھہرتا نہ تھا۔ بالآخر امام زین العابدینؑ بلائے گئے اور آپ نے بسم اللہ کہہ کر اُسے نصب کر دیا، یہ دیکھ کر لوگوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ (دمعہ ساکبہ جلد ۲ صفحہ ۴۳۶) علماء کو مؤرخین کا بیان ہے کہ حجاج بن یوسف نے یزید بن معاویہ کی طرح خانۂ کعبہ پر منجنیق سے پتھر وغیرہ پھنکوائے تھے۔

امام زین العابدین اور عبدالملک بن مروان کا حج

بادشاہِ دنیا عبدالملک بن مروان اپنے عہدِ حکومت میں اپنے پایۂ تخت سے حج کے لیے روانہ ہو کر مکہ معظمہ پہنچا اور بادشاہِ دین حضرت امام زین العابدین بھی مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر پہنچ گئے مناسکِ حج کے سلسلہ میں دونوں کا ساتھ ہوگیا، حضرت امام زین العابدین آگے آگے چل رہے تھے اور بادشاہ پیچھے چل رہا تھا۔ عبدالملک کو یہ بات ناگوار ہوئی اور اس نے آپ سے کہا کیا میں نے آپ کے باپ کو قتل کیا ہے جو آپ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ اُس نے اپنی دُنیا و آخرت خراب کر لی ہے۔ کیا تو بھی یہی حوصلہ رکھتا ہے۔ اس نے کہا نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ آپ میرے پاس آئیں تاکہ میں آپ سے کچھ مالی سلوک کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا مجھے تیرے مال دنیا کی ضرورت نہیں ہے مجھے دینے والا خدا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے اسی جگہ زمین پر ردائے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مبارک ڈال دی اور کعبہ کی طرف اشارہ کر کے کہا، میرے مالک اسے بجھ دے۔ امام کی زبان سے الفاظ کا نکلنا تھا کہ روائے مبارک موتیوں سے بھر گئی۔ آپ نے اُسے راہِ خدا میں دے دیا۔ (دمعۂ ساکبہ ۔ جنات الخلود ص ۲۳)

بدکردار اور ریاکار حاجیوں کی شکل

امام الحدیث زہری کا بیان ہے کہ میں حج کے موقع پر امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس مقام عرفات میں کھڑا حاجیوں کو دیکھ رہا تھا۔ دفعتہً میرے منہ سے نکلا کہ مولا کتنے لاکھ حاجی ہیں اور کتنا زبردست شور مچا ہوا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے قریب آؤ۔ جب میں بالکل نزدیک ہوا تو آپ نے میرے چہرہ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا "اب دیکھو" جب میں نے پھر نظر کی تو مجھے "لکھوکھا" آدمیوں میں دس ہزار میں ایک کے تناسب سے انسان دکھائی دیتے۔ باقی سب کے سب، بندر، کتے، سور، بھیڑیئے اور اسی طرح کے جانور نظر آئے، یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ سنو جو صحیح نیت اور صحیح عقیدہ کے بغیر حج کرتے ہیں۔ اُن کا یہی حشر ہوتا ہے۔ اے زہری، نیک نیتی اور ہماری مودۃ و محبت کے بغیر سارے اعمال بے کار ہیں۔ (تفسیر امام حسن عسکری۔ و دمعۂ ساکبہ جلد ۲ ص ۴۳۸)۔

امام زین العابدینؑ اور ایک مرد بلخی

علامہ شیخ طریحی اور علامہ مجلسی رقم طراز ہیں کہ بلخ کا رہنے والا ایک دوست دار آل محمد ہمیشہ حج کیا کرتا تھا اور جب حج کو آتا تھا تو مدینہ جا کر امام زین العابدینؑ کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جب حج سے لوٹا تو اس کی بیوی نے کہا کہ تم ہمیشہ اپنے امام کی خدمت میں تحفہ تحائف لے جاتے ہو، مگر انھوں نے آج تک تم کو کچھ نہ دیا۔ اُس نے کہا کہ ارے تمھارے لیے یہ کہنا سزاوار نہیں ہے۔ وہ امام زمانہ ہیں، وہ مالکِ دین و دنیا ہیں وہ فرزندِ رسولؐ ہیں وہ تمھاری باتیں سن رہے ہیں یہ سن کر وہ خاموش ہو گئی، اگلے سال جب وہ حج سے فراغت حاصل کر کے امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور سلام و دست بوسی کے بعد آپ کے پاس بیٹھا تو آپ نے کھانا طلب فرمایا حکم امام سے مجبور ہو کر اُس نے معیت میں کھانا کھایا۔ جب دونوں کھانا کھا چکے تو امام کے اس بلخی نے ہاتھ دھلانا چاہا۔ آپ نے فرمایا تو مہمان ہے، یہ تیرا کام نہیں، اُس نے اصرار کیا اور ہاتھ دھلانا شروع کر دیا۔ جب طشت بھر گیا تو آپ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ اُس نے کہا "پانی" حضرت نے فرمایا نہیں یاقوت احمر ہے۔ جب اُس نے غور سے دیکھا تو وہ طشت یاقوت سرخ سے پُر تھا۔ اسی طرح زمرد سبز اور دُرِ بیض سے پُر ہو گیا۔ یعنی تین بار ایسا ہی ہوا یہ دیکھ کر وہ حیران ہو گیا اور آپ کے ہاتھوں کا بوسہ دینے لگا۔ حضرت نے فرمایا اسے لیتے جاؤ اپنی بیوی کو دے دینا اور کہنا کہ ہمارے پاس اور کچھ مالِ دنیا سے نہیں ہے، وہ شخص شرمندہ ہو کر بولا۔ مولا آپ کو ہماری بیوی کی بات کس نے بتا دی۔ امام نے فرمایا ہمیں سب معلوم ہو جاتا ہے، اس کے بعد وہ امام علیہ السلام سے رخصت ہو کر بیوی کے پاس

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پہنچا۔ جواہرات دے کر سارا واقعہ بیان کیا۔ بیوی نے کہا آئندہ سال میں بھی چل کر زیارت کروں گی جب دوسرے سال بیوی ہمراہ روانہ ہوئی تو راستے میں انتقال کر گئی۔ وہ شخص حضرت کی خدمت میں روتا پیٹتا حاضر ہوا حضرت نے دو رکعت نماز پڑھ کر فرمایا۔ جاؤ تمھاری بیوی زندہ ہو گئی ہے۔ اُس نے قیام گاہ پر لوٹ کر زندہ پایا، جب وہ حاضر خدمت ہوئی تو کہنے لگی، خدا کی قسم انھیں نے مجھے ملک الموت سے لے کر زندہ کیا تھا اور اُس سے کہا تھا کہ یہ میری زائرہ ہے۔ میں نے اس کی عمر میں ۳۰ سال بڑھوالی ہے (المنتخب والبحار)۔

امام زین العابدین علیہ السّلام اخلاق کی دُنیا میں

امام زین العابدین علیہ السلام چونکہ فرزند رسُول تھے۔ اس لیے آپ میں سیرت محمدیہ کا ہونا لازمی تھا۔ علامہ محمد ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کو بُرا بھلا کہا، آپ نے فرمایا بھائی میں نے تو تیرا کچھ نہیں بگاڑا۔ اگر کوئی حاجت رکھتا ہے تو بتا تاکہ میں پوری کروں۔ وہ شرمندہ ہو کر آپ کے اخلاق کا کلمہ پڑھنے لگا۔ (مطالب السئول ص۲۶۲) علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں۔ ایک شخص نے آپ کی بُرائی آپ کے مُنہ پر کی۔ آپ نے اس سے بے توجہی برتی۔ اس نے مخاطب کر کے کہا، میں تم کو کہہ رہا ہوں، آپ نے فرمایا، میں حکم خدا "واعرض عن الجاھلین" جاہلوں کی بات کی پرواہ نہ کرو پر عمل کر رہا ہوں۔ (صواعق محرقہ ص۱۲۰) علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے آکر کہا کہ فلاں شخص آپ کی بُرائی کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اُس کے پاس لے چلو، جب وہاں پہنچے تو اُس سے فرمایا بھائی جو بات تو نے میرے لیے کہی ہے، اگر میں نے ایسا کیا ہو تو خدا مجھے بخشے اور اگر نہیں کیا تو خدا تجھے بخشے کہ تو نے بہتان لگایا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ مسجد سے نکل کر چلے تو ایک شخص آپ کو سخت الفاظ میں گالیاں دینے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی حاجت رکھتا ہے تو میں پوری کروں، "اچھا لے" یہ پانچ ہزار درہم وہ شرمندہ ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ پر بہتان باندھا۔ آپ نے فرمایا میرے اور جہنم کے درمیان ایک گھاٹی ہے۔ اگر میں نے اُسے طے کر لیا تو پرواہ نہیں جو جی چاہے کہو اور اگر اُسے پار نہ کر سکوں تو میں اس سے زیادہ بُرائی کا مستحق ہوں جو تم نے کی ہے (نور الابصار ص۱۲۶-۱۲۷) علامہ دمیری لکھتے ہیں کہ ایک شامی حضرت علیؑ کو گالیاں دے رہا تھا، امام زین العابدین نے فرمایا بھائی تم مُسافر معلوم ہوتے ہو، اچھا میرے ساتھ چلو۔ میرے یہاں قیام کرو اور جو حاجت رکھتے ہو بتاؤ تاکہ میں پوری کروں۔ وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔ (حیواۃ الحیوان جلد ۱ ص۱۲۰) علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے بیان کیا کہ فلاں شخص آپ کو گمراہ اور بدعتی کہتا ہے، آپ نے فرمایا افسوس ہے کہ تم نے اُس کی ہمنشینی اور دوستی کا کوئی خیال نہ کیا، اور اُس کی بُرائی مجھ سے بیان کر دی۔ دیکھو، یہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نصیحت ہے، اب ایسا کبھی نہ کرنا (احتجاج ص۳۰۴) جب کوئی سائل آپ کے پاس آتا تھا تو خوش و مسرور ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے خدا تیرا بھلا کرے کہ تو میرا زادِ راہ آخرت اٹھانے کے لیے آگیا ہے (مطالب السئول ص۲۶۳)۔ امام زین العابدین علیہ السلام صحیفہ کاملہ میں فرماتے ہیں۔ خداوندا میرا کوئی درجہ نہ بڑھا۔ مگر یہ کہ اتنا ہی خود میرے نزدیک مجھ کو گھٹا اور میرے لیے کوئی ظاہری عزت نہ پیدا کر مگر یہ کہ خود میرے نزدیک اتنی ہی باطنی لذت پیدا کر دے۔ الخ

امام زین العابدینؑ اور صحیفہ کاملہ

کتاب صحیفہ کاملہ آپ کی دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ اس میں بے شمار علوم و فنون کے جوہر موجود ہیں۔ یہ پہلی صدی کی تصنیف ہے۔ (معالم العلماء ص۱ طبع ایران) اسے علماء اسلام نے زبور آل محمد اور انجیل اہلبیت کہا ہے۔ (ینابیع المودۃ ص۴۹۹ و فہرست کتب خانہ طہران ص۳۶) اور اس کی فصاحت و بلاغت معانی کو دیکھ کر اسے کتب سماویہ اور صحف لوحیہ و عرشیہ کا درجہ دیا گیا ہے۔ (ریاض السالکین ص۱)۔ اس کی چالیس شرحیں ہیں۔ جن میں میرے نزدیک ریاض السالکین کو فوقیت حاصل ہے۔

ہشام بن عبدالملک اور قصیدہ فرزدق

عبدالملک ابن مروان کا ۸۶ھ میں خلیفہ ہونے والا بیٹا ہشام ابن عبدالملک اپنے باپ کے عہدِ حکومت میں ایک مرتبہ حج بیت اللہ کے لیے مکہ معظمہ گیا۔ مناسکِ حج بجالانے کے سلسلہ میں طواف سے فراغت کے بعد حجرِ اسود کا بوسہ دینے کے لیے آگے بڑھا، اور پوری سعی کے باوجود کثرتِ حجاج کی وجہ سے تا بہ حجرِ اسود نہ پہنچ سکا۔ آخر کار ایک کرسی پر بیٹھ کر مجمع کے چھٹنے کا انتظار کرنے لگا۔ ہشام کے گرد اس کے ماننے والوں کا انبوہ کثیر تھا، یہ بیٹھا ہوا انتظار ہی کر رہا تھا کہ ناگاہ ایک طرف سے فرزندِ رسول حضرت امام زین العابدین علیہ السلام برآمد ہوئے۔ آپ نے طواف کے بعد جونہی حجرِ اسود کی طرف رُخ کیا۔ مجمع چھٹنے لگا، حاجی ہٹنے لگے، راستہ صاف ہوگیا اور آپ قریب پہنچ کر تقبیل فرمانے لگے۔ ہشام جو کرسی پر بیٹھا ہوا تھا حالات کا مطالعہ کر رہا تھا جل بھُن کر خاکستر ہوگیا اور اس کے حواری بحرِ حیرت میں غرق ہوگئے۔ ایک مُنہ چڑھے نے بڑھ کر ہشام سے پوچھا حضور یہ کون ہے؟ ہشام نے یہ سمجھتے ہوئے کہ اگر تعارف کرا دیا اور انھیں بتا دیا کہ یہ خاندانِ رسالتؐ کے چشم و چراغ ہیں تو کہیں میرے ماننے والوں کی نگاہ میری طرف سے پھر کر اُن کی طرف نہ مڑ جائے۔ تجاہلِ عارفانہ کے طور پر کہنے لگا "ما اعرفہ" میں نہیں پہچانتا یہ سن کر شاعرِ دربار جناب فرزدق سے نہ رہا گیا اور اُنھوں نے شامیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا "انا عرفہ" اسے میں جانتا ہوں کہ یہ کون ہے۔ "مجھ سے سنو" یہ کہہ کر اُنھوں نے ارتجالاً اور فی البدیہ ایک

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عظیم الشان قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے (ترجمہ) یہ وہ شخص ہے جس کو خانہ کعبہ حل وحرم سب پہچانتے ہیں اور اس کے قدم رکھنے کی جگہ، قدم کی چاپ کو زمین بطحٰی بھی محسوس کر لیتی ہے میں اس ردیف میں اس قصیدہ کا اردو منظوم ترجمہ درج ذیل کرتا ہوں۔

یہ وہ ہے جانتا ہے کہ جس کے نقش قدم — خدا کا گھر بھی ہے آگاہ اور حل وحرم
جو بہترین خلائق ہے اُس کا ہے فرزند — ہے پاک و زاہد و پاکیزہ و بلند حشم
قریش دیکھتے ہیں جب اِسے تو کہتے ہیں — بزرگیوں پہ ہوئی اس کی انتہا سے کرم

لہ اس قصیدے کے تمام ناقلین نے پہلا شعر یہ لکھا ہے۔

هذا الذي تعرف البطحاء وطأته — والبيت يعرفه والحل والحرم

لیکن یہ معلوم ہونے کے بعد کہ قصیدہ کے لیے مطلع ضروری ہوتا ہے۔ اسے پہلا شعر قرار نہیں دیا جا سکتا، البتہ یہ ممکن ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ شاعر نے موقع کے لحاظ سے اپنے قصیدہ کے اس وقت پڑھنے کی ابتداء اسی شعر سے کی تھی اور مورخین نے اسی شعر کو پہلا شعر قرار دے لیا، علامہ ابو محمد عبداللہ ابن محمد ابن یوسف زوزنی المتوفی ۴۸۶ھ، شرح سبع معلقات میں لکھتے ہیں کہ اس قصیدے کا پہلا شعر یہ ہے ۔

يا سائلي اين حل الجود والكرم — عندي بيان اذا طلابه قدموا

قصیدہ فرزدق کے متعلق ایک غلط فہمی اور اُس کا ازالہ

امام اہلسنت محمد عبدالقادر سعید الرافعی نے ۱۹۲۷ء میں شاعر عرب ابوالتمام حبیب ابن ادس بن حارث طائی شامی بغدادی کے دیوان "حماسہ" کو مصر میں طبع کرایا ہے۔ اس کی جلد ۲ کے صفحہ ۲۸۳ پر اس قصیدہ کے ابتدائی چھ اشعار کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ اشعار "الحزین الکنانی" کے ہیں۔ اس نے انھیں عبداللہ بن عبدالملک بن مروان کی مدح میں کہے تھے، ساتھ ہی حاشیہ پر یہ بھی لکھا ہے: "والناس يروون هذه الابيات للفرزدق يمدح بها علي بن الحسين بن علي بن ابي طالب وهو غلط ممن رواها فيه لان هذا ليس مما يمدح به مثل علي بن الحسين وله من الفضل الباهر ما ليس لاحد في وقته" اور لوگ جو ان ابیات کے متعلق یہ روایت کرتے ہیں کہ یہ فرزدق کے ہیں اور اس نے انھیں مدح امام زین العابدین علیہ السلام میں کہا ہے "غلط ہے" کیونکہ یہ اشعار ان کے شایان شان نہیں ہیں وہ تو اپنے وقت کے سب سے بڑے صاحب فضیلت تھے۔"

میں کہتا ہوں کہ یہ اشعار فرزدق ہی کے ہیں، کیونکہ اسے بے شمار فحول علماء و مورخین نے انھیں کے اشعار تسلیم کئے ہیں جن میں امام المحققین علامہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ المتوفی ۴۱۳ھ و امام زوزنی المتوفی ۴۸۶ھ و علامہ ابن حجر مکی و حافظ ابو نعیم اور صاحب مجانی الادب شامل ہیں۔ ملاحظہ ہو ارشاد مفید صفحہ ۲۹۹ طبع ایران ۱۳۰۳ھ، ان علماء کے تسلیم کرنے کے بعد کسی فرد واحد کے انکار سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پہنچ گیا ہے یہ عزت کی اس بلندی پر
جہاں پہ جا نہ سکے اسلام کے عرب نہ عجم

یہ چاہتا ہے کرے ہاتھوں ہاتھ رکن حطیم
جو چومنے حجر الاسود آئے زدِ حرم

چھڑی ہے ہاتھ میں جس کی مہکتی ہے خوشبو
وہ ہاتھ جو نہیں عزت میں اور شان میں کم

نظر جھکائے ہیں سب یہ حیا سے رعب سے لوگ
جو مسکرائے تو آجائے بات کرنے کا دم

جبیں کے نورِ ہدایت سے کفر گھٹتا ہے یوں
ضیاءِ مہر سے تاریکیاں ہوں جیسے کم

فضیلت اور نبیوں کی اس کے جد سے ہے پست
تمام امتیں امت سے اس کی رتبہ میں کم

یہ وہ درخت ہے جس کی ہے جڑ خدا کا رسول
اسی سے فطرت و عادات بھی ہیں پاک بہم

یہ فاطمہ کا ہے فرزند "تو نہیں واقف"
اسی کے جد سے نبیوں کا بڑھ سکا نہ قدم

ازل سے لکھی ہے حق نے شرافت و عزت
چلا اسی کے لیے لوح پر خدا کا قلم

جو کوئی غیظ دلاوے تو شیر سے بڑھ جائے
ستم کرے کوئی اس پر تو موت کا نہیں غم

ضرر نہ ہوگا اسے تو بنے جو انجان
اسے تو جانتے ہیں سب عرب تمام عجم

برستے ابر ہیں ہاتھ اس کے جن کا فیض ہے عام
وہ برسا کرتے ہیں یکساں کبھی نہیں ہوتے کم

وہ نرم ہے کہ ڈر جلد بازیوں کا نہیں
ہے حسنِ خلق اسی کی تو زینت باہم

مصیبتوں میں قبیلوں کے بار اٹھاتا ہے
ہیں جتنے خوب شمائل ہیں اتنے خوب کرم

کبھی نہ اس نے کہا "لا" بجز تشہد کے
اگر نہ ہوتا تشہد تو ہوتا "لا" بھی نعم

خلاف وعدہ نہیں کرتا یہ مبارک ذات
ہے میزبان بھی، عقل و ارادہ بھی ہے بہم

تمام خلق پہ احسان عام ہے اس کا
اسی سے اٹھ گیا افلاس رنج و فقرِ امم

محبت اس کی ہے "دین" اور عداوت اسکی ہے کفر
ہے قرب اس کا نجات و پناہ کا عالم

شمار زاہدوں کا ہو، تو پیشوا یہ ہو
کہ بہترین خلائق اسی کو کہتے ہیں ہم

پہنچنا اس کی سخاوت کو غیر ممکن ہے
سخی ہوں لاکھ نہ پائیں گے اس کی گردِ قدم

جو قحط کی ہو مصیبت یہ ابرِ باراں ہے
جو بھڑکے جنگ کی آتش یہ شیر سے نہیں کم

نہ مفلسی کا اثر ہے فراخ دستی پر
کہ اس کو زر کی خوشی ہے نہ بے زری کا الم

اسی کی چاہ سے جاتی ہے آفت اور بدی
اسی کی وجہ سے آتی ہے نیکی اور کرم

اسی کا ذکر مقدم ہے بعد ذکرِ خدا
اسی کے نام سے ہر بات ختم کرتے ہیں ہم

مذمت آنے سے اس کے قریب بھاگتی ہے
کریم خلق سے ہوتی، نہیں سخاوت کم

خدا کے بندوں میں ہے کون ایسا جس کا سر
اسی گھرانے کے احسان سے جو نہ ہو خم

خدا کو جانتا ہے جو اسے بھی جانتا ہے
اسی کے گھر سے ملا امتوں کو دین بہم

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس قصیدہ کو سن کر ہشام غیظ و غضب سے پیچ و تاب کھانے لگا، اور اس کا نام درباری شعراء کی فہرست سے نکال کر اسے بمقام عسفان قید کر دیا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو جب اس کی قید کا حال معلوم ہوا، تو آپ نے ۱۲ ہزار درہم ان کے پاس بھیجا۔ فرزدق نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ میں نے دنیاوی اجرت کے لیے یہ قصیدہ نہیں کہا۔ اس سے میں کسبِ ثواب کا ارادہ رکھتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم آلِ محمدؐ کا یہ اصول ہے کہ جو چیز دے دیتے ہیں پھر اسے واپس نہیں لیتے۔ تم اسے لے لو خدا تمہاری نیت کا اجرِ عظیم دے گا۔ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ تقبلہا الفرزدق پھر فرزدق نے اسے قبول کر لیا۔ (صواعق محرقہ ص۱۲۰، مطالب السئول ص۲۶۲، ارجح المطالب ص۴۲۳، مجانی الادب جلد ۶ ص۲۵۳، وسیلۃ النجات ص۲۲۰، تاریخ احمدی ص۳۲۸، تاریخ آئمہ ص۳۷۹، حلیۃ الاولیاء، حافظ ابو نعیم، رسالہ حقائق لکھنو) علامہ ابن حسن جارچوی لکھتے ہیں کہ ہشام ان کو ایک ہزار دینار سالانہ دیا کرتا تھا۔ جب اس نے یہ رقم بند کر دی تو بہت پریشان ہوئے۔ معاویہ بن عبد اللہ ابن جعفر طیار نے کہا، فرزدق گھبراتے کیوں ہو؟ کتنے سال زندہ رہنے کی امید ہے۔ انہوں نے کہا یہی بیس سال، فرمایا تو یہ بیس ہزار دینار لے لو اور ہشام کا خیال چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا مجھے ابو محمد علی بن الحسینؑ نے بھی رقم عنایت فرمانے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر میں نے قبول نہ کیا، میں اس دنیا کا نہیں آخرت کے اجر کا امیدوار ہوں۔ بحار الانوار میں ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے چالیس ہزار دینار عطا فرمائے اور دعا بھی ایسا ہی کر فرزدق اس کے بعد چالیس سال اور زندہ رہے۔ (تذکرۂ محمدؐ و آل محمدؐ جلد ۲ ص۱۹۰)۔

فرزندِ رسولؐ امام زین العابدینؑ اور مختارِ آل محمدؐ

عبدالملک بن مروان کے عہدِ خلافت میں حضرت مختار بن ابی عبیدہ ثقفی قاتلان حسینؑ سے بدلہ لینے کے لیے میدان میں نکل آئے علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے انہوں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی بیعت کرنی چاہی۔ مگر آپؑ نے بیعت لینے سے انکار کر دیا۔ (مروج الذہب جلد ۶ ص۱۵۵) علامہ نور اللہ شوستری شہید ثالث تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ حلی نے مختار کو معقول لوگوں میں شمار کیا ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے ان پر نکتہ چینی کرنے سے روکا ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کے لیے رحمت کی دعا کی ہے۔ (مجالس المومنین ص۳۶) علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین نے ان کی کارگزاری کے سلسلہ میں خدا کا شکر ادا کیا۔ (جلاء العیون)

آپ کوفہ کے رہنے والے تھے، جناب مسلم بن عقیل کو آپ ہی نے سب سے پہلے مہمان رکھا تھا۔ آپ کو ابنِ زیاد نے آلِ محمدؐ سے محبت کے جرم میں قید کر دیا تھا۔ وہاں سے چھوٹنے کے بعد آپ نے خونِ حسینؑ کا بدلہ لینے کا عزم بالجزم کر لیا تھا۔ چنانچہ ۶۶ھ میں ایک بڑی جماعت کے ساتھ برآمد ہو کر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کوفہ کے حاکم بن بیٹھے اور آپ نے کتاب و سنت اور انتقام خون حسینؑ پر بیعت لے کر بڑی مستعدی سے انتقام لینا شروع کر دیا ، شمر کو قتل کر دیا ، خولی کو قتل کر کے آگ میں جلا دیا ۔ عمر بن سعد اور اس کے بیٹے حفص کو قتل کیا (تاریخ ابوالفداء) علامین لکھتے ہیں کہ شمر کو قتل کر کے اس کی لاش کو اسی طرح گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرا دیا۔ جس طرح اُس نے امام حسینؑ کی لاش کو پامال کیا تھا ۔ (وسیلۃ النجات) سنہ ۶۶ھ میں ابن زیاد کو گرفتار کرنے کے لیے ابراہیم ابن مالک اشتر کی سرکردگی میں ایک بڑا لشکر موصل بھیجا ۔ جہاں کا وہ اس وقت گورنر تھا ۔ شدید جنگ کے بعد ابراہیم نے اُسے قتل کیا ۔ اور اس کا سر مختار کے پاس بھیج کر باقی بدن نذر آتش کر دیا (ابوالفداء) پھر مختار کے حکم سے قیس ابن اشعث کی گردن ماری گئی ، بجدل ابن سلیم (جس نے امام حسینؑ کی انگلی ایک انگوٹھی کے لیے کاٹی تھی) کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے ۔ پھر حکیم ابن طفیل پر تیر بارانی کی گئی ۔ اس نے علمدار کربلا حضرت عباسؑ کو شہید کیا تھا ۔ اسی کے ساتھ ساتھ یزید ابن سالک ، عمران بن خالد ، عبداللہ بجلی ، عبداللہ ابن قیس ، زرعہ ابن شریک ، صبیح شامی اور سنان بن انس تلوار کے گھاٹ اُتارے گئے ۔ (حبیب السیر) عمر بن حجاج بھی گرفتار ہو کر قتل ہوا ۔ (روضۃ الصفا) منہال بن عمر کا بیان ہے کہ میں اسی دوران میں حج کے لیے گیا تو حضرت امام زین العابدینؑ سے ملاقات ہوئی ۔ آپ نے پوچھا حرملہ بن کاہل اسدی کا کیا حشر ہوا ۔ میں نے کہا وہ تو سالم تھا ۔ آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر فرمایا ۔ خدایا اُسے آتش تیغ کا مزہ چکھا ۔ جب میں کوفہ واپس آیا اور مختار سے ملا اور اُن سے واقعہ بیان کیا تو وہ امام کی بددعا کی تکمیل پر سجدہ شکر ادا کرنے لگے ۔ غرض کہ آپ نے بے شمار قاتلان حسینؑ کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا ۔ قاضی میبذی نے شرح دیوان مرتضوی میں لکھا ہے کہ مختار آل محمدؐ کے ہاتھوں سے قتل ہونے والوں کی تعداد اسی ہزار تین سو تین (۸۰۳۰۳) تھی ۔ مورخین کا بیان ہے کہ جناب مختار کے سامنے جس وقت ابن زیاد ملعون کا سر رکھا گیا تھا تو ایک سانپ آ کر اس کے منہ میں گھس کر ناک سے نکلنے لگا ۔ اسی طرح دیر تک آتا جاتا رہا ۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت مختار نے ابن زیاد کا سر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ منورہ بھیج دیا ۔ جس وقت وہ سر پہنچا تو آپ نے شکر خدا ادا کیا اور مختار کو دعائیں دیں ۔ مورخین کا یہ بھی بیان ہے کہ اُسی وقت سے ان عورتوں نے بالوں میں کنگھی کرنی اور سر میں تیل ڈالنا اور آنکھوں میں سرمہ لگانا شروع کیا ، جو واقعہ کربلا کے بعد سے ان چیزوں کو چھوڑے ہوئے تھیں ۔ (عقد فرید جلد ۲ ص۱۵۱) نور الابصار ص۱۲۳ ، مجالس المومنین بحار الانوار) غرض کہ جناب مختار نے انتقام خون شہداء کیلئے کے سلسلے میں کارہائے نمایاں کیے ۔ بالآخر ۱۴ رمضان سنہ ۶۷ھ کو آپ کوفہ کے دار الامارہ کے باہر شہید کر دیئے گئے ، انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب "مختار آل محمدؐ" مؤلفہ حقیر مطبوعہ لاہور) ۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امام زین العابدینؑ عمر بن عبدالعزیز کی نگاہ میں

سنہ ۸۶ھ میں عبدالملک ابن مروان کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا ولید بن عبدالملک خلیفہ بنایا گیا۔ یہ حجاج بن یوسف، کی طرح نہایت ظالم و جابر تھا۔ اسی کے عہد ظلمت میں عمر بن عبدالعزیز جو کہ ولید کا چچازاد بھائی تھا۔ حجاز کا گورنر مقرر ہوا۔ یہ بڑا منصف مزاج اور فیاض تھا۔ اسی کے عہدِ گورنری کا ایک واقعہ یہ ہے کہ سنہ ۸۸ھ میں سرورِ کائنات کے روضہ کی ایک دیوار گر گئی تھی۔ جب اُس کی مرمت کا سوال پیدا ہوا، اور اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی مقدس ہستی کے ہاتھ سے اِس کی ابتداء کی جائے تو عمر بن عبدالعزیز نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہی کو سب پر ترجیح دی۔ (وفاء الوفاء جلد ۱ ص ۴۸۶) اِسی نے فدک واپس کیا تھا اور امیرالمومنینؑ پر سے تبرا کی وہ بدعت جو معاویہ نے جاری کی تھی، بند کرائی تھی۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت

آپ اگرچہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر فرما رہے تھے لیکن آپ کے رُوحانی اقتدار کی وجہ سے بادشاہ وقت ولید بن عبدالملک نے آپ کو زہر دے دیا۔ اور آپ بتاریخ ۲۵ محرم الحرام سنہ ۹۵ھ مطابق ۷۱۴ء کو درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ مدینہ کے جنت البقیع میں دفن کر دیئے گئے۔ علامہ شبلنجی، علامہ ابن حجر، علامہ ابن صباغ مالکی، علامہ سبط ابن جوزی تحریر فرماتے ہیں کہ "وان الذی سمہ الولید بن عبدالملک"۔ جس نے آپ کو زہر دے کر شہید کیا، وہ ولید ابن عبدالملک خلیفۂ وقت ہے۔ (نورالابصار ص ۱۲۸، صواعق محرقہ ص ۱۲۰، فصول المہمہ، تذکرہ سبط ابن جوزی، ارجح المطالب ص ۴۴۴، مناقب جلد ۴ ص ۱۳۱) ملا جامی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی شہادت کے بعد آپ کا ناقہ قبر پر نالہ و فریاد کرتا ہوا تین روز میں مر گیا۔ (شواہد النبوت ص ۱۷۹) شہادت کے وقت آپ کی عمر ۵۷ سال کی تھی۔

آپ کی اولاد

علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ آپ نے گیارہ لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں۔ (صواعق محرقہ ص ۱۲۰ و ارجح المطالب ص ۴۴۴) علامہ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ اُن پندرہ اولاد کے نام یہ ہیں (۱) حضرت امام محمد باقرؑ آپ کی والدہ حضرت امام حسنؑ کی بیٹی اُم عبداللہ جناب فاطمہ تھیں (۲) عبداللہ (۳) حسن (۴) حسین (۵) زید (۶) عمر (۷) حسین (۸) عبدالرحمٰن (۹) سلیمان۔ (۱۰) علی (۱۱) محمد اصغر (۱۲) حسین اصغر (۱۳) خدیجہ (۱۴) فاطمہ (۱۵) علیہ (۱۶) اُم کلثوم (ارشاد مفید فارسی ص ۴۰۴)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جنابِ زید شہید

آپ کی اولاد میں حضرت امام باقر علیہ السّلام کے بعد سب سے زیادہ نمایاں حیثیت جنابِ زید شہید کی ہے۔ آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۱ھ میں ہشام بن عبدالملک سے تنگ آکر اپنے ہم نوا تلاش کرنے لگے اور یکم صفر ۱۲۲ھ کو چالیس ہزار ۴۰۰۰۰ کوفیوں سمیت میدان میں نکل آئے۔ عین موقع جنگ میں کوفیوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ بعض معاصرین لکھتے ہیں کہ کوفیوں کے ساتھ چھوڑنے کا سبب امام ابوحنیفہ کی نکث بیعت ہے۔ کیونکہ انھوں نے پہلے جناب زید کی بیعت کی تھی۔ پھر جب ہشام نے آپ کو دربار میں بلا کر امام اعظم کا خطاب دیا تو زیر حکومت کے ساتھ ہو گئے؛ اور انھوں نے زید کی بیعت توڑ دی۔ اسی وجہ سے ان کے تمام ماننے والے انھیں چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے۔ اس وقت آپ نے فرمایا "رفضتمونی" اے کوفیو! تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا، اسی فرمانے کی وجہ سے کوفیوں کو رافضی کہا جاتا ہے۔ جہاں اس وقت چند افراد کے سوا کوئی بھی شیعہ نہ تھا سب حضرت عثمان اور امیر معاویہ کے ماننے والے تھے۔ غرضیکہ دورانِ جنگ میں آپ کی پیشانی پر ایک تیر لگا جس کی وجہ سے آپ زمین پر تشریف لائے۔ یہ دیکھ کر آپ کا ایک خادم آگے بڑھا اور اس نے آپ کو اٹھا کر ایک مکان میں پہنچا دیا۔ زخم کاری تھا۔ کافی علاج کے باوجود جانبر نہ ہو سکے، پھر آپ کے خادموں نے خفیہ طور پر آپ کو دفن کر دیا اور قبر پر سے پانی گزار دیا تاکہ قبر کا پتہ نہ چل سکے۔ لیکن دشمنوں نے سراغ لگا کر لاش قبر سے نکال لی اور سر کاٹ کر ہشام کے پاس بھیجنے کے بعد آپ کے جثہ یعنی بدن کو سولی پر لٹکا دیا۔ چار سال تک یہ جسم سولی پر لٹکا رہا۔ خدا کی قدرت تو دیکھئے اس نے مکڑی کو حکم دیا اور اس نے آپ کے عورتین پر گھنا جالا تان دیا۔ (خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۵۸ وحیوات الحیوان) چار سال کے بعد آپ کے جسم کو نذرِ آتش کر کے راکھ دریائے فرات میں بہا دی گئی۔ (عمدۃ الطالب صفحہ ۲۴۳) شہادت کے وقت آپ کی عمر ۴۲ سال کی تھی حضرت زید شہید عظیم مناقب و فضائل کے مالک تھے۔ آپ کو "حلیف القرآن" کہا جاتا تھا۔ آپ ہی کی اولاد کو زیدی کہا جاتا ہے اور چونکہ آپ کا قیام بمقام واسط تھا۔ اس لیے بعض حضرات اپنے نام کے ساتھ زیدی الواسطی لکھتے ہیں۔ تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ ۸۳ھ میں حجاج بن یوسف نے شہر واسط کی بنیاد ڈالی تھی۔ جنابِ زید کے چار بیٹے تھے۔ جن میں جنابِ یحییٰ بن زید کی شجاعت کے کارنامے تاریخ

لہ انھوں نے سلطنتِ ہشام میں دعویٰ خلافت کیا تھا۔ بہت سے لوگوں نے بیعت کر لی تھی۔ مدائن۔ بصرہ واسط۔ موصل۔ خراسان۔ رے۔ جرجان کے علاوہ صرف کوفہ ہی کے ۱۵ ہزار شخص تھے جب یوسف ثقفی ان کے مقابلہ میں آیا تو سب لوگ انھیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ زید شہید نے فرمایا: "رفضونا الیوم" اس دن سے رافضی کا لفظ نکلا۔۔۔ ان کے چار فرزند تھے یحییٰ۔ حسین۔ عیسیٰ۔ محمد۔ سادات بارہ و نگرام کا نسب محمد بن عیسیٰ تک منتہی ہوتا ہے۔ (کتاب رحمۃ للعالمین جلد ۲ صفحہ ۱۴۲)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے اوراق میں سونے کے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آپ واد ھیال کی طرف سے حضرت امام حسینؑ اور نانیہال کی طرف سے جناب محمد ابن الحنفیہ کی یادگار رہتے۔ آپ کی والدہ کا نام ریطہ تھا جو محمد بن حنفیہ کی پوتی تھیں۔ نسلِ رسول میں ہونے کی وجہ سے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی۔ آپ نے جان کے تحفظ کے لیے یادگار جنگ کی۔ بالآخر ۱۲۵ھ میں آپ شہید ہوگئے۔ پھر ولید ابن یزید بن عبدالملک کے حکم سے آپ کا سر کاٹا گیا اور ہاتھ پاؤں قطع کیے گئے۔ اس کے بعد نعش مبارک سولی پر لٹکا دی گئی۔ پھر ایک عرصہ کے بعد اُسے اُتار کر جلایا گیا اور ہتھوڑے سے کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کیا گیا۔ پھر ایک بورے میں رکھ کر کشتی کے ذریعے سے ایک ایک مٹھی راکھ دریائے فرات کی سطح پر چھڑک دی گئی۔ اس طرح اس فرزندِ رسول کے ساتھ ظلمِ عظیم کیا گیا۔

عیسیٰ بن زید

بھی جناب زید شہید کے نہایت بہادر صاحبزادے تھے۔ خلیفۂ وقت آپ کے بھی خون کا پیاسا تھا، آپ اپنا حسب نسب ظاہر نہ کر سکتے تھے خلیفہ جابر و جابر کی وجہ سے روپوشی کی زندگی گزارتے تھے، کوفہ میں آبپاشی کا کام شروع کر دیا تھا اور وہیں ایک عورت سے شادی کرلی تھی اور اس سے بھی اپنا حسب و نسب ظاہر نہیں کیا تھا۔ اس عورت سے آپ کی ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ جو بڑی ہو کر شادی کے قابل ہوگئی، اسی دوران میں آپ نے ایک مالدار بہشتی کے وہاں ملازمت کرلی جس کے ایک لڑکا تھا۔ مالدار بہشتی نے جناب عیسیٰ کی بیوی سے اپنے لڑکے کا پیغام دیا۔ جناب عیسیٰ کی بیوی بہت خوش ہوئی کہ مالدار گھرانے سے لڑکی کا رشتہ آیا ہے جب جناب عیسیٰ گھر تشریف لائے تو اُن کی بیوی نے کہا کہ میری لڑکی کی تقدیر چمک اُٹھی ہے کیونکہ مالدار گھرانے سے پیغام آیا ہے۔ یہ سُننا تھا کہ جناب عیسیٰ سخت متفکر ہوئے، بالآخر خدا سے دُعا کی، بارِ الٰہا سیدانی غیر سید سے بیاہی جا رہی ہے۔ مالک میری لڑکی کو موت دے دے۔ لڑکی بیمار ہوئی اور دفعتہً اسی دن انتقال کر گئی۔ اس کے انتقال پر آپ رو رہے تھے، ان کے ایک دوست نے کہا کہ اتنے بہادر ہو کر آپ روتے ہیں۔ اُنھوں نے فرمایا کہ اس کے مرنے پر نہیں رو رہا۔ میں اپنی اس بے بسی پر گریہ کر رہا ہوں کہ حالات ایسے ہیں کہ میں اس سے یہ تک نہیں بتا سکا کہ میں سید ہوں اور تو سید زادی ہے۔ (عمدۃ الطالب ص ۲۷۰)

علامہ ابوالفرج اصفہانی المتوفی ۳۵۶ھ لکھتے ہیں کہ جناب عیسیٰ ابن زید نے اپنے دوست سے کہا تھا کہ میں اس حالت میں نہیں ہوں کہ ان لوگوں کو یہ بتا سکوں "بان ذالک غیر جائز" کہ یہ شادی جائز نہیں ہے اس لیے کہ یہ لڑکا ہمارے کفو کا نہیں ہے۔ (مقاتل الطالبین ص ۲۷۰ طبع نجف اشرف ۱۳۸۵ھ)۔

۱؎ منہاج الدموع ص۵۴

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

ابو جعفر

حضرت

امام محمد باقر

علیہ السلام

jabir.abbas@yahoo.com

باقرِ آلِ محمدؐ اور زین العابدینؑ — کس طرح زندہ رہے گویا ہے رازِ کبریا
کربلا کی ہر بلا ہر ابتلا کو جھیل کر — زندگی ان کی حقیقت میں ہے زندہ معجزہ

(رضا برقتاسوی (کراچی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۷

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

ہوا پیدا جہاں میں آج وہ ہمنام پیغمبر — لقب باقر ہے جس کا اور کنیت ابوجعفر
امام المتقین، منصوص اور معصوم عالم میں — نبی کا پانچواں نائب ہمارا پانچواں رہبر

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پانچویں جانشین، ہمارے پانچویں امام اور سلسلہ عصمت کی ساتویں کڑی تھے۔ آپ کے والد ماجد سید الساجدین حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تھے۔ اور والدہ ماجدہ اُمّ عبداللہ فاطمہ بنت حضرت امام حسن علیہ السلام تھیں۔ علماء کا اتفاق ہے کہ آپ باپ اور ماں دونوں کی طرف سے علوی اور نجیب الطرفین ہاشمی تھے۔ نسب کا یہ شرف کسی کو بھی نہیں ملا۔ (صواعق محرقہ ص ۱۲۰ و مطالب السؤل ص ۲۶۹) آپ اپنے آباؤ اجداد کی طرح امام منصوص، معصوم، اعلم زمانہ اور افضل کائنات تھے یعنی خدا کی طرف سے آپ امام، معصوم اور اپنے عہد امامت میں سب سے بڑے عالم اور کائنات میں سب سے افضل تھے۔ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ آپ عبادت علم اور زہد وغیرہ میں حضرت امام زین العابدین کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ (صواعق محرقہ ص ۱۲۰) علامہ محمد ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ آپ علم، زہد، تقویٰ، طہارت، صفائے قلب اور دیگر محاسن و فضائل میں اس درجہ پر فائز تھے کہ یہ صفات خود ان کی طرف انتساب سے ممتاز قرار پائے۔ (مطالب السؤل ص ۲۶۹) علامہ ابن سعد کا کہنا ہے کہ آپ تابعین کے تیسرے طبقہ میں سے تھے اور بہت بڑے عالم، عابد اور ثقہ تھے۔ ابن شہاب زہری اور امام نسائی نے آپ کو ثقہ فقیہہ لکھا ہے۔ فقہائے کی بڑی جماعت نے آپ سے روایت کی ہے۔ عطا کا بیان ہے کہ علماء کو ازروئے علم کسی کے سامنے اس قدر اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتے ہوئے نہیں دیکھا جس طرح سے کہ وہ اپنے آپ کو امام محمد باقر علیہ السلام کے روبرو سمجھتے تھے۔ میں نے حکم جیسے عالم کو ان کے سامنے سپر انداختہ دیکھا ہے۔ (ارجح المطالب ص ۴۴۶) صاحب روضۃ الصفا کا کہنا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے فضائل لکھنے کے لیے ایک علیحدہ کتاب درکار ہے۔ خواجہ محمد پارسا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لکھتے ہیں کہ "امام بارع مجمع جلالہ وکمالہ"۔ آپ عظیم الشان امام و پیشوا اور جامع صفات جلال و کمال تھے (فصل الخطاب) علامہ شیخ محمد خضری بک لکھتے ہیں کہ امام محمد باقرؑ اپنے زمانہ میں بنی ہاشم کے سردار تھے (تاریخ فقہ ص۱۰۹ طبع کراچی)۔

آپ کی ولادت باسعادت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بتاریخ یکم رجب المرجب ۵۷ھ ہجری یوم جمعہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ (اعلام الوریٰ ص۱۵۵ وجلاء العیون ص۲۶۰ جنات الخلود ص۲۵) علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ بطن مادر میں تشریف لائے تو آباء و اجداد کی طرح آپ کے گھر میں آواز غیب آنے لگی اور جب نو ماہ کے ہوئے تو فرشتوں کی بے انتہا آوازیں آنے لگیں اور شب ولادت ایک نور ساطع ہوا۔ ولادت کے بعد قبلہ رو ہو کر آسمان کی طرف رخ فرمایا۔ اور (آدم کی مانند) تین بار چھینکنے کے بعد حمد خدا بجا لائے، ایک شبانہ روز دست مبارک سے نور ساطع رہا۔ آپ ختنہ کردہ، ناف بریدہ، تمام آلائشوں سے پاک اور صاف متولد ہوئے تھے۔ (جلاء العیون ص۲۵۹)۔

اسم گرامی، کنیت اور القاب

آپ کا اسم گرامی "لوح محفوظ" کے مطابق اور سرور کائنات کی تعیین کے موافق "محمد" تھا۔ آپ کی کنیت ابوجعفر تھی، اور آپ کے القاب کثیر تھے، جن میں باقر، شاکر، ہادی زیادہ مشہور ہیں۔ (مطالب السئول ص۲۶۹ شواہد النبوت ص۱۸۱)۔

باقر کی وجہ تسمیہ

باقر، بقرہ سے مشتق اور اسی کا اسم فاعل ہے اس کے معنی شق کرنے اور وسعت دینے کے ہیں۔ (المنجد ص۴۱) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو اس لقب سے اس لیے ملقب کیا گیا تھا کہ آپ نے علوم و معارف کو نمایاں فرمایا اور حقائق احکام و حکمت و لطائف کے وہ سربستہ خزانے ظاہر فرما دیئے جو لوگوں پر ظاہر و ہویدا نہ تھے۔ (صواعق محرقہ ص۱۲۰ مطالب السئول ص۲۶۹ شواہد النبوت ص۱۸۱) جوہری نے اپنی صحاح میں لکھا ہے کہ "توسع فی العلم" کو بقر کہتے ہیں، اسی لیے امام محمد بن علی کو باقر سے ملقب کیا جاتا ہے۔ علامہ سبط ابن جوزی کا کہنا ہے کہ کثرت سجود کی وجہ سے چونکہ آپ کی پیشانی وسیع تھی اس لیے آپ کو باقر کہا جاتا ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جامعیت علمیہ کی وجہ سے آپ کو یہ لقب دیا گیا ہے۔ شہید ثالث علامہ نور اللہ شوشتری کا کہنا ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ امام محمد باقر علوم و معارف کو اس طرح شگافتہ کر دیں گے جس طرح زراعت کے لیے زمین شگافتہ کی جاتی ہے۔ (مجالس المومنین ص۱۱۷)

بادشاہان وقت

آپ ۵۷ھ میں معاویہ ابن ابی سفیان کے عہد میں پیدا ہوئے ۶۰ھ میں یزید بن معاویہ بادشاہ وقت رہا۔ ۶۴ھ میں معاویہ بن یزید اور

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مروان بن حکم بادشاہ رہے۔ ۶۵ھ سے ۸۶ھ تک عبدالملک بن مروان خلیفۂ وقت رہا پھر ۸۶ھ سے ۹۶ھ تک ولید بن عبدالملک نے حکمرانی کی، اسی نے ۹۵ھ میں آپ کے والد ماجد کو درجۂ شہادت پر فائز کر دیا۔ اسی ۹۵ھ سے آپ کی امامت کا آغاز ہوا، اور ۱۱۴ھ تک آپ فرائض امامت ادا فرماتے رہے۔ اسی دوران میں ولید بن عبدالملک کے بعد سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، یزید ابن عبدالملک اور ہشام بن عبدالملک بادشاہِ وقت رہے۔ (اعلام الوریٰ ص ۱۵۶)۔

واقعہ کربلا میں امام محمد باقر علیہ السلام کا حصہ

آپ کی عمر ابھی اڑھائی سال کی تھی، کہ آپ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ وطن عزیز مدینہ منورہ چھوڑنا پڑا، پھر مدینہ سے مکہ اور وہاں سے کربلا تک کی صعوبت سفر برداشت کرنا پڑی۔ اس کے بعد واقعۂ کربلا کے مصائب دیکھے، کوفہ و شام کے بازاروں اور درباروں کا حال دیکھا۔ ایک سال شام میں قید رہے۔ پھر وہاں سے چھوٹ کر ۸ ربیع الاول ۶۲ھ ہجری کو مدینہ منورہ واپس ہوئے۔ جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی، تو آپ ایک دن کنوئیں میں گر گئے۔ لیکن خدا نے آپ کو ڈوبنے سے بچا لیا۔ (اور جب آپ پانی سے برآمد ہوئے تو آپ کے کپڑے اور آپ کا بدن تک بھیگا ہوا نہ تھا۔ (مناقب جلد ۴ ص ۱۰۹)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور جابر بن عبداللہ انصاری کی باہمی ملاقات

یہ مسلم حقیقت ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ظاہری زندگی کے اختتام پر امام محمد باقر کی ولادت سے تقریباً ۴۶ سال قبل جابر بن عبداللہ انصاری کے ذریعہ سے امام محمد باقر علیہ السلام کو سلام کہلایا تھا۔ امام علیہ السلام کا یہ شرف اس درجہ ممتاز ہے۔ کہ آل محمد میں سے کوئی بھی اس کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ (مطالب السؤل ص ۲۷۲)۔

مورخین کا بیان ہے کہ سرور کائنات ایک دن اپنی آغوش مبارک میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو لئے ہوئے پیار کر رہے تھے ناگاہ آپ کے صحابی خاص جابر بن عبداللہ حاضر ہوئے۔ حضرت نے جابر کو دیکھ کر فرمایا۔ اے جابر! میرے اس فرزند کی نسل سے ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جو علم و حکمت سے بھرپور ہوگا۔ اے جابر! تم اس کا زمانہ پاؤ گے، اور اس وقت تک زندہ رہو گے۔ جب تک وہ سطح ارض پر آ نہ جائے۔ اے جابر! دیکھو جب تم اس سے ملنا تو اسے میرا سلام کہہ دینا۔ جابر نے اس خبر اور اس پیشین گوئی کو کمال مسرت کے ساتھ سنا۔ اور اسی وقت سے اس بہجت آفرین ساعت کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ چشم انتظار پتھرا گئیں اور آنکھوں کا نور جاتا رہا۔ جب تک آپ بینا تھے ہر مجلس و محفل میں تلاش کرتے رہے اور جب نورِ نظر جاتا رہا تو زبان سے پکارنا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شروع کر دیا۔ آپ کی زبان پر جب ہر وقت امام محمد باقرؑ کا نام رہنے لگا۔ تو لوگ یہ کہنے لگے کہ جابر کا دماغ ضعفِ پیری کی وجہ سے از کار رفتہ ہو گیا ہے۔ لیکن بہرحال وہ وقت آ ہی گیا کہ آپ پیغامِ احمدی اور سلامِ محمدی پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم جناب جابر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لائے، آپ کے ہمراہ آپ کے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام بھی تھے۔ امام علیہ السلام نے اپنے فرزندِ ارجمند سے فرمایا کہ چچا جابر بن عبداللہ انصاری کے سر کا بوسہ دو۔ انھوں نے فوراً تعمیلِ ارشاد کیا، جابر نے ان کو اپنے سینے سے لگایا اور کہا کہ ابن رسول اللہ آپ کو آپ کے جدِ نامدار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سلام فرمایا ہے۔ حضرت نے کہا اے جابر ان پر اور تم پر میری طرف سے بھی سلام ہو۔ اس کے بعد جابر بن عبداللہ انصاری نے آپ سے شفاعت کے لیے ضمانت کی درخواست کی۔ آپ نے اسے منظور فرمایا اور کہا کہ میں تمہارے جنت میں جانے کا ضامن ہوں۔ (صواعق محرقہ ص ۱۲۰ وسیلۃ النجات ص ۳۳۰ مطالب السؤل ص ۲۷۳ شواہد النبوت ص ۱۸۱ نور الابصار ص ۱۴۳ رجال کشی ص ۲۷ تاریخ طبری جلد ۳ ص ۹۶ مجالس المومنین ص ۱۱۷ علامہ محمد بن طلحہ شافعی کا بیان ہے کہ آنحضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ "ان بقاءک بعد رویتہ یسیر" کہ اے جابر میرا پیغام پہنچانے کے بعد بہت تھوڑا زندہ رہو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مطالب السؤل ص ۲۷۳)۔

سات سال کی عمر میں امام محمد باقرؑ کا حج خانہ کعبہ

علامہ جامی تحریر فرماتے ہیں کہ راوی بیان کرتا ہے کہ میں حج کے لیے جا رہا تھا، راستہ پُرخطر اور انتہائی تاریک تھا جب میں لق و دق صحرا میں پہنچا تو ایک طرف سے کچھ روشنی کی کرن نظر آئی میں اس کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ ناگاہ ایک سات سال کا لڑکا میرے قریب آ پہنچا میں نے سلام کا جواب دینے کے بعد اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کہاں سے آ رہے ہیں اور کہاں کا ارادہ ہے؟ اور آپ کے پاس زادِ راہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا، سنو: میں خدا کی طرف سے آ رہا ہوں اور خدا کی طرف جا رہا ہوں، میرا زادِ راہ "تقویٰ" ہے۔ میں عربی النسل، قریشی خاندان کا علوی نژاد ہوں۔ میرا نام محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہے۔ یہ کہہ کر وہ نظروں سے غائب ہو گئے اور مجھے پتہ نہ چل سکا کہ آسمان کی طرف پرواز کر گئے یا زمین میں سما گئے۔ (شواہد النبوت ص ۱۸۲)

حضرت امام محمد باقرؑ اور اسلام میں سکے کی ابتداء

مورخ شہیر ذاکر حسین تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۴۲ میں لکھتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے ۷۵ھ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی صلاح سے اسلامی سکہ جاری کیا اس سے پہلے روم و ایران کا سکہ اسلامی

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ممالک میں بھی جاری تھا۔

اس واقعہ کی تفصیل علامہ دمیری کے حوالہ سے یہ ہے کہ ایک دن علامہ کسائی سے خلیفہ ہارون رشید عباسی نے پوچھا کہ اسلام میں درہم و دینار کے سکے، کب اور کیونکر رائج ہوئے انھوں نے کہا کہ سکوں کا اجرا خلیفہ عبدالملک بن مروان نے کیا ہے۔ لیکن اس کی تفصیل سے ناواقف ہوں اور مجھے نہیں معلوم کہ ان کے اجرا اور ایجاد کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ ہارون الرشید نے کہا کہ بات یہ ہے کہ زمانہ سابق میں جو کاغذ وغیرہ ممالک اسلامیہ میں مستعمل ہوتے تھے۔ وہ مصر میں تیار ہوا کرتے تھے۔ جہاں اس وقت نصرانیوں کی حکومت تھی، اور وہ تمام کے تمام بادشاہ روم کے مذہب پر تھے۔ وہاں کے کاغذ پر جو ضرب یعنی (ٹریڈ مارک) ہوتا تھا۔ اس میں بزبان روم (اب۔ ابن۔ روح القدس لکھا ہوتا تھا۔ فلم یزل ذالک کذالک فی صدر الاسلام کلہ بمعنی علی ما کان علیہ الخ) اور یہی چیز اسلام میں جتنے دور گزرے تھے سب میں رائج تھی یہاں تک کہ جب عبدالملک بن مروان کا زمانہ آیا تو چونکہ وہ بڑا ذہین اور ہوشیار تھا۔ لہٰذا اس نے ترجمہ کرا کے گورنر مصر کو لکھا کہ تم رومی ٹریڈ مارک کو موقوف و متروک کر دو۔ یعنی کاغذ کپڑے وغیرہ جو اب تیار ہوں ان میں یہ نشانات نہ لگنے دو۔ بلکہ ان پر یہ لکھوا دو "شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو" چنانچہ اس حکم پر عمل درآمد کیا گیا۔ جب اس نئے مارک کے کاغذوں کا جن پر کلمہ توحید ثبت تھا۔ رواج پایا تو قیصر روم کو بے انتہا ناگوار گزرا۔ اس نے تحفے تحائف بھیج کر عبدالملک بن مروان خلیفہ وقت کو لکھا کہ کاغذ وغیرہ پر جو "مارک" پہلے تھا وہی بدستور جاری کرو۔ عبدالملک نے ہدایا لینے سے انکار کر دیا اور سفیر کو تحائف و ہدایا سمیت واپس بھیج دیا اور اس کے خط کا جواب تک نہ دیا قیصر روم نے تحائف کو دوگنا کر کے پھر بھیجا اور لکھا کہ تم نے میرے تحائف کو کم سمجھ کر واپس کر دیا۔ اس لیے اب اضافہ کر کے بھیج رہا ہوں۔ اسے قبول کر لو اور کاغذ سے نیا "مارک" ہٹا دو۔ عبدالملک نے پھر ہدایا واپس کر دیا اور مثل سابق کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد قیصر روم نے تیسری مرتبہ خط لکھا اور تحائف و ہدایا بھیجے اور خط میں لکھا کہ تم نے میرے خطوط کے جوابات نہیں دیئے، اور نہ میری بات قبول کی۔ اب میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم نے اب بھی رومی ٹریڈ مارک کو از سر نو رواج نہ دیا اور توحید کے جملے کاغذ سے نہ ہٹائے تو میں تمہارے رسولؐ کو گالیاں۔ سکہ درہم و دینار پر نقش کرا کے تمام ممالک اسلامیہ میں رائج کر دوں گا اور تم کچھ نہ کر سکو گے۔ دیکھو اب جو میں نے تم کو لکھا ہے اسے پڑھ کر ارفض جبینک عرقاً۔ اپنی پیشانی کا پسینہ پونچھ ڈالو۔ اور جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو تاکہ ہمارے اور تمہارے درمیان جو رشتہ محبت قائم ہے بدستور باقی رہے۔

عبدالملک ابن مروان نے جس وقت اس خط کو پڑھا اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ ہاتھ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے طوطے اُڑ گئے اور نظروں میں دُنیا تاریک ہو گئی۔ اُس نے بکمال اضطراب میں علماء فضلاء اہل الرائے اور سیاست دانوں کو فوراً جمع کر کے ان سے مشورہ طلب کیا اور کہا کہ کوئی ایسی بات سوچو کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے یا سراسر اسلام کامیاب ہو جائے۔ سب نے سر جوڑ کر بہت دیر تک غور کیا۔ لیکن کوئی ایسی رائے نہ دے سکے جس پر عمل کیا جا سکتا۔ "فلم یجد عند احد منھم رایا یعل بہ" جب بادشاہ اُن کی کسی رائے سے مطمئن نہ ہو سکا تو اور زیادہ پریشان ہوا۔ اور دل میں کہنے لگا میرے پلنے والے اب کیا کروں۔ ابھی وہ اِسی تردد میں بیٹھا تھا کہ اس کا وزیرِ اعظم "ابن زنباع" بول اُٹھا۔ بادشاہ تو یقیناً جانتا ہے کہ اس اہم موقع پر اسلام کی مشکل کُشائی کون کر سکتا ہے۔ لیکن عمداً اس کی طرف رُخ نہیں کرتا۔ بادشاہ نے کہا "ویحک من" خدا تجھے سمجھے، بتا تو سہی وہ کون ہے؟ وزیرِ اعظم نے عرض کی "علیک بالباقر من اھل بیت النبی" میں فرزندِ رسول امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف اشارہ کر رہا ہوں اور وہی اِس آڑے وقت میں تیرے کام آ سکتے ہیں۔ عبدالملک بن مروان نے جونہی آپ کا نام سُنا۔ "قال صدقت" کہنے لگا۔ خدا کی قسم تم نے سچ کہا اور صحیح رہبری کی ہے۔

اس کے بعد اُسی وقت فوراً اپنے عاملِ مدینہ کو لکھا کہ اس وقت اِسلام پر ایک سخت مصیبت آ گئی ہے اور اِس کا دفع ہونا امام محمد باقر کے بغیر ناممکن ہے، لہٰذا جس طرح ہو سکے انھیں راضی کر کے میرے پاس بھیج دو، دیکھو اِس سلسلہ میں جو مصارف ہوں گے: وہ بذمہ حکومت ہوں گے۔

عبدالملک نے درخواست طلبی، مدینہ ارسال کرنے کے بعد شاہِ روم کے سفیر کو نظر بند کر دیا۔ اور حکم دیا کہ جب تک میں اِس مسئلہ کو حل نہ کر سکوں اِسے پایۂ تخت سے جانے نہ دیا جائے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عبدالملک بن مروان کا پیغام پہنچا اور آپ فوراً عازمِ سفر ہو گئے اور اہلِ مدینہ سے فرمایا کہ چونکہ اسلام کا کام ہے لہٰذا میں اپنے تمام کاموں پر اِس سفر کو ترجیح دیتا ہوں۔ الغرض آپ وہاں سے روانہ ہو کر عبدالملک کے پاس جا پہنچے، بادشاہ چونکہ سخت پریشان تھا، اِس لیے اُس نے آپ کے استقبال کے فوراً بعد عرضِ مدعا کر دیا۔ امام علیہ السلام نے مُسکراتے ہوئے فرمایا۔ "لا یعظم ھذا علیک فانہ لیس بشیٔ" اے بادشاہ گھبرا نہیں یہ تو بہت ہی معمولی بات ہے۔ میں اسے ابھی چٹکی بجاتے حل کیے دیتا ہوں۔ بادشاہ سُن، مجھے بعلمِ امامت معلوم ہے کہ خدائے قادر و توانا قیصرِ روم کو اِس فعلِ قبیح پر قدرت ہی نہ دے گا اور پھر ایسی صورت میں جب کہ اُس نے تیرے ہاتھوں میں اِس سے عہدہ برآ ہونے کی طاقت دے رکھی ہے۔ بادشاہ نے عرض کی یا ابن رسول اللہ وہ کونسی طاقت ہے جو مجھے نصیب ہے اور جس کے ذریعہ سے میں کامیابی حاصل کر سکتا ہوں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اسی وقت حکاک اور کاریگروں کو بلاؤ اور ان سے درہم و

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دینار کے سکے ڈھلوا کر اور ممالکِ اسلامیہ میں رائج کر دو۔ اُس نے پوچھا کہ ان کی کیا شکل وصورت ہو گی اور وہ کس طرح ڈھلیں گے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ سکّہ کے ایک طرف کلمہ توحید، دوسری طرف پیغمبر اسلام کا نام نامی اور ضرب سکّہ کا سن لکھا جائے۔ اس کے بعد اُس کے اوزان بتلاتے ہوئے آپ نے کہا کہ درہم کے تین سکّے اس وقت جاری ہیں۔ ایک بغلی جو دس مثقال کے دس ہوتے ہیں دوسرے سمری خفاف جو چھ مثقال کے دس ہوتے ہیں۔ تیسرے پانچ مثقال کے دس یہ کل ۲۱ مثقال ہوئے اس کو تین پر تقسیم کرنے پر حاصل تقسیم ، مثقال ہوتے۔ اسی سات مثقال کے دس درہم بنواؤ۔ اور اسی سات مثقال کی قیمت سونے کے دینار تیار کر جس کا خوردہ دس درہم ہو۔ سکّہ درہم کا نقش چونکہ فارسی میں ہے۔ اس لیے اسی فارسی میں رہنے دیا جائے، اور دینار کا سکّہ رومی حرفوں میں ہے۔ لہٰذا سے رومی ہی حرفوں میں کندہ کرایا جائے اور ڈھلانے کی مشین (سانچہ) شیشے کا بنوایا جائے تاکہ سب ہم وزن تیار ہو سکیں۔

عبدالملک نے آپ کے حکم کے مطابق تمام سکّے ڈھلوا لیے اور سب کام درست کرلیا۔ اس کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ اب کیا کروں؟ "امام محمد بن علیؑ" آپ نے حکم دیا کہ ان سکوں کو تمام ممالکِ اسلامیہ میں رائج کر دے۔ اور ساتھ ہی ایک سخت حکم نافذ کر دے جس میں یہ ہو کہ اسی سکّہ کو استعمال کیا جائے اور رومی سکّے خلافِ قانون قرار دیے گئے۔ اب جو خلاف ورزی کرے گا اُسے سخت سزا دی جائے گی، اور بوقتِ ضرورت اسے قتل بھی کیا جا سکے گا۔

عبدالملک ابن مروان نے تعمیلِ ارشاد کے بعد سفیرِ روم کو رہا کر کے کہا کہ اپنے بادشاہ سے کہنا کہ ہم نے اپنے سکّے ڈھلوا کر رائج کر دیئے اور تمہارے سکّے کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ اب تم سے جو ہو سکے کر لو۔

سفیرِ روم یہاں سے رہا ہو کر جب اپنے قیصر کے پاس پہنچا اور اس سے ساری داستان بتائی تو وہ حیران رہ گیا۔ اور سر ڈال کر دیر تک خاموش بیٹھا سوچتا رہا۔ لوگوں نے کہا، بادشاہ تو نے جو یہ کہا تھا کہ میں مسلمانوں کے پیغمبر کو سکوں پر گالیاں کندہ کرا دوں گا۔ اب اس پر عمل کیوں نہیں کرتے اس نے کہا کہ اب گالیاں کندہ کر کے کیا کروں گا۔ اب تو ان کے ممالک میں میرا سکّہ ہی نہیں چل رہا۔ اور لین دین ہی نہیں ہو رہا۔ (حیواۃ الحیوان دمیری المتوفی ۸۰۸ھ جلد ۱ ص ۶۳ طبع مصر ۱۳۵۶ ہجری)۔

ولید بن عبدالملک کی آلِ محمدؐ پر ظلم آفرینی

تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ ۸۶ھ میں ولید بن عبدالملک ابن مروان خلیفہ مقرر ہوا تاریخ کامل میں ہے کہ ۹۱ھ میں اس نے حج کعبہ ادا کیا۔ مؤرخین اسلام کا بیان ہے کہ جب ولید بن عبدالملک

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ آیا تو ایک دن منبرِ رسول پر خطبہ دیتے ہوئے اُس کی نظر امام حسنؑ کے بیٹے حسن مثنیٰ پر پڑی جو خانۂ جناب سیدہ میں بیٹھے ہوئے آئینہ دیکھ رہے تھے۔ خطبہ سے فراغت کے بعد اُس نے عمر بن عبدالعزیز کو طلب کر کے کہا کہ تم نے حسن بن حسن وغیرہ کو کیوں اب تک اس مکان میں رہنے دیا، اور کیوں نہ ان کو یہاں سے نکال باہر کیا۔ میں نہیں چاہتا کہ آئندہ پھر ان لوگوں کو یہاں دیکھوں۔ ضرورت ہے کہ یہ مکان ان سے خالی کرا لیا جائے اور اسے خرید کر مسجد میں شامل کر دیا جائے۔ حسن مثنیٰ اور فاطمہ بنت امام حسین علیہ السّلام اور ان کی اولاد نے گھر چھوڑنے سے انکار کیا۔ ولید نے حکم دیا کہ مکان کو ان لوگوں پر گرا دو۔ پھر لوگوں نے زبردستی اسباب نکال کر پھینکنا اور اُسے اُجاڑنا شروع کر دیا۔ مجبوراً یہ حضرات مخدرات عالیات سمیت روزِ روشن میں گھر سے نکل کر بیرون مدینہ سکونت پذیر ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد اسی قسم کا واقعہ جناب حفصہ کے مکان کا بھی پیش آیا جو اولاد حضرت عمر کے قبضہ میں تھا۔ چنانچہ جب اُن سے کہا گیا کہ گھر سے باہر نکلو تو انھوں نے منظور نہ کیا اور ان کی قیمت بھی قبول نہ کی۔ حجاج بن یوسف اُس وقت مدینہ میں موجود تھا۔ اُس نے چاہا کہ مکان کو گرا دے۔ مگر جب اس بات کی اطلاع ولید بن عبدالملک کو ہوئی تو اُس نے عمر بن عبدالعزیز عامل مدینہ کو لکھا کہ اولادِ عمر بن خطاب کی رضاجوئی میں کمی نہ کرو۔ اور ان کا احترام ملحوظ خاطر رکھو۔ اگر وہ مکان فروخت کرنے پر راضی نہ ہوں تو اُن کے رہنے کے لیے مکان کا ایک حصّہ چھوڑ دو۔ اور ان کی آمد و رفت کے لیے مسجد کی جانب ایک دروازہ بھی رہنے دو۔ (کتاب جذب القلوب ص۱۷۳ و وفاء الوفاء جلد ا ص۳۶۳)

آپ کے والدِ ماجد کی وفات حسرتِ آیات

جب آپ کی عمر تقریباً ۳۸ سال کی ہوئی تو ولید بن عبدالملک نے آپ کے والد ماجد حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کو ۹۵ھ میں زہرِ دغا سے شہید کر دیا۔ آپ نے فرائض تجہیز و تکفین سرانجام دیئے۔ آپ ہی نے نماز پڑھائی۔ ملا جامیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے اپنے بعد آپ کو اپنا وصی مقرر فرمایا۔ کیونکہ آپ ہی تمام اولاد میں افضل و ارفع تھے۔ علماء کا بیان ہے کہ اپنے والد ماجد کی ظاہری وفات کے بعد آپ امام زمانہ قرار پائے اور آپ پر امامت کے فرائض کی ادائیگی کی ذمہ داری عاید ہو گئی۔

حضرتِ امام محمد باقر علیہ السّلام کی علمی حیثیت

کسی معصوم کی علمی حیثیت پر روشنی ڈالنی بہت دشوار ہے۔ کیونکہ معصوم اور امام زمانہ کو علم لدنی ہوتا ہے، وہ خدا کی بارگاہ سے علمی صلاحیتوں سے بھرپور متولد ہوتا ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چونکہ امام زمانہ اور معصوم ازلی تھے۔ اس لیے آپ کے علمی کمالات، علمی کارنامے اور آپ کی علمی حیثیت کی وضاحت ناممکن ہے۔ تاہم میں ان واقعات میں سے مشتے از خروارے، لکھتا ہوں جن پر علما عبور حاصل کر سکے ہیں۔

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حضرت کا خود ارشاد ہے کہ علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیئ۔ ہمیں طائروں تک کی زبان سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر چیز کا علم عطا کیا گیا ہے۔ (مناقب شہر آشوب جلد ۵ صـ۱۱)۔

روضۃ الصفا میں ہے، بخدا سوگند کہ ما خازنان خدائیم در آسمان و زمین الخ خدا کی قسم ہم زمین اور آسمان میں خداوند عالم کے خازن علم ہیں اور ہم ہی شجرۂ نبوت اور معدن حکمت ہیں۔ وحی ہمارے یہاں آتی رہی اور فرشتے ہمارے یہاں آتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ظاہری ارباب اقتدار ہم سے جلتے اور حسد کرتے ہیں۔ لسان الواعظین میں ہے کہ ابو مریم عبدالغفار کا کہنا ہے کہ میں ایک دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ (۱) مولا کون سا اسلام بہتر ہے فرمایا جس سے اپنے برادر مومن کو تکلیف نہ پہنچے۔ (۲) کونسا خلق بہتر ہے فرمایا صبر اور معاف کر دینا (۳) کون سا مومن کامل ہے۔ فرمایا جس کے اخلاق بہتر ہوں (۴) کون سا جہاد بہتر ہے، فرمایا جس میں اپنا خون بہہ جائے۔ (۵) کون سی نماز بہتر ہے فرمایا جس کا قنوت طویل ہو۔ (۶) کون سا صدقہ بہتر ہے، فرمایا جس سے نافرمانی سے نجات ملے۔ (۷) بادشاہان دنیا کے پاس جانے میں آپ کی کیا رائے ہے، فرمایا میں اچھا نہیں سمجھتا۔ (۸) پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ بادشاہوں کے پاس کی آمد و رفت سے تین باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ (۱) محبت دنیا (۲) فراموشی مرگ (۳) قلت رضائے خدا (۹) پوچھا پھر میں نہ جاؤں، فرمایا میں طلب دنیا سے منع نہیں کرتا۔ البتہ طلب معاصی سے روکتا ہوں۔

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ یہ مسلمہ حقیقت ہے اور اس کی شہرت عامہ ہے کہ آپ علم و زہد اور شرف میں ساری دنیا سے فوقیت لے گئے ہیں۔ آپ سے علم القرآن، علم الآثار، علم السنن اور ہر قسم کے علوم، حکم، آداب وغیرہ میں کوئی بھی فوق نہیں گیا۔ حتیٰ کہ آل رسول میں بھی ابوالائمہ کے علاوہ آپ کے برابر ان علوم کے مظاہرہ میں کوئی نہیں ہوا۔ بڑے بڑے صحابہ اور نمایاں تابعین، اور عظیم القدر فقہا آپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے رہے۔ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جابر بن عبداللہ انصاری کے ذریعہ سے سلام کہلایا تھا اور اس کی پیشین گوئی فرمائی تھی کہ یہ میرا فرزند "باقر العلوم" ہوگا، علم کی گتھیوں کو اس طرح سلجھائے گا کہ دنیا حیران رہ جائے گی۔ اعلام الوریٰ صـ۱۵۷، علامہ شیخ مفید، علامہ شبلنجی تحریر فرماتے ہیں کہ علم دین، علم احادیث، علم سنن اور تفسیر قرآن و علم السیرت و علوم و فنون۔ ادب وغیرہ کے ذخیرے جس قدر امام محمد باقر علیہ السلام سے ظاہر ہوئے اتنے امام حسینؑ اور امام حسنؑ کی اولاد میں سے کسی سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ظاہر نہیں ہوتے۔ ملاحظہ ہو کتاب الارشاد ص۲۸۶ نورالابصار ص۱۳۱ ارجح المطالب ص۴۴۷ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے علمی فیوض و برکات اور کمالات و احسانات سے اس شخص کے علاوہ جس کی بصیرت زائل ہوگئی ہو، جس کا دماغ خراب ہوگیا ہو۔ اور جس کی طینت و طبیعت فاسد ہوگئی ہو، کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا۔ اسی وجہ سے آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ "باقر العلوم" علم کے پھیلانے والے اور جامع العلوم ہیں۔ آپ ہی علوم و معارف میں شہرت عامہ حاصل کرنے اور اس کے مدارج بلند کرنے والے ہیں۔ آپ کا دل صاف، علم و عمل روشن و تابندہ نفس پاک اور خلقت شریف تھی۔ آپ کے کل اوقات اطاعت خداوندی میں بسر ہوتے تھے۔ عارفوں کے قلوب میں آپ کے آثار راسخ اور گہرے نشانات نمایاں ہوگئے تھے، جن کے بیان کرنے سے وصف کرنے والوں کی زبانیں گونگی اور عاجز و ماندہ ہیں۔ آپ کے زہد و تقویٰ آپ کے علوم و معارف آپ کے عبادات و ریاضات اور آپ کے ہدایات و کلمات اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احصار اس کتاب میں ناممکن ہے۔ (صواعق محرقہ ص۱۲۰) علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ امام محمد باقرؑ علامہ زمان اور سردار کبیر الشان تھے۔ آپ علوم میں بڑے تبحر اور وسیع الاطلاع تھے۔ (وفیات الاعیان جلد ا ص۴۵۰) علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ آپ بنی ہاشم کے سردار اور متبحر علمی کی وجہ سے باقر مشہور تھے۔ آپ علم کی تہہ تک پہنچ گئے تھے، اور آپ نے اس کے دقائق کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا (تذکرۃ الحفاظ جلد ا ص۱۱۱) علامہ شبراوی لکھتے ہیں کہ امام محمد باقرؑ کے علمی تذکرے دنیا میں مشہور ہوئے۔ اور آپ کی مدح و ثنا میں بکثرت شعر لکھے گئے، مالک جہنی نے یہ تین شعر لکھے ہیں۔

ترجمہ :- جب لوگ قرآن مجید کا علم حاصل کرنا چاہیں تو پورا قبیلہ قریش اس کے بتانے سے عاجز رہے گا، کیونکہ وہ خود محتاج ہے اور اگر فرزند رسول امام محمد باقرؑ کے منہ سے کوئی بات نکل جائے تو بے حد و حساب مسائل و تحقیقات کے ذخیرے مہیا کردیں گے۔ یہ حضرات وہ ستارے ہیں جو ہر قسم کی تاریکیوں میں چلنے والوں کے لیے چمکتے ہیں اور ان کے انوار سے لوگ راستے پاتے ہیں۔ (الاتحاف ص۵۲ و تاریخ الائمہ ص۴۱۳) علامہ ابن شہر آشوب کا بیان ہے کہ صرف ایک راوی محمد بن مسلم نے آپ سے تیس ہزار حدیثیں روایت کی ہیں۔ (مناقب جلد ۵ ص۱۱)

آپ کے بعض علمی ہدایات و ارشادات

علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ جابر جعفی کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ملا تو آپ نے فرمایا! اے جابر میں دنیا سے بالکل بے فکر ہوں۔ کیونکہ جس کے دل میں دین خالص ہو وہ دنیا کو کچھ نہیں سمجھتا، اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا چھوڑی ہوئی سواری اُتارا ہوا کپڑا اور استعمال کی ہوئی عورت ہے۔ مومن دنیا کی بقا سے مطمئن نہیں ہوتا اور اس کی دیکھی ہوئی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چیزوں کی وجہ سے نورِ خدا اس سے پوشیدہ نہیں ہوتا۔ مومن کو تقویٰ اختیار کرنا چاہیئے کہ وہ ہر وقت اسے متنبہ اور بیدار رکھتا ہے۔ یہ دنیا ایک سرائے فانی ہے نزلت بہ وارتحلت منہ۔ اس میں آنا جانا لگا رہتا ہے۔ آج آئے اور کل گئے۔ اور دنیا ایک خواب ہے جو کمال کے مانند دیکھی جاتی ہے اور جب جاگ اٹھے تو کچھ نہیں ... آپ نے فرمایا تکبر بہت بری چیز ہے، یہ جس قدر انسان میں پیدا ہوگا۔ اسی قدر اس کی عقل گھٹے گی۔ کمینے شخص کا حربہ گالیاں بکنا ہے ـــــ ایک عالم کی موت کو ابلیس نوّے عابدوں کے مرنے سے بہتر سمجھتا ہے۔ ایک ہزار عابد سے وہ ایک عالم بہتر ہے جو اپنے علم سے فائدہ پہنچا رہا ہو ـــــ میرے ماننے والے وہ ہیں جو اللہ کی اطاعت کریں آنسوؤں کی بڑی قیمت ہے رونے والا بخشا جاتا ہے اور جس رخسار پر آنسو جاری ہوں وہ ذلیل نہیں ہوتا۔ سستی اور زیادہ تیزی برائیوں کی کنجی ہے ـــــ خدا کے نزدیک بہترین عبادت پاک دامنی ہے انسان کو چاہیئے کہ اپنے پیٹ اور اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں ـــــ دعا سے قضا بھی ٹل جاتی ہے ـــــ نیکی بہترین خیرات ہے ـــــ بدترین عیب یہ ہے کہ انسان کو اپنی آنکھ کی شہتیر دکھائی نہ دے، اور دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آئے۔ یعنی اپنے بڑے گناہ کی پرواہ نہ ہو، اور دوسروں کے چھوٹے عیوب اُسے بڑے نظر آئیں اور خود عمل نہ کرے، صرف دوسروں کو تعلیم دے ـــــ جو خوشحالی میں ساتھ دے اور تنگ دستی میں دور رہے، وہ تمہارا بھائی اور دوست نہیں ہے۔ (مطالب السئول ص۲۷۲)۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کوئی نعمت ملے تو کہو الحمدللہ اور جب کوئی تکلیف پہنچے تو کہو "لاحول ولا قوۃ الا باللہ"۔ اور جب روزی تنگ ہو تو کہو استغفراللہ ـــــ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے، جتنی محبت تمہارے دل میں ہوگی۔ اتنی ہی تمہارے بھائی اور دوست کے دل میں بھی ہوگی ـــــ تین چیزیں خدا نے تین چیزوں میں پوشیدہ رکھی ہیں۔ (۱) اپنی رضا اپنی اطاعت میں، کسی فرمانبرداری کو حقیر نہ سمجھو۔ شاید اسی میں خدا کی رضا ہو (۲) اپنی ناراضی اپنی معصیت میں۔ کسی گناہ کو معمولی نہ جانو شاید خدا اسی سے ناراض ہو جائے (۳) اپنی دوستی یا اپنے ولی، مخلوقات میں کسی شخص کو حقیر نہ سمجھو، شاید وہی ولی اللہ ہو ـــــ (نور الابصار ص۱۳۱ و اتحاف ص۹۳)۔

احادیث آئمہ میں ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ انسان کو جتنی عقل دی گئی ہے۔ اسی کے مطابق اس سے قیامت میں حساب و کتاب ہوگا ـــــ ایک نفع پہنچانے والا عالم ستر ہزار عابدوں سے بہتر ہے ـــــ عالم کی صحبت میں تھوڑی دیر بیٹھنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے خدا اُن علما پر رحم و کرم فرمائے جو احیاء علم کرتے اور تقویٰ کو فروغ دیتے ہیں ـــــ علم کی زکوٰۃ یہ ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہ مخلوقِ خدا کو تعلیم دی جائے ـــــ قرآنِ مجید کے بارے میں تم جتنا جانتے ہو اتنا ہی بیان کرو ـــــ بندوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ جو جانتا ہو اُسے بتائے اور جو نہ جانتا ہو اس کے جواب میں خاموش ہو جائے ـــــ علم حاصل کرنے کے بعد اسے پھیلاؤ۔ اس لیے کہ علم کو بند رکھنے سے شیطان کا غلبہ ہوتا ہے ـــــ معلم اور متعلم کا ثواب برابر ہے ـــــ جس کی تعلیم کی غرض یہ ہو کہ وہ . . . علماء سے بحث کرے۔ جہلا پر رعب جمائے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے وہ جہنمی ہے۔ دینی راستہ دکھلانے والا اور راستہ پانے والا دونوں ثواب کی میزان کے لحاظ سے برابر ہیں ـــــ جو دینیات میں غلط کہتا ہو اسے صحیح بنا دو ـــــ ذاتِ الٰہی وہ ہے۔ جو عقلِ انسانی میں سما نہ سکے اور حدود میں محدود نہ ہو سکے ـــــ اس کی ذات فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا ـــــ خدا کی ذات کے بارے میں بحث نہ کرو، ورنہ حیران ہو جاؤ گے ـــــ اجل کی دو قسمیں ہیں ایک اجل محتوم، دوسرے اجل موقوف، دوسری سے خدا کے سوا کوئی واقف نہیں ـــــ زمین حجتِ خدا کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی ـــــ اُمت بے امام کی مثال بھیڑ کے اس گلے کی ہے، جس کا کوئی بھی نگران نہ ہو ـــــ،

امام محمد باقر علیہ السلام سے رُوح کی حقیقت اور ماہیت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ رُوح ہوا کی مانند متحرک ہے اور ریح سے مشتق ہے۔ ہم جنس ہونے کی وجہ سے اسے رُوح کہا جاتا ہے۔ یہ رُوح جو جانداروں کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے، وہ تمام ریحوں سے پاکیزہ تر ہے۔ . . . رُوح مخلوق اور مصنوع ہے اور حادث اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے والی ہے . . . وہ ایسی لطیف شے ہے جس میں نہ کسی قسم کی گرانی اور سنگینی ہے نہ سبکی، وہ ایک باریک اور رقیق شے ہے۔ جو قالبِ کثیف میں پوشیدہ ہے۔ اس کی مثال اس مشک جیسی ہے جس میں ہوا بھر دو۔ ہوا بھرنے سے وہ پھول جاتی ہے۔ لیکن اُس کے وزن میں اضافہ نہ ہوگا ـــــ رُوح باقی ہے اور بدن سے نکلنے کے بعد فنا نہیں ہوتی ـــــ یہ نفخِ صور کے وقت ہی فنا ہوگی۔

آپ سے خداوند عالم کے صفات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، کہ وہ سمیع و بصیر ہے اور آلہ سمع و بصر کے بغیر سنتا اور دیکھتا ہے ـــــ رئیس معتزلہ عمرو بن عبید نے آپ سے دریافت کیا کہ "من یحلل علیہ غضبی" سے کون سا غضب مراد ہے۔ فرمایا، عقاب اور عذاب کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے ـــــ ابو خالد کابلی نے آپ سے پوچھا کہ قولِ خدا " فآمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا " میں، نور سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا " واللہ النور الائمۃ من آلِ محمد " خدا کی قسم نور سے ہم آلِ محمد مراد ہیں ـــــ آپ سے دریافت کیا گیا کہ یوم ندعوا کل اُناس بامامھم سے کون لوگ مراد ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ رسول اللہ ہیں اور ان کے بعد ان کی اولاد سے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آئمہ ہوں گے۔ انھیں کی طرف آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے جو انھیں دوست رکھے گا۔ اور ان کی تصدیق کرے گا۔ وُہی نجات پائے گا اور جو ان کی مخالفت کرے گا جہنم میں جائے گا ۔۔۔ ایک مرتبہ طاؤس یمانی نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سوال کیا کہ وہ کونسی چیز ہے جس کا تھوڑا استعمال حلال تھا اور زیادہ استعمال حرام۔ آپ نے فرمایا کہ وہ نہر طالوت کا پانی تھا۔ جس کا صرف ایک چلو پینا حلال تھا اور اس سے زیادہ حرام پوچھا وہ کون سا روزہ تھا جس میں کھانا پینا جائز تھا۔ فرمایا وہ جناب مریم کا روزہ صمت تھا جس میں صرف نہ بولنے کا روزہ تھا، کھانا پینا حلال تھا۔ پوچھا وہ کون سی شے ہے جو صرف کرنے سے کم ہوتی ہے۔ بڑھتی نہیں، فرمایا کہ وہ عمر ہے۔ پوچھا وہ کون سی شے ہے جو بڑھتی ہے گھٹتی نہیں، فرمایا وہ سمندر کا پانی ہے۔ پوچھا وہ کونسی چیز ہے جو صرف ایک بار اڑی اور پھر نہ اڑی فرمایا، وہ کوہ طور ہے جو ایک بار حکمِ خدا سے اڑ کر بنی اسرائیل کے سروں پر آگیا تھا۔ پوچھا وہ کون لوگ ہیں جن کی سچی گواہی خدا نے جھوٹی قرار دی۔ فرمایا، وہ منافقوں کی تصدیق رسالت ہے جو دل سے نہ تھی۔ پوچھا، بنی آدم کا ۱/۳ حصہ کب ہلاک ہوا۔ فرمایا ایسا کبھی نہیں ہوا، تم یہ پوچھو کہ انسان کا ۱/۴ حصہ کب ہلاک ہوا تو میں تمھیں بتاؤں کہ یہ اس وقت ہوا۔ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔ کیونکہ اس وقت چار آدمی تھے۔ آدم، حوا، ہابیل، قابیل پوچھا۔ پھر نسل انسانی کس طرح بڑھی۔ فرمایا جناب شیث سے جو قتل ہابیل کے بعد بطن حوا سے پیدا ہوئے۔

امام محمد باقر علیہ السلام اور جناب ابو حنیفہ کا امتحان

علامہ شبلی نعمانی اور علامہ ابن الحجر الہیثم لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ ایک مدت تک حضرت کی خدمت میں حاضر رہے اور انھیں سے فقہ و حدیث کے متعلق بہت سی نادر باتیں حاصل کیں۔ شیعہ سنی دونوں نے مانا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی معلومات کا بڑا ذخیرہ حضرت ہی کا فیضِ صحبت تھا۔ امام صاحب نے ان کے فرزند رشید حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا۔ جس کا ذکر عموماً تاریخوں میں پایا جاتا ہے۔ (سیرۃ النعمان و اعلام الموقنین جلد ۱ ص ۹۳)

علامہ شبراوی شافعی لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے امام ابو حنیفہ سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم قیاس کرنے میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہو کیا یہ سچ ہے؟ انھوں نے کہا میں بے شک قیاس کرتا ہوں اور اس کی وجہ حدیث و اخبار ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا میں چند سوالات کرتا ہوں تم قیاس کر کے جواب دو۔ انھوں نے کہا فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا قتل بڑا گناہ ہے کہ زنا؟ عرض کی قتل۔ فرمایا پھر کیا وجہ ہے کہ قتل میں صرف دو گواہ کافی ہیں اور زنا کی شہادت میں چار گواہ طلب

لہ اس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تاریخ اسلام جلد ۲ مؤلفہ حقیر مطبوعہ امامیہ کتب خانہ مغل حویلی لاہور۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہوتے ہیں۔ انھوں نے سکوت اختیار کیا اور اصرار پر بولے مجھے علم نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا، نماز کی عظمت زیادہ ہے یا روزہ کی۔ کہا نماز کی، کہا پھر کیا وجہ ہے کہ حائضہ عورت کو نماز کی قضا ضروری نہیں اور روزہ کی قضا لازمی ہے۔ انھوں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا بتاؤ۔ پیشاب زیادہ نجس ہے یا منی۔ انھوں نے کہا کہ پیشاب زیادہ نجس ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر کیا وجہ ہے کہ پیشاب کے بعد وضو کیا جاتا ہے اور منی کے بعد غسل واجب ہے۔ کہا مجھے علم نہیں ـــــــ امام ابوحنیفہ کا بیان ہے کہ ان سوالات کے بعد آپ دوسرے کاموں میں لگ گئے تو میں نے عرض کی اے فرزند رسول ان سب مسائل کے بارے میں میری تشفی و تسلی فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس شرط سے بتاؤں گا کہ تم آئندہ قیاس کرنے سے باز رہنے کا وعدہ کرو۔ چنانچہ میں نے وعدہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ہاں سنو!

(۱) قتل کرنے والا ایک ہی شخص ہوتا ہے، اس لیے صرف دو گواہ کافی ہوتے ہیں۔ اور زنا میں دو شخص ہوتے ہیں اس لیے چار گواہ کی ضرورت ہوتی ہے (۲) حائضہ کو سال میں ایک ہی مرتبہ روزہ سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس کی قضا آسان ہے اور نماز سے ہر ماہ سابقہ پڑتا ہے۔ اس کی قضا مشکل ہے۔ اس لیے خدا نے یہ سہولت دی ہے کہ روزہ کی قضا کرے اور نماز کی قضا نہ کرے (۳) پیشاب صرف مثانہ سے نکلتا ہے، اور وہ بھی کئی مرتبہ نکلتا ہے۔ اس میں غسل دشوار ہوتا، اور منی سارے جسم سے نکلتی ہے۔ "تحت کل شعرۃ جنابۃ" بلکہ یوں سمجھو کہ ہر بُن مو سے نکلتی ہے اور کبھی کبھی نکلتی ہے اس لیے غسل کرنا آسان ہوتا ہے۔ لہٰذا منی کے محل اخراج کا لحاظ کرتے ہوئے غسل ضروری قرار دیا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہ کا بیان ہے کہ اس جواب سے مجھے پوری تسلی ہو گئی اور میں حضرت کو سلام کر کے گھر واپس آیا۔ (اتحاف ص۸۸ طبع مصر) علامہ دمیری نے اپنی کتاب حیواۃ الحیوان کی جلد ۲ ص۹۶ تحت لغت ظبی طبع مصر میں اس واقعہ کو امام جعفر صادق علیہ السلام سے متعلق لکھا ہے۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن عمر بن عبید نے حضرت امام محمد باقرؑ سے پوچھا "ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقا ففتقنٰھما" کا کیا مطلب ہے، آپ نے ارشاد فرمایا آسمان و زمین دونوں (اپنی فیض رسانی سے) بند تھے پھر خدا نے انھیں کھول دیا، یعنی آسمان سے پانی برسنے لگا اور زمین سے دانا اُگنے لگا (نور الابصار ص۱۳۱ و اتحاف ص۵۳ و کشف الغمہ ص۹۲) علامہ جامی لکھتے ہیں کہ انسانوں کی طرح آپ سے جن بھی علمی فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن بارہ اجنبی اشخاص کو آپ کے پاس دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں، امام محمد باقرؑ نے فرمایا یہ جن ہیں میرے پاس مسائل شرعیہ پوچھنے آتے ہیں۔ (شواہد النبوت ص۱۸۳)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امام محمد باقر علیہ السلام کے بعض کرامات

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا صاحب کرامات ہونا مسلمات سے ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے کرامات حد احصا سے باہر ہیں۔ اس مقام پر چند لکھے جاتے ہیں۔ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ (۱) ایک روز آپ خچر پر سفر فرما رہے تھے اور آپ کے ہمراہ ایک اور شخص گدھے پر سوار تھا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان پہاڑ سے ایک بھیڑیا برآمد ہوا۔ آپ نے اُسے دیکھ کر اپنی سواری روک لی۔ وہ قریب پہنچ کر گویا ہوا۔ مولا! اس پہاڑی میں میری مادہ ہے اور اُسے سخت دردِ زہ عارض ہے آپ دُعا فرما دیجیے کہ اس مصیبت سے نجات ہو جائے۔ آپ نے دُعا فرما دی۔ پھر اُس نے کہا کہ یہ بھی دُعا کیجیے کہ "از نسل من بر شیعۂ تو مسلط نہ گردانند"۔ میری نسل میں سے کسی کو بھی آپ کے شیعوں پر غلبہ و تسلط نہ حاصل ہو سکے۔ آپ نے فرمایا میں نے دُعا کر دی، وہ چلا گیا (۲) ایک شب ایک شخص شدید بارش کے دوران میں آپ کے دولت کدہ پر جا کر خاموش کھڑا ہو گیا اور سوچنے لگا کہ اس نامناسب وقت میں "دق الباب" کروں یا واپس چلا جاؤں۔ ناگاہ آپ نے اپنی لونڈی سے فرمایا کہ فلاں شخص کو سے آ کر میرے دروازے پر کھڑا ہے اسے بلا لو۔ اُس نے دروازہ کھول کر بلا لیا۔ (۳) راوی کا بیان ہے کہ میں ایک دن آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہو کر اذنِ حضوری کا طالب ہوا۔ آپ نے کسی وجہ سے اجازت نہ دی۔ میں خاموش کھڑا رہا۔ اتنے میں دیکھا کہ بہت سے آدمی آئے اور گئے۔ یہ حال دیکھ کر میں بہت رنجیدہ ہوا اور دیر تک سوچتا رہا کہ کسی اور مذہب میں چلا جاؤں اسی خیال میں گھر چلا گیا۔ جب رات ہوئی تو آپ میرے مکان پر تشریف لائے اور کہنے لگے کسی مذہب میں مت جاؤ، کوئی مذہب درست نہیں ہے۔ آؤ میرے ساتھ چلو یہ کہہ کر اپنے ہمراہ لے گئے (۴) ایک شخص نے آپ سے کہا کہ خدا پر مومن کا کیا حق ہے۔ آپ نے اس کے جواب سے اعراض کیا جب وہ نہ مانا تو فرمایا کہ اس درخت کو اگر کہہ دیا جائے کہ چلا آ، تو وہ چلا آئے گا۔ یہ کہنا تھا کہ وہ اپنے مقام سے روانہ ہو گیا، پھر آپ نے حکم دیا وہ واپس چلا گیا۔ (۵) ایک شخص نے آپ کے مکان کے سامنے کوئی حرکت کی، آپ نے فرمایا مجھے علم ہے، دیوار ہماری نظروں کے درمیان حائل نہیں ہوتی، آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہیے (۶) ایک شخص نے آپ سے اپنے بالوں کے سفید ہونے کی شکایت کی آپ نے اُسے اپنے ہاتھوں سے مس کر دیا، وہ سیاہ ہو گئے (۷) جس زمانہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کا انتقال ہوا تھا۔ آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اتنے میں منصور دوانقی اور داؤد بن سلیمان مسجد میں آئے۔ منصور آپ سے دُور بیٹھا اور داؤد قریب آ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ منصور میرے پاس کیوں نہیں آتا۔ اُس نے کوئی عذر بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا اس سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہہ دو کہ تو عنقریب بادشاہِ وقت ہوگا اور شرق و غرب کا مالک ہوگا۔ یہ سن کر دوانقی آپ کے قریب آگیا اور کہنے لگا آپ کا رعب و جلال میرے قریب آنے سے مانع تھا، پھر آپ نے اس کی حکومت کی تفصیل بیان فرمائی، چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ (۸) ابو بصیر کی آنکھیں جاتی رہی تھیں، انھوں نے ایک دن کہا کہ آپ تو وارثِ انبیاء ہیں۔ میری روشنی پلٹا دیجئے۔ آپ نے اسی وقت آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر انھیں بینا بنا دیا (۹) ایک کوفی نے آپ سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے تابع ( ) بختے ہیں جو آپ کو شیعہ اور غیر شیعہ بتا دیا کرتے ہیں۔ آپ نے پوچھا تو کیا کام کرتا ہے، اس نے کہا گندم فروشی۔ آپ نے فرمایا غلط ہے۔ پھر اس نے کہا کبھی کبھی جو بھی بیچتا ہوں۔ فرمایا یہ بھی غلط ہے، تو صرف خرمے بیچتا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ سے یہ کس نے بتایا ہے۔ امام نے فرمایا اسی فرشتے نے، جو میرے پاس آتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ تو فلاں بیماری میں تین دن کے اندر وفات کر جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (۱۰) راوی کہتا ہے کہ میں ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا، کہ آپ بزبان سریانی مناجات پڑھ رہے ہیں۔ میرے سوال کے جواب میں فرمایا یہ فلاں نبی کی مناجات ہے (۱۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام ایک دن مدینہ میں بہت سے لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ آپ نے سر ڈال لیا۔ اس کے بعد فرمایا، اے اہلِ مدینہ آیندہ سال یہاں نافع بن ارزق چار ہزار سپاہی لے کر آئے گا اور تین شبانہ روز شدید مقابلہ و مقاتلہ کرے گا، اور تم اپنا تحفظ نہ کر سکو گے۔ سنو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں ھو کائن لا بد منہ وہ ہو کے رہے گا۔ چنانچہ آیندہ سال کان الامر علی ما قال۔ وہی ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔ (۱۲) زید بن حازم کا بیان ہے کہ ایک دن زید شہید آپ کے سامنے گزرے تو آپ نے فرمایا کہ یہ ضرور کوفہ میں خروج کریں گے اور قتل ہوں گے اور ان کا سر دیار بدیار پھرایا جائے گا۔ فکان کما قال چنانچہ وہی کچھ ہوا۔ (شواہد النبوت صفحہ ۱۸۱ نور الابصار صفحہ ۱۳۰)۔

آپ کی عبادت گذاری اور آپ کے عام حالات

آپ اپنے آباؤ اجداد کی طرح بے پناہ عبادت کرتے تھے۔ ساری رات نماز پڑھنی اور سارا دن روزہ سے گزرنا آپ کی عادت تھی۔ آپ کی زندگی زاہدانہ تھی۔ بوریے پر بیٹھتے تھے۔ ہدایا جو آتے تھے اُسے فقراء و مساکین پر تقسیم کر دیتے تھے۔ غریبوں پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔ تواضع اور فروتنی، صبر و شکر غلام نوازی صلہ رحم وغیرہ میں اپنی آپ نظیر تھے۔ آپ کی تمام آمدنی فقراء پر صرف ہوتی تھی۔ آپ فقیروں کی بڑی عزت کرتے تھے اور انھیں اچھے نام سے یاد کرتے تھے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۹۵) آپ کے ایک غلام افلح کا بیان ہے کہ ایک دن

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ کعبہ کے قریب تشریف لے گئے ، آپ کی جیسے ہی کعبہ پر نظر پڑی آپ چیخ مار کر رونے لگے میں نے کہا کہ حضور سب لوگ دیکھ رہے ہیں آپ آہستہ سے گریہ فرمائیں۔ ارشاد کیا ، اے افلح شاید خدا بھی انھیں لوگوں کی طرح میری طرف دیکھ لے اور میری بخشش کا سہارا ہو جائے ۔ اس کے بعد آپ سجدہ میں تشریف لے گئے اور جب سر اٹھایا تو ساری زمین آنسوؤں سے تر تھی (مطالب السئول ص۲۷۱)

حضرت اِمام محمدؐ باقر علیہ السّلام اور ہشام بن عبد الملک

تواریخ میں ہے ۹۶ھ میں ولید بن عبد الملک فوت ہوا (ابو الفداء) اور اس کا بھائی سلیمان بن عبد الملک خلیفہ مقرر کیا گیا۔ (ابن الوردی) ۹۹ھ میں عمر ابن عبد العزیز خلیفہ ہوا۔ (ابن الوردی) اُس نے خلیفہ ہوتے ہی اس بدعت کو جو ۴۱ھ سے بنی اُمیہ نے حضرت علی پر سب و شتم کی صورت میں جاری کر رکھی تھی حکماً روک دیا (ابو الفداء) اور قوم خمس بنی ہاشم کو دینا شروع کیا۔ (کتاب الخراج ابو یوسف) یہ وہ زمانہ تھا جس میں علیؑ کے نام پر اگر کسی بچے کا نام ہوتا تھا تو وہ قتل کر دیا جاتا تھا اور کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑا جاتا تھا۔ (تدریب الراوی سیوطی) اس کے بعد ۱۰۱ھ ہجری میں یزید ابن عبد الملک خلیفہ بنایا گیا۔ (ابن الوردی) ۱۰۵ھ میں ہشام ابن عبد الملک بن مروان بادشاہ وقت مقرر ہوا۔ (ابن الوردی)۔

ہشام بن عبد الملک ، چست ، چالاک ، کنجوس ، متعصب ، چال باز ، سخت مزاج ، کجرو ، خود سر حریص ، کانوں کا کچا اور حد درجہ کا شکی تھا ، کبھی کسی کا اعتبار نہ کرتا تھا۔ اکثر صرف شبہ پر سلطنت کے لائق لائق ملازموں کو قتل کرا دیتا تھا۔ یہ عہدوں پر انھیں کو فائز کرتا تھا جو خوشامدی ہوں اس نے خالد بن عبد اللہ قسری کو ۱۰۵ھ سے ۱۲۰ھ تک عراق کا گورنر رکھا۔ قسری کا حال یہ تھا کہ ہشام کو رسول اللہؐ سے افضل بتاتا اور اسی کا پروپیگنڈہ کیا کرتا تھا۔ (تاریخ کامل جلد ۵ ص۱۰۳) ہشام آلِ محمدؐ کا دشمن تھا۔ اسی نے زید شہید کو نہایت بُری طرح قتل کیا تھا۔ تاریخ اسلام جلد ۱ ص۴۹ ، اسی نے اپنے زمانہ ولیعہدی میں فرزدق شاعر کو امام زین العابدینؑ کی مدح کے جرم میں بمقام عسقلان قید کیا تھا۔ (صواعق محرقہ ص۱۲۰)۔

ہشام کا سوال اور اُس کا جواب

تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد ہشام بن عبد الملک حج کے لیے گیا۔ وہاں اُس نے امام محمد باقر علیہ السّلام کو دیکھا کہ مسجد الحرام میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو پند و نصائح سے بہرہ ور کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ہشام کی دشمنی نے کروٹ لی اور اُس نے دل میں سوچا کہ انھیں ذلیل کرنا چاہیے اور اسی ارادہ سے اس نے ایک شخص سے کہا کہ جا کر ان سے کہو کہ خلیفہ پوچھ رہے ہیں کہ حشر کے دن آخری فیصلے سے قبل لوگ کیا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کھائیں اور پئیں گے۔ اُس نے جاکر امام علیہ السّلام کے سامنے خلیفہ کا سوال پیش کیا۔ آپ نے فرمایا جہاں حشر ونشر ہوگا وہاں میوے دار درخت ہوں گے، وہ لوگ انھیں چیزوں کو استعمال کریں گے۔ بادشاہ نے جواب سُن کر کہا یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ حشر میں لوگ مصیبتوں اور اپنی پریشانیوں میں مبتلا ہوں گے ان کو کھانے پینے کا ہوش کہاں ہوگا؟ قاصد نے بادشاہ کا گفتہ نقل کر دیا۔ حضرت نے قاصد سے فرمایا کہ جاؤ اور بادشاہ سے کہو کہ تم نے قرآن بھی پڑھا ہے یا نہیں، قرآن میں یہ نہیں ہے کہ جہنم کے لوگ جنّت والوں سے کہیں گے کہ ہمیں پانی اور کچھ نعمتیں دے دو کہ پی اور کھا لیں۔ اس وقت وہ جواب دیں گے کہ کافروں پر جنّت کی نعمتیں حرام ہیں۔ (پ۸، رکوع ۱۳) تو جب جہنم میں بھی لوگ کھانا پینا نہیں بھولیں گے تو حشر و نشر میں کیسے بھول جائیں گے جس میں جہنم سے کم سختیاں ہوں گی۔ اور وہ اُمید و بیم اور جنّت و دوزخ کے درمیان ہوں گے۔ یہ سُن کر ہشام شرمندہ ہو گیا۔ (ارشاد مفید ۴۰۸ و تاریخ آئمہ ۴۱۲)۔

امام محمد باقرؑ اور ہشام کی مشکل کُشائی

یہ اور بات ہے کہ آلِ محمدؐ کو دیدہ و دانستہ نظر انداز کر دیا جائے، لیکن کٹھن مواقع پر اہم مراحل کے لیے ان کی مشکل کشائی کے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں تھا۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں "ہشام بن عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں شام و عراق کے آنے والے حجاج کو مکّہ کے راستے میں ایک منزل پر پانی نہ ملنے کی وجہ سے سخت مصیبت کا سامنا ہوا کرتا تھا۔ غریب حجاج اس منزل کی بے آبی اور اپنی اضطراب و بے تابی کا خیال کر کے منزل دو منزل پہلے سے اپنا سامان جمع کر لیا کرتے تھے تاکہ اس منزل تک کفایت کر سکے، مگر بعض اوقات یہ انتظامات بھی ناکافی ثابت ہو جاتے تھے، اور بہت سے غریب حجاج پانی نہ ملنے کی وجہ سے اِس منزل پر جاں بحق تسلیم ہو جاتے تھے۔ اس مصیبت کی شکایت اہلِ اسلام میں ہمیشہ بنی رہتی تھی۔ وہاں کی زمین بھی حجاز کی تمام زمینوں سے زیادہ سنگلاخ تھی، وہاں زمین سے پانی نکالنا گویا آسمان سے پانی لانا تھا۔ آخر کار حجاز کی اس ناقابلِ برداشت مصیبت پر سلطنت نے توجہ کی اور وہاں ایک بہت بڑا کنواں کھودنے کا بندوبست کیا گیا ہشام نے اِس کنوئیں کی تعمیر کا اہتمام خود اپنے ذمّہ لیا اور اپنے میرِ عمارت کو مزدوروں اور کام کرنے والوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ اُس مقام پر بھیجا۔ غرضکہ محکمہ تعمیرات کا سُلطانی اسٹاف اُس مقام پر پہنچ کر اپنے کام میں مصروف ہوا۔ وہ عرب کی زمین اور پھر عرب میں بھی کس حصّہ کی، حجاز کی، دن دن بھر کی جانکاہ محنتوں میں ہاتھ دو ہاتھ۔ زمین کا کھد جانا بھی غریب کام کرنے والوں کے لیے بہت غنیمت تھا۔ خدا خدا کر کے کام کرنے والے سطحِ آب کے قریب پہنچے تو یکایک اُس کی جانب سے ایک سُوراخ پیدا اور ہویدا ہو گیا۔ اس سے ایک نہایت گرم اور جھلسا دینے والی ہوا نکلی جس

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نے ان سب کو ہلاک کر دیا جو اس وقت اس کنویں کے اندر تھے۔ کنویں کے اُوپر جو دیگر کام کرنے والے تھے۔ اُنھوں نے جب ان کی زندگی کے آثار مفقود پائے تو تفحص حال کے لیے چند اور آدمیوں کو کنویں میں اُتارا وہ بھی جا کر واپس نہ آئے۔

جب تمام اسٹاف کے دو تہائی کارکن ضائع ہو چکے اور اُن کی ہلاکت کی کوئی وجہ معلوم نہ ہو سکی تو میر عمارت نے مجبور ہو کر کام بند کر دیا اور ہشام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا، اور سارا واقعہ اس سے بیان کیا۔ اس خبر وحشت اثر کے سنتے ہی تمام دربار میں سناٹا چھا گیا اور ہر ایک اپنی اپنی استعداد اور حیثیت کے مطابق اس کے اسباب اور بواعث ڈھونڈھنے لگا۔ آخر کار ہشام نے ایک تحقیقاتی جماعت کو مرتب کر کے موقع پر بھیجا مگر وہ بھی ناکام رہی اور یہ معلوم نہ کر سکی کہ اس میں جانے والے مر کیوں جاتے ہیں؟

ہشام اسی اضطراب اور پریشانی میں تھا کہ حج کا زمانہ آ گیا، یہ دمشق سے چل کر مکہ معظمہ پہنچا اور وہاں پہنچ کر اس نے ہر مکتب خیال کے رہنماؤں کو جمع کیا اور ان کے سامنے کنویں والا واقعہ بیان کیا اور اُن سے مشکل کشائی کی خواہش کی۔

بادشاہ کی عرضداشت سُن کر سب خاموش ہو گئے اور کافی سوچنے کے باوجود کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکے۔ ناگاہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام جو بادشاہ کی طرف سے مدعو تھے آپہنچے، اور آپ نے حالات سُن کر فرمایا میں موقع دیکھوں گا۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور واپس آکر آپ نے فرمایا۔ اے بادشاہ قوم عاد میں سے جو اہلِ احقاف تھے جن کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے، یہ جگہ انھیں کے معذب ہونے کی ہے اور یہ ریح عقیم جو زمین کے ساتویں طبقے سے نکل رہی ہے یہ کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑے گی۔ لہٰذا اس جگہ کو فوراً بند کرا دے اور فلاں مقام پر کنواں کھدوا۔ چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ آپ کے ارشاد سے لوگوں کی جانیں بھی بچ گئیں اور کنواں بھی تیار ہو گیا۔ (حیواۃ القلوب جلد ۲ و مجمع البحرین ص۵۵ و باقریہ ص۲۲) رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ ان مقامات سے جلد دور بھاگو جو معذوب ہو چکے ہیں تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی متاثر ہو جاؤ (مقدمہ ابن خلدون ص۱۲۵ طبع مصر)۔

علامہ رشید الدین ابو عبداللہ محمد بن علی ابن شہر آشوب نے امام محمد باقر علیہ السلام ہی جیسا واقعہ عہد مہدی عباسی میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے۔ (مناقب جلد ۵ ص۹۹)۔

حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السلام کی دمشق میں طلبی

علامہ مجلسی اور سید ابن طاؤس رقمطراز ہیں کہ ہشام بن عبدالملک اپنے عہدِ حکومت کے آخری ایام میں حج بیت اللہ کے لیے مکہ معظمہ میں پہنچا۔ وہاں حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام بھی موجود تھے۔ ایک دن حضرت امام جعفر صادق

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علیہ السلام نے مجمع عام میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اور باتوں کے علاوہ یہ بھی کہا کہ ہمیں رُوئے زمین پر خدا کے خلیفہ اور اس کی حجت ہیں۔ ہمارا دشمن جہنم میں جائے گا، اور ہمارا دوست نعماتِ جنت سے متنعم ہوگا۔

اس خطبہ کی اطلاع ہشام کو دی گئی، وہ وہاں تو خاموش رہا۔ لیکن دمشق پہنچنے کے بعد والیٔ مدینہ کو فرمان بھیجا کہ محمد بن علی اور جعفر بن محمد کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ آپ حضرات دمشق پہنچے وہاں ہشام نے آپ کو تین روز تک اذنِ حضوری نہیں دیا۔ چوتھے روز جب اچھی طرح دربار کو سجایا۔ تو آپ کو بُلوا بھیجا۔ آپ حضرات جب داخلِ دربار ہوئے تو آپ کو ذلیل کرنے کے لیے آپ سے کہا کہ ہمارے تیر اندازوں کی طرح آپ بھی تیر اندازی کریں۔ حضرت امام محمد باقر نے فرمایا کہ میں ضعیف ہوگیا ہوں مجھے اس سے مُعاف رکھو، اُس نے یہ قسم کہا کہ یہ ناممکن ہے۔ پھر ایک تیر کمان آپ کو دلوا دی آپ نے ٹھیک نشانے پر تیر لگائے، یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ اس کے بعد امام نے فرمایا، بادشاہ ہم معدنِ رسالت ہیں۔ ہمارا مقابلہ کسی امر میں کوئی نہیں کر سکتا۔ یہ سُن کر ہشام کو غصہ آگیا۔ وہ بولا کہ آپ لوگ بہت بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ آپ کے دادا علی بن ابی طالب نے غیب کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا بادشاہ قرآن مجید میں سب کچھ موجود ہے اور حضرت علی امام مبین تھے۔ انھیں کیا نہیں معلوم تھا۔ (حیاۃ الحیوان) ثقۃ الاسلام علامہ کلینی تحریر فرماتے ہیں کہ ہشام نے اہلِ دربار کو حکم دیا تھا کہ میں محمد بن علی (امام محمد باقر علیہ السلام) کو سرِ دربار ذلیل کروں گا۔ تم لوگ یہ کرنا کہ جب میں خاموش ہوجاؤں تو انھیں کلمات ناسزا کہنا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آخر میں حضرت نے فرمایا۔ بادشاہ یاد رکھ ہم ذلیل کرنے سے ذلیل نہیں ہوسکتے خداوند عالم نے ہمیں جو عزت دی ہے اس میں ہم منفرد ہیں۔ یاد رکھ عاقبت کی شاہی متقین کے لیے ہے۔ یہ سُن کر ہشام نے فامر بہ الی الحبس آپ کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ آپ قید کر دیے گئے

قید خانہ میں داخل ہونے کے بعد آپ نے قیدیوں کے سامنے ایک معجزنما تقریر کی جس کے نتیجہ میں قید خانہ کے اندر کہرام عظیم برپا ہوگیا۔ بالآخر قید خانہ کے داروغہ نے ہشام سے کہا کہ اگر محمد بن علی زیادہ دنوں قید رہے تو تیری مملکت کا نظام منقلب ہوجائے گا۔ ان کی تقریر قید خانہ سے باہر بھی اثر ڈالتی ہے اور عوام میں ان کے قید ہونے سے بڑا جوش ہے۔ یہ سُن کر ہشام ڈر گیا اور اس نے آپ کی رہائی کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ بھی اعلان کرا دیا کہ نہ آپ کو کوئی مدینہ پہنچانے جائے اور نہ راستے میں آپ کو کوئی کھانا پانی دے۔ چنانچہ آپ تین روز کے بھوکے پیاسے داخلِ مدینہ ہوئے۔

وہاں پہنچ کر آپ نے کھانے پینے کی سعی کی لیکن کسی نے کچھ نہ دیا۔ بازار ہشام کے حکم سے بند تھے یہ حال دیکھ کر آپ ایک پہاڑی پر گئے اور آپ نے اس پر کھڑے ہو کر عذابِ الٰہی کا حوالہ دیا۔ یہ سُن کر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہ ایک پیر مرد بازار میں کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ بھائیو! سنو، یہی وہ جگہ ہے جس جگہ حضرت شعیب نبی نے کھڑے ہو کر عذاب الٰہی کی خبر دی تھی اور عظیم ترین عذاب نازل ہوا تھا۔ میری بات مانو اور اپنے کو عذاب میں مبتلا نہ کرو۔ یہ سن کر سب لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اور آپ کے لیے ہوٹلوں کے دروازے کھول دیئے۔ (اصول کافی) علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ہشام نے والیٔ مدینہ ابراہیم بن عبدالملک کو لکھا کہ امام محمد باقر کو زہر سے شہید کر دے۔ (جلاء العیون ص۲۶۳)۔

کتاب الخرائج والجرائح میں علامہ راوندی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ہشام بن عبدالملک نے زید بن حسن کے ساتھ باہمی سازش کے ذریعہ امام علیہ السلام کو دوبارہ دمشق میں طلب کرنا چاہا۔ لیکن والیٔ مدینہ کی ہمنوائی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ارادہ سے باز آیا۔ اُس نے تبرکاتِ رسالت جبراً طلب کئے اور امام علیہ السلام نے بروایتے ارسال فرما دیئے۔

دمشق سے روانگی اور ایک راہب کا مسلمان ہونا

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام قید خانۂ دمشق سے رہا ہو کر مدینہ کو تشریف لئے جا رہے تھے کہ ناگاہ راستے میں ایک مقام پر مجمع کثیر نظر آیا۔

آپ نے تفحص حال کیا تو معلوم ہوا کہ نصاریٰ کا ایک راہب ہے جو سال میں صرف ایک بار اپنے معبد سے نکلتا ہے۔ آج اس کے نکلنے کا دن ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اس مجمع میں عوام کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے۔ راہب جو انتہائی ضعیف تھا، مقررہ وقت پر برآمد ہوا۔ اور اُس نے چاروں طرف نظر دوڑانے کے بعد امام علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر بولا (۱) کیا آپ ہم میں سے ہیں فرمایا میں اُمتِ محمدیہ سے ہوں (۲) آپ علماء سے ہیں یا جہلا سے۔ فرمایا میں جاہل نہیں ہوں۔ (۳) آپ مجھ سے کچھ دریافت کرنے کے لیے آئے ہیں۔ فرمایا نہیں (۴) جب کہ آپ عالموں میں سے ہیں کیا؟ میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں، فرمایا ضرور پوچھیے۔

یہ سن کر راہب نے سوال کیا (۱) شب و روز میں وہ کونسا وقت ہے جس کا شمار نہ دن میں ہو نہ رات میں، فرمایا وہ سورج کے طلوع سے پہلے کا وقت ہے جس کا شمار دن اور رات دونوں میں نہیں۔ وہ وقت جنت کے اوقات میں سے ہے اور ایسا متبرک ہے کہ اس میں بیماروں کو ہوش آ جاتا ہے۔ درد کو سکون ہوتا ہے۔ جو رات بھر نہ سو سکے اُسے نیند آتی ہے۔ یہ وقت آخرت کی طرف رغبت رکھنے والوں کے لیے خاص الخاص ہے (۲) آپ کا عقیدہ ہے کہ جنت میں پیشاب و پاخانہ کی ضرورت نہ ہوگی کیا دنیا میں اس کی کوئی مثال ہے۔ فرمایا بطن مادر میں جو بچے پرورش پاتے ہیں۔ ان کا فضلہ خارج نہیں ہوتا (۳) مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ کھانے سے بہشت کا میوہ کم نہ ہوگا اس کی یہاں کوئی مثال ہے، فرمایا "ہاں"۔ ایک چراغ سے لاکھوں چراغ جلائے جائیں تب بھی پہلے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چراغ کی روشنی میں کمی نہ ہوگی (۴) وہ کون سے دو بھائی ہیں جو ایک ساتھ پیدا ہوئے اور ایک ساتھ مرے لیکن ایک کی عمر پچاس سال کی ہوئی اور دوسرے کی ڈیڑھ سو سال کی، فرمایا "عزیز اور عزیر پیغمبر ہیں یہ دونوں دنیا میں ایک ہی روز پیدا ہوئے اور ایک ہی روز مرے۔ پیدائش کے بعد تیس برس تک ساتھ رہے۔ پھر خدا نے عزیر نبی کو مار ڈالا (جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے) اور سو برس کے بعد پھر زندہ فرمایا۔ اس کے بعد وہ اپنے بھائی کے ساتھ اور زندہ رہے اور پھر ایک ہی روز دونوں نے انتقال کیا۔

یہ سن کر راہب اپنے ماننے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ جب تک یہ شخص شام کے حدود میں موجود ہے میں کسی کے سوال کا جواب نہ دوں گا۔ سب کو چاہیے کہ اسی عالم زمانہ سے سوال کرے اس کے بعد وہ مسلمان ہوگیا۔ (جلاء العیون ص ۲۶۲ طبع ایران ۱۳۰۱ ھ)۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت

آپ اگرچہ اپنے علمی فیوض و برکات کی وجہ سے اسلام کو برابر فروغ دے رہے تھے لیکن اس کے باوجود ہشام بن عبدالملک نے آپ کو زہر کے ذریعے سے شہید کرا دیا اور آپ بتاریخ ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ ھ یوم دوشنبہ مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۷ سال کی تھی آپ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (کشف الغمہ ص ۹۳ جلاء العیون ص ۲۶۴ جنات الخلود ص ۲۶ دمعہ ساکبہ ص ۴۴۹، انوار الحسینیہ ص ۴۸ شواہد النبوت ص ۱۸۱ روضۃ الشہداء ص ۴۳۴)۔

علامہ شبلنجی اور علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں "مات مسموما کابیہ" آپ اپنے پدر بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام ہی کی طرح زہر سے شہید کر دیئے گئے۔ (نور الابصار ص ۱۳۱ وصواعق محرقہ ص ۱۲۰) آپ کی شہادت ہشام کے حکم سے ابراہیم بن ولید والیٔ مدینہ کی زہر خورانی کے ذریعہ واقع ہوئی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ خلیفۂ وقت ہشام بن عبدالملک کی مرسلہ زہر آلود زین کے ذریعے واقع ہوئی تھی۔ (جنات الخلود ص ۲۶ ودمعہ ساکبہ جلد ۲ ص ۴۷۸)۔

شہادت سے قبل آپ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بہت سی چیزوں کے متعلق وصیت فرمائی اور کہا کہ بیٹا میرے کانوں میں میرے والد ماجد کی آوازیں آ رہی ہیں وہ مجھے جلد بلا رہے ہیں (نور الابصار ص ۱۳۱) آپ نے غسل و کفن کے متعلق خاص طور سے ہدایت کی کیونکہ امام راجز امام لتشویہ امام کو امام ہی غسل دے سکتا ہے۔ (شواہد النبوت ص ۱۸۱) علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنی وصیتوں میں یہ بھی کہا کہ ۸۰۰ درہم میری عزاداری اور میرے ماتم پر صرف کرنا اور ایسا انتظام کرنا کہ دس سال تک منیٰ میں بزمانہ حج میری مظلومیت کا ماتم کیا جائے۔ (جلاء العیون ص ۲۶۴) علماء کا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بیان ہے کہ وصیتوں میں یہ بھی تھا کہ میرے بند جائے کفن قبر میں کھول دینا اور میری قبر چار انگل سے زیادہ اونچی نہ کرنا۔ (جنات الخلود صـ۲۷)۔

ازواج و اولاد

آپ کی چار بیویاں تھیں اور انھیں سے اولاد ہوئیں۔ اُم فروہ۔ اُم حکیم۔ لیلیٰ اور ایک اور بیوی اُم فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر جن سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور عبداللہ افطح پیدا ہوئے۔ اور اُم حکیم بنت اسد بن مغیرہ ثقفی سے ابراہیم و عبداللہ اور لیلیٰ سے علی اور زینب پیدا ہوئے۔ اور چوتھی بیوی سے اُم سلمیٰ متولد ہوئی (ارشاد مفید صـ۲۹۳ مناقب جلد ۵ صـ۱۹ و نور الابصار صـ۱۳۱)۔

علامہ محمد باقر بہبہانی، علامہ محمد رضا آل کاشف الغطاء، اور علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی نسل صرف امام جعفر صادق علیہ السلام سے بڑھی ہے اُن کے علاوہ کسی کی اولاد زندہ اور باقی نہیں رہی۔ (دمعہ ساکبہ جلد ۲ صـ۴۷۹ انوار الحسینیہ جلد ۲ صـ۴۸ روضۃ الشہداء صـ۴۳۳ طبع لکھنؤ ۱۲۸۵ء)۔

---

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

٨

ابو عبد اللہ

حضرت

امام جعفر صادق

علیہ السّلام

اسی جمال کی ہیں شرح گویا جعفر صادقؑ — لقب جنکا کتاب اللہ میں ختم نبوت ہے
بنائے سب سے پہلے فقہ کے آئین مولا نے — انہیں کے دم سے قائم آج اسلامی شریعت ہے

(صابر عباس زیدی کراچی)

Presented by: Rana Jabir Abbas
jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۸

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام

صادقِ آلِ محمدؐ ، ستدوہ امامِ سادس زیب سر جس کے امامت کا ہے موروثی تاج
ہے یہ مولود جگر بند محمد باقرؑ خانۂ ہستی بدعت کو کرے گا تاراج

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام ، پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے چھٹے جانشین اور سلسلہ عصمت کی آٹھویں کڑی ہیں ۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام تھے ۔ اور والدہ ماجدہ جناب ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر تھیں ۔ آپ اپنے آبا و اجداد کی طرح امام منصوص ، معصوم ، اعلم زمانہ ، اور افضل کائنات تھے ۔ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام افضل و اکمل تھے ۔ اسی بنا پر آپ اپنے باپ کے خلیفہ اور وصی قرار پائے (صواعق محرقہ صنـ ۱۲۰) علامہ ابن خلکان تحریر فرماتے ہیں کہ آپ سادات اہلبیت سے تھے و فضلہ اشہر ان یذکر " ان کی افضلیت اور ان کا فضل و کرم محتاج بیان نہیں (وفیات الاعیان جلد ۱ صنـ ۱۰۵) امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر جلد ۵ صنـ ۴۲۹ و جلد ۶ صنـ ۷۸۳ طبع مصر بحوالہ آیہ تطہیر اور عارف ہمدانی علی ہمدانی کی مودۃ القربی صنـ ۳۴ طبع بمبئی ۱۳۱۰ھ اور شاہ عبدالعزیز کی تحفہ اثنا عشریہ طبع ۱۲ صنـ ۲۳۹ طبع لکھنؤ ۱۳۰۹ھ کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ آپ بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح معصوم اور محفوظ تھے ۔ (دراسات اللبیب صنـ ۲۰۰ میں ہے کہ آپ نے ابتداء عمر سے آخر عمر تک کوئی گناہ نہیں کیا اور اسی کو معصوم اور محفوظ کہتے ہیں ۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام خود ارشاد فرماتے ہیں نحن قوم معصومون ، ہم ہیں وحی خدا کے ترجمان ، ہم ہیں علم خدا کے خزینہ دار اور ہم ہی لوگ معصوم ہیں ۔ خدا نے ہماری اطاعت کا حکم دیا ہے اور ہماری معصیت سے دنیا والوں کو روکا ہے ۔ (اعلام الوریٰ صنـ ۱۶۹) علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ آپ اہلبیت اور سادات کی عظیم ترین فرد تھے اور آپ مختلف قسم کے علوم سے بھرپور تھے ۔ آپ ہی سے قرآن مجید کے معانی کے چشمے پھوٹتے رہے ہیں آپ کے بحرِ علم سے علوم کے موتی رولے جاتے تھے ۔ آپ ہی سے علمی عجائب و کمالات کا ظہور د

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

انکشاف ہوا ہے۔ (مطالب السئول ص ۲۴۳) علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ علماء نے آپ سے اس درجہ نقل علوم کیا ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ آپ کا آوازہ علم تمام اصقاع و دیار میں پھیلا ہوا تھا۔ (صواعق محرقہ ص ۱۲۱) علامہ جامی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے علوم کا احاطہ فہم و ادراک سے بلند ہے۔ (شواہد النبوت ص ۱۸۱)۔ علامہ مصر شیخ محمد خضری بک لکھتے ہیں کہ ان سے امام مالک بن انس، امام ابو حنیفہ اور اکثر علماء مدینہ نے روایت کی ہے۔ مگر امام بخاری نے ان سے کوئی روایت نہیں لی۔ (تاریخ فقہ ص ۲۶۲ طبع کراچی)۔ شاید اسی وجہ سے صحیح بخاری، صحاح ستہ میں سب سے زیادہ معتبر سمجھی جاتی ہے۔ واضح ہو کہ دیگر صحاح میں آل محمد علیہم السلام سے بھی روایات لی گئی ہیں۔ ضرورت تھی کہ ان صحاح کو بخاری سے بلند درجہ دیا جاتا، مگر ایسا نہیں ہے۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

آپ کی ولادت باسعادت

آپ بتاریخ ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ ہجری مطابق ۷۰۲ء یوم دوشنبہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے (ارشاد مفید فارسی ص ۴۱۳ اعلام الوریٰ ص ۱۵۹ جامع عباسی ص ۶۰ وغیرہ) آپ کی ولادت کی تاریخ کو خداوند عالم نے بڑی عزت دے رکھی ہے۔ احادیث میں ہے کہ اس تاریخ کو روزہ رکھنا ایک سال کے روزہ کے برابر ہے۔ ولادت کے بعد ایک دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا یہ فرزند ان چند مخصوص افراد میں سے ہے جن کے وجود سے خدا نے بندوں پر احسان فرمایا ہے اور یہی میرے بعد میرا جانشین ہوگا۔ (جنات الخلود ص ۲۶) علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ جب آپ بطن مادر میں تھے، تب کلام فرمایا کرتے تھے ولادت کے بعد آپ نے کلمہ شہادتین زبان پر جاری فرمایا آپ ناف بریدہ اور ختنہ شدہ پیدا ہوئے ہیں۔ (جلاء العیون ص ۲۶۵)۔ آپ تمام بوتوں کے خوب صورت تھے۔

اسم گرامی کنیت ۔ القاب

آپ کا اسم گرامی جعفر، آپ کی کنیت ابو عبداللہ، ابو اسمٰعیل اور آپ کے القاب، صادق، صابر، فاضل، طاہر وغیرہ ہیں۔ علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ آنحضرت نے اپنی ظاہری زندگی میں حضرت جعفر بن محمد کو لقب صادق سے موسوم و ملقب فرمایا تھا اور اس کی وجہ بظاہر یہ تھی کہ اہل آسمان کے نزدیک آپ کا لقب پہلے ہی سے "صادق" تھا۔ (جلاء العیون ص ۲۶۴) علامہ ابن خلکان کا کہنا ہے کہ صدق مقال کی وجہ سے آپ کے اسم نامی کا جزو "صادق" قرار پایا ہے۔ (وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۰۵)۔

"جعفر" کے متعلق علماء کا بیان ہے کہ جنت میں جعفر نامی ایک شیریں نہر ہے اسی کی مناسبت سے آپ کا یہ لقب رکھا گیا ہے۔ چونکہ آپ کا فیض عام نہر جاری کی طرح تھا، اسی لیے

۱؎ [illegible] ص ۶۵۵ ۲؎ نجوم زاہرہ جلد ۲ ۳؎ تاریخ بغدادی ص ۱۴

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس لقب سے ملقب ہوئے۔ (ارجح المطالب ص۴۶۱ بحوالہ تذکرۃ الخواص الامۃ)۔

امام اہلسنت علامہ وحید الزمان حیدرآبادی تحریر فرماتے ہیں، جعفر، چھوٹی نہر یا بڑی واسع (کشادہ) امام جعفر صادق، مشہور امام ہیں۔ بارہ اماموں میں سے اور بڑے ثقہ اور فقیہہ اور حافظ تھے امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے شیخ (حدیث) ہیں اور امام بخاری کو معلوم نہیں کیا شبہ ہوگیا کہ وہ اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کرتے اور یحییٰ بن سعید قطان نے بڑی بے ادبی کی ہے۔ جو کہتے ہیں۔ "فی منہ شئی ومجالد احب الی منہ"۔ میرے دل میں امام جعفر صادق کی طرف سے خلش ہے۔ میں ان سے بہتر مجالد کو سمجھتا ہوں۔ حالانکہ مجالد کو امام صاحب کے سامنے کیا رتبہ ہے؟ ایسی ہی باتوں کی وجہ سے اہل سنت بدنام ہوتے ہیں کہ ان کو آئمہ اہل بیت سے کچھ محبت اور اعتقاد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ امام بخاری پر رحم کرے کہ مروان اور عمران بن خطان اور کئی خوارج سے تو انھوں نے روایت کی اور امام جعفر صادق سے جو ابن رسول اللہ ہیں ان کی روایت میں شبہ کرتے ہیں۔ (انوار اللغۃ پارہ ۵ ص۲۷ طبع حیدرآباد دکن)۔

علامہ ابن حجر مکی اور علامہ شبلنجی رقمطراز ہیں کہ اعیان آئمہ میں سے ایک جماعت مثل یحییٰ بن سعید ابن جریج، امام مالک، امام سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، امام ابوحنیفہ، ایوب سجستانی نے آپ سے حدیث اخذ کی ہے، ابوحاتم کا قول ہے کہ امام جعفر صادق ایسے ثقہ ہیں لایسئل عنہ مثلہ کہ آپ ایسے شخصوں کی نسبت کچھ تحقیق اور استفسار و تفحص کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ ریاست کی طلب سے بے نیاز تھے اور ہمیشہ عبادت گزاری میں بسر کرتے رہے، عمر ابن مقدام کا کہنا ہے کہ جب میں امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھتا ہوں تو مجھے معاً خیال ہوتا ہے کہ یہ جوہر رسالتؐ کی اصل و بنیاد ہیں۔ (صواعق محرقہ ص۱۲۰ نور الابصار ص۱۳۱ حلیۃ الابرار تاریخ آئمہ ص۴۳۳)۔

بادشاہان وقت

آپ کی ولادت ۸۳ھ میں ہوئی ہے اس وقت عبدالملک بن مروان بادشاہ وقت تھا پھر ولید، سلیمان، عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک، ولید بن یزید بن عبدالملک، یزید الناقص، ابراہیم ابن ولید، اور مروان الحمار۔ علی الترتیب خلیفہ مقرر ہوئے۔ مروان الحمار کے بعد سلطنت بنی امیہ کا چراغ گل ہوگیا اور بنی عباس نے حکومت پر قبضہ کرلیا، بنی عباس کہ پہلا بادشاہ ابوالعباس، سفاح اور دوسرا منصور دوانقی ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو (اعلام الوری) تاریخ ابن الوردی و تاریخ آئمہ ص۴۳۶) اسی منصور نے اپنی حکومت کے دو سال گزرنے کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام کو زہر سے شہید کردیا۔ (انوار الحسینیہ جلد ۲ ص۵۰)۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عبدالملک بن مروان کے عہد میں آپ کا ایک مناظرہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بے شمار علمی مناظرے فرمائے ہیں۔ آپ نے دہریوں، قدریوں کافروں اور یہود و نصاریٰ کو ہمیشہ شکست فاش دی ہے۔ کسی ایک مناظرہ میں بھی آپ پر کوئی غلبہ حاصل نہیں کر سکا۔ عہد عبدالملک ابن مروان کا ذکر ہے کہ ایک قدریہ مذہب کا مناظر اس کے دربار میں آکر علماء سے مناظرہ کا خواہشمند ہوا۔ بادشاہ نے حسب عادت اپنے علماء کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ اس قدریہ مناظر سے مناظرہ کرو۔ علماء نے اس سے کافی زور آزمائی کی۔ مگر وہ میدان مناظرہ کا کھلاڑی ان سے نہ ہار سکا۔ اور تمام علماء عاجز آگئے۔ اسلام کی شکست ہوتے ہوئے دیکھ کر عبدالملک ابن مروان نے فوراً ایک خط حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ روانہ کر دیا اور اس میں تاکید کی کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں جب اس کا خط پہنچا تو آپ نے اپنے فرزند حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرمایا کہ بیٹا میں ضعیف ہو چکا ہوں تم مناظرہ کے لیے شام چلے جاؤ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار کے حسب الحکم مدینہ سے روانہ ہو کر شام پہنچ گئے۔

عبدالملک ابن مروان نے جب امام محمد باقر علیہ السلام کے بجائے امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا تو کہنے لگا کہ آپ ابھی کم سن ہیں اور وہ بڑا پرانا مناظر ہے، ہو سکتا ہے کہ آپ بھی اور علماء کی طرح شکست کھا جائیں۔ اس لیے مناسب نہیں کہ مجلس مناظرہ پھر منعقد کی جائے۔ حضرت نے فرمایا، بادشاہ تو گھبرا نہیں۔ اگر خدا نے چاہا تو میں صرف چند منٹ میں مناظرہ ختم کر دوں گا۔ آپ کے ارشاد کی تائید درباریوں نے بھی کی اور موقعہ مناظرہ پر فریقین آگئے۔

چونکہ قدریوں کا اعتقاد ہے کہ بندہ ہی سب کچھ ہے، خدا کو بندوں کے معاملہ میں کوئی دخل نہیں۔ اور نہ خدا کچھ کر سکتا ہے یعنی خدا کے حکم اور قضا و قدر و ارادہ کو بندوں کے کسی امر میں دخل نہیں۔ لہٰذا حضرت نے اس کی پہل کرنے کی خواہش پر فرمایا کہ میں تم سے صرف ایک بات کہنی چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم "سورۂ حمد" پڑھو، اس نے پڑھنا شروع کیا۔ جب وہ "ایاك نعبد وایاك نستعین" پر پہنچا جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ میں صرف تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور بس تجھی سے مدد چاہتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا، ٹھہر جاؤ اور مجھے اس کا جواب دو کہ جب خدا کو تمہارے اعتقاد کے مطابق تمہارے کسی معاملہ میں دخل دینے کا حق نہیں تو پھر تم اس سے مدد کیوں مانگتے ہو، یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ بالآخر مجلس مناظرہ برخاست ہو گئی اور بادشاہ بے حد خوش ہوا (تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۳۳)۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ابوشاکر دیصانی کا جواب

ابوشاکر دیصانی جو لامذہب تھا حضرت سے کہنے لگا کہ کیا آپ خدا کا تعارف کرا سکتے ہیں اور اس کی طرف میری رہبری فرما سکتے ہیں۔ آپ نے ایک طاؤس کا انڈا ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ دیکھو اس کی بالائی ساخت پر غور کرو، اور اندر کی بہتی ہوئی زردی اور سفیدی کو بنظر غائر دیکھو اور اس پر توجہ دو کہ اس میں رنگ برنگ کے طائر کیوں کر پیدا ہو جاتے ہیں کیا تمہاری عقل سلیم اس کو تسلیم نہیں کرتی کہ اس انڈے کا اچھوتے انداز میں بنانے والا اور اس سے پیدا کرنے والا کوئی ہے، یہ سُن کر وہ خاموش ہو گیا اور دہریت سے باز آیا۔

اسی دیصانی کا ذکر ہے کہ اُس نے ایک دفعہ آپ کے صحابی ہشام بن حکم کے ذریعہ سے سوال کیا کہ کیا یہ ممکن ہے؟ کہ خدا ساری دُنیا کو ایک انڈے میں سمو دے اور نہ انڈا بڑھے نہ دُنیا گھٹے، آپ نے فرمایا بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس نے کہا کوئی مثال؟ فرمایا مثال کے لیے مردمک چشم آنکھ کی چھوٹی سی پتلی کافی ہے۔ اس میں ساری دُنیا سما جاتی ہے نہ پتلی بڑھتی ہے نہ دُنیا گھٹتی ہے۔ اصول کافی ص۳۳ جامع الاخبار)۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام اور حکیم ابن عیاش کلبی

ہشام بن عبدالملک بن مروان کے عہدِ حیات کا ایک واقعہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حکیم بن عیاش کلبی آپ لوگوں کی ہجو کیا کرتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اگر تم کو اس کا کچھ کلام یاد ہو تو بیان کرو۔ اُس نے دو شعر سُنائے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے زید کو شاخ درخت خرما پر سولی دے دی۔ حالانکہ ہم نے نہیں دیکھا کوئی مہدی دار پر چڑھایا گیا ہو اور تم نے اپنی بیوقوفی سے علی کو عثمان کے ساتھ قیاس کر لیا حالانکہ علی سے عثمان بہتر اور پاکیزہ تھے۔ یہ سُن کر امام جعفر صادق علیہ السلام نے دُعا کی بار الٰہا اگر حکیم کلبی جھوٹا ہے تو اس پر اپنی مخلوق میں سے کسی درندے کو مسلط فرما۔ چنانچہ اُن کی دُعا قبول ہوئی اور حکیم کلبی کو راہ میں شیر نے ہلاک کر دیا۔ (اصابہ ابن حجر عسقلانی جلد ۲ ص۵۰)۔ مُلّا جامی تحریر کرتے ہیں کہ جب حکیم کلبی کے ہلاک ہونے کی خبر امام جعفر صادق علیہ السلام کو پہنچی تو انھوں نے سجدہ میں جا کر کہا کہ اُس خدائے برتر کا شکر ہے جس نے ہم سے جو وعدہ فرمایا اُسے پورا کیا۔ (شواہد النبوت، صواعق محرقہ ص۱۲۱ و نور الابصار ص۱۴۷)۔

۱۱۳ھ میں امام جعفر صادق کا حج

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ آپ نے ۱۱۳ھ میں حج کیا اور وہاں خدا سے دُعا کی، خدا نے بلا فصل انگور اور دو بہترین ردائیں بھجوائیں۔ آپ نے انگور خود بھی کھایا اور لوگوں کو بھی کھلایا اور ردائیں ایک سائل کو دے دیں۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اِس واقعہ کی مختصر الفاظ میں تفصیل یہ ہے کہ بعث بن سعد سنہ مذکورہ میں حج کے لیے گئے وہ نمازِ عصر پڑھ کر ایک دن کوہ ابوقبیس پر گئے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ایک نہایت مقدس شخص مشغول نماز ہے، پھر نماز کے بعد وہ سجدہ میں گیا اور یارب یارب کہہ کر خاموش ہو گیا۔ پھر یاحیؑ یاحیؑ کہا اور چُپ ہو گیا۔ پھر یارحیم یارحیم کہا اور خاموش ہو گیا۔ پھر یاارحم الراحمین کہہ کر چُپ ہو گیا۔ پھر بولا خدایا مجھے انگور چاہئیں اور میری ردا بوسیدہ ہو گئی ہے۔ دو ردائیں درکار ہیں۔ راوی حدیث بلعث کہتا ہے کہ یہ الفاظ ابھی تمام نہ ہوتے تھے کہ ایک تازہ انگوروں سے بھری ہوئی زنبیل آموجود ہوئی اور اس پر دو بہترین چادریں رکھی ہوئی تھیں۔ اس عابد نے جب انگور کھانا چاہا تو میں نے عرض کی حضور میں آمین کہہ رہا تھا۔ مجھے بھی کھلائیے۔ اُنھوں نے حکم دیا میں نے کھانا شروع کیا۔ خدا کی قسم ایسے انگور ساری عمر خواب میں بھی نظر نہ آئے تھے۔ پھر آپ نے ایک چادر مجھے دی۔ میں نے کہا مجھے ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ نے ایک چادر پہن لی اور ایک اوڑھ لی پھر پہاڑ سے اُتر کر مقام سعی کی طرف گئے۔ میں اُن کے ہمراہ تھا۔ راستے میں ایک سائل نے کہا۔ مولا مجھے چادر دیجئے۔ خدا آپ کو جنت کے لباس سے آراستہ کرے گا۔ آپ نے فوراً دونوں چادریں اس کے حوالہ کر دیں میں نے اس سائل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ اُس نے کہا امام زمانہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام یہ سُن کر میں ان کے پیچھے دوڑا کہ ان سے مل کر کچھ استفادہ کروں۔ لیکن پھر وہ مجھے نہ مل سکے۔ (صواعق محرقہ صـــ ۱۲۱ وکشف الغمہ صـــ ۹۲ مطالب السؤل صـــ ۲۷۴)۔

ولید بن یزید اور آلِ محمدؐ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے والد ماجد حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کو ۱۱۴ھ میں شہید کرنے کے بعد ہشام بن عبدالملک بن مروان ۱۲۵ھ میں واصل جہنم ہوا۔ اس کے مرنے کے بعد ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان خلیفہ وقت بنایا گیا، یہ خلیفہ، اوباش، اخلاق اوصاف سے معرا، بے شرم منہیات کا مرتکب، نہایت فاسق و فاجر اور عیاش تھا مے نوشی اور لواطت میں خاص شہرت رکھتا تھا۔ نہایت جبار اور کینہ ور، جس ہانڈی میں کھاتا اُسی میں سُوراخ کرتا یہ اپنے باپ کی کنیزوں کو بھی استعمال کیا کرتا تھا۔ ایک دن اُس کی جمیلہ لڑکی ایک خادمہ کے پاس بیٹھی تھی اس نے اُسے پکڑ لیا اور اُس کی بکارت زائل کر دی خادمہ نے کہا کہ یہ تو مجوس کا کام ہے اُس نے جواب دیا کہ ملامت کا خیال کرنے والے مغموم مر جاتے ہیں۔ ایک دن حج کے زمانہ میں یہ خانہ کعبہ کی چھت پر مے نوشی کے لیے بھی گیا تھا۔ تاریخ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک دن اُس نے قرآن مجید سے فال کھولی۔ اس میں آیہ "خاب کل جبار عنید" نکلا یہ دیکھ کر اس نے غصہ میں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قرآن مجید کو پھینک دیا۔ پھر اُسے معلّق کر کے تیروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور کہا اے قرآن جب خدا کے پاس جانا تو کہہ دینا "مزقنی الولید" مجھے ولید نے پارہ پارہ کیا ہے۔ ایک دن ولید اپنی ایک کنیز کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ اتنے میں اذان کی آواز کان میں آئی۔ یہ فوراً مباشرت میں مشغول ہوا جب لوگوں نے نماز پڑھانے کے لیے کہا تو اس کنیز کو اپنا لباس پہنا کر شراب کے نشہ اور جنابت کی حالت میں نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں بھیج دیا اور اس نے نماز پڑھا دی۔ (تاریخ خمیس حبیب السیر حجج الکرامہ صدیق حسن) یہ ظاہر ہے کہ جو دین و ایمان، نماز و مسجد اور قرآن مجید کا احترام نہ کرتا ہو وہ آلِ محمدؐ کا کیا احترام کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے مختصر عہد میں اُن کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی، تاریخ میں ہے کہ حضرت زید شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے جناب یحییٰ کو اسی کے عہد میں بری طرح شہید کیا گیا، اور اُن کا سر ولید کے دربار میں لایا گیا اور جسم خراسان میں سُولی پر لٹکایا گیا۔ (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۴۲)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

اور

جناب ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی

فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جو عالم علمِ لدنی تھے، آپ کے فیضِ صحبت سے اربابِ عقل نے علوم حاصل کیے۔ آپ ہی کی ایک کنیز حُسنیہ کا ذکر زبانِ خواص و عوام ہے کہ اس نے بادشاہ وقت کے دربار میں چالیس علماء اسلام کو چپ کر کے دم بخود کر دیا تھا۔ آپ ہی کے فیضِ صحبت سے جناب نعمان بن ثابت نے علمی مدارج حاصل کیے تھے "اور یہ تپ ہے جو اظہر ہے"۔ (حدائق الحنفیہ ص ۲)

جناب نعمان بن ثابت ۸۰ھ میں مقام کوفہ پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابو حنیفہ تھی۔ آپ عجمی النسل تھے۔ آپ کو ہارون الرشید عباسی کے عہد میں بڑا عروج حاصل ہوا۔ (تاریخ صغیر بخاری ص ۱۶۱ و سیرۃ النعمان شبلی ص ۱۷) آپ کو ہشام بن عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں امام اعظمؒ کا خطاب ملا۔ جب کہ انھوں نے ۱۲۲ھ میں جناب زید شہید کی بیعت کی اور ... حکومت کی مخالفت کرکے موافقت کی تھی۔ کتاب مصفّیٰ شرح موطا میں ہے کہ اکابر محدثین مثل امام بخاری، امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ نے آپ کی روایت پر بھروسہ نہیں کیا۔ آپ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے۔ (تاریخ صغیر ص ۱۶۱) اسی تاریخ صغیر میں بروایت نعیم بن حماد مروی ہے کہ میں سفیان ثوری کی خدمت میں حاضر تھا کہ ناگہاں ابو حنیفہ صاحب کی خبرِ وفات سُنی گئی، تو سفیان نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا کہ یہ شخص اسلام کو توڑ پھوڑ کر چکنا چور کر رہا تھا۔ ما ولد فی الاسلام اشأم

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میشۂ۔ اسلام میں اس سے زیادہ شئوم کوئی پیدا نہیں ہُوا۔

امام ابُوحنیفہ کی شاگردی کا مسئلہ

یہ تاریخی مسلمات سے ہے کہ جناب امام ابُوحنیفہ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے شاگرد تھے۔ لیکن علّامہ تقی الدین ابنِ تیمیہ نے ہمعصر ہونے کی وجہ سے اس میں منکرانہ شبہہ ظاہر کیا ہے۔ اِن کے شبہ کو شمس العلما رعلّامہ شبلی نعمانی نے رَد کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے "ابُوحنیفہ ایک مدّت تک استفادہ کی غرض سے امام محمد باقر کی خدمت میں حاضر رہے اور فقہ و حدیث کے متعلق بہت بڑا ذخیرہ حضرت ممدوح کا فیضِ صحبت تھا۔ امام صاحب نے ان کے فرزندِ رشید حضرت جعفر صادق علیہ السّلام کی فیضِ صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا، جس کا ذکر عموماً تاریخوں میں پایا جاتا ہے، ابنِ تیمیہ نے اس سے انکار کیا ہے اور اس کی وجہ یہ خیال کی ہے کہ امام ابُوحنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے معاصر اور ہمعصر تھے اس لیے ان کی شاگردی کیونکر اختیار کرتے۔ لیکن یہ ابنِ تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے۔ امام ابُوحنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہہ ہوں لیکن فضل و کمال میں ان کو حضرت جعفر صادق سے کیا نسبت۔ حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہلِ بیت کے گھر سے نکلے ہیں۔ "وصاحب البیت ادریٰ بما فیھا"۔ گھر والے ہی گھر کی تمام چیزوں سے واقف ہوتے ہیں۔ (سیرۃ النعمان ص۴۵ طبع آگرہ) ہے

جناب ابُوحنیفہ کا امتحان

تواریخ میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں اکثر حضرت ابُوحنیفہ نعمان بن ثابت حاضر ہوا کرتے تھے اور یہ ہوتا رہتا تھا کہ آپ ان کا امتحان لے کر انھیں فائدہ پہنچایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جناب ابوحنیفہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ اے ابوحنیفہ میں نے سُنا ہے کہ تم مسائل وغیرہ میں "قیاس" سے کام لیا کرتے ہو، عرض کی جی ہاں ہے تو ایسا ہی آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو۔ کیونکہ "اوّل من قیاس ابلیس"۔ دین میں قیاس کرنا ابلیس کا کام ہے اور اسی نے قیاس کی پہل کی ہے۔ ایک دفعہ آپ نے پوچھا کہ اے ابوحنیفہ یہ بتاؤ کہ خداوند عالم نے، آنکھوں میں نمکینی، کانوں میں تلخی، ناک کے نتھنوں میں رطوبت اور لبوں میں شیرینی کیوں پیدا کی؟ انھوں نے بہت غور و خوض کے بعد کہا، یا حضرت، اس کا مجھے علم نہیں، آپ نے فرمایا۔ اچھا مجھ سے سُنو، آنکھیں چربی کا ڈھیلا ہیں۔ اگر ان میں شوریت اور نمکینی نہ ہوتی تو پگھل جاتیں کانوں میں تلخی اس لیے ہے کہ کیڑے مکوڑے نہ گھس جائیں۔ ناک میں رطوبت اِس لیے ہے کہ سانس کی آمد و رفت میں سہولت ہو اور خوشبو اور بدبو محسوس ہو لبوں میں شیرینی اِس لیے ہے کہ کھانے پینے میں لذّت آسکے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

[illegible] سے بڑا کوئی عالم نہیں (مناقب ابو حنیفہ [illegible])

Presented by: Rana Jabir Abbas

پھر آپ نے پوچھا وہ کونسا کلمہ ہے جس کا پہلا حصّہ کفر اور دوسرا ایمان ہے۔ انھوں نے عرض کی مجھے علم نہیں۔

آپ نے فرمایا کہ وہ وُہی کلمہ ہے۔ جو تُم رات دن پڑھا کرتے ہو۔ سُنو لَا اِلٰہَ کفر اور اِلَّا اللہ ایمان ہے۔

پھر آپ نے پوچھا کہ عورت کمزور ہے یا مرد، نیز یہ کہ حالتِ حمل میں عورت کو خون حیض کیوں نہیں آتا۔ انھوں نے کہا کہ یہ تو معلوم ہے کہ عورت کمزور ہے۔ لیکن یہ نہیں معلوم کہ اسے عالمِ حمل میں حیض کیوں نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اگر عورت کمزور ہے تو کیا وجہ ہے کہ میراث میں اس کو ایک حصّہ اور مرد کو دو حصّہ دیا جاتا ہے۔ انھوں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ عورت کا نفقہ مرد پر ہے اور حصولِ آذوقہ اسی کے ذمہ ہے اس لیے اُسے دوہرا دیا گیا، اور عورت کو عالمِ حمل میں خون حیض اس لیے نہیں آتا کہ وہ بچے کے پیٹ میں داخل ہو کر غذا بن جاتا ہے۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت کی خدمت میں جناب ابوحنیفہ صاحب تشریف لائے تو آپ نے پوچھا۔ اے ابوحنیفہ تم اُس مُحرم کے باب میں کیا فتویٰ دیتے ہو جس نے حج کے لیے احرام باندھنے کے بعد ہرن کے وہ دانت توڑ ڈالے ہوں جن کو رُباعی کہتے ہیں "فقال یابن رسُول ما اعلم ما فیہ" عرض کی فرزند رسُول مجھے اس کا علم معلوم نہیں" فقال انت تداھر ولا تعلم" آپ نے فرمایا کہ اسی علمیت پر فخر کرتے اور لوگوں کو دھوکا دیتے ہو، تمھیں یہ تک معلوم نہیں کہ ہرن کے رباعیہ ہوتے ہی نہیں۔ (المصائد ص۳۰)۔

پھر آپ نے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ عقلمند کون ہے؟ انھوں نے عرض کی جو اچھے بُرے کی پہچان کرے اور دوست و دُشمن میں تمیز کر سکے"۔ آپ نے فرمایا کہ یہ صفت اور تمیز تو جانوروں میں بھی ہوتی ہے۔ وہ بھی پیار کرتے اور مارتے ہیں۔ یعنی اچھے بُرے کو جانتے ہیں۔ انھوں نے کہا پھر آپ ہی فرمائیں۔ آپ نے ارشاد کیا کہ عقلمند وہ ہے جو دو نیکیوں اور دو بُرائیوں میں یہ امتیاز کر سکے کہ کون سی نیکی ترجیح دینے کے قابل اور دو بُرائیوں میں کون سی بُرائی کم اور کون زیادہ ہے۔ (حیواۃ الحیوان دمیری جلد ۲ صـ۸۵-۸۶ تاریخ ابن خلکان جلد ۱ صـ۱۰۵ مناقب ابن شہر آشوب صـ۱۴ نورالابصار صـ۱۳۱)

امام جعفر صادق علیہ السّلام کے بعض نصائح و ارشادات

علامہ شبلنجی تحریر فرماتے ہیں (۱) سعید وہ ہے جو تنہائی میں اپنے کو لوگوں سے بے نیاز اور خدا کی طرف جھکا ہوا پائے (۲) جو شخص کسی برادر مومن کا دل خوش کرتا ہے، خداوند عالم اُس کے لیے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اس کی طرف سے عبادت کرتا ہے اور قبر میں مونس تنہائی، قیامت میں ثابت قدمی کا باعث۔ منزل شفاعت میں شفیع اور جنّت میں پہنچانے میں رہبر ہوگا (۳) نیکی کا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تکملہ یعنی کمال یہ ہے کہ اس میں جلدی کرو، اور اُسے کم سمجھو، اور چھپا کے کرو (۴) عمل خیر نیک نیتی سے کرنے کو سعادت کہتے ہیں (۵) دیر میں تاخیر نفس کا دھوکا ہے (۶) چار چیزیں ایسی ہیں جن کی قلت کو کثرت سمجھنا چاہیئے ۱۔ آگ ۲۔ دشمنی ۳۔ فقیری ۴۔ مرض (۷) کسی کے ساتھ ہمیشہ دن رہنا عزیزداری کے مترادف ہے (۸) شیطان کے غلبہ سے بچنے کے لیے لوگوں پر احسان کرو (۹) جب اپنے کسی بھائی کے وہاں جاؤ تو صدر مجلس میں بیٹھنے کے علاوہ اس کی ہر نیک خواہش کو مان لو (۱۰) لڑکی (رحمت) نیکی ہے اور لڑکا نعمت ہے۔ خدا ہر نیکی پر ثواب دیتا ہے اور ہر نعمت پر سوال کریگا (۱۱) جو تمھیں عزت کی نگاہ سے دیکھے تم بھی اُس کی عزت کرو، اور جو ذلیل سمجھے اُس سے خودداری برتو (۱۲) بخشش سے روکنا خدا سے بدظنی ہے۔ (۱۳) دُنیا میں لوگ باپ دادا کے ذریعے سے متعارف ہوتے ہیں اور آخرت میں اعمال کے ذریعے سے پہچانے جائیں گے۔ (۱۴) انسان کے بال بچے اُس کے اسیر اور قیدی ہیں نعمت کی وُسعت پر انھیں وُسعت دینی چاہیے ورنہ زوال نعمت کا اندیشہ ہے (۱۵) جن چیزوں سے عزت بڑھتی ہے ان میں تین یہ ہیں ۱۔ ظالم سے بدلہ نہ لے ۲۔ اُس پر کرم گستری جو مخالف ہو ۳۔ جو اس کا ہمدرد نہ ہو۔ اس کے ساتھ ہمدردی کرے (۱۶) مومن وہ ہے جو غصہ میں جادۂ حق سے نہ ہٹے اور خوشی سے باطل کی پیروی نہ کرے (۱۷) جو خدا کی دی ہوئی نعمت پر قناعت کرے گا مستغنی رہے گا (۱۸) جو دوسروں کی دولت مندی پر للچائی نظریں ڈالے گا، وہ ہمیشہ فقیر رہے گا (۱۹) جو راضی برضائے خدا نہیں وہ خدا پر اتہام تقدیر لگا رہا ہے (۲۰) جو اپنی لغزش کو نظر انداز کرے گا وہ دوسروں کی لغزش کو بھی نظر میں نہ لائے گا (۲۱) جو کسی کو بے پردہ کرنے کی سعی کرے گا خود برہنہ ہو جائے گا (۲۲) جو کسی پر ناحق تلوار کھینچیگا تو نتیجہ میں خود مقتول ہوگا (۲۳) جو کسی کے لیے کنواں کھودے گا خود اُس میں گرے گا "چاہ کن را چاہ در پیش" (۲۴) جو شخص بے وقوفوں سے راہ و رسم رکھے گا، ذلیل ہوگا۔ جو علماء کی صحبت حاصل کرے گا عزت پائے گا، جو بُری جگہ دیکھا جائے گا، بدنام ہوگا (۲۵) حق گوئی کرنی چاہیے خواہ وہ اپنے لیے مفید ہو یا مضر (۲۶) چغل خوری سے بچو کیونکہ یہ لوگوں کے دلوں میں دُشمنی اور عداوت کا بیج بوتی ہے (۲۷) اچھوں سے ملو، بُروں کے قریب نہ جاؤ۔ کیونکہ وہ ایسے پتھر ہیں جن میں جونک نہیں لگتی، یعنی اُن سے فائدہ نہیں ہو سکتا (نور الابصار ص۱۳۴) (۲۸) جب کوئی نعمت ملے تو بہت زیادہ شکر کرو تاکہ اضافہ ہو (۲۹) جب روزی تنگ ہو تو استغفار زیادہ کیا کرو کہ ابواب رزق کھل جائیں (۳۰) جب حکومت یا غیر حکومت کی طرف سے کوئی رنج پہنچے تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم زیادہ کہو تاکہ رنج دُور ہو، غم کافور ہو، اور خوشی کا وفور ہو——

(مطالب السؤل ص۲۷۴ تا ص۲۷۵)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ کے بعض کرامات

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے کرامات اور خوارق عادات اور علمی معلوماتی واقعات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ ابو بصیر ایک دن حمام جانے کے لیے اپنے گھر سے برآمد ہوئے۔ راستے میں چند ایسے حضرات ملے جو امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت کے لیے جا رہے تھے۔ ابو بصیر صحابی یہ سوچ کر ساتھ ہو گئے کہ اگر میں حمام سے واپسی میں جاؤں گا تو سعادت زیارت میں پیچھے رہ جاؤں گا۔ جب وہاں پہنچے تو آپ نے اشارةً فرمایا کہ نبی اور امام کے گھر میں حالتِ جنابت میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔ ابو بصیر نے معذرت کی اور حمام چلے گئے۔ (کشف الغمہ ص۹۱) یونس بن ظبیان کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دوران گفتگو میں فرمایا کہ زمین کے خزانے ہمارے اختیار میں ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے پیر سے زمین پر ایک خط کھینچا اور ایک بالشت کا ڈبہ اُٹھا کر ہمیں دکھلایا۔ اس میں بہترین سونے کی اینٹیں تھیں۔ میں نے عرض کی مولا، آپ کے قبضہ میں سب کچھ ہے مگر آپ کے ماننے والے تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اُن کے لیے جنت ہے (تذکرۃ المعصومین)

آپ کے اخلاق اور عادات و اوصاف

علامہ ابن شہر آشوب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک غلام کو کسی کام سے بازار بھیجا۔ جب اس کی واپسی میں بہت دیر ہوئی تو آپ اس کو تلاش کرنے کے لیے نکل پڑے، دیکھا ایک جگہ لیٹا ہوا سو رہا ہے۔ آپ اُسے جگانے کے بجائے اُس کے سرہانے بیٹھ گئے اور پنکھا جھلنے لگے۔ جب وہ بیدار ہوا تو آپ نے فرمایا یہ طریقہ اچھا نہیں ہے۔ رات سونے کے لیے اور دن کام کاج کے لیے ہے۔ آئندہ ایسا نہ کرنا۔ (مناقب جلد ۵ ص۵۲) علامہ معاصر مولانا علی نقی مجتہد العصر رقمطراز ہیں، آپ اسی سلسلہ عصمت کی ایک کڑی تھے جسے خداوند عالم نے نوعِ انسانی کے لیے نمونہ کامل بنا کر پیدا کیا۔ ان کے اخلاق و اوصاف زندگی کے ہر شعبہ میں معیاری حیثیت رکھتے تھے۔ خاص خاص اوصاف، جن کے متعلق مورخین نے مخصوص طور پر واقعات نقل کیے ہیں۔ مہمان نوازی، خیر و خیرات، مخفی طریقہ پر غربا کی خبر گیری، عزیزوں کے ساتھ حسنِ سلوک، عفو جرائم، صبر و تحمل وغیرہ ہیں۔

ایک مرتبہ ایک حاجی مدینہ میں وارد ہوا اور مسجد رسول میں سو گیا۔ آنکھ کھلی تو اسے شبہ ہوا کہ اس کی ایک ہزار کی تھیلی موجود نہیں ہے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا، کسی کو نہ پایا۔ ایک گوشہ مسجد میں امام جعفر صادق علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے وہ آپ کو بالکل نہ پہچانتا تھا۔ آپ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میری تھیلی تم نے لی ہے۔ حضرت نے پوچھا اس میں کیا تھا؟ اس نے کہا ایک ہزار دینار۔ حضرت نے فرمایا، میرے ساتھ میرے مکان تک آؤ۔ وہ آپ کے ساتھ ہو گیا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بیت الشرف میں تشریف لا کر ایک ہزار دینار اس کے حوالے کر دیے، وہ مسجد میں واپس آ گیا اور اپنا اسباب اٹھانے لگا، تو خود اس کی دیناروں کی تھیلی اسباب میں نظر آئی، یہ دیکھ کر بہت شرمندہ ہوا اور دوڑتا ہوا پھر امام کی خدمت میں آیا اور عذر خواہی کرتے ہوئے وہ ہزار دینار واپس کرنا چاہا۔ حضرت نے فرمایا ہم جو کچھ دے دیتے ہیں وہ پھر واپس نہیں لیتے۔

موجودہ زمانہ میں یہ حالات سب ہی کی آنکھوں سے دیکھے ہوئے ہیں کہ جب یہ اندیشہ معلوم ہوتا ہے کہ اناج مشکل سے ملے گا تو جس کو جتنا ممکن ہو وہ اناج خرید کر رکھ لیتا ہے۔ مگر امام جعفر صادق علیہ السلام کے کردار کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے آپ کے وکیل معتقب نے کہا کہ ہمیں اِس گرانی اور قحط کی تکلیف کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ ہمارے پاس غلّہ کا اتنا ذخیرہ ہے جو بہت عرصہ تک کے لیے کافی ہوگا۔ حضرت نے فرمایا یہ تمام غلّہ فروخت کر ڈالو اس کے بعد جو حال سب کا ہوگا، وہی ہمارا بھی ہوگا۔ جب غلّہ فروخت کر دیا گیا تو فرمایا اب خالص گیہوں کی روٹی نہ پکا کرے، بلکہ آدھے گیہوں اور آدھے جَو کی پکائی جائے۔ جہاں تک ممکن ہو ہمیں غریبوں کا ساتھ دینا چاہیے۔

آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ مالداروں سے زیادہ غریبوں کی عزت کرتے تھے۔ مزدوروں کی بڑی قدر فرماتے تھے۔ خود بھی تجارت فرماتے تھے اور اکثر اپنے باغوں میں بہ نفسِ نفیس محنت بھی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ بیلچہ ہاتھ میں لیے باغ میں کام کر رہے تھے اور پسینہ سے تمام جسم تر ہو گیا تھا۔ کسی نے کہا، یہ بیلچہ مجھے عنایت فرمائیے کہ میں یہ خدمت انجام دوں۔ حضرت نے فرمایا، طلب معاش میں دھوپ اور گرمی کی تکلیف سہنا عیب کی بات نہیں۔ غلاموں اور کنیزوں پر بڑی مہربانی رہتی تھی۔ جو اس گھرانے کی امتیازی صفت تھی۔ اس کا ایک حیرت انگیز نمونہ یہ ہے کہ جسے سفیان ثوری نے بیان کیا ہے کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہے، میں نے سبب دریافت کیا، تو فرمایا میں نے منع کیا تھا کہ کوئی مکان کے کوٹھے پر نہ چڑھے، اس وقت جو میں گھر آیا تو دیکھا کہ ایک کنیز جو ایک بچہ کی پرورش پر متعین تھی اُسے گود میں لیے زینہ سے اوپر جا رہی تھی۔ مجھے دیکھا تو ایسا خوف طاری ہوا کہ بدحواسی میں بچہ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا، اور اس صدمہ سے جاں بحق تسلیم ہو گیا۔ مجھے بچہ کے مرنے کا اتنا صدمہ نہیں جتنا اِس کا رنج ہے کہ اِس کنیز پر اتنا رُعب و ہراس کیوں طاری ہوا۔ پھر حضرت نے اِس کنیز کو پکار کر فرمایا، ڈرو نہیں۔ میں نے تم کو راہِ خدا میں آزاد کر دیا۔ اس کے بعد حضرت بچہ کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ (صادق آلِ محمدؐ ص۱۲ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص۵۴)۔

کتاب مجانی الادب جلد ۱ ص۹۷ میں ہے کہ حضرت کے یہاں کچھ مہمان آئے تھے حضرت نے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کھانے کے موقع پر اپنی کنیز کو کھانا لانے کا حکم دیا، وہ سالن کا بڑا پیالہ لے کر جب دسترخوان کے قریب پہنچی تو اتفاقاً پیالہ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا۔ اس کے گرنے سے امام علیہ السلام اور دیگر مہمانوں کے کپڑے خراب ہو گئے۔ کنیز کانپنے لگی اور آپ نے غصہ کے بجائے اسے راہِ خدا میں یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ تو جو میرے خوف سے کانپتی ہے شاید یہی آزاد کرنا کفارہ ہو جائے۔ پھر اسی کتاب کے ص۶۹ میں ہے کہ ایک غلام آپ کا ہاتھ دُھلا رہا تھا کہ دفعتاً لوٹا چھوٹ کر طشت میں گرا اور پانی اُڑ کر حضرت کے منہ پر پڑا۔ غلام گھبرا اٹھا حضرت نے فرمایا۔ ڈر نہیں، جا میں نے تجھے راہِ خدا میں آزاد کر دیا۔

کتاب تحفۃ الزائر علامہ مجلسی میں ہے کہ آپ کے عادات میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے جانا داخل تھا۔ آپ عہدِ سفاح اور زمانۂ منصور میں بھی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ کربلا کی آبادی سے تقریباً چار سو قدم شمال کی جانب، نہرِ علقمہ کے کنارے باغوں میں "شریعہ صادق آلِ محمدؐ" اسی زمانہ سے بنا ہوا ہے۔ (تصویر عزا ص۶۰ طبع دہلی ۱۹۱۰ء)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی علمی بلندی

یہ ظاہر ہے کہ علم ہی انسان کا وہ جوہرِ غیر فانی ہے جس کے بغیر حقیقی امتیاز حاصل نہیں ہوتا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے علم کے ذریعہ سے ملائکہ پر فضیلت حاصل کی اور آپ کے اس طرزِ عمل سے ناگزیر طور پر یہ واضح ہو گیا کہ منصوص من اللہ کو عالمِ جید ہونا لازمی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام چونکہ صحیح طور پر منصوص تھے۔ لہٰذا آپ کا عالمِ زمانہ ہونا لازمی تھا اور یہی وجہ ہے کہ آپ علم کے اُن مدارج پر فائز تھے جن کے عرشۂ بلند کے پایہ کو پرندہ پر نہیں مار سکتا تھا۔

صادق آلِ محمدؐ کی تصانیف

آپ کی تصانیف کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بے شمار کتابیں و رسالے اور مقالات سے دُنیا والوں کو فیضیاب فرمایا ہے۔ آپ چونکہ علوم میں غیر محدود تھے۔ اس لیے آپ کی کتابیں ہر علم میں ملتی ہیں۔ آپ نے علمِ دین، علمِ کیمیا۔ علمِ رجز۔ علمِ فال۔ علمِ فلسفہ۔ علمِ طبیعیات۔ علمِ ہیئت۔ علمِ منطق۔ علمِ طب۔ علمِ سمیات۔ علمِ تشریح الاجسام و افعال الاعضا علم الہیات وما بعد الطبیعات وغیرہ وغیرہ پر خامہ فرسائی فرمائی ہے۔ اور لیکچرز دیئے ہیں۔ ہم اس مقام پر صرف دو کتابوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں (۱) کتاب جفر و جامعہ (۲) کتاب اہلیلجیہ۔

کتاب جفر و جامعہ

کتاب جفر و جامعہ کے متعلق علما کے بیانات مختلف ہیں۔ مولوی وحید الزمان صاحب حیدرآبادی اپنی کتاب انوار اللغۃ کے پارہ ۵

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ص۱۵ پر لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کو دو کتابیں لکھوا دی تھیں۔ ایک جفر دوسری جامعہ ایک کتاب تو بکری کی کھال پر تھی، دوسری بھیڑ کی کھال پر اور اس میں قیامت تک جتنی باتیں ہونے والی تھیں وہ سب مجملاً لکھوا دی تھیں۔ سید شریف نے شرح مواقف میں نقل کیا ہے کہ جفر اور جامعہ دو کتابیں ہیں جو حضرت علی کے پاس تھیں ان میں از روئے قواعد علم حروف و تکسیر بڑے بڑے حوادث کا بیان تھا، جو قیامت تک ہونے والے تھے اور آپ کی اولاد میں جو امام گزرے وہ انھیں کتابوں کو دیکھ کر اکثر امور کی خبر دیتے تھے الخ کتاب بحر زخیرہ میں ہے کہ علم جفر اور علم تکسیر ایک ہی ہے، یعنی سائل کے سوال کے حروف میں تصرف اور تغییر کر کے سوال کا جواب نکالنا الخ۔ علامہ شبلنجی اپنی کتاب نورالابصار کے ص۱۳۲ پر بحوالہ حیوٰۃ الحیوان دمیری لکھتے ہیں کہ ابن قتیبہ نے کتاب ادب الکاتب میں لکھا ہے کہ کتاب الجفر حضرت امام جعفر صادق کی لکھی ہوئی ہے۔ اس میں وہ تمام چیزیں ہیں جو قیامت تک دنیا میں رونما ہوں گی۔ علامہ ابن طلحہ شافعی اپنی کتاب مطالب السئول کے ص۲۱۳ میں کتاب الجفر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ھو من کرامہ" یہ کتاب آپ ہی کی تصنیف ہے۔ یہی عبارت بعینہٖ شواہد النبوت ملا جامی کے ص۱۸۱ طبع لکھنؤ سنہ ۱۹۰۵ء میں بھی موجود ہے۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جفر و جامعہ کے علاوہ جفر احمر و جفر ابیض اور مصحف فاطمہ کے بھی مالک تھے۔ اور آپ کو خدا نے علم غابر و مزبور و نکت و نقر سے بہرہ ور فرمایا تھا علامہ جامی شواہد النبوت ص۲۰۱ میں اور علامہ اربلی کشف الغمہ ص۹۰ میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرمایا کرتے تھے ہمیں آئندہ اور گزشتہ کا علم اور الہام کی صلاحیت اور ملائکہ کی باتیں سننے کی طاقت دی گئی ہے۔ میرے خیال میں یہی عالم علم لدنی ہونے کی دلیل ہے جو جانشین پیغمبر ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ صاحب مجمع البحرین اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جفر و جامعہ میں قیامت تک ہونے والے سارے واقعات مندرج ہیں۔ یہاں تک کہ اس میں خراش لگ جانے کی بھی سزا کا ذکر ہے اور ایک تازیانہ (بلکہ نصف تازیانہ) کا بھی حکم موجود ہے۔

کتاب اہلیلجیہ

علامہ مجلسی نے کتاب بحارالانوار کی جلد ۲ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی کتاب اہلیلجیہ کو مکمل طور پر نقل فرمایا ہے۔ اس کتاب کے تصنیف کرنے کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ ایک ہندوستانی فلسفی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے الٰہیات اور مابعد الطبیعیات پر آنحضرت سے تبادلہ خیالات کرنا چاہا۔ حضرت نے اس سے نہایت محکم گفتگو کی اور علم کلام کے اصول پر دہریت اور مادیت کو فنا کر چھوڑا، اُسے آخر میں کہنا پڑا کہ آپ نے اپنے دعوے کو اس طرح ثابت فرما دیا ہے کہ ارباب عقل کو مانے بغیر چارہ نہیں۔ تواریخ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہندی فلسفی سے جو گفتگو کی تھی اسے کتاب کی شکل میں مدون کر کے باب اہلبیت کے مشہور متکلم جناب مفضل بن عمر الجعفی کے پاس بھیج دیا تھا۔ اور یہ لکھ دیا تھا کہ

اے مفضل میں نے تمہارے لیے ایک کتاب لکھی ہے جس میں منکرین خدا کی رد کی ہے، اور اس کے لکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ میرے پاس ہندوستان سے ایک طبیب (فلسفی) آیا تھا اور اس نے مجھ سے مباحثہ کیا تھا۔ میں نے جو جواب اُسے دیا تھا، اسی کو قلم بند کر کے تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔

حضرت صادق آلِ محمدؐ کے فلک وقار شاگرد

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگردوں کا شمار مشکل ہے بہت ممکن ہے کہ آئندہ سلسلہ تحریر میں آپ کے بعض شاگردوں کا ذکر آجائے۔ عام مورخین نے بعض ناموں کو خصوصی طور پر پیش کر کے آپ کی شاگردی کی سلک میں پرو کر انھیں معزز بنایا ہے۔ مطالب السؤل صفحہ ۲۶۲ محرر قرہ نورالابصار وغیرہ میں امام ابو حنیفہ یحیٰ بن سعید انصاری، ابن جریح، امام مالک ابن انس امام سفیان ثوری، سفیان بن عیینیہ، ایوب سجستانی وغیرہ کا آپ کے شاگردوں میں خاص طور پر ذکر ہے۔ تاریخ ابن خلکان جلد ۱ ص ۱۳۰ اور خیر الدین زرکلی کی الاعلام ص ۱۸۳ طبع مصر محمد فرید وجدی کی ادارہ معارف القرآن کی جلد ۳ ص ۱۰۹ طبع مصر میں ہے۔ وکان تلمیذہ ابوموسیٰ جابر بن حیان الصوفی الطرسوسی، آپ کے شاگردوں میں جابر بن حیان صوفی طرسوسی بھی ہیں۔

آپ کے بعض شاگردوں کی جلالت قدر اور ان کی تصانیف اور علمی خدمات پر روشنی ڈالنی تو بے انتہا دشوار ہے۔ اس لیے اس مقام پر صرف جابر بن حیان طرسوسی جو کہ انتہائی باکمال ہونے کے باوجود شاگرد امام کی حیثیت سے عوام کی نظروں سے پوشیدہ ہیں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

امام الکیمیا جناب جابر ابن حیان طرسوسی

آپ کا پورا نام ابوموسیٰ جابر بن حیان بن عبدالصمد الصوفی الطرسوسی الکوفی ہے آپ ۷۴۲ء میں پیدا ہوئے اور ۸۰۳ء میں انتقال فرما گئے۔ بعض محققین نے آپ کی وفات ۸۱۳ء بتائی ہے۔ لیکن ابن ندیم نے ۷۷۶ء لکھا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلامک ہسٹری میں ہے کہ استاد اعظم جابر بن حیان بن عبداللہ، عبدالصمد کوفہ میں پیدا ہوا وہ طوسی النسل تھا اور آزد نامی قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ خیالات میں صوفی تھا اور یمن کا رہنے والا تھا۔ اوائل عمر میں علم طبیعیات کی تعلیم اچھی طرح حاصل کر لی اور امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر کی فیض صحبت سے علامہ الفن ہو گیا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جابر بن حیان نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ہے کہ ساری کائنات میں کوئی ایسا نہیں جو امام کی طرح سارے علوم پر بول سکے۔ الخ

تاریخ آئمہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی تصنیفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک کتاب کیمیا جعفر رمل پر لکھی تھی۔ حضرت کے شاگرد و مشہور و معروف کیمیاگر جابر بن حیان جو یورپ میں جبر کے نام سے مشہور ہیں۔ جابر صوفی کا لقب دیا گیا تھا۔ اور ذوالنون مصری کی طرح وہ بھی علم باطن سے ذوق رکھتے تھے، ان جابر بن حیان نے ہزاروں ورق کی ایک کتاب تالیف کی تھی جس میں حضرت امام جعفر صادقؑ کے پانچ سو رسالوں کو جمع کیا تھا۔ علامہ ابن خلکان کتاب وفیات الاعیان جلد ا ص ۱۳۰ طبع مصر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے مقالات علم کیمیا اور علم جفر و فال میں موجود ہیں اور آپ کے شاگرد تھے۔ جابر بن حیان صوفی طرسوسی جنھوں نے ہزار ورق کی ایک کتاب تالیف کی تھی، جس میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پانچ سو رسالوں کو جمع کیا تھا۔ علامہ خیر الدین زرکلی نے بھی الاعلام جلد ا ص ۱۸۲ طبع مصر میں یہی کچھ لکھا ہے۔ اس کے بعد تحریر کیا ہے کہ ان کی بے شمار تصانیف ہیں۔ جن کا ذکر ابن ندیم نے اپنی فہرست میں کیا ہے۔ علامہ محمد فرید وجدی نے دائرۃ معارف القرآن الرابع عشر کی ج ۳ ص ۱۰۹ طبع مصر میں بھی لکھا ہے کہ جابر بن حیان نے امام جعفر صادق کے پانچ سو رسائل کو جمع کر کے ایک کتاب ہزار صفحے کی تالیف کی تھی۔ علامہ ابن خلدون نے بھی مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر ص ۴۸۵ میں علم کیمیا کا ذکر کرتے ہوئے جابر بن حیان کا ذکر کیا ہے اور فاضل ہنسوی نے اپنی ضخیم تصنیف کتاب اور کتاب خانہ غیر مطبوعہ میں بحوالہ مقدمہ ابن خلدون ص ۵۰۹ طبع مصر لکھا ہے کہ جابر بن حیان علم کیمیا کے مدون کرنے والوں کا امام ہے۔ بلکہ اس علم کے ماہرین نے اس کو جابر سے اس حد تک مخصوص کر دیا ہے کہ اس علم کا نام ہی "علم جابر" رکھ دیا ہے۔ (الجواد شمارہ ۱۱ جلد ا ص ۹)۔

مورخ ابن القفطی لکھتے ہیں کہ جابر بن حیان کو علم طبیعیات اور کیمیا میں تقدم حاصل ہے ان علوم میں اس نے شہرۂ آفاق کتابیں تالیف کی ہیں۔ ان کے علاوہ علوم فلسفہ وغیرہ میں شرف کمال پر فائز تھے اور یہ تمام کمالات سے بھرپور ہونا علم باطن کی پیروی کا نتیجہ تھا۔ ملاحظہ ہو (طبقات الامم ص ۹۵ و اخبار الحکماء ص ۱۱۱ طبع مصر) پیام اسلام جلد ۷ ص ۱۵ میں ہے کہ وہ کیسا خوش قسمت مسلمان ہے جسے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شاگردی کا شرف حاصل تھا۔ اس کے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

متعلق جنوری ۱۹۲۵ء میں سائنس پروگریس نوشتہ جے ہولم یارڈ ایم اے ۔ الف ۔ آئی ۔ سی آفیسر اعلے شعبۂ سائنس کفٹن کالج برسٹل نے لکھا ہے کہ علم کیمیا کے متعلق زمانہ وسطیٰ کی اکثر تصانیف ملتی ہیں جن میں گیبر کا ذکر آتا ہے اور عام طور پر گیبر ابن حین اور بعض دفعہ گیبر کی بجائے جیبر بھی دیکھا گیا ہے ۔ اور گیبر یا جیبر دراصل جابر " ہے ۔ چنانچہ جہاں کہیں بھی لاطینی کتب میں گیبر کا ذکر آتا ہے ۔ وہاں مراد عربی ماہر کیمیا جابر بن حیان ہی ہے ۔ جیسے (ز) کے بجائے (ہ) کا آنا جانا آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے ۔ لاطینی میں ج کے مترادف کوئی آواز اور بعض علاقوں مثلاً مصر وغیرہ میں (جے) کو اب بھی بطور (جی) یعنی ڈگ) استعمال کیا جاتا ہے ۔ اس کے علاوہ خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں سائنس کیمسٹری وغیرہ کا چرچا بہت ہو چکا ہے اور اس علم کے جاننے والے دنیا کے گوشہ گوشہ سے کھینچ کر دربارِ خلافت سے منسلک ہو رہے تھے ۔ جابر بن حیان کا زمانہ بھی کم و بیش اس ہی دور میں تھا ۔ پچھلے پچیس سال میں انگلستان اور جرمنی میں جابر کے متعلق بہت سی تحقیقات ہوئی ہیں لاطینی زبان میں علم کیمیا کے متعلق چند کتب سینکڑوں سال سے اس مفکر کے نام سے منسوب ہیں ۔ جس میں منصوبہ (۱) سما (۲) برفیکشن (۳) دی انویسٹی گیشن پرفیکشن (۴) دی انویسٹی گیشن ورٹیلیس (۵) ٹیشا بھی لیکن ان کتابوں کے متعلق اب تک ایک طولانی بحث ہے اور اس وقت تک مفکرین یورپ انھیں اپنے یہاں کی پیداوار بتاتے ہیں اس لیے انھیں اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے ۔ جابر کو حرف (جی ۔ ڈگ) گیبر سے پکاریں اور بجائے عربی اصل کے اسے یورپین ثابت کریں ۔

حالانکہ سما کے کئی طبع شدہ اڈیشنوں میں گیبر کو عرب ہی کہا گیا ہے ۔ رسل کے انگریزی ترجمہ میں اسے ایک مشہور عربی شاہزادہ اور منطقی کہا گیا ہے ۔ ۱۵۴۱ء میں نیورن برگ کے ایڈیشن میں وہ صرف عرب ہے ۔ اسی طرح اور بہت سے قلمی نسخے ایسے مل جاتے ہیں ۔ جن میں کہیں اسے ایرانیوں کے بادشاہ سے یاد کیا گیا ہے ۔ کسی جگہ اُسے شاہ ہند کہا گیا ہے ۔ ان اختلافات سے سمجھ میں آتا ہے کہ جابر بِرّاعظم ایشیا سے نہ تھا ۔ بلکہ اسلامی عرب کا ایک درخشندہ ستارہ تھا ۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلامک کیمسٹری کے مطابق جعفر برمکی کے ذریعہ سے جابر بن حیان کا خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں آنا جانا شروع ہو گیا ۔ چنانچہ انھوں نے خلیفہ کے نام سے علم کیمیا میں ایک کتاب لکھی جس کا نام " شگوفہ " رکھا ۔ اس کتاب میں اس نے علم کیمیا کے جلی و خفی پہلوؤں کے متعلق نہایت مختصر طریقے نہایت ستھرا طریق عمل اور عجیب و غریب تجربات بیان کئے ۔ جابر کی وجہ ہی سے قسطنطنیہ سے دوسری دفعہ یونانی کتب بڑی تعداد میں لائی گئیں ۔ منطق میں علامہ دہر مشہور ہو گیا اور نوّے سال سے کچھ زائد عمر میں اُس نے تین ہزار کتابیں لکھیں اور

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ان کتابوں میں سے وہ بعض پر ناز کرتا تھا۔ اپنی کسی تصنیف کے بارے میں اُس نے لکھا ہے کہ روئے زمین پر ہماری اس کتاب کے مثل ایک کتاب بھی نہیں ہے نہ آج تک ایسی کتاب لکھی گئی ہے اور نہ قیامت تک لکھی جائے گی۔ (سرفراز ۲ دسمبر ۱۹۵۲ء)۔

فاضل بغسوی اپنی کتاب "کتاب و کتاب خانہ" میں لکھتے ہیں کہ جابر کے انتقال کے دو برس بعد عزالدولہ ابن معزالدولہ کے عہد میں کوفہ کے شارع باب الشام کے قریب جابر کی تجربہ گاہ کا انکشاف ہو چکا ہے جس کو کھودنے کے بعد بعض کیمیاوی چیزیں اور آلات بھی دستیاب ہوئے ہیں (فہرست ابن الندیم ص۴۹۹) جابر کے بعض قدیمی مخطوطات برٹش میوزیم میں اب تک موجود ہیں۔ جن میں سے کتاب الخواص قابلِ ذکر ہے۔ اسی طرح قرونِ وسطیٰ میں بعض کتابوں کا ترجمہ لاطینی میں کیا گیا۔ منجملہ "ان تراجم کے کتاب" سبعین بھی ہے جو ناقص و ناتمام ہے۔ اسی طرح "البحث عن الکمال" کا ترجمہ بھی لاطینی میں کیا جا چکا ہے۔ یہ کتاب لاطینی زبان میں کیمیا پر یورپ کی زبان میں سب سے پہلی کتاب ہے۔ اسی طرح اور دوسری کتابیں بھی مترجم ہوئیں۔ جابر نے کیمیا کے علاوہ طبیعیات، ہیئت، علم رویا، منطق، طب اور دوسرے علوم پر بھی کتابیں لکھیں۔ اس کی ایک کتاب سمیات پر بھی ہے۔ یوسف الیاس سرکس صاحب معجم المطبوعات بتلاتے ہیں کہ جابر بن حیان کی ایک نفیس کتاب سمیات پر بھی ہے۔ جو کتب خانہ تیموریہ قاہرہ مصر میں بضمن مخطوطات ہے۔ اس میں چند ایسے مقالات کو جو بہت مفید تھے بعد کو نہ حروف نے رسالہ مقتطف جلد ۵۰ - ۵۹ میں شائع کئے ہیں ملاحظہ ہو (معجم المطبوعات العربیہ المعربہ جلد ۳ حرف جیم ص۶۶۵) جابر بحیثیت ایک طبیب کے کام کرتا تھا۔ لیکن اس کی طبی تصانیف ہم تک نہ پہنچ سکیں۔ حالانکہ اس مقالے کا لکھنے والا یعنی ڈاکٹر ماکس مے یرہاف نے جابر کی کتاب کو جو سموم پر ہے حال ہی میں معلوم کر لیا ہے۔

جابر کی ایک کتاب جس کو مع متن عربی اور ترجمہ فرانسیسی پول کراؤ مستشرق نے ۱۹۳۵ء میں شائع کیا ہے ایسی بھی ہے جس میں اس نے تاریخ انتشار آراء و عقائد و افکار ہندی یونانی اور ان تغیرات کا ذکر کیا ہے جو مسلمانوں نے کئے ہیں۔ اس کتاب کا نام "اخراج ما فی القوۃ الی الفعل" ہے۔ (الجواوج ۹/۱ ص۱ طبع پارس)۔

پروفیسر رسکا کی رد

میرے بیان سے یہ یقیناً واضح ہو گیا کہ مورخین اس پر متفق ہیں کہ جابر بن حیان اسلام کا معزز کیمیاگر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا شاگرد تھا۔ لیکن مسٹر پروفیسر رسکا نے علم کیمیا کے متعلق جو رسالہ شائع کیا ہے۔ اس میں جابر ابن حیان کے ان دعاوی کو غلط اور جعل بتایا ہے، جو امام جعفر صادق علیہ السلام کی شاگردی کی طرف

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

منسوب ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کو علم کیمیا اور سائنس سے کیا واسطہ نیز امام جعفر صادق کی حیثیت کا امام پارے، گندھک، کٹھالی اور پھکنی کے استعمال میں مصروف ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں موصوف کے جواب میں کہتا ہوں کہ موصوف نے کوئی معقول وجہ انکار کی بیان نہیں فرمائی۔ تاریخوں کا ثبوت پیش کرنا اثبات کے لیے کافی ہے اور ان کے انکار سے عدم شاگردی کی دلیل نہیں قائم کی جا سکتی یہ کب ضروری ہے کہ جابر بن حیان جیسے ذکی و ذہین شاگرد کو بچوں کی طرح بیٹھ کر عمل کر کے دکھایا ہو۔ ذہین طالب علموں کو زبانی تعلیم دی جاتی ہے اور اگر اسی طرح تعلیم دی ہو جس طرح معترض کا خیال ہے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام جیسا استاد علوم کو پھیلانے کے لیے پارہ اور گندھک کٹھالی اور پھکنی میں کچھ دیر مصروف رہ سکتا ہے اور یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں ہو سکتی ممکن ہے کہ حضرت نے جملہ علوم کے اصول تعلیم فرما دیے ہوں اور جابر نے انھیں وسعت دے دی ہو، مثال کیلئے ملاحظہ ہو کتاب مناقب میں ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ "علمنی رسول اللہ الف باب الخ" آنحضرت نے مجھے علوم کے ایک ہزار باب تعلیم فرمائے اور میں نے ہر باب سے ہزار ہزار باب خود پیدا کیے۔ (کتاب مطالب السؤل ص ۵ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے علم نحو کے اصول ابوالاسود دوئلی کو تعلیم فرمائے پھر اس نے تمام تفصیلات مکمل کئے، ہو سکتا ہے کہ ایسی اصول پر جابر کو تعلیم دی گئی ہو۔

جابر بن حیان کی وفات

انسائیکلو پیڈیا آف اسلامک کیمسٹری سے معلوم ہوتا ہے کہ جابر بن حیان کی عمر ۹۰ سال سے کچھ زائد تھی مسٹر جعفر بارہوی نے ان کی ولادت اور وفات کے متعلق سرفراز ۱۷ نومبر ۱۹۵۲ء میں جو کچھ تحریر کیا ہے اسی کو نقل کرتے ہوئے مسٹر قمر رضا نے پیام اسلام جلد ۶، ۱۵ ، ۲۶ جولائی ۱۹۵۳ء میں لکھا ہے کہ جابر بن حیان ۷۲۲ء میں پیدا ہوئے اور انھوں نے ۸۰۳ء میں انتقال کیا اور بعض کا کہنا ہے کہ ۸۱۳ء تک زندہ رہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ابن ندیم نے ان کی وفات ۷۷۷ء میں بتائی ہے اور میرے نزدیک یہی قرین قیاس ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ موصوف نے ابن ندیم کے فیصلہ کو کیونکر تسلیم کر لیا اس لیے کہ اگر ولادت کا سن درست ہے تو پھر ابن ندیم کا بیان قرین قیاس نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ اگر وہ ۷۲۲ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۷۷۷ء میں وفات پا گئے تو گویا ان کی عمر صرف ۵۵ سال کی ہوئی جو اتنے صاحب کمال کے لیے قرین قیاس نہیں ہے میرے نزدیک انسائیکلو پیڈیا والے کی تحقیق صحیح ہے وہ نوّے سال سے کچھ زیادہ ان کی عمر بتاتا ہے جو از روئے حساب درست ہے کیونکہ ولادت ۷۲۲ء اور وفات ۸۱۳ء میں تسلیم کرنے کے بعد ان کی عمر ۹۱ سال ہوتی ہے اور یہ عمر ایسے باکمال کے لیے ہوتی مناسب ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

صادق آلِ محمدؐ کے علمی فیوض و برکات

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جنھیں راسخین فی العلم میں ہونے کا شرف حاصل ہے اور جو علم اولین و آخرین سے آگاہ اور دنیا کی تمام زبانوں سے واقف ہیں جیسا کہ مورخین نے لکھا ہے میں ان کے تمام علمی فیوض و برکات پر تھوڑے سے اوراق میں کیا روشنی ڈال سکتا ہوں۔ میں نے آپ کے حالات کی چھان بین کی ہے اور یقین رکھتا ہوں کہ اگر مجھے فرصت ملے، تو تقریباً چھ ماہ میں آپ کے علوم اور فضائل و کمالات کا کافی ذخیرہ جمع کیا جا سکتا ہے آپ کے متعلق امام مالک بن انس لکھتے ہیں "میری آنکھوں نے علم و فضل و ورع و تقویٰ میں امام جعفر صادق سے بہتر دیکھا ہی نہیں جیسا کہ اوپر گزرا وہ بہت بڑے لوگوں میں سے تھے اور بہت بڑے زاہد تھے خدا سے بے پناہ ڈرتے تھے، بے انتہا حدیث بیان کرتے تھے، بڑی پاک مجلس والے اور کثیر الفوائد تھے۔ آپ سے مل کر بے انتہا فائدہ اٹھایا جاتا تھا۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ صفحہ ۵۲ طبع بمبئی)۔

علمی فیوض رسانی کا موقع

یوں تو ہمارے تمام آئمہ اہلبیت علمی فیوض و برکات سے بھرپور تھے اور علم اولین و آخرین کے مالک، لیکن دنیا والوں نے ان سے فائدہ اٹھانے کے بجائے انھیں قید و بند میں رکھ کر علوم و فنون کے خزانے پر ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے ناگ بٹھا دیئے تھے۔ اس لیے ان حضرات کے علمی کمالات کما حقہ منظرِ عام پر نہ آسکے۔ ورنہ آج دنیا کسی علم میں خاندانِ رسالت مآبؐ کے علاوہ کسی کی محتاج نہ ہوتی۔ فاضل معاصر مولانا سبط الحسن صاحب ہنسوی لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام المتوفی ۱۴۸ھ کا عہد معارف پروری کے لحاظ سے ایک زریں عہد تھا۔ وہ رکاوٹیں جو آپ سے قبل آئمہ اہل بیت کے لیے پیش آیا کرتی تھیں ان میں کسی حد تک کمی تھی۔ اموی حکومت کی تباہی اور عباسی سلطنت کا استحکام آپ کے لیے سکون و امن کا سبب بنا، اس لیے حضرت کو مذہب اہل بیت کی اشاعت اور علوم و فنون کی ترویج کا ایک بہترین موقع ملا۔ لوگوں کو بھی ان عالمانِ ربانی کی طرف رجوع کرنے میں اب کوئی خاص زحمت نہ تھی جس کی وجہ سے آپ کی خدمت میں علاوہ حجاز کے دور دراز مقامات مثل عراق، شام، خراسان، کابل، سندھ ہند اور بلاد روم، فرنگ سے طلباء و شائقین علم حاضر ہو کر مستفید ہوتے تھے۔ حضرت کے حلقہ درس میں چار ہزار اصحاب تھے۔

علامہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) لوگوں نے آپ کے علوم کو نقل کیا جنھیں تیز سوار منازل بعیدہ کی طرف لے گئے، اور

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آوازہ آپ کے کمال کا تمام شہروں میں پھیل گیا اور علماء نے اہل بیت میں کسی سے بھی اتنے علوم وفنون کو نہیں نقل کیا ہے جو آپ سے روایت کرتے ہیں اور جن کی تعداد چار ہزار ہے۔ غیر عرب طالبانِ علم سے ایک رومی نسل بزرگ زرارہ بن اعین متوفی ۱۵۰ھ قابلِ ذکر ہیں جن کے دادا سُنسُن بلاد روم کے ایک مقدس راہب (MONK) تھے۔ زرارہ اپنی خدماتِ علمیہ کے اعتبار سے اسلامی دُنیا میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ اور صاحبِ تصانیف تھے۔ کتاب الاستطاعت والجبر ان کی مشہور تصنیف ہے۔ (منہج المقال صفحہ ۱۴۲۔ ومولفوا الشیعہ فی صدر الاسلام صفحہ ۵۱)۔

کُتب اُصُول اربعمائۃ

حضرت کے اصحاب میں چارسو ایسے مُصنّفین تھے جنھوں نے علاوہ دیگر علوم وفنون کے کلامِ معصُوم کو ضبط کر کے چارسو کُتب اصُول مدوّن کیں۔ اصل سے مراد مجموعہ احادیث اہلبیت کی وہ کتابیں ہیں جن میں جامع نے خود براہِ راست معصُوم سے روایت کر کے احادیث کو ضبط تحریر کیا ہے یا ایسے راوی سے سُنا ہے جو خود معصُوم سے روایت کرتا ہے۔ اس قسم کی کتاب میں جامع کی دوسری کتاب یا روایت سے معنعناً (عن فلاں عن فلاں) کے ساتھ نہیں نقل کرتا جس کی سند میں اور وسائط کی ضرورت ہو۔ اس لیے کتب اصول میں خطا و غلط سہو ونسیان کا احتمال بہ نسبت اور دوسری کتابوں کے بہت کم ہے۔ کتب اصول کے زمانۂ تالیف کا انحصار عہد امیرالمومنین سے لے کر امام حسن عسکریؑ کے زمانہ تک ہے۔ جس میں اصحاب معصُومین نے بالمشافہ معصوم سے روایت کر کے احادیث کو جمع کیا ہے۔ یا کسی ایسے ثقہ راوی سے حدیث معصُوم کو اخذ کیا ہے جو براہِ راست معصُوم سے روایت کرتا ہے۔ شیخ ابوالقاسم جعفر بن سعید المعروف بالمحقق الحلی اپنی کتاب المعتبر میں فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے جوابات مسائل کو چارسو مصنفین اصحاب امام نے تحریر کر کے چارسو تصانیف مکمل کی ہیں۔

صادق آلِ محمدؐ کے اصحاب کی تعداد اور اُن کی تصانیف

آگے چل کر فاضل معاصر الجواد میں بحوالہ کتاب و کتب خانہ لکھتے ہیں کتب رجال میں جن اصحاب آئمہ کے حالات و تراجم مذکور ہیں۔ ان کی مجموعی تعداد چار ہزار پانچ سو اصحاب ہیں جن میں سے صرف چار ہزار اصحاب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہیں سب کا تذکرہ ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید بن عقدہ ۳۳۳ھ نے اپنی کتاب رجال میں کیا ہے۔ اور شیخ الطائفہ ابوجعفر الطوسی نے بھی ان سب کا احصا اپنی کتاب رجال میں کیا ہے۔

(بحوالہ خلاصۃ الاقوال علامہ حلی صفحہ ۳۸)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

معصومین علیہم السلام کے تمام اصحاب میں سے مصنفین کی جملہ تعداد ایک ہزار تین سو سے زائد نہیں ہے جنھوں نے سینکڑوں کی تعداد میں کتب اصول اور ہزاروں کی تعداد میں دوسری کتابیں تالیف اور تصنیف کی ہیں جن میں سے بعض مصنفین اصحاب آئمہ تو ایسے تھے جنھوں نے تنہا سینکڑوں کتابیں لکھیں۔ فضل بن شاذان نے ایک سو اسی کتابیں تالیف کیں۔ ابن دول نے سو کتابیں لکھیں اسی طرح برقی نے بھی تقریباً سو کتابیں لکھیں۔ ابن ابی عمیر نے نوے کتابیں لکھیں اور اکثر اصحاب آئمہ ایسے تھے۔ جنھوں نے تیس ۳۰ یا چالیس ۴۰ سے زیادہ کتابیں تالیف کی ہیں۔ غرضیکہ ایک ہزار تین سو مصنفین اصحاب آئمہ نے تقریباً پانچ ہزار تصانیف کیں۔ مجمع البحرین میں لفظ جبر کے ماتحت ہے کہ صرف ایک جابر الجعفی[1] امام جعفر صادق علیہ السلام کے ستر ہزار احادیث کے حافظ تھے۔

تاریخ اسلام جلد ۵ صـ۳ میں ہے کہ ابان بن تغلب بن رباح (ابوسعید) کوفی صرف امام جعفر صادق علیہ السلام کی تیس ہزار احادیث کے حافظ تھے ان کی تصانیف میں تفسیر غریب القرآن کتاب المفرد، کتاب الفضائل، کتاب الصفین قابل ذکر ہیں۔ یہ قاری فقیہ لغوی محدث تھے۔ انھیں حضرت امام زین العابدین اور حضرت امام محمد باقر۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ۱۴۱ھ میں انتقال کیا۔

حضرت صادق آلِ محمدؐ اور علم جفر

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو چونکہ نشر علوم کا موقع مل گیا تھا۔ لہذا آپ نے علمی افادات کے دریا بہا دیئے۔ آپ کو جہاں دیگر علوم میں کمال تھا اور آپ نے مختلف علوم کے نشر میں سعی کی ہے۔ علم جفر میں بھی آپ یکتائے زمانہ تھے اور اس علم میں بھی آپ کی تصانیف ہیں

علم جفر کسے کہتے ہیں اس کے متعلق الاب لولیس معلوف الیسوعی کتاب المنجد کے صـ۹۱ طبع بیروت میں لکھتے ہیں کہ علم جفر کو علم الحروف بھی کہتے ہیں یہ ایسا علم ہے کہ اس کے ذریعہ سے حوادث عالم کو معلوم کر لیا جاتا ہے مولوی وحید الزمان اپنی کتاب انوار اللغۃ صـ۱۵ میں بحوالہ بحر محیط لکھتے ہیں کہ علم جفر جو علم تکسیر کا دوسرا نام ہے اس سے مراد یہ ہے کہ سائل کے سوال کے حروف میں تغیر و تبدل کر کے حالات معلوم کئے جائیں۔ مجمع البحرین میں لفظ جفر کے ماتحت لکھا ہے کہ علم الحروف کے اصول پر حوادث عالم کے معلوم کرنے کا نام علم جفر ہے۔ تاریخ آئمہ بحوالہ تاریخ ابن خلکان جلد ۱ صـ۲ میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک کتاب کیمیا اور جفر اور رمل پر لکھی تھی۔

---

[1] علامہ سید عبدالحسین شرف الدین اپنی کتاب مولفوا الشیعہ فی صدر الاسلام طبع بغداد کے صـ۳۳ میں لکھتے ہیں کہ جناب جابر جعفی کا اصلی نام اور سلسلہ نسب یہ تھا جابر بن یزید بن حرث بن عبد الغوث بن کعب بن الحرث بن معاویہ بن وائل الجعفی الکوفی تھا۔ ان کی تصانیف میں کتاب التفسیر۔ کتاب النوادر۔ کتاب الفضائل۔ کتاب الجمل۔ کتاب الصفین۔ کتاب النہروان۔ کتاب مقتل امیر المومنین۔ کتاب مقتل الحسین، زیادہ مشہور ہیں۔ ۱۲ منہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت صادق آلِ محمدؐ اور علمِ طِب

علامہ ابن بابویہ القمی کتاب الخصائل جلد ۲۔ باب ۱۹ ص۹۷-۹۹ طبع ایران میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہندوستان کا ایک مشہور طبیب منصور دوانقی کے دربار میں طلب کیا گیا۔ بادشاہ نے حضرت سے اس کی ملاقات کرائی۔ امام جعفر صادقؑ نے علم تشریح الاجسام اور افعال الاعضا کے متعلق اُس سے انیس سوالات کئے وہ اگرچہ اپنے فن میں پورا کمال رکھتا تھا لیکن جواب نہ دے سکا بالآخر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ اس طبیب سے حضرت نے بیس سوالات کئے تھے اور اس انداز سے پُر از معلومات تقریر فرمائی کہ وہ بول اٹھا "من این لک ھذا العلم" اے حضرت یہ بے پناہ علم آپ نے کہاں سے حاصل فرمایا؟ آپ نے کہا کہ میں نے اپنے باپ دادا سے، انھوں نے محمد مصطفیٰ صلعم سے، انھوں نے جبرئیل سے، انھوں نے خداوندِ عالم سے اسے حاصل کیا ہے جس نے اجسام و ارواح کو پیدا کیا ہے۔ "فقال الھندی صدقت" اس نے کہا بے شک آپ نے سچ فرمایا۔ اس کے بعد اس نے پھر کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرلیا اور کہا "انک اعلم اھل زمانہ" میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ عہد حاضر کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۱ ص۵۴ طبع بمبئی)۔

حضرت صادق آلِ محمدؐ کا علمُ القرآن

مختصر یہ کہ آپ کے علمی فیوض و برکات پر مفصل روشنی ڈالنی دشوار ہے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے۔ البتہ صرف یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ علم القرآن کے بارے میں دمعۂ ساکبہ ص۴۸۷ پر آپ کا قول موجود ہے۔ وہ فرماتے ہیں خدا کی قسم میں قرآن مجید کو اول سے آخر تک اس طرح جانتا ہوں۔ گویا میرے ہاتھ میں آسمان و زمین کی خبریں ہیں، اور وہ خبریں بھی ہیں جو ہو چکی ہیں۔ اور ہو رہی ہیں اور جو ہونے والی ہیں۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ قرآن مجید میں ہے کہ اس پر ہر چیز عیاں ہے۔ ایک مقام پر آپ نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاء اور رسل کے علوم کے وارث ہیں (دمعۂ ساکبہ ص۴۸۴)

علم النجوم

علم النجوم کے بارے میں اگر آپ کے کمالات دیکھنا ہوں تو کتب طوال کا مطالعہ کرنا چاہیے آپ نے نہایت جلیل علماء علم النجوم سے مباحثہ اور مناظرہ کرکے انھیں انگشت بدندان کردیا ہے۔ بحار الانوار مناقب شہر آشوب و دمعۂ ساکبہ وغیرہ میں آپ کے مناظرے موجود ہیں علماء کا فیصلہ ہے کہ علم نجوم حق ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لیکن اس کا صحیح علم آئمہ اہلبیت کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں، یہ دوسری بات ہے کہ حلقہ بگوشان مودت نور ہدایت سے کسب ضیا کر لیں۔

علم منطق الطیر

صادق آل محمدؐ دیگر آئمہ کی طرح منطق الطیر سے بھی باقاعدہ واقف تھے، جو پرندہ یا کوئی جانور آپس میں بات چیت کرتا تھا اُسے آپ سمجھ لیا کرتے تھے اور بوقت ضرورت اس کی زبان میں تکلم فرمایا کرتے تھے۔ مثال کے لیے ملاحظہ ہو، کتاب تفسیر لباب التاویل جلد ۵ ص۱۱۳ و معالم التنزیل ص۱۱۳ عجائب القصص ص۱۰۵ نور الانوار ص۳۱۱ طبع ایران میں ہے کہ صادق آل محمدؐ نے قبرہ نامی پرندہ جس کو (چکور) یا چنڈول کہتے ہیں کہ بولتے ہوئے اصحاب سے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کیا کہتا ہے اصحاب نے صراحت کی خواہش کی تو فرمایا یہ کہتا ہے۔ "اَللّٰھُمَّ العن مبغضی محمد و آلِ محمد" خدایا محمدؐ و آلِ محمدؐ سے بغض کرنے والوں پر لعنت کر، فاختہ کی آواز پر آپ نے کہا کہ اسے گھر میں نہ رہنے دو۔ یہ کہتی ہے کہ "فقدتم فقدتم" خدا تمہیں نیست و نابود کرے، وغیرہ وغیرہ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور علم الاجسام

مناقب ابن شہر آشوب اور بحار الانوار جلد ۱۴ میں ہے کہ ایک عیسائی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے علمِ طب کے متعلق سوالات کرتے ہوئے جسم انسان کی تفصیل پوچھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے انسان کے جسم میں ۱۲ وصل دو سو اڑتالیس ہڈیاں اور تین سو ساٹھ رگیں خلق فرمائی ہیں۔ رگیں تمام جسم کو سیراب کرتی ہیں۔ ہڈیاں جسم کو، گوشت ہڈیوں کو اور اعصاب گوشت کو روکے رہتے ہیں۔

صادق آلِ محمدؐ نے جنت میں گھر بنوا دیا

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بہشت پر اہلبیت رسولؐ کا پورا پورا حق و اقتدار ہے۔ ملا جامی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو روانہ حج ہوتے ہوئے کچھ درہم دیئے اور عرض کی کہ میں حج کو جاتا ہوں۔ مہربانی فرما کر میری واپسی تک ایک مکان میری رہائش کا بنوا دیجئے گا۔ یا خرید فرما دیجئے گا۔ جب وہ لوٹ کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تیرے لیے جنت میں ایک گھر خرید لیا ہے۔ جس کے حدود اربعہ یہ ہیں۔ حدود اربعہ بتانے کے بعد آپ نے ایک نوشتہ دیا اور وہ گھر چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر بیمار ہوا، اور مرنے لگا۔ وصیت کی کہ نوشتہ صادق میرے کفن میں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رکھا جائے۔ چنانچہ لوگوں نے رکھ دیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو قبر پر فوبی پرچہ ملا۔ "دیر پشت دے نوشتہ ملا کہ جعفر بن محمد وفا نمود بان چہ وعدہ کردہ بود۔

اس پرچہ کی پشت پر لکھا ہوا تھا کہ صادق آل محمدؐ نے جو وعدہ کیا تھا درست نکلا اور مجھے مکان مل گیا۔ (شواہد النبوت ص۱۹۲)۔

دستِ صادقؑ میں اعجازِ ابراہیمی

پیغمبرِ اسلام علیہ السلام کی مشہور حدیث ہے کہ میرے اہلبیت میرے علاوہ تمام انبیاء سے بہتر ہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہوا کہ جو معجزات انبیاء کرام دکھایا کرتے تھے وہ آپ کے اہلبیت بھی دکھا سکتے تھے یہ دوسری بات ہے کہ انھیں تحدی کے طور پر اثبات نبوت کے لیے دنیا والوں کو دکھانا ضروری تھا۔ لیکن اہلبیت کو ایسے معجزات دکھانا ضروری نہ ہو۔ لیکن اگر کسی وقت کوئی اس قسم کا معجزہ طلب کرے تو وہ شانِ اسلام دکھلانے کے لیے معجزہ دکھا دیا کرتے تھے۔ ملا جامی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے صادق آل محمدؐ سے پوچھا کہ مولا حضرت ابراہیمؑ نے جو چار جانوروں کو زندہ کیا تھا تو وہ جانور (پرندے) ہم جنس تھے یا مختلف اجناس کے تھے۔ حضرت نے اس تجاہلِ سوال کو سن کر فرمایا۔ دیکھو حضرت ابراہیم نے اس طرح زندہ کیا تھا۔ یہ فرما کر آپ نے آواز دی طاؤس یہاں آ، غراب یہاں آ، باز یہاں آ، کبوتر یہاں آ۔ یہ تمام پرندے حضرت کے پاس آ گئے آپ نے حکم دیا۔ انھیں ذبح کر کے ان کے گوشت کو خوب پیس ڈالو اس کے بعد آپ نے سر ہاتھ میں لے کر ایک ایک کو آواز دی آواز کے ساتھ گوشت اُڑا اور اپنے اپنے سر سے جا لگا اور پرندہ پھر مکمل ہو گیا۔ یہ دیکھ کر سائل حیران رہ گیا۔ (شواہد النبوت ص۱۹۱ طبع لکھنؤ ۱۹۰۵ء)۔

خط و کتابت اور درخواست کے بارے میں آپ کی ہدایت

بسم اللہ کے لکھنے کا طریقہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزوں کے متعلق ہدایت فرمائی ہے۔ اصول کافی ص۶۹۰ طبع ایران میں ہے کہ جب کچھ بھی لکھو تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے شروع کرو، اور دیکھو بسم اللہ کو دندانے والے "س" سے لکھنا، یعنی (ب) کے بعد سین اس طرح لکھنا (س)۔

درخواست لکھنے کا طریقہ

آپ فرماتے ہیں کہ داہنی طرف دوات رکھ کر درخواست لکھو امام شبلنجی نور الابصار طبع مصر کے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۴۳ اور علامہ مجلسی حلیۃ المتقین میں لکھتے ہیں کہ صادق آل محمدؐ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی درخواست دو، اور چاہو کہ وہ ضرور منظور ہو جائے تو اس کے سرنامہ پر لکھو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وعداللّٰہ الصابرین المخرج مما یکرھون والرزق من حیث لا یحتسبون جعلنا اللّٰہ وایاکم من الذین لا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون۔ علامہ اربلی کتاب کشف الغمہ کے ص۹۹ پر اسی طریقہ تحریر کو لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "بر سر رقعہ قلم بے مداد بنویس یعنی یہ عبارت بلا روشنائی کے بر سر درخواست لکھنی چاہیے۔ (تہذیب الاسلام ترجمہ حلیۃ المتقین ص۱۵۱ طبع کراچی)۔

خط اور جواب خط

اصول کافی ص۴۹۹ میں ہے کہ قال الصادقؑ ردّ جواب الکاتب واجبٌ کوجوبِ ردّ السلام۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خط کا جواب دینا اسی طرح واجب ہے جس طرح سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی انجام بینی اور دُور اندیشی

مورخین لکھتے ہیں کہ جب بنی عباس اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ بنی اُمیہ کو ختم کر دیں تو انھوں نے یہ خیال کیا کہ آلِ رسولؐ کی دعوت کا حوالہ دیئے بغیر کام چلنا مشکل ہے۔ لہٰذا وہ امداد وانتقام آلِ محمدؐ کی طرف دعوت دینے لگے اور یہی تحریک کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے جس سے عام طور پر آلِ محمدؐ یعنی بنی فاطمہ کی اعانت سمجھی جاتی تھی۔ اسی وجہ سے شیعیان بنی فاطمہ کو بھی ان سے ہمدردی پیدا ہو گئی تھی اور وہ اُن کے معاون ہو گئے تھے اور اسی سلسلہ میں ابوسلمہ جعفر بن سلیمان کوفی آلِ محمدؐ کی طرف سے وزیر تجویز کئے گئے تھے۔ یعنی یہ گماشتہ کے طور پر تبلیغ کرتے تھے۔ انھیں امام وقت کی طرف سے کوئی اجازت حاصل نہ تھی، یہ بنی اُمیہ کے مقابلہ میں بڑی کامیابی سے کام کر رہے تھے۔ جب حالات زیادہ سازگار نظر آئے تو انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام اور ابو محمد عبداللہ ابن حسن کو الگ الگ ایک ایک خط لکھا کہ آپ یہاں آجائیں تاکہ آپ کی بیعت کی جائے۔

قاصد اپنے اپنے خطوط لے کر منزل تک پہنچے، مدینہ میں جس وقت قاصد پہنچا وہ رات کا وقت تھا۔ قاصد نے عرض کی مولا میں ابوسلمہ کا خط لایا ہوں حضورؑ اسے ملاحظہ فرما کر جواب عنایت فرمائیں۔

یہ سن کر حضرت نے چراغ طلب کیا اور خط لے کر اسی وقت پڑھے بغیر نذرِ آتش کر دیا اور قاصد

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے فرمایا کہ ابو سلمہ سے کہنا کہ تمھارے خط کا یہی جواب تھا۔

ابھی وہ قاصد مدینہ پہنچا بھی نہ تھا کہ ۳ ربیع الاول ۱۳۲ھ کو جمعہ کے دن حکومت کا فیصلہ ہو گیا اور سفاح عباسی خلیفہ بنایا جا چکا تھا (مروج الذہب مسعودی بر حاشیہ کامل جلد ۶ صفحہ ۳ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۷۲، حیواۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۷۲، تاریخ آئمہ صفحہ ۴۳۲)۔

خلیفہ منصور دوانیقی اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام

مورخ ابو الفدا لکھتا ہے کہ ابو العباس سفاح بن عبداللہ عباسی نے چار سال چھ ماہ حکومت کر کے ذی الحجہ ۱۳۶ھ مطابق ۷۵۴ء میں انتقال کیا اور وقت وفات اپنے بھائی منصور کو اپنا ولیعہد قرار دیا۔ جس وقت سفاح نے انتقال کیا منصور حج کو گیا ہوا تھا۔ ۱۳۷ھ میں اس نے واپس آ کر عنانِ حکومت سنبھال لی۔

جسٹس امیر علی لکھتے ہیں کہ منصور بنی عباس کا وہ بادشاہ ہے جس کی عاقبت اندیشی اور دوربینی سے اِس خاندان کو اتنا قیام اور اس قدر اقتدار حاصل ہوا کہ دنیاوی سلطنت جانے کے بعد بھی عرصہ تک خاندانی وقار باقی رہا۔ مورخ ذاکر حسین لکھتے ہیں کہ منصور مدبر منتظم مگر دغا باز بے رحم شکی وسواسی اور سفاک تھا۔ جس پر اسے ذرا بھی شبہ ہوتا کہ ذات یا خاندان کے لیے مضر ثابت ہوگا، اسے ہرگز زندہ نہ چھوڑتا۔ حضرت علیؑ کی اولاد کے ساتھ جو ظلم اس نے کیے ہیں۔ انھوں نے عباسی تاریخ کے صفحوں کو سب سے زیادہ سیاہ کیا ہے۔ اُسی نے علویوں اور عباسیوں میں عداوت کا بیج بویا۔ بڑا کنجوس تھا۔ ایک ایک دانگ پر جان دیتا تھا۔ اسی لیے اسے دوانیقی کہتے ہیں حضرت امام حسن اور امام حسین علیہم السّلام کی اولاد اگرچہ بظاہر دنیاوی امور سے کنارہ کش تھی۔ لیکن ان کا روحانی اقتدار منصور کے لیے نہایت ہی تکلیف دہ تھا اور خواہ مخواہ ان کی طرف سے اسے کھٹکا لگا رہتا تھا۔ یہ سادات سے پوری دشمنی کرتا تھا۔ اس نے بنی حسینؑ کی جائدادیں ضبط کیں اور بہت سے سادات قتل کیے، بہتوں کو زندہ دیواروں میں چنوا دیا۔ امام مالک کو اسی لیے تازیانے لگوائے کہ انھوں نے ایک موقع پر سادات کی حمایت میں بیعت کی تھی۔ امام ابوحنیفہ کو اسی لیے قید کیا کہ انھوں نے ابتدا میں زید شہید کی بیعت کر لی تھی۔ پھر ۱۵۰ھ میں انھیں زہر دلوا دیا۔ غرضکہ اس کے زمانہ میں بے شمار سادات قتل ہوئے۔ اور بہت سے قید خانوں میں سڑ گئے اور زندان کے زہریلے بخارات کی وجہ سے مر گئے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے ساتھ بھی اس کا رویہ اسی انداز کا تھا۔ حالانکہ آپ نے اور آپ سے پہلے آپ کے والد ماجد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اسے تعلیم امامت حاکم ہونے کی خوش خبری دی تھی، اور اس وقت اُس نے ان کی مدح سرائی کی تھی (صواعق محرقہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ملا جامی اور امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ منصور عباسی کا ایک مقرب بارگاہ ناقل ہے کہ میں نے ایک دن منصور کو متفکر دیکھ کر سبب تفکر دریافت کیا۔ منصور نے کہا کہ میں نے علویوں کی جماعت کثیر کو فنا کر دیا۔ لیکن ان کے پیشوا کو اب تک باقی رکھا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون؟ منصور نے کہا۔ "جعفر بن محمدؑ"۔ میں نے عرض کی کہ جعفر بن محمد تو ایسے شخص ہیں جو ہمیشہ عبادت اور یادِ خدا میں مشغول رہتے ہیں۔ دنیا سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ منصور نے کہا میں جانتا ہوں کہ تو دل میں ان کی امامت کا خیال رکھتا ہے، مگر میں نے قسم کھائی ہے کہ رات ہونے سے پہلے ہی ان کی طرف سے مطمئن ہو جاؤں گا۔ یہ کہہ کر جلاد کو حکم دیا کہ جب جعفر بن محمد کو لوگ حاضر کریں اور میں اپنے سر پر ہاتھ رکھوں، تو فوراً ان کو قتل کر دینا، تھوڑی دیر کے بعد حضرت امام جعفر صادقؑ تشریف لائے وہ اس وقت کچھ پڑھ رہے تھے۔ جب منصور کی نظر ان پر پڑی تو کانپنے لگا اور استقبال کر کے ان کو اپنی مسند پر بٹھایا بعد ازاں پوچھا کہ یا ابن رسول اللہ، آپ نے تکلیف کرنے کی کیا وجہ ہوئی۔ انھوں نے فرمایا طلب کئے جانے پر آیا ہوں۔ منصور نے کہا کہ اگر کوئی حاجت ہو تو بیان کیجئے حضرت نے فرمایا یہی حاجت ہے کہ آئندہ میری طلبی نہ ہو، جب میں چاہوں آؤں، یہ کہہ کر وہاں سے چلے گئے۔ (شواہد النبوت ص۲۲۸ وسیلۃ النجات ص۳۶۱ نور الابصار ص۱۳۶ مجالس الادب جلد ۲ ص۱۸۴ ارشاد مفید ص۴۱۵)۔

منصور عباسی کی سادات کشی

جب بنی امیہ کی سلطنت کا زمانہ ختم ہوا، تو بنی عباس کی حکومت کا دور چلا۔ یہ لوگ بنی امیہ سے بھی زیادہ سادات کے دشمن ثابت ہوئے۔ ان کے زمانہ میں تو سادات پر وہ تباہی آئی کہ اس کے بیان سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ عباسی کا دوسرا بادشاہ منصور عباسی ہوا ہے خدا کی پناہ اس کے مظالم کا کیا ٹھکانا ہے۔ ہزار ہا سیدوں کو اس ظالم نے قتل کرایا۔ ان کے خون کے گاروں سے دیواریں تعمیر کرائیں۔ یہی نہیں بلکہ بہت سے بے گناہوں کو زندہ دیواروں میں چنوا دیا۔ بیٹوں اور بنیادوں میں دلوا دیا۔ قید خانوں میں سڑا سڑا کر مار دیا۔ اس کے زمانہ میں شیعہ یا سید کا شبہ ہو جانا قتل کے لیے کافی تھا۔ سب سے زیادہ تباہی اس ظالم کے دورِ سلطنت میں حسنی سادات پر آئی۔ خیال کرو کہ ایسے نازک دور میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کس احتیاط سے اپنی زندگی بسر کی ہوگی۔ ظلم کے برداشت کرنے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے بسالہا سال سے غریب سادات ایک عجیب بے کسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ آخر ان کے سینوں میں بھی دل تھا اور ایک بہادر خاندان کا خون رگوں میں دوڑا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ ان کو بھی جوش آگیا۔ امام حسنؑ کی اولاد میں ان کے پوتے جناب عبداللہ محض ایک بڑے نیک دل اور

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جوشیلے سید تھے۔ انھوں نے چاہا کہ سادات کو عباسیوں کے مظالم سے کسی طرح چھڑائیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کو اس ارادہ سے روکنا چاہا۔ مگر ان کا جوش کم نہ ہوا . . . اور لوگوں کو منصور کے خلاف اُبھارنے لگے۔ اُن کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام محمد نفس زکیہ اور دوسرے کا ابراہیم تھا۔ ان دونوں نے اس کوشش میں پورا حصہ لیا۔ منصور کو جب ان کے ارادوں کا حال معلوم ہوا تو اس نے سادات حسنی کی گرفتاری کے لیے ایک فوج بھیجی۔ تقریباً ستر پچہتر آدمی جن میں کمسن بچے نوجوان اور بوڑھے سب شامل تھے گرفتار کر لیے گئے۔ لکھا ہے کہ جب یہ ستم رسیدہ قافلہ مدینہ سے چلا تو اُن کی بے کسی و مجبوری، بے گناہی و بے قصوری کا خیال کر کے ہر ایک اپنے مقام پر روتا اور بے چین نظر آتا تھا۔ آہ، وہ صاحبان فضل و کمال جو صورت و سیرت میں بے مثل و بے نظیر تھے جن کا ایک ایک جوان ہمت و دلیری میں تمام عرب میں مشہور تھا۔ گلے میں طوق پہنے اور ہاتھوں میں دوہری زنجیریں ڈالے بے شرم و حجاب سے گردنیں نیچی کیے لاغر اونٹوں کی ننگی پیٹھوں پر بیٹھے ہوئے مدینہ رسُولؐ سے نکل رہے تھے۔ تاریخ کامل میں ہے کہ جب امام جعفر صادق علیہ السلام کو کنبہ کی گرفتاری کا حال معلوم ہوا تو بے چین ہو گئے۔ مسجد رسُولؐ کے دروازے پر کھڑے تھے کہ مظلوم سادات کا قافلہ ادھر سے گزرا۔ امام علیہ السلام نے جب یہ حال دیکھا کہ کسی کے پیر میں زنجیر ہے کسی کے گلے میں طوق، کسی کی مشکیں کسی ہیں، کسی کے پیر اونٹ کے پیٹ سے بندھے ہوئے ہیں تو آپ زار زار رونے لگے اور فرمایا خدا کی قسم آج کے بعد سے حرمت حرم خدا اور رسُولؐ محفوظ نہ رہے گی۔ خدا کی قسم قوم انصار سے جو معاہدہ حضرت رسُول خداؐ نے لیا تھا۔ (یعنی ان کی اور ان کی اولاد کی حفاظت کا وہ بھول گئے۔ خداوند تو انصار سے سخت مواخذہ کرنا۔ حضرت کی پریشانی کا اس وقت یہ عالم تھا کہ ردائے مبارک دوش اقدس سے گر گئی تھی۔ اس واقعہ کا آپ پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ آپ اسی روز سے بیمار پڑ گئے اور تقریباً بیس روز تک تپ کی وہ شدید تکلیف اٹھائی کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ حضرت نے چاہا کہ اپنے چچا حضرت عبداللہ محض تک جائیں اور تسلی و دلاسہ دیں مگر ایک سنگدل نے وہاں تک جانے نہ دیا۔

محمد نفس زکیہ و ابراہیم پسران حضرت عبداللہ محض اس زمانہ میں روپوش ہو گئے تھے اور صحرائی عربوں کا بھیس بدل کر رہنے لگے تھے چنانچہ اسی بھیس میں وہ چھپ کر ایک منزل پر جناب عبداللہ محض سے ملے۔ انھوں نے بیٹوں سے کہا کہ اس ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے۔ منصور اس زمانہ میں کوفہ میں تھا۔ قیدی اس کے سامنے پیش ہوئے۔ اس نے سب کو قید سخت کا حکم دیا جہاں نہ روشنی کا گذر تھا نہ تازہ ہوا کا۔ چند روز بعد ہی یہ لوگ مرنے لگے۔ قیامت یہ آئی کہ ان کے مجوؤں کو بھی قید خانہ سے باہر نہ نکالا گیا، وہیں مرتے اور سڑتے رہے۔ اس سے وہاں کی ہوا اور

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

زیادہ گندی ہوگئی اور ایک ایسی وبا پھیلی کہ ہر روز دو چار مرنے لگے حقیقت یہ ہے کہ سادات کشی میں بنی عباس کے مظالم بنی امیہ سے بھی کہیں زیادہ بڑھ گئے تھے۔ بنی امیہ تو اگر ایسا کیا تو غیر ہو کر تھے مگر یہ دشمن بن کر یہ تو اپنے کہلاتے تھے۔ مال دنیا کی طمع اور حکومت کی حرص نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالا کہ حجاب و ہد کی تمیز باقی نہ رہی اور دنیا کے پیچھے آخرت کو بالکل بھول گئے۔ بہرحال غریب سادات نے اس قید خانہ میں بڑی عبرتناک حالت میں زندگی بسر کی۔ لیکن اس حالت میں بھی خدا کی یاد سے غافل نہ رہے۔ شب و روز تلاوتِ کلام پاک سے کام رہتا تھا۔ قید خانہ کی تاریکی میں دن کے اوقات کا چونکہ پتہ نہ چلتا تھا، اس لیے اپنی تلاوت کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اور انھیں سے اوقاتِ نماز کا پتہ لگاتے تھے۔ ان کو اس قید خانے میں کئی کئی وقت فاقہ سے گزر جاتے تھے اور کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ بلکہ کھانے کا کیا ذکر پانی بھی بقدر ضرورت نہ ملتا تھا۔

اب ادھر کا حال سنو محمد نفس زکیہ نے بہت جلد ایک فوج فراہم کر کے منصور پر چڑھائی کی اور مدینہ پر قبضہ کر لیا۔ مگر چند ہی روز بعد منصور کی فوجوں نے پھر آگھیرا محمد ان کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے۔ آخر شہید ہو گئے۔ ان کا سر کاٹ کر منصور کے پاس بھیج دیا گیا۔ اس ظالم نے اس سر کو ایک خوان میں رکھ کر قید خانہ میں ان کے بوڑھے باپ عبداللہ محض کے پاس بھجوا دیا۔ جناب عبداللہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے کہ سر مصلے کے پاس رکھا گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر جو دیکھا تو جوان بیٹے کا سر رکھا ہوا ہے۔ بے ساختہ ایک آہ سینے سے نکلی، سر کو چھاتی سے لگا لیا اور کہنے لگے، بیٹا! شاباش تم بے شک ان ہی وعدہ وفا کرنے والوں میں سے ہو جن کی تعریف خدا نے قرآن میں کی ہے۔ بیٹا تم ایسے جوان تھے کہ تمھاری تلوار نے تم کو ذلت سے بچا لیا، اور تمھاری پرہیزگاری نے تم کو گناہوں سے محفوظ رکھا۔ پھر سر لانے والے سے کہا کہ منصور سے کہہ دینا کہ ہم تو مقتول ہو ہی چکے اب تمھاری باری ہے۔ اب ہمارا اور تمھارا انصاف خدا کے وہاں ہوگا۔ یہ کہہ کر ایک ٹھنڈی سانس بھری اور دم نکل گیا۔

اب دوسرے بھائی یعنی ابراہیم کا حال سنو، یہ بھی مدتوں ادھر ادھر گھومتے پھرے آخر انھوں نے بھی ایک فوج جمع کر کے مصر کی حکومت حاصل کر لی۔ جس زمانہ میں نفس زکیہ منصور سے لڑ رہے تھے انھوں نے بھائی کی مدد کو آنا چاہا۔ مگر منصور نے راستے بند کر رکھے تھے، ممکن نہ ہوا۔ محمد پر فتح پانے کے بعد منصور نے ابراہیم کا بھی خاتمہ کر دیا۔ صورت یہ ہوئی کہ ابراہیم اپنے لشکر کو ساتھ لیے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مقام "الحمرا" میں خیمہ زن تھے کہ منصور کا لشکر بھی وہاں پہنچ گیا۔ دونوں لشکروں میں سخت مقابلہ ہوا۔ سینکڑوں آدمی مارے گئے۔ ابراہیم کی فتح کے آثار نمایاں ہو چکے تھے کہ یکایک معاملہ دگرگوں ہوگیا اور ابراہیم کی فوج نے بھاگتے ہوئے دشمن کا پیچھا کیا۔ مگر نیک دل ابراہیم کو ان کی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تباہ حالت پر رحم آگیا۔ اپنے سپاہیوں کو تعاقب سے روک دیا۔ منصور کے سردار "عیسیٰ" نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اور اپنی پراگندہ قوت کو جمع کر کے پھر یکایک حملہ کر دیا۔ ابراہیم کی فوج کو اس بلائے ناگہانی کی کیا خبر تھی۔ وہ اپنی فتح دیکھ کر کمریں کھول چکے تھے کہ شکست خوردہ دشمن پھر لوٹا۔ اب ابراہیم کا مقابلہ کرنا دشوار ہوگیا۔ فوج تتر بتر ہوگئی۔ مجبوراً تلوار لے کر خود مقابلہ کو نکل پڑے دیر تک ہاشمی شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے۔ آخر کہاں تک؟ دشمن نے چاروں طرف سے گھیر کر ہلاک کر دیا۔ یہ واقعہ ۲۵ ذی قعدہ ۱۴۵ھ کا ہے۔ ابراہیم وہ شخص تھے کہ پورے پانچ برس روپوش رہے تھے۔ اور منصور باوجود اتنی قدرت و طاقت کے کسی طرح ان کو گرفتار نہ کر سکا تھا۔

ابراہیم اور نفس زکیہ کے قتل ہونے کے بعد بھی منصور کے مظالم سادات پر کم نہ ہوئے جہاں جس کو پایا بے قتل کئے نہ چھوڑا۔ اس زمانہ میں سادات کی وہ تباہی ہوئی کہ بیان میں نہیں آسکتی۔ علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ منصور کے زمانہ میں بے شمار اولادِ علی شہید کئے گئے اور بہتوں کو دیوار میں چنوا دیا گیا۔ منصور اس زمانہ میں بغداد میں محل بنوا رہا تھا۔ اس میں جہاں اوروں کو اس نے زندہ چنوا دیا تھا۔ ایک حسنی نوجوان کو بھی چنوایا۔ وہ چونکہ بہت ہی حسین و خوبصورت تھا اس کے چہرہ پر جب معمار کی نظر پڑی تو بیساختہ اس کا دل رونے لگا حکم سے مجبور تھا۔ دیوار چنتے چنتے اسے موقع مل گیا۔ بولا کہ اے فرزند رسول آپ گھبرائیے نہیں۔ میں سانس کے لیے سوراخ چھوڑے دیتا ہوں اور رات کو آکر آپ کو رہا کر دوں گا۔ چنانچہ وہ رات کی تاریکی میں دیوار کے قریب آیا اور اینٹیں ہٹا کر اس نونہالِ باغ رسالت کو دیوار سے نکال دیا اور کہا کہ آپ صرف اتنا کیجئے کہ اس طرح زندہ بچ کر کسی طرف چلے جائیے کہ آپ کا پتہ نشان نہ مل سکے اور اے فرزندِ رسول آپ اپنے نانا محمد مصطفےٰ سے میری بخشش کی سفارش فرمائیے گا۔ انھوں نے شکریہ ادا کیا اور کہا اے شیخ اگر تجھ سے ہو سکے تو میری زلفوں کو تراش لے اور کسی رات کو میری دکھیا ماں کے پاس فلاں محلہ میں جا کر انھیں میری زلفیں دے کر کہہ دے کہ میں زندہ ہوں اور عنقریب ملوں گا۔ اس معمار کا بیان ہے کہ میں ان کی خواہش کے مطابق ان کے مکان پر پہنچا تو ان کی ماں بیٹھی رو رہی تھیں۔ میں نے انھیں ثبوتِ حیات کے لیے زلفیں دے کر زندگی کا نشانی اور واپس چلا آیا۔ (جلاء العیون ص ۲۶۹ طبع ایران و سوانح عمری چہاردہ معصومین حصہ ۲ ص...)

تواریخ میں ہے کہ جناب نفس زکیہ کے شہید ہونے کے بعد سے جہاں مظالم کا پورا زور پیدا ہوگیا تھا۔ وہاں امام جعفر صادق علیہ السلام بھی محفوظ نہیں رہ سکے۔ امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ ان کو قتل کرانے کے بعد منصور نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو طلب کیا اور ان کی سخت تہدید کی اور قتل کی کھلے الفاظ میں دھمکی دی۔ (نور الابصار ص ۱۳۲)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

منصور کا حج اور امام جعفر صادق پر بہتان طرازی

حالات کی روشنی میں ہر بافہم اس کا اندازہ کر سکتا ہے کہ حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام کی زندگی کس دَور سے گزر رہی تھی اور منصور کس تاک میں تھا اور کس طرح بہانہ تلاش کر رہا تھا۔

تاریخ حبیب السیر میں ہے کہ ۱۴۴ھ میں منصور عباسی حج کے لیے گیا۔ منصور نے حج سے فراغت کی تو ایک شخص نے اس سے کہا کہ امام جعفر صادق تمہارے خلاف لوگوں کو بھڑکاتے اور اکساتے ہیں۔ اُس نے امام علیہ السلام کو بُلا کر ان سے کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا ہے کہ آپ میری حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے اور لوگوں کو اکساتے اور بھڑکاتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے بادشاہ یہ بالکل غلط ہے اور اگر تجھے میرے کہنے پر یقین نہ آئے تو، تو اس شخص کو میرے سامنے طلب کر منصور نے اُسے بُلا لیا۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے مجھ پر کیوں بہتان باندھا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے سچ کہا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو قسم کھا کر کہہ سکتا ہے اُس نے کہا ہاں، پھر اس نے خدا کی قسم کھائی آپ نے کہا اس طرح نہیں جس طرح میں کہوں، اس طرح قسم کھا چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اپنی زبان سے یہ کہہ کر قسم کھا کہ "بَرِئتُ مِنْ حَوْلِ اللّٰہ" میں خدا کی قوت و طاقت سے دُور ہٹ کر اپنے بھروسہ پر قسم کھاتا ہوں۔ اس نے پہلے تو ہچکچا کر انکار کیا پھر وہ قسم کھا گیا۔ اُس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ وہ اُسی جگہ گر کر ہلاک ہو گیا۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۰ طبع مصر)

امام جعفر صادق علیہ السّلام کا دربارِ منصُور میں

ایک طبیب ہندی سے تبادلہ خیالات

علامہ رشید الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی ابن شہر آشوب مازندرانی المتوفی ۵۸۸ھ نے دربارِ منصور کا ایک اہم واقعہ نقل فرمایا ہے۔ جس میں مفصل طور پر یہ واضح کیا ہے کہ ایک طبیب جس کو اپنی قابلیت پر بڑا بھروسہ اور غرور تھا۔ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے کس طرح سپر انداختہ ہو کر آپ کے کمالات کا معترف ہو گیا ہم موصوف کی عربی عبارت کا ترجمہ اپنے فاضل معاصر کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

ایک بار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام منصور دوانقی کے دربار میں تشریف فرما تھے۔ وہاں ایک طبیب ہندی طب کی باتیں بیان کر رہا تھا اور حضرت خاموش بیٹھے سُن رہے تھے۔ جب وہ کہہ چکا تو حضرت سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ اگر کچھ پُوچھنا چاہیں تو شوق سے پُوچھیں،

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ نے فرمایا، میں کیا پوچھوں، مجھے تجھ سے زیادہ معلوم ہے۔ (طبیب) اگر یہ بات ہے تو میں بھی کچھ سُنوں (امام) جب کسی مرض کا غلبہ ہو تو اس کا علاج ضد سے کرنا چاہیئے یعنی حار "گرم" کا علاج بارد "سرد" سے تر کا خشک سے، خشک کا تر سے اور ہر حالت میں اپنے خدا پر بھروسہ رکھے، یاد رکھو معدہ تمام بیماریوں کا گھر ہے اور پرہیز سو دواؤں کی ایک دوا ہے۔ جس چیز کا انسان عادی ہو جاتا ہے، اس کے مزاج کے موافق اور اس کی صحت کا سبب بن جاتی ہے۔ (طبیب) بے شک آپ نے جو بیان فرمایا ہے۔ اصل طب یہی ہے (امام)۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ میں نے جو بیان کیا ہے۔ یہ طب کی کتابیں پڑھ کر حاصل کیا ہے۔ بلکہ یہ علوم مجھ کو خدا کی طرف سے ملے ہیں۔ اب بتا تو زیادہ علم رکھتا ہے یا میں (طبیب) میں (امام) اچھا میں چند سوال کرتا ہوں ان کا جواب دے آنسوؤں اور رطوبتوں کی جگہ سر میں کیوں ہے؟ سر پر بال کیوں ہیں۔ پیشانی بالوں سے خالی کیوں ہے۔ پیشانی پر خط اور شکن کیوں ہیں۔ دونوں پلکیں آنکھوں کے اوپر کیوں ہیں۔ ناک دونوں آنکھوں کے درمیان کیوں ہے۔ آنکھیں بادامی شکل کی کیوں ہیں۔ ناک کا سوراخ نیچے کی طرف کیوں ہے، منہ پر دو ہونٹ کیوں بنائے گئے ہیں۔ سامنے کے دانت تیز اور ڈاڑھ چوڑی کیوں ہے اور ان دونوں کے بیچ میں لمبے دانت کیوں ہیں۔ دونوں ہتھیلیاں بالوں سے خالی کیوں رہیں۔ مردوں کی داڑھی کیوں ہوتی ہے۔ ناخن اور بال میں جان کیوں نہیں۔ دل صنوبری شکل کا کیوں ہے۔ پھیپھڑے کے دو ٹکڑے کیوں ہوتے اور وہ اپنی جگہ حرکت کیوں کرتے ہے۔ جگر کی شکل محدب کیوں ہے۔ گُردے کی شکل لوبئے کے دانے کی طرح کیوں ہوتی ہے۔ گھٹنے آگے کو جھکتے ہیں پیچھے کو کیوں نہیں جھکتے۔ دونوں پاؤں کے تلوے بیچ سے خالی کیوں ہیں؟ (طبیب) میں ان باتوں کا جواب نہیں دے سکتا۔ (امام) بفضل خدا میں ان سب باتوں کا جواب جانتا ہوں (طبیب) بیان فرمائیے۔

(امام علیہ السلام) ؁۱ سر اگر آنسوؤں اور رطوبتوں کا مرکز نہ ہوتا تو خشکی کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا (۲) بال اس لیے سر پر ہیں کہ ان کی جڑوں سے تیل وغیرہ دماغ تک پہنچتا رہے اور بہت سے دماغی انجرے نکلتے رہیں۔ دماغ گرمی اور زیادہ سردی سے محفوظ رہے (۳) پیشانی بالوں سے اس لیے خالی ہے کہ اس جگہ سے آنکھوں میں نور پہنچتا ہے (۴) پیشانی میں خطوط اور شکن اس لیے ہیں کہ سر سے جو پسینہ گرے وہ آنکھوں میں نہ پڑ جائے۔ جب شکنوں میں پسینہ جمع ہو تو انسان اُسے پونچھ کر پھینک دے جس طرح زمین پر پانی جاری ہوتا ہے تو گڑھوں میں جمع ہو جاتا ہے (۵) پلکیں اس لیے آنکھوں پر قرار دی گئی ہیں کہ آفتاب کی روشنی اسی قدر ان پر پڑے جتنی کہ ضرورت ہے اور بوقت ضرورت بند ہو کر مردمک چشم کی حفاظت کر سکیں نیز سونے میں مدد دے سکیں، تم نے دیکھا ہو گا کہ جب انسان زیادہ روشنی میں بلندی کی طرف کسی چیز کو دیکھنا چاہتا ہے تو ہاتھ کو آنکھوں کے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اوپر رکھ کر سایہ کر لیتا ہے (۶) ناک کو دونوں آنکھوں کے بیچ میں اس لیے قرار دیا ہے کہ مجمع نور سے روشنی تقسیم ہو کر برابر دونوں آنکھوں کو پہنچے (۷) آنکھوں کو بادامی شکل کا اس لیے بنایا ہے کہ وقت ضرورت سلائی کے ذریعے سے دوا (سرمہ وغیرہ) اس میں آسانی سے پہنچ جائے، اگر آنکھ چوکور یا گول ہوتی تو سلائی کا اس میں پھرنا مشکل ہوتا دوا اس میں بخوبی نہ پہنچ سکتی اور بیماری دفع نہ ہوتی (۸) ناک کا سوراخ نیچے کو اس لیے بنایا کہ دماغی رطوبتیں آسانی سے نکل سکیں۔ اگر اوپر کو ہوتا تو یہ بات نہ ہوتی اور دماغ تک کسی چیز کی بو بھی جلدی نہ پہنچ سکتی (۹) ہونٹ اس لیے منہ پر لگائے گئے کہ جو رطوبتیں دماغ سے منہ میں آئیں وہ رکی رہیں اور کھانا بھی انسان کے اختیار میں رہے جب چاہے پھینک اور تھوک دے (۱۰) داڑھی مردوں کو اس لیے دی کہ مرد و عورت میں تمیز ہو جائے (۱۱) اگلے دانت اس لیے تیز ہیں کہ کسی چیز کا کاٹنا یا کھٹکٹ سہل ہو۔ اور ڈاڑھ کو چوڑا اس لیے بنایا کہ غذا پیسنا اور چبانا آسان ہو۔ ان دونوں کے درمیان لمبے دانت اس لیے بنائے کہ دونوں کے استحکام کے باعث ہوں۔ جس طرح مکان کی مضبوطی کے باعث ستون (کھمبے) ہوتے ہیں (۱۲) ہتھیلیوں پر بال اس لیے نہیں کہ کسی چیز کو چھونے سے اس کی نرمی سختی۔ گرمی اور سردی وغیرہ آسانی سے معلوم ہو جاتی ہے۔ بالوں کی صورت میں یہ بات حاصل نہ ہوتی (۱۳) بال اور ناخن میں جان اس لیے نہیں کہ ان چیزوں کا بڑھنا برا معلوم ہوتا ہے اور نقصان رساں ہے۔ اگر ان میں جان ہوتی تو کاٹنے میں تکلیف ہوتی (۱۴) دل صنوبری شکل یعنی سر نچلا اور دم چوڑی (نچلا حصہ) اس لیے ہے کہ با آسانی پھیپھڑے میں داخل ہو سکے اور اس کی ہوا سے ٹھنڈک پاتا رہے تاکہ اس کے بخارات دماغ کی طرف چڑھ کر بیماریاں پیدا نہ کریں (۱۵) پھیپھڑے کے دو ٹکڑے اس لیے ہوئے کہ دل ان کے درمیان رہے اور وہ اس کو ہوا دیں (۱۶) جگر محدب اس لیے ہوا کہ اچھی طرح معدہ کے اوپر جگہ پکڑے اور اپنی گرانی و گرمی سے غذا کو ہضم کرے (۱۷) گردہ لوبیئے کے دانہ کی شکل کا اس لیے ہوا کہ منی یعنی نطفہ۔ انسانی پشت کی جانب سے اس میں آتا ہے اور اس کے پھیلنے اور سکڑنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ نکلتا ہے جو سبب لذت ہے۔ (۱۸) گھٹنے پیچھے کی طرف اس لیے نہیں جھکتے کہ چلنے میں آسانی ہو اگر ایسا نہ ہوتا تو آدمی چلتے وقت گر گر پڑتا۔ آگے چلنا آسان نہ ہوتا (۱۹) دونوں پیروں کے تلوے بیچ میں سے اس لیے خالی ہیں کہ دونوں کناروں پر بوجھ پڑنے سے با آسانی پیر اٹھ سکیں اگر ایسا نہ ہوتا اور پورے بدن کا بوجھ پیروں پر پڑتا تو سارے بدن کا بوجھ اٹھانا دشوار ہو جاتا۔

یہ جوابات سن کر ہندوستانی طبیب حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ آپ نے یہ علم کس سے سیکھا ہے فرمایا اپنے دادا سے انھوں نے رسول خدا سے حاصل کیا تھا اور انھوں نے خدا سے سیکھا ہے۔ اس

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نے کہا: "اِنَا اَشْهَدُ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَعَبْدُهٗ" میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمد ان کے رسول اور عبد خاص ہیں "وانک اعلم اھل زمانہ" اور آپ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عالم ہیں۔ (مناقب جلد ۵ ص۴۹ طبع بمبئی وسوانح چہاردہ معصومین حصہ ۲ ص۲۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام کو بال بچوں سمیت جلا دینے کا منصوبہ

طبیب ہندی سے گفتگو کے بعد امام علیہ السلام کا عام شہرہ ہو گیا اور لوگوں کے قلوب پہلے سے زیادہ آپ کی طرف مائل ہو گئے۔ دوست اور دشمن آپ کے علمی کمالات کا ذکر کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر منصور کے دل میں آگ لگ گئی، اور وہ اپنی شرارت کے تقاضوں سے مجبور ہو کر منصوبہ بنانے لگا کہ اب جلد سے جلد انھیں ہلاک کر دینا چاہیے چنانچہ اس نے ظاہری قدر و منزلت کے ساتھ آپ کو مدینہ روانہ کر کے حاکم مدینہ حسین بن زید کو حکم دیا۔ "ان احرق جعفر بن محمد فی دارہ" امام جعفر صادق علیہ السلام کو بال بچوں سمیت گھر کے اندر جلا دیا جائے۔ یہ حکم پا کر والی مدینہ نے چند غنڈوں کے ذریعہ سے رات کے وقت جبکہ سب محو خواب تھے آپ کے مکان میں آگ لگوا دی، اور گھر جلنے لگا۔ آپ کے اصحاب اگرچہ اسے بجھانے کی پوری سعی کر رہے تھے، لیکن بجھنے کی صورت نہ آتی تھی۔ بالآخر آپ انھیں شعلوں میں کہتے ہوئے کہ "انا ابن اعراق الثریٰ انا ابن ابراھیم الخلیل" اے آگ میں وہ ہوں جس کے آبا و اجداد زمین و آسمان کی بنیادوں کے سبب ہیں اور میں خلیل خدا ابراہیم نبی کا فرزند ہوں نکل پڑے اور اپنی عبا کے دامن سے آگ بجھا دی۔ (تذکرۃ المعصومین ص۱۸۱ بحوالہ اصول کافی آقائے کلینی علیہ الرحمہ)

۱۴۷ھ میں منصور کا حج اور امام جعفر صادق کے قتل کا عزم بالجزم

علامہ شبلنجی اور علامہ محمد بن طلحہ شافعی رقمطراز ہیں کہ ۱۴۷ھ میں منصور حج کو گیا، اسے چونکہ امام کے دشمنوں کی طرف سے برابر یہ خبر دی جا چکی تھی کہ امام جعفر صادق تیری مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ اور تیری حکومت کا تختہ پلٹنے کی سعی میں ہیں۔ لہٰذا اس نے حج سے فراغت کے بعد مدینہ کا قصد کیا اور وہاں پہنچ کر اپنے مصاحب خاص، ربیع سے کہا کہ جعفر بن محمد کو بلوا دو، ربیع نے وعدہ کے باوجود ٹال مٹول کی۔ اس نے پھر دوسرے دن سختی کے ساتھ کہا کہ انھیں بلواؤ۔ میں کہتا ہوں کہ خدا مجھے قتل کرے اگر میں انھیں قتل نہ کر سکوں۔ ربیع نے امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، مولا آپ کو منصور بلا رہا ہے، اور اس کے تیور بہت خراب ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس مرتبہ آپ کو قتل کر دے گا۔ حضرت نے فرمایا "لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم" یہ اس دفعہ ناممکن ہے۔ غرضکہ ربیع آنحضرت کو لے کر حاضر دربار ہوا۔ منصور کی نظر جیسے ہی آپ پر پڑی تو

Contact : jabir.abbas@yahoo.com   http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آگ بگولہ ہو کر بولا: "یا عدو اللہ" اے دشمن خدا تم کو اہل عراق امام مانتے ہیں اور تمہیں زکوٰۃ اموال وغیرہ دیتے ہیں اور میری طرف ان کا کوئی دھیان نہیں، یاد رکھو، میں آج تمہیں قتل کر کے چھوڑوں گا اور اس کے لیے میں نے قسم کھالی ہے۔ یہ رنگ دیکھ کر امام جعفر صادق نے ارشاد فرمایا۔ اے امیر جناب سلیمان کو عظیم سلطنت دی گئی تو انھوں نے شکر کیا۔ جناب ایوب کو بلا میں مبتلا کیا گیا تو انھوں نے صبر کیا۔ جناب یوسف پر ظلم کیا گیا تو انھوں نے ظالموں کو معاف کر دیا، اے بادشاہ یہ سب انبیا تھے اور انھیں کی طرف تیرا نسب بھی پہنچتا ہے۔ تجھے تو ان کی پیروی لازم ہے، یہ سن کر اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ (نور الابصار ص ۱۳۲، مطالب السؤل ص ۲۷۹)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی دربارِ منصور میں ساتویں بار طلبی

۱۴۷ھ میں حج سے فراغت کے بعد جب منصور اپنے دار الخلافہ میں پہنچا تو مشیروں نے موقع سے امام جعفر صادق علیہ السلام کا ذکر چھیڑا۔ منصور جو اسی دوران میں ان سے مل کر آیا تھا۔ اس نے فوراً حکم دے دیا کہ امام جعفر صادق کی طلبی کی جائے اور انھیں بلا کر میرے سامنے دربار میں پیش کیا جائے۔ دعوت نامہ چلا گیا اور امام علیہ السلام مدینہ سے چل کر دربار میں اس وقت پہنچے جب اسے ایک مکھی ستا رہی تھی اور وہ اسے بار بار ہنکا رہا تھا وہ منہ پر بیٹھتی تھی اور منصور اسے دفع کرتا تھا، لیکن وہ باز نہ آتی تھی۔ منصور امام علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر بولا، کہ ذرا یہ تو بتایئے کہ خدا نے مکھی کو کیوں پیدا کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا "لیذل بہ الجبابرۃ" کہ خدا نے مکھی اس لیے پیدا کی ہے کہ اس کے ذریعہ سے جابروں کو ذلیل کرے، اور سرکشوں کا سر جھکائے (نور الابصار ص ۱۳۳، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۳۰)۔

امام جعفر صادقؑ اور شیر دربار

ایک دن کا ذکر ہے کہ منصور نے بابل سے ستر جادوگروں کو بلا کر دربار میں بٹھایا ہوا تھا اور ان سے کہہ دیا تھا کہ میں عنقریب اپنے ایک دشمن کو بلانے والا ہوں وہ جب یہاں پہ آئے تو تم اس کے ساتھ کوئی ایسا کرتب کرنا جس سے وہ ذلیل ہو جائے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے دیکھا کہ ستر مصنوعی شیر دربار میں بیٹھے ہیں۔ آپ کو غصہ آ گیا اور آپ نے ان شیروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اپنے بنانے والوں کو نگل لو۔ وہ شیر کی تصویریں مجسمہ ہو گئیں اور انھوں نے سب کاہنوں کو نگل لیا، یہ دیکھ کر منصور کانپنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا، ابن رسول اللہ ان شیروں کو حکم دیجئے کہ ان جادوگروں کو اگل دیں۔ آپ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ اگر عصائے موسیٰ نے سانپوں کو اگل دیا ہوتا تو یقیناً ہے کہ یہ بھی اگل دیتے۔ (دمعہ ساکبہ جلد ۲ ص ۵۱۳ بحوالہ شرح شافیہ ابی فراس)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امام علیہ السّلام کے دربار میں قتل کیے جانے کا بندوبست

علامہ دھر شتی بحوالہ کتاب مشارق الانوار علامہ طبرسی رقمطراز ہیں کہ منصور عباسی جب آپ کی روحانیت سے عاجز آگیا اور کسی مرتبہ قتل کرنے میں کامیابی نہ حاصل کرسکا تو اس نے سوا ایسے افراد تلاش کیے جو کچھ جانتے اور پہچانتے ہی نہ تھے۔ بالکل اجڈ اور کندہ ناتراش تھے۔ اس نے مال و دولت دے کر اس امر پر راضی کیا کہ جب امام جعفر صادق کی طرف اشارہ کیا جائے تو وہ انھیں قتل کردیں۔ پروگرام مرتب ہونے کے بعد رات کے وقت حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کو بلایا گیا۔ آپ تشریف لائے حکم تھا کہ بالکل تنہا تشریف لائیں۔ آپ اکیلے آئے۔ جب آپ دربار میں داخل ہوئے اور ان لوگوں کی نظریں آپ پر پڑیں جو تلواریں سونتے ہوئے کھڑے تھے تو وہ سب کے سب تلواریں پھینک کر آپ کے قدموں پر گر پڑے۔ یہ حال دیکھ کر منصور نے کہا، ابن رسول اللہ آپ رات کے وقت کیوں تشریف لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے مجھے گرفتار کرا کے منگوایا ہے۔ اب کہتا ہے کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا، معاذ اللہ کہیں یہ بھی ہوسکتا ہے آپ تشریف لے جائیں اور قیام گاہ میں آرام فرمائیں۔ آپ واپس چلے گئے وہاں سے مدینہ تشریف لے گئے۔ امام علیہ السّلام کے چلے جانے کے بعد ان لوگوں سے پوچھا گیا کہ تم نے خلاف ورزی کیوں کی اور انھیں قتل کیوں نہیں کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ یہ تو وہ امام زمانہ ہے جو ہماری شب و روز خبرگیری کرتا ہے اور ہمیشہ ہماری اپنے بچوں کی طرح پرورش کرتا ہے۔ یہ سن کر منصور ڈر گیا اور اسے خیال ہوا کہ کہیں یہ لوگ مجھ سے اس کا بدلہ نہ لینے لگیں۔ اسی لیے انھیں رات ہی میں روانہ کردیا۔ "ثم قتل بالسم" پھر آپ کو زہر سے شہید کرا دیا۔ (دمعہ ساکبہ ص۲۰۳ جلد ۲ طبع نجف) علامہ اربلی کا کہنا ہے کہ آپ کو قید خانہ میں زہر دیا گیا تھا۔ (کشف الغمہ ص۱۱۰) روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کئی مرتبہ زہر دیا گیا۔ (جنات الخلود ص۲۹) بالآخر آپ اس آخری زہر سے شہید ہوگئے جو انگور کے ذریعے سے دیا گیا تھا۔ (جلاء العیون ص۲۹۸)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی شہادت

علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ بتاریخ ۱۵ شوال ۱۴۸ھ بعمر ۶۵ سال آپ نے اس دار فانی سے بطرف ملک جاودانی رحلت فرمائی ہے۔ ارشاد مفید ص۴۱۳ اعلام الوریٰ ص۱۵۹ نور الابصار ص۱۳۲ مطالب السؤل ص۲۷۷ یوم وفات دوشنبہ تھا اور مقام دفن جنت البقیع ہے۔

علامہ ابن حجر علامہ سبط ابن جوزی علامہ شبلنجی علامہ ابن طلحہ شافعی تحریر طراز ہیں کہ مات مسموما ایام المنصور، منصور کے زمانہ میں آپ زہر سے شہید ہوتے ہیں صواعق محرقہ ص۱۲۱

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تذکرہ خواص الامۃ، نور الابصار ص۱۳۳ ارجح المطالب ص۴۵۰۔

علماء اہل تشیع کا اتفاق ہے کہ آپ کو منصور دوانقی نے زہر سے شہید کرایا تھا، اور نماز حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے پڑھائی تھی۔ علامہ کلینی اور علامہ مجلسی کا ارشاد ہے کہ آپ کو نہایت قیمتی کفن دیا گیا اور آپ کے مقام وفات پر ہر شب چراغ جلایا جاتا رہا۔ کتاب کافی و جلاء العیون مجلسی ص۲۹۶

آپ کی اولاد

آپ کے مختلف بیویوں سے دس اولاد تھیں۔ جن میں سے سات لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں (۱) جناب اسمٰعیل (۲) حضرت امام موسیٰ کاظم (۳) عبداللہ (۴) اسحاق (۵) محمد (۶) عباس (۷) علی اور لڑکیوں کے اسماء یہ ہیں (۱) ام فروہ (۲) اسماء (۳) فاطمہ (ارشاد و جنات الخلود) علامہ شبلنجی نے سات اولاد تحریر کیا ہے۔ جن میں صرف ایک لڑکی کا حوالہ دیا ہے جس کا نام "ام فروہ" تھا۔ (نور الابصار ص۱۳۳)۔

آپ ہی کی اولاد سے خلفاء فاطمیہ گزرے ہیں جن کی سلطنت ۲۹۶ھ سے ۵۶۷ھ تک دو سو ستر سال قائم رہی، ان کی تعداد چودہ تھی۔

فاطمی خلفاء

مورخ احسان اللہ عباسی اپنی تاریخ اسلام کے ص۲۲۲ میں لکھتے ہیں کہ تیسری صدی ہجری کے اخیر میں ایک بڑی زبردست سلطنت علویوں کی مغرب میں قائم ہوئی۔ بنو امیہ اور عباسیوں کے بعد حدود ارضی کے اعتبار سے نیز اس اعتبار سے کہ عرصہ تک بادشاہت قائم رہی۔ علوی سلطنت تیسرے درجے میں شمار ہوتی ہے۔ بغداد سے پچھم اندلس تک علویوں کی بادشاہت تھی۔ کچھ دنوں تک شام، مکہ اور مدینہ میں بھی علویوں کا زور تھا۔ سال بھر تک خطبہ بغداد میں "مستنصر علوی" کا نام لیا گیا۔ اندلس ایسی مستقل اور زبردست اسلامی سلطنت عرصہ تک علویوں کا ایک صوبہ رہی۔ سلاطین علویہ باعتبار خلفاء عباسیہ زیادہ پابند احکام شرعیہ تھے، لہو ولعب سے ان کو پرہیز تھا اسی لیے عیسائی مورخوں نے براہ تعصب علویوں کو متعصب لکھا ہے۔ ڈھائی سو برس سے کچھ زیادہ عرصہ تک یہ خاندان قائم رہا۔ چودھویں بادشاہ عاضد پر ۵۶۷ھ میں اس کا خاتمہ ہوا۔

علامہ علی حیدر لکھتے ہیں کہ یہی سلاطین علویہ، خلفاء فاطمین کے نام سے مشہور ہیں، یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے جناب اسماعیل اپنے والد ماجد کی زندگی میں انتقال فرما گئے تھے۔ مگر آپ کی شادی ہو چکی تھی جن سے آپ کے صاحبزادے "محمد" پیدا ہوئے تھے، ان کے فرزند عبداللہ الرضی اور ان کے فرزند احمد الوفی اور ان کے بیٹے حسین التقی، اور ان کے بیٹے عبیداللہ المہدی ہوئے جو خلفاء فاطمین کے بزرگ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تھے۔ اسی وجہ سے اِس خاندان کو "اسماعیلیہ" کہتے ہیں، اثنا عشری فرقے کے لوگ ان لوگوں کو "شش امامی" بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ ۱۲، اماموں میں سے صرف چھ اماموں کو مانتے ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے بعد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کو (حکم خدا و رسولؐ کے خلاف) امام نہیں مانتے بلکہ جناب اسماعیل کے بیٹے "محمد" کو امام مانتے ہیں اور اس امر کے قائل ہیں کہ امامت جناب اسماعیل ہی کی اولاد میں قیامت تک رہے گی۔ ہندوستان و(پاکستان) کے شیعہ بوہروں اور آغاخانی خوجوں کا یہی مذہب ہے۔ مؤرخ ذاکر حسین لکھتے ہیں کہ ۲۱ ربیع الاوّل ۲۹۷ھ (۹۰۹ء) کو یہ سلطنت قائم ہوئی۔ انتہائے عروج کے زمانے میں ان کی سلطنت بحرِ ظلمات سے صحرائے شام تک اور بحیرہ روم سے صحرائے اعظم افریقہ تک پھیل گئی تھی۔ مراکش بلاد الجزائر۔ تونس۔ طرابلس۔ برقہ۔ مصر۔ شام۔ حجاز۔ یمن۔ جزیرہ صقلیہ اور بحیرہ روم کے بعض اور جزیرے اس میں شامل تھے۔ بلکہ بغداد و موصل تک میں ایک سال تک ان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ان بادشاہوں کو علوم و فنون کا بھی کمال شوق تھا۔ خود بھی بڑے عالم و فاضل تھے۔ انھوں نے مصر میں ہر قسم کی ایسی ترقی۔ رونق اور روشنی پھیلائی جو انھیں کے زمانے سے مخصوص تھی۔ نہ ان سے پہلے مصر کو یہ دن نصیب ہوا تھا نہ ان کے بعد ہوا۔ اسٹینلی لین پول لکھتا ہے کہ "خاندانِ فاطمیہ کی دولت و حشمت، شان و شوکت اور تجارت۔ بحیرہ روم کی خوش حالی کا باعث ثابت ہوئی۔

ذیل میں اس خاندان کے چودہ بادشاہوں کے مختصر حالات لکھے جاتے ہیں۔

(۱) جناب ابو محمد عبیداللہ المہدی باللہ

آپ سنہ ۲۶۰ھ ہجری مطابق سنہ ۸۷۳ء عیسوی میں بمقام سلمیہ کو قریب پیدا ہوئے۔ اور آپ نے سلطنت فاطمیین کی بنیاد قائم کی، سنہ ۳۰۳ھ سے سنہ ۳۰۶ھ تک انھوں نے بنی فاطمہ کو خارجیوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھنے کی غرض سے "قیروان" کے قریب ایک مضبوط شہر اور مستحکم قلعہ تعمیر کرایا اور اس کا نام "مہدیہ" رکھ کر دارالحکومت قرار دیا۔ قیروان اور طرابلس کو فتح کر کے مصر کی طرف آئے۔ یہاں خلیفہ مقتدر عباسی کی طرف سے "مونس خادم" مقابلہ کو آیا لیکن کامیابی جناب عبیداللہ ہی کو ہوئی۔ آپ نے تمام مغرب اقصیٰ (مراکو) کو مسخر کر کے فاطمی سلطنت میں شامل کر لیا۔ مغرب اقصیٰ کی فتح کے بعد آپ اندلس فتح کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے کہ اجل آگئی۔ آپ نے اپنی سلطنت اپنی حیات ہی میں سرحد مصر سے بحرِ ظلمات اور جزائر خالدات (کنریز) تک اور بحیرہ روم سے صحرائے اعظم افریقہ تک پھیلائی تھی۔ آپ کی خلافت زبردست اور مستعد تھی۔ سیوطی نے لکھا ہے کہ آپ نے دادگستری اور فیاضی کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ساتھ سلطنت کی، لوگ آپ کی طرف جھکے ہوئے تھے۔ آپ کا عہدِ جلوس ربیع الاول ۲۹۷ھ تھا آپ کی تاریخِ وفات ۱۵ ربیع الاول ۳۲۲ھ، مدت سلطنت ۲۴ سال، مدت عمر ۶۲ سال تھی آپ شہر مہدیہ میں دفن کیے گئے

(۲) جناب القاسم محمد نزار قائم بامر اللہ بن مہدی

آپ کی تاریخ ولادت محرم ۲۸۰ھ مطابق ۸۹۳ء۔ تاریخ جلوس ۱۵ ربیع الاول ۳۲۲ھ مدت سلطنت ۱۲ سال، ۷ ماہ اور مدت عمر ۴۵ سال ۹ ماہ تھی۔ بڑے جنگ آزمودہ تھے، اکثر جنگوں میں خود فوج لے کر جایا کرتے تھے۔ مسٹر امیر علی نے لکھا ہے کہ یہ پہلے فاطمی خلیفہ ہیں جنھوں نے بحیرۂ روم پر حکومت و اقتدار حاصل کرنے کی غرض سے جہازوں کا ایک زبردست بیڑا تیار کیا۔ ۳۲۲ھ میں مغرب اقصٰی کی بغاوت فرو کی اور "ریف" کے بنو ادریس کو مطیع کیا۔ اٹلی کے ڈاکو فاطمی خلیفہ کے بندرگاہوں پر لوٹ مار کر جایا کرتے تھے۔ اس کے ردِ عمل میں آپ کا سپہ سالار جنوبی اٹلی کو گیا۔ سب تاراج کرتا ہوا شہر "جنوا" تک جا پہنچا۔ اس نے شہر کو فتح کر کے بہت سے باشندوں کو گرفتار کیا۔ شہر "جنوا" مدت دراز تک خلفاء فاطمین کے قبضے میں رہا۔ اٹبروہ (لومبرڈی) کا ایک حصہ بھی قبضے میں آ گیا۔ یقین ہے کہ اگر آپ کی اپنی سلطنت میں بغاوت نہ شروع ہو جاتی تو آپ پورے ملک "اٹلی" کو فتح کر لیتے۔ آپ کے اس بیڑے نے واپسی کے موقع پر "سارڈینا" پر حملہ کر کے فرنگیوں کو بہت سی شکستیں دیں۔ پھر قرقیسیا کا رخ کیا جو شام کے ساحل پر واقع ہے۔ یہاں اس نے عباسیوں کے جہاز کو جلا دیا اور بہت سا مالِ غنیمت لے کر "مہدیہ" کی طرف مراجعت کی۔ ۳۲۳ھ میں آپ کے خادم "زیدان" نے اسکندریہ فتح کر لیا۔ پھر اہل صقلیہ نے بغاوت کی اور شاہِ قسطنطنیہ کے بیڑے کو اپنی مدد کے لیے بلا لیا۔ مگر صقلیہ کے فاطمی گورنر نے قلعہ "ابو ثور" اور قلعہ "بلوط" فتح کر کے "جرجنت" کا محاصرہ کر لیا اور آپ کے بیڑے نے رومی بیڑے کو تباہ کر ڈالا۔ آپ کے زمانے میں "ابو یزید خارجی" نے بغاوت کی جو مدت دراز تک جاری رہی۔ اسی دوران میں "قائم بامر اللہ" نے بیمار ہو کر انتقال کیا۔

(۳) جناب ابو طاہر اسمعیل منصور باللہ بن القائم

آپ ۳۰۲ھ میں بمقام قیروان پیدا ہوئے اور ۱۳ شوال ۳۳۴ھ میں سلطنت سنبھالی اور شوال ۳۴۱ھ میں وفات پائی، مدت سلطنت سات سال ۱۲ یوم تھی، آپ کی عمر ۳۹ سال کی تھی۔

آپ بڑے بہادر، عقلمند، مستعد، مستقل مزاج، خوش خلق، ادیب لبیب، شاعر، مقرر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بلیغ اور نہایت منتظم تھے ۔ آپ پہلے سے سوچ بغیر خطبہ شروع کرتے تھے اور دریا کی روانی کی طرح بیان کرتے چلے جاتے تھے ۔ آپ کا ایسی حالت میں بادشاہ ہونا کہ ابویزید کی بغاوت سے تمام ملک میں غدر مچا ہوا تھا ، ساحل بحر کے چند قلعہ بند شہروں اور مہدیہ (پایۂ تخت) کے سوا کچھ بھی قبضہ میں نہ رہ گیا تھا ۔ اندلس کے اموی خلیفہ ناصر نے مغرب اقصٰی پر قبضہ کر لیا تھا ، سلطنت کا سنبھالنا اور اپنے تمام آبائی ملکوں پر دوبارہ قبضہ کر لینا انھیں کا کام تھا ۔ آپ نے بادشاہ ہوتے ہی ابویزید سے ایسی جنگ کی کہ وہ بدحواس ہو کر بھاگا ۔ ربیع الاول ۳۳۵ھ ہجری میں انھوں نے ابویزید کا تعاقب کیا اور اُسے دباتے چلے گئے ۔ جنگل بیابان ، پہاڑ ، وادی اور دلدلوں کی کچھ پرواہ نہ کی ، یہاں تک کہ اس کے پیچھے " بلاسودان " کے ایسے ویرانے میں پہنچے جہاں پانی کی ایک مشک ایک اشرفی کو ملتی تھی ، غرض سخت لڑائی کے بعد ابویزید مارا گیا ۔ صاحب اخبار الحقائق لکھتے ہیں کہ ابویزید مُلحد تھا ۔ خدا نے اُس کے شر سے اہلِ مغرب کو نجات دلادی ۔ وہ بہت بڑا ظالم تھا ۔ اسی بادشاہ منصور نے بمقام " فتح " منصوریہ کی تعمیر کی اور اس کے گورنر " وحسن " نے شہر " ریو " کے وسط میں مسجد بنوائی ۔

(۴) جناب ابوتمیم معز لدین اللہ بن المنصور

آپ ۱۱ رمضان المبارک ۳۱۹ھ ہجری میں بمقام " مہدیہ " پیدا ہوئے ۔ شوال ۳۴۱ھ ہجری میں سلطنت سنبھالی ۔ ۱۵ ربیع الثانی ۳۶۵ھ ہجری کو قاہرہ میں وفات پائی ۔ ۲۳ سال ، ۶ ماہ حکومت کی ۔ ۴۵ سال ، ۷ ماہ آپ کی عمر تھی ۔

آپ نہایت زیرک اور باہوش بادشاہ تھے ، مخالفوں نے بھی آپ کو بادشاہ دانا ، مستعد ، بہادر ، سخی ، منصف ، عادل ، کریم الاخلاق ، سائنس و فلسفہ میں ماہر ، علوم و فنون کا بڑا مربّی ، اصابت الرائے ، امور مملکت سے آگاہ ۔ علمِ نجوم و ہئیت کا شائق و ماہر لکھا ہے ۔

علوم و فنون کی قدر دانی کے لحاظ سے بعض مورخوں نے انھیں مغرب کا " مامون " لکھا ہے ۔ معز کے عہدِ حکومت میں شمالی افریقہ نے اعلیٰ درجہ کی تہذیب اور خوش حالی حاصل کی ۔ لوگ فارغ البالی اور خوش حالی میں بسر کرتے تھے ۔ بادشاہ نے ملک کے اندرونی فساد اور ہنگامے سختی سے فرو کرکے انتظام اصلی اصول کی بنیاد پر قائم کیا ۔ تمام کاموں کے واسطے قواعد و ضوابط مرتب کئے ۔ امن قائم رکھنے کے لیے فوج کے ساتھ ملیشیا بھی قرار دیا ۔ فوج اور بیڑے کو از سرِ نو ترتیب دیا اور تجارت و صنعت و حرفت کو بھرپور فروغ دیا ۔ مورخ ابنِ خلدون نے لکھا ہے کہ " چونکہ معز الدین اللہ نرم مزاج اور رحم دل تھے اور خدا نے ایک عجیب و غریب شعور و لیاقت ان کو عطا کی تھی ، وہ سردار بھی جو ان کے آباؤ اجداد کے خون کے پیاسے تھے ، وہ چاہے دل سے نہ ہوں ۔ لیکن بظاہر اُس پر جان دیتے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تھے معزالدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا تھا۔ (تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین ص۲۲۱) مورخ عباسی لکھتے ہیں۔ سلطنت نے اس کے زمانے میں عروج پکڑا۔ مصر، اسکندریہ، مکہ اور مدینہ تمام مقامات عباسیوں سے تصرف سے نکل کر اس کی سلطنت میں شامل ہو گئے۔ شام پر بھی اس کا دخل ہو گیا۔ قاہرہ اس کا آباد کیا ہوا شہر اب تک مصر کا دارالخلافہ ہے۔ اس بادشاہ نے مصر کو پایۂ دارالخلافہ قرار دیا اور پھر برابر سلاطین اسمٰعیلیہ کا یہی دارالخلافہ رہا (تاریخ اسلام ص۲۲۳)۔ اندلس کے اموی خلیفہ "ناصر لدین اللہ" نے ایک ایسا بڑا تجارتی جہاز بنوایا تھا کہ اس وقت تک دنیا کی کسی سلطنت نے اتنا بڑا جہاز تیار نہیں کیا تھا۔ اس جہاز نے "معزلدین اللہ" کے جہاز کو لوٹ لیا تو آپ نے ایک زبردست بیڑا تیار کرا کے اندلس پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ کر دیا۔ اس بیڑے نے "مریہ" کی لنگرگاہ میں گھس کر تمام جہازوں کو پھونک دیا۔ پہلے جہاز کو گرفتار کر لیا اور خشکی میں اتر کر قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا اور بہت کچھ مالِ غنیمت لے کر واپس چلا۔ اس کے بعد بھی یہ اموی اور فاطمی بادشاہ آپس میں لڑ کر اپنی قوت ضائع کرتے رہے، ورنہ ایسے زبردست تھے کہ اگر ان میں اتحاد ہوتا تو اس وقت تمام یورپ کو فتح کر لینا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ۳۴۳ھ کے ختم ہوتے ہوتے حدود مصر سے ساحل بحرِ اوقیانوس تک پھر تمام ممالک پر فاطمی خلیفہ کا قبضہ ہو گیا۔ ۳۵۲ھ میں رومیوں سے سخت لڑائی ہوئی۔ مسلمانوں نے فتح پائی اور بہت سے رومی گرفتار کر لئے گئے۔ ۳۵۱ھ سے ۳۵۴ھ تک جزیرہ صقلیہ سے رومیوں کی سلطنت بالکل نیست و نابود کر دی۔ ۳۵۹ھ میں یورپ کی فوجوں نے جنوبی اٹلی کے مسلمانوں پر چڑھائی کی۔ مگر سب کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ ۳۵۸ھ میں اہل مصر کی درخواست پر ان کی فریاد رسی کرنے کے لیے "ابو الحسن جوہر" کو ایک لاکھ سے زیادہ سوار اور بارہ سو زیادہ مال کے صندوق دے کر مصر کی طرف روانہ کر دیا۔ جوہر کو پوری کامیابی نصیب ہوئی۔ "شہر قاہرہ معزیہ" کو آباد کر کے دارالحکومت بنایا، مصر سے عباسیوں کا سکہ اور خطبہ موقوف کر کے معزلدین اللہ کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ اذان میں "حی علی خیر العمل" پھر سے جاری کیا گیا۔ نماز میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" باآواز بلند پڑھا جانے لگا۔ اور خطبہ کے بعد اللھم صل علی محمد المصطفیٰ وعلی علی المرتضیٰ وعلی فاطمۃ البتول وعلی الحسن والحسین سبطی الرسول الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا وصل علی الائمۃ الطاھرین ابناء امیر المومنین الخ پڑھا جانے لگا۔ اور اہلبیت کے فضائل بیان ہونے لگے۔ اس کے بعد جوہر نے بادشاہ کے حکم سے جامعہ ازہر" تعمیر کی جو اس وقت اہل اسلام کی سب سے بڑی "یونیورسٹی" ہے ۳۶۲ھ میں "عید غدیر" مصر میں پہلی بار کمال شان و شوکت سے منائی گئی۔

جوہر نے مصر فتح کرنے کے بعد شام فتح کر لیا اور عباسیوں کا خطبہ موقوف کر کے فاطمی بادشاہ کا خطبہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جاری کر دیا ۳۶۳ھ میں مکہ اور مدینہ میں بھی معز کے نام کا خطبہ مستقل طور پر جاری ہوگیا۔ مورخ حبیب السیر نے لکھا ہے کہ معز نے ایسی عدالت اور سخاوت کے ساتھ سلطنت کی کہ اس سے زیادہ خیال میں نہیں آسکتی پندرہ ہزار اونٹ اور دس ہزار خچر زر سے لدے ہوئے افریقیہ سے قاہرہ لے کر آئے۔ انھوں نے خزانچی کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ ہر روز چند صندوق پر زر دربار میں لا کر رکھے۔ چنانچہ وہ ایسا ہی کرتا رہا۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ ہر محتاج ایک مٹھی زر اس میں سے لے لے مقریزی نے لکھا ہے کہ معز کا خطبہ تمام ممالک مغرب۔ مصر۔ شام۔ حجاز اور بعض عراق کے علاقوں میں پڑھا جاتا تھا۔

(۵) جناب ابو منصور نزار عزیز باللہ بن معز

آپ ۱۴ر محرم الحرام ۳۴۴ھ کو مہدیہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۵ر ربیع الثانی ۳۶۵ھ میں تخت نشین ہوئے اور ۲۸ر ماہ رمضان ۳۸۶ھ میں انتقال کر گئے۔ آپ کی سلطنت کی مدت ۲۱ سال ½۵ ماہ اور آپ کی عمر ۴۲ سال ½۸ ماہ تھی۔

آپ جواد۔ کریم۔ شجاع۔ عقیل۔ حلیم۔ صابر۔ خوش اخلاق اور کثیر العفو تھے۔ دشمن پر رحم کرتے تھے اور اُسے مال و زر دیتے تھے۔ آپ عالم و فاضل اور زبردست ادیب و شاعر تھے۔ آپ کے ایک فرزند کا عید کے دن انتقال ہوگیا۔ تو آپ نے چند اشعار کہے۔ جن میں واضح کیا کہ آلِ محمدؐ ہمیشہ مصائب میں مبتلا رہے ہیں۔ لوگوں کی عیدیں خوشی میں گزرتی ہیں اور ہماری عید ماتم میں (یتیمۃ الدہر ثعالبی) آپ کو عمارتوں کی تعمیر کا بڑا شوق تھا مصر میں بہت سی عمارتیں آپ کی یادگار ہیں۔ آپ کے عہد میں حمص۔ حمات۔ شیزر اور حلب فتح ہو کر فاطمی سلطنت میں شامل ہوئے۔ موصل مدائن۔ کوفہ۔ انبار وغیرہ میں آپ کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری ہوا یمن میں بھی آپ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ آپ کے عہد میں فاطمی سلطنت دریائے فرات کے کنارے سے بحر ظلمات تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور عرب کا تمام مغربی حصہ تہامہ یمن تک اس میں شامل تھا۔ اندلس سے بنی اُمیہ نے جو بعض علاقے مغرب اقصیٰ کے دبائے تھے آپ نے ان سب کو واپس لے لیا اور ۳۷۰ھ میں اس سے سب لوگوں کو برطرف کر دیا عضد الدولہ بویہی سے آپ کے دوستانہ مراسلت جاری تھی۔ آپ نے ۳۸۶ھ میں وفات پائی جس سے فاطمی خلفاء کی عظمت و شوکت کو بڑا نقصان پہنچا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ اس بادشاہ کے عہد میں لوگوں کے دن عید اور رات شبِ برات کی طرح گزرتے تھے۔

(۶) ابو علی منصور حاکم بامر اللہ بن عزیز

آپ ۲۳ر ربیع الاول ۳۷۵ھ کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ ۲۸ر رمضان ۳۸۶ھ کو تخت نشین ہوئے۔ ۲۷ر شوال ۴۱۱ھ کو انتقال فرمایا۔ ۲۵ سال ۲۹ دن سلطنت کی اور ۳۶ سال ۷ ماہ کی عمر پائی، آپ ۱۱ سال کی عمر میں بادشاہ ہوئے۔ مورخ عباسی نے لکھا ہے کہ یہ بڑا متشرع

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بادشاہ تھا، اُس نے عورتوں کے لیے پردے میں سختی کی، مُسکرات کی خرید و فروخت بند کی۔ اُس کے وقت میں انتظامِ شہر بھی اچھا تھا۔ قاہرہ میں مسجد انعرامی نے بنوائی (تاریخ اسلام ص۴۲۴) ابنِ زولاق نے لکھا ہے کہ خلیفہ حاکم، سخی، شجاع، منصف، عالم، عابد اور صاحبِ کرامت تھا۔ صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ بادشاہ عادل اور خدا ترس تھا۔ اُس نے مدرسے بنائے۔ اُن کے لیے جاگیریں وقف کیں اور اُن میں عالم و فقیہہ مقرر کیے۔ حکم تھا کہ خلیفہ کے واسطے زمین بوسی نہ کی جائے۔ نہ سلام کے وقت ہاتھ چُوما جائے۔ عام اجازت تھی کہ جس کا دل چاہے بادشاہ سے مل کر براہِ راست شکایات پیش کرے۔ یہ خلیفہ اعلیٰ درجہ کا ہیئت دان تھا اس کی کتاب چار جلدوں میں تھی۔ ۲۷ شوال ۴۱۱ھ کو ایک پہاڑ پر کسی دشمن نے تنہا پاکر ہلاک کر دیا۔ مسٹر امیر علی نے لکھا ہے کہ حاکم بڑی فیاضی اور تندہی سے علم اور سائنس کی ترقی میں کوشش کرتے تھے۔ شام اور مصر میں انھوں نے بہت سی مسجدیں، کالج اور رسد خانے تعمیر کرائے۔

(۷) جنابِ ابوالحسن علی ظاہر لاعزاز دین اللہ بن حاکم

آپ ۱۰ رمضان ۳۹۵ھ بمقام قاہرہ پیدا ہوئے

۴ ذی قعدہ ۴۱۱ھ کو تخت نشینی ہوئی اور ۱۵ شعبان ۴۲۷ھ کو فوت ہوئے۔ ۱۵ سال ۱۰ ماہ سلطنت کی اور ۳۲ سال کی عمر پائی۔ مورخ عباسی لکھتے ہیں کہ یہ بادشاہ بڑا نیک نام تھا۔ اِس کی نیک نامی تھی کہ عمائدِ خراسانی حج کر کے پھرے۔ تو مصر ہوتے ہوئے آئے اور وہاں سے خلعت لائے۔ محمود سبکتگین کو اس کی خبر لگ گئی، اُس نے فوراً خلیفہ کو بغداد مطلع کیا۔ حجاج مصر سے آکر ابھی بغداد میں پہنچے ہی تھے کہ خلیفہ نے اُن سے باز پُرس کی اور اُن کے خلعت جلا دیئے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمود کو بھی فاطمی خلفاء سے خوف تھا اور یہیں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دیالمہ، غزنوی، سلجوقی وغیرہ سب خلفاء بغداد کی خاطر اس لیے بھی کرتے تھے کہ فاطمی خلفاء سے دو بدو مقابلہ کرنے کو مصلحت کے خلاف جانتے تھے، سلاطینِ علویہ کو زورِ بازو کے علاوہ جو عزت خاص، عام نظروں میں حاصل تھی وہ اِن غیر قرشی النسل سلاطین کے لیے بہت زیادہ پریشان کن تھی۔ (تاریخ اسلام ص۴۲۵)۔

آپ نے اسمٰعیلی مذہب کو کمال رونق کے ساتھ رواج دیا۔ ۴۱۸ھ میں قیصرِ روم سے صلح ہوئی اور اُس نے اپنے ملک میں جنابِ ظاہر کا خطبہ پڑھنے کی (مسلمانوں کو) اجازت دے دی۔ قسطنطنیہ میں مسجد بنائی گئی اور اس میں مؤذن مقرر کیا گیا۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ آپ اپنے آباؤ و اجداد کی طرح منصف اور نیک سیرت تھے، صاحب روضۃ الصفا کا بیان ہے کہ جنابِ ظاہر کی فرطِ سیاست اور کمالِ کیاست کی وجہ سے تمام فتنے فرو ہو گئے اور دین و دُنیا کے امور مستقیم ہو گئے لیکن آپ ہی کے عہد سے فاطمی سلطنت کا انحطاط شروع ہو گیا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(۸) جنابِ ابو تمیم معد مستنصر بامر اللہ بن ظاہر

آپ جمادی الثانی ۴۲۰ھ میں بمقام قاہرہ پیدا ہوئے۔ ۱۵ شعبان ۴۲۷ھ کو تخت نشینی عمل میں آئی۔ ۱۸ر ذی الحجہ ۴۸۷ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔ ۶۰ سال ۴ ماہ حکومت کر کے، ۶۷ سال کی عمر میں دُنیا سے رحلت کی۔ مورخ عباسی لکھتے ہیں کہ "قائم باللہ عباسی نے والیٔ فتنہ سے سازش کر کے اُن کو نقصان پہنچانا چاہا۔ لیکن اس کی حکمت کارگر نہ ہوئی۔ اور اس کے بدلے میں مستنصر کے اشارے سے "بساسیری" نے قائم کو بغداد میں قید کر کے سال بھر تک مستنصر کا نام بغداد کے خطبے میں قائم رکھا۔ مستنصر کے عہد میں عباسیوں کا خاتمہ ہو جاتا لیکن طغرل بیگ نے آکر "بساسیری" کو مغلوب کر دیا۔ اور قائم باللہ کو بڑے اعزاز کے ساتھ پھر تخت پر بٹھا دیا اور اسی صلہ میں اپنے بیٹے (رکن الدین) کا خطاب حاصل کیا۔ ("تاریخِ اسلام ص ۳۲۹) ۴۷۹ھ میں "حسن بن صباح" جو بعد میں نزاریہ اسمٰعیلیوں کے پیشوا ہوئے، تاجروں کے لباس میں مستنصر کے پاس آئے۔ سات سال تک مصر میں رہے۔ پھر مستنصر کی طرف سے خراسان و بلادِ عجم میں داعی مقرر ہوئے۔ حسن نے پہلے مخفی طور پر پھر علانیہ بلادِ عجم میں اسماعیلی دعوت پھیلانا شروع کر دی، اور قلعوں پر قبضہ کر کے حکومت قائم کر لی۔ رخصت ہوتے وقت انھوں نے مستنصر سے پوچھا تھا کہ آپ کے بعد میرا امام کون ہے؟ مستنصر نے اپنے صاحبزادے نزار کو بتایا تھا۔ جنابِ مستنصر کے تین بیٹے تھے (۱) نزار۔ (۲) احمد مستعلی (۳) محمد۔

(۹) جنابِ ابو القاسم احمد مستعلی باللہ بن مستنصر

آپ ۲۰ر شعبان ۴۶۷ھ کو پیدا ہوئے۔ ۱۸ر ذی الحجہ ۴۸۷ھ کو بادشاہ قرار پائے۔ ۱۷ر صفر ۴۹۵ھ کو ۲۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔ مدتِ سلطنت ۷ سال تین ماہ تھی۔

اگرچہ جنابِ مستنصر بامر اللہ نے اپنی زندگی میں اپنے بڑے بیٹے جناب نزار کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ مگر وزیرِ اعظم "افضل" میں اور ان میں باہمی دشمنی تھی۔ اس لیے افضل نے نزار کو خلع کر کے جنابِ احمد کو مستعلی کے لقب سے خلیفہ بنا دیا۔ جنابِ نزار اور افضل میں جنگ چھڑ گئی۔ بالآخر نزار گرفتار ہو کر مستعلی کے حوالے کر دیئے گئے۔ نزاری اسمٰعیلی کہتے ہیں۔ کر جناب نزار کے فرزند ہادی قید سے نکل کر بلادِ عجم میں چلے گئے تھے اور یہاں جنابِ ہادی سے "المہوت" کے اسمٰعیلی امام پیدا ہوئے۔ اس وقت سے اسمٰعیلیوں کے دو فرقے ہو گئے۔ ایک نزاریہ جو جنابِ نزار اور ان کی اولاد کو امامِ برحق مانتا ہے۔ وہ حسن بن صباح کے مقلد اور ہند و پاک کے آغا خانی خوجے ہیں۔ دوسرے وہ جو مستعلی اور ان کی اولاد کو امام برحق جانتے ہیں اور مستعلویہ کہلاتے ہیں وہ شیعہ بوھرے ہیں۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(۱۰) ابو علی منصور امر باحکام اللہ بن مستعلی

آپ ۱۳ محرم الحرام ۴۹۰ھ مطابق ۱۰۹۶ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۷ صفر ۴۹۵ھ کو تخت نشین ہوئے اور ۲۹ سال ۸ ماہ حکومت کر کے ۳۴ سال کی عمر میں ۳ ذی قعدہ ۵۲۴ھ کو وفات پاگئے۔ مورخ عباسی لکھتے ہیں کہ اس کے عہد میں شمالی عیسائی سے بڑی لڑائی ہوئی اور مسلمان غالب آئے ان شمالی عیسائیوں کو مورخ اہل فرنگ لکھتے ہیں کہ اس کے وقت میں شام میں ایک خاندان نزاریہ نام صاحب حکومت ہوا، اور چند ملک علویوں کا اس خاندان کے قبضہ میں آگیا۔ اس کی کوئی اولاد نہ تھی، اس لیے اپنے چچا "حافظ" کو اس نے ولیعہد مقرر کیا۔ (تاریخ اسلام ص۴۲۹) آپ نے جوان ہوکر وزیر اعظم "افضل" کو قتل کرا دیا۔ آپ کریم اور جواد تھے۔ آپ کے زمانے میں آپ کی اور آپ کے متعلقین کی کثرت جود وعطا سے لوگ کمال عیش و اطمینان میں بسر کرتے تھے۔ مصر میں کوئی شخص زمانہ یا افلاس کا شاکی نہیں ملتا تھا۔ آپ حافظِ قرآن بھی تھے۔ نزاریہ فرقہ کے لوگ مستعلیو اور ان کے اماموں سے سخت دشمن رکھتے اور مدت سے جناب آمر کی تاک میں تھے۔ ایک دن ۵۲۴ھ میں آپ کو ہلاک کر دیا۔ مستعلویوں (بوہروں) کا اعتقاد ہے کہ جناب آمر نے دو سال چند ماہ کے ایک صاحبزادے "ابو القاسم طیب" کو چھوڑ کر انتقال کیا اور اپنے چچازاد بھائی "عبد المجید میمون بن ابی القاسم مستنصر" کو "حافظ لدین اللہ" کے لقب سے ان کا نگران مقرر کیا تھا کہ خلافت ظاہرہ کا انتظام کریں اور جب طیب لائق ہو جائیں تو خلافت ان کے سپرد کر دیں۔ مگر دو سال کے بعد حافظ خود خلیفہ بن گئے اور جناب طیب نے روپوشی اختیار کر لی۔ امام آمر کی خبر پہلے سے امام آمر نے اپنے اکابر "دعاۃ" کو دے دی تھی اور حکم دیا تھا کہ شمس امامت کے زیر ابر جانے کا وقت آگیا ہے جب حافظ کی نیت میں فرق دیکھو، اسی وقت میرے فرزند کو لے کر روپوشی اختیار کرنا اور ایسا ہی ہوا۔ اب بوہرے حضرات ان امام طیب کی نسل در نسل امام کا ہر زمانہ میں موجود ہونا واجب جانتے ہیں اور یہی ان کا اعتقاد ہے۔ (تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین جلد۱ ص۱۲۹)۔

(۱۱) جناب عبد المجید میمون حافظ لدین اللہ

آپ محرم ۴۶۷ھ میں پیدا ہوئے ۳ ذی قعدہ ۵۲۴ھ کو تخت نشین ہوئے اور ۱۹ سال ۷ ماہ حکومت کر کے ۷۷ سال کی عمر میں ۵ جمادی الاخری ۵۴۴ھ کو انتقال کر گئے آپ نظر بندی میں بسر کرتے تھے۔ آپ کا وزیر "احمد" کل امور سلطنت پر حاوی تھا۔ یہ عظیم اثنا عشری تھا اور بروایت قربانی، حافظ نے بھی مذہب اثنا عشری کا اظہار کر دیا تھا۔ "وزیر احمد" نے بارھویں امام حضرت محمد مہدی علیہ السلام کے نام کا سکہ اور خطبہ بھی جاری کر دیا تھا۔ ۱۵ محرم ۵۲۶ھ کو وزیر احمد قتل کر دیا گیا اور ۵۴۴ھ میں جناب حافظ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کی تمام عمر وزیروں کی محکومیت میں گزری

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جو وہ چاہتے کرا لیتے۔ مقریزی نے لکھا ہے کہ حافظ مدبّر سیاستدان، کثیر المدارات، عارف اور علم النجوم کے شائق تھے۔ آپ پر حلم غالب تھا۔ آپ کو دردِ قولنج کی شکایت رہتی تھی۔ آپ کے طبیب نے ایک طبل بنوایا تھا جس کی آواز سے انھیں فائدہ پہنچتا تھا۔ حافظ کے بعد آپ کی حسبِ وصیت آپ کے بیٹے "ابو منصور اسماعیل" بادشاہ ہوئے۔

(۱۲) جناب ابو منصور اسماعیل ظافر بامر اللہ بن حافظ

آپ ۵ ربیع الثانی ۵۲۷ھ کو پیدا ہوئے، اور ۵ جمادی الثانی ۵۴۴ھ کو تختِ نشین ہوئے اور ۴ سال، ۷ ماہ حکومت کر کے ۲۱ سال ۹ ماہ کی عمر میں ۱۵ محرم الحرام ۵۴۹ھ کو انتقال کر گئے۔ آپ زمانۂ حکومت میں بے بس تھے، وزیر بادشاہی کرتے تھے۔ بغاوتیں ریشہ دوانیاں سازشیں اور فرقہ بندیاں پھیل گئی تھیں۔ محرم ۵۴۹ھ میں آپ قتل کر دیئے گئے۔

(۱۳) جناب ابو القاسم عیسیٰ فائز بنصر اللہ بن ظافر

آپ ۲۱ محرم ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۵ محرم ۵۴۹ھ کو تخت نشین ہوئے اور ۹ سال ۶ ماہ برائے نام حکومت کر کے ۱۱ سال ۹ ماہ کی عمر میں ۱۵ رجب ۵۵۵ھ کو انتقال کر گئے۔ مورخ عباسی لکھتے ہیں۔ اہلِ فرنگ سے اس کے وقت میں بھی لڑائی رہی۔ بلادِ عربی پر اہلِ فرنگ کا جو قبضہ ہو چکا تھا وہ مستحکم ہوا اور کچھ حصہ ملک اُس نے ان سے واپس بھی لے لیا۔ (تاریخ اسلام ص ۲۷۷) آپ تمام عمر مرضِ صرع میں مبتلا رہے۔

صالح بن زریک اُن کا وزیر تھا جو اُس عہد میں دراصل بادشاہی کر رہا تھا۔ وہ بڑا فاضل سخی تھا اور اہلِ علم سے بڑی محبت کرتا تھا۔ کاتب، ادیب اور اعلیٰ درجہ کا شاعر تھا۔ از روئے فضل و عقل و سیاست و تدبیر اپنے زمانے کا سب سے بڑا شخص تھا۔ شکل میں رُعب دار اور سطوت میں عظیم تھا۔ نیز بڑا پکّا اثنا عشری تھا۔ خلافت جنابِ امیرؑ میں زبردست کتاب لکھی۔ لوگوں سے مناظرے کیے۔ وزیر ہوتے ہی شیعہ مذہب کا اظہار کیا۔ نہایت خوبی سے حکومت کی۔ آخر عمر تک فرنگیوں سے لڑتا رہا۔ تمام ممالک کے اہلِ علم اس کے پاس آتے اور درِ مقصود سے دامن بھر کر واپس جاتے تھے۔

علامہ مقریزی نے کتاب الخطط جلد ۴ کے ص ۸۱ میں لکھا ہے کہ صالح بن زریک ارمنی قوم کے اثنا عشری مذہب کا ایک فقیر تھا۔ ایک دن زیارت روضۂ امیرالمومنینؑ کے لیے نجف اشرف گیا۔ حضرتؑ نے اُسی شب روضہ کے خادم "سید ابنِ معصوم" سے خواب میں فرمایا کہ طلائع بن زریک ہمارے محبّوں میں سے ہے اُس سے کہہ دو کہ وہ مصر چلا جائے، میں نے اُسے مصر کا والی بنا دیا ہے۔ سید نے طلائع کو بُلا کر خواب بیان کیا وہ فوراً مصر پہنچ کر سلطنت کا ملازم ہو گیا۔ پھر چند دنوں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں مصر کا بادشاہ بن گیا۔ اس کا اصل نام طلائع بن رزیک تھا مصر میں کارِ نمایاں کرنے کی وجہ سے اس کا خطاب "ملک صالح" ہو گیا تھا۔

(مؤلف) میں کہتا ہوں کہ مقریزی کے اس بیان سے سید اسماعیل شہید دہلوی کے اس بیان کی تائید ہوتی ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ "دنیا کے تمام بادشاہوں کا تقرر اور تنزل علی بن ابی طالب کرتے ہیں، ملاحظہ ہو موصوف کی کتاب "صراطِ مستقیم"۔

(۱۴) ابو محمد عبداللہ عاضد لدین اللہ بن یوسف بن حافظ

آپ ۲۰ محرم الحرام سنہ ۵۴۶ ہجری مطابق سنہ ۱۱۵۱ء کو پیدا ہوئے ۱۷ رجب سنہ ۵۵۵ ہجری کو تخت نشین ہوئے اور ۱۱ سال ۶ ماہ برائے نام حکومت کر کے ۲۱ سال کی عمر میں ۱۰ محرم سنہ ۵۶۷ ہجری کو انتقال کر گئے

مورخ عباسی لکھتے ہیں کہ اس کے عہد میں اہلِ فرنگ ساحل شرقی و غربی سے آتے آتے مصر تک پہنچ گئے، اور مصر پر قابض ہو گئے۔ غیر مسلموں کا مصر پر قابض ہونا "نور الدین محمود" والیٔ شام کو بہت گراں گزرا، اس نے مصریوں کی مدد کے لیے فوج بھیجی جو اہلِ فرنگ پر غالب آئی شامیوں نے اہلِ فرنگ کو مصر سے نکال باہر کر دیا لیکن خطبہ میں عاضد کے بجائے "مستضئی باللہ" عباسی کا نام داخل کر دیا۔ اسی زمانے میں "عاضد" بھی مر گیا اور اس کے ساتھ ہی سلاطین علویہ اسماعیلیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ اور بنو عبیدی کا نام مٹ گیا۔ (تاریخ اسلام ص ۳۲۶)۔

آپ نو سال کی عمر میں خلیفہ ہوئے۔ صالح نے اپنی بیٹی ان سے بیاہ دی اور صالح تمام امورِ سلطنت پر حاوی رہا۔ مگر ۱۹ ماہ رمضان سنہ ۵۵۶ ہجری کو بیچارہ قتل کر دیا گیا۔ خلیفہ عاضد نے اس کی وفات کے بعد اہلِ سنت سے ایک شخص "صلاح الدین یوسف" کو وزیر بنا لیا۔ اس نے بیوفائی کی اور تمام امورِ سلطنت پر حاوی ہو کر خلیفہ کو بے دخل کر دیا اور شیعہ قاضیوں کو معزول کر کے تمام ملک میں شافعی قاضی مقرر کیے۔ اس وقت سے ملک میں مذہب شیعہ ختم ہونے لگا اور مذہب مالکی اور شافعی زور پکڑنے لگا۔ محرم سنہ ۵۶۷ ہجری میں صلاح الدین نے خلیفہ عاضد کا خطبہ بھی مصر سے بند کر کے مستضئی عباسی کا خطبہ جاری کر دیا۔

خلیفہ عاضد لدین اللہ نے عاشور محرم سنہ ۵۶۷ ہجری کو انتقال کیا، آپ کی وفات سے سلطنت فاطمیین کا ستارا جو مراکش افریقہ و مصر پر ۲۷۰ سال سے چمک رہا تھا بالکل غروب ہو گیا۔

فاطمی خلفاء کے عہد میں جو برکتیں مصر کو نصیب ہوئیں وہ کسی بادشاہ کے عہد نہیں ہوئیں علوم و فنون، تجارت و حرفت سب کو کمال ترقی ہوئی۔ شفاخانے۔ مدرسے۔ مسجدیں اور رفاہ عام کی دوسری بے شمار عمارتیں اور اوقاف مدتوں یادگار رہیں۔ "شیعہ یونیورسٹی" "جامعہ ازھر" اسی عہد کی آج دنیا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تک کے لیے یادگار ہے . . . ایک لاکھ تیس ہزار قسم کی ۱۲ لاکھ کتابوں کا کتب خانہ اسی عہد میں مرتب ہوا تھا . . . جامع مسجدیں بنوائی گئی تھیں (۱) جامع ازہر (۲) جامع معزیہ (۳) جامع نور (۴) جامع حاکم، جو اپنی شان و شوکت کے لحاظ سے بڑی پُرعظمت تھیں . . . انھیں کے عہد میں قاہرہ کی خاص عمارت حسینیہ (امام باڑہ) تھی جس میں ایام عزا میں مجالس منعقد کی جاتی تھیں۔ جن میں بادشاہ اور رعایا سب شریک ہوتے تھے۔ (تاریخ مسٹر ذاکر حسین جلد ا ص ۱۳۳)۔

لہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ خلافت فاطمیہ کے ختم ہوتے ہی جامعہ ازہر میں شیعوں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا تھا جس کا سلسلہ اب تک باقی رہا۔ لیکن عہد جمال عبدالناصر، میں ڈاکٹر شلتوت نے اس ممانعت کو ختم کرکے شیعہ فقہ کی کتابیں "شرح لمعہ و تبصرۃ المتعلمین کو داخلِ نصاب کردیا ہے۔ ۱۲ منہ

الایضاح

امام شرقاوی لکھتے ہیں کہ خلفاء بنی امیہ ۱۴ خلفاء بنی عباس ۳۷ اور خلفاء بنی فاطمہ ۱۵ تھے اور وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ فاطمی خلفاء میں ۵۶۷ھ تک خلافت رہی، کان یظن بقاء ها فیهم الی ان یسلموها للمهدی فی آخر الزمان الخ۔ وہ یہ گمان کرتے تھے کہ یہ حکومت انھیں میں اس وقت تک رہے گی جب تک ظہور قائم آل محمدؑ نہ ہوگا۔ ان کے ظہور کے بعد اسے ان کے سپرد کردیں گے۔ (تحفۃ الناظرین برحاشیہ "فتوح الشام" واقدی جلد ا ص ۱۲۱ طبع مصر ۱۳۰۴ھ) میرے نزدیک امام شرقاوی کا خلفاء بنی فاطمہ کی تعداد ۱۵ بتانا درست نہیں ہے۔ تمام کتب معتبرہ میں ۱۴ ہی کی تعداد ہے۔ ملاحظہ ہو ترجمہ اثنا عشریہ علامہ مرزا محمد جلد ا ص ۲۱۳۔ تاریخ مذاہب ص ۳۶۲ طبع کوئٹہ و تواریخ اسلام و ترجمہ سلاطین اسلام لین پول ص ۸۹ طبع لاہور)۔

---

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۹

ابوالحسن
حضرت
امام موسیٰ کاظم
علیہ السلام

jabir.abbas@yahoo.com

کاظمِ آلِ محمدؐ کے تحمل پہ رہا حاکمِ ظالم پہ جانِ حیدرؑ و زہراؑ میں دیکھ
دولت و حشمت کے نشے میں نہ اتنا سر اٹھا اے بنی عباس کے فرعون یہ موسیٰؑ میں دیکھ

(صابر تھانوی ، کراچی)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۹

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

مخزنِ جملہ فنون آپ کا قلب روشن ـ معدنِ جملہ علوم آئینۂ طبع سلیم
آستانِ درِ حضرت کا اگر دیکھ لے اوج ـ صورتِ چرخ پہ بوسہ جھکے عرش عظیم

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام، پیغمبر اسلام رسول اکرم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتویں جانشین، ہمارے ساتویں امام اور سلسلۂ عصمت کی نویں کڑی ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ جناب حمیدہ خاتون تھیں جو بربر یا اندلس کی رہنے والی تھیں۔ آپ کے متعلق حضرت امام باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ آپ دنیا میں حمیدہ اور آخرت میں محمودہ ہیں (شواہد النبوت ص ۲۹۹) علامہ محمد رضا لکھتے ہیں کہ آپ صاحب جمال و کمال اور نہایت دیانت دار تھیں (جنات الخلود ص ۲۹) علامہ مجلسی کا کہنا ہے کہ وہ ہر نسوانی آلائش سے پاک تھیں (جلاء العیون ص ۲۷) علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ جناب حمیدہ کے والد ماجد صاعد بربری تھے حمیدہ خاتون کی کنیت لولوۂ (موتی) تھی (مناقب جلد ۵ ص ۷۰)۔

حضرت امام علیہ السلام اپنے آباؤ اجداد کی طرح امام منصوص معصوم، اعلم زمانہ اور افضلِ کائنات تھے۔ آپ جملہ صفاتِ حسنہ سے بھرپور تھے، آپ دُنیا کی تمام زبانیں جانتے اور علمِ غیب سے آگاہ تھے۔ آپ کے متعلق علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ آپ حضرت امام جعفر صادقؑ کے علم، معرفت، کمال اور فضیلت میں وارث و جانشین تھے۔ آپ دنیا کے عابدوں میں سب سے بڑے عبادت گذار سب سے بڑے عالم، اور سب سے بڑے سخی تھے۔ صواعق محرقہ ص ۱۲۱ اور ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ آپ بہت بڑی عزت و قدر کے مالک امام اور انتہائی شان و شوکت کے مجتہد تھے آپ کا اجتہاد میں نظیر نہ تھا۔ آپ عبادات و طاعات میں مشہور زمانہ اور کرامات میں مشہور کائنات تھے۔ ان چیزوں میں آپ کی کوئی مثال نہ تھی۔ آپ ساری رات رکوع و سجود اور قیام و قعود میں گزارتے اور سارا دن صدقہ اور روزے میں بسر کرتے تھے۔ (مطالب السؤل ص ۲۰۹) علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ آپ بہت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بڑی قدر و منزلت کے دنیا میں منفرد امام اور زبردست حجت خدا تھے، نمازوں کی وجہ سے ہمیشہ ساری رات جاگتے تھے اور دن بھر روزہ رکھتے تھے (انوار الاخبار ص۱۳۵) علامہ ابن صباغ مالکی لکھتے ہیں کہ آپ اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ عابد اور سب سے زیادہ علم والے اور سب سے زیادہ سخی دست اور بزرگ نفس تھے۔ (فصول مہمہ و ارجح المطالب ص۴۵۱) علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ آپ عابد ترین اہل زمانہ اور کریم ترین اہل عالم تھے۔ آپ کے فضائل و کرامات بے شمار ہیں (روضۃ الشہداء ص۴۳۲)۔ کتاب روضۃ الاحباب میں ہے کہ آپ بروئے قدر و منزلت بزرگ ترین اہل عالم تھے اور اپنے پدر بزرگوار کی نص کے مطابق ان کے بعد ولی امر امامت ہوئے۔ الخ

آپ کی ولادت باسعادت

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بتاریخ ۷ صفر المظفر ۱۲۸ھ مطابق ۱۰ نومبر ۷۴۵ء یوم شنبہ بمقام ابواء جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے پیدا ہوئے۔ (انوار نعمانیہ ص۱۲۶ و اعلام الوریٰ ص۱۷۱ و جلاء العیون ص۲۶۹ و شواہد النبوت ص۱۹۲۔ روضۃ الشہداء ص۴۳۶) علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ پیدا ہوتے ہی آپ نے ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر آسمان کی طرف رخ کیا اور کلمہ شہادتین زبان پر جاری فرمایا۔ آپ نے یہ عمل بالکل اسی طرح کیا جس طرح حضرت رسول خدا صلعم نے ولادت کے بعد کیا تھا۔ آپ کے داہنے بازو پر کلمہ "تمت کلمۃ ربک صدقا و عدلا" لکھا ہوا تھا۔ آپ علم اولین و آخرین سے بہرہ ور متولد ہوئے تھے۔ آپ کی ولادت سے حضرت امام جعفر صادق کو بےحد مسرت ہوئی تھی اور آپ نے مدینہ جا کر اہل مدینہ کو دعوت طعام دی تھی (جلاء العیون ص۲۷۰)۔

آپ دیگر آئمہ کی طرح مختون اور ناف بریدہ متولد ہوئے تھے۔

اسم گرامی، کنیت، القاب

آپ کے والد ماجد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے خداوند عالم کے معین کردہ نام "موسیٰ" سے موسوم کیا علامہ محمد رضا لکھتے ہیں کہ موسیٰ قبطی لفظ ہے، اور "مو" اور "سی" سے مرکب ہے۔ مو کے معنی پانی اور سی کے معنی درخت کے ہیں۔ اس نام سے سب سے پہلے حضرت کلیم اللہ موسوم کئے گئے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ خوف فرعون سے مادر موسیٰ نے آپ کو اس صندوق میں رکھ کر دریا میں بہایا تھا جو حبیب نجار "کا بنایا ہوا تھا اور بعد میں "تابوت سکینہ" قرار پایا، تو وہ صندوق بہہ کر فرعون اور جناب آسیہ تک پانی کے ذریعہ سے ان درختوں سے ٹکراتا ہوا جو خاص باغ میں تھے پہنچا تھا لہٰذا پانی اور درخت کے سبب سے ان کا نام موسیٰ قرار پایا تھا۔ (جنات الخلود ص۲۹)۔

آپ کی کنیت ابوالحسن، ابوابراہیم، ابوعلی، ابوعبداللہ تھی اور آپ کے القاب کاظم عبد صالح

Presented by: Rana Jabir Abbas

نفس زکیہ، صابر، امین، باب الحوائج وغیرہ تھے۔ "شہرت عامہ" کاظم کو ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ بدسلوک کے ساتھ احسان کرتے اور ستانے والے کو معاف فرماتے اور غصہ کو پی جاتے تھے۔ بڑے حلیم، بُردبار اور اپنے پر ظلم کرنے والے کو معاف کر دیا کرتے تھے (مطالب السئول ص ۲۶۹۔ شواہد النبوت ص ۱۹۲ روضۃ الشہداء ص ۴۳۲ تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۳۲)۔

لقب باب الحوائج کی وجہ

علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ کثرت عبادت کی وجہ سے عبد صالح اور خدا سے حاجت طلب کرنے کے ذریعہ ہونے کی وجہ سے آپ کو باب الحوائج کہا جاتا ہے، کوئی بھی حاجت ہو جب آپ کے واسطہ سے طلب کی جاتی تھی تو ضرور پوری ہوتی تھی۔ ملاحظہ ہو۔ (مطالب السئول ص ۲۷۸ صواعق محرقہ ص ۱۳۱) فاضل معاصر علامہ علی حیدر رقمطراز ہیں کہ حضرت کا لقب باب قضاء الحوائج یعنی حاجتیں پوری ہونے کا دروازہ بھی تھا۔ حضرت کی زندگی میں تو حاجتیں آپ کے توسل سے پوری ہوتی ہی تھیں۔ شہادت کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور اب بھی ہے۔ اخبار پاینیر الہ آباد مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۲۸ء میں زیر عنوان "امام موسیٰ کاظم کے روضہ پر ایک اندھے کو بینائی مل گئی" ایک خبر شائع ہوئی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حال ہی میں روضہ کاظمین شریف پر جو شہر بغداد سے باہر ہے ایک معجزہ ظاہر ہوا ہے کہ ایک اندھا اور بوڑھا "سید" نہایت مفلسی کی حالت میں روضہ شریف کے اندر داخل ہوا اور جیسے ہی اس نے امام موسیٰ کاظم کے روضہ کے ضریح اقدس کو اپنے ہاتھ سے مس کیا وہ فوراً چلاتا ہوا باہر کی طرف دوڑا "مجھے بینائی مل گئی" "میں دیکھنے لگا ہوں"۔ اس پر لوگوں کا بڑا ہجوم جمع ہو گیا اور اکثر لوگ اس کے کپڑے تبرک کے طور پر چھین جھپٹ کر لے گئے۔ اس کو تین دفعہ کپڑے پہنائے گئے اور ہر دفعہ وہ کپڑے ٹکڑے ہو کر تقسیم ہو گئے۔ آخر روضہ شریف کے خدام نے اس خیال سے کہ کہیں اس بوڑھے سید کے جسم کو نقصان نہ پہنچے۔ اس کو اس کے گھر پہنچا دیا۔ اس کا بیان ہے کہ میں بغداد کے ہسپتال میں اپنی آنکھ کا علاج کرا رہا تھا۔ بالآخر سب ڈاکٹروں نے یہ کہہ کر مجھے ہسپتال سے نکال دیا کہ تیرا مرض لاعلاج ہو گیا ہے۔ اب اس کا علاج ناممکن ہے۔ تب میں مایوس ہو کر روضہ اقدس امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پر آیا اور یہاں آپ کے وسیلہ سے خدا سے دعا کی "بارالہا تجھے اسی امام مدفون کا واسطہ مجھے از سر نو بینائی عطا کر دے۔" یہ کہہ کر جیسے ہی میں نے روضہ کی ضریح کو مس کیا۔ میری آنکھوں کے سامنے روشنی نمودار ہوئی اور آواز آئی۔ "جا تجھے پھر سے روشنی دے دی گئی"۔ اس آواز کے ساتھ ہی میں ہر چیز کو دیکھنے لگا۔ تمام لوگ اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ ضعیف العمر سید اندھا تھا، اور اب دیکھنے لگا ہے۔ (اخبار انقلاب لاہور، اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۲۸ء)۔

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب مجھے کوئی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مشکل درپیش ہوتی ہے میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضے پر چلا جاتا ہوں اور ان کی قبر پر دعا کرتا ہوں۔ میری مشکل حل ہو جاتی ہے۔ (مناقب جلد ۲ ص ۱۲۵ طبع ملتان)۔

بادشاہانِ وقت

آپ ۱۲۸ھ میں مروان الحمار اموی کے عہد میں پیدا ہوئے۔ اس کے بعد ۱۳۲ھ میں سفاح عباسی خلیفہ ہوا (ابوالفدار) ۱۳۶ھ میں منصور دوانقی عباسی خلیفہ بنا۔ (ابوالفدار) ۱۵۸ھ میں مہدی بن منصور مالک سلطنت ہوا۔ (حبیب السیر) ۱۶۹ھ میں ہادی عباسی کی بیعت کی گئی۔ (ابن الوردی) ۱۷۰ھ میں ہارون الرشید عباسی ابن مہدی خلیفہ وقت ہوا (ابوالفدار) ۱۸۳ھ میں ہارون کے زہر دینے سے امام علیہ السلام بحالت مظلومی قید خانہ میں شہید ہوئے۔ (صواعق محرقہ اخبار الخلفاء ابن راعی)۔

نشوونما اور تربیت

علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ آپ کی عمر کے بیس برس اپنے والدِ بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سایۂ تربیت میں گزرے ایک طرف خدا کے دیئے ہوئے فطری کمال کے جوہر اور دوسری طرف اس باپ کی تربیت جس نے پیغمبر کے بتائے ہوئے مکارم اخلاق کی یاد کو بھولی ہوئی دنیا میں ایسا تازہ کر دیا کہ انھیں ایک طرح سے اپنا بنا لیا اور جس کی بنا پر "ملت جعفریہ" نام ہو گیا، امام موسیٰ کاظم نے بچپنا اور جوانی کا کافی حصہ اسی مقدس آغوش میں گزارا۔ یہاں تک کہ تمام دنیا کے سامنے آپ کے ذاتی کمالات و فضائل روشن ہو گئے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا جانشین مقرر فرما دیا۔ باوجودیکہ آپ کے بڑے بھائی بھی موجود تھے۔ مگر خدا کی طرف کا منصب میراث کا ترکہ نہیں ہے بلکہ ذاتی کمال کو ڈھونڈتا ہے۔ سلسلۂ معصومین میں، امام حسن کے بعد بجائے ان کی اولاد کے امام حسین کا امام ہونا اور اولادِ امام جعفر صادق علیہ السلام میں بجائے فرزند اکبر کے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف امامت کا منتقل ہونا اس کا ثبوت ہے کہ معیارِ امامت میں نسبی وراثت کو مدِنظر نہیں رکھا گیا ہے۔

(سوانح موسیٰ کاظم ص ۲)۔

آپ کے بچپن کے بعض واقعات

یہ مسلمات سے ہے کہ نبی اور امام تمام صلاحیتوں سے بھرپور متولد ہوتے ہیں۔ جب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی عمر تین سال کی تھی۔ ایک شخص جس کا نام صفوان جمال تھا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفسر ہوا کہ مولا، آپ کے بعد امامت کے فرائض کون ادا کرے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے صفوان! تم اسی جگہ بیٹھو اور دیکھتے جاؤ جو ایسا بچہ میرے گھر سے نکلے جس کی ہر بات معرفت خداوندی سے پُر ہو، اور عام بچوں کی طرح لہو و لعب نہ کرتا ہو،

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سمجھ لینا کہ عنانِ امامت اسی کے لیے سزاوار ہے۔ اتنے میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بکری کا ایک بچہ لیے ہوئے برآمد ہوئے اور باہر آ کر اس سے کہنے لگے۔ "اسجدی ربک" اپنے خدا کا سجدہ کر۔ یہ دیکھ کر امام جعفر صادقؑ نے اُسے سینے سے لگایا (تذکرۃ المعصومین ص۱۹۲) صفوان کہتا ہے یہ دیکھ کر میں نے امام موسیٰ سے کہا۔ صاحبزادے! اس بچہ کو کہیے کہ مر جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کہ وائے ہو تم پر، کیا موت و حیات میرے ہی اختیار میں ہے۔ (بحار الانوار جلد ۱۱ ص۲۶۶)۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مسائل وغیرہ دریافت کرنے کے لیے حسب دستور حاضر ہوئے۔ اتفاقاً آپ آرام فرما رہے تھے۔ موصوف اس انتظار میں بیٹھ گئے کہ آپ بیدار ہوں تو عرض مدعا کروں۔ اتنے میں امام موسیٰ کاظم جن کی عمر اس وقت پانچ سال کی تھی برآمد ہوئے۔ امام ابو حنیفہؒ نے انھیں سلام کر کے کہا: اے صاحبزادے یہ بتاؤ کہ انسان فاعل مختار ہے یا ان کے فعل کا خدا فاعل ہے۔ یہ سن کر آپ زمین پر دو زانو بیٹھ گئے اور فرمانے لگے سنو! بندوں کے افعال تین حالتوں سے خالی نہیں یا ان کے افعال کا فاعل صرف خدا ہے یا صرف بندہ ہے یا دونوں کی شرکت سے افعال واقع ہوتے ہیں اگر پہلی صورت ہے تو خدا کو بندہ پر عذاب کا حق نہیں، اگر تیسری صورت ہے تو بھی یہ انصاف کے خلاف ہے کہ بندہ کو سزا دے اور اپنے کو بچالے کیونکہ ارتکاب دونوں کی شرکت سے ہوا ہے۔ اب لا محالہ دوسری صورت ہوگی۔ وہ یہ کہ بندہ خود فاعل ہو اور ارتکاب قبیح پر خدا اُسے سزا دے۔ (بحار الانوار جلد ۱۱ ص۱۸۵)۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے اس صاحبزادہ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اُن کے سامنے سے لوگ برابر گزر رہے تھے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے صاحبزادے موسیٰ کاظم نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ ان کے سامنے سے گزر رہے تھے: حضرت نے امام موسیٰ کاظم کو آواز دی وہ حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا۔ بیٹا! ابو حنیفہ کیا کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ تم نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ تمہارے سامنے سے گزر رہے تھے۔ امام کاظم نے عرض کی بابا جان لوگوں کے گزرنے سے نماز پر کیا اثر پڑتا ہے، وہ ہمارے اور خدا کے درمیان حائل تو نہیں ہوئے تھے کیونکہ وہ تو "اقرب من حبل الورید" رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے، یہ سن کر آپ نے انھیں گلے سے لگا لیا اور فرمایا اس بچہ کو اسرار شریعت عطا ہو چکے ہیں (مناقب جلد ۵ ص۶۹) ایک دن عبد اللہ ابن مسلم اور ابو حنیفہ دونوں وارد مدینہ ہوئے، عبد اللہ نے کہا، چلو امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کریں اور اُن سے کچھ استفادہ کریں، یہ دونوں حضرت کے درِ دولت پر حاضر ہوئے یہاں پہنچ کر دیکھا کہ حضرت کے ماننے والوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ اتنے میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے بجائے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام برآمد ہوئے۔ لوگوں نے سر و قد تعظیم کی، اگرچہ آپ اُس وقت بہت ہی کمسن تھے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لیکن آپ نے علوم کے دریا بہانا شروع کئے۔ عبداللہ وغیرہ نے جو قدرے آپ سے دور تھے۔ آپ کے قریب جاتے ہوئے آپ کی عزت و منزلت کا آپس میں تذکرہ کیا، آخر میں امام ابوحنیفہ نے کہا کر چلو میں انھیں ان کے شیعوں کے سامنے رسوا اور ذلیل کرتا ہوں، میں ان سے ایسے سوالات کروں گا کہ یہ جواب نہ دے سکیں گے۔ عبداللہ نے کہا۔ یہ تمھارا خیال خام ہے، وہ فرزندِ رسول ہیں، الغرض دونوں حاضر خدمت ہوئے، امام ابوحنیفہ نے امام موسیٰ کاظم سے پوچھا۔ صاحبزادے یہ تو بتاؤ کہ اگر تمھارے شہر میں کوئی مسافر آجائے اور اُسے قضاء حاجت کرنی ہو تو کیا کرے اور اس کے لیے کونسی جگہ مناسب ہوگی۔ حضرت نے برجستہ فرمایا۔

"مسافر کو چاہیئے کہ مکانوں کی دیواروں کے پیچھے چھپے، ہمسایوں کی نگاہوں سے بچے نہروں کے کناروں سے پرہیز کرے۔ جن مقامات پر درختوں کے پھل گرتے ہوں۔ اُن سے حذر کرے۔

مکانوں کے صحن سے علیحدہ شاہراہوں اور راستوں سے الگ مسجدوں کو چھوڑ کر، نہ قبلہ کی جانب منہ کرے نہ پیٹھ۔ پھر اپنے کپڑوں کو بچا کر جہاں چاہے رفع حاجت کرے۔ یہ سُن کر امام ابوحنیفہ حیران رہ گئے، اور عبداللہ کہنے لگے کہ میں نہ کہتا تھا کہ یہ فرزندِ رسول ہیں انھیں بچپن ہی میں ہر قسم کا علم ہوا کرتا ہے۔ (بحار مناقب و احتجاج) علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مکان میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں آپ کے نورِ نظر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کہیں باہر سے واپس آگئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ بیٹے ذرا اس مصرعہ پر مصرعہ لگاؤ "تنح عن القبیح ولا ترده" آپ نے فوراً مصرعہ لگایا۔ "ومن اولیتہ حسنا فزدہ"۔ بُری باتوں سے دور رہو، اور اُن کا ارادہ بھی نہ کرو (۲) جس کے ساتھ بھلائی کرو، بھرپور کرو" پھر فرمایا! اس پر مصرعہ لگاؤ "ستلقی من عدوک کل کید" آپ نے مصرعہ لگایا "اذا کاد العدو فلا تکدہ"۔ (ترجمہ) (۱) تمھارا دشمن ہر قسم کا مکروفریب کرے گا (۲) جب دشمن مکروفریب کرے۔ تب بھی تمہیں بُرائی کے قریب نہیں جانا چاہیئے۔ (بحار الانوار جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۹)

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت

۱۴۸ھ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہوئی، اس وقت سے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بذاتِ خود فرائض امامت کے ذمہ دار ہوگئے۔ اس وقت سلطنتِ عباسیہ کے تخت پر منصور دوانقی بادشاہ تھا۔ یہ وہی ظالم بادشاہ تھا جس کے ہاتھوں لاتعداد سادات مظالم کا نشانہ بن چکے تھے۔ تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ دیواروں میں چنوائے گئے یا قید رکھے گئے تھے، خود

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امام جعفر صادق علیہ السلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کی جاچکی تھیں اور مختلف صورت سے تکلیفیں پہنچائی گئی تھیں، یہاں تک کہ منصور ہی کا بھیجا ہوا زہر تھا جس سے آپ دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ ان حالات میں آپ کو اپنے جانشین کے متعلق یہ قطعی اندیشہ تھا کہ حکومتِ وقت اُسے زندہ نہ رہنے دے گی۔ اس لیے آپ نے آخری وقت ایک اخلاقی بوجھ حکومت کے کاندھوں پر رکھ دینے کے لیے یہ صورت اختیار فرمائی، کہ اپنی جائداد اور گھر بار کے انتظامات کے لیے پانچ شخصوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی۔ جس میں پہلا شخص خود خلیفۂ وقت منصور عباسی تھا۔ اس کے علاوہ محمد بن سلیمان حاکم مدینہ اور عبداللہ افطح جو امام موسیٰ کاظم کے سن میں بڑے بھائی تھے، اور حضرت امام موسیٰ کاظم اور ان کی والدہ معظمہ حمیدہ خاتون۔

امام کا اندیشہ بالکل صحیح تھا، اور آپ کا تحفظ بھی کامیاب ثابت ہوا۔ چنانچہ جب حضرت کی وفات کی اطلاع منصور کو پہنچی تو اس نے پہلے تو سیاسی مصلحت سے اظہارِ رنج کیا۔ تین مرتبہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا اور کہا کہ اب بھلا جعفر کا مثل کون ہے؟ اس کے بعد حاکم مدینہ کو لکھا کہ اگر جعفر صادق نے کسی شخص کو اپنا وصی مقرر کیا ہو تو اس کا سر فوراً قلم کردو، حاکم مدینہ نے جواب میں لکھا کہ انھوں نے تو پانچ وصی مقرر کیے ہیں جن میں سے پہلے آپ خود ہیں، یہ جواب سُن کر منصور دیر تک خاموش رہا اور سوچنے کے بعد کہنے لگا کہ اس صورت میں تو یہ لوگ قتل نہیں کیے جا سکتے۔ اس کے بعد دس برس منصور زندہ رہا۔ لیکن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کوئی تعرض نہ کیا۔ اور آپ مذہبی فرائضِ امامت کی انجام دہی میں امن و سکون کے ساتھ مصروف رہے۔ یہ بھی تھا کہ اس زمانہ میں منصور شہر بغداد کی تعمیر میں مصروف تھا۔ جس سے ۱۵۷ھ یعنی اپنی موت سے صرف ایک سال پہلے اُسے فراغت ہوئی۔ اس لیے وہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے متعلق کسی ایذارسانی کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ لیکن اس عہد سے قبل وہ سادات کشی میں کمال دکھا چکا تھا۔ علامہ مقریزی لکھتے ہیں کہ منصور کے زمانے میں بے انتہا سادات شہید کیے گئے ہیں اور جو بچے ہیں وہ وطن چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ انھیں تارکینِ وطن میں ہاشم بن ابراہیم بن اسماعیل الدیباج بن ابراہیم عمر بن الحسن المثنیٰ (بن امام حسنؑ) بھی تھے جنھوں نے ملتان کے علاقوں میں سے مقام "خان" میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ (النزاع والتخاصم ص ۴۲ طبع مصر)۔

۱۵۸ھ کے آخر میں منصور دوانقی دُنیا سے رخصت ہوا، اور اس کا بیٹا مہدی تختِ سلطنت پر بیٹھا۔ شروع میں تو اُس نے بھی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے عزت و احترام کے خلاف کوئی برتاؤ نہیں کیا۔ مگر چند سال بعد پھر وہی بنی فاطمہ کی مخالفت کا جذبہ ابھرا اور ۱۶۴ھ میں جب وہ حج کے نام سے حجاز کی طرف گیا تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اپنے ساتھ مکّے سے بغداد لے گیا اور قید کر دیا۔ ایک

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سال تک حضرت اُس کی قید میں رہے۔ پھر اُس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اور حضرت کو مدینہ کی طرف واپسی کا موقع دیا گیا۔ مہدی کے بعد اُس کا بھائی ہادی ۱۶۹ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور صرف ایک سال ایک ماہ تک اس نے سلطنت کی۔ اس کے بعد ہارون الرشید کا زمانہ آیا۔ جس میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو آزادی کی سانس لینا نصیب نہیں ہوئی (سوانح موسیٰ کاظم ص۵)۔ علامہ طبرسی تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ درجۂ امامت پر فائز ہوئے اس وقت آپ کی عمر بیس سال کی تھی۔ (اعلام الوریٰ ص۱۷۱)۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بعض کرامات

واقعۂ شفیق بلخی

علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ آپ کے کرامات ایسے ہیں کہ "تحار منہا العقول" ان کو دیکھ کر عقلیں چکرا جاتی ہیں، مثال کے لیے ملاحظہ ہو؟ ۱۴۹ھ میں شفیق بلخی حج کے لیے گئے۔ ان کا بیان ہے کہ میں جب مقام قادسیہ میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک نہایت خوب صورت جوان جن کا رنگ سانولا (گندم گوں) تھا وہ ایک عظیم مجمع میں تشریف فرما ہیں جسم ان کا ضعیف ہے وہ اپنے کپڑوں کے اوپر ایک کمبل ڈالے ہوئے ہیں اور پیروں میں جوتیاں پہنے ہوئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ مجمع سے ہٹ کر ایک علیحدہ مقام پر جا کر بیٹھ گئے، میں نے دل میں سوچا کہ یہ صوفی ہے اور لوگوں پر زادِ راہ کے لیے بار بننا چاہتا ہے، میں ابھی اُس کی ایسی تنبیہ کروں گا کہ یہ بھی یاد کرے گا، غرضیکہ میں ان کے قریب گیا۔ جیسے ہی میں اُن کے قریب پہنچا ہوں، وہ بولے۔ "اے شفیق بدگمانی مت کیا کرو یہ اچھا شیوہ نہیں ہے، اس کے بعد وہ فوراً اٹھ کر روانہ ہو گئے، میں نے خیال کیا کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ انھوں نے میرا نام لے کر مجھے مخاطب کیا اور میرے دل کی بات جان لی، اس واقعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہو نہ ہو یہ کوئی عبدِ صالح ہوں۔ بس یہی سوچ کر میں اُن کی تلاش میں نکلا اور ان کا پیچھا کیا، خیال تھا کہ وہ مل جائیں تو میں ان سے کچھ سوالات کروں، لیکن نہ مل سکے۔ ان کے چلے جانے کے بعد ہم لوگ بھی روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے جب ہم "وادیٔ فضہ" میں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ وہی جوانِ صالح یہاں نماز میں مشغول ہیں اور اُن کے اعضاء و جوارح بید کی مانند کانپ رہے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ میں یہ سوچ کر اُن کے قریب گیا کہ اب اُن سے معافی طلب کروں گا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو بولے اے شفیق! خدا کا قول ہے کہ جو توبہ کرتا ہے میں اُسے بخش دیتا ہوں اس کے بعد پھر روانہ ہو گئے۔ اب میرے دل میں یہ آیا کہ یقیناً یہ بندہ عابد، کوئی ابدال ہے، کیوں کہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دو بار یہ میرے ارادہ سے اپنی واقفیت ظاہر کر چکا ہے۔ میں نے ہر چند پھر اُن سے ملنے کی سعی کی۔ لیکن وہ نہ مل سکے۔ جب میں منزلِ زبالہ پر پہنچا تو دیکھا کہ وہی جوان ایک کنوئیں کی جگت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُس کے بعد انھوں نے ایک کوزہ نکال کر کنوئیں سے پانی لینا چاہا، ناگاہ ان کے ہاتھ سے کوزہ چھوٹ کر کنوئیں میں گر گیا، میں نے دیکھا کہ کوزہ گرنے کے بعد انھوں نے آسمان کی طرف مُنہ کر کے بارگاہِ احدیت میں کہا: میرے پالنے والے جب میں پیاسا ہوتا ہوں تو ہی سیراب کرتا ہے اور جب بھوکا ہوتا ہوں، تو ہی کھانا دیتا ہے۔ خدایا! اس کوزہ کے علاوہ میرے پاس اور کوئی برتن نہیں ہے۔ میرے مالک! میرا کوزہ پُر آب برآمد کر دے۔ اُس جوان صالح کا یہ کہنا تھا کہ کنوئیں کا پانی بلند ہوا اور اوپر تک آ گیا۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر اپنا کوزہ پانی سے بھرا ہوا لے لیا اور وضو فرما کر چار رکعت نماز پڑھی۔ اُس کے بعد آپ نے ریت کی ایک مُٹھی اٹھائی اور پانی میں ڈال کر کھانا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر میں عرض پرداز ہوا۔ جنابِ والا! مجھے بھی کچھ عنایت ہو میں بھوکا ہوں۔ آپ نے وہی کوزہ میرے حوالہ کر دیا۔ جس میں ریت بھری تھی۔ خدا کی قسم جب میں نے اُس میں سے کھایا تو اُسے ایسا لذیذ ستو پایا جیسا میں نے کھایا ہی نہ تھا۔ پھر اُس ستو میں ایک خاص بات یہ تھی کہ میں جب تک سفر میں رہا، بھوکا نہیں ہوا۔ اس کے بعد آپ نظروں سے غائب ہو گئے۔ جب میں مکۂ معظمہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک بالو (ریت) کے ٹیلے کے کنارے مشغولِ نماز ہیں اور حالت آپ کی یہ ہے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور بدن پر خشوع و خضوع کے آثار نمایاں ہیں۔ آپ نماز ہی میں مشغول تھے کہ صبح ہو گئی، آپ نے نمازِ صبح ادا فرمائی اور اس سے اُٹھ کر طواف کا ارادہ کیا، پھر سات بار طواف کرنے کے بعد ایک مقام پر ٹھہرے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے گرد بیشمار حضرات ہیں اور سب بے انتہا تعظیم و تکریم کر رہے ہیں۔ میں چونکہ ایک ہی سفر میں کرامات دیکھ چکا تھا اس لیے مجھے بہت زیادہ فکر تھی کہ یہ معلوم کروں کہ یہ بزرگ ہیں کون؟ چنانچہ میں اُن کے گرد جو لوگ جمع تھے اُن کے قریب گیا اور میں نے پوچھا کہ یہ صاحبِ کرامات کون ہیں؟ انھوں نے کہا کہ یہ فرزندِ رسول حضرت امام موسیٰ کاظم ہیں، میں نے کہا بے شک ایسے کرامات جو میں نے دیکھے وہ اسی گھرانے کے لیے سزاوار ہیں۔ (مطالب السؤل ص ۲۷۹، نور الابصار ص ۱۳۵ و شواہد النبوت ص ۱۹۳، صواعق محرقہ ص ۱۲۱، ارجح المطالب ص ۴۵۲۔ مورخ ذاکر حسین لکھتے ہیں کہ شقیق ابن ابراہیم بلخی کا انتقال ۱۹۰ھ میں ہوا تھا۔ (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۵۹) ۔ امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ عیسیٰ مدائنی حج کے لیے گئے اور ایک سال مکہ میں رہنے کے بعد وہ مدینہ چلے گئے۔ ان کا خیال تھا کہ وہاں بھی ایک سال گزاریں گے، مدینہ پہنچ کر انھوں نے جناب ابوذر کے مکان کے قریب ایک مکان میں قیام کیا۔ مدینے میں ٹھہرنے کے بعد انھوں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے وہاں آنا جانا شروع کیا۔ مدائنی کا بیان ہے کہ ایک شب کو بارش

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہو رہی تھی اور میں اُس وقت امام علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ تم فوراً اپنے مکان چلے جاؤ کیونکہ " انھدم البیت علی متاعک "۔ تمہارا مکان تمہارے اثاثہ پر گر گیا ہے اور لوگ سامان نکال رہے ہیں۔ یہ سُن کر میں فوراً مکان کی طرف گیا، دیکھا گھر گر چکا ہے اور لوگ سامان نکال رہے ہیں۔ مَیں دوسرے دن جب حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے پوچھا کہ کوئی چیز چوری تو نہیں گئی، میں نے عرض کی صرف ایک طشت نہیں ملتا جس میں وضو کیا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ چوری نہیں گیا۔ بلکہ انہدام مکان سے قبل تم اسے بیت الخلاء میں رکھ کر بھول گئے ہو، تم جاؤ اور مالک کی لڑکی سے کہو، وہ لا دے گی۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور طشت مل گیا۔ (نورالابصار ص۱۳۵)۔

علامہ جامی، تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک صحابی کے ہمراہ سَو دینار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی خدمت میں بطورِ نذر ارسال کیا وہ اسے لے کر مدینہ پہنچا، یہاں پہنچ کر اس نے سوچا کہ امام کے ہاتھوں میں اسے جانا ہے لہذا پاک کر لینا چاہیے وہ کہتا ہے کہ میں نے ان دیناروں کو جو امانت تھے شمار کیا تو وہ ننانوے تھے، میں نے ان میں اپنی طرف سے ایک دینار شامل کر کے سَو پورا کر دیا۔ جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا سب دینار زمین پر ڈال دو۔ میں نے تھیلی کھول کر سب زمین پر نکال دیا، آپ نے میرے بتائے بغیر اس میں سے میرا وہی دینار جو میں نے ملایا تھا نکال کر مجھے دے دیا اور فرمایا بھیجنے والے نے عدد کا لحاظ نہیں کیا بلکہ وزن کا لحاظ کیا ہے جو ۹۹ میں پورا ہوتا ہے۔

ایک شخص کا کہنا ہے کہ مجھے علی بن یقطین[1] نے ایک خط دے کر امام علیہ السّلام کی خدمت میں بھیجا، میں نے حضرت کی خدمت میں پہنچ کر ان کا خط دیا، انھوں نے اسے پڑھے بغیر آستین سے ایک خط نکال کر مجھے دیا اور کہا کہ انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اُس کا یہ جواب ہے (شواہد النبوت ص۱۹۵) ابوبصیر کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام دل کی باتیں جانتے تھے۔ اور ہر سوال کا جواب رکھتے تھے۔ ہر جاندار کی زبان سے واقف تھے۔ (روائح المصطفےٰ ص۱۶۳)، ابوحمزہ بطائنی کا کہنا ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ حج کو جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک شیر برآمد ہوا، اُس نے آپ کے کان میں کچھ کہا۔ آپ نے اُس کو اسی زبان میں جواب دیا اور وہ چلا گیا۔ ہمارے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اس نے اپنی شیرنی کی ایک تکلیف کے لیے دُعا کی خواہش کی، میں نے دُعا کر دی اور وہ واپس چلا گیا۔ (تذکرۃ المعصومین ص۱۹۳)۔

---

[1] علی بن یقطین امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے خاص اصحاب میں سے تھے۔ ۱۲۴ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے اور ۱۸۲ھ میں بمقام بغداد بعمر ۵۸ سال فوت ہوئے انھوں نے کئی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ (رجال طوسی ص۳۵۵ طبع نجف اشرف)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خلیفہ مہدی عباسی اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

منصور دوانقی کے بعد ۱۵۸ھ میں مہدی عباسی خلیفہ وقت قرار پایا۔ اُس نے اپنی زندگی میں کچھ اچھے کام بھی کئے ہیں۔ اُس نے بہت سے ملحدوں کو خاک میں ملایا ہے۔ مانی جو فلسفی تھا اور مزدک متوفی چوتھی صدی عیسوی کے عقائد سے مخلوط گمراہ کن عقیدہ کی نشوونما کرتا تھا) کو اس نے قتل کرا دیا تھا۔ اس کے علاوہ آلِ محمد کے ساتھ بھی اس کی روش معتدل تھی۔ لیکن یہ اعتدال بہت دنوں باقی نہیں رہا اور یہ اپنے آباؤ اجداد کے جادہ پر بہت تھوڑے ہی عرصہ میں چل نکلا اور اس امر کی کوشش کرنے لگا کہ آلِ محمدؐ کا کوئی معزز فرد زندہ نہ رہنے پائے، بلکہ کوئی ایسا شخص بھی محفوظ نہ رہے جو آلِ محمدؐ کو دوست رکھتا ہو۔ تواریخ میں ہے کہ اُس نے یعقوب ابنِ داؤد کو جو زیدی مذہب کے تھے، اپنا وزیر اعظم بنا کر رفاہِ عام کے تمام کام ان سے لیے اور یہ معلوم ہونے کے بعد کہ یہ دوستدار آلِ محمد ہیں انھیں قید کر دیا۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ یعقوب ہمیشہ سے دوستدار اہل بیت میں سے تھا۔ یحییٰ بن زید اور ابراہیم برادر نفس زکیہ کے رفیقوں میں سے تھا۔ شہادت ابراہیم کے بعد منصور نے اُسے قید کر دیا تھا۔ مہدی نے لائق دیکھ کر اُسے وزیر بنایا تھا۔ (تاریخ اسلام جلد ا صفحہ ۵۶) جب لوگوں نے مہدی کو یہ باور کرا دیا کہ یہ آلِ محمد کا خاص دلدادہ ہے تو اُس نے اُن سے کہا کہ میں تمھیں ایک باغ ایک لونڈی اور ایک لاکھ روپیہ دیتا ہوں، تم قید خانہ میں جا کر فلاں علوی کو قتل کر دو، انھوں نے سب کچھ لینے کے بعد اس علوی کو اُس کے دو رفیقوں سمیت قید خانہ سے رہا کر دیا اور اُسے کافی مال دے کر اس سے کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ کسی طرف چلے گئے۔ چند دنوں کے بعد اس کنیز نے جو انھیں ملی تھی۔ مہدی سے بتا دیا کہ انھوں نے علوی کو قتل کرنے کے بجائے اُسے رہا کر دیا اور یہی نہیں۔ بلکہ تیرے دیئے ہوئے مال سے اُسے کافی نوازا بھی ہے۔ مہدی نے آپ کی تلاشی لی اور واقعات کا پتہ لگایا۔ واقعہ چونکہ صحیح تھا اس وجہ سے وہ برہم ہو گیا اور اس نے اُن کو قید کا حکم دے دیا۔ یعقوب قید کر دیئے گئے اور مدت العمر قید میں رہے۔ علامہ یافعی لکھتے ہیں کہ یعقوب کو مہدی کے حکم سے ایسے کنوئیں میں قید کیا گیا جس میں روشنی نہ جا سکتی تھی۔ جس کے نتیجے میں وہ بالکل اندھے ہو گئے، یعقوب اُسی قید خانہ میں پڑے رہے۔ یہاں تک کہ ہارون رشید کا زمانہ آیا اور اُس نے انھیں رہا کر کے مکہ معظمہ بھیج دیا، جہاں ۱۸۲ھ میں انتقال فرما گئے۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن"۔ (مراۃ الجنان جلد ا صفحہ ۴۱۹ طبع حیدر آباد دکن)۔

امام موسیٰ کاظم کی بغداد میں قتل کیلئے طلبی

جیسا کہ میں نے اُوپر تحریر کیا ہے کہ مہدی چند دنوں سے زیادہ آلِ محمد کا طرفدار نہیں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

رہا۔ آخر وہ وقت آ گیا کہ اُس نے امام علیہ السلام کو مدینہ سے بغداد طلب کر لیا، اور اس طلبی کا مقصد یہ تھا کہ وہاں بلا کر انھیں قتل کرا دے۔ بہر صورت اسی مقصد کے پیش نظر حکم پہنچا کہ آپ بغداد حاضر ہوں: امام علیہ السلام حسب الحکم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ علامہ شبلنجی اور علامہ جامی لکھتے ہیں کہ آپ جب منزل "زبالہ" پر پہنچے تو آپ سے ابوخالد نے ملاقات کی۔ ابوخالد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ ان لوگوں کی حراست میں تشریف لا رہے ہیں جو بغداد سے آپ کو لانے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ میں حضرت کے قریب گیا اور میں نے سلام کیا، مجھے دیکھ کر امام علیہ السلام خوش ہو گئے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ فلاں فلاں چیزیں خرید کر اپنے پاس رکھ لینا جب میں واپس آؤں گا تو لے لوں گا، میں نے عرض کی بہت بہتر۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے فرمایا۔ ابوخالد رنجیدہ کیوں ہو۔ میں نے عرض کی، مولا! آپ دشمنوں کے منہ میں جا رہے ہیں۔ ڈرتا ہوں کہ نہ جانے وہ کیا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ گھبراؤ نہیں۔ میں انشاء اللہ واپس آؤں گا۔ اور ابوخالد سنو تم فلاں تاریخ بوقت شام میرا انتظار کرنا۔ یہ فرما کر آپ روانہ ہو گئے اور بغداد جا پہنچے۔ علامہ ابن طلحہ و علامہ جامی لکھتے ہیں کہ بغداد پہنچتے ہی آپ قید کر دیے گئے۔ علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ تھوڑے دن قید رکھنے کے بعد مہدی نے آپ کو قتل کرا دینا چاہا اور اسی لیے اس نے حمید ابن قحطبہ کو آدھی رات کے وقت بلا بھیجا اور اس سے کہا کہ میرے اور تمھارے باپ اور بھائی کے درمیان کتنے اچھے تعلقات تھے، اور سنو اس وقت مجھے تم سے ایک ضروری کام لینا ہے کیا تم اُسے کر سکو گے، اس نے کہا کہ ہاں ضرور کروں گا، اور اے بادشاہ اگر تعمیل ارشاد میں میرا مال، میری جان میری اولاد حتیٰ کہ میرا ایمان بھی کام آ جائے تو پرواہ نہیں۔ خلیفہ مہدی نے کہا "للہ درک" خدا تمھارا بھلا کرے۔ مجھے تم سے اسی کی توقع تھی، دیکھو کام یہ ہے کہ تم امام موسیٰ کاظم کو صبح ہونے سے پہلے قتل کر دو، اس نے کہا بہتر ہے، بات طے ہو گئی، حمید چلا گیا۔ مہدی محو استراحت ہوا، ابھی تھوڑی ہی دیر سویا تھا کہ امیرالمومنین علیہ السلام خواب میں تشریف لائے اور اس سے کہنے لگے کہ کیا تمھیں حکومت اسی لیے دی گئی ہے کہ تم اہل قرابت کو تباہ کر دو، ہوش میں آؤ اور اپنے ارادہ نجس سے باز آؤ۔ یہ دیکھ کر مہدی بیدار ہو گیا اور اس نے فوراً حمید کو کہلا بھیجا کہ میں نے جو حکم دیا ہے اس پر آج عمل نہ کرنا۔ اسی خواب کی وجہ سے مہدی نے انھیں رہا کر کے مدینہ بھیج دیا علامہ جامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ امام واپس آ رہے تھے اور ابوخالد زبالوی کا حال یہ تھا کہ جس دن سے امام زبالہ سے روانہ ہوئے تھے۔ یہ بڑی مشکلوں سے دن رات کاٹ رہے تھے۔ جب وہ دن آیا جس دن امام نے پہنچنے کا وعدہ فرمایا تھا، یہ گھر سے نکل کر بغداد کے راستے پر کھڑے ہو گئے سورج ڈوبتے ہی ان کا دل ڈوبنے لگا اور انھیں یہ شبہ پیدا ہونے لگا کہ شاید امام علیہ السلام پر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کون مصیبت آگئی ہے، ناگاہ دیکھا کہ عراق کی طرف سے غبار نمودار ہوا، اور اس کے آگے آگے امام علیہ السلام خچر پر سوار چلے آرہے ہیں، یہ دیکھ کر مسرور ہو گئے اور استقبال کے لیے دوڑ پڑے۔ امام نے فرمایا اے ابو خالد میں اپنے کہنے کے مطابق واپس آگیا ہوں۔ لیکن ایک موقع ایسا بھی آنے والا ہے کہ بغداد جا کر واپس نہ آسکوں گا۔ (نورالابصار ص ۱۳۰ دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۹ بحوالہ مناقب وبحار جلد ۹ ص ۶۴، شواہد النبوت ص ۱۹۳، مطالب السئول ص ۲۷۸) پھر وہاں سے روانہ ہو کر آپ مدینہ منورہ پہنچے۔ اور بدستور فرائض امامت کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہادی عباسی کی قید میں

تواریخ میں ہے کہ مہدی کے بعد اس کا بیٹا ہادی عباسی ۲۲ محرم ۱۶۹ھ مطابق ۷۸۵ء میں تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ مسٹر ذاکر حسین لکھتے ہیں کہ ہادی بڑا خود سر، خود رائے، ضدی، ظالم، خونخوار اور بے رحم تھا۔ . . . شراب پیتا اور لہو ولعب میں مصروف رہتا تھا۔

ہادی کو آلِ محمدؐ سے وہی بغض وعناد تھا جو اس کے آباؤ واجداد کو تھا، اسی کی سلطنت میں اور اسی کے عہد حکومت میں مدینہ کے گورنر نے امام حسن کی اولاد میں سے بعض افراد پر بادہ خواری کا جھوٹا الزام لگا کر پٹوایا اور ان کے گلے میں رسیاں بندھوا کر مدینہ کے کوچہ و بازار میں تشہیر کرایا اور کئی سو بنی حسن کو قتل کرایا اور ان کی نمایاں فرد جناب حسین بن علی بن حسن مثلث بن حسن مثنیٰ کا سر کٹوا کر بغداد بھجوا دیا اور پوری طاقت سے سادات کا استحصال کرتا رہا۔ (تاریخ اسلام جلد ۲ ص ۵)

ہادی نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ وہی رویہ اپنایا جو امام کے آباؤ واجداد کے ساتھ کرتے آئے تھے۔ علامہ ابن حجر المکی لکھتے ہیں کہ خلیفہ ہادی بن مہدی نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قید کر دیا۔ آپ قید کی صعوبت برداشت کر ہی رہے تھے کہ ایک شب حضرت علیؑ نے اس کے سامنے خواب میں ایک آیت پڑھی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے: کہ کیا اسی لیے تم حاکم بنے ہو کہ فساد برپا کرو، اور قطع رحم کرو۔" اس خواب سے وہ بیدار ہوا، اور اس نے فوراً آپ کی رہائی کا حکم دے دیا۔ (صواعق محرقہ ص ۱۲۲ و ارجح المطالب ص ۴۵۲)۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اخلاق وعادات اور شمائل واوصاف

علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اس مقدس سلسلہ کی ایک فرد تھے جس کو خالق نے نوع انسان کے لیے معیار کمال قرار دیا تھا۔ اسی لیے ان میں سے ہر ایک اپنے وقت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں بہترین اخلاق و اوصاف کا مرقع تھا۔ بے شک یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض افراد میں بعض صفات اتنے ممتاز نظر آتے ہیں کہ سب سے پہلے ان پر نظر پڑتی ہے۔ چنانچہ ساتویں امام میں تحمل و برداشت اور غصہ ضبط کرنے کی صفت اتنی نمایاں تھی کہ آپ کا لقب "کاظم" قرار پاگیا۔ جس کے معنی ہی ہیں "غصے کو پینے والا"۔ آپ کو کبھی کسی نے ترش روئی اور سختی کے ساتھ بات کرتے نہیں دیکھا اور انتہائی ناگوار حالات میں بھی مسکراتے ہوئے نظر آئے۔ مدینہ کے ایک حاکم سے آپ کو سخت تکلیفیں پہنچیں۔ یہاں تک کہ وہ جناب امیر علیہ السلام کی شان میں بھی نازیبا الفاظ استعمال کیا کرتا تھا۔ مگر حضرت نے اپنے اصحاب کو ہمیشہ اس کے جواب دینے سے روکا۔

جب اصحاب نے اس کی گستاخیوں کی بہت شکایت کی اور کہا کہ اب ہمیں ضبط کی تاب نہیں ہمیں ان سے انتقام لینے کی اجازت دی جائے، تو حضرت نے فرمایا کہ میں خود اس کا تدارک کروں گا اس طرح اُن کے جذبات میں سکون پیدا کرنے کے بعد حضرت خود اُس شخص کے پاس اُس کی زراعت پر تشریف لے گئے اور کچھ ایسا احسان اور حسن سلوک فرمایا کہ وہ اپنی گستاخیوں پر نادم ہوا، اور اپنے طرز عمل کو بدل دیا۔ حضرت نے اپنے اصحاب سے صورت حال بیان فرما کر پوچھا کہ جو میں نے اس کے ساتھ کیا وہ اچھا تھا یا جس طرح تم لوگ اس کے ساتھ کرنا چاہتے تھے۔ سب نے کہا یقیناً حضور نے جو طریقہ اختیار فرمایا وہی بہتر تھا، اسی طرح آپ نے اپنے جد بزرگوار حضرت امیر علیہ السلام کے اس ارشاد کو عمل میں لاکر دکھلایا جو آج تک "نہج البلاغہ" میں موجود ہے کہ اپنے دشمن پر احسان کے ساتھ فتح حاصل کرو۔ کیونکہ یہ دو قسم کی فتح میں زیادہ پرلطف کامیابی ہے۔ بے شک اس لیے فریق مخالف کے ظرف کا صحیح اندازہ ضروری ہے اور اسی لیے حضرت علیؑ نے ان الفاظ کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ "خبردار! یہ عدم تشدد کا طریقہ نااہل کے ساتھ اختیار نہ کرنا ورنہ اس کے تشدد میں اضافہ ہو جائے گا۔

یقیناً ایسے عدم تشدد کے موقع کو پہچاننے کے لیے ایسی ہی بالغ نگاہ کی ضرورت ہے جیسی امام کو حاصل تھی، مگر یہ اس وقت میں ہے جب مخالف کی طرف سے کوئی ایسا عمل ہو چکا ہو جو اس کے ساتھ انتقامی تشدد کا جواز پیدا کر سکے۔ لیکن اگر اس کی طرف سے کوئی اقدام ابھی ایسا نہ ہوا ہو تو یہ حضرات بہرحال اس کے ساتھ احسان کرنا پسند کرتے تھے تاکہ اس کے خلاف حجت قائم ہو اور اُسے ایسے جارحانہ اقدام کے لیے تلاش سے بھی کوئی عذر نہ مل سکے بالکل اسی طرح جیسے ابن ملجم کے ساتھ جو جناب امیر علیہ السلام کو شہید کرنے والا تھا۔ آخر وقت تک جناب امیر علیہ السلام احسان فرماتے رہے۔ اسی طرح محمد بن اسماعیل کے ساتھ جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی جان لینے کا باعث ہوا، آپ احسان فرماتے رہے یہاں تک کہ اس سفر کے لیے جو اُس نے مدینہ سے بغداد کی جانب خلیفہ عباسی کے پاس امام موسیٰ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کاظم علیہ السلام کی شکائتیں کرنے کے لیے کیا تھا۔ ساڑھے چار سو دینار اور پندرہ سو درہم کی رقم خود حضرت ہی نے عطا فرمائی تھی جس کو وہ لے کر روانہ ہوا تھا۔

آپ کو زمانہ بہت ناسازگار ملا تھا۔ نہ اس وقت وہ علمی دربار قائم رہ سکتا تھا جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں قائم رہ چکا تھا نہ دوسرے ذرائع سے تبلیغ و اشاعت ممکن تھی۔ بس آپ کی خاموش سیرت ہی تھی جو دنیا کو آل محمدؐ کی تعلیمات سے روشناس بنا سکتی تھی۔ آپ اپنے مجمعوں میں بھی اکثر بالکل خاموش رہتے تھے۔ یہاں تک کہ جب تک آپ سے کسی امر کے متعلق کوئی سوال نہ کیا جائے۔ آپ گفتگو میں ابتدا بھی نہ فرماتے تھے۔ اس کے باوجود آپ کی علمی جلالت کا سکہ دوست اور دشمن سب کے دل پر قائم تھا۔ اور آپ کی سیرت کی بلندی کو بھی سب مانتے تھے۔ اس لیے عام طور پر آپ کو کثرت عبادت اور شب زندہ داری کی وجہ سے عبد صالح کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ آپ کی سخاوت اور فیاضی کا بھی شہرہ تھا اور فقرا۔ مدینہ کی اکثر پوشیدہ طور پر خبرگیری فرماتے تھے۔ ہر نماز صبح کی تعقیبات کے بعد آفتاب کے بلند ہونے کے بعد سے پیشانی سجدہ میں رکھ دیتے تھے اور زوال کے وقت سر اٹھاتے تھے۔ قرآن مجید کی نہایت دلکش انداز میں تلاوت فرماتے تھے خود بھی روتے جاتے تھے اور پاس بیٹھنے والے بھی آپ کی آواز سے متاثر ہو کر روتے تھے (سوانح موسیٰ کاظم ص۳ و اعلام الوریٰ ص۱۷۸) علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا یہ طریقہ اور وطیرہ تھا کہ آپ فقیروں کو ڈھونڈا کرتے تھے اور جو فقیر آپ کو مل جاتا تھا، اس کے گھر میں روپیہ پیسہ اشرفی اور کھانا، پانی پہنچایا کرتے تھے اور یہ عمل آپ کا رات کے وقت ہوتا تھا۔ اس طرح آپ فقراء مدینہ کے بے شمار گھروں کا آذوقہ چلا رہے تھے، اور لطف یہ ہے کہ ان لوگوں تک کو یہ پتہ نہ تھا کہ ہم تک سامان پہنچانے والا ہے کون؟ یہ راز اس وقت کھلا جب آپ دنیا سے رحلت فرما گئے۔ (نور الابصار ص۱۳۶ طبع مصر) اسی کتاب کے ص۱۳۴ میں ہے کہ آپ ہمیشہ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ آپ بے انتہا عبادت و ریاضت فرمایا کرتے تھے اور طاعت خدا میں اس درجہ شدت برداشت کیا کرتے تھے جس کی کوئی حد نہ تھی۔ ایک دفعہ مسجد نبوی میں آپ کو دیکھا گیا کہ آپ سجدہ میں مناجات فرما رہے ہیں اور اس درجہ سجدہ کو طول دیا کہ صبح ہو گئی۔ (وفیات الاعیان جلد ۲ ص۱۳۱) ایک شخص آپ کی برابر بلاوجہ برائیاں کیا کرتا تھا۔ جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے ایک ہزار دینار (اشرفی) اس کے گھر پر بطور انعام بھجوا دیا۔ (روائح المصطفیٰ ص۲۶۳) جس کے نتیجہ میں وہ اپنی حرکت سے باز آ گیا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی تصنیفات

آپ کو اگرچہ تصنیفات کا موقع ہی نہیں نصیب ہوا لیکن پھر بھی آپ اس کی طرف متوجہ رہے ہیں۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ کی ایک تصنیف جس کا ذکر علامہ چلپی نے بحوالہ حافظ ابو نعیم اصفہانی کیا ہے وہ مسند امام موسیٰ کاظم ہے۔ (کشف الظنون ص۴۲۳ و ارجح المطالب ص۴۵۴)۔

آپ کی مرویات

آپ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں جن میں کی دو یہ ہیں "(۱) نظر الولد الی والدیہ عبادۃ" یعنی آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ لڑکے کا اپنے والدین کے چہروں پر نظر کرنا عبادت ہے (۲) کل خلۃ یطوی المومن علیھا لیس الکذب والخیانۃ (ترجمہ) جھوٹ اور خیانت کے علاوہ مومن ہر عادت اختیار کر سکتا ہے (نور الابصار ص۱۳۴) احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ آپ کا سلسلۂ روایات اتنا اہم ہے کہ "لو قری علی المجنون لافاقہ" یعنی اگر مجنون پر پڑھ کر دم کر دیا جائے تو اس کا جنون جاتا رہے (مناقب جلد ۵ ص۴۳)۔

خلیفہ ہارون الرشید عباسی اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

۱۵ ربیع الاول ۱۷۰ھ کو مہدی کا بیٹا ابو جعفر ہارون رشید عباسی خلیفہ وقت بنایا گیا۔ اس نے اپنا وزیر اعظم یحییٰ بن خالد برمکی کو بنایا اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد ابو یوسف کو قاضی القضاۃ کا درجہ دیا۔ بروایت ذہبی اس نے اگرچہ بعض اچھے کام بھی کیے ہیں لیکن لہو و لعب اور حصول لذات ممنوعہ میں منفرد تھا۔ ابن خلدون کا کہنا ہے کہ یہ اپنے دادا منصور دوانقی کے نقش قدم پر چلتا تھا۔ فرق اتنا تھا کہ وہ بخیل تھا اور یہ سخی۔ یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے راگ راگنی اور موسیقی کو شریف پیشہ قرار دیا تھا۔ اس کی پیشانی پر سادات کشی کا بھی نمایاں داغ ہے۔ علم موسیقی کا ماہر ابو اسحاق ابراہیم موصلی اس کا درباری تھا۔ حبیب السیر میں ہے کہ یہ پہلا اسلامی بادشاہ ہے جس نے میدان میں گیند بازی کی اور شطرنج کے کھیل کا شوق کیا۔ احادیث میں ہے کہ شطرنج کھیلنا بہت بڑا گناہ ہے۔ جامع الاخبار میں ہے کہ جب امام حسینؑ کا سر دربار یزید میں پہنچا تھا تو وہ شطرنج کھیل رہا تھا۔ تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہے کہ ہارون رشید اپنے باپ کی مدخولہ لونڈی پر عاشق ہو گیا۔ اس نے کہا میں تمہارے باپ کے پاس رہ چکی ہوں، تمہارے لیے حلال نہیں ہوں۔ ہارون نے قاضی ابو یوسف سے فتویٰ طلب کیا۔ انھوں نے کہا آپ اس کی بات کیوں مانتے ہیں، یہ جھوٹ بھی بول سکتی ہے۔ اس فتویٰ کے سہارے سے اس نے اس کے ساتھ بدفعلی کی۔ علامہ سیوطی یہ بھی لکھتے ہیں کہ بادشاہ ہارون نے ایک لونڈی خرید کر اس کے ساتھ اسی رات بلا استبراء جماع کرنا چاہا۔ قاضی ابو یوسف نے کہا کہ اسے اپنے کسی لڑکے کو دے کر کے استعمال کر لیجئے۔ علامہ سیوطی کا کہنا ہے کہ اس فتویٰ کی اجرت امام ابو یوسف نے ایک لاکھ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

درہم لی تھی۔ علامہ ابن خلکان کا کہنا ہے کہ ابوحنیفہ کے شاگردوں میں ابویوسف کی نظیر نہ تھی۔ اگر یہ نہ ہوتے تو امام ابوحنیفہ کا ذکر بھی نہ ہوتا۔

تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین میں بحوالہ صحاح الاخبار مرقوم ہے کہ ہارون رشید کا درجہ سادات کشی میں منصور سے کم نہ تھا۔ اس نے ۱۷۶ھ میں حضرت نفس زکیہ علیہ الرحمۃ کے بھائی یحییٰ کو دیوار میں زندہ چنوا دیا تھا۔ اسی نے امام موسیٰ کاظم کو اس اندیشے سے کہ کہیں یہ ولی اللہ میرے خلاف علم بغاوت بلند نہ کریں اپنے ساتھ حجاز سے عراق میں لا کر قید کر دیا۔ اور ۱۸۳ھ میں زہر سے ہلاک کر دیا۔ علامہ مجلسی تحفۃ الزائرین میں لکھتے ہیں کہ ہارون رشید نے دوسری صدی ہجری میں امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر کی زمین جتوائی تھی اور قبر پر جو بیری کا درخت بطور نشان موجود تھا اسے کٹوا دیا تھا۔ جلاء العیون اور مقام میں بحوالہ امالی شیخ طوسی مرقوم ہے کہ جب اس واقعہ کی اطلاع جریر ابن عبدالحمید کو ہوئی تو انھوں نے کہا کہ رسول خدا صلعم کی حدیث "لعن اللہ قاطع السدرۃ" بیری کے درخت کاٹنے والے پر خدا کی لعنت "کا مطلب اب واضح ہوا۔ (تصویر کربلا ص ۹۱ طبع دہلی ۱۳۳۵ھ)۔

ہارون رشید کا پہلا حج اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی پہلی گرفتاری

مورخ ابوالفداء لکھتا ہے کہ عنان حکومت لینے کے بعد ہارون رشید نے ۱۷۳ھ میں پہلے پہل حج کیا۔ علامہ ابن حجر مکی تحریر فرماتے ہیں کہ "جب ہارون رشید حج کو آیا تو لوگوں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بارے میں چغلی کھائی کہ ان کے پاس ہر طرف سے مال چلا آتا ہے، اتفاق سے ایک روز ہارون رشید خانہ کعبہ کے نزدیک حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملاقی ہوا اور کہنے لگا تم ہی ہو جس سے لوگ چھپ چھپ کر بیعت کرتے ہیں۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم دلوں کے امام ہیں اور آپ جسموں کے۔ پھر ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ تم کس دلیل سے کہتے ہو کہ ہم رسول اللہ کی ذریت ہیں۔ حالانکہ تم علی کی اولاد ہو اور ہر شخص اپنے دادا سے منتسب ہوتا ہے۔ نانا سے منتسب نہیں ہوتا۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ خدائے کریم قرآن مجید میں ارشاد کرتا ہے۔ "ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب وزکریا ویحییٰ وعیسیٰ" اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ بے باپ کے پیدا ہوئے تھے تو جس طرح محض اپنی والدہ کی نسبت سے ذریت انبیاء میں ملحق ہوئے۔ اسی طرح ہم بھی اپنی مادر گرامی جناب فاطمہ کی نسبت سے جناب رسول خدا کی ذریت میں ٹھہرے، پھر فرمایا کہ جب آیۃ مباہلہ نازل ہوئی تو مباہلے کے وقت پیغمبر خدا نے سوا علی اور فاطمہ اور حسن وحسین کے کسی کو نہیں بلایا اور بفحوائے "ابناءنا" حضرت حسن و

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت حسینؑ ہی رسول اللہؐ کے بیٹے قرار پائے۔ (صواعق محرقہ ص۱۲۲ نورالابصار ص۱۳۳ ارجح المطالب ص۴۵۲)

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ہارون رشید حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ آیا اور زیارت کے لیے روضۂ مقدسہ نبویؐ پر حاضر ہوا۔ اُس وقت اس کے گرد قریش اور دیگر قبائل عرب جمع تھے، نیز حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی ساتھ تھے۔ ہارون رشید نے حاضرین پر اپنا فخر ظاہر کرنے کے لیے قبر مبارک کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ سلام ہو آپ پر اے رسولؐ اللہ! اے ابن عم (میرے چچازاد بھائی) حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ سلام ہو، آپ پر اے میرے پدر بزرگوار! یہ سُن کر ہارون کے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا، اور اُس نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اپنے ہمراہ لے جا کر قید کر دیا۔ (وفیات الاعیان جلد ۲ ص۱۳۱ و تاریخ احمدی ص۳۴۹)۔

علامہ ابن شہر آشوب تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں آپ ہارون رشید کے قید خانہ میں تھے۔ ہارون نے آپ کا امتحان کرنے کے لیے ایک نہایت حسین و جمیل لڑکی، آپ کی خدمت کرنے کے لیے قید خانہ میں بھیج دی۔ حضرت نے جب اُسے دیکھا تو لانے والے سے فرمایا کہ ہارون سے جا کر کہہ دینا کہ اُنھوں نے یہ ہدیہ واپس کیا ہے اور کہا ہے کہ" بل انتم بھدیتکم تفرحون" وہ اعطائے تو بر لقا۔ تو اس سے تم ہی خوشی حاصل کرو۔ اُس نے ہارون سے واقعہ بیان کیا، ہارون نے کہا کہ اسے لے جا کر وہیں چھوڑ آؤ۔ اور ابن جعفر سے کہو کہ نہ میں نے تمہاری مرضی سے تمھیں قید کیا ہے اور نہ تمہاری مرضی سے تمہارے پاس یہ لونڈی بھیجی ہے، میں جو حکم دوں تمھیں وہ کرنا ہوگا۔

الغرض وہ لونڈی حضرت کے پاس چھوڑ دی گئی۔

چند دنوں کے بعد ہارون نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جا کر پتہ لگائے کہ اس لونڈی کا کیا بنا، اُس نے جو قید خانے میں جا کر دیکھا تو وہ حیران رہ گیا، اور بھاگا ہوا ہارون کے پاس آ کر کہنے لگا کہ وہ لونڈی تو زمین پر سجدہ میں پڑی ہوئی "سبوح قدوس" کہہ رہی ہے، اور اس کا عجیب حال ہے۔ ہارون نے حکم دیا کہ اُسے اس کے سامنے پیش کیا جائے، جب وہ آئی تو بالکل مبہوت تھی، ہارون نے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ جب میں حضرت کے پاس گئی اور میں نے اُن سے کہا کہ میں آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوئی ہوں، تو آپ نے ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ لوگ جبکہ میرے پاس موجود ہیں مجھے تیری کیا ضرورت ہے؟ میں نے جب اُس سمت کو نظر کی تو دیکھا کہ جنت آراستہ ہے، اور حور و غلماں موجود ہیں۔ اُن کا حُسن و جمال دیکھ کر میں سجدہ میں گر پڑی اور عبادت کرنے پر مجبور ہو گئی۔ اے بادشاہ! میں نے وہ چیزیں کبھی نہیں دیکھیں جو قید خانہ میں میری نظر سے گزریں، بادشاہ نے کہا کہیں تو نے سونے کی حالت میں خواب نہ دیکھا ہو، اُس نے کہا اے بادشاہ ایسا نہیں ہے۔ میں نے عالم بیداری میں بچشم خود سب کچھ دیکھا ہے۔ یہ سُن کر بادشاہ نے اُس عورت کو

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیا۔ اور اس کے لیے حکم دیا گیا کہ اس کی نگرانی کی جائے تاکہ کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کرنے پائے۔ راوی کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد وہ تاحیات مشغولِ عبادت رہی، اور جب کوئی اس کی نماز وغیرہ کے بارے میں کچھ کہتا تھا تو یہ جواب میں کہتی تھی کہ میں نے عبدصالح امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

یہ پاکباز عورت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات سے چند دنوں پہلے فوت ہو گئی۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص۹۳)۔

قیدخانہ سے آپ کی رہائی

آپ قیدخانہ میں تکالیف سے دوچار تھے؛ اور ہر قسم کی سختیاں آپ پر کی جارہی تھیں کہ ناگاہ بادشاہ نے ایک خواب دیکھا جس سے مجبور ہو کر اس نے آپ کو رہا کر دیا۔ علامہ ابن حجر مکی بحوالہ علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ ایک شب کو ہارون رشید نے حضرت علی علیہ السلام کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ وہ ایک تیشہ لیے ہوئے تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرے فرزند کو رہا کر دے ورنہ میں ابھی تجھے کیفرِ کردار تک پہنچا دوں گا۔ اس خواب کو دیکھتے ہی اس نے رہائی کا حکم دیا، اور کہا کہ اگر آپ یہاں رہنا چاہیں تو رہیے اور مدینہ جانا چاہتے ہیں تو تشریف لے جائیے آپ کو اختیار ہے۔ علامہ مسعودی کا کہنا ہے کہ اسی شب کو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو خواب میں دیکھا تھا۔ (صواعق محرقہ ص۱۲۳ طبع مصر) علامہ جامی لکھتے ہیں کہ مدینہ روانہ کرتے وقت ہارون نے آپ سے خروج کا شبہ ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ خروج و بغاوت میرے شایانِ شان نہیں ہے۔ خدا کی قسم میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔ (شواہد النبوت ص۱۹۲)۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور علی بن یقطین بغدادی

قیدخانۂ رشید سے چھوٹنے کے بعد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مدینہ منورہ پہنچے اور بدستور اپنے فرائض امامت کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے، آپ چونکہ امام زمانہ تھے، اس لیے آپ کو زمانہ کے تمام حوادث کی اطلاع تھی۔ ایک مرتبہ ہارون رشید نے علی بن یقطین بن موسیٰ کوفی بغدادی کو جو کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خاص ماننے والے تھے اور اپنی کارکردگی کی وجہ سے ہارون رشید کے مقربین میں سے تھے، بہت سی چیزوں دیں جن میں خلعتِ فاخرہ اور ایک بہت عمدہ قسم کا سیاہ زربفت کا بنا ہوا جبہ تھا جس پر سونے کے تاروں سے پھول کڑھے ہوئے تھے اور جسے صرف خلفاء اور بادشاہ پہنا کرتے تھے۔ علی بن یقطین نے ازراہِ تقرب و عقیدت اُس سامان میں اور بہت سی چیزوں کا اضافہ کر کے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نے اُن کا ہدیہ قبول کر لیا۔ لیکن اُس میں سے اس لباس مخصوص کو واپس کر دیا جو زربفت کا بنا ہوا تھا اور فرمایا کہ اسے اپنے پاس رکھو، یہ تمھارے اس وقت کام آئے گا جب "جان جوکھم" میں پڑی ہوگی۔ اُنھوں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ امام نے نہ جانے کس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہو اُسے اپنے پاس رکھ لیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد ابن یقطین اپنے ایک غلام سے ناراض ہو گئے اور اُسے اپنے گھر سے نکال دیا۔ اس نے جا کر رشید خلیفہ سے ان کی چغلی کھائی اور کہا کہ آپ نے جس قدر خلعت وغیرہ اُنھیں دی ہے۔ اُنھوں نے سب کا سب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو دے دیا ہے، اور چونکہ وہ شیعہ ہیں، اس لیے امام کو بہت مانتے ہیں، بادشاہ نے جونہی یہ بات سُنی۔ وہ آگ بگولہ ہو گیا، اور اُس نے فوراً سپاہیوں کو حکم دیا کہ علی بن یقطین کو اسی حالت میں گرفتار کر لائیں جس حال میں وہ ہوں۔ الغرض ابن یقطین لائے گئے، بادشاہ نے پوچھا میرا دیا ہوا جُبّہ کہاں ہے؟ اُنھوں نے کہا بادشاہ میرے پاس ہے۔ اس نے کہا میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور سُنو! اگر تم اس وقت اُسے نہ دکھا سکے تو میں تمھاری گردن مار دوں گا، اُنھوں نے کہا بادشاہ میں ابھی پیش کرتا ہوں، یہ کہہ کر اُنھوں نے ایک شخص سے کہا کہ میرے مکان میں جا کر میرے فلاں کمرہ سے میرا صندوق اٹھا لا، جب وہ بتایا ہوا صندوق لے آیا تو آپ نے اُس کی مُہر توڑی اور جُبّہ نکال کر اُس کے سامنے رکھ دیا۔ جب بادشاہ نے اپنی آنکھوں سے جُبّہ دیکھ لیا، تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہوا، اور خوش ہو کر کہنے لگا، کہ اب میں تمھارے بارے میں کسی کی کوئی بات نہ مانوں گا۔ (شواہد النبوت ص ۱۹۴) علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ پھر اُس کے بعد رشید نے اور بہت سا عطیہ دے کر انھیں عزت و احترام کے ساتھ واپس کر دیا اور حکم دیا کہ چغلی کرنے والے کو ایک ہزار کوڑے لگائے جائیں۔ چنانچہ جلادوں نے مارنا شروع کیا اور وہ پانچ سو کوڑے کھا کر مر گیا۔ (نور الابصار ص ۱۳۰)

علی بن یقطین کو اُلٹا وضو کرنے کا حکم

علامہ طبرسی اور علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ علی بن یقطین نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ "ہمارے درمیان" اس امر میں بحث ہو رہی ہے کہ آیا مسح کعب سے اصابع (انگلیوں) تک ہونا چاہیے۔ یا انگلیوں سے "کعب" تک، حضور اس کی وضاحت فرمائیں، حضرت نے اس خط کا ایک عجیب و غریب جواب تحریر فرمایا۔ آپ نے لکھا کہ میرا خط پاتے ہی تم اس طرح وضو شروع کرو کہ تین مرتبہ کلی کرو، تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالو، تین مرتبہ منہ دھوؤ۔ اپنی ڈاڑھی کو اچھی طرح بھگوؤ، سارے سر کا مسح کرو، اندر باہر کانوں کا مسح کرو، تین مرتبہ پاؤں دھوؤ اور دیکھو میرے اس حکم کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرنا۔

علی بن یقطین نے جب اس خط کو پڑھا، تو وہ حیران رہ گئے۔ لیکن یہ سمجھتے ہوئے کہ "مولائے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اعلم بما قال"۔ آپ نے جو کچھ حکم دیا ہے۔ اس کی گہرائی اور اس کی وجہ کا ابھی طرح آپ کو علم ہوگا اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ علی بن یقطین کی مخالفت برابر دربار میں ہوا کرتی تھی اور لوگ بادشاہ سے کہا کرتے تھے کہ شیعہ ہے اور تمہارے مخالف ہے۔ ایک دن بادشاہ نے اپنے بعض مشیروں سے کہا کہ علی بن یقطین کی شکایات بہت ہو چکی ہیں، اب میں خود چھپ کر دیکھوں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ وضو کیونکر کرتے اور نماز کیسے پڑھتے ہیں۔ چنانچہ اس نے چھپ کر آپ کے حجرہ میں نظر ڈالی تو دیکھا کہ وہ اہل سنت کے اصول اور طریقے پر وضو کر رہے ہیں یہ دیکھ کر وہ ان سے مطمئن ہو گیا اور اس کے بعد سے پھر کسی کے کہنے کو باور نہیں کیا۔ اس واقعہ کے فوراً بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا خط علی بن یقطین کے پاس پہنچا جس میں مرقوم تھا کہ خدشہ دور ہو گیا" توضاء کما امرک اللہ اب تم اسی طرح وضو کرو، جس طرح خدا نے حکم دیا ہے۔ یعنی اب اُلٹا وضو نہ کرنا، بلکہ سیدھا اور صحیح وضو کرنا اور تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ انگلیوں کے سرے سے کعبین تک پاؤں کا مسح ہونا چاہیے۔ (اعلام الوریٰ ص۱۷۰، مناقب جلد ۵ ص۵۵)۔

وزیراعظم علی بن یقطین کو امام موسیٰ کاظم کی فہمائش

علامہ حسین بن عبدالوہاب تحریر فرماتے ہیں کہ "محمد بن علی صوفی کا بیان ہے کہ ابراہیم جمال (جو امام موسیٰ کاظم کے صحابی تھے) نے ایک دن ابوالحسن علی بن یقطین سے ملاقات کے لیے وقت چاہا۔ انھوں نے وقت نہ دیا، اسی سال وہ حج کو گئے اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی تشریف لے گئے۔ ابن یقطین حضرت سے ملنے کے لیے گئے۔ انھوں نے ملنے سے انکار کر دیا۔ ابن یقطین کو بڑا تعجب ہوا۔ راستے میں ملاقات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ تم نے ابراہیم سے ملاقات کرنے سے انکار کیا تھا۔ اس لیے میں بھی تم سے نہیں ملا اور اس وقت تک نہ ملوں گا جب تک تم ان سے معافی نہ مانگو گے اور انھیں راضی نہ کرو گے، ابن یقطین نے عرض کی مولا میں مدینہ میں ہوں اور وہ کوفہ میں ہیں، فوری ملاقات کیسے ہو سکتی ہے، فرمایا، تم تنہا بقیع میں جاؤ، ایک اونٹ تیار ملے گا اس پر سوار ہو کر کوفہ کے لیے روانہ ہو چشم زدن میں وہاں پہنچ جاؤ گے۔ چنانچہ وہ گئے اور اونٹ پر سوار ہو کر کوفہ پہنچے، ابراہیم کے دروازے پر دق الباب کیا، آواز آئی، کون ہے؟ کہا میں ابن یقطین ہوں، انھوں نے کہا، تمہارا میرے دروازے پر کیا کام ہے؟ ابن یقطین نے جواب دیا، سخت مصیبت میں مبتلا ہوں، خدا کے لیے ملنے کا وقت دو، چنانچہ انھوں نے اجازت دی، ابن یقطین نے قدموں پر سر رکھ کر معافی مانگی اور سارا واقعہ کہہ سنایا ابراہیم جمال نے معافی دی۔ پھر اسی اونٹ پر سوار ہو کر چشم زدن میں مدینہ پہنچے اور امام علیہ السلام

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی خدمت میں حاضر ہوئے، امام نے بھی معاف کر دیا اور ملاقات کا وقت دے کر گفتگو فرمائی۔
(عیون المعجزات صفحہ ۱۲۲ طبع ملتان)۔

امام موسیٰ کاظمؑ کے حکم سے بادل کا ایک مردِ مومن کو چین سے طالقان پہنچانے کا واقعہ

ہارون رشید کا ایک سوال اور اس کا جواب

یہ مسلّم ہے کہ حضرت محمدؐ و آلِ محمدؐ معجزات، کرامات اور امورِ خرقِ عادات میں یکتائے کائنات تھے، رجعتِ شمس، شق القمر اور حضرت علیؑ کا ایک گروہ سمیت چادر پر بیٹھ کر غارِ اصحابِ کہف تک سفر کرنا اس کے شواہد ہیں۔

علامہ محمد بن علی شہر آشوب، تحریر فرماتے ہیں کہ "خالد بن سماں بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہارون رشید نے ایک شخص کو طلب کیا جس کا نام تھا علی بن صالح طالقانی۔ پوچھا تم ہی وہ ہو جس کو "بادل" چین سے اٹھا کر طالقان لائے تھے؟ کہا، ہاں۔ اس نے کہا بتاؤ کیا واقعہ ہے؟ یہ کیونکر ہوا۔ طالقانی نے کہا کہ میں کشتی میں سوار تھا۔ ناگاہ جب میری کشتی سمندر کے اس مقام پر پہنچی جو سب سے زیادہ گہرا تھا تو میری کشتی ٹوٹ گئی۔ تین روز میں تختوں پر پڑا رہا اور موجیں مجھے تھپیڑے لگاتی رہیں پھر سمندر کی موجوں نے مجھے خشکی پر پھینک دیا۔ وہاں نہریں اور باغات موجود تھے۔ میں ایک درخت کے سائے میں سو گیا۔ اسی اثنا میں میں نے ایک خوفناک آواز سنی ڈر کے مارے بیدار ہو گیا۔ پھر دو گھوڑوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھا۔ ایسے خوب صورت گھوڑے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ انھوں نے جب مجھے دیکھا، سمندر میں چلے گئے۔ میں نے اسی اثنا میں ایک عظیم الخلقت پرندے کو دیکھا جو آ کر بیٹھ گیا۔ پہاڑ کے غار کے قریب میں درخت میں چھپتے ہوئے اس کے قریب گیا تاکہ اس کو اچھی طرح دیکھ سکوں۔ پرندے نے جب مجھے دیکھا تو اڑ گیا۔ میں اس کے پیچھے چل پڑا۔ غار کے قریب میں نے تسبیح و تہلیل، تکبیر اور تلاوتِ قرآن مجید کی آواز سنی۔ میں غار کے قریب گیا۔ آواز دینے والے نے آواز دی۔ "اے علی بن صالح طالقانی۔ خدا تم پر رحم کرے۔ غار کے اندر آ جاؤ۔ میں غار کے اندر چلا گیا۔ وہاں ایک کھدر پوش عظیم شخص کو دیکھا، میں نے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا کہ اے علی بن صالح طالقانی تم "معدن الکنوز" ہو۔ بھوک، پیاس اور خوف کے امتحان میں کامیاب ہوتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر رحم کیا ہے۔ تمھیں نجات دی ہے۔ تمھیں پاکیزہ پانی پلایا ہے۔ میں اس وقت کو جانتا ہوں جب تم کشتی پر سوار ہوئے اور سمندر میں رہے۔ تمھاری کشتی ٹوٹ گئی۔ کتنی دور تک موجوں کے تھپیڑے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کھاتی رہی۔ تم نے اپنے آپ کو سمندر میں گرانے کا ارادہ کیا۔ اگر ایسا کرتے تو خود موت کو دعوت دیتے۔ بڑی مصیبت اٹھائی۔ میں اس وقت کو بھی جانتا ہوں جب تم نے نجات پائی اور دو خوب صورت چیزیں دیکھیں تم نے پرندے کا پیچھا کیا، جب اس نے تمھیں دیکھا تو آسمان کی طرف اڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ آؤ یہاں بیٹھ جاؤ، جب میں نے اس شخص کی بات سنی تو اس سے کہا: میں تمھیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں یہ بتاؤ کہ میرے حالات تم کو کس نے بتلائے، فرمایا اس ذات نے جو ظاہر و باطن کی جاننے والی ہے۔ پھر فرمایا کہ تم بھوکے ہو، میں نے عرض کی بے شک بھوکا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے اپنے لبوں کو حرکت دی اور ایک دسترخوان رومال سے ڈھکا ہوا حاضر ہو گیا۔ انھوں نے دسترخوان سے رومال کو اٹھا لیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو رزق دیا ہے آؤ اسے کھاؤ۔ میں نے کھانا کھایا، ایسا پاکیزہ کھانا کبھی نہ کھایا تھا۔ پھر مجھے پانی پلایا، میں نے ایسا لذیذ اور میٹھا پانی کبھی نہیں پیا تھا۔ پھر انھوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور مجھ سے فرمایا کہ "اے علی گھر جانا چاہتے ہو"۔ میں نے عرض کی کہ میں وطن سے بہت دور (چین کے علاقے میں) پڑا ہوں، میری مدد کون کر سکتا ہے اور میں کیونکر یہاں سے وطن جا سکتا ہوں؟ انھوں نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں ہم اپنے دوستوں کی مدد کیا کرتے ہیں ہم تمھاری مدد کریں گے۔ پھر انھوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا، ناگاہ بادل کے ٹکڑے آنے لگے اور غار کے دروازے کو گھیر لیا۔ جب بادل ان کے سامنے آیا تو اس نے بحکم خدا سلام کیا۔ "اے اللہ کے ولی اور اس کی حجت آپ پر سلام ہو، انھوں نے جواب سلام دیا۔ پھر بادل کے ایک ٹکڑے سے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ اور کس زمین کے لیے تم بھیجے گئے ہو، اس نے زمین کا نام لیا اور وہ چلا گیا، پھر ابر کا ایک ٹکڑا سامنے آیا اور آکر سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا، پوچھا کہاں جانے کے لیے آیا ہے۔ کہا، طالقان جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا اے خدائے وحدہ لاشریک کا اطاعت گزار ابر جس طرح اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ چیزیں اٹھا کر لیے جا رہا ہے۔ اسی طرح اس بندۂ مومن کو بھی لے جا، جواب ملا۔ بسر و چشم۔ پھر انھوں نے ابر کو حکم دیا کہ زمین پر برابر ہو جا وہ زمین آ گیا، پھر میرے بازو کو پکڑ کر اس پر بٹھا دیا، بادل ابھی اڑنے نہ پایا تھا کہ میں نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ "میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم اور محمد مصطفٰے صلعم اور آئمہ طاہرینؑ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ یہ فرمائیے کہ "آپ ہیں کون؟ اور آپ کا اسم گرامی کیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ اے علی ابن صالح طالقانی میں زمین پر اللہ کی حجت ہوں اور میرا نام "موسیٰ بن جعفر" (موسیٰ کاظمؑ) ہے۔ پھر میں نے ان کے آباؤ اجداد کی امامت کا ذکر کیا اور انھوں نے بادل کو حکم دیا اور وہ بلند ہو کر ہوا کے دوش پر چل پڑا۔ خدا کی قسم نہ مجھے کوئی تکلیف پہنچی اور نہ خوف لاحق ہوا۔ میں تھوڑی دیر میں اپنے وطن "طالقان" جا پہنچا اور ٹھیک اس سڑک پر اترا جس پر میرا مکان واقع تھا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ سُن کر ہارون رشید نے جلادوں کو حکم دے کر اُسے اس لیے قتل کرا دیا کہ وہ کہیں اس واقعہ کو لوگوں میں بیان نہ کر دے اور عظمت آلِ محمدؐ اور واضح ہو جائے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۱۲۱ طبع عمان)

امام موسیٰ کاظمؑ اور فدک کے حدودِ اربعہ

علامہ یوسف بغدادی سبط ابن جوزی حنفی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہا کہ آپ فدک لینا چاہیں تو میں دے دوں، آپ نے فرمایا کہ میں جب اس کے حدود بتاؤں گا تو تو اسے دینے پر راضی نہ ہوگا اور میں اسی وقت لے سکتا ہوں۔ جب اس کے پورے حدود دیے جائیں، اس نے پوچھا کہ اس کے حدود کیا ہیں فرمایا پہلی حد، عدن ہے۔ دوسری حد سمرقند ہے۔ تیسری حد افریقہ ہے۔ چوتھی حد سیف البحر ہے جو خزر اور آرمینیہ کے قریب ہے۔ یہ سُن کر ہارون رشید آگ بگولہ ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ پھر ہمارے لیے کیا رہا؟ حضرت نے فرمایا کہ اسی لیے تو میں نے لینے سے انکار کیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد ہی سے ہارون رشید حضرت کے درپے قتل ہو گیا۔ (خواص الامۃ علامہ سبط ابن جوزی صفحہ ۱۴۰ طبع لاہور)۔

ہارون رشید عباسی کی سادات کشی
اور حمید بن قحطبہ کا واقعہ

تواریخ میں ہے کہ ہارون رشید تعمیر بغداد اور دیگر ملکی مصروفیات کی وجہ سے تھوڑے عرصہ تک سادات کشی کی طرف متوجہ نہ ہو سکا۔ لیکن جب اُسے ایک ذرا سکون ہوا تو اُس نے اپنے آبائی جذبات کو بروئے کار لانے کا تہیہ کر لیا اور اس کی سعی شروع کر دی کہ زمین پر آلِ محمدؐ کا کوئی بیج بھی باقی نہ رہنے پائے، چنانچہ اُس نے پورا حوصلہ نکالا اور ہر ممکن صورت سے انہیں تباہ و برباد کیا۔ علماء کا کہنا ہے کہ اُس نے غنڈوں کے گروہ قتل سادات کے لیے مقرر کر دیے تھے اور خود اپنی حکومت کے اعلیٰ حکام کو خصوصی حکم بھیج دیا تھا کہ سلطنت و حکومت کی پوری طاقت سے سادات کی تلاش کی جائے اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا جائے۔ علامہ مجلسی عبداللہ بزاز نیشاپوری کے حوالے سے "حاکم ایران حمید ابن قحطبہ طوسی" کا ایک واقعہ لکھتے ہیں: ابن قحطبہ کہتا ہے کہ میں اس لیے روزہ، نماز وغیرہ نہیں کرتا، کہ مجھے علم ہے کہ میری بخشش نہیں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جا سکتا اور بہر ضرورت جہنم میں جاؤں گا۔ اے عبداللہ! تم سے کیا بتاؤں، ابھی تھوڑے عرصے کی بات ہے کہ ہارون رشید نے مجھے رات کے وقت جبکہ وہ طوس آیا ہوا تھا اور میں بھی اتفاقاً آ گیا تھا، بلایا اور مجھے حکم دیا کہ تم اس غلام کے ساتھ جاؤ اور یہ میری تلوار ہمراہ لیتے جاؤ، یہ جو کہے وہ کرو میں اس کے حکم سے غلام کے ساتھ ہو لیا۔ غلام مجھے ایک ایسے مکان میں لے گیا جس میں فاطمہ بنت رسول اور علی زوج بتول کی اولاد قید تھی، غلام نے ایک کمرہ کا دروازہ کھولا اور مجھ سے کہا کہ ان سب کو قتل کر کے اس کنوئیں میں ڈال دو، میں نے انھیں قتل کیا اور کنوئیں میں ڈال دیا۔ پھر دوسرا کمرہ کھولا اور مجھ سے کہا کہ ان سب کو قتل کر کے کنوئیں میں ڈالو، میں نے انھیں بھی قتل کیا۔ پھر تیسرا کمرہ کھولا اور مجھ سے کہا انھیں بھی قتل کرو۔ میں نے انھیں بھی قتل کیا۔ اے عبداللہ ان سب مقتولوں کی تعداد ساٹھ تھی، ان میں چھوٹے، بڑے بوڑھے، جوان سب ہی قسم کے سادات تھے اے عبداللہ جب میں آخری کمرہ کے قیدی سادات کو قتل کرنے لگا تو آخر میں ایک نہایت نورانی بزرگ برآمد ہوئے، اور مجھ سے کہنے لگے: اے ظالم! کیا رسول اللہؐ کو منہ نہیں دکھانا ہے اور کیا خدا کی بارگاہ میں تجھے نہیں جانا ہے، یہ تو کیا کر رہا ہے، ان کا کلام سن کر میرا دل کانپ گیا، اور ان پر میرا ہاتھ نہ اٹھا۔ آخر میں غلام نے مجھے ڈانٹ کر کہا حکم امیر میں کیوں دیر کرتا ہے۔ اس کے یہ کہنے پر میں نے انھیں بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اب میری نماز اور میرا روزہ مجھے کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی دوبارہ گرفتاری

علامہ ابن شہر آشوب، علامہ طبرسی، علامہ اربلی، علامہ شبلنجی تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۷۰ھ میں ہادی کے بعد ہارون تختِ خلافت پر بیٹھا، سلطنت عباسیہ کے قدیم روایات جو سادات بنی فاطمہ کی مخالفت میں تھے۔ اس کے پیش نظر تھے، خود اس کے باپ منصور کا رویہ جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے خلاف تھا، اسے معلوم تھا، اس کا یہ ارادہ کہ جعفر صادق کے جانشین کو قتل کر ڈالا جائے یقیناً اس کے بیٹے ہارون کو معلوم ہو چکا ہوگا، وہ تو امام جعفر صادق علیہ السلام کی حکیمانہ وصیت کا اخلاقی دباؤ تھا جس نے منصور کے ہاتھ باندھ دیئے تھے اور پھر شہر بغداد کی تعمیر کی مصروفیت تھی جس نے اسے اس جانب متوجہ نہ ہونے دیا تھا، اب ہارون کے لیے ان میں سے کوئی بات مانع نہ تھی۔ تختِ سلطنت پر بیٹھ کر اپنے اقتدار کو مضبوط رکھنے کے لیے سب سے پہلے یہی تصور پیدا ہو سکتا تھا کہ اس روحانیت کے مرکز کو جو مدینہ کے محلہ بنی ہاشم میں قائم ہے توڑنے کی کوشش کی جائے، مگر ایک طرف امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا محتاط

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور خاموش طرزِ عمل اور دوسری طرف سلطنت کی اندرونی مشکلات ان کی وجہ سے نو برس تک ہارون رشید کو بھی کسی کھلے ہوئے تشدّد کا امام کے خلاف موقع نہ ملا۔

اسی دوران میں عبداللہ ابن حسن کے فرزند یحییٰ کا واقعہ درپیش ہوا اور وہ امان دیئے جانے کے بعد تمام عہد و پیمان کو توڑ کر دردناک طریقے پر قید رکھے گئے اور پھر قتل کیے گئے، باوجودیکہ یحییٰ کے معاملات سے امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کو کسی طرح کا سروکار نہ تھا، بلکہ واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ان کو حکومتِ وقت کی مخالفت سے منع فرماتے تھے۔ مگر عداوت بنی فاطمہ کا جذبہ جو یحییٰ بن عبداللہ کی مخالفت کے بہانے سے اُبھر گیا تھا، اس کی زد سے امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام بھی محفوظ نہ رہ سکے، ادھر یحییٰ بن خالد برمکی نے جو وزیرِ اعظم تھا امین (فرزند ہارون رشید) کے اتالیق جعفر بن محمد اشعث کی رقابت میں اس کے خلاف یہ الزام قائم کیا کہ یہ امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے شیعوں میں سے ہے اور ان کے اقتدار کا خواہاں ہے۔

براہِ راست اس کا مقصد ہارون کو جعفر سے برگشتہ کرنا تھا، لیکن بالواسطہ اس کا تعلق حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے ساتھ بھی تھا۔ اس لیے ہارون کو حضرت کی ضرر رسانی کی فکر پیدا ہو گئی۔ اسی دوران میں یہ واقعہ ہوا کہ ہارون رشید حج کے ارادہ سے مکّہ معظّمہ میں آیا۔ اتفاق سے اسی سال حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام بھی حج کو تشریف لائے ہوئے تھے۔ ہارون نے اپنی آنکھ سے اس عظمت و مرجعیت کا مشاہدہ کیا جو مسلمانوں میں امام موسیٰ کاظم کے متعلق پائی جاتی تھی۔ اس سے اس کے حسد کی آگ بھڑک اٹھی اس کے بعد اس میں محمد بن اسماعیل کی مخالفت نے اور اضافہ کر دیا۔

واقعہ یہ ہے کہ اسماعیل امام جعفر صادق علیہ السّلام کے بڑے فرزند تھے اور اس لیے ان کی زندگی میں عام طور پر لوگوں کا خیال یہ تھا، کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السّلام کے قائم مقام ہوں گے مگر ان کا انتقال امام جعفر صادق علیہ السّلام کے زمانہ ہی میں ہو گیا اور لوگوں کا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ پھر بھی بعض سادہ لوح اصحاب اس خیال پر قائم رہے کہ جانشینی کا حق اسمٰعیل اور اولاد اسماعیل میں منحصر ہے۔ انھوں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی امامت کو تسلیم نہیں کیا چنانچہ اسمٰعیلیہ فرقہ بن گیا مختصر تعداد میں سہی اب بھی دُنیا میں موجود ہے۔ محمد ان ہی اسماعیل کے فرزند تھے اور اس لیے امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے ایک طرح کی مخالفت پہلے سے رکھتے تھے مگر چونکہ ان کے ماننے والوں کی تعداد بہت کم تھی اور وہ افراد کوئی نمایاں حیثیت نہ رکھتے تھے اس لیے ظاہری طور پر امام موسیٰ کاظمؑ کے یہاں آمدورفت رکھتے تھے اور ظاہری طور پر قرابت داری کے تعلقات قائم کیے ہوئے تھے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی مخالفت کی صورتوں پر غور کرتے ہوئے یحییٰ برمکی سے مشورہ لیا، کہ میں چاہتا ہوں کہ اولادِ ابوطالب میں سے کسی کو بلا کر اس سے موسیٰ بن جعفر کے پورے پورے حالات دریافت کروں۔ یحییٰ جو خود بھی عداوت بنی فاطمہ میں ہارون سے کم نہ تھا۔ اس نے محمد بن اسمٰعیل کا پتہ دیا، کہ آپ ان کو بلا کر دریافت کریں، تو صحیح حالات معلوم ہو سکیں گے۔ چنانچہ اسی وقت محمد بن اسمٰعیل کے نام خط لکھا گیا۔

شہنشاہ وقت کا خط جو محمد بن اسماعیل کو پہنچا تو اس نے اپنی دنیاوی کامیابی کا بہترین ذریعہ سمجھ کر فوراً بغداد جانے کا ارادہ کر لیا۔ مگر ان دنوں ہاتھ بالکل خالی تھا، اتنا روپیہ پاس موجود نہ تھا کہ سامانِ سفر کرتے، مجبوراً اسی ڈیوڑھی پر آنا پڑا جہاں کرم و عطا میں دوست اور دشمن کی تفریق نہ تھی۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے پاس آکر بغداد جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت خوب سمجھتے تھے کہ اس بغداد کے سفر کا پس منظر اور اس کی بنیاد کیا ہے۔ حجت تمام کرنے کی غرض سے آپ نے سفر کا سبب دریافت کیا۔ انھوں نے اپنی پریشان حالی بیان کرتے ہوئے کہا قرض دار بہت ہو گیا ہوں۔ خیال کرتا ہوں کہ شاید وہاں جا کر کوئی صورت بسر اوقات کی نکلے اور اور میرا قرضہ ادا ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا۔ وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھارا تمام قرضہ ادا کر دوں گا اور جہاں تک ہو گا تمھارے ضروریات زندگی بھی پورے کرتا ہوں گا۔

افسوس ہے کہ محمد نے اس کے بعد بھی بغداد جانے کا ارادہ نہیں بدلا۔ چلتے وقت حضرت سے رخصت ہونے لگے تو عرض کیا کہ مجھے وہاں کے متعلق کچھ ہدایت فرمائی جائے، حضرت نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ جب انھوں نے کئی مرتبہ اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا کہ "بس اتنا خیال رکھنا کہ میرے خون میں شریک نہ ہونا، اور میرے بچوں کی یتیمی کے باعث نہ بننا"۔ محمد نے اس کے بعد بہت کہا کہ یہ بھلا کونسی بات ہے جو مجھ سے کہی جاتی ہے۔ کچھ اور ہدایت فرمائیے حضرت نے اس کے علاوہ کچھ کہنے سے انکار کیا، جب وہ چلنے لگے تو حضرت نے ساڑھے چار سو دینار اور پندرہ سو درہم انھیں مصارف سفر کے لیے عطا فرمائے۔ نتیجہ وہی ہوا، جو حضرت کے پیش نظر تھا۔ محمد بن اسمٰعیل بغداد پہنچے اور وزیر اعظم برمکی کے مہمان ہوئے۔ اس کے بعد یحییٰ کے ساتھ ہارون کے دربار میں پہنچے۔ مصلحتِ وقت کی بنا پر بہت تعظیم و تکریم کی گئی، اثنائے گفتگو میں ہارون نے مدینہ کے حالات دریافت کیے۔ محمد نے انتہائی غلط بیانیوں کے ساتھ وہاں کے حالات کا تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ "میں نے آج تک نہیں دیکھا اور نہ سنا کہ ایک ملک میں دو بادشاہ ہوں"۔

اس نے کہا: کہ اس کا کیا مطلب؟ محمد نے کہا کہ بالکل اسی طرح جیسے آپ بغداد میں سلطنت کر رہے ہیں، موسیٰ کاظم مدینہ میں اپنی سلطنت قائم کیے ہوئے ہیں، اطراف ملک سے اُن کے پاس

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خراج پہنچتا ہے اور وہ آپ کے مقابلہ کے دعوے دار ہیں۔ انھوں نے تیس ہزار اشرفی کی ایک زمین خرید لی ہے جس کا نام "سیریہ" ہے (شبلنجی) یہی وہ باتیں تھیں جن کے کہنے کے لیے یحییٰ برمکی نے محمد کو منتخب کیا تھا۔ ہارون کا غیظ و غضب انتہائی اشتعال کے درجہ تک پہنچ گیا۔ اس نے محمد کو دس ہزار دینار عطا کر کے رخصت کیا۔ خدا کا کرنا یہ کہ محمد کو اس رقم سے فائدہ اٹھانے کا ایک دن بھی موقع نہیں ملا۔ اسی شب کو اُن کے حلق میں درد پیدا ہوا، غالباً "خناق" ہو گیا اور صبح ہوتے ہوتے وہ دُنیا سے رخصت ہو گئے۔ ہارون کو یہ خبر پہنچی تو اُس نے اشرفیوں کے توڑے واپس منگوا لیے، مگر محمد کی باتوں کا اثر اُس کے دل پر ایسا جم گیا تھا کہ اُس نے یہ طے کر لیا کہ امام موسیٰ کاظم کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

چنانچہ ۱۷۹ھ میں پھر ہارون رشید نے حج کا سفر کیا اور وہاں سے مدینہ منورہ گیا، وہ ایک روز قیام کے بعد کچھ لوگ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لیے روانہ کیے۔ جب یہ لوگ امام کے مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت روضۂ رسول اللہؐ پر ہیں۔ ان لوگوں نے روضۂ پیغمبر کی عزت کا بھی خیال نہ کیا۔ حضرت اُس وقت قبرِ رسول کے نزدیک نماز میں مشغول تھے۔ بے رحم دشمنوں نے آپ کو نماز کی حالت ہی میں قید کر لیا اور ہارون کے پاس لے گئے۔ مدینۂ رسولؐ کے رہنے والوں میں بے حسی اس کے پہلے بھی بہت دفعہ دیکھی جا چکی تھی۔ یہ بھی اس کی ایک مثال تھی کہ رسول کا فرزند روضۂ رسول سے اس طرح گرفتار کر کے لے جایا جا رہا تھا۔ مگر نام نہاد مسلمانوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو کسی طرح کی آواز احتجاج بلند کرتا۔ یہ ۲۰ شوال ۱۷۹ھ کا واقعہ ہے۔

ہارون نے اس اندیشہ سے کہ کوئی جماعت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو رہا کرانے کی کوشش نہ کرے، دو محملیں تیار کرائیں۔ ایک میں امام موسیٰ کاظم کو سوار کرایا اور اس کو ایک بہت بڑی فوجی جمعیت کے حلقہ میں بصرہ روانہ کیا اور دوسری محمل جو خالی تھی اُسے بھی اتنی ہی جمعیت کی حفاظت میں بغداد روانہ کیا۔ مقصد یہ تھا کہ آپ کے محل قیام اور قید کی جگہ کو بھی مشکوک بنا دیا جائے۔ یہ نہایت حسرتناک واقعہ تھا کہ امام کے اہل حرم اور بچے وقتِ رخصت آپ کو دیکھ بھی نہ سکے اور اچانک محل سرا میں صرف یہ اطلاع پہنچ سکی کہ حضرت سلطنتِ وقت کی طرف سے قید کر لیے گئے اس سے بیویوں اور بچوں میں کہرام برپا ہو گیا اور یقیناً امام کے دل پر بھی جو اس کا صدمہ ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے مگر آپ کے ضبط و صبر کی طاقت کے سامنے ہر مشکل آسان تھی۔

معلوم نہیں کتنے ہیر پھیر سے یہ راستہ طے کیا گیا تھا کہ پورے ایک مہینہ سترہ روز کے بعد ۷ ذی الحجہ کو آپ بصرہ پہنچائے گئے۔ ایک سال تک آپ بصرہ میں قید رہے۔ یہاں کا حاکم ہارون کا چچازاد

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بھائی عیسیٰ بن جعفر تھا، شروع میں تو اُسے صرف بادشاہ کے حکم کی تعمیل مدِ نظر تھی، بعد میں اُس نے غور کرنا شروع کیا کہ آخر اُن کے قید کیے جانے کا سبب کیا ہے؟ اس سلسلہ میں اس کو امام علیہ السلام کے حالات اور سیرت زندگی اور اخلاق و اوصاف کی جستجو کا موقع بھی ملا، اور جتنا اُس نے امام کی سیرت کا مطالعہ کیا اتنا اُس کے دل پر آپ کی بلندیٔ اخلاق اور حسنِ کردار کا اثر قائم ہوتا گیا۔ اپنے ان اثرات سے اس نے ہارون کو مطلع بھی کر دیا، ہارون پر اس کا اُلٹا اثر ہوا کہ عیسیٰ کے متعلق بدگمانی پیدا ہوگئی۔ اِس لیے اُس نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بغداد میں بُلا بھیجا اور فضل بن ربیع کی حراست میں دے دیا۔ اور پھر فضل کا رجحان شیعیت کی طرف محسوس کرکے یحییٰ برمکی کو اس کے لیے مقرر کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام کے اخلاق و اوصاف کی کشش ہر ایک پر اپنا اثر ڈالتی تھی۔ اس لیے ظالم بادشاہ کو نگرانوں کی تبدیلی کی ضرورت پڑتی تھی، سب سے آخر میں امام علیہ السلام سندی بن شاہک" کے قید خانہ میں رکھے گئے۔ یہ بہت ہی بے رحم اور سخت دل تھا۔ ملاحظہ ہو (مناقب جلد ۵ صفحہ ۶۹ و اعلام الوریٰ صفحہ ۱۸۱ کشف الغمہ صفحہ ۱۱۲ نورالابصار صفحہ ۱۴۱ سوانح موسیٰ کاظم صفحہ ۱۵)۔

امام علیہ السلام کا قید خانہ میں امتحان اور علمِ غیب کا مظاہرہ

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں آپ ہارون رشید کے قید خانہ کی سختیاں برداشت فرما رہے تھے۔ امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید ابو یوسف اور محمد بن حسن ایک شب قید خانہ میں اس لیے گئے کہ آپ کے تبحرِ علمی کا اندازہ معلوم کریں اور دیکھیں کہ آپ علم کے کتنے پانی میں ہیں۔ وہاں پہنچ کر ان لوگوں نے سلام کیا، امام علیہ السلام نے جواب سلام عنایت فرمایا۔ ابھی یہ حضرات کچھ پوچھنے نہ پائے تھے کہ ایک ملازم ڈیوٹی ختم کرکے گھر جاتے ہوئے آپ کی خدمت میں عرض پرداز ہوا کہ میں کل واپس آؤں گا۔ اگر کچھ منگانا ہو تو مجھ سے فرما دیجیے میں لیتا آؤں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں، جب وہ چلا گیا تو آپ نے ابو یوسف وغیرہ سے کہا کہ یہ بیچارہ مجھ سے کہتا ہے کہ میں اُس سے اپنی حاجت بیان کروں تاکہ یہ کل اس کی تکمیل و تعمیل کر دے لیکن اُسے خبر نہیں، کہ یہ آج رات کو وفات پا جائے گا۔ ان حضرات نے جو یہ سُنا تو سوال جواب کے بغیر ہی واپس چلے آئے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم ان سے حلال و حرام، واجب و سُنت کے متعلق سوالات کرنا چاہتے تھے۔ "فاخذ یتکلم معنا علم الغیب" مگر یہ تو ہم سے علمِ غیب کی باتیں کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے اُس ملازم کے حالات کا پتہ لگایا، تو معلوم ہوا کہ وہ ناگہانی طور پر رات ہی میں وفات کر گیا۔ یہ معلوم کرکے یہ حضرات سخت متعجب ہوئے۔ (نورالابصار صفحہ ۱۴۲)۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد یہ حضرات پھر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ ہمیں معلوم تھا کہ آپ کو صرف علم حلال و حرام ہی میں مہارت تامہ حاصل ہے لیکن قید خانہ کے ملازم کے واقعہ نے واضح کر دیا کہ آپ علم المنایا اور علم غیب بھی جانتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ علم ہمارے لیے مخصوص ہے۔ اس کی تعلیم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو دی تھی، اور ان سے یہ علم ہم تک پہنچا ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ جب ہارون رشید نے بصرہ میں ایک سال قید رکھنے کے بعد عیسیٰ بن جعفر والی بصرہ کو لکھا کہ موسیٰ بن جعفر (امام موسیٰ کاظم) کو قتل کر کے بادشاہ کو ان کے وجود سے سکون دے دے۔ تو اس نے اپنے ہمدردوں سے مشورہ کے بعد ہارون رشید کو لکھا کہ اے بادشاہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام میں میں نے اس ایک سال کے اندر کوئی برائی نہیں دیکھی۔ یہ شب و روز نماز روزہ میں مصروف و مشغول رہتے ہیں۔ عوام اور حکومت کے لیے دعائے خیر کیا کرتے ہیں اور ملک کی فلاح و بہبود کے خواہشمند ہیں۔ بھلا مجھ سے کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں انھیں قتل کر کے اپنی عاقبت بگاڑوں اے بادشاہ! میں ان کے قتل کرنے میں اپنے انجام اور اپنی عاقبت کی تباہی دیکھ رہا ہوں اور سخت حرج محسوس کرتا ہوں، لہٰذا تو مجھے اس گناہ عظیم کے ارتکاب سے معاف کر بلکہ مجھے حکم دے دے کہ میں انھیں قید مشقت سے رہا کر دوں۔ اس خط کے پانے کے بعد ہارون رشید نے آخر میں یہ کام سندی بن شاہک کے حوالہ کیا اور اسی سے آپ کو زہر دلوا کر شہید کرا دیا۔ زہر کھانے کے بعد آپ تین روز تک تڑپتے رہے، یہاں تک کہ وفات پا گئے (نور الابصار ص۱۳۷)۔

علامہ جامی لکھتے ہیں کہ زہر کھاتے ہی آپ نے فرمایا کہ آج مجھے زہر دیا گیا ہے۔ کل میرا بدن زرد ہو جائے گا اور تیسرے روز سیاہ ہوگا اور اسی دن میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا (شواہد النبوت ص۱۹۳) علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ ہارون رشید نے آپ کو بغداد میں قید کر دیا۔ "فلم یخرج من حبسہ الا میتا مقیدا" اور تا حیات قید رکھا۔ آپ کی وفات کے بعد ہتھکڑی اور بیڑی کٹوائی گئی۔ آپ کی وفات ہارون رشید کے زہر سے ہوئی جو اس نے سندی ابن شاہک کے ذریعہ سے دلوایا تھا۔ جب آپ کو کھانے یا خرمہ میں زہر دیا گیا تو آپ تین روز تک تڑپتے رہے۔ یہاں تک کہ انتقال ہو گیا۔ (صواعق محرقہ ص۱۲۲، ارجح المطالب ص۴۵۴) علامہ ابن الساعی علی بن انجب بغدادی لکھتے ہیں کہ آپ کو زہر سے انتہائی مظلومی کی حالت میں شہید کر دیا گیا (اخبار الخلفاء) علامہ ابو الفدا لکھتے ہیں کہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قیدخانۂ رشید میں آپ نے وفات پائی (ابوالفدا جلد ۲ صفحہ ۱۵) ۔ علامہ دیار بکری لکھتے ہیں کہ آپ کو ہارون رشید کے حکم سے یحییٰ بن خالد برمکی وزیراعظم نے خرمہ میں زہر دے کر شہید کر دیا۔ (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۳۰) ۔

علامہ جامی لکھتے ہیں کہ آپ کو ہارون رشید نے بغداد میں لاکر تاعمر قید رکھا آخر میں اپنے وزیر اعظم یحییٰ بن خالد برمکی کے ذریعہ سے قیدخانہ میں زہر دلوا دیا اور آپ وفات پاگئے۔ (شواہد النبوت صفحہ ۱۹۳) علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کو کئی مرتبہ زہر دیا گیا۔ لیکن آپ ہر بار محفوظ رہے۔ ایک مرتبہ آپ نے وہ خرمہ اٹھا کر جس میں زہر تھا، زمین پر پھینک دیا۔ جسے ہارون کے کتے نے کھا لیا اور وہ مرگیا۔ کتے کے مرنے کی خبر سے ہارون رشید کو شدید رنج ہوا اور اس نے خادم سے سخت باز پرس کی۔ (جلاء العیون صفحہ ۲۷۹) ۔

آپ کی تاریخ وفات

آپ کی وفات حسرت آیات بتاریخ ۲۵ رجب المرجب سنہ ۱۸۳ ہجری یوم جمعہ واقع ہوئی، آپ کی عمر اس وقت ۵۵ سال کی تھی (مطالب السؤل صفحہ ۲۸۳، اعلام الوریٰ صفحہ ۱۷۱ و شواہد النبوت صفحہ ۱۹۲ نور الابصار صفحہ ۱۳۷ وغیرہ) آپ نے ۱۴ سال ہارون رشید کے قیدخانہ میں گزارے، مرزا دبیر کہتے ہیں ؎

مولا! یہ انتہائے اسیری گزر گئی
زنداں میں جوانی و پیری گزر گئی

وفات کے بعد آپ کی نعش مبارک قیدخانہ سے ہتھکڑی اور بیڑی سمیت نکال کر بغداد کے پل پر ڈال دی گئی اور نہایت توہین آمیز الفاظ میں آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو یاد کیا گیا لوگ اگرچہ بادشاہ کے خوف سے نمایاں طور پر مزاحمت کی جرأت نہ کرتے تھے۔ تاہم ایک گروہ نے جس کے سردار سلیمان بن جعفر ابن ابی جعفر تھے۔ ہمت کی اور نعش مبارک دشمنوں سے چھین کر غسل و کفن کا بندوبست کیا۔ ڈھائی ہزار کا قیمتی ایسا کفن دیا، جس پر پورا قرآن مجید لکھا ہوا تھا، نہایت تزک و احتشام سے جنازہ لے کر چلے۔ ان لوگوں کے گریبان غم امام مظلوم میں چاک تھے یہ انتہائی غم والم کے ساتھ جنازہ کو لے کر مقبرہ قریش میں پہنچے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نماز و دفن کے لیے مدینہ سے باعجاز پہنچ چکے تھے۔ آپ نے نماز پڑھائی اور اپنے والد ماجد کو سپرد خاک فرمایا۔ (اعلام الوریٰ صفحہ ۱۷۱ انوار نعمانیہ صفحہ ۱۲۷، جنات الخلود صفحہ ۳۰ جلاء العیون صفحہ ۲۷۵) ۔

تدفین کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام واپس مدینہ تشریف لے گئے۔ مدینہ والوں کو جب آپ کی شہادت کی اطلاع ملی تو کہرام برپا ہوگیا۔ ماتم اور ادائے تعزیت کا سلسلہ مدتوں جاری رہا۔ (جلاء العیون صفحہ ۲۷۹) ۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ آپ کی تدفین کے ایک عرصہ بعد اعیان ملک سے ایک شخص نے وفات کی، لوگوں کی خواہش پر اُسے آپ ہی کے مقبرہ میں دفن کر دیا گیا۔ ایک شب کو آپ نے خادم کو خواب میں آگاہ کیا۔ اُس نے دیکھا کہ مقبرہ میں آگ لگی ہوئی ہے اور اُس سے دھواں پھیل رہا ہے اور بدبُو پھیل رہی ہے، صبح کو اُس نے بادشاہِ وقت کو باخبر کیا، بادشاہ نے قبر کھدوائی تو آگ کے آثار موجود تھے اور قبر میں میت کا وجود نہ تھا وہ جل کر خاکستر ہو گئی تھی (مطالب السؤل ص۲۸۱)۔

تعداد اولاد

صواعق محرقہ ص۱۲۲ میں ہے کہ آپ کے ۳۷ اولاد تھی۔ علامہ طبرسی، علامہ اربلی اور حضرت شیخ مفید لکھتے ہیں کہ آپ کے ۱۱ لڑکے اور ۱۸ لڑکیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں:-

حضرت امام علی رضا علیہ السلام (۲) ابراہیم (۳) عباس (۴) قاسم (۵) اسماعیل (۶) جعفر (۷) ہارون (۸) حسن (۹) احمد (۱۰) محمد (۱۱) حمزہ (۱۲) عبداللہ (۱۳) اسحاق۔ (۱۴) عبیداللہ (۱۵) زید (۱۶) حسن (۱۷) فضل (۱۸) حسین (۱۹) سلیمان (۲۰) فاطمہ کبریٰ (۲۱) فاطمہ صغریٰ (۲۲) رقیہ (۲۳) حکیمہ (۲۴) رقیہ صغریٰ (۲۵) کلثوم (۲۶) اُم جعفر (۲۷) لبابہ (۲۸) زینب (۲۹) خدیجہ (۳۰) علیہ (۳۱) آمنہ (۳۲) حسنہ (۳۳) بریہہ (۳۴) ام سلمیٰ (۳۵) میمونہ (۳۶) اُم کلثوم (۳۷) ام ابیہا وبقولے ام عبداللہ۔ وبقولے ام اسماء (اعلام الوریٰ ص۱۸۱ کشف الغمہ ص۱۱۰، ارشاد ص۴۳۰، نورالابصار ص۱۳۷ آپ کی یہ اولاد مختلف بیویوں سے تھی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۰

ابوالحسن حضرت امام علی رضا علیہ السلام

بطورِ شاہ و سفر اسوۂ حسینؑ لیئے   چلا ہے سوئے خراسان کاروانِ رضاؑ
مماثلت ہے بہت کربلا و مشہد میں   وہ آزمائش صبر اور یہ امتحانِ رضاؑ

(صابر تھاریانی کراچی)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱۰

حضرت امام علی رضا علیہ السلام

عرب سے آپ کیا آئے کہ ایمان کی بہار آئی
عجم نے پائی عزت مرکزِ اہلِ ولا ہو کر
بہت مشتاق تھے اہلِ عجم نورِ رسالت کے
زمینِ طوس کا چمکا ستارہ نقشِ پا ہو کر

حضرت امام علی رضا علیہ السلام رسولِ کریم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آٹھویں جانشین، مسلمانوں کے آٹھویں امام اور سلسلۂ عصمت کی دسویں کڑی تھے۔ آپ کے والدِ ماجد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تھے، اور والدہ ماجدہ جناب اُمّ البنین عرف نجمہ تھیں۔ جناب نجمہ کے متعلق علماء کا بیان ہے کہ آپ کا شمار اشرافِ عجم میں تھا اور آپ عقل و دیانت کے لحاظ سے افضل النساء تھیں۔ حمیدہ خاتون یعنی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی والدہ کا کہنا ہے کہ میں نے ام البنین سے بہتر کسی عورت کو نہیں پایا۔ علی ابن ہیثم کہتے ہیں کہ حمیدہ خاتون کو حضرت رسولِ خدا صلعم نے خواب میں حکم دیا تھا کہ اُمّ البنین کی شادی امام موسیٰ کاظمؑ سے کر دو۔ کیونکہ "سیلد منھا خیرا اھل الارض" ان سے عنقریب ایک ایسا فرزند پیدا ہونے والا ہے جو مادرِ گیتی کی آغوش میں بسنے والوں میں سب سے بہتر ہوگا۔ (اعلام الوریٰ صفحہ ۱۸۰) علامہ محمد رضا لکھتے ہیں کہ جناب ام البنین، حسن و جمال زہد و تقویٰ میں اپنی آپ نظیر تھیں۔ (جنات الخلود صفحہ ۳۱)۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنے آباؤ اجداد کی طرح امام منصوص معصوم "اعلمِ زمانہ اور افضلِ کائنات تھے، علامہ ابن حجر مکی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ تمام لوگوں میں جلیل القدر اور عظیم المرتبت تھے۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۲) علامہ عبدالرحمٰن جامی لکھتے ہیں کہ آپ کی باتیں پُر از حکمت اور آپ کا عمل دُرست اور آپ کا کردار محفوظ عن الخطا رہتا۔ آپ علم و حکمت سے بھرپور تھے۔ روئے زمین پر آپ کی مثال و نظیر نہ تھی۔ (شواہد النبوت صفحہ ۱۹۶ طبع لکھنؤ ۱۹۰۵ء) علامہ عبید اللہ لکھتے ہیں کہ ابراہیم بن عباس کا کہنا ہے کہ میں نے ان سے بڑا عالم دیکھا ہی نہیں (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۵) علامہ شہیر لکھتے ہیں کہ آپ اشرفِ مخلوق زمانہ تھے (حبیب السیر) آپ کو علم ماکان و مایکون آباؤ اجداد سے ورثتاً

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پہنچا تھا۔ (وسیلۃ النجات ص ۳۷۶) آپ ہر زبان اور ہر لغت میں فصیح اور دانا ترین مردم تھے اور جو شخص جس زبان میں باتیں کرتا تھا۔ اس کو اسی زبان میں جواب دیتے تھے۔ (روضۃ الاحباب) علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ آپ بارہ اماموں میں کے تیسرے "علی" ہیں۔ آپ کا ایمان حد سے بڑھا ہوا تھا۔ آپ کی شان انتہا کو پہنچی ہوئی تھی، آپ کا قصر فضیلت نہایت بلند تھا اور آپ کے امکانات کرم نہایت وسیع تھے۔ آپ کے مددگار بے شمار اور آپ کے براہین شرف و امامت نہایت روشن تھے۔ اسی وجہ سے خلیفہ وقت مامون رشید نے آپ کو اپنے دل میں جگہ دی، اپنی حکومت میں شریک قرار دیا، خلیفہ حکومت بنایا اور اپنی لڑکی کی شادی آپ کے ساتھ کر دی، آپ کے مناقب و صفات نہایت بلند، آپ کے مکارم اور آپ کے اخلاق نہایت عظیم تھے، بس مختصر یہ کہ صفات حسنہ کی جو منزلیں تھیں۔ ان سے آپ کا درجہ بلند تھا (مطالب السئول ص ۲۸۲) پادری لینن ایڈورڈ سیل ڈی ڈی لکھتا ہے کہ امام موسیٰ کاظم نے علی بن موسیٰ کو اپنا وارث اس لیے قرار دیا کہ وہ ان کو سب سے زیادہ منصب امامت کا اہل سمجھتے تھے۔ (اثنا عشریہ ص ۳۶ طبع لاہور ۱۹۲۵ء) حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرا یہ فرزند ینظر معی فی الجفر لا ینظر فیہ الا نبی او وصی میرے ساتھ جفر جامعہ کو دیکھتا اور اسے سمجھتا ہے جسے نبی اور وصی کے علاوہ کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ (جنات الخلود ص ۳۱) رجال کشی و دمعہ ساکبہ ص ۳۵ و مسند امام رضا علیہ السلام کے ص ۲ میں ہے کہ آپ اعلم اہل زمانہ اور کثیر الصوم والعبادۃ تھے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ولادت باسعادت

علماء و مورخین کا بیان ہے کہ آپ بتاریخ ۱۱ ذی قعدہ ۱۵۳ھ یوم پنجشنبہ بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے ہیں (اعلام الوریٰ ص ۱۸۲ جلاء العیون ص ۲۸۰۔ روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۳ انوار نعمانیہ ص ۱۲۷) آپ کی ولادت کے متعلق علامہ مجلسی اور علامہ محمد پارسا تحریر فرماتے ہیں کہ جناب ام البنین کا کہنا ہے کہ جب تک امام علی رضا میرے بطن میں رہے۔ مجھے حمل کی گرانباری مطلقاً محسوس نہیں ہوئی۔ میں اکثر خواب میں تسبیح و تہلیل اور تمجید و تحمید کی آوازیں سنا کرتی تھی۔ جب امام رضا علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو آپ نے زمین پر تشریف لاتے ہی اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دیے اور اپنا فرق مبارک آسمان کی طرف بلند کر دیا۔ آپ کے لبہائے مبارک جنبش کرنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آپ خدا سے کچھ باتیں کر رہے ہیں، اسی اثنا میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تشریف لائے اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تمہیں خداوند عالم کی یہ عنایت و کرامت مبارک ہو۔ پھر میں نے مولود مسعود کو آپ کی آغوش میں دے دیا۔ آپ نے اس کے داہنے کان میں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ اس کے بعد آپ . . . نے ارشاد کیا کہ بگیر این را کہ بقیہ خدا است در زمین وحجت خدا است بعد از من"۔ اسے لے لو یہ زمین پر خدا کی نشانی ہے اور میرے بعد حجت اللہ کے فرائض کا ذمہ دار ہے۔ ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ آپ دیگر آئمہ علیہم السلام کی طرح مختون اور ناف بریدہ متولد ہوئے تھے۔ (فصل الخطاب وجلاء العیون ص۲۷۹)۔

نام، کنیت، القاب

آپ کے والد ماجد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے لوح محفوظ کے مطابق اور تعیین رسول صلعم کے موافق آپ کو "اسم علی" سے موسوم فرمایا، آپ آلِ محمدؐ میں کے تیسرے "علی" ہیں۔ (اعلام الوریٰ ص۲۲۵ ومطالب السؤل ص۲۸۲) آپ کی کنیت "ابوالحسن" تھی اور آپ کے القاب صابر، زکی، ولی، رضی، وصی تھے۔ واشہرھا الرضا۔ اور مشہور ترین لقب رضا تھا (نورالابصار ص۱۲۸ وتذکرہ خواص الامۃ ص۱۹۸)

لقب رضا کی توجیہ

علامہ طبرسی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کو رضا اس لیے کہتے تھے کہ آسمان و زمین میں خداوند عالم، رسول اکرم اور آئمہ طاہرین، نیز تمام مخالفین وموافقین آپ سے راضی تھے۔ (اعلام الوریٰ ص۱۸۲) علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ بزنطی نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے لوگوں کی افواہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ کے والد ماجد کو لقب رضا سے "مامون رشید نے ملقب کیا تھا۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں یہ لقب خدا و رسول کی خوشنودی کا جلوہ بردار ہے اور خاص بات یہ ہے کہ آپ سے موافق ومخالف دونوں راضی اور خوشنود تھے۔ (جلاء العیون ص۲۷۹ وروضۃ الصفا جلد ۳ ص۱۲)۔

آپ کی تربیت

آپ کی نشوونما اور تربیت اپنے والد بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے زیر سایہ ہوئی اور اسی مقدس ماحول میں بچپنا اور جوانی کی متعدد منزلیں طے ہوئیں اور ۳۰ برس کی عمر پوری ہوئی۔ اگرچہ آخری چند سال اس مدت کے وہ تھے۔ جب امام موسیٰ کاظمؑ اعراق میں قید ظلم کی سختیاں برداشت کر رہے تھے مگر اس سے پہلے ۲۴ یا ۲۵ برس آپ کو برابر اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔

بادشاہانِ وقت

آپ نے اپنی زندگی کی پہلی منزل سے تا بہ عہد وفات بہت سے بادشاہوں کے دور دیکھے۔ آپ ۱۵۳ھ میں یہ عہد منصور دوانقی متولد ہوئے۔ (تاریخ خمیس) ۱۵۸ھ میں مہدی عباسی ۱۶۹ھ میں ہادی عباسی ۱۷۰ھ میں ہارون رشید عباسی ۱۹۴ھ میں، امین عباسی ۱۹۸ھ میں مامون رشید عباسی علی الترتیب خلیفہ وقت ہوتے رہے (ابن الوردی حبیب السیر ابوالفداء) آپ نے ہر ایک کا دور بچشم خود دیکھا اور آپ پدر بزرگوار نیز دیگر اولادِ علی وفاطمہ کے ساتھ جو کچھ ہوتا رہا، اُسے آپ ملاحظہ فرماتے رہے۔ یہاں تک

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

گر سنہ ۲۰۳ھ میں آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپ کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔

جانشینی

آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ حکومت وقت جس کی باگ ڈور اس وقت ہارون رشید عباسی کے ہاتھوں میں تھی۔ آپ کو آزادی کی سانس نہ لینے دے گی اور ایسے حالات پیش آجائیں گے کہ آپ کی عمر کے آخری حصے میں اور دنیا کو چھوڑنے کے موقع پر دوستانِ اہلبیت کا آپ سے ملنا یا بعد کے لیے رہنما کا دریافت کرنا غیر ممکن ہو جائے گا۔ اس لیے آپ نے انھیں آزادی کے دنوں اور سکون کے اوقات میں جب کہ آپ مدینہ میں تھے پیروانِ اہلبیت کو اپنے بعد ہونے والے امام سے روشناس کرانے کی ضرورت محسوس فرمائی۔ چنانچہ اولادِ علی و فاطمہ میں سے سترہ آدمی جو ممتاز حیثیت رکھتے تھے انھیں جمع فرما کر اپنے فرزند حضرت علی رضا علیہ السلام کی وصایت اور جانشینی کا اعلان فرما دیا اور ایک وصیت نامہ تحریراً بھی مکمل فرمایا جس پر مدینہ کے معززین میں سے ساٹھ آدمیوں کی گواہی لکھی گئی۔ یہ اہتمام دوسرے آئمہ کے یہاں نظر نہیں آیا۔ صرف ان خصوصی حالات کی بنا پر جن سے دوسرے آئمہ اپنی وفات کے موقع پر دوچار نہیں ہونے والے تھے۔

امام موسیٰ کاظم کی وفات اور امام رضا کے دورِ امامت کا آغاز

سنہ ۱۸۳ھ میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے قیدخانہ ہارون رشید میں اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ گذار کر درجۂ شہادت حاصل فرمایا۔ آپ کی وفات کے وقت امام رضا علیہ السلام کی عمر میری تحقیق کے مطابق تیس سال کی تھی۔ والد بزرگوار کی شہادت کے بعد امامت کی ذمہ داریاں آپ کی طرف منتقل ہو گئیں۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ بغداد میں ہارون رشید تختِ خلافت پر متمکن تھا۔ اور بنی فاطمہ کے لیے حالات بہت ہی ناسازگار تھے۔

ہارونی فوج اور خانۂ امام رضا علیہ السلام

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بعد دس برس ہارون رشید کا دور رہا۔ یقیناً وہ امام رضا علیہ السلام کے وجود کو بھی دنیا میں اسی طرح برداشت نہیں کر سکتا تھا جس طرح اس کے پہلے آپ کے والدِ بزرگوار کا رہنا اس نے گوارا نہیں کیا۔ مگر یا تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ جو طویل مدت تک تشدد اور ظلم ہوتا رہا اور جس کے نتیجہ میں قیدخانہ ہی کے اندر آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اس سے حکومتِ وقت کی عام بدنامی ہو گئی تھی اور یا واقعی ظالم کو بدسلوکیوں کا احساس اور ضمیر کی طرف سے ملامت کی کیفیت تھی جس کی وجہ سے کھلم کھلا امام رضا کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی تھی۔ لیکن وقت سے پہلے اس نے امام رضا علیہ السلام کو ستانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نہیں کیا۔ حضرت کے عہدۂ امامت کو سنبھالتے ہی ہارون رشید نے آپ کا گھر لٹوا دیا، اور عورتوں کے زیورات اور کپڑے تک اتروا لئے تھے۔

تاریخ اسلام میں ہے کہ ہارون رشید نے اس حوالہ اور بہانے سے کہ محمد بن جعفر صادق علیہ السلام نے اس کی حکومت و خلافت سے انکار کر دیا ہے۔ ایک عظیم فوج عیسیٰ جلودی کی ماتحتی میں مدینہ منورہ بھیج کر حکم دیا کہ علی و فاطمہ کی تمام اولاد کو بالکل ہی تباہ و برباد کر دیا جائے۔ ان کے گھروں میں آگ لگا دی جائے۔ ان کے سامان لوٹ لیے جائیں اور انھیں اس درجہ مفلوج اور مفلوک کر دیا جائے کہ پھر ان میں کسی قسم کے حوصلہ کے ابھرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکے اور محمد بن جعفر کو گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے۔ عیسیٰ جلودی نے مدینہ پہنچ کر تعمیل حکم کی سعی بلیغ کی اور ہر ممکن طریقہ سے بنی فاطمہ کو تباہ و برباد کیا۔ حضرت محمد بن جعفر علیہ السلام نے بھرپور مقابلہ کیا۔ لیکن آخر میں گرفتار ہو کر ہارون رشید کے پاس پہنچا دیئے گئے۔ عیسیٰ جلودی سادات کرام کو لوٹ کر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے دولت کدہ پر پہنچا اور اس نے خواہش کی کہ وہ حسب حکم ہارون رشید، خانہ امام میں داخل ہو کر اپنے ہاتھوں سے عورتوں کے زیورات اور کپڑے اتارے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا، میں خود تمھیں سارا سامان لاکر دیے دیتا ہوں۔ پہلے تو وہ اس پر راضی نہ ہوا۔ لیکن بعد میں کہنے لگا کہ اچھا آپ ہی اتار لائیے۔ آپ محل سرا میں تشریف لے گئے اور آپ نے تمام زیورات اور سارے کپڑے ایک ستر پوش چادر کے علاوہ لاکر دے دیا۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ اثاث البیت نقد و جنس یہاں تک کہ بچوں کے کان کے بُندے سب کچھ اس کے حوالہ کر دیا۔ وہ ملعون تمام سامان لے کر بغداد روانہ ہو گیا۔ یہ واقعہ آپ کے آغاز امامت کا ہے۔ علامہ مجلسی بحارالانوار میں لکھتے ہیں کہ محمد بن جعفر صادق کے واقعہ سے امام علی رضا علیہ السلام کا کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ اکثر اپنے چچا محمد کو خاموشی کی ہدایت اور صبر کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ ابوالفرج اصفہانی مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں کہ محمد بن جعفر نہایت متقی اور پرہیزگار شخص تھے۔ کسی ناصبی نے دستی کتبہ لکھ کر مدینہ کی دیواروں پر چسپاں کر دیا تھا جس میں حضرت علیؑ و فاطمہؑ کے متعلق نازیبا الفاظ تھے۔ یہی آپ کے خروج کا سبب بنا۔ آپ کی بیعت لفظ امیرالمومنین سے کی گئی۔ آپ جب نماز کو نکلتے تھے تو آپ کے ساتھ دو سو صلحاء و اتقیاء ہوا کرتے تھے۔ علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد صفوان بن یحیٰی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کہا کہ مولا ہم آپ کے بارے میں ہارون رشید سے بہت خائف ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں آپ کے ساتھ وہی سلوک نہ کرے جو آپ کے والد کے ساتھ کر چکا ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو اپنی سعی کرے گا۔ لیکن مجھ پر کامیاب نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حالات نے اسے کچھ اس درجہ آخر میں مجبور کر دیا تھا کہ وہ کچھ بھی

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ذکر کیا یہاں تک کہ جب خالد بن یحییٰ برمکی نے اس سے کہا کہ امام رضا اپنے باپ کی طرح امامت کا اعلان کرتے اور اپنے کو امام زمانہ کہتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ ہم جوان کے ساتھ کر چکے ہیں وہی ہمارے لیے کافی ہے۔ اب تو چاہتا ہے کہ "ان لقتلھم جمیعًا" ہم سب کے سب کو قتل کر ڈالیں، اب میں ایسا نہیں کروں گا۔ (نور الابصار ص۱۴۴ طبع مصر)۔

علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ پھر بھی ہارون رشید کا اہلبیت رسول سے شدید اختلاف اور سادات کے ساتھ جو برتاؤ اب تک رہا تھا۔ اس کی بنا پر عام طور سے عمال حکومت یا عام افراد بھی جنھیں حکومت کو راضی رکھنے کی خواہش تھی۔ اہلبیت کے ساتھ کوئی اچھا رویہ رکھنے پر تیار نہیں ہو سکتے تھے اور نہ امام کے پاس آزادی کے ساتھ لوگ استفادہ کے لیے آ سکتے تھے۔ نہ حضرت کو سچے اسلامی احکام کی اشاعت کے مواقع حاصل تھے۔

ہارون کا آخری زمانہ اپنے دونوں بیٹوں، امین اور مامون کی باہمی رقابتوں سے بہت بے لطفی میں گزرا، امین پہلی بیوی سے تھا جو خاندان شاہی سے منصور دوانقی کی پوتی تھی اور اس لیے عرب سردار سب اس کے طرفدار تھے اور مامون ایک عجمی کنیز کے پیٹ سے تھا اس لیے دربار کا عجمی طبقہ اس سے محبت رکھتا تھا۔ دونوں کی آپس کی رسہ کشی ہارون کے لیے سوہان روح بنی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے خیال میں اس کا تصفیہ مملکت کی تقسیم کے ساتھ یوں کر دیا کہ دارالسلطنت بغداد اور اس کے چاروں طرف کے عربی حصے جیسے شام۔ مصر۔ حجاز یمن وغیرہ محمد امین کے نام کیے اور مشرقی ممالک جیسے ایران۔ خراسان۔ ترکستان وغیرہ مامون کے لیے مقرر کیے مگر یہ تصفیہ تو اس وقت کارگر ہو سکتا تھا جب دونوں فریق "جیو اور جینے دو" کے اصول پر عمل کرتے ہوتے۔ لیکن جہاں اقتدار کی ہوس کار فرما ہو۔ وہاں بنی عباس میں ایک گھر کے اندر دو بھائی اگر ایک دوسرے کے مد مقابل ہوں تو کیوں نہ ایک دوسرے کے خلاف جارحانہ کارروائی کرنے پر تیار نظر آتے اور کیوں نہ ان طاقتوں میں باہمی تصادم ہو۔ جب کہ ان میں سے کوئی اس ہمدردی اور ایثار اور خلق خدا کی خیر خواہی کا بھی حامل نہیں ہے۔ جیسے بنی فاطمہ اپنے پیش نظر رکھ کر اپنے واقعی حقوق سے چشم پوشی کر لیا کرتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ادھر ہارون کی آنکھ بند ہوئی اور ادھر بھائیوں میں خانہ جنگیوں کے شعلے بھڑک اٹھے۔ آخر چار برس کی مسلسل کشمکش اور طویل خونریزی کے بعد مامون کو کامیابی ہوئی اور اس کا بھائی امین محرم ۱۹۸ھ میں تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا اور مامون کی خلافت تمام بنی عباس کے حدود سلطنت پر قائم ہو گئی۔

یہ سچ ہے کہ ہارون رشید کے ایام سلطنت میں آپ کی امامت کے دس سال گزرے اس زمانہ میں عیسیٰ جلودی کی تاخت کے بعد پھر اس نے آپ کے معاملات کی طرف بالکل سکوت اور خاموشی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اختیار کر لی اس کی دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ اس دس سالہ زندگی کے ابتدائی ایام میں وہ آل برامکہ کے استیصال۔ رافع بن لیث ابن تیار کے غدر اور فساد کے انسداد میں جو سمرقند کے علاقے سے نمودار ہو کر ماوراء النہر اور حدود عرب تک پھیل چکا تھا۔ ایسا ہمہ وقت اور ہمہ دم الجھا رہا کہ پھر اس کو ان امور کی طرف توجہ کرنے کی ذرا بھی فرصت نہ ملی۔ دوسرے یہ کہ اپنی دس سالہ مدت کے آخری ایام میں یہ اپنے بیٹوں میں ملک تقسیم کر دینے کے بعد خود ایسا کمزور اور مجبور ہو گیا تھا کہ کوئی کام اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا تھا۔ نام کا بادشاہ بنا بیٹھا ہوا اپنی زندگی کے دن نہایت عسرت اور تنگی کی حالتوں میں کاٹ رہا تھا۔ اس کے ثبوت کے لیے واقعہ ذیل ملاحظہ فرمائیں۔ صباح طبری کا بیان ہے کہ ہارون جب خراسان جانے لگا۔ تو میں نہروان تک اس کی مشایعت کو گیا۔ راستہ میں اس نے بیان کیا کہ اے صباح تم اب کے بعد پھر مجھے زندہ نہ پاؤ گے۔ میں نے کہا امیرالمومنین ایسا خیال نہ کریں۔ آپ انشاء اللہ صحیح و سالم اس سفر سے واپس آئیں گے۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ شاید تجھ کو میرا حال معلوم نہیں ہے۔ آ، میں دکھاؤں، پھر مجھے راستہ کاٹ کر ایک سمت درخت کے نیچے لے گیا اور وہاں سے اپنے خواصوں کو ہٹا کر اپنے بدن کا کپڑا اٹھا کر مجھے دکھایا، تو ایک پارچہ ریشم شکم پر لپیٹا ہوا تھا، اور اس سے سارا بدن کسا ہوا تھا۔ یہ دکھا کر مجھ سے کہا کہ میں مدت سے بیمار ہوں، تمام بدن میں درد اٹھتا ہے۔ مگر کسی سے اپنا حال کہہ نہیں سکتا۔ تمہارے پاس بھی یہ راز امانت رہے میرے بیٹوں میں سے ہر ایک کا گماشتہ میرے اوپر مقرر ہے۔ مامون کی طرف سے مسرور، امین کی جانب سے بختیشوع۔ یہ لوگ میری سانس تک گنتے رہتے ہیں، اور نہیں چاہتے کہ میں ایک روز بھی زندہ رہوں، اگر تم کو یقین نہ ہو تو دیکھو میں تمہارے سامنے گھوڑا سواری کے لئے مانگتا ہوں، ایسا لاغر ٹٹو میرے لیے لائیں گے جس پر سوار ہو کر میں اور زیادہ بیمار ہو جاؤں، یہ کہہ کر گھوڑا طلب کیا۔ واقعی ایسا ہی لاغر اڑیل ٹٹو حاضر کیا۔ اس پر ہارون بے چون و چرا سوار ہو گیا اور مجھ کو وہاں سے رخصت کر کے جرجان کا راستہ پکڑ لیا۔ (لمعۃ الضیاء ص۹۳)۔

بہرحال ہارون رشید کی یہی مجبوریاں تھیں۔ جنھوں نے اس کو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے مخالفانہ امور کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیا۔ ورنہ اگر اسے فرصت ہوتی اور وہ اپنی قدیم ذی اختیار کی کی حالتوں پر قائم رہتا تو اس سلسلہ کی غارت گری و بربادی کو کبھی بھولنے والا نہیں تھا، مگر اس وقت کیا کر سکتا تھا۔ اپنے ہی دست و پا اپنے اختیار میں نہیں تھے۔ بہرحال ہارون رشید اسی تنگی اس مجبوری ناداری اور بے اختیاری کی غیر متحمل مصیبتوں میں خراسان پہنچ کر شروع ۱۹۳ھ میں مر گیا۔

ان دونوں بھائیوں امین اور مامون کے متعلق مورخین کا کہنا ہے کہ مامون تو پھر بھی سوجھ بوجھ اور اچھے کیریکٹر کا آدمی تھا۔ لیکن امین عیاش، لاابالی اور کمزور طبیعت کا تھا۔ سلطنت کے تمام حصوں نے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بازی گر، مسخرے اور نجومی جوتشی بلوائے۔ نہایت خوب صورت طوائف اور نہایت کامل گانے والوں اور خواجہ سراؤں کو بڑی بڑی رقمیں خرچ کرکے اور ناٹک کی ایک محفل مثل اندر سبھا کے ترتیب دی۔ یہ تھیٹر اپنے زرق برق سامانوں سے پریوں کا اکھاڑا معلوم ہوتا تھا۔ سیوطی نے ابن جریر سے نقل کیا ہے کہ امین اپنی بیویوں اور کنیزوں کو چھوڑ کر خصیوں سے لواطت کرتا تھا (تاریخ اسلام جلد ۱ ص۶)۔

امام علی رضا کا حج اور ہارون رشید عباسی

زمانۂ ہارون رشید میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام حج کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ اسی سال ہارون رشید بھی حج کے لیے آیا ہوا تھا۔ خانہ کعبہ میں داخلے کے بعد امام علی رضا علیہ السلام ایک دروازے سے اور ہارون رشید دوسرے دروازے سے نکلے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دوسرے دروازے سے نکلنے والا جو ہم سے دور جا رہا ہے، عنقریب طوس میں دونوں ایک جگہ ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ یحییٰ ابن خالد برمکی کو امام علیہ السلام نے مکہ میں دیکھا کہ وہ رومال سے گرد کی وجہ سے منہ بند کیے ہوئے جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے پتہ بھی نہیں کہ اس کے ساتھ امسال کیا ہونے والا ہے۔ یہ عنقریب تباہی کی منزل میں پہنچا دیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ راوی مسافر کا بیان ہے کہ حج کے موقع پر امام علیہ السلام نے ہارون رشید کو دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملاتے ہوئے فرمایا کہ میں اور یہ اسی طرح ایک ہو جائیں گے۔ وہ کہتا ہے کہ میں اس ارشاد کا مطلب اس وقت سمجھا جب آپ کی شہادت واقع ہوئی اور دونوں ایک مقبرہ میں دفن ہوئے۔ موسیٰ بن عمران کا کہنا ہے کہ اسی سال ہارون رشید مدینہ منورہ پہنچا اور امام علیہ السلام نے اسے خطبہ دیتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ عنقریب میں اور ہارون ایک ہی مقبرہ میں دفن کیے جائیں گے۔ (نور الابصار ص۱۴۴)۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا مجدد مذہب امامیہ ہونا

احادیث میں ہر سو سال کے بعد ایک مجدد اسلام کے نمود و شہود کا نشان ملتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جو اسلام کا مجدد ہوگا اس کے تمام ماننے والے اسی کے مسلک پر گامزن اور اسی کے اصول و فروع کے سراہنے والے ہوں گے اور مجدد کا جو بنیادی مذہب ہوگا۔ اس کے ماننے والوں کا بھی وہی مذہب ہوگا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام جو قطعی طور پر فرزند رسول اسلام تھے۔ وہ اسی مسلک پر گامزن تھے۔ جس مسلک کی بنیاد پیغمبر اسلام اور علی خیر الانام کا وجود ذی جود تھا۔ یہ مسلمات سے ہے کہ آل محمد علیہم السلام پیغمبر علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے تھے اور انھیں کے خدائی منشاء اور بنیادی مقصد کی تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ یعنی آل محمد کا مسلک وہی تھا جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آلہ وسلم کا مسلک تھا۔ علامہ ابن اثیر جزری اپنی کتاب جامع الاصول میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام تیسری صدی ہجری میں اور ثقۃ الاسلام علامہ کلینی چوتھی صدی ہجری میں مذہب امامیہ کے مجدد تھے۔ علامہ قونوی اور ملا مبین نے اسی کو دوسری صدی کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے (وسیلۃ النجات ص ۳۷۶ و شرح جامع صغیر) محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز ابن اثیر کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن اثیر جذری صاحب جامع الاصول کہ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا مجدد مذہب امامیہ در قرن ثالث گفتہ است۔ ابن اثیر جذری صاحب جامع الاصول نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو تیسری صدی میں مذہب امامیہ کا مجدد ہونا ظاہر و واضح فرمایا ہے (تحفۂ اثنا عشریہ کید ۸۵ ص ۸۳) بعض علمائے اہل سنت نے آپ کو دوسری صدی کا اور بعض نے تیسری صدی کا مجدد بتلایا ہے۔ میرے نزدیک دونوں درست ہے۔ کیوں کہ دوسری صدی میں امام رضا علیہ السلام کی ولادت اور تیسری صدی کے آغاز میں آپ کی شہادت ہوئی ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کے اخلاق و عادات اور شمائل و خصائل

آپ کے اخلاق و عادات اور شمائل و خصائل کا لکھنا اس لیے دشوار ہے کہ وہ بے شمار ہیں یہ مشتے نمونہ از خروارے" ہیں بحوالہ علامہ شبلنجی ابراہیم بن عباس تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے کبھی کسی شخص کے ساتھ گفتگو کرنے میں سختی نہیں کی، اور کبھی کسی بات کو قطع نہیں فرمایا۔ آپ کے مکارم عادات سے تھا، کہ جب بات کرنے والا اپنی بات ختم کر لیتا تب اپنی طرف سے آغاز کلام فرماتے۔ کسی کی حاجت روائی اور کام نکالنے میں حتی المقدور دریغ نہ فرماتے۔ کبھی اپنے ہمنشیں کے سامنے پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے اور نہ اہل محفل کے روبرو تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے۔ کبھی اپنے غلاموں کو گالی نہ دی۔ اور چیزوں کا کیا ذکر۔ میں نے کبھی آپ کو تھوکتے اور ناک صاف کرتے نہیں دیکھا۔ آپ قہقہہ لگا کر ہرگز نہیں ہنستے تھے۔ خندہ زنی کے موقع پر آپ تبسم فرمایا کرتے تھے۔ محاسن اخلاق اور تواضع و انکساری کی یہ حالت تھی کہ دسترخوان پر سائیس اور دربان تک کو اپنے ساتھ بٹھا لیتے۔ راتوں کو بہت کم سوتے اور اکثر راتوں کو شام سے صبح تک شب بیداری کرتے تھے۔ اکثر اوقات روزے سے ہوتے تھے۔ مگر ہر مہینے کے تین روزے تو آپ سے کبھی قضا نہیں ہوئے۔ ارشاد فرماتے تھے کہ ہر ماہ میں کم از کم تین روزے رکھ لینا ایسا ہے۔ جیسے کوئی ہمیشہ روزے سے رہے۔ آپ کثرت سے خیرات کیا کرتے تھے۔ اور اکثر رات کے تاریک پردہ میں اس استحباب کو ادا فرمایا کرتے تھے۔ موسم گرما میں آپ کا فرش جس پر آپ بیٹھ کر فتویٰ دیتے یا مسائل بیان کیا کرتے بوریا ہوتا تھا اور سرما میں کمبل

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ کا یہی طرز اُس وقت بھی رہا جب آپ ولی عہد حکومت تھے۔ آپ کا لباس گھر میں موٹا اور خشن ہوتا تھا اور رفع طعن کے لیے باہر آپ اچھا لباس پہنتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا کہ حضور اتنا عمدہ لباس کیوں استعمال فرماتے ہیں آپ نے اندر کا پیراہن دکھلا کر فرمایا۔ اچھا لباس دُنیا والوں کے لیے اور کمبل کا پیراہن خدا کے لیے ہے۔ علامہ موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ حمام میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص جندی نامی آ گیا اور اُس نے بھی نہانا شروع کیا۔ دورانِ غسل میں اُس نے امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ میرے جسم پر پانی ڈال دیجئے۔ آپ نے پانی ڈالنا شروع کیا اتنے میں ایک شخص نے کہا۔ اے جندی فرزندِ رسول سے خدمت لے رہا ہے۔ ارے یہ امام رضا ہیں، یہ سُننا تھا کہ وہ پیروں پر گر پڑا اور معافی مانگنے لگا۔ (نورالابصار ص ۳۸ و ص ۳۹)۔

ایک مرد بلخی ناقل ہے کہ میں حضرت کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ ایک مقام پر دسترخوان بچھا تو آپ نے تمام غلاموں کو جن میں حبشی بھی شامل تھے بُلا کر بٹھلا لیا۔ میں نے عرض کیا مولا انہیں علیحدہ بٹھلائیں تو کیا حرج ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سب کا رب ایک ہے۔ اور ماں باپ آدم و حوا بھی ایک ہیں اور جزا و سزا اعمال پر موقوف ہے تو پھر تفرقہ کیا۔ آپ کے ایک خادم یاسر کا کہنا ہے کہ آپ کا یہ تاکیدی حکم تھا کہ میرے آنے پر کوئی خادم کھانا کھانے کی حالت میں میری تعظیم کو نہ اُٹھے۔ معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ جب بھی دسترخوان بچھتا آپ ہر کھانے میں سے ایک ایک لقمہ نکال لیتے تھے، اور اُسے مسکینوں اور یتیموں کو بھیج دیا کرتے تھے۔ شیخ صدوق تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ بزرگی تقویٰ سے ہے جو مجھ سے زیادہ متقی ہے وہ مجھ سے بہتر ہے۔ ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ آپ مجھے اپنی حیثیت کے مطابق کچھ مال دُنیا سے دیجئے۔ آپ نے فرمایا یہ مشکل ہے۔ پھر اُس نے عرض کی اچھا میری حیثیت کے مطابق عنایت کیجئے، فرمایا یہ ممکن ہے۔ چنانچہ آپ نے اُسے دو سو اشرفی عنایت فرما دی۔ ایک مرتبہ نویں ذی الحجہ یوم عرفہ آپ نے راہِ خدا میں سارا گھر لٹا دیا۔ یہ دیکھ کر فضل بن سہیل وزیر مامون نے کہا حضرت یہ تو غرامت یعنی اپنے آپ کو نقصان پہنچانا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ غرامت نہیں غنیمت ہے میں اس کے عوض میں خدا سے نیکی اور حسنہ لوں گا۔ آپ کے خادم یاسر کا بیان ہے کہ ہم ایک دن میوہ کھا رہے تھے اور کھانے میں ایسا کرتے تھے کہ ایک پھل سے کچھ کھاتے اور کچھ پھینک دیتے تھے۔ ہمارے اس عمل کو آپ نے دیکھ لیا اور فرمایا نعمت خدا کو ضائع نہ کرو۔ ٹھیک سے کھاؤ اور جو بچ جائے اُسے کسی محتاج کو دے دو۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مزدور کی مزدوری پہلے طے کرنا چاہیے۔ کیونکہ چکائی ہوئی اُجرت سے زیادہ جو کچھ دیا جائے گا۔ پانے والا اُس کو انعام سمجھے گا۔ صولی کا بیان ہے کہ آپ اکثر عود ہندی کا بخور کرتے اور مشک و گلاب کا پانی استعمال کرتے تھے۔ عطریات کا آپ کو بڑا شوق تھا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نمازِ صبح اوّل وقت پڑھتے اس کے بعد سجدہ میں چلے جاتے تھے، اور نہایت ہی طول دیتے تھے۔ پھر لوگوں کو پند و نصائح فرماتے۔ سلیمان بن جعفر کا کہنا ہے کہ آپ اپنے آباؤ اجداد کی طرح خرمے کو بہت پسند فرماتے تھے۔ آپ شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ جب بھی آپ بستر پر لیٹتے تھے تا بہ خواب قرآن مجید کے سورے پڑھا کرتے تھے۔ موسیٰ بن سیار کا بیان ہے کہ آپ اکثر اپنے شیعوں کی میت میں شرکت فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہر روز شام کے وقت امام وقت کے سامنے شیعوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شیعہ گناہ گار ہوتا ہے تو امام اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ کے سامنے جب بھی کوئی آتا تھا۔ آپ پہچان لیتے تھے کہ مومن ہے یا منافق (اعلام الوریٰ تحفہ رضویہ کشف الغمہ ص ۱۱۲) علامہ محمد رضا لکھتے ہیں کہ آپ ہر سوال کا جواب قرآن مجید سے دیتے تھے اور روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ (جنات الخلود ص ۳۱)۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعض کرامات

آپ کے قول و فعل سے بے انتہا کرامات کا ظہور ہوا ہے جن میں سے چند اس جگہ لکھے جاتے ہیں علامہ مومن شبلنجی رقمطراز ہیں۔

(۱) ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام نے امین اور ماموں پر نظر ڈالتے ہوئے فرمایا کہ عنقریب امین کو ماموں قتل کر دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور امین عباسی ۲۲ محرم ۱۹۸ھ ہجری کو چار سال آٹھ ماہ سلطنت کرنے کے بعد ماموں رشید کے ہاتھوں قتل ہوا (تاریخ اسلام جلد ا ص ۲ و نور الابصار)۔

(۲) حسین بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک مقام پر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں جعفر بن عمر العلوی کا گزر ہوا۔ ہم اس کی شکل و شباہت اور ہیئت و حالت دیکھ کر آپس میں باتیں کرنے لگے حضرت امام رضا نے فرمایا یہ عنقریب دولت مند اور رئیس ہو جائے گا اور اس کی حالت جلد تبدیل ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور وہ ایک ماہ کے اندر مدینہ کا گورنر ہو گیا۔

(۳) جعفر بن صالح سے آپ نے فرمایا کہ تیری بیوی کے دو جوڑواں بچے ہوں گے۔ ایک کا نام علی اور دوسرے کا نام اُم عمر رکھنا۔ جب اس کے یہاں ولادت ہوئی ہے تو ایسا ہی ہوا۔ جعفر بن صالح نے اپنی ماں سے کہا۔ امام علی رضا نے یہ ام عمر کیا نام تجویز فرمایا ہے۔ اس نے کہا تیری دادی کا نام ام عمر تھا۔ حضرت نے اسی کے نام پر اسے موسوم فرمایا۔

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(۴) آپ نے ایک شخص کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اسے میرے پاس بلاؤ۔ جب وہ لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تو وصیت کرلے اور امر حتمی کے لیے تیار ہو جا۔ "فمات الرجل بعد ثلاثۃ ایام" اس فرمانے کے تین دن بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ (نور الابصار صہ۱۳۹)۔

(۵) علامہ عبدالرحمٰن رقمطراز ہیں کہ ایک شخص خراسان کے ارادہ سے نکلا۔ اسے اس کی لڑکی نے ایک حلہ دیا کہ اسے فروخت کرکے فیروزہ لیتے آنا۔ وہ کہتا ہے کہ جب میں مقام مرو پہنچا تو امام رضا کے ایک خادم نے مجھ سے کہا کہ ایک دوست دار اہلبیت کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس کے کفن کی ضرورت ہے تو اپنا حلہ میرے ہاتھ فروخت کر دے تاکہ میں اسے اس کے کفن کے لیے استعمال کروں۔ اس مرد کوفی نے کہا کہ میرے پاس کوئی حلہ برائے فروخت نہیں ہے۔ خادم نے امام رضا علیہ السلام سے واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے جاکر میرا سلام کہہ دے اور اسے میرا پیغام پہنچا کہ تیری لڑکی نے جو حلہ برائے خرید فیروزہ دیا ہے۔ وہ فروخت کر دے۔ اس نے بڑا تعجب کیا اور حلہ نکال کر اس کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔ اس کوفی کا بیان ہے کہ میں نے یہ سوچ کر کہ وہ بڑے باکمال ہیں ان سے چند سوالات کرنا چاہا اور اسی ارادے سے ان کے مکان پر گیا لیکن اتنا اژدحام تھا کہ میں دولت سرا تک نہ پہنچ سکا۔ دور کھڑا سوچ ہی رہا تھا کہ ایک غلام نے ایک پرچہ لاکر دیا اور کہا کہ امام رضا علیہ السلام نے یہ پرچہ عنایت فرماتے ہوئے کہا ہے کہ تیرے سوالات کے جوابات اس میں مرقوم ہیں۔ چوں نگاہ کردم جواب مسئلہ ہائے من بود۔ جب میں نے اسے دیکھا تو واقعاً میرے سوالات کے جوابات تھے۔

(۶) ریان بن صلت کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے دل میں یہ تھا کہ میں حضرت سے اپنے لیے جامے اور ان سے وہ درہم مانگوں گا جس پر آپ کا اسم گرامی کندہ ہوگا۔ میرے حاضر ہوتے ہی آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ یہ جامے اور سکے چاہتے ہیں۔ انھیں دو جامے اور میرے نام کے تیس سکے دے دو۔

(۷) ایک تاجر کو کرمان کے راستے میں ڈاکوؤں نے پکڑ کر اس کے منہ میں اس درجہ برف بھر دی، کہ اس کی زبان اور اس کا جبڑا از کار رفتہ ہو گیا۔ اس نے بہت علاج کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ایک دن اس نے سوچا کہ مجھے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر علاج کی درخواست کرنی چاہیے، یہ سوچ کر وہ رات میں سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں۔ انھوں نے فرمایا کہ کمونی سعتر اور نمک کو پانی میں بھگو کر تین چار بار غرغرہ کرو۔ انشاء اللہ شفا ہو جائے گی۔ جب میں خواب سے بیدار ہو کر حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے فرمایا تمہارا وہی علاج ہے، جو میں نے تم کو خواب میں بتلایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنا خواب

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُن سے بیان نہیں کیا تھا۔ اِس کے باوجود آپ نے یہی جواب دیا۔ علاّمہ اربلی لکھتے ہیں کہ حضرت نے جو دَوا بتائی تھی اُس کے اجزاء یہ ہیں زیرہ کرمانی، صعتر، نمک (کشف الغمہ ص۱۱۲)

(۸) ابو اسماعیل سندھی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض پرداز ہوا۔ کہ مولا مجھے عربی زبان نہیں آتی۔ آپ نے اُس کے لبوں پر دستِ مُبارک پھیر کر اُسے عربی میں گویا بنا دیا۔

(۹) ایک حاجی نے آپ سے بہت سے سوالات کئے، آپ نے سب کا جواب دے کر فرمایا کہ وہ سوال تم نے نہیں کیا جو احرام کے لباس سے متعلق تھا جس میں تمہیں شک ہے۔ اُس نے کہا ہاں مولا اسے بھول گیا تھا۔ آپ نے فرمایا اس مخصوص لباس میں احرام دُرست ہے۔

(۱۰) آپ نے خاکِ زمین سُونگھ کر اپنی قبر کی جگہ بتا دی۔

(۱۱) ایک شخص معتمد کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السّلام کے پاس کھڑا تھا کہ چڑیوں کا ایک جھُنڈ امام کے پاس آکر چیخنے لگا۔ امام نے مجھ سے کہا جانتے ہو یہ کیا کہتا ہے میں نے کہا کہ خدا و رسُول اور فرزندِ رسُول ہی اسے جان سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس جھنڈ کا کہنا ہے کہ ایک سانپ آیا ہوا ہے اور وہ میرے بچوں کو کھانا چاہتا ہے تم جاؤ اور اُسے تلاش کرکے مار ڈالو۔ چنانچہ میں اُس مقام پر گیا اور سانپ کو مار ڈالا۔ شواہد النبوت ص۱۹۹ تا ص۲۰۱)۔

(۱۲) علاّمہ محمد رضا لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ قحط پڑا آپ نے دُعا کی۔ ٹکڑا ابر نمودار ہوا۔ لوگ خوش ہو گئے لیکن آپ نے فرمایا کہ یہ ٹکڑا ابر کا فلاں مقام کے لیے ہے۔ اسی طرح کئی بار ہوا۔ آخر میں آپ نے ایک ٹکڑا ابر کے نمودار ہونے پر فرمایا کہ یہ یہاں برسے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (جنات الخلود ص۳۱۔ عیون اخبار رضا ص۲۱۴)۔

(۱۳) علاّمہ طبرسی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز آپ اپنی زمینداری پر تشریف لے گئے۔ جاتے وقت فرمایا کہ میرے ہمراہی کو چاہیئے کہ بارش کا سامان لے لے۔ حسن بن موسیٰ نے کہا کہ حضُور سخت گرمی ہے۔ بارش کے تو آثار نہیں ہیں۔ فرمایا بارش ضرور ہوگی۔ چنانچہ وہاں پہنچنے کے بعد ہی بارش کا نزُول شروع ہوگیا۔ اور خوب پانی برسا۔ (اعلام الوریٰ ص۱۸۹)۔

حضرت رسُولِ خُدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور جنابِ علی رضا علیہ السّلام

واقعہ تمر صیحانی

(۱۴) علاّمہ ابن حجر مکی۔ علاّمہ شبلنجی۔ علاّمہ عبداللہ رقمطراز ہیں کہ محمد ابن عیسیٰ بن حبیب کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں حضرت رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اپنے شہر کی اُس مسجد میں دیکھا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جس میں حاجی اُترتے اور نماز وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔ میں نے حضرت کو سلام کیا اور حضرت کے پاس طبق دیکھا جس میں نہایت عمدہ کھجوریں رکھی ہوئی تھیں۔ میرے سلام پر حضرت نے مجھے اٹھارہ دانے اس کھجور کے مرحمت فرمائے۔ میں اس خواب سے بیدار ہوا تو سمجھا کہ اب صرف اٹھارہ سال زندہ رہوں گا۔ اس خواب کے بیس دن بعد حضرت امام رضا علیہ السّلام مدینہ سے تشریف لائے، اور اسی مسجد میں اُترے جس میں حضرت رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ حضرت کے سامنے ایک طبق میں ویسی ہی کھجوریں رکھی تھیں۔ لوگ حضرت کے سلام کو دوڑے میں بھی گیا تو دیکھا کہ حضرت اسی جگہ تشریف فرما ہیں۔ جہاں میں نے خواب میں حضرت رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو تشریف فرما دیکھا تھا۔ میں نے سلام کیا تو حضرت نے جواب دیا اور اپنے قریب بلا کر ایک مٹھی اسی طبق کی کھجوریں مرحمت فرمائیں۔ میں نے گنی تو وہ بھی اٹھارہ تھیں۔ اسی قدر جتنی رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے خواب میں دی تھیں۔ میں نے عرض کی کہ حضور اور کچھ مرحمت ہو تو فرمایا۔ لوزادک رسول اللہ لزدناک کہ اگر رسُولِ خدا صلعم تم کو خواب میں اس سے زیادہ دیتے ہوتے تو میں بھی زیادہ دیتا۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۲، نورالابصار صفحہ ۱۴۴ ارجح المطالب صفحہ ۴۵۹)

حضرت امام رضا علیہ السّلام کا علمی کمال

مورّخین کا بیان ہے کہ آلِ محمدؐ کے اس سلسلہ میں ہر فرد حضرت احدیت کی طرف سے بلند ترین علم کے درجے پر قرار دیا گیا تھا جسے دوست اور دشمن سب کو ماننا پڑتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ کسی کو علمی فیوض پھیلانے کا زمانے نے کم موقعہ دیا، اور کسی کو زیادہ۔ چنانچہ ان حضرات میں سے امام جعفر صادق علیہ السّلام کے بعد اگر کسی کو سب سے زیادہ موقع حاصل ہوا ہے تو وہ حضرت امام رضا علیہ السّلام ہیں۔ جب آپ امامت کے منصب پر نہیں پہنچے تھے۔ اس وقت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام اپنے تمام فرزندوں اور خاندان کے لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ تمہارے بھائی علی رضا عالم آلِ محمدؐ ہیں۔ اپنے دینی مسائل کو ان سے دریافت کر لیا کرو، اور جو کچھ کہیں اُسے یاد رکھو اور پھر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی وفات کے بعد جب آپ مدینہ میں تھے اور روضۂ رسُول پر تشریف فرما رہتے تھے تو علمائے اسلام مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ محمدؐ بن عیسیٰ یقطینی کا بیان ہے کہ میں نے ان تحریری مسائل کو جو حضرت امام رضا علیہ السّلام سے پوچھے گئے تھے اور آپ نے ان کا جواب تحریر فرمایا تھا۔ اکٹھا کیا تو اٹھارہ ہزار کی تعداد میں تھے۔ صاحب لمعۃ الرضاء تحریر کرتے ہیں کہ حضرات آئمہ طاہرین علیہم السّلام کے خصوصیات میں یہ امر تمام تاریخی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مشاہد اور نیز حدیث و سیر کے اسانید معتبرہ سے ثابت ہے۔ باوجودیکہ اہلِ دنیا کو آپ حضرات کی تقلید اور متابعت فی الاحکام کا بہت کم شرف حاصل تھا۔ مگر بایں ہمہ تمام زمانہ و ہر خویش و بیگانہ آپ حضرات کو تمام علوم الہٰی اور اسرار الہٰی کا گنجینہ سمجھتا تھا اور محدثین و مفسرین اور تمام علماء و فضلا جو آپ کے مقابلہ کا دعویٰ رکھتے تھے۔ وہ بھی علمی مباحث و مجالس میں آپ حضرات کے آگے زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔ اور علمی مسائل کو حل کرنے کی ضرورتوں کے وقت حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے لے کر امام زین العابدین علیہ السلام تک استفادے کئے۔ وہ سب کتابوں میں موجود ہے۔ جابر بن عبداللہ انصاری اور حضرت امام محمدؐ باقر علیہ السلام کی خدمت میں سمع حدیث کے واقعات تمام حدیث کی کتاب میں محفوظ ہیں۔ اسی طرح ابوالطفیل عامری اور سعید بن جبیر آخری صحابہ کی تفصیلی حالات جو ان بزرگوں کے حال میں پائے جاتے ہیں، وہ سیر و تواریخ میں مذکور و مشہور ہیں صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین اور ان لوگوں کی فیض یابی کی بھی یہی حالت ہے۔ شعبی، زہری، ابن قتیبہ سفیان ثوری۔ ابن شیبہ۔ عبدالرحمٰن۔ عکرمہ۔ حسن بصری وغیرہ وغیرہ یہ سب کے سب جو اس وقت اسلامی دنیا میں دینیات کے پیشوا اور مقدس سمجھے جاتے تھے۔ ان ہی بزرگوں کے چشمہ فیض کے جرعہ نوش اور انہی حضرات کے سطح و ملتقط گوش تھے۔ جناب امام رضا علیہ السلام کو اتفاق حسنہ سے اپنے علم و فضل کے اظہار کے زیادہ مواقع پیش آئے کیونکہ مامون عباسی کے پاس جب تک دارالحکومت مرو تشریف فرما رہے۔ بڑے بڑے علماء و فضلا علوم مختلفہ میں آپ کی استعداد اور فضیلت کا اندازہ کرایا گیا اور کچھ اسلامی علماء و فضلا پر موقوف نہیں تھا۔ بلکہ علماء یہود و نصاریٰ سے بھی آپ کا مقابلہ کرایا گیا۔ مگر ان تمام مناظروں و مباحثوں میں ان تمام لوگوں پر آپ کی فضیلت و فوقیت ظاہر ہوئی۔ خود مامون بھی خلفائے عباسیہ میں سب سے زیادہ اعلم واقعہ تھا باوجود اس کے تبحر فی العلوم کا لوہا مانتا تھا اور چار و ناچار اس کا اعتراف اور اقرار پر اقرار کرتا تھا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ آپ جلالت قدر عزت و شرافت میں معروف و مذکور ہیں۔ اسی وجہ سے مامون آپ کو منزلہ اپنی روح و جان جانتا تھا۔ اس نے اپنی دختر کا نکاح آنحضرت علیہ السلام سے کیا۔ اور ملک و ولایت میں اپنا شریک گردانا۔ مامون برابر علماء ادیان و فقہائے شریعت کو جناب امام رضا علیہ السلام کے مقابلہ میں بلاتا اور مناظرہ کراتا۔ مگر آپ ہمیشہ ان لوگوں پر غالب آتے تھے اور خود ارشاد فرماتے تھے کہ میں مدینہ میں روضہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں بیٹھتا۔ وہاں کے علمائے کثیر جب کسی علمی مسئلہ میں عاجز آجاتے تو بالاتفاق میری طرف رجوع کرتے۔ جواب ہائے شافی دے کر ان کی تسلی و تسکین کر دیتا۔ ابوالصلت ابن صالح کہتے ہیں کہ حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام سے زیادہ کوئی عالم میری نظر سے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نہیں گزرا ۔ اور مجھ پر موقوف نہیں جو کوئی آپ کی زیارت سے مشرف ہوگا ۔ وہ میری طرح آپ کی اعلمیت کی شہادت دے گا ۔

حضرت امام رضا علیہ السلام اور حروف تہجی

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حروف تہجی یعنی (ا ب ج د) وغیرہ کی کوئی حیثیت نہیں ۔ لیکن جب اس کی حقیقت ارباب عصمت سے دریافت کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حروف جن سے قرآن مجید جیسی اعجازی کتاب مرتب کی گئی ہے اور جس پر کائنات کے افہام و تفہیم کا دارومدار ہے ۔ یہ اپنے دامن میں بے شمار صفات رکھتے ہیں اور خداوند عالم نے انھیں حروف کو اپنی معرفت کا ذریعہ بنایا ہے اور ہر حرف میں خاص چیز پنہاں رکھی ہے ۔ حضرت امام رضا علیہ السلام سے ان حروف تہجی کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے بحوالہ باب مدینۃ العلم حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرمایا کہ "ا" سے آلاء اللہ ، خدا کی نعمتیں "ب" سے بہاء اللہ خدا کی خوبیاں بہجۃ اللہ خدا مومنین سے خوش ہونا "ت" سے تمام الامر بقائم آل محمد ، دنیا کا خاتمہ امام مہدی کے عہد میں ہوگا "ث" سے ثواب المومنین علی اعمالھم الصالحۃ ۔ مومنین کو اچھے اعمال کا بھرپور ثواب ملے گا ۔ "ج" سے جمال اللہ ، اللہ کا جمال و جلال اللہ ، اللہ کا جلال "ح" سے حلم اللہ عن المذنبین ۔ گناہگار سے اللہ کا حلم "خ" سے خمول ذکر اہل المعاصی عند اللہ "خدا کا گنہگاروں کے گناہوں سے بھلا دینا" "د" سے دین اللہ ۔ اللہ کا دین اسلام "ذ" ذوالجلال اللہ کا صاحب جلال ہونا ۔ "ر" سے الرؤف الرحیم ۔ اللہ کا رؤف رحیم ہونا "ز" سے زلازل القیامۃ قیامت کے دن کے عظیم زلزلے ۔ "س" سے سناء اللہ ۔ اللہ کی اچھائیاں اور بیان "ش" سے شاء اللہ "ماشاء اللہ ۔ جو خدا چاہے وہی ہوگا "ص" سے صادق الوعد "اللہ کا وعدہ سچا اور لوگوں کو سچ بولنا چاہیئے "ض" سے ضل من خالف محمد و آل محمد ۔ وہ شخص گمراہ ہے جو محمد و آل محمد کا مخالف ہے "ط" سے طوبیٰ للمومنین ۔ مومنین کے لیے جنت کی مبارکباد "ظ" سے ظن المومنین باللہ خیرا ۔ مومنین کو خدا کے ساتھ اچھا ظن رکھنا چاہیے ۔ "ع" سے علم یعنی خدا عالم مطلق ہے ۔ اور علم انسان کے لیے بہترین زیور ہے "غ" سے الغنی ۔ خدا سب سے مستغنی ہے اور غنی کو غریب پر خرچ کرنا چاہیئے ۔ "ف" سے فوج من افواج النار ۔ لوگ اگر گناہ کریں گے تو فوج در فوج جہنم میں جائیں گے "ق" سے قرآن یہ اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب ہے جو ہدایت سے پر ہے ۔ "ک" سے الکافی خدا بندوں کے لیے کافی ہے ۔ "ل" سے لغو الکافرین فی افترائھم علی اللہ الکذب ۔ خدا پر جھوٹ کا الزام دینا یہ کافروں کا کام نہایت لغو ہے ۔ "م" سے "ملک اللہ یوم لا مالک غیرہ ایک دن صرف اللہ کی حکومت ہوگی اور کوئی بھی زندہ نہ ہوگا اور نہ اس کے سوا کوئی مالک ہوگا ، اس دن خدا فرماتے گا ۔ لمن الملک

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

الیوم۔ آج کے دن کس کی حکومت ہے تو ارواح آئمہ جواب دیں گے "للہ الواحد القہار" آج حضرت خدائے واحد قہار کی حکومت ہے۔ "ن" سے نوال اللہ للمومنین ونکال بالکافرین۔ مومنین پر خدا کا کرم اور کافروں پر اس کا عذاب محیط ہوگا۔ "ف" سے ویل لمن عصی اللہ ویل اور تباہی ہے اس کے لیے جو خدا کی نافرمانی کرے۔ "ہ" سے ہان علی اللہ من عصاہ جو خدا کا گناہ کرتا ہے وہ اس کی توہین کرتا ہے۔ "لا" سے لاالہ الا اللہ، یہ وہ کلمہ اخلاص ہے کہ جو اسے خلوص اعتقاد اور شرائط کے ساتھ زبان پر جاری کرے۔ وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ "ی" سے یداللہ اللہ کا ہاتھ جو مخلوقات کو روزی پہنچاتا ہے مراد ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ انھیں حروف پر مشتمل قرآن مجید نازل ہوا ہے اور نزول چونکہ خدا کی طرف سے تھا، اس لیے دعویٰ کر دیا گیا کہ جو کتاب ہم نے حروف والفاظ میں بھیجی ہے۔ اس کا جواب جن و انس سب مل کر بھی نہیں دے سکتے۔ (دمعہ ساکبہ جلد ۳ صہ ۹۱)۔

امام رضا علیہ السّلام اور وقت نکاح

ثقۃ الاسلام حضرت کلینی کتاب اصول کافی میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا کہ تزویج ونکاح کس وقت ہونا چاہیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح رات کو کرنا سنت ہے۔ اس لیے کہ رات لذت ولطف اور سکون کے لیے بنائی گئی ہے اور عورتیں مردوں کے لیے لطف و لذت اور سکون کا مرکز ہیں۔ (مناقب جلد ۱ صہ ۹۱ بحوالہ الکافی)۔

حضرت امام رضا علیہ السّلام کے بعض مرویات و ارشادات

حضرت امام رضا علیہ السّلام سے بے شمار احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے بعض یہ ہیں۔

(۱) بچوں کے لیے ماں کے دودھ سے بہتر کوئی دودھ نہیں (۲) سرکہ بہترین سالن ہے۔ جس کے گھر میں سرکہ ہوگا وہ محتاج نہ ہوگا۔ (۳) ہر انار میں ایک دانہ جنت کا ہوتا ہے (۴) منقیٰ صفرا کو درست کرتا ہے۔ بلغم کو دور کرتا ہے۔ پٹھوں کو مضبوط کرتا۔ نفس کو پاکیزہ بناتا اور رنج وغم کو دور کرتا ہے۔ (۵) شہد میں شفا ہے، اگر کوئی شہد ہدیہ کرے تو واپس نہ کرو (۶) گلاب جنت کے پھولوں کا سردار ہے (۷) بنفشہ کا تیل سر میں لگانا چاہیے۔ اس کی تاثیر گرمیوں میں سرد اور سردیوں میں گرم ہوتی ہے (۸) جو زیتون کا تیل سر میں لگائے یا کھائے اس کے پاس چالیس دن تک شیطان نہ آئے گا۔ (۹) صلۂ رحم اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے مال میں زیادتی ہوتی ہے (۱۰) اپنے بچوں کا ساتویں دن ختنہ کر دیا کرو۔ اس سے صحت ٹھیک ہوتی ہے اور جسم پر گوشت چڑھتا ہے (۱۱) جمعہ کے دن روزہ رکھنا دس روزوں کے برابر ہے۔ (۱۲) جو کسی عورت کا مہر نہ دے یا مزدور کی اجرت روکے یا کسی کو فروخت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کر دے وہ بخشا نہ جاوے گا۔ (۱۳) قرآن پڑھنے، شہد کھانے اور دودھ پینے سے حافظہ بڑھتا ہے (۱۴) گوشت کھانے سے شفا ہوتی ہے اور مرض دور ہوتا ہے (۱۵) کھانے کی ابتدا نمک سے کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اس سے ستر بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے۔ جن میں جذام بھی ہے (۱۶) جو دنیا میں زیادہ کھائے گا۔ قیامت میں بھوکا رہے گا (۱۷) مسور ستر انبیاء کی پسندیدہ خوراک ہے اس سے دل نرم ہوتا ہے اور آنسو بہتے ہیں (۱۸) جو چالیس دن گوشت نہ کھائے گا بد اخلاق ہو جائے گا۔ (۱۹) کھانا ٹھنڈا کر کے کھانا چاہیئے (۲۰) کھانا پیالے کے کنارے سے کھانا چاہیئے (۲۱) طول عمر کے لیے اچھا کھانا، اچھی جوتی پہننا اور قرض سے بچنا، کثرت جماع سے پرہیز کرنا مفید ہے۔ (۲۲) اچھے اخلاق والا پیغمبر اسلام کے ساتھ قیامت میں ہوگا (۲۳) جنت میں متقی اور حسن خلق والوں کی اور جہنم میں پیٹو اور زنا کاروں کی کثرت ہوگی (۲۴) امام حسینؑ کے قاتل بخشے نہ جائیں گے۔ ان کا بدلہ خود خدا لے گا (۲۵) حسن و حسین علیہم السلام جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان کے پدر بزرگوار دونوں سے بہتر ہیں (۲۶) اہل بیت کی مثال سفینہ نوح جیسی ہے، نجات وہی پائے گا جو اس پر سوار ہوگا (۲۷) حضرت فاطمہ ساق عرش پکڑ کر قیامت کے دن واقعہ کربلا کا فیصلہ چاہیں گی۔ اس دن ان کے ہاتھ میں امام حسین علیہ السلام کا خون بھرا پیراہن ہوگا (۲۸) خدا سے روزی صدقہ دے کر مانگو (۲۹) سب سے پہلے جنت میں وہ شہداء اور عیال دار جائیں گے جو پرہیزگار ہوں گے اور سب سے پہلے جہنم میں حاکم غیر عادل اور مالدار جائیں گے۔ (مسند امام رضا طبع مصر ۱۳۴۱ھ) (۳۰) ہر مومن کا کوئی نہ کوئی پڑوسی اذیت کا باعث ضرور ہوگا (۳۱) بالوں کی سفیدی کا سر کے اگلے حصے سے شروع ہونا سلامتی اور اقبال مندی کی دلیل ہے اور رخساروں داڑھی کے اطراف سے شروع ہونا سخاوت کی علامت ہے اور گیسوؤں سے شروع ہونا شجاعت کا نشان ہے اور گدی سے شروع ہونا نحوست ہے (۳۲) قضا و قدر کے بارے میں آپ نے فضیل بن سہیل کے جواب میں فرمایا کہ انسان نہ بالکل مجبور ہے اور نہ بالکل آزاد ہے۔ (نور الابصار صفحہ ۱۴۰)

حضرت امام رضا علیہ السلام اور مجلس شہدائے کربلا

علامہ مجلسی بحار الانوار میں تحریر فرماتے ہیں کہ شاعر آل محمدؐ، دعبل خزاعی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عاشور کے دن میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، تو دیکھا کہ آپ اصحاب کے حلقہ میں انتہائی غمگین و حزیں بیٹھے ہوئے ہیں مجھے حاضر ہوتے دیکھ کر فرمایا۔ آؤ آؤ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ میں قریب پہنچا تو آپ نے اپنے پہلو میں مجھے جگہ دے کر فرمایا کہ اے دعبل چونکہ آج یوم عاشورا ہے اور یہ دن ہمارے لیے انتہائی رنج و غم کا دن ہے۔ لہٰذا تم میرے جد مظلوم حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ سے متعلق کچھ شعر پڑھو۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اے دعبل جو شخص ہماری مصیبت پر روئے یا رلائے اس کا اجر خدا پر واجب ہے۔ اے دعبل جس شخص کی آنکھ ہمارے غم میں تر ہو۔ وہ قیامت میں ہمارے ساتھ محشور ہوگا۔ اے دعبل جو شخص ہمارے جدِ نامدار حضرت سید الشہداءؑ علیہ السّلام کے غم میں روئے گا۔ خدا اس کے گناہ بخش دے گا۔

یہ فرماکر امام علیہ السّلام نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر پردہ کھینچا اور مخدرات عصمت کو بُلا کر اس میں بٹھا دیا پھر آپ میری طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے۔ ہاں دعبل! اب میرے جدِ امجد کا مرثیہ شروع کرو۔ دعبل کہتے ہیں کہ میرا دل بھر آیا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آلِ محمدؐ میں رونے کا کہرام عظیم بپا تھا۔ صاحب درالمصائب تحریر فرماتے ہیں کہ دعبل کا مرثیہ سُن کر معصومہ قم جناب فاطمہ ہمشیرہ حضرت امام رضا علیہ السّلام اس قدر روئیں کہ آپ کو غش آگیا۔

اس اجتماعی طریقہ سے ذکرِ حسینؑ کو مجلس کہتے ہیں۔ اس کا سلسلہ عہد امام رضاؑ میں مدینہ سے شروع ہوکر مرو تک جاری رہا۔ علامہ علی نقی لکھتے ہیں۔ کہ اب امام رضاؑ کو تبلیغ حق کے لیے نامِ حسینؑ کی اشاعت کے کام کو ترقی دینے کا بھی پورا موقع حاصل ہوگیا تھا۔ جس کی بنیاد اس کے پہلے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام اور امام جعفر صادقؑ قائم کرچکے تھے۔ مگر وہ زمانہ ایسا تھا کہ جب امام کی خدمت میں وہی لوگ حاضر ہوتے تھے۔ جو بحیثیت امام یا بحیثیت عالمِ دین آپ کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے۔ اور اب امام رضا علیہ السّلام تو امام روحانی بھی ہیں اور ولی عہدِ سلطنت بھی۔ اس لیے آپ کے دربار میں حاضر ہونے والوں کا دائرہ وسیع ہے۔ مرو کا وہ مقام ہے جو ایران کے تقریباً وسط میں واقع ہے ہر طرف کے لوگ یہاں آتے ہیں اور یہاں یہ عالم کہ ادھر محرم کا چاند نکلا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ دوسروں کو بھی ترغیب و تحریص کی جانے لگی کہ آلِ محمدؐ کے مصائب کو یاد کرو اور اثرات غم کو ظاہر کرو۔ یہ بھی ارشاد ہوئے کہ جو اس مجلس میں بیٹھے جہاں ہماری باتیں زندہ کی جاتی ہیں اس کا دل مُردہ نہ ہوگا۔ اس دن کہ جب سب کے دل مردہ ہوں گے یہ تذکرہ امام حسینؑ کے لیے جو مجمع ہو، اُس کا نام اصطلاحی طور پر "مجلس" اسی امام رضا علیہ السّلام کی حدیث سے ہی ماخوذ ہے۔ آپ نے عملی طور پر بھی خود مجلسیں کرنا شروع کردیں جن میں کبھی خود ذاکر ہوتے اور دوسرے سامعین جیسے ریان ابن شبیب کی حاضری کے موقع پر آپ نے مصائب امام حسین علیہ السّلام بیان فرمائے اور کبھی عبداللہ بن ثابت یا دعبل خزاعی ایسے کسی شاعر کی حاضری کے موقع پر اس شاعر کو حکم ہوا کہ تم ذکر امام حسینؑ میں اشعار پڑھو وہ ذاکر ہوا، اور حضرت سامعین میں داخل ہوگئے۔ الخ

لہ کتاب الاغانی جلد ۵ صـ میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ایک دن سید حمیری کو حکم دیا کہ مرثیہ پڑھو۔ انھوں نے مرثیہ پڑھا۔ امام خود بھی بے حد روئے اور پس پردہ مخدرات نے بھی بے پناہ گریہ کیا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خلیفہ مامون رشید عباسی اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام

حضرت امام رضا علیہ السلام کے والد ماجد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو ۱۸۳ھ میں ہارون رشید عباسی زہر سے شہید کرانے کے بعد ۱۹۳ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کے مرنے کے بعد جمادی الثانی ۱۹۳ھ میں اس کا بیٹا امین خلیفہ ہوا۔ ہارون چونکہ اپنے بیٹوں میں سلطنت تقسیم کر چکا تھا اور اس کے اصول معین کر چکا تھا۔ اس لیے ایک کے بجائے دو حکمران رشیدی حدود سلطنت پر حکمرانی کرنے لگے۔ امین چونکہ نہایت ہی لغو آدمی تھا، اس لیے اس نے اپنے توسعت اختیار کی وجہ سے مامون پر جبر و تعدی شروع کر دی بالآخر دونوں بھائیوں میں جنگ ہوئی اور امین چار سال آٹھ ماہ سلطنت کرنے کے بعد ۲۳ محرم الحرام ۱۹۸ھ میں قتل کر دیا گیا۔

امین کے قتل کے بعد بھی مامون چار سال تک مرو میں رہا۔ سلطنت کا کاروبار تو فضل بن سہیل کے سپرد کر رکھا تھا اور خود عالموں فاضلوں سے جو اس کے دربار میں بھرے رہتے تھے فلسفی مباحثوں میں مصروف رہتا تھا۔ عراق میں فضل کا بھائی حسن بن سہیل گورنر بنایا گیا تھا۔ الجزیرہ میں نصر ابن شیث عقیلی نے بغاوت کی اور وہ پانچ سال تک شاہی فوجوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ عراق میں بدوؤں، بچوں بدمعاشوں کو بلا کر حسن بن سہیل کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت علیؑ اور حضرت جعفر طیار کے بعض بلند نظر نونہالوں نے شاید یہ خیال کیا کہ ان کے حقوق واپس ملنے کا وقت آگیا ہے۔ چنانچہ جمادی الثانی ۱۹۹ھ مطابق ۸۱۴ء میں ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم المعروف بہ طباطبا بن حسن بن علی بن ابی طالب علوی نے جو مذہب زیدیہ رکھتے تھے، کوفہ میں خروج کیا اور لوگوں کو آل رسول کی بیعت اور متابعت کی دعوت دی۔ ان کی مدد پر بنی شیبان کا معزز سردار، ابو السرایا سری بن منصور شیبانی جو ہرثمہ کے فوجی سرداروں میں سے تھا، اٹھ کھڑا ہوا۔ انھوں نے اپنی متفقہ افواج سے حسن کی فوج کو کوفہ کے باہر شکست دے کر تمام جنوبی عراق پر قبضہ کر لیا۔ فتح کے دوسرے دن محمد بن ابراہیم مرگ مفاجات سے فوت ہو گئے، ابو السرایا نے ان کی جگہ محمد بن زید شہید کو امیر بنا لیا۔ حسن نے پھر فوج بھیجی۔ ابو السرایا نے اسے بھی مار کر بھگا دیا۔ اسی دوران میں علوی ہر چہار جانب سے ابو السرایا کی مدد کو جمع ہو گئے اور جا بجا شہروں میں پھیل گئے۔ اور ابو السرایا نے کوفہ میں امام رضا علیہ السلام کے نام کے درہم و دینار "مسکوک" کرائے اور بصرہ واسط، مدائن کی طرف فوج روانہ کی اور عراق کے بہت سے شہر و قریے فتح کر لیے۔ علویوں کی قوت و شوکت بہت بڑھ گئی۔ انھوں نے عباسیوں کے گھر جو کوفے میں تھے۔ پھونک دیئے اور جو عباسی ملا اُسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد موسم حج آیا تو ابو السرایا نے حسین بن حسن ابن امام زین العابدینؑ کو

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

جنھیں افطس کہتے ہیں۔ مکہ کا گورنر مقرر کیا اور ابراہیم بن موسیٰ کاظمؑ کو یمن کا عامل بنایا اور فارس پر اسماعیل بن موسیٰ کاظمؑ کو گورنر کیا۔ اور مدائن کی طرف محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن مثنیٰ کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ جانبِ شرقی سے بغداد پر حملہ کرے۔ اس طرح ابوالسرایا کی سلطنت بہت وسیع ہو گئی۔

فضل بن سہل نے ہرثمہ کو ابوالسرایا کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ اور ابوالسرایا نہروان کے قریب شکست کھا کر مارا گیا اور محمد بن محمد بن زید مامون کے پاس مَرو بھیج دیئے گئے۔ ابوسرایا کا دورِ دورہ کُل دس ماہ رہا۔ ابوالسرایا کے قتل ہو جانے کے بعد حجاز میں لوگوں نے محمد بن جعفر صادق کو امیر المومنین بنایا۔ افطس نے بھی ان کی بیعت کر لی اور یمن میں ابراہیم بن موسیٰ کاظمؑ نے سر اٹھایا۔ اسی طرح ایران کی سرحد سے یمن تک تمام ملک میں خانہ جنگی پھیل گئی۔ ابوالسرایا کے قتل کے بعد ہرثمہ مغرب کے حالات بیان کرنے بادشاہ کی خدمت میں مرو حاضر ہوا، کیوں کہ وزیر ان تمام حالات کو بادشاہ سے مخفی رکھتا تھا۔ حالات بیان کر کے وہ بادشاہ کے پاس سے واپس آ رہا تھا کہ وزیر نے راستے میں اسے قتل کرا دیا۔ یہ واقعہ سنہ ۲۰۰ ہجری کا ہے۔ ہرثمہ کے قتل کی خبر سُن کر بغداد کے سپاہیوں نے جو اُسے دوست رکھتے تھے۔ بغداد میں بغاوت کر کے حسن بن سہل کو نکال دیا اور منصور بن مہدی کو اپنا گورنر بنا لیا۔

مامون کو جب باغیوں کی کثرت اور علویوں کے طلب خلافت میں اُٹھنے کی خبر پہنچی تو گھبرا گیا اور اُس نے یہی مصلحت دیکھی کہ امام علی رضاؑ کو اپنا ولیعہد بنا لے چنانچہ اُن کو مدینہ سے بلا کر ۲ رمضان سنہ ۲۰۱ ہجری مطابق ۸۱۶ء کو باوجود ان کے سخت انکار کے اپنا ولی عہد بنایا۔ اُن سے اپنی بیٹی ام حبیب کی شادی کر دی اور اُن کا نام درہم و دینار میں مسکوک کرایا۔ شاہی وردی سے عباسیوں کا سیاہ رنگ دُور کر کے بنی فاطمہ کا سبز رنگ اختیار کیا۔ (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۹۱)

اس واقعہ کی تفصیل کثیر کتابوں میں موجود ہے۔ ہم مختصر الفاظ میں تحریر کرتے ہیں۔

مامون رشید کی مجلسِ مشاورت

حالات سے متاثر ہو کر مامون رشید نے ایک مجلسِ مشاورت طلب کی جس میں علماء، فضلاء، زعماء اور اُمراء سب ہی کو مدعو کیا۔ جب سب جمع ہو گئے تو اصل راز دل میں رکھتے ہوئے اُن سے یہ کہا کہ چونکہ شہر خراسان میں ہماری طرف سے کوئی حاکم نہیں ہے اور امام رضاؑ سے زیادہ لائق کوئی نہیں ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ امام رضاؑ کو بلا کر یہاں کی ذمہ داری ان کے سپرد کر دیں، مامون کا مقصد تو یہ تھا کہ ان کو خلیفہ بنا کر علویوں کی بغاوت اور اُن کی چابکدستی کو روک دے۔ لیکن یہ بات اُس نے مجلسِ مشاورت میں ظاہر نہیں کی۔ بلکہ ملکی ضرورت کا حوالہ دے کر انھیں خراسان کا حاکم بنانا ظاہر کیا، اور لوگوں نے تو اس پر جو بھی رائے دی ہو لیکن حسن بن سہل اور وزیرِ اعظم فضل بن سہل اس پر راضی نہ ہوئے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور یہ کہا کہ اس طرح خلافت بنی عباس سے آلِ محمدؐ کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ ماموں نے کہا کہ میں نے جو کچھ سوچا ہے وہ یہی ہے اور اس پر عمل کروں گا۔ یہ سُن کر وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ اتنے میں حضرت علی بن ابی طالب کے ایک معتزز صحابی۔ سلیمان بن ابراہیم بن محمد بن داؤد بن قاسم بن حبیب بن عبداللہ بن حبیب بن شیخان بن ارقم، کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اے ماموں رشید "راست می گوئی اماہی ترسم کہ تو با حضرت امام رضا، ہماں کنی کہ کوفیان با حضرت امام حسین کردند"۔ تو سچ کہتا ہے لیکن میں ڈرتا ہوں کہ تو کہیں ان کے ساتھ وہی سلوک نہ کرے جو کوفیوں نے امام حسینؑ کے ساتھ کیا ہے"۔ ماموں رشید نے کہا کہ اے سلیمان تم یہ کیا سوچ رہے ہو، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میں ان کی عظمت سے واقف ہوں جو انھیں ستائے گا قیامت میں حضرت رسولِ کریمؐ اور حضرت علی حکیم کو کیونکر منہ دکھائے گا تم مطمئن رہو۔ انشاء اللہ ان کا ایک بال بھی بیکا نہ ہو گا۔ یہ کہہ کر بروایت ابو مخنف ماموں رشید نے قرآن مجید پر ہاتھ رکھا اور قسم کھا کر کہا کہ میں ہرگز اولادِ پیغمبر پر کوئی ظلم نہ کروں گا۔ اس کے بعد سلیمان نے تمام لوگوں کو قسم دے کر بیعت لے لی پھر انھوں نے ایک بیعت نامہ تیار کیا اور اس پر اہلِ خراسان کے دستخط لیے۔ دستخط کرنے والوں کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ بیعت نامہ تیار ہونے کے بعد ماموں رشید نے سلیمان کو بیعت نامہ سمیت مدینہ بھیج دیا۔ سلیمان قطع مراحل و طے منازل کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت امام رضا علیہ السّلام سے ملاقات کی اور ان کی خدمت میں ماموں کا پیغام پہنچایا، اور مجلسِ مشاورت کے سارے واقعات بیان کیے۔ اور بیعت نامہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے جونہی اس کو کھولا اور اس کا سرنامہ دیکھا، سرِ مبارک ہلا کر فرمایا کہ یہ میرے لیے کسی طرح مفید نہیں ہے۔ اُس وقت آپ آبدیدہ تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے جدِ نامدار نے خواب میں نتائج و عواقب سے آگاہ کر دیا ہے۔ سلیمان نے کہا کہ مولا یہ تو خوشی کا موقع ہے۔ آپ اس درجہ پریشان کیوں ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ میں اس دعوت میں اپنی موت دیکھ رہا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ مولا میں نے سب سے بیعت لے لی ہے کہا درست ہے لیکن جدِ نامدار نے جو فرمایا ہے وہ غلط نہیں ہو سکتا۔ میں ماموں کے ہاتھوں شہید کیا جاؤں گا۔

بالآخر آپ پر کچھ دباؤ پڑا کہ آپ مرو خراسان کے لیے عازم ہو گئے۔ جب آپ کے عزیزوں اور وطن والوں کو آپ کی روانگی کا حال معلوم ہوا بے پناہ روئے۔

غرضکہ آپ روانہ ہو گئے، راستے میں ایک چشمہ آب کے کنارے چند آہوؤں کو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں جب اُن کی نظر حضرت پر پڑی سب دوڑ پڑے اور باچشم تر کہنے لگے کہ حضور خراسان نہ جائیے کہ دشمن بہ لباس دوستی آپ کی تاک میں ہے اور ملک الموت استقبال کے لیے تیار ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر موت آنی ہے تو وہ ہر حال میں آئے گی۔ (کنز الانساب ابو مخنف ص۳۸ طبع بمبئی سنہ ۱۳۰۲ ہجری)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ایک روایت میں ہے کہ مامون رشید نے اپنی غرض کے لیے جب حضرت کو خلیفۂ وقت بنانے کے لیے لکھا تو آپ نے انکار کر دیا۔ پھر اس نے تحریر کیا کہ آپ میری ولی عہدی قبول کیجئے۔ آپ نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ جب وہ آپ کی طرف سے مایوس ہو گیا تو اس نے تین سو افراد پر مشتمل فوج بھیج دی اور حکم دے دیا کہ وہ جس حالت میں ہوں اور جہاں کہیں ان کو گرفتار کر کے لایا جائے۔ اور انھیں اتنی مہلت نہ دی جائے کہ وہ کسی سے مل سکیں۔ چنانچہ فوج غالباً فضل بن سہل وزیر اعظم کی قیادت میں مدینہ پہنچی اور امام علیہ السّلام کو مسجد سے گرفتار کر کے مرو خراسان کے لیے روانہ ہو گئی، اتنا موقع نہ دیا کہ امام علیہ السّلام اپنے اہل و عیال سے رخصت ہو لیتے۔

مامون کی طلبی سے قبل امام علیہ السّلام کی روضۂ رسولؐ پر فریاد

ابو مخنف ابن لوط ابن یحییٰ خزاعی کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت کے بعد ۱۵ محرم الحرام شب یک شنبہ کو حضرت امام رضا علیہ السّلام نے روضۂ رسولِ خدا پر حاضری دی۔ وہاں مشغولِ عبادت تھے کہ آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ حضرت رسولِ کریم لباسِ سیاہ تشریف لائے ہیں اور سخت پریشان ہیں۔ امام علیہ السّلام نے سلام کیا۔ حضورؐ نے جواب سلام دے کر فرمایا۔ اے فرزند، میں اور علی فاطمہ حسن حسین سب تمھارے غم میں نالاں و گریاں ہیں اور امام کی نہیں فرزندم زین العابدین، محمد باقر جعفر صادق اور تمھارے پدر موسیٰ کاظم سب غمگین اور رنجیدہ ہیں۔ اے فرزند عنقریب مامون رشید تم کو زہر سے شہید کر دے گا۔ یہ دیکھ کر آپ کی آنکھ کھل گئی، اور آپ زار زار رونے لگے۔ پھر روضۂ مبارک سے باہر آئے۔ ایک جماعت نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کو پریشان دیکھ کر پوچھا کہ مولا اضطراب کی وجہ کیا ہے۔ فرمایا ابھی ابھی جدِ نامدار نے میری شہادت کی خبر دی ہے۔ اے ابوالصلت دشمن مجھے شہید کرنا چاہتے ہیں اور میں خدا پہ بھرپور بھروسہ کرتا ہوں جو مرضیٔ معبود ہو وہی میری مرضی ہے اس خواب کے تھوڑے عرصہ کے بعد مامون رشید کا لشکر مدینہ پہنچ گیا اور وہ امام علیہ السّلام کو اپنی سیاسی غرض پوری کرنے کے لیے وہاں سے دار الخلافت "مرو" میں لے آیا۔ (کنز الانساب ص ۹۶)۔

امام رضا علیہ السّلام کی مدینہ سے مرو میں طلبی

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حالات کی روشنی میں مامون نے اپنے مقام پر یہ قطعی فیصلہ اور عزم بالجزم کر لینے کے بعد کہ امام رضا علیہ السّلام کو ولیعہد خلافت بنائے گا۔ اپنے وزیر اعظم فضل بن سہل کو بلا بھیجا اور اس سے کہا کہ ہماری رائے ہے کہ ہم امام رضا کو ولی عہدی سپرد کر دیں تم خود بھی اس پر سوچ و بچار کرو، اور اپنے بھائی حسن بن سہل سے مشورہ کرو۔ ان دونوں نے آپس میں تبادلہ خیالات کرنے کے بعد مامون کی بارگاہ میں حاضری دی۔ ان کا مقصد تھا کہ مامون

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ایسا نہ کرے ورنہ خلافت آلِ عباس سے آلِ محمدؐ میں چلی جائے گی۔ ان لوگوں نے اگرچہ کھل کر مخالفت نہیں کی، لیکن دبے لفظوں میں ناراضگی کا اظہار کیا۔ مامون نے کہا میرا فیصلہ اٹل ہے اور میں تم دونوں کو حکم دیتا ہوں کہ تم مدینہ جاکر امام رضا کو اپنے ہمراہ لاؤ۔ (حکم حاکم مرگ مفاجات) آخرکار یہ دونو امام رضا کی خدمت میں مقام مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور انھوں نے بادشاہ کا پیغام پہنچایا۔

حضرت امام علی رضا نے اس عرضداشت کو مسترد کر دیا اور فرمایا کہ میں اس امر کے لیے اپنے کو پیش کرنے سے معذور ہوں۔ لیکن چونکہ بادشاہ کا حکم تھا کہ انھیں ضرور لاؤ اس لیے ان دونوں نے بے انتہا اصرار کیا اور آپ کے ساتھ اس وقت تک لگے رہے جب تک آپ نے مشروط طور پر وعدہ نہیں کر لیا۔ (نور الابصار ص ۱۴۱)۔

امام رضا علیہ السّلام کی مدینہ سے روانگی

تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ جب امین قتل ہوا تو مامون سلطنت عباسیہ کا مستقل بادشاہ بن گیا۔ یہ ظاہر ہے کہ امین کے قتل ہونے کے بعد سلطنت مامون کے پائے نام ہو گئی۔ مگر یہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ کہ امین ننھیال کی طرف سے عربی النسل تھا، اور مامون عجمی النسل تھا۔ امین کے قتل ہونے سے عراق کی عرب قوم اور ارکان سلطنت کے دل مامون کی طرف سے صاف نہیں ہو سکتے تھے۔ بلکہ وہ ایک غم و غصہ کی کیفیت محسوس کرتے تھے۔ دوسری طرف خود بنی عباس میں سے ایک بڑی جماعت جو امین کی طرف دار تھی۔ اس سے بھی مامون کو ہر طرح خطرہ لگا ہوا تھا۔ اولاد فاطمہ میں سے بہت سے لوگ جو وقتاً فوقتاً بنی عباس کے مقابل میں کھڑے ہوتے رہتے تھے وہ خواہ قتل کر دیئے گئے ہوں یا جلا وطن کئے گئے ہوں۔ یا قید رکھے گئے ہوں۔ ان کے موافق ایک جماعت تھی جو اگرچہ حکومت کا کچھ بگاڑ نہ سکتی تھی۔ مگر دل ہی دل میں حکومت بنی عباس سے بیزار ضرور تھی۔ ایران میں ابومسلم خراسانی نے بنی امیہ کے خلاف جو اشتعال پیدا کیا۔ وہ ان مظالم ہی کو یاد دلا کر جو بنی امیہ کے ہاتھوں حضرت امام حسین علیہ السّلام اور دوسرے بنی فاطمہ کے ساتھ کئے گئے تھے۔ اس سے ایران میں اس خاندان کے ساتھ ہمدردی کا پیدا ہونا فطری تھا۔ درمیان میں بنی عباس نے اس سے غلط فائدہ اٹھایا۔ مگر اتنی مدت میں کچھ نہ کچھ تو ایرانیوں کی آنکھیں بھی کھل گئی ہوں گی کہ ہم سے کہا گیا تھا کیا اور اقتدار کن لوگوں نے حاصل کر لیا۔ ممکن ہے ایرانی قوم کے ان رجحانات کا چرچا مامون کے کانوں تک بھی پہنچا ہو۔ اب جس وقت کہ امین کے قتل کے بعد وہ عرب قوم پر اور بنی عباس کے خاندان پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا اور اسے ہر وقت اس حلقہ سے بغاوت کا اندیشہ تھا تو اسے سیاسی مصلحت اسی میں معلوم ہوئی کہ عرب کے خلاف عجم اور بنی عباس کے خلاف بنی فاطمہ کو اپنا بنایا جائے، اور چونکہ طرز عمل میں خلوص سمجھا نہیں جا سکتا اور وہ عام طبائع

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پر اثر نہیں ڈال سکتا۔ اگر یہ نمایاں ہو جائے کہ وہ سیاسی مصلحتوں کی بنا پر ہے اس لیے ضرورت ہوئی کہ مامون مذہبی حیثیت سے اپنی شیعت نوازی اور ولائے اہلِ بیت کے چرچے عوام کے حلقوں میں پھیلائے اور یہ دکھلائے کہ وہ انتہائی نیک نیتی پر قائم ہے۔ اب "حق بہ حق دار رسید" کے مقولہ کو سچا بنانا چاہتا ہے۔

اس سلسلہ میں جناب شیخ صدوق اعلی اللہ مقامہ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس نے اپنی نذر کی حکایت بھی شائع کی کہ جب امین کا اور میرا مقابلہ تھا، اور بہت نازک حالت تھی اور عین اسی وقت میرے خلاف سیستان اور کرمان میں بھی بغاوت ہو گئی تھی اور خراسان میں بھی بے چینی پھیلی ہوئی تھی اور فوج کی طرف سے بھی اطمینان نہ تھا۔ اور اس سخت اور دشوار ماحول میں میں نے خدا سے التجا کی اور منت مانی کہ اگر یہ سب جھگڑے ختم ہو جائیں اور میں بام خلافت تک پہنچوں تو اس کو اس کے اصلی حق دار یعنی اولاد فاطمہ میں سے جو اس کا اہل ہے۔ اس تک پہنچا دوں گا۔ اسی نذر کے بعد سے میرے سب کام بننے لگے، اور آخر تمام دشمنوں پر مجھے فتح حاصل ہوئی۔ یقیناً یہ واقعہ مامون کی طرف سے اس لیے بیان کیا گیا کہ اس کا طرزِ عمل خلوصِ نیت اور حسنِ نیت پر مبنی سمجھا جائے، یوں تو اہلِ بیت کے کھلے ہوئے دشمن سخت سے سخت تھے وہ بھی ان کی حقیقت اور فضیلت سے واقف تھے اور ان کی عظمت کو جانتے تھے۔ مگر شیعیت کے معنی صرف یہ جاننا تو نہیں ہیں۔ بلکہ محبت رکھنا اور اطاعت کرنا ہیں اور مامون کے طرزِ عمل سے یہ ظاہر ہے کہ وہ اس دعوائے تشیعیت اور محبت اہلِ بیت کا ڈھنڈورا پیٹنے کے باوجود خود امام کی اطاعت نہیں کرنا چاہتا تھا، بلکہ امام کو اپنے منشا کے مطابق چلانے کی کوشش تھی۔ ولی عہد بننے کے بارے میں آپ کے اختیارات کو بالکل سلب کر دیا گیا اور آپ کو مجبور بنا دیا گیا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ ولی عہدی کی تفویض بھی ایک حاکمانہ تشدد تھا جو اس وقت شیعیت کے بھیس میں امام کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔

امام رضا علیہ السلام کا ولی عہدی کو قبول کرنا بالکل ویسا ہی تھا جیسا ہارون کے حکم سے امام موسیٰ کاظم کا جیل خانہ میں چلا جانا۔ اسی لیے جب امام رضا علیہ السلام مدینہ سے خراسان کی طرف روانہ ہو رہے تھے تو آپ کے رنج و صدمہ اور اضطراب کی کوئی حد نہ تھی۔ روضہ رسول سے رخصت کے وقت آپ کا وہی عالم تھا جو حضرت امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے روانگی کے وقت تھا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ بے تابانہ روضہ کے اندر جاتے ہیں اور نالہ و آہ کے ساتھ امت کی شکایت کرتے ہیں۔ پھر باہر نکل کر گھر جانے کا ارادہ کرتے ہیں اور پھر دل نہیں مانتا۔ پھر روضے سے جا کر لپٹ جاتے ہیں۔ یہی صورت کئی مرتبہ ہوئی۔ راوی کا بیان ہے کہ میں حضرت کے قریب گیا تو فرمایا۔ اے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

مخول! میں اپنے جدِ امجد کے روضے سے بہ جبر جدا کیا جا رہا ہوں۔ اب مجھ کو یہاں آنا نصیب نہ ہوگا (سوانح امام رضا جلد ۳ ص) ۔

مخول شیبانی کا بیان ہے کہ جب وہ ناگوار وقت پہنچ گیا کہ حضرت امام علی الرضا علیہ السلام اپنے جدِ بزرگوار کے روضۂ اقدس سے ہمیشہ کے لیے وداع ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپ بے تابانہ اندر جاتے اور بانالہ و آہ باہر آتے ہیں اور ظلم اُمت کی شکایت کرتے ہیں یا باہر آکر گریہ و بکا فرماتے ہیں اور پھر اندر واپس چلے جاتے ہیں۔ آپ نے چند بار ایسا ہی کیا اور مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے حاضر ہو کر عرض کی مولا اضطراب کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اے مخول! میں اپنے نانا کے روضہ سے جبراً جدا کیا جا رہا ہوں۔ مجھے اس کے بعد اب یہاں آنا نصیب نہ ہوگا۔ میں اسی مسافرت اور غریب الوطنی میں شہید کر دیا جاؤں گا، اور ہارون رشید کے مقبرہ میں مدفون ہوں گا۔ اس کے بعد آپ دولت سرا میں تشریف لائے اور سب کو جمع کر کے فرمایا کہ میں تم سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو رہا ہوں۔ یہ سُن کر گھر میں ایک عظیم کہرام بپا ہو گیا۔ اور سب چھوٹے بڑے رونے لگے۔ آپ نے سب کو تسلی دی، اور کچھ دینار اعزا میں تقسیم کر کے راہ سفر اختیار فرمایا۔ ایک روایت کی بنا پر آپ مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں طواف کر کے خانہ کعبہ کو رخصت فرمایا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا نیشاپور میں ورودِ مسعود

جب سنہ ۲۰۰ ہجری میں حضرت مدینہ منورہ سے مرو خراسان کی جانب روانہ ہوئے۔ اہل و عیال اور متعلقین سب کو مدینہ منورہ ہی میں چھوڑا۔ اس وقت امام محمد تقی علیہ السلام کی عمر پانچ برس کی تھی۔ آپ مدینہ ہی میں رہے۔ مدینہ سے روانگی کے وقت کوفہ اور قم کی سیدھی راہ چھوڑ کر بصرہ اور اہواز کا غیر متعارف راستہ اس خطرہ کے پیش نظر اختیار کیا گیا کہ کہیں عقیدت مندان امام مزاحمت نہ کریں۔ غرضکہ قطع مراحل اور طے منازل کرتے ہوئے یہ لوگ نیشاپور کے قریب جا پہنچے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ جب آپ کی مقدس سواری شہر نیشاپور کے قریب پہنچی تو جملہ علماء و فضلاء شہر نے بیرونِ شہر حاضر ہو کر آپ کی رسم استقبال ادا کی۔ داخل شہر ہوئے تو تمام خورد و بزرگ شوقِ زیارت میں اُمنڈ آئے۔ مرکب عالی جب مربعہ شہر (چوک) میں پہنچا، تو ہجوم خلائق سے زمین پر تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ اس وقت حضرت امام علی رضا قاطر اشہبی پر سوار تھے۔ جس کا تمام ساز و سامان نقرئی تھا۔ خچر پر عماری تھی اور اس پہ دونوں طرف پردے پڑے ہوئے تھے اور بروایتے چھتری لگی ہوئی تھی۔ اس وقت امام المحدثین حافظ ابو زرعہ رازی اور محمد بن اسلم طوسی آگے آگے اور ان کے پیچھے اہل علم و حدیث کی ایک عظیم جماعت حاضر خدمت ہوئی اور بایں کلمات امام علیہ السلام کو مخاطب کیا۔ "اے جمیع سادات کے سردار، اے تمام اماموں کے امام، اور

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قریہ سناباد میں حضرت کا نزولِ کرم

شہر طوس سے روانہ ہوکر آپ قریہ سناباد پہنچے۔ اور آپ نے محلہ نوخاں میں قیام فرمایا اور لباس اُتار کر دُھلنے کے لیے دے دیا۔ حمید بن قحطبہ کا بیان ہے کہ آپ کی جیب میں ایک دُعا کنیز نے پائی۔ اُس نے مجھے دیا میں نے اُسے حضرت تک پہنچاتے ہوئے دریافت کیا کہ اس دُعا کا فائدہ کیا ہے۔ فرمایا یہ شریروں کے شر سے حفاظت کا حرز ہے۔ پھر آپ قبہ ہارون میں تشریف لے گئے اور آپ نے قبلہ کی طرف خط کھینچ کر فرمایا کہ میں اس جگہ دفن کیا جاؤں گا اور یہ جگہ میری زیارت گاہ ہوگی۔ اس کے بعد آپ نے نماز ادا فرمائی اور وہاں سے چلنے کا ارادہ کیا۔

امام رضا کا دارالخلافہ مرو میں نزول

امام علیہ السّلام طے مراحل اور قطع منازل کرنے کے بعد جب مرو پہنچے جسے سکندر ذوالقرنین نے بروایت معجم البلدان آباد کیا تھا اور جو اُس وقت دارالسلطنت تھا۔ تو مامون نے چند روز ضیافت و تکریم کے مراسم ادا کرنے کے بعد قبولِ خلافت کا سوال پیش کیا۔ حضرت نے اس سے اسی طرح انکار کیا جس طرح امیرالمومنین۔ چوتھے موقعہ پر خلافت پیش کیے جانے کے وقت انکار فرمارہے تھے۔ مامون کو خلافت سے دستبردار ہونا، درحقیقت منظور نہ تھا ورنہ وہ امام کو اسی پر مجبور کرتا۔ چنانچہ جب حضرت نے خلافت کے قبول کرنے سے انکار فرمایا، تو اس نے ولیعہدی کا سوال پیش کیا۔ حضرت اس کے بھی انجام سے ناواقف نہ تھے۔ نیز بخوشی جابر حکومت کی طرف سے کوئی منصب قبول کرنا آپ کے خاندانی اصول کے خلاف تھا۔ حضرت نے اس سے بھی انکار فرمایا۔ مگر اس پر مامون کا اصرار جبر کی حد تک پہنچ گیا اور اس نے صاف کہہ دیا کہ "لابدمن قبولک" اگر آپ اس کو منظور نہیں کرسکتے تو اس وقت آپ کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ جان کا خطرہ قبول کیا جاسکتا ہے جب مذہبی مفاد کا قیام جان دینے پر موقوف ہو۔ ورنہ حفاظتِ جان شریعتِ اسلام کا بنیادی حکم ہے۔ امام نے فرمایا، یہ ہے تو میں مجبوراً قبول کرتا ہوں۔ مگر کاروبار سلطنت میں بالکل دخل نہ دوں گا۔ ہاں اگر کسی بات میں مجھ سے مشورہ لیا جائے گا تو نیک مشورہ ضرور دوں گا۔ اس کے بعد یہ ولی عہدی صرف برائے نام سلطنت وقت کے ایک ڈھکوسلے سے زیادہ کوئی وقعت نہ رکھتی تھی۔ جس سے ممکن ہے کچھ عرصہ تک سیاسی مقصد میں کامیابی حاصل کرلی گئی ہو۔ مگر امام کی حیثیت اپنے فرائض کے انجام دینے میں بالکل وہ تھی جو اُن کے پیش رو حضرت علی مرتضیٰؑ اپنے زمانے کے بااقتدار طاقتوں کے ساتھ اختیار کرچکے تھے۔ جس طرح اُن کا کبھی کبھی مشورہ دے دینا ان حکومتوں کو صحیح وجائز نہیں بناسکتا۔ ویسے ہی امام رضا علیہ السّلام کا اس نوعیت سے ولیعہدی کا قبول فرمانا اس سلطنت کے جواز کا باعث نہیں ہوسکتا تھا صرف

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مامون کی ایک راج ہٹ تھی جو سیاسی غرض کے پیش نظر اس طرح پوری ہو گئی۔ مگر امام نے اپنے دامن کو سلطنتِ ظلم کے اقدامات اور ظلم و فسق سے بالکل الگ رکھا۔

تواریخ میں ہے کہ مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ شرطیں قبول کریں اس کے بعد آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور بارگاہِ احدیت میں عرض کی پروردگارا تو جانتا ہے کہ اس امر کو میں نے بہ مجبوری و ناچاری اور خوف قتل کی وجہ سے قبول کر لیا ہے۔ خداوندا تو میرے اس فعل پر مجھ سے اسی طرح مواخذہ نہ کرنا جس طرح جناب یوسفؑ اور جناب دانیال سے باز پرس نہیں فرمائی۔ اس کے بعد کہا میرے پالنے والے تیرے عہد کے سوا کوئی عہد نہیں۔ اور تیری عطا کی ہوئی حیثیت کے سوا کوئی عزت نہیں۔ خدایا تو مجھے اپنے دین پر قائم رہنے کی توفیق عنایت فرما۔ خواجہ محمد پارسا کا کہنا ہے کہ ولیعہدی کے وقت آپ رو رہے تھے۔ ملا حسین لکھتے ہیں کہ مامون کی طرف سے اصرار اور حضرت کی طرف سے انکار کا سلسلہ دو ماہ جاری رہا۔ اس کے بعد ولی عہدی قبول کی گئی۔

جلسہ ولیعہدی کا انعقاد

۷ رمضان ۲۰۱ ہجری بروز پنجشنبہ جلسہ ولیعہدی منعقد ہوا۔ بڑی شان و شوکت اور تزک و احتشام کے ساتھ یہ تقریب عمل میں لائی گئی۔ سب سے پہلے مامون نے اپنے بیٹے عباس کو اشارہ کیا اور اس نے بیعت کی، پھر اور لوگ بیعت سے شرفیاب ہوئے۔ سونے اور چاندی کے سکے سرِ مبارک پر نثار کئے گئے اور تمام ارکانِ سلطنت اور ملازمین کو انعامات تقسیم ہوئے۔ مامون نے حکم دیا کہ حضرت کے نام کا سکہ تیار کیا جائے۔ چنانچہ درہم و دینار پر حضرت کے نام کا نقش ہوا، اور تمام قلمرو میں وہ سکہ چلایا گیا۔ جمعہ کے خطبہ میں حضرت کا نام نامی داخل کیا گیا۔

یہ ظاہر ہے کہ حضرت کے نامِ مبارک کا سکہ عقیدت مندوں کے لیے تبرک اور ضمانت کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس سکہ کو سفر و حضر میں حرزِ جان کے لیے ساتھ رکھنا یقینی امر تھا صاحب جنات الخلود نے بحر و بر کے سفر میں تحفظ کے لیے آپ کے توسل کا ذکر کیا ہے۔ اسی کی یادگار میں بطور ضمانت بعقیدہ تحفظ ہم اب بھی سفر میں بازو پر امام ضامن تامن کا پیسہ باندھتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ ۳۳ ہزار عباسی مرد و زن وغیرہ کی موجودگی میں آپ کو ولیعہد خلافت بنا دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے تمام حاضرین سے حضرت امام علی رضا کے لیے بیعت لی اور دربار کا لباس بجائے سیاہ کے سبز قرار دیا گیا۔ جو سادات کا امتیازی لباس تھا۔ فوج کی وردی بھی بدل دی گئی۔ تمام ملک میں احکامِ شاہی نافذ ہوئے کہ مامون کے بعد علی رضا تخت و تاج کے مالک ہیں اور ان کا لقب ہے "الرضا من آلِ محمد" حسن بن سہل کے نام بھی فرمان گیا۔ کہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُن کے لیے بیعت عام لی جائے اور عموماً اہلِ فوج و عمائدینِ بنی ہاشم سبز رنگ کے پھریرے اور سبز کلاہ وقبا میں استعمال کریں۔

علامہ شریف جرجانی نے لکھا ہے کہ قبول ولیعہدی کے متعلق جو تحریر حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کو لکھی۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ "چونکہ مامون نے ہمارے ان حقوق کو تسلیم کر لیا ہے جن کو اُن کے آباؤ اجداد نے نہیں پہچانا تھا۔ لہٰذا میں نے اس کی درخواست ولی عہدی قبول کر لی۔ اگرچہ جفر و جامعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام انجام کو نہ پہنچے گا"۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ قبول ولیعہدی کے سلسلہ میں آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا تھا۔ اس پر گواہ کی حیثیت سے فضل بن سہل سہل بن فضل یحییٰ بن اکثم۔ عبداللہ ابن طاہر۔ ثمامہ بن اشرس۔ بشر بن معتمر۔ حماد بن نعمان وغیرہم کے دستخط تھے۔ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے اس جلسہ ولیعہدی میں اپنے مخصوص عقیدت مندوں کو قریب بلا کر کان میں فرمایا تھا کہ اس تقریب پر دل میں خوشی کو جگہ نہ دو۔ ملاحظہ ہو صواعق محرقہ ص ۱۲۲۔ مطالب السؤل ص ۲۸۲۔ نورالابصار ص ۱۴۲۔ اعلام الوریٰ ص ۱۹۳ کشف الغمہ ص ۱۱۲۔ جنات الخلود ص ۳۱۔ المامون ص ۸۲ وسیلۃ النجات ص ۳۷۹۔ ارجح المطالب ص ۴۵۴ مسند امام رضا ص ۷۔ تاریخ طبری۔ شرح مواقف۔ تاریخ آئمہ ص ۴۷۲۔ تاریخ احمدی ص ۳۵۴۔ شواہد النبوت، ینابیع المودۃ، فصل الخطاب۔ حبیب الاولیا روضۃ الصفا۔ عیون اخبار رضا۔ دمعہ ساکبہ، سوانح امام رضا۔

حضرت امام رضا علیہ السّلام کی ولیعہدی کا دشمنوں پر اثر

تاریخ اسلام میں ہے کہ امام رضا کی ولی عہدی کی خبر سن کر بغداد کے عباسی یہ خیال کر کے کہ خلافت ہمارے خاندان سے نکل چکی کمال دل سوختہ ہوئے۔ اور انھوں نے ابراہیم ابن مہدی کو بغداد کے تخت پر بٹھا دیا اور محرم ۲۰۲ھ میں مامون کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ بغداد اور اس کے نواح میں بالکل بدنظمی پھیل گئی۔ لچے غنڈے دن دھاڑے لوٹ مار کرنے لگے۔ جنوبی عراق اور حجاز میں بھی معاملات کی حالت ایسی ہی خراب ہو رہی تھی۔ فضل وزیر اعظم سب خبروں کو بادشاہ سے پوشیدہ رکھتا تھا۔ مگر امام رضا علیہ السلام نے اسے خبردار کر دیا۔ بادشاہ وزیر کی طرف سے بدظن ہو گیا مامون کو جب ان شورشوں کی خبر ہوئی تو بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔ سرخس میں پہنچ کر اس نے فضل بن سہل وزیر سلطنت کو حمام میں قتل کرا دیا۔ (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۹۱) شمس العلما شبلی نعمانی حضرت امام رضا کی بیعت ولیعہدی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس افسوس کے حکم نے بغداد میں ایک قیامت انگیز ہلچل مچا دی اور مامون سے مخالفت کا پیمانہ لبریز ہو گیا بعضوں نے سبز رنگ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وغیرہ کے اختیار کرنے کے حکم کی بہ جبر تعمیل کی مگر عام صدا یہی تھی کہ خلافت خاندانِ عباس کے دائرہ سے باہر نہیں جا سکتی (المامون صفحہ ۸۲)۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام جب ولی عہدِ خلافت مقرر کیے جانے لگے، مامون کے حاشیہ نشین سخت بدظن اور دل تنگ ہو گئے اور ان پر یہ خوف چھا گیا کہ اب خلافت بنی عباس سے نکل کر بنی فاطمہ کی طرف چلی جائے گی۔ اور اسی تصور نے انھیں حضرت امام رضا علیہ السلام سے سخت متنفر کر دیا۔ (نور الابصار صفحہ ۱۴۳)۔

واقعۂ حجاب

مورخین لکھتے ہیں کہ اس واقعۂ ولیعہدی سے لوگوں میں اس درجہ بغض و حسد اور کینہ پیدا ہو گیا کہ وہ لوگ معمولی معمولی باتوں پر اس کا مظاہرہ کر دیتے تھے۔ علامہ شبلنجی اور علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کا ولیعہدی کے بعد یہ اصول تھا کہ آپ مامون سے اکثر ملنے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے اور ہوتا یہ تھا کہ جب آپ دہلیز کے قریب پہنچتے تھے تو تمام دربان اور خدام آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے اور سلام کر کے پردہ در اٹھایا کرتے تھے۔ ایک دن سب نے مل کر طے کر لیا کہ کوئی پردہ نہ اٹھائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب امام علیہ السلام تشریف لائے تو حجاب نے پردہ نہ اٹھایا مطلب یہ تھا کہ اس سے امام کی توہین ہو گی، لیکن اللہ کے ولی کو کوئی ذلیل نہیں کر سکتا۔ جب ایسا موقعہ آیا تو ایک تند ہوا نے پردہ اٹھایا اور امام داخلِ دربار ہو گئے۔ پھر جب آپ واپس تشریف لائے تو ہوا نے بدستور پردہ اٹھانے میں سبقت کی۔ اسی طرح کئی دن تک ہوتا رہا۔ بالآخر وہ سب کے سب شرمندہ ہو گئے۔ اور امام علیہ السلام کی خدمت مثل سابق کرنے لگے۔ (نور الابصار صفحہ ۱۴۳ مطالب السئول صفحہ ۲۸۲ شواہد النبوت صفحہ ۱۹۷)۔

حضرت امام رضا علیہ السلام اور نمازِ عید

ولی عہدی کو ابھی زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ عید کا موقع آ گیا۔ مامون نے حضرت سے کہلا بھیجا کہ آپ سواری پر جا کر لوگوں کو نمازِ عید پڑھائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے پہلے ہی تم سے شرط کر لی ہے کہ بادشاہت اور حکومت کے کسی کام میں حصہ نہیں لوں گا اور نہ اس کے قریب جاؤں گا اس وجہ سے تم مجھ کو اس نمازِ عید سے بھی معاف رکھو۔ مگر مامون نے بہت اصرار و الحاح کیا حضرت نے فرمایا، اگر تم معاف کر دو تو بہتر ہے۔ ورنہ میں نمازِ عید کے لیے اسی طرح جاؤں گا جس طرح میرے جدِ امجد حضرت محمد رسول اللہ صلعم تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مامون نے کہا آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں جائیں۔ اس کے بعد اس نے سواروں اور پیادوں کو حکم دیا کہ حضرت کے دروازے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پر حاضر ہوں۔

جب یہ خبر شہر میں مشہور ہوئی تو لوگ عید کے روز سڑکوں اور چھتوں پر حضرت کی سواری کی شان دیکھنے کو جمع ہوگئے، ایک بھیڑ لگ گئی۔ عورتوں اور لڑکوں سب کو آرزو تھی کہ حضرت کی زیارت کریں۔ اور آفتاب نکلنے کے بعد حضرت نے غسل کیا اور کپڑے بدلے، سفید عمامہ سر پر باندھا، عطر لگایا اور عصا ہاتھ میں لے کر عیدگاہ جانے پر آمادہ ہوئے اس کے بعد نوکروں اور غلاموں کو حکم دیا کہ تم بھی غسل کر کے کپڑے بدل لو۔ اور اسی طرح پیدل چلو۔ اس انتظام کے بعد حضرت گھر سے باہر نکلے۔ پائجامہ آدھی پنڈلی تک اٹھالیا۔ کپڑوں کو سمیٹ لیا، ننگے پاؤں ہوگئے اور پھر دو تین قدم چل کر کھڑے ہوگئے اور سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے کہا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ حضرت کے ساتھ نوکروں، غلاموں اور فوج کے سپاہیوں نے بھی تکبیر کہی۔ راوی کا بیان ہے کہ جب امام رضا علیہ السلام تکبیر کہتے تھے تو ہم لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ در و دیوار اور زمین و آسمان سے حضرت کی تکبیر کا جواب سنائی دیتا ہے۔ اس ہیبت کو دیکھ کر یہ حالت ہوئی کہ سب لوگ اور خود لشکر والے زمین پر گر پڑے۔ سب کی حالت بدل گئی۔ لوگوں نے چھریوں سے اپنی جوتیوں کے کل تسمے کاٹ دیئے، اور جلدی جلدی جوتیاں پھینک کر ننگے پاؤں ہوگئے۔ شہر بھر کے لوگ چیخ چیخ کر رونے لگے۔ ایک کہرام بپا ہوگیا۔ اس کی خبر مامون کو بھی ہوگئی۔ اس کے وزیر فضل بن سہل نے اس سے کہا کہ اگر امام رضا اسی حالت سے عیدگاہ تک پہنچ جائیں گے تو معلوم نہیں کیا فتنہ اور ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ سب لوگ ان کی طرف ہو جائیں گے اور ہم نہیں جانتے کہ ہم لوگ کیسے بچیں گے۔ وزیر کی اس تقریر پر متنبہ ہو کر مامون نے اپنے پاس سے ایک شخص کو حضرت کی خدمت میں بھیج کر کہلا بھیجا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ جو آپ سے عیدگاہ جانے کے لیے کہا۔ اس سے آپ کو زحمت ہو رہی ہے اور میں آپ کی مشقت کو پسند نہیں کرتا۔ بہتر ہے کہ آپ واپس چلے آئیں۔ اور عیدگاہ جانے کی زحمت نہ فرمائیں۔ پہلے جو شخص نماز پڑھاتا تھا وہ پڑھائے گا۔ یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام واپس تشریف لائے اور نماز عید نہ پڑھا سکے۔ (وسیلۃ النجات ص۳۸۲ مطالب السؤل ص۲۸۲ و اصول کافی) علامہ شبلنجی لکھتے ہیں، فرجع علی الرضا الی بیتہ ورکب المامون فصلی بالناس کہ امام رضا علیہ السلام دولت سرا کو واپس تشریف لائے اور مامون نے جا کر نماز پڑھائی۔ (نور الابصار ص۱۴۳)۔

حضرتِ امام رضا کی مدح سرائی اور دعبل خزاعی اور ابونواس

عرب کے مشہور شاعر جناب دعبل خزاعی کا نام ابو علی دعبل ابن علی بن رزین ہے۔ آپ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۴۸ھ میں پیدا ہوکر ۲۴۵ھ میں بمقام شوش وفات پاگئے (رجال کشی طبع ۲۴۲) اور ابو نواس کا پورا نام ابو علی حسن بن ہانی ابن عبدالاول ہوازی بصری بغدادی ہے۔ یہ ۱۳۶ھ میں پیدا ہوکر ۱۹۹ھ میں فوت ہوئے دعبل آلِ محمدؐ کے مداحِ خاص تھے۔ اور ابو نواس ہارون رشید امین و مامون کا ندیم تھا۔

دعبل خزاعی کے بے شمار اشعار مدح آلِ محمد میں موجود ہیں۔ علامہ شبلنجی تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت امام رضا علیہ السّلام ولی عہدِ سلطنت تھے۔ دعبل خزاعی ایک دن دارالسلطنت مرو میں آپ سے ملے اور انھوں نے کہا کہ حضور میں نے آپ کی مدح میں ۱۲۰ اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ لکھا ہے۔ میری تمنا ہے کہ میں اسے سب سے پہلے حضور ہی کو سناؤں حضرت نے فرمایا بہتر ہے، پڑھو۔

دعبل خزاعی نے اشعار پڑھنا شروع کیا۔ قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

ذکرت محل الربع من عرفات

فاجریت دمع العین با لعبرات

جب دعبل قصیدہ پڑھ چکے تو امام علیہ السّلام نے ایک سو اشرفی کی تھیلی انھیں عطا فرمائی دعبل نے شکریہ ادا کرنے کے بعد اُسے واپس کرتے ہوئے کہا کہ مولا میں نے یہ قصیدہ قربۃً الی اللہ کہا ہے میں کوئی عطیہ نہیں چاہتا۔ خدا نے مجھے سب کچھ دے رکھا ہے۔ البتہ حضور اگر مجھے جسم سے اُترے ہوئے کپڑے سے کچھ عنایت فرمادیں، تو وہ میری عین خواہش کے مطابق ہوگا۔ آپ نے ایک جُبّہ عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ اس رقم کو بھی لے لو۔ یہ تمہارے کام آئے گی۔ دعبل نے اسے لے لیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد دعبل مَرو سے عراق جانے والے قافلے کے ساتھ ہوکر روانہ ہوئے۔ راستہ میں چوروں نے اور ڈاکوؤں نے حملہ کرکے سب کا سب کچھ لُوٹ لیا اور چند آدمیوں کو گرفتار بھی کرلیا۔ جن میں دعبل بھی تھے۔ ڈاکوؤں نے مال تقسیم کرتے وقت دعبل کا ایک شعر پڑھا۔ دعبل نے پوچھا یہ کس کا شعر ہے۔ انھوں نے کہا کسی کا ہوگا۔ دعبل نے کہا یہ میرا شعر ہے۔ اس کے بعد انھوں نے سارا قصیدہ سُنا دیا۔ اُن لوگوں نے دعبل کے صدقہ میں سب کو چھوڑ دیا اور سب کا مال واپس کردیا۔ یہاں تک کہ یہ نوبت آئی کہ ان لوگوں نے واقعہ سُن کر امام رضا کا دیا ہوا جُبّہ خریدنا چاہا، اور اس کی قیمت ایک ہزار دینار لگادی۔ دعبل نے جواب دیا کہ یہ میں نے بطورِ تبرک اپنے پاس رکھا ہے۔ اسے فروخت نہ کروں گا۔ بالآخر بار بار گرفتار ہونے کے بعد انھوں نے اُسے ایک ہزار اشرفی پر فروخت کردیا۔ علامہ شبلنجی بحوالہ ابوالصلت ہروی لکھتے ہیں کہ دعبل نے جب امام رضا کے سامنے یہ قصیدہ پڑھا تھا تو آپ رو رہے تھے اور آپ نے دو بیتوں کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ اشعار الہامی ہیں۔ (نور الابصار ص ۱۳۸) علامہ عبدالرحمٰن لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علیہ السلام نے قصیدہ سنتے ہوئے نفس زکیہ کے تذکرہ پر فرمایا کہ اے دعبل اس جگہ ایک شعر کا اور اضافہ کرو، تاکہ تمہارا قصیدہ مکمل ہو جائے۔ انھوں نے عرض کی مولا فرمایئے۔ ارشاد ہوا۔

وقبر بطوس نالها من مصيبة
الحت على الاحشاء بالزفرات

دعبل نے گھبرا کے پوچھا مولا، یہ کس کی قبر ہوگی، جس کا حضور نے حوالہ دیا ہے۔ فرمایا اے دعبل یہ قبر میری ہوگی۔ اور میں عنقریب اس عالم غربت میں جب کہ میرے اعزا و اقربا بال بچے مدینہ میں ہیں شہید کر دیا جاؤں گا۔ اور میری قبر یہیں بنے گی۔ اے دعبل جو میری زیارت کو آئے گا۔ جنت میں میرے ہمراہ ہوگا۔ (شواہد النبوت ص ۱۹۹) دعبل کا یہ مشہور قصیدہ مجالس المومنین ص ۴۶۹ میں مکمل منقول ہے۔ البتہ اس کا مطلع بدلا ہوا ہے۔ علامہ شیخ عباس قمی نے لکھا ہے کہ دعبل نے ایک کتاب لکھی تھی۔ جس کا نام تھا "طبقات الشعراء" (سفینۃ البحار جلد ا ص ۴۴۱)

ابو نواس کے متعلق علمائے اسلام لکھتے ہیں کہ ایک دن اس کے دوستوں نے اس سے کہا کہ تم اکثر اشعار کہتے ہو اور پھر مدح بھی کیا کرتے ہو۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ تم نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی مدح میں اب تک کوئی شعر نہیں کہا۔ اس نے جواب دیا کہ حضرت کی جلالت قدر ہی نے مجھے مدح سرائی سے روکا ہے۔ میری ہمت نہیں پڑتی کہ آپ کی مدح کروں۔ یہ کہہ کر اس نے چند اشعار پڑھے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ عمدہ کلام کے ہر رنگ اور مذاق کے اشعار سب لوگوں سے اچھے تم ہی کہتے ہو، بلکہ اچھے اشعار میں تمہارے مدحیہ قصیدے ایسے ہوتے ہیں جن سے سننے والوں کے سامنے موتی جھڑتے ہیں۔ پھر تم نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بیٹے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی مدح اور حضرت کے فضائل و مناقب میں کوئی قصیدہ کیوں نہیں لکھا؟ تو میں نے سب کے جواب میں کہہ دیا کہ بھائیو جن جلیل الشان امام کے آبائے کرام کے خادم جبرئیل ایسے فرشتے ہوں۔ ان کی مدح کرنا مجھ سے ممکن نہیں ہے۔

"اس کے بعد اس نے چند اشعار آپ کی مدح میں لکھے جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

یہ حضرات آئمہ طاہرین خدا کے پاک و پاکیزہ کئے ہوئے ہیں اور ان کا لباس بھی طیب و طاہر ہے۔ جہاں بھی ان کا ذکر ہوتا ہے۔ وہاں ان پہ درود کا نعرہ بلند ہو جاتا ہے۔ جب حسب و نسب بیان ہوتے وقت کوئی شخص علوی خاندان کا نہ نکلے، تو اس کو ابتدائے زمانہ سے کوئی فخر کی بات نہیں ملے گی۔ جب خدا نے مخلوق کو پیدا کیا۔ پھر اس کو ہر طرح استوار کیا اور سنوارا تو آپ خدا کے برگزیدہ حضرات آپ لوگوں کو خدا نے سب سے زیادہ شریف بھی قرار دیا اور سب پر فضیلت بھی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دی۔ میں سچ کہتا ہوں کہ آپ حضرات ہی ملأ اعلیٰ ہیں اور آپ ہی کے پاس قرآن مجید کا علم اور سورتوں کے مطالب و مفاہیم ہیں" (وفیات الاعیان جلد ا صـ۳۲۲ و نور الابصار صـ۱۳۰ طبع مصر)۔

مذاہبِ عالم کے علماء سے حضرت امام رضا کے علمی مناظرے

مامون رشید کو خود بھی علمی ذوق تھا۔ اُس نے ولی عہدی کے مرحلہ کو طے کرنے کے بعد حضرت امام علی رضا علیہ السّلام سے کافی استفادہ کیا پھر اپنے ذوق کے تقاضے پر اُس نے مذاہبِ عالم کے علماء کو دعوتِ مناظرہ دی اور ہر طرف سے علماء کو طلب کر کے حضرت امام رضا علیہ السّلام سے مقابلہ کرایا عہدِ مامون میں امام علیہ السّلام سے جس قدر مناظرے ہوئے ہیں اُن کی تفصیل اکثر کتب میں موجود ہے اس سلسلہ میں احتجاجِ طبرسی، بحار، دمعہ ساکبہ وغیرہ جیسی کتابیں دیکھی جا سکتی ہیں، میں اختصار کے پیشِ نظر صرف دو چار مناظرے لکھتا ہوں۔

عالمِ نصاریٰ سے مناظرہ

مامون رشید کے عہد میں نصاریٰ کا ایک بہت بڑا عالم و مناظر شہرتِ عامہ رکھتا تھا جس کا نام "جاثلیق" تھا۔ اُس کی عادت تھی کہ متکلمینِ اسلام سے کہا کرتا تھا کہ ہم تم دونوں نبوتِ عیسیٰ اور اُن کی کتاب پر متفق ہیں اور اس بات پر بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اختلاف ہے تو صرف نبوتِ محمد مصطفےٰ صلعم میں ہے۔ تم اُن کی نبوت کا اعتقاد رکھتے ہو۔ اور ہمیں انکار ہے۔ پھر ہم تم اُن کی وفات پر متفق ہوگئے ہیں۔ اب ایسی صورت میں کونسی دلیل تمہارے پاس باقی ہے جو ہمارے لیے حجت قرار پائے۔ یہ کلام سُن کر اکثر مناظر خاموش ہو جایا کرتے تھے۔ مامون رشید کے اشارے پر ایک دن وہ حضرت امام رضا علیہ السّلام سے بھی ہم کلام ہوا۔ موقع مناظرہ میں اُس نے مذکورہ سوال دُھراتے ہوئے کہا کہ پہلے آپ یہ فرمائیں کہ حضرت عیسیٰ کی نبوت اور اُن کی کتاب دونوں پر آپ کا ایمان و اعتقاد ہے یا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، میں اس عیسیٰ کی نبوت کا یقیناً اعتقاد رکھتا ہوں جس نے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی نبوت کی اپنے حواریّن کو بشارت دی ہے۔ اور اُس کتاب کی تصدیق کرتا ہوں جس میں یہ بشارت درج ہے جو عیسائی اس کے معترف نہیں اور جو کتاب اس کی شارح اور مصدق نہیں اس پر میرا ایمان نہیں ہے۔ یہ جواب سُن کر جاثلیق خاموش ہو گیا۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے جاثلیق ہم اُس عیسیٰ کو جس نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت کی بشارت دی، نبی برحق جانتے ہیں۔ مگر تم اُن کی تنقیص کرتے ہو، اور کہتے ہو کہ وہ نماز روزہ کے پابند نہ تھے۔ جاثلیق نے کہا کہ ہم تو یہ نہیں کہتے وہ تو ہمیشہ قائم اللیل اور صائم النہار رہا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا عیسیٰ تو بنا بر اعتقاد نصاریٰ خود معاذ اللہ خدا تھے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تو یہ روزہ اور نماز کس کے لیے کرتے تھے۔ یہ سُن کر جاثلیق مبہوت ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ البتہ یہ کہنے لگا کہ جو مُردوں کو زندہ کرے۔ جذامی کو شفا دے۔ نابینا کو بینا بنائے اور پانی پر چلے کیا وہ اس کا سزاوار نہیں کہ اُس کی پرستش کی جائے اور اُسے معبود سمجھا جائے۔ آپ نے فرمایا الیسع بھی پانی پر چلتے تھے۔ اندھے کوڑھی کو شفا دیتے تھے۔ اسی طرح حزقیل پیغمبر نے ۳۵ ہزار انسانوں کو ساٹھ برس کے بعد زندہ کیا تھا۔ قومِ اسرائیل کے بہت سے لوگ طاعون کے خوف سے اپنے گھر چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے۔ حق تعالیٰ نے ایک ساعت میں سب کو مار دیا۔ بہت دنوں کے بعد ایک نبی استخوان ہائے بوسیدہ پر گزرے تو خداوند تعالیٰ نے اُن پر وحی نازل کی کر انھیں آواز دو۔ اُنھوں نے کہا اے عظام بالیہ (استخوان مُردہ) اُٹھ کھڑے ہو۔ وہ سب بحکمِ خدا اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے پرندوں کو زندہ کرنے اور حضرت موسیٰؑ کے کوہِ طور پر لے جانے اور رسُولِ خداؐ کے احیائے اموات فرمانے کا حوالہ دے کر فرمایا کہ ان چیزوں پر توراۃ و انجیل اور قرآن مجید کی شہادت موجود ہے۔ اگر مُردوں کو زندہ کرنے سے انسان خدا ہو سکتا ہے، تو یہ سب انبیاء بھی خدا ہونے کے مستحق ہیں۔ یہ سُن کر وہ چُپ ہو گیا اور اُس نے اسلام قبول کرنے کے سوا اور چارہ نہ دیکھا۔

عالمِ یہود سے مناظرہ

علمائے یہود میں سے ایک عالم جس کا نام "راس الجالوت" تھا کو اپنے علم پر بڑا غرور اور تکبّر و ناز تھا۔ وہ کسی کو بھی اپنی نظر میں نہ لاتا تھا۔ ایک دن اس کا مناظرہ اور مباحثہ فرزندِ رسول حضرت امام رضا علیہ السّلام سے ہو گیا آپ سے گفتگو کے بعد اس نے اپنے علم کی حقیقت جانی اور سمجھا کہ میں خود فریبی میں مبتلا ہوں۔

امام علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد اس نے اپنے خیال کے مطابق بہت سخت سوالات کیے۔ جن کے تسلّی بخش اور اطمینان آفرین جوابات سے بہرہ ور ہوا۔ جب وہ سوالات کر چکا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے راس الجالوت! تم توراۃ کی اس عبارت کا کیا مطلب سمجھتے ہو کہ "آیا نورِ سینا سے اور روشن ہوا جبلِ ساعیر سے اور ظاہر ہوا کوہِ فاران سے"۔ اُس نے کہا کہ اسے ہم نے پڑھا ضرور ہے لیکن اس کی تشریح سے واقف نہیں ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ نُور سے وحی مُراد ہے۔ طورِ سینا سے وہ پہاڑ مراد ہے جس پر حضرت موسیٰ خدا سے کلام کرتے تھے۔ جبلِ ساعیر سے محل و مقام عیسیٰ علیہ السّلام مراد ہے۔ کوہِ فاران سے جبل مکّہ مراد ہے جو شہر سے ایک منزل کے فاصلے پر واقع ہے۔ پھر فرمایا تم نے حضرت موسیٰ کی یہ وصیت دیکھی ہے کہ تمھارے پاس بنی اخوان سے ایک نبی آئے گا۔ اس کی بات ماننا اور اس کے قول کی تصدیق کرنا۔ اس نے کہا ہاں دیکھی ہے۔ آپ نے پوچھا کہ بنی اخوان سے کون مراد ہے۔ اس نے کہا

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

معلوم نہیں، آپ نے فرمایا کہ وہ اولادِ اسمٰعیل ہیں، کیوں کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے ایک بیٹے ہیں۔ اور بنی اسرائیل کے مورثِ اعلیٰ حضرت اسحاق بن ابراہیمؑ کے بھائی ہیں اور انھیں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

اس کے بعد جبل فاران والی بشارت کی تشریح فرما کر کہا کہ شعیا نبی کا قول توریت میں مذکور ہے کہ میں نے دو سوار دیکھے کہ جن کے پرتو سے دُنیا روشن ہوگئی، ان میں ایک گدھے پر سواری کئے تھا اور ایک اُونٹ پر۔ اے راس الجالوت تم بتلا سکتے ہو کہ اس سے کون مراد ہے؟ اس نے انکار کیا، آپ نے فرمایا کہ راکب الحمار سے حضرت عیسیٰؑ اور راکب الجمل سے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم مراد ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ تم حضرت حیقوق نبی کے اس قول سے واقف ہو کہ خدا اپنا بیان جبل فاران سے لایا اور تمام آسمان حمد الٰہی کی (آوازوں) سے بھر گئے اس کی امت اور اس کے لشکر کے سوار خشکی اور تری میں جنگ کریں گے ان پر ایک کتاب آئے گی اور سب کچھ بیت المقدس کی خرابی کے بعد ہوگا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ تمھارے پاس حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی نبوت کی کیا دلیل ہے۔ اس نے کہا کہ اُن سے وہ اُمور ظاہر ہوئے، جو ان سے پہلے کے انبیاء پر نہیں ہوئے تھے۔ مثلاً دریائے نیل کا شگافتہ ہونا عصا کا سانپ بن جانا۔ ایک پتھر سے بارہ چشموں کا جاری ہونا۔ اور ید بیضا وغیرہ آپ نے فرمایا کہ جو بھی اس قسم کے معجزات کو ظاہر کرے اور نبوت کا مدعی ہو، اس کی تصدیق کرنی چاہیئے۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیوں کہا اس لیے کہ موسیٰ کو جو قربت یا منزلت حق تعالیٰ کے نزدیک تھی وہ کسی کو نہیں ہوئی۔ لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ جب تک کوئی شخص بعینہٖ وہی معجزات و کرامات نہ دکھلائے ہم اس کی نبوت کا اقرار نہ کریں۔ ارشاد فرمایا کہ تم موسیٰؑ سے پہلے انبیاءِ مرسلین کی نبوت کا کس طرح اقرار کرتے ہو۔ حالانکہ انھوں نے نہ کوئی دریا شگافتہ کیا، نہ کسی پتھر سے چشمے نکالے۔ نہ اُن کا ہاتھ روشن ہوا۔ اور نہ اُن کا عصا اژدہا بنا۔ راس الجالوت نے کہا کہ جب ایسے امور و علامات خاص طور سے ان سے ظاہر ہوں۔ جن کے اظہار سے عموماً تمام خلائق عاجز ہو تو وہ اگرچہ بعینہٖ ایسے معجزات ہوں یا نہ ہوں۔ ان کی تصدیق ہم پر واجب ہو جائے گی۔ حضرت امام رضا علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بھی مُردوں کو زندہ کرتے۔ کور مادر زاد کو بینا بناتے۔ مبروص کو شفا دیتے۔ مٹی کی چڑیا بنا کر ہوا میں اُڑاتے تھے۔ وہ یہ امور ہیں جن سے عام لوگ عاجز ہیں پھر تم ان کو پیغمبر کیوں نہیں مانتے؟

راس الجالوت نے کہا کہ لوگ ایسا کہتے ہیں، مگر ہم نے ان کو ایسا کرتے دیکھا نہیں ہے فرمایا تو کیا آیات و معجزات موسیٰ کو تم نے بچشم خود دیکھا ہے۔ آخر وہ بھی تو معتبر لوگوں کی زبانی سُنا ہی ہوگا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ویسا ہی اگر عیسیٰ کے معجزات ثقہ اور معتبر لوگوں سے سُنو، تو تم کو اُن کی نبوت پر ایمان لانا چاہیئے اور بالکل اسی طرح حضرت محمد مصطفےٰ کی نبوت و رسالت کا اقرار آیات و معجزات کی روشنی میں کرنا چاہیے۔ سُنو اُن کا ایک عظیم معجزہ قرآن مجید ہے جس کی فصاحت و بلاغت کا جواب قیامت تک نہیں دیا جا سکے گا۔ یہ سُن کر وہ خاموش ہو گیا۔

عالم مجوس سے مناظرہ

مجوسی یعنی آتش پرست کا ایک مشہور عالم ہربذاکبر حضرت امام رضا علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہو کر علمی گفتگو کرنے لگا۔ آپ نے اس کے سوالات کے مکمل جوابات عنایت فرمائے۔ اس کے بعد اس سے سوال کیا کہ تمھارے پاس زرتشت کی نبوت کی کیا دلیل ہے۔ اس نے کہا کہ انھوں نے ہماری ایسی چیزوں کی طرف رہبری فرمائی ہے۔ جس کے طرف پہلے کسی نے رہنمائی نہیں کی تھی۔ ہمارے اسلاف کہا کرتے تھے کہ زرتشت نے ہمارے لیے وہ امور مباح کیے ہیں کہ اُن سے پہلے کسی نے نہیں کیے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو اس امر میں کیا عذر ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کسی نبی اور رسُول کے فضائل و کمالات تم پر روشن کرے اور تم اس کے ماننے میں پس و پیش کرو۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم نے معتبر لوگوں سے سُن کر زرتشت کی نبوت مان لی۔ اسی طرح معتبر لوگوں سے سُن کر انبیاء اور رسل کی نبوت کے ماننے میں تمھیں کیا عذر ہو سکتا ہے؟ یہ سُن کر وہ خاموش ہو گیا۔

حضرت امام رضا علیہ السّلام اور عصمت انبیاء علیہم السّلام

انبیاء کرام، دوازدہ امام اور جناب مریم و حضرت فاطمہؑ کی عصمت کا اعتقاد مسلّمات سے ہے۔ لیکن بدقسمتی سے بعض مسلمان جو ان کی حیثیت کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکے۔ وہ اس میں کلام کرتے ہیں۔ اس لیے یہ بحث خاص اہمیت کا مالک بن گیا ہے اور علماء نے اس پر خامہ فرسائی فرمائی ہے۔ اس سلسلہ میں کتاب تنزیہہ الانبیاء۔ احتجاج طبرسی۔ بحار الانوار شرح تجرید وغیرہا دیکھنے کے قابل ہیں۔ حضرت امام رضا علیہ السّلام جو خود اپنے آباؤ اجداد اور انبیاء و اجداد کی طرح معصوم تھے۔ ان سے جب اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے اس کا جواب نہایت خوب صورت طریقے پر دے کر مخاطب کو مطمئن فرما دیا۔ علی بن جہم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مامون رشید نے حضرت امام رضا علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ جب خداوند عالم نے حضرت آدم علیہ السّلام کے لیے واضح طور پر فرما دیا "فعصیٰ آدم ربہ فغویٰ" کہ آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور وہ بہک گئے، تو پھر وہ معصوم کہاں رہے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کا حکم تھا کہ اے آدم تم دونوں بہشت میں رہو اور جو چاہو کھاؤ پیو۔ ولا تقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

من الظالمین۔" لیکن اِس درخت کے نزدیک نہ جانا، ورنہ اپنا خود بگاڑو گے۔ یعنی اُن سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اس شجر اور اس کے جنس دیگر سے بھی نہ کھانا اور انھوں نے اس درخت ممنوعہ سے کھایا بھی نہیں، مگر شیطان کے وسوسے سے ایک اور ویسے ہی درخت سے کھا لیا کیونکہ شیطان نے ان سے کہا کہ خداوند تعالیٰ نے تم کو خاص اس درخت سے منع فرمایا ہے۔ اس قسم کے اور درختوں سے ممانعت نہیں فرمائی اور اس کے پاس جانے سے بھی ممانعت نہیں فرمائی کھانے کا ذکر ارشاد خداوندی میں موجود نہیں۔ پھر شیطان نے ان سے قسم کھائی۔ کہ میں تمہارا ناصح مشفق ہوں۔ حضرت آدم و حوّا نے اس سے پہلے کسی کو جھوٹی قسم کھاتے نہیں سُنا تھا۔ اُن کو دھوکا ہوگیا اور اس کی قسم پر اعتبار کر کے اس کے مرتکب ہوگئے اور یہ اضطراب بھی ان حضرت سے قبل نبوت ہوا، اور گناہ کبیرہ نہ تھا۔ جس سے مستحق دخول جہنم ہوتے۔ یہ صرف صغائر موہوبہ سے تھا۔ جو انبیاء علیہم السلام سے قبل از وحی جائز ہے۔ جب خداوند عالم نے ان کو برگزیدہ کیا اور نبی گردانا تو وہ معصوم تھے۔ گناہِ کبیرہ و صغیرہ ان حضرات سے صادر نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ پھر خدا نے ان کو برگزیدہ کیا، اور ان کی توبہ قبول کرلی۔

علامہ طبرسی فرماتے ہیں۔ صغائر موہوبہ سے ترک اولیٰ مراد ہے جو انبیاء کے لیے قبل از نزول وحی جائز ہے۔ مؤلف کا کہنا ہے کہ نہی کی دو قسمیں ہیں۔ نہی تحریمی اور نہی تنزیہی۔ لاتقربا میں نہی تنزیہی تھی یعنی اس کے قریب نہ جانا تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ فتکونا من الظالمین اور اگر چلے گئے تو تم اپنا خود نقصان کرو گے۔ جیسا کہ کتاب "تنزیہ الانبیاء" سے مستفاد ہوتا ہے۔

اِسی طرح آپ نے حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت یوسف اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عصمت پر روشنی ڈالی اور بتلایا کہ ان حضرات سے گناہوں کا صادر ہونا امکان و قدرت کے باوجود محال تھا۔ ان سے کبھی کوئی گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ صادر نہیں ہوا۔ (عیون اخبار رضا صفحہ طبع ایران)۔

آپ کی تصانیف

علما نے آپ کی تصانیف میں صحیفۃ الرضا۔ صحیفۃ الرضویہ۔ طب الرضا اور مسند امام رضا کا حوالہ دیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ آپ کی تصانیف ہیں۔ صحیفۃ الرضا کا ذکر علامہ مجلسی۔ علامہ طبرسی اور علامہ زمخشری نے کیا ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ حکیم اکرام الرضا لکھنوی نے طبع کرایا تھا اب جو تقریباً ناپید ہے۔ صحیفۃ الرضویہ کا ترجمہ مولوی شریف حسین صاحب بریلوی نے کیا ہے۔ طب الرضا کا ذکر علامہ مجلسی شیخ منتخب الدین نے کیا ہے۔ اس کی شرح فضل اللہ ابن علی الراوندی نے لکھی ہے اسی کو رسالہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وجیہہ بھی کہتے ہیں اور اس کا ترجمہ مولانا حکیم مقبول احمد صاحب قبلہ مرحوم نے بھی کیا ہے۔ اس کا تذکرہ شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی نے المامون ص۲۶ میں کیا ہے۔ مسند امام رضا کا ذکر علامہ جیلپی نے کتاب کشف الظنون میں کیا ہے۔ جس کو علامہ عبداللہ امرت سری نے کتاب ارجح المطالب کے ص۴۵۴ پر نقل کیا ہے۔ ناچیز مؤلف کے پاس یہ کتاب مصر کی مطبوعہ موجود ہے۔ یہ کتاب ۱۳۴۱ ہجری میں چھپی ہے اور اس کے مرتب علامہ شیخ عبدالواسع مصری اور محشی علامہ محمد ابن احمد ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے مار العجم بنانے اور موسمیات کے متعلق جو افادہ فرمایا ہے اس کا ذکر کتابوں میں موجود ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ (دمعہ ساکبہ وغیرہ)۔

حضرت امام علی رضا علیہ السّلام اور شیر قالین

علامہ محمد تقی ابن محمد باقر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولی عہدی کے زمانہ میں ایک دفعہ شدید ترین قحط پڑا۔ مامون نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی مولا کوئی تدبیر کیجئے اور کسی صورت سے دعا فرمایئے کہ خداوند عالم نزول باراں کر دے۔ اب ملک کی بُری حالت ہو گئی ہے۔ بھوک اور پیاس سے لوگوں کے جان بحق ہونے کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے بادشاہ گھبراؤ نہیں۔ میں دوشنبہ کے دن طلب باراں کے لیے نکلوں گا۔ مجھے اپنے پروردگار سے پوری توقع ہے۔ انشاء اللہ نزولِ باراں ہوگا۔ اور خلق خدا کی پریشانی دُور ہو گی۔ غرضیکہ وقت مقررہ آیا اور امام علیہ السلام صحرا کی طرف برآمد ہوئے۔ آپ نے مصلیٰ بچھایا اور دستِ دُعا بارگاہ احدیت میں بلند کر کے دُعا فرمائی ابھی دُعا کے جملے تمام نہ ہونے پائے تھے کہ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چلنے لگے۔ بادل چھا گیا بوندیں پڑنے لگیں اور اس قدر بارش ہوئی کہ جل تھل ہو گیا۔ بادشاہ بھی خوش ہوا پبلک بھی مطلق اور آسودہ ہوئی اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ اس کرامت خاص اور استجابت دُعا کی وجہ سے بہت سے حاسد جل بھن کر خاکستر ہو گئے۔ ایک دن جب دربار آراستہ تھا۔ انھیں حاسدوں میں سے ایک نے کہا۔ لوگ آپ کے بارے میں بہت سے خرافات نشر کرتے ہیں اور آپ کو بڑھانے کی سعی میں منہمک ہیں۔ سب چاہتے ہیں کہ آپ کا پایہ بادشاہ سلامت کے پایہ سے بلند کر دیں اور سنیئے سب سے بڑی کرامت جو آپ کی اس وقت مشہور کی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے بارش کرا دی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جبکہ بارش عرصہ سے نہیں ہوئی تھی۔ وہ آپ دُعا کرتے یا نہ کرتے اُسے تو ہونا ہی تھا۔ لہٰذا میری نظر میں آپ کی یہ کرامت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ہاں کرامت اور معجزہ تو یہ ہے کہ پیش نظر قالین اور مسند پر جو شیر کی تصویر بنا رکھی ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسے مجسم کر دیجیے اور حکم دیجیے کہ مجھے پھاڑ کھائے۔

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھو میں نے کسی سے نہیں کہا کہ میری کرامت بیان کرے اور نہ یہ کہا ہے کہ مجھے بڑھانے کی کوشش کرے۔ اب رہ گیا آب باراں کا واقعہ، وہ خدا کی مہربانی اور عنایت سے عمل میں آیا ہے اور اسے دنیا نے دیکھا ہے۔ میں اس میں بھی اپنی کوئی تعریف نہیں چاہتا۔ یہ سب خدا کی عنایت ہے، البتہ جو تجھے یہ حوصلہ ہے کہ شیر قالین و مسند مجسم ہو جائے اور تجھے پھاڑ کھائے تو لے یہ کہے دیتا ہوں۔

یہ فرما کر آپ شیر کی تصویروں کی طرف متوجہ ہوئے، اور آپ نے فرمایا "کہ این فاجر کہ نزد شما است او را بدرید و اثر او را باقی نگذارید"۔ اس فاسق و فاجر کو چیر پھاڑ کر اس طرح کھا جاؤ کہ اس کا نشان تک باقی نہ رہے۔

امام علیہ السلام کا یہ فرمانا تھا کہ دونوں شیر کی تصویریں مجسم ہو گئیں اور انھوں نے جھمہ بھر کر کافر ازلی پر حملہ کر دیا جس کا نام حمید بن مہران تھا اور اسے پارا پارا کر کے کھا ڈالا۔ اس ہنگامہ کو دیکھ کر مامون بے ہوش ہو گیا۔ حضرت نے اسے ہوش میں لا کر شیروں کو حکم دیا کہ اپنی اصلی حالت و صورت میں ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ پھر قالین و مسند کی تصویریں بن گئے۔

(کشف النقاب شرح عیون اخبار رضا ص ۱۹۱)

حضرت امام رضا علیہ السلام کیساتھ ام حبیب بنت مامون کی شادی

اور

مامون کا سفر عراق

واقعہ ولی عہدی کے قبل بعد سے لے کر ۲۰۲ ہجری کے شروع تک حضرت امام رضا علیہ السلام سے مناظرے، مباحثے اور علمی مظاہرے مامون رشید کراتا رہا۔ اب اس کی وجہ یا یہ ہو کہ شہرت عام ہو جائے اور علوی سرنگوں رہیں اور علم خروج بلند نہ کریں یا یہ ہو کہ عباسیوں پر حجت قائم ہو جائے اور حضرت کی اہلیت و قابلیت سے مرعوب ہو کر وہ لوگ مخالفت اور تمرد و سرکشی کا قصد نہ کریں اور ٹھیک سے مامون کو حکومت کرنے دیں۔ یا یہ ہو کہ امام رضا اور ان کے ماننے والوں کے دل صاف ہو جائیں۔ اور کسی کو بعد کے آنے والے واقعات میں یہ شبہ نہ ہو کہ ان کی ذمہ داری مامون پر ہے۔ بہرحال سبب جو بھی ہو، لیکن یہ مسلم ہے کہ مناظرے اور مباحثے کے بعد مامون نے اپنے خفیہ مقصد کی تکمیل کے لیے عراق کا سفر کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن اس سے قبل اس نے یہ ضروری سمجھا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہ شبہ کی گنجائش کو ختم کر دینے کے لیے اپنی لڑکی کی شادی امام رضا علیہ السلام سے کر دے چنانچہ اُس نے علیٰ رؤس الاشہاد بر سرِ دربار مجلسِ عقد منعقد کر کے اپنی بیٹی اُمّ حبیب کی شادی حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ کر دی۔ علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ "زوجہ المامون ابنتہ امّ حبیب فی اوّل سنۃ اثنین ومائتین والمامون متوجہ الی العراق"۔ مامون نے اوّل ۲۰۲ ہجری میں اپنی لڑکی اُمّ حبیب کا عقد حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ کر دیا، یہ اُس وقت کیا جب کہ وہ سفرِ عراق کا تہیہ کر چکا تھا۔ (نور الابصار ص ۱۴۳ طبع مصر)۔

علامہ محمد رضا لکھتے ہیں کہ اُمِّ حبیب کو آپ کے تصرف میں نہیں رہا گیا۔ (جنات الخلود ص ۳۲)

یہ ۲۰۲ ہجری ہی ہے جس میں عباسیوں نے بغداد کی حکومت سے مامون کو بیدخل کر کے اس کی جگہ پر ابراہیم بن مہدی کو خلیفہ بنانے کا اعلان کر دیا تھا۔ اس وقت بغداد کی حالت یہ تھی کہ وہ اِنتشار اور بدنظمیوں کا مرکز بن گیا تھا۔ مورخ ذاکر حسین واقعہ ولی عہدی کے بعد کے حالات کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ بغداد اور اس کے گرد و نواح میں بالکل بدنظمی پھیل گئی۔ لُچّے غنڈے دن دہاڑے لوٹ مار کرنے لگے۔ جنوبی عراق اور حجاز میں بھی معاملات کی حالت ایسی ہی خراب ہو رہی تھی۔ فضل سب خبروں کو پوشیدہ رکھتا تھا۔ مگر امام رضا علیہ السلام نے انھیں باخبر کر دیا بادشاہ وزیر سے بدظن ہو گیا۔ مامون کو جب ان شورشوں کی خبر ہوئی تو بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔ سرخس میں پہنچ کر اُس نے اپنے وزیر فضل کو حمام میں قتل کرا دیا۔ پھر جب طوس میں پہنچا تو امام رضا کو جن کو ولی عہد کرنے کے سبب بغداد میں بغاوت ہوئی تھی۔ انگوروں میں زہر دے کر شہید کر دیا۔ مامون نے ظاہر میں ماتم کیا۔ وہیں دفن کر کے مقبرہ تعمیر کرا دیا۔ مامون نے امام کی وفات کا حال بغداد لکھ بھیجا۔ جس سے وہاں امن و امان قائم ہو گیا۔ مامون آگے بڑھا یہاں تک کہ مدائن پہنچ کر آٹھ دن قیام کیا۔ جہاں بغداد کے جنگی سرداروں، رئیسوں سے ملا۔ بنی عباس نے اس کا اِستقبال کیا اور اُس نے بعض عمائد کی درخواست پر پھر وہی عباسی سیاہ رنگ اختیار کر لیا۔ مامون کے آنے کی خبر سن کر ابراہیم بن مہدی اور اُس کے طرف دار بھاگ گئے۔ مگر پھر ابراہیم پکڑا ہوا آیا۔ (تاریخ اسلام جلد ا ص ۹۱ والفخری والمامون)۔

مامون رشید عباسی اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ غیر معصوم اربابِ اقتدار ہوسِ حکمرانی میں کسی قسم کا صرفہ نہیں کرتے اگر حصولِ حکومت یا تحفظِ حکمرانی میں باپ بیٹے، ماں بیٹی یا مقدس سے مقدس ترین ہستیوں کو بھینٹ چڑھاوے، تو وہ اس کی پرواہ نہیں کیا کرتے۔ اسی بنا پر عرب میں مثل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ الملک

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عقیمؔ۔ علامہ وحید الزمان۔ حیدر آبادی لکھتے ہیں کہ الملک عقیم بادشاہت بانجھ ہے۔ یعنی بادشاہت حاصل کرنے کے لیے باپ بیٹے کی پرواہ نہیں کرتا۔ بیٹا باپ کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ ایسا بھی ہوجاتا ہے کہ بیٹا باپ کو مار کر خود بادشاہ بن جاتا ہے۔ (انوار اللغۃ پارہ ۸ ص۱۷۳)۔ اب اس ہوس حکمرانی میں کسی مذہب اور عقیدہ کا سوال نہیں۔ ہر وہ شخص جو اقتدار کا بھوکا ہوگا۔ وہ اس قسم کی حرکتیں کرے گا۔

مثال کے لیے اسلامی تواریخ کی روشنی میں حضور رسولِ کریمؐ کی وفات کے فوراً بعد کے واقعات کو دیکھیے۔ جناب سیدہ کے مصائب و آلام اور وجہ شہادت پر غور کیجیے۔ امام حسنؑ کے ساتھ برتاؤ پر غور فرمائیے۔ واقعہ کربلا اور اس کے پس منظر نیز دیگر آئمہ طاہرین کے ساتھ بادشاہانِ وقت کے سلوک اور ان کی قید و بند اور شہادت کے واقعات کو ملاحظہ کیجیے۔ ان امور سے یہ بات واضح ہوجائے گی کہ حکمرانی کے لیے کیا کیا مظالم کیے جاسکتے ہیں اور کیسی کیسی ہستیوں کی جانیں لی جاسکتی ہیں۔ اور کیا کچھ کیا جاسکتا ہے تواریخ میں موجود ہے۔ کہ مامون رشید عباسی کی دادی نے اپنے بیٹے خلیفہ ہادی کو ۲۶ سال کی عمر میں زہر دلوا کر مار دیا۔ مامون رشید کے باپ ہارون رشید نے اپنے وزیروں کے خاندان برامکہ کو تباہ و برباد کر دیا (المامون ص۲۰) مروان کی بیوی نے اپنے خاوند کو بسترِ خواب پر دو تکیوں سے گلا گھونٹوا کر مروا دیا۔ ولید ابن عبدالملک نے فرزندِ رسولؐ امام زین العابدینؑ کو زہر سے شہید کیا۔ ہشام بن عبدالملک نے امام محمد باقرؑ کو زہر دیا۔ امام جعفر صادقؑ کو منصور دوانقی نے زہر سے شہید کیا۔ امام موسیٰ کاظمؑ کو ہارون رشید عباسی نے زہر سے شہید کیا۔ امام علی رضا علیہ السلام کو مامون عباسی نے زہر دے کر شہید کیا۔ امام محمد تقیؑ کو معتصم باللہ نے اُم الفضل بنت مامون کے ذریعہ سے زہر دلوایا۔ امام علی نقیؑ کو معتمد عباسی نے زہر سے شہید کیا۔ اسی طرح امام حسن عسکریؑ کو بھی زہر سے شہید کیا گیا۔ غرضیکہ حکومت کے سلسلے میں یہ سب کچھ ہوتا رہتا ہے۔ اورنگ زیب کو دیکھیے۔ اس نے اپنے بھائی کو قتل کرایا۔ اور اپنے باپ کو سلطنت سے محروم کر کے قید کر دیا تھا۔ اسی نے شہیدِ ثالث حضرت نوراللہ شوشتری (آگرہ) کی زبان گدی سے کھنچوائی تھی۔ بہر حال جس طرح سب کے ساتھ ہوتا رہا حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ بھی ہوا۔

تاریخ شہادت

حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت ۲۳ ذی قعدہ سنہ ۲۰۳ ہجری مطابق ۸۱۸ء یوم جمعہ کو بمقام طوس واقع ہوئی ہے۔ (جلاء العیون ص۲۸۰۔ انوار النعمانیہ ص۱۲۷۔ جنات الخلود ص۳۱) آپ کے پاس اس وقت عزیز و اقربا اولاد وغیرہ میں سے کوئی نہ تھا۔ ایک تو آپ خود مدینہ سے غریب الوطن ہو کر آئے۔ دوسرے یہ کہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دارالسلطنت مرو میں بھی آپ نے وفات نہیں پائی۔ بلکہ آپ سفر کی حالت میں بعالم غربت فوت ہوئے۔ اسی لیے آپ کو غریب الغربا کہتے ہیں۔

واقعۂ شہادت کے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا تھا "فمایقتلنی واللہ غیرہ"۔ خدا کی قسم مجھے مامون کے سوا کوئی اور قتل نہیں کرے گا اور میں صبر کرنے پر مجبور ہوں۔ (دمعہ ساکبہ جلد ۳ صـ ۷۱) علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ ہرثمہ بن اعین سے آپ نے اپنی وفات کی تفصیل بتلائی تھی۔ اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ انگور اور انار میں مجھے زہر دیا جائے گا۔ (نور الابصار صـ ۱۴۴) علامہ معاصر لکھتے ہیں کہ ایک روز مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنے گلے سے لگایا اور پاس بٹھا کر ان کی خدمت میں بہترین انگوروں کا ایک طبق رکھا اور اس میں سے ایک خوشہ اٹھا کر آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا۔ ابن رسول اللہ یہ انگور نہایت ہی عمدہ ہیں۔ تناول فرمایئے۔ آپ نے یہ کہتے ہوئے انکار فرمایا کہ جنت کے انگور اس سے بہتر ہیں۔ اس نے شدید اصرار کیا اور آپ نے اس میں سے تین دانے کھا لیے۔ یہ انگور کے دانے زہر آلود تھے۔ انگور کھانے کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ مامون نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جہاں تو نے بھیجا ہے۔ وہاں جا رہا ہوں۔ قیام گاہ پر پہنچنے کے بعد آپ تین دن تک تڑپتے رہے۔ بالآخر انتقال فرما گئے (تاریخ آئمہ صـ ۴۷۶) انتقال کے بعد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام باعجاز تشریف لائے۔ اور نماز جنازہ پڑھائی اور آپ واپس چلے گئے۔ بادشاہ نے بڑی کوشش کی کہ آپ سے ملے مگر نہ مل سکا۔ (مطالب السؤل صـ ۲۸۰) اس کے بعد آپ کو بمقام طوس محلہ سناباد میں دفن کر دیا گیا۔ جو آج کل مشہد مقدس کے نام سے مشہور ہے اور اطراف عالم کے عقیدت مندوں کے حوائج کا مرکز ہے۔

شہادت امام رضاؑ کے متعلق ابوالصلت ھروی کا بیان

علامہ عبدالرحمٰن جامی تحریر فرماتے ہیں کہ ابوالصلت ہروی کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ایک دن مجھ سے فرمایا کہ ہارون رشید کے پائینتی کے گرد کی مٹی لاؤ۔ جب میں مٹی لایا تو آپ نے اُسے سونگھ کر پھینک دیا۔ اور فرمایا کہ عنقریب میری قبر کے لیے اسی مقام کی زمین کھودیں گے۔ اور ایسا پتھر نکل آئے گا کہ اُسے نہ کوئی کاٹ سکے گا اور نہ اکھاڑ سکے گا۔ پھر فرمایا کہ ہارون رشید کے سرہانے کی مٹی لاؤ میں مٹی لے آیا تو آپ نے اُسے سونگھ کر فرمایا کہ اسی مقام پر میری قبر ہوگی۔ پھر فرمایا اے ابوالصلت کل مجھے مامون طلب کرے گا۔ تم جب میں جانے لگوں تو تم یہ دیکھ لینا کہ میرے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سر پر کوئی چادر وغیرہ ہے یا نہیں۔ اگر ہو تو مجھ سے کلام نہ کرنا اور اگر نہ ہو تو مجھ سے باتیں کرنا۔ ابوالصلت کہتے ہیں کہ صبح کے وقت امام علیہ السلام فراغت کے بعد مامون کے پیام کا انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ مامون رشید کا قاصد آگیا اور امام علیہ السلام اس کے ہمراہ روانہ ہوگئے۔ جس وقت آپ جا رہے تھے آپ کے سرِ مبارک پر از قسم تولیہ کوئی کپڑا تھا۔ میں نے حسب الحکم اُن سے کوئی کلام نہیں کیا اور وہ تشریف لے گئے۔ اس وقت مامون کے سامنے بہترین انگوروں کا ایک طبق رکھا ہوا تھا۔ اس نے مراسم تعظیم ادا کرنے کے بعد کہا۔ ابن رسولؐ آپ نے اس سے بہتر انگور کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ بہشت کے انگور اس سے کہیں زیادہ بہتر ہیں۔ پھر مامون نے ایک خوشہ انگور اٹھاتے ہوئے کہا۔ لیجئے تناول فرمایئے۔ آپ نے فرمایا اے بادشاہ اسے کھانے کو اس وقت میرا جی نہیں چاہتا، لہٰذا مجھے معاف کر۔ میں اس وقت نہیں کھاؤں گا۔ مامون نے شدید اصرار کرتے ہوئے کہا۔ "مالک تتہمنی وارنی" آپ کیوں نہیں تناول کرتے۔ کیا آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں ہے۔ اور کیا آپ مجھ پر اتہام لگاتے اور مجھ سے بدگمانی کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے مامون نے ایک خوشہ اٹھایا اور اُسے کھانا شروع کیا۔ پھر ایک اور خوشہ اُٹھایا اور اُسے امام علیہ السلام کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا لیجئے تناول کیجئے۔ امام علیہ السلام نے اس کے شدید اصرار پر اُسے لے لیا اور اس میں سے تین دانے تناول فرمائے۔ ان انگوروں کے کھاتے ہی جوہر وجود میں انقلاب پیدا ہوگیا۔ بقیہ انگوروں کو پھینکتے ہوئے آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ مامون نے کہا کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ "الیٰ حیث وجہتنی" جہاں تو نے بھیجا ہے وہاں جا رہا ہوں۔ اس کے بعد آپ سرِ مبارک پر چادر ڈال کر روانہ ہوگئے۔

ابوالصلت ہروی کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام دربار سے روانہ ہوکر داخل خانہ ہوئے اور آپ نے مجھے حکم دیا کہ دروازہ بند کردو۔ میں نے دروازہ بند کردیا۔ پھر آپ بستر پر لیٹ گئے۔ آپ کا بستر پر لیٹنا تھا کہ مجھے رنج و الم نے آگھیرا۔ طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے اور میں سخت حیران و پریشان ہوگیا۔ امام علیہ السلام بستر علالت پر تھے اور میں ڈیوڑھی میں رنج و غم کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ ناگاہ میں نے گھر کے اندر ایک خوب صورت نوجوان کو دیکھ کر اُس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اور جب کہ دروازہ بند ہے۔ آپ کو اندر کس نے پہنچا دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں حجت خدا محمد تقی ہوں۔ مجھے بند مکان میں وہی لایا ہے جس نے چشم زدن میں مدینہ سے یہاں پہنچایا ہے۔ میں اپنے پدر بزرگوار کی خدمت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام علیہ السلام نے جیسے ہی آپ کو دیکھا فوراً اپنے سینے سے لگا لیا۔ پیشانی کا بوسہ دیا اور چپکے چپکے آپ سے کچھ باتیں کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے دیکھا کہ روح مبارک

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مفارقت کر گئی اور امام علیہ السلام وفات پا گئے۔ آپ کے وفات فرمانے کے بعد حضرت محمد بن علی علیہ السلام نے غسل و کفن اور حنوط کا انتظام فرمایا۔ پھر قدرتی تابوت منگوا کر نماز پڑھنے کے بعد اُس میں رکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تابوت آسمان کی طرف چلا گیا۔ ابوالصلت کہتے ہیں کہ یہ دیکھ کر میں نے عرض کی مولا ابھی مامون وغیرہ آتے ہوں گے۔ میں انھیں کیا جواب دوں گا۔ آپ نے فرمایا یہ تابوت ابھی ابھی واپس آجائے گا۔ چنانچہ حسب سابق چھت شگافتہ ہوئی اور تابوت آگیا آپ نے امام علیہ السلام کو بدستور بستر پر لٹا دیا اور مجھے حکم دیا کہ اب دروازہ کھول دو۔ میں نے دروازہ کھول دیا تو مامون وغیرہ داخلِ خانہ ہوئے۔ اور سب آہ و بکا کرنے لگے۔ پھر تجہیز و تکفین کا از سرِ نو انتظام ہوا۔ اور آپ ہارون رشید کے سرہانے دفن کر دیئے گئے۔ (شواہد النبوت ص۲۰۳ روضۃ الصفا جلد ۳ ص۱۶ و اعلام الوریٰ ص۱۹۸) علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ مامون نے بہت چاہا کہ امام محمد تقی سے مل لے مگر آپ کے فوری چلے جانے کی وجہ سے ملاقات نہ ہوسکی۔ (مطالب السؤل ص۲۸۱) علامہ نعمت اللہ الجزائری لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد جو خبر سب سے پہلے اڑی، وہ یہ تھی کہ امام رضا کو مامون نے دھوکہ سے شہید کر دیا (تذکرۃ المعصومین) علامہ نعمت اللہ الجزائری تحریر فرماتے ہیں کہ مامون رشید نے آپ کو انار اور انگور کے ذریعہ سے زہر دیا تھا۔ (انوار نعمانیہ ص۱۲۷) علامہ طبرسی فرماتے ہیں کہ انار کے عرق میں زہر ملا کر اس میں دھاگہ تر کیا تھا اور اس دھاگہ کو سوئی کے ذریعہ انگوروں میں گذار کر انھیں مسموم کر دیا تھا۔ (اعلام الوریٰ ص۱۹۹)۔

شہادت امام رضاؑ کے موقع پر امام محمد تقیؑ کا خراسان پہنچنا

ابومخنف کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کو خراسان میں زہر دے دیا اور آپ بسترِ علالت پر کروٹیں لینے لگے، تو خداوندِ عالم نے امام محمد تقی کو وہاں بھیجنے کا بندوبست کیا۔ چنانچہ امام محمد تقی جب کہ مسجدِ مدینہ میں مشغولِ عبادت تھے ایک ہاتفِ غیبی نے آواز دی کہ "اگر می خواہی پدر خود را زندہ دریابی قدم در راہ نہ"۔ اگر آپ اپنے والدِ بزرگوار سے اُن کی زندگی میں ملنا چاہتے ہیں تو فوراً خراسان کے لیے روانہ ہوجائیں۔ یہ آواز سننا تھا کہ آپ مسجد سے برآمد ہو کر داخلِ خانہ ہوئے اور آپ نے اپنے اعزا و اقربا کو شہادتِ پدرِ بزرگوار سے آگاہ کیا، گھر میں کہرام برپا ہوگیا۔ اُس کے بعد آپ وہاں سے روانہ ہو کر ایک ساعت میں خراسان پہنچے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ دربان نے دروازہ بند کر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو۔ میں اپنے پدرِ بزرگوار کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں آپ کی آواز سنتے ہی امام علیہ السلام خود اپنے بستر سے اُٹھے اور دروازہ کھول کر امام محمد تقی کو اپنے گلے سے لگایا اور بے پناہ گریہ فرمایا۔ امام محمد تقی پدرِ بزرگوار کی بے بسی، بے کسی اور غربت پر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آنسو بہانے لگے۔ پھر امام علیہ السلام تبرکات امامت فرزند کے سپرد کر کے راہی ملک بقا ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (کنز الانساب صفحہ ۹۵) علامہ شیخ عباس قمی بحوالہ اعلام الوریٰ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو جونہی خبر شہادت ملی، خراسان تشریف لے گئے اور اپنے والد بزرگوار کو دفن کر کے ایک ساعت میں واپس آ گئے اور یہاں پہنچ کر لوگوں کو حکم دیا کہ امام علیہ السلام کا ماتم کریں۔ (منتہی الآمال جلد ۲ صفحہ ۳۱۲)۔

بحث و نظر

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جس طرح خلیفہ مامون نے حالات کی روشنی میں اپنے بھائی امین کی ماتحتی قبول کر لی۔ پھر اُسے قتل کر دیا، اور جس طرح فضل بن سہل (ذوالریاستین مالک لسانی و قلمی۔ الفخری) کو وزیر جنگ بنایا۔ پھر اُسے بمقام سرخس حمام میں قتل کرا دیا اور جس طرح طاہر کو وزیر اعظم بنایا اور اسی کی وجہ سے استقرار خلافت حاصل کیا۔ پھر اسے قتل کر دیا۔ بالکل اسی طرح اپنی ضرورت کے وقت حضرت امام رضا علیہ السلام کو خلافت کا ولی عہد بنایا۔ ان کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کی اور کام نکلنے کے بعد انہیں اپنے ہاتھوں سے زہر دے کر شہید کر دیا۔ یعنی جب علویوں کا زور رہا، تو ان کی بغاوت کو روکنے کے لیے شدید انکار کے باوجود امام رضا علیہ السلام کو ولی عہد بنایا اور جب عباسیوں کا زور بڑھا تو انھیں راضی کرنے کے لیے امام رضا علیہ السلام کو شہید کر دیا۔ اسے کہتے ہیں سیاست جس میں ہر قسم کا حربہ استعمال کرنا جائز ہے۔

امام رضا علیہ السلام کو کس نے زہر دیا۔ اس کے متعلق علامہ شبلی نعمانی نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام مورخین و علمائے اہلِ تشیع بلا استثناء اس پر متفق ہیں کہ امام رضا علیہ السلام کو خود مامون نے زہر دیا ہے۔ لیکن مورخین اہلِ تسنن میں سے ایک مورخ نے بھی مامون پر اس الزام کے لگانے کی جرأت نہیں کی۔ (کتاب المامون صفحہ ۹۲)۔

میں سمجھتا ہوں کہ علامہ شبلی اس معاملہ میں یا تو بالکل مامون کے ساتھ حسنِ ظن سے کام لے رہے ہیں یا انھیں علم ہی نہ تھا۔ انھوں نے تو صاف صاف لکھا ہے کہ کتب اہلِ تشیع ہمارے پاس نہیں ہیں۔ لیکن یہ نہیں لکھا کہ ہم نے تمام کتب اہلِ سنت کو دیکھ لیا ہے۔

میرے خیال میں وہ اپنی کتابوں سے بھی ناواقف تھے اور اُن کی تنگ نظری نے اُن سے مذکورہ جملے لکھوا دیئے۔ میں کہتا ہوں کہ بہت سے علماء و مورخین اہلِ سنت نے اس واقعہ کو اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ بعض نے تو بڑی تفصیل کے ساتھ واقعہ شہادت اور حادثہ زہر خورانی کو تحریر کیا ہے اور بہتوں نے اشارۃً و کنایۃً اس پر روشنی ڈالی ہے۔ مثال کے لیے ملاحظہ ہو۔

(۱) تاریخ روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۱۹ (۲) تاریخ شواہد النبوت صفحہ ۲۰۲ (۳) تاریخ کامل

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

جلد ۲ ص ۱۱۹ (۴) تاریخ مروج الذہب مسعودی جلد ۹ ص ۳۳ (۵) تاریخ نورالابصار ص ۱۴۳ (۶) تاریخ الفخری ص ۱۹۳ (۷) مطالب السئول ص ۲۹۰ (۸) تاریخ حبیب السیر جلد ۲ جزء اوّل ص ۱۵ (۹) تاریخ آلِ محمد ص ۶۴ (۱۰) روائح المصطفےٰ ص ۱۷۴ (۱۱) کتاب انساب سمعانی (۱۲) خلاصۂ تہذیب الکمال (۱۳) مختصر اخبار الخلفا (۱۴) تاریخ طبری فارسی جلد ۴ ص ۹۲ (۱۵) تاریخ ابن خلدون ص ۹۸ (۱۶) انساب سمعانی (۱۷) اخبار الخلفاء (۱۸) [illegible]

میرے نزدیک مذکورہ بالا حوالہ جات کی موجودگی میں علامہ شبلی کا یہ کہنا ہے کہ ایک سُنی مورخ نے بھی مامون پر اس الزام لگانے کی جرأت نہیں کی۔ (المامون ص ۹۲) اور ابن خلدون اور جسٹس امیر علی کا یہ فرمانا کہ بعض لوگوں کا یہ خیال . . . کہ مامون نے خود امام رضا کو زہر دے کر ہلاک کیا بالکل لغو اور فضول ہے۔ (تاریخ اسلام امیر علی ص ۱۸۶) حد درجہ مہمل لغو فضول اور ناقابلِ اعتنا ہے۔

میں ان منکرینِ حقائق سے پوچھتا ہوں کہ اگر مامون نے خود زہر نہیں دیا، تو کیا کسی ایک تاریخ میں بھی یہ موجود ہے کہ اُس نے واقعہ قتل کی تحقیقات کرائی؟ ہرگز نہیں۔ نیز یہ کہ اُس نے آپ کی وفات کو ۲۴ گھنٹے چھپایا کیوں؟ (مقاتل الطالبین ص ۳۷۷ طبع نجف اشرف)۔

میں سچ کہتا ہوں کہ فرزندِ رسول کی جیسی شخصیت کے قتل کی تحقیقات نہ کرانی اور صرف رو پیٹ کر "مگرمچھ" کے آنسوؤں کی طرح آنسو بہانا ارباب نظر کی نگاہوں میں اُسے الزام قتل سے بری نہیں کر سکتا۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ مامون کو امام رضا کی ولیعہدی اور فضل بن سہل کی وزارتِ جنگ پر تقرری کے بعد سے اس وقت تک سکون نصیب نہیں ہوا، جب تک وہ ان دونوں کو نیست و نابود نہیں کر سکا۔ بغدادیوں کی بغاوت روکنے کے لیے چونکہ ان دونوں کو ختم کرنا ضروری تھا۔ اس لیے اس نے ایک ہی سفر میں دونوں کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد اہلِ بغداد کو لکھا کہ اب کیا چیز باقی ہے جس کی تم شکایت کر سکتے ہو۔ شبلی لکھتے ہیں کہ ان دونوں کے قتل ہونے سے اہلِ بغداد کی شکایتوں کا فیصلہ ہوگیا۔ (المامون ص ۹۲) یعنی ان دونوں کے قتل سے مامون کی غرض پوری ہوگئی۔ اہل بغداد کی بغاوت کا خاتمہ ہوگیا۔ عباسی قبضے میں آگئے اور حکومت از سرِ نو جم گئی۔

حضرت امام رضا علیہ السّلام کی تعداد اولاد

امام علیہ السّلام کی تعداد اولاد میں شدید اختلاف ہے۔ علامہ مجلسی نے بحار الانوار جلد ۱۲

Presented by: Rana Jabir Abbas

ص۲۶ میں کئی اقوال نقل کرنے کے بعد بحوالہ قرب الاسناد تحریر فرمایا ہے کہ آپ کے دو فرزند تھے۔ ایک امام محمد تقی علیہ السلام دوسرے موسیٰ۔ انوار نعمانیہ ص۱۲۷ میں ہے کہ آپ کے تین اولاد تھی۔ انوار الحسینیہ جلد ۲ ص۵۲ میں ہے کہ آپ کے تین اولاد تھی۔ مگر نسل صرف امام محمد تقی علیہ السلام سے جاری ہوئی۔ صواعق محرقہ ص۱۲۳ میں ہے کہ آپ کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ نورالابصار ص۱۴۵ میں ہے کہ آپ کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ جن کے نام یہ ہیں۔ امام محمد تقی۔ حسن۔ جعفر۔ ابراہیم۔ حسین۔ عائشہ۔ روضۃ الشہداء ص۴۳۵ میں ہے کہ آپ کے پانچ لڑکے تھے جن کے نام یہ ہیں۔ امام محمد تقی۔ حسن۔ جعفر۔ ابراہیم۔ حسین۔ عقب او از بزرگوارش محمد تقی است۔ مگر آپ کی نسل حضرت امام محمد تقی سے بڑھی ہے۔ یہی کچھ رحمۃ للعالمین جلد ۲ ص۱۴۵ میں ہے۔ جنات الخلود ص۳۲ میں ہے کہ آپ کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ روضۃ الاحباب جمال الدین میں ہے کہ آپ کے پانچ لڑکے تھے۔ کشف الغمہ ص۱۱۰ میں ہے کہ آپ کے چھ اولاد تھی ۵ لڑکے ایک لڑکی یہی مطالب السئول میں ہے۔ کنز الانساب ص۹۶ میں ہے کہ آپ کے آٹھ لڑکے تھے جن کے نام یہ ہیں امام محمد تقی، ہادی "علی نقی" حسین، یعقوب، ابراہیم، فضل، جعفر۔

لیکن امام المحدثین تاج المحققین حضرت علامہ محمد بن محمد نعمان بغدادی المتوفی ۴۱۳ھ ہجری الملقب بہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ۔ کتاب ارشاد ص۴۷۱ میں اور تاج المفسرین، امین الدین حضرت ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی المشہدی صاحب مجمع البیان المتوفی ۵۴۸ھ کتاب اعلام الوریٰ ص۱۹۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کان للرضا من الولد ابنہ ابو جعفر محمد بن علی الجواد لاغیر۔ حضرت امام محمد تقی کے علاوہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے کوئی اور اولاد نہ تھی یہی کچھ کتاب عمدۃ الطالب ص۱۸۶ میں ہے۔

علامہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ کے متعلق علامہ سید نور اللہ شوشتری شہید ثالث۔ کتاب مجالس المومنین کے ص۲۰۰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ مجتہد قدسی ضمیر اور متکلم بے نظیر تھے۔ پھر ص۲۰۶ میں بحوالہ خلاصۃ الاقوال تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ موصوف اوثق اھل زمانہ، واعلمھم اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ ثقہ اور سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ کی وفات پر امام زمانہ حضرت صاحب العصر علیہ السلام نے مرثیہ کہہ کر بھیجا تھا اور اس مرثیہ کے چند شعر شیخ علیہ الرحمۃ کی قبر پر کندہ ہیں۔ اسی طرح علامہ طبرسی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا شمار بہت بڑے علماء میں تھا۔ آپ تفسیر مجمع البیان کے مصنف و مفسر ہیں، اور اس کی جامعیت آپ کی بلندی مقام کی شاہد ہے۔ (مجالس المومنین ص۲۱۳)۔

مجلسی ثانی علامہ شیخ عباس قمی تحریر فرماتے ہیں کہ کان للرضا من الولد ابنہ ابو جعفر محمد لاغیر۔ امام رضا علیہ السلام کے امام محمد تقی علیہ السلام کے علاوہ کوئی فرزند نہ تھا۔ (سفینۃ البحار جلد ۱ ص۲۳۹)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہی کچھ علامہ موصوف نے اپنی کتاب منتہی الآمال کی جلد ۲ کے صفحہ ۳۱۲ میں بھی لکھا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں "علماء برائے امام رضا علیہ السلام فرزندے غیر از امام محمد تقی علیہ السلام ذکر نکردہ اند بلکہ بعضے گفتہ اند کہ اولادش منحصر بآنحضرت بودہ" علماء نے امام رضاؑ کی اولاد کے بارے میں امام محمد تقی کے علاوہ کسی کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ بعض نے تو امام محمد تقی علیہ السلام میں منحصر کر دیا ہے۔ یہی کچھ علامہ محمد بن شہر آشوب نے بھی تحریر فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ آپ کے فرزند صرف امام محمد تقی علیہ السلام ہی تھے (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ صفحہ ۳۰۹ طبع عمان)۔

خلاصہ یہ کہ قول علماء شیعہ جیسے علامہ شیخ مفید علامہ طبرسی علامہ ابن شہر آشوب، علامہ شیخ عباس قمی نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے فرزند (نرینہ) حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے علاوہ کوئی نہ تھا اور جن علماء نے ایک سے زیادہ اولاد تسلیم کی ہے۔ ان میں سے بھی علامہ محمد رضا علامہ واعظ کاشفی نے لکھا ہے کہ ان کی نسل صرف امام محمد تقیؑ سے بڑھی ہے۔ بعض علماء ایک لڑکی کا وجود بھی تسلیم کرتے ہیں جیسے علامہ شیخ صدوق و علامہ مجلسی لڑکی کا نام "فاطمہ" تھا۔ انھوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت بھی کی ہے، ان کے شوہر کا نام محمد بن جعفر بن قاسم ابن اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب تھا، وہ والدہ تھیں حسن بن محمد بن جعفر ابن قاسم کی، ان کے متعلق نور الابصار شبلنجی میں کرامت بھی مذکورہ مرقوم ہے۔ (منتہی الآمال فی تاریخ النبی والآل جلد ۲ صفحہ ۳۱۳ طبع طہران ۱۳۷۹ ہجری) میرے نزدیک اسی کو ترجیح ہے۔ واضح ہو کہ تحقیق کا دروازہ بند نہیں ہے۔ اس پر مزید غور کیا جا سکتا ہے۔

قم کی مختصر تاریخ اور جناب فاطمہ "معصومہ قمؑ" کے مختصر حالات

قم نام ہے ایران کے اس قدیم اور عظیم شہر کا جس کی بنیاد بروایت مجلہ "الہادی" دار التبلیغ الاسلامی قم ایران ۲۳ ہجری میں پڑی تھی جس کا ذکرہ "شاہ نامہ فردوسی" میں ہے۔ ایک روایت کی بنا پر ۸۳ ہجری میں قائم ہوئی تھی۔

قم کی وجہ تسمیہ

قم کی وجہ تسمیہ کے متعلق بہت سے اقوال ہیں (۱) اصل میں اس جگہ کا نام "کومیدان" تھا۔ پھر "کم" اور بعد میں قم ہو گیا۔ (۲) اس شہر سے ۲۰ کیلو میٹر پر غربی جانب ایک پہاڑ ہے جس کا نام "کم" ہے۔ اسی مناسبت سے یہ نام پڑا جو بعد میں "قم" ہو گیا (۳) اس کی آبادی سے قبل کچھ لوگ اس مقام پر آکر ٹھہرے تھے اور انھوں نے جنگل کو کاٹ کر اور اس کے گڑھوں کو پاٹ کر اپنے خیمے نصب کئے تھے اور مکانات بنائے تھے اور اس جگہ کا نام "کوتہ" رکھا تھا جس سے "کم" ہو گیا پھر بعد میں "قم" بن گیا، (الہادی قم ایرانی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ صفحہ ۹۹) (۴) جب کشتیِ نوحؑ چکر لگاتی ہوئی اس سرزمین پر پہنچی تھی تو ٹھہر گئی تھی لہٰذا اس کے قیام کی وجہ سے اس جگہ کا نام "قم" قرار پایا (۵) اس علاقہ کے باشندے، قائم آلِ محمدؐ کے ظہور کرتے ہی ان کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ قائم رہیں گے اور ان کی مدد کریں گے۔ اسی لیے ان کا نام "قم" رکھا گیا ہے۔ (سفینۃ البحار جلد ۲ صفحہ ۴۴۶) (۶) یہ مقام بہت سے قریوں میں گھرا ہوا تھا، انھیں قریوں میں سے ایک کا نام "کمندان" تھا۔ اسی کے نام پر اس علاقہ کا نام جواب "قم" مشہور ہے، کمندان رکھ دیا گیا جو مرورِ ایام اور کثرتِ استعمال کی وجہ سے "قم" ہو گیا۔ (مجالس المومنین شہیدِ ثالث صفحہ ۳۶)۔

قم اور اہلِ قم کے فضائل

تاریخ قم سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جس نے "یوم السبت" سب زمینوں سے پہلے ولایت امیرالمومنینؑ کو قبول کیا تھا۔ اسی لیے خدا نے جنت کا ایک دروازہ اس کی طرف کھول دیا ہے۔

علامہ شیخ عباس قمی تحریر فرماتے ہیں (۱) کوفہ کو تمام شہروں پر فضیلت ہے۔ لیکن قم اور اہلِ قم کو تمام دنیا پر فضیلت ہے اور اس کے باشندوں کو مشرق و مغرب اور جن و انس پر فضیلت ہے (۲) خدا نے یہاں کے لوگوں کو دین اور ایمان میں ہمیشہ عظیم توفیق دی ہے (۳) "ان البلایا مدفوعۃ عن قم واھلہ" تمام بلائیں قم اور اہلِ قم سے دور رکھی گئی ہیں۔ یہاں ملائکہ دفع بلا کے لیے حاضر رہتے ہیں (۴) کسی دشمن نے کبھی قم پر غلبہ حاصل نہیں کیا (۵) قم اللہ کی طرف سے علم و فضل کا مرکز بنایا گیا ہے۔ (۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ساری دنیا میں فتنہ پھیل جائے تو قم میں پناہ لینا چاہیئے۔ (۷) معصومؑ فرماتے ہیں کہ اہلِ قم ہمارے خاص مددگاروں میں سے ہیں (۸) حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ قم آلِ محمدؐ کا مرکزِ سکونت اور شیعوں کا ملجا و ماویٰ ہے (۹) حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک دروازہ قم میں ہے۔ قم کے باشندے قابلِ مبارکباد ہیں (۱۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قم ہمارے شیعوں اور دوستوں کا گڑھ ہے (۱۱) قم موضع قدمِ جبرئیل ہے، یہاں ایک ایسا چشمہ ہے کہ جو اس سے پانی پی لے شفایاب ہو جائے۔ یہی وہ چشمہ ہے جس سے حضرت عیسیٰ نے اس مٹی کو گوندھا تھا۔ جس سے بحکمِ خدا طائر بنایا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ (۱۲) صادق آلِ محمدؐ فرماتے ہیں کہ اہلِ قم کا حساب و کتاب سب قبر ہی میں ہوگا اور وہیں سے وہ جنت میں چلے جائیں گے ایک روایت میں ہے کہ ان کا حساب و کتاب نہ ہوگا وہ یونہی جنت میں چلے جائیں گے (کنز الانساب صفحہ ۹۶) (۱۳) معصومؑ فرماتے ہیں "لولا القمیون لضاع الدین" اگر اہلِ قم نہ ہوتے تو دین ضائع ہو جاتا (۱۴) ایک حدیث میں ہے کہ اہلِ قم بخشے ہوئے ہیں (۱۵) امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قم

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی مٹی مقدس ہے "واھلھا منا ونحن منھم" اس کے باشندے ہم سے ہیں اور ہم ان سے ہیں، جو دشمن قم کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے گا واصلِ جہنم ہوگا۔ قم ہمارا اور ہمارے شیعوں کا شہر ہے مطھرۃ مقدسۃ، پاک اور پاکیزہ اور مقدس ہے۔ یہ ہمارے قائم کی مدد کرنے والے ہیں اور ہمارے حق کے پہچاننے والے ہیں (۱۹) یہ وہ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے خمس ادا کیا اور سب سے پہلے ہمارے نام پر جائدادیں وقف کیں (۲۰)۔ حضرت صادق آلِ محمدؐ فرماتے ہیں کہ "سیاتی زمان تکون بلدۃ قم واھلھا حجۃ علی الخلائق وذالک فی زمان غیبۃ قائمنا الی ظھورہ والا لساخت الارض باھلھا الخ" عنقریب ایک زمانہ آنے والا ہے کہ قم اور اس کے باشندے کائنات پر خدا کی حجت ہوں گے اور یہ زمانہ غیبت امام آخر الزمان میں آئے گا اور ظہور تک ممتد ہوگا اور اگر ایسا نہ ہوگا تو زمین پانی میں ڈوب جائے گی۔ (سفینۃ البحار جلد ۲ صفحہ ۴۴۶)۔

دارالتبلیغ الاسلامی قم ایران

مذکورہ حدیث میں جس عہد کی طرف اشارہ ہے۔ ہوسکتا ہے اس سے مراد اسی ادارے کا عہد ہو جس کا امتداد قیامت تک ممکن ہے اور اہلِ قم کے حجت ہونے سے مراد آیۃ اللہ العظمیٰ، مرجع التقلید سرکار شریعت مدار حضرت آقا السید محمد کاظم مجتہد اعظم زعیم حوزہ علمیہ قم و قیم ادارہ مذکورہ کا وجود ذی جود ہو کر دہی عہدِ حاضر میں نائب امام ہونے کی وجہ سے حجت ہیں۔

حضرت معصومہ قمؑ کے متعلق حضرت امام جعفر صادقؑ کی پیشین گوئی

صادق آلِ محمدؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کی وجہ سے مکہ حرم۔ رسولؐ کی وجہ سے مدینہ حرم۔ امیر المومنینؑ کی وجہ سے کوفہ (نجف) حرم ہے۔ "وان لنا حرما وھو بلدۃ قم وستدفن فیھا امراۃ من اولادی تسمی فاطمۃ الخ" اور ہم دیگر اہلبیت کی وجہ سے شہر قم حرم ہے اور عنقریب اس شہر میں ہماری اولاد سے ایک محترمہ دفن ہوں گی جن کا نام ہوگا۔ فاطمہ بنت امام موسیٰ کاظمؑ (سفینۃ البحار جلد ۲ صفحہ ۴۴۶)۔

قم میں حضرت معصومہ قمؑ کی آمد

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی پیشین گوئی کے مطابق بروایت علامہ مجلسیؒ حضرت فاطمہ بنت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہمشیرہ حضرت امام رضا علیہ السلام اس زمانہ میں یہاں تشریف لائیں جبکہ سنہ ۲۰۰ ہجری میں، مامون رشید نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو جبراً مرو، بلالیا تھا۔ علامہ شیخ عباس قمی لکھتے ہیں کہ جب مامون رشید نے امام رضا علیہ السلام کو بجبر و اکراہ ولی عہد بنانے کے لیے دارالخلافہ مرو میں بلا لیا تھا تو اس کے ایک سال بعد حضرت فاطمہ بھائی کی محبت سے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۱

ابو جعفرؑ

حضرت

امام محمد تقیؑ

علیہ السّلام

دئے جواب تقیؑ نے وہ بر سرِ دربار
کہ دنگ تھے علما طفل کی بصیرت سے

دکھائے علم کے جوہر وہ ابنِ اکثم کو
کہ واقفیہ بھی واقف ہوئے امامت سے

(صابر تھراوری، کراچی)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۱۱

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

ترکِ دُنیا میں نہیں، مشقِ ریاضت میں نہیں | کثرتِ علم میں توفیق بصیرت میں نہیں
دل کی اک کیفیت خاص ہے تقویٰ بانو | طرزِ پوشش میں نہیں شکل و شباہت میں نہیں

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نویں جانشین ہمارے نویں امام اور سلسلہ عصمت کی گیارھویں کڑی تھے۔ آپ کے والد ماجد ولی عہد سلطنت عباسیہ غریب الغربا شہیدِ جفا حضرت امام رضا علیہ السلام تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ جناب خیزران عرف سکینہ تھیں۔ علماء کا بیان ہے کہ آپ اُمّ المومنین جناب ماریہ قبطیہ یعنی والدۂ جناب ابراہیم بن رسول کریمؐ کی نسل سے تھیں۔ (شواہد النبوت ص۲۰۳ و روضۃ الصفا جلد ۳ ص۱۶)۔

امام محمد تقی علیہ السلام اپنے آباؤ اجداد کی طرح، امام منصوص، معصوم، اعلم زمانہ اور افضل کائنات تھے، آپ جملہ صفاتِ حسنہ میں یگانۂ روزگار اور ممتاز تھے۔ علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں۔ "وان کان صغیر السن فھو کبیر القدر، رفیع الذکر" امام علیہ السلام اگرچہ تمام معصومین میں سب سے کمسن اور چھوٹے تھے۔ لیکن آپ کی قدر و منزلت آپ کے آباؤ اجداد کی طرح نہایت ہی عظیم تھی، اور آپ کا بلند تذکرہ برسرِ ہر زبان تھا (مطالب السؤل ص۱۹۵)۔ علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں "مقام وے بسیار بلند است" آپ کی منزلت اور آپ کی ہستی نہایت ہی بلند تھی۔ (روضۃ الشہداء ص۴۳۸) علامہ خاوند شاہ لکھتے ہیں۔ "در کمال فضل و علم ادب و حکمت امام جواد بمرتبہ بودہ کہ ہیچ کس را از اعاظم سادات آں مرتبہ نبودہ"۔ علم و فضل، ادب و حکمت میں امام محمد تقی علیہ السلام کو وہ کمال حاصل تھا جو کسی کو بھی نصیب نہ تھا۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ ص۱۶) علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ امام محمد تقی علیہ السلام کمسنی کے باوجود فضائل سے بھر پور تھے "و مناقبہ کثیرۃ" اور آپ کے مناقب و مدائح بے شمار ہیں۔ (نور الابصار ص۱۴۵) علامہ طبرسی لکھتے ہیں۔ "کان قد بلغ فی کمال العقل والفضل والعلم والحکم والآداب و رفعۃ منزلتہ لم یساوہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فیھا احد من ذوی السن من السادات وغیرھم۔ آپ کمال عقل، اور فضل اور علم وحکم اور آداب وبلندی منزلت میں ان مدارج پر فائز تھے جن پر آپ کے سن اور عمر کے سادات اور غیر سادات میں سے کوئی بھی فائز نہ تھا (اعلام الوریٰ ص۲۰۲) علامہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ آپ کی بلندی منزلت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ مشائخ اہل زمان با او مساوی در فضل نہ بودند" کہ اس عہد میں دنیا کے بڑے بڑے لوگ فضائل وکمالات میں آپ کی برابری نہیں کر سکتے تھے۔ (ارشاد ص۴۷۴)۔

امام علیہ السّلام کی ولادت باسعادت

علماء کا بیان ہے کہ امام المتقین حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام بتاریخ ۱۰ رجب المرجب ۱۹۵ھ بمطابق ۸۱۱ء یوم جمعہ بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے تھے۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ ص۱۶ وشواہد النبوت ص۲۰۴ وانوار نعمانیہ ص۱۲۷) علامہ یگانہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ چونکہ حضرت امام علی رضا علیہ السّلام کے کوئی اولاد آپ کی ولادت سے قبل نہ تھی۔ اس لیے لوگ طعنہ زنی کرتے ہوئے کہتے تھے کہ شیعوں کے امام منقطع النسل ہیں یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ اولاد کا ہونا خدا کی عنایت سے متعلق ہے اس نے مجھے صاحب اولاد کیا ہے اور عنقریب میرے یہاں مسند امامت کا وارث پیدا ہوگا۔ چنانچہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی (ارشاد ص۴۷۳) علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے یہاں جو بچہ عنقریب پیدا ہوگا۔ وہ عظیم برکتوں کا حامل ہوگا۔ (اعلام الوریٰ ص۲۰۰) واقعہ ولادت کے متعلق لکھا ہے کہ امام رضا علیہ السّلام کی بہن جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ ایک دن میرے بھائی نے مجھے بلا کر کہا کہ آج تم میرے گھر میں قیام کرو، کیونکہ خیزران کے بطن سے آج رات کو خدا مجھے ایک فرزند عطا فرمائے گا۔ میں نے خوشی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کی۔ جب رات آئی تو ہمسایہ کی اور چند عورتیں بھی بلائی گئیں، نصف شب سے زیادہ گزرنے پر یکایک وضع حمل کے آثار نمودار ہوئے۔ یہ حال دیکھ کر میں خیزران کو حجرہ میں لے گئی، اور میں نے چراغ روشن کر دیا۔ تھوڑی دیر میں امام محمد تقی علیہ السّلام پیدا ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ مختون اور ناف بریدہ ہیں۔ ولادت کے بعد میں نے انھیں نہلانے کے لیے طشت میں بٹھایا، اس وقت جو چراغ روشن تھا گل ہوگیا۔ مگر پھر بھی اس حجرہ میں روشنی بدستور رہی۔ اور اتنی روشنی رہی کہ میں نے آسانی سے بچہ کو نہلا دیا۔ تھوڑی دیر میں میرے بھائی امام رضا علیہ السّلام بھی وہاں تشریف لے آئے۔ میں نے نہایت عجلت کے ساتھ صاحبزادے کو کپڑے میں لپیٹ کر حضرت کی آغوش میں دے دیا۔ آپ نے سر اور آنکھوں پر بوسہ دے کر پھر مجھے واپس کر دیا۔ دو دن تک امام محمد تقی علیہ السّلام کی آنکھیں بند رہیں۔ تیسرے دن جب

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آنکھیں کھلیں تو آپ نے سب سے پہلے آسمان کی طرف نظر کی۔ پھر داہنے بائیں دیکھ کر کلمۂ شہادتین زبان پر جاری کیا۔ میں یہ دیکھ کر سخت متعجب ہوئی اور میں نے سارا ماجرا اپنے بھائی سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تعجب نہ کرو، یہ میرا فرزند حجتِ خدا اور وصی رسول ہدیٰ ہے۔ اِس سے جو عجائبات ظہور پذیر ہوں، اُن میں تعجب کیا؟ محمد بن علی ناقل ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کے دونوں کندھوں کے درمیان اسی طرح مُہرِ امامت تھی جس طرح دیگر آئمہ علیہم السّلام کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر ہوا کرتی تھیں۔ (مناقب)۔

نام، کنیت اور القاب

آپ کا اسم گرامی، لوحِ محفوظ کے مطابق اُن کے والد ماجد حضرت امام رضا علیہ السّلام نے "محمد" رکھا۔ آپ کی کنیت "ابوجعفر" اور آپ کے القاب جواد، قانع، مُرتضیٰ تھے اور مشہور ترین لقب تقی تھا۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ صـ ۱۶، شواہد النبوت صـ ۲۰۲، اعلام الوریٰ صـ ۱۹۹)۔

بادشاہانِ وقت

حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کی ولادت ۱۹۵ھ میں ہوئی۔ اُس وقت بادشاہِ وقت، امین ابن ہارون رشید عباسی تھا، (وفیات الاعیان) ۱۹۸ھ میں مامون رشید بادشاہ وقت ہوا۔ (تاریخ خمیس و ابوالفداء)۔ ۲۱۸ ہجری میں معتصم عباسی خلیفۂ وقت قرار پایا۔ (ابوالفداء) اسی معتصم نے ۲۲۰ھ میں آپ کو زہر سے شہید کرا دیا۔ (وسیلۃ النجات)۔

امام محمد تقیؑ کی نشوونما اور تربیت

یہ ایک حیرتناک واقعہ ہے کہ امام محمد تقی علیہ السّلام کو نہایت کمسنی ہی کے زمانہ میں مصائب اور پریشانیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جانا پڑا۔ انھیں بہت ہی کم اطمینان اور سکون کے لمحات میں باپ کی محبت اور شفقت و تربیت کے سایہ میں زندگی گزارنے کا موقع مل سکا۔ آپ کو صرف پانچواں برس تھا، جب حضرت امام رضا علیہ السّلام مدینہ سے خراسان کی طرف سفر کرنے پر مجبور ہوئے۔ امام محمد تقی علیہ السّلام اُس وقت سے جو اپنے باپ سے جدا ہوئے تو پھر زندگی میں ملاقات کا موقع نہ ملا۔ امام محمد تقی علیہ السّلام سے جدا ہونے کے تیسرے سال امام رضا علیہ السّلام کی وفات ہو گئی۔ دُنیا سمجھتی ہوگی کہ امام محمد تقی کے لیے علمی اور عملی بلندیوں تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا۔ اس لیے اب امام جعفر صادق علیہ السّلام کی علمی مسند شاید خالی نظر آئے مگر خلقِ خدا کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس کمسن بچے کو تھوڑے دن بعد مامون کے پہلو میں بیٹھ کر بڑے بڑے علماء سے فقہ و حدیث، تفسیر اور کلام پر مناظرے کرتے اور اُن سب کو قائل ہو جاتے دیکھا۔ اُن کی حیرت اُس وقت تک دُور ہونا ممکن نہ تھی جب تک وہ مادی اسباب کے آگے ایک

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

مخصوص خداوندی مدرسہ تعلیم و تربیت کے قائل نہ ہوتے جس کے بغیر یہ معمہ نہ حل ہوا، اور نہ کبھی حل ہوسکتا ہے۔ (سوانح امام محمد تقی ص۴) مقصد یہ ہے کہ امام کو علم لدنی ہوتا ہے۔ یہ انبیاء کی طرح پڑھے لکھے اور تمام صلاحیتوں سے بھرپور پیدا ہوتے ہیں۔ انھوں نے سرورِ کائنات کی طرح کبھی کسی کے سامنے زانوئے تلمذ نہیں تہ کیا اور نہ کرسکتے تھے، یہ اس کے بھی محتاج نہیں ہوتے تھے کہ آباؤ و اجداد انھیں تعلیم دیں، یہ اور بات ہے کہ ازدیادِ علم و شرف کے لیے ایسا کردیا جائے، یا علوم مخصوصہ کی تعلیم دے دی جائے۔

والد ماجد کے سایۂ عاطفت سے محرومی

یوں تو عمومی طور پر کسی کے باپ کے مرنے سے سایۂ عاطفت سے محرومی ہوا کرتی ہے۔ لیکن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنے والد ماجد کے سایۂ عاطفت سے اُن کی زندگی ہی میں محروم ہوگئے تھے، ابھی آپ کی عمر ۵ سال کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آپ اپنے پدرِ بزرگوار کی شفقت و عطوفت سے محروم کردیئے گئے اور مامون رشید عباسی نے آپ کے والد ماجد حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنی سیاسی غرض کے ماتحت مدینہ سے خراسان طلب کرلیا۔ اور ساتھ ہی یہ شرط بھی لگادی کہ آپ کے بال بچے مدینہ ہی میں رہیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ سب کو مدینہ کے لیے خیرباد کہہ کر خراسان تشریف لے گئے اور وہیں عالم غربت میں سب سے جدا مامون رشید کے ہاتھوں ہی شہید ہوکر دنیا سے رخصت ہوگئے۔

آپ کے مدینہ سے تشریف لے جانے کا اثر خاندان پر یہ پڑا کہ سب کے دل کا سکون جاتا رہا اور سب کے سب اپنے کو زندہ درگور سمجھتے رہے۔ بالآخر وہ نوبت پہنچی کہ آپ کی ہمشیرہ جناب فاطمہ جو بعد میں "معصومۂ قم" کے نام سے ملقب ہوئیں۔ انتہائی بے چینی کی حالت میں گھر سے نکل کر خراسان کی طرف روانہ ہوگئیں، اُن کے دل میں جذبات یہ تھے کہ کسی طرح اپنے بھائی علی رضا علیہ السلام سے ملیں، لیکن ایک روایت کی بنا پر آپ مدینہ سے روانہ ہوکر جب مقام ساوہ میں پہنچیں تو علیل ہوگئیں، آپ نے پوچھا کہ یہاں سے قم کتنی دور ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہاں سے قم کی مسافت دس فرسخ ہے، آپ نے خواہش کی کہ کسی صورت سے وہاں پہنچادی جائیں، چنانچہ آپ آلِ سعد کے رئیس موسیٰ بن خزرج کی کوششوں سے وہاں پہنچیں اور اسی کے مکان میں ۱۷ یوم بیمار رہ کر اپنے بھائی کو روتی پیٹتی دنیا سے رخصت ہوگئیں اور مقام "بابلان" قم میں دفن ہوئیں۔ یہ واقعہ سنہ ۲۰۱ھ کا ہے۔ (انوار الحسینیہ جلد ۳ ص۵۳) اور ایک روایت کی بنا پر آپ اُس وقت خراسان پہنچیں جب بھائی شہید ہوچکا تھا۔ اور لوگ دفن کے لیے کالے کالے علموں کے سایہ میں لیے جارہے تھے۔ پھر آپ قم آکر وفات پاگئیں۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے لیے حضرت امام رضا علیہ السلام کی جدائی ہی کیا کم تھی کہ اس پر مستزاد اپنی پھوپھی کے سایہ سے بھی محروم ہو گئے۔ ہمارے امام کے لیے کمسنی میں یہ دونوں صدمے انتہائی تکلیف دہ اور رنج رساں تھے۔ لیکن مشیتِ ایزدی میں چارہ نہیں، آخر آپ کو تمام مراحل کا مقابلہ کرنا پڑا اور آپ صبر و ضبط کے ساتھ ہر مصیبت کو جھیلتے رہے۔

مامون رشید عباسی اور حضرتِ امام محمد تقی علیہ السلام کا پہلا سفرِ عراق

عباسی خلیفہ مامون رشید حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت سے فراغت کے بعد یا اس لیے کہ اس پر امام رضا کے قتل کا الزام ثابت نہ ہو سکے یا اس لیے کہ وہ امام رضا کی ولی عہدی کے موقع پر اپنی لڑکی ام حبیب کی شادی کا اعلان بھی کر چکا تھا کہ ولی عہد کے فرزند امام محمد تقی کے ساتھ کرے گا۔ اُسے نباہنے کے لیے یا اس لیے کہ ابھی اس کی سیاسی ضرورت اُسے امام محمد تقی کی طرف توجہ کی دعوت دے رہی تھی، بہرحال جو بات بھی ہو، اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ امام محمد تقی علیہ السلام کو مدینہ سے بغداد بلایا جائے۔ جو امام رضا کی شہادت کے بعد پایۂ تخت بنایا جا چکا تھا چنانچہ اس نے دعوت نامہ ارسال کیا اور انھیں اسی طرح مجبور کر کے بلایا جس طرح امام رضا علیہ السلام کو بلوایا تھا۔ "حکمِ حاکم مرگِ مفاجات" بالآخر امام محمد تقی علیہ السلام کو بغداد آنا پڑا۔

باز اور مچھلی کا واقعہ

امام محمد تقی علیہ السلام کی عمر اس وقت تقریباً ۹ سال کی تھی، ایک دن بغداد کے کسی گزرگاہ میں کھڑے ہوئے تھے اور چند لڑکے وہاں کھیل رہے تھے کہ ناگہاں خلیفہ مامون کی سواری دکھائی دی، سب لڑکے ڈر کر بھاگ گئے۔ مگر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ جب مامون کی سواری وہاں پہنچی تو اس نے حضرت امام محمد تقیؑ سے مخاطب ہو کر کہا کہ صاحبزادے جب سب لڑکے بھاگ گئے تو تم کیوں نہیں بھاگے انھوں نے بے ساختہ بلا تامل جواب دیا کہ میرے کھڑے رہنے سے راستہ تنگ نہ تھا جو ہٹ جانے سے وسیع ہو جاتا اور میں نے کوئی جرم نہیں کیا کہ ڈرتا نیز میرا حسن ظن ہے کہ تم بے گناہ کو ضرر نہیں پہنچاتے۔ مامون کو حضرت امام محمد تقی کا اندازِ بیان بہت پسند آیا۔ اس کے بعد مامون وہاں سے آگے بڑھا، اس کے ساتھ شکاری باز بھی تھے۔ جب آبادی سے باہر نکل گیا تو اس نے ایک باز کو ایک چکور پر چھوڑا۔ باز نظروں سے اوجھل ہو گیا اور جب واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی زندہ مچھلی تھی جس کو دیکھ کر مامون بہت متعجب ہوا۔ تھوڑی دیر میں جب وہ اسی طرف لوٹا تو اس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو دوسرے لڑکوں کے ساتھ وہیں دیکھا جہاں وہ پہلے تھے۔ لڑکے مامون کی سواری دیکھ کر پھر بھاگ گئے۔ لیکن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بدستورِ سابق وہیں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کھڑے رہے۔ جب مامون اُن کے قریب آیا، تو مٹھی بند کر کے کہنے لگا کہ صاحبزادے بتاؤ، میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دریائے قدرت میں چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں اور سلاطین اپنے باز سے اُن مچھلیوں کا شکار کر کے اہلبیت رسالت کے علم کا امتحان لیتے ہیں۔ یہ سُن کر مامون بولا! بے شک تم علی بن موسیٰ رضا کے فرزند ہو، پھر اُن کو اپنے ساتھ لیتا گیا (صواعق محرقہ ص ۱۲۳، مطالب السئول ص ۲۹۰، شواہد النبوت ص ۲۰۳، نور الابصار ص ۱۴۵، ارجح المطالب ص ۴۵۹) یہ واقعہ ہماری بھی بعض کتابوں میں ہے، اس واقعہ کے سلسلہ میں میں نے جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے اُن میں "ان اللہ خلق فی بحر قدرتہ سمکا صغارا" مندرج ہے البتہ بعض کتب میں "بین السماء والھواء" لکھا ہے۔ اوّل الذکر کے متعلق تو تاویل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ دریا خدا ہی کی قدرت سے جاری ہے اور مذکورہ واقعہ میں امکان قوی ہے کہ باز اسی زمین پر جو دریا ہیں انھیں کے کسی ایک سے شکار کر کے لایا ہوگا۔ البتہ آخر الذکر کے متعلق کہا جا سکتا ہے (۱) جہاں تک مجھے علم ہے ہر گہرے سے گہرے دریا کی انتہا کسی سطح ارضی پر ہے (۲) بقول علامہ مجلسی بعض دریا ایسے ہیں جن سے ابر چھوٹی مچھلیوں کو اُٹھا کر اوپر لے جاتے ہیں (۳) ۱۹۳۲ء کے اخبار میں یہ شائع ہو چکا ہے کہ امریکہ کی تہریا نامی میں جو سڈ ڈبول بندرگاہ کے قریب ہے۔ مچھلیوں کی بارش ہوئی ہے (۴) آسمان اور ہوا کے درمیان بحرِ متلاطم سے مراد فضا کی وہ کیفیات ہوں جو دریا کی طرح پیدا ہوتے ہیں (۵) کہا جاتا ہے کہ علم حیوان میں یہ ثابت ہے کہ مچھلی دریا سے ایک سو پچاس گز تک بعض حالات میں بلند ہو جاتی ہے۔ بہر حال انھیں کڑیوں کی روشنی میں فرزندِ رسول نے مامون سے فرمایا کہ بادشاہ بحرِ قدرت خداوندی سے شکار کر کے لایا ہے اور آلِ محمد کا امتحان لیتا ہے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام سے علمائے اسلام کا مناظرہ

اور

عباسی حاسدوں کی شکستِ فاش

علمائے اسلام کا بیان ہے کہ بنی عباس کو مامون کی طرف سے امام رضا کو ولی عہد بنایا جانا ہی ناقابلِ برداشت تھا۔ امام رضا کی وفات سے ایک حد تک انھیں اطمینان حاصل ہوا تھا، اور انھوں نے مامون سے اپنے حسبِ دلخواہ اس کے بھائی موتمن کی ولی عہدی کا اعلان بھی کرا دیا۔ جو بعد میں معتصم باللہ کے نام سے خلیفہ تسلیم کر لیا گیا۔ اس کے علاوہ امام رضا کی ولی عہدی کے زمانہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں عباسیوں کا مخصوص شعار یعنی کالا لباس ترک ہوکر جو سبز لباس کا رواج ہو رہا تھا۔ اُسے منسوخ کر کے پھر سیاہ لباس کی پابندی عائد کر دی گئی تاکہ بنی عباس کے روایات قدیمہ محفوظ رہیں یہ سب باتیں عباسیوں کو یقین دلا رہی تھیں کہ وہ مامون پر پورا قابو پا چکے ہیں، مگر اب مامون کا یہ ارادہ کہ وہ امام محمد تقی کو اپنا داماد بنائے۔ اُن لوگوں کے لیے پھر تشویش کا باعث بنا اور اس حد تک بنا کہ وہ اپنے دلی رجحان کو دل میں نہ رکھ سکے اور ایک وفد کی شکل میں مامون کے پاس آکر اپنے جذبات کا اظہار کر دیا۔ انھوں نے صاف صاف کہا کہ امام رضا کے ساتھ جو آپ نے طریقہ اختیار کیا، وہی ہم کو ناپسند تھا۔ مگر خیر وہ کم از کم اپنے اور اوصاف و کمالات کے لحاظ سے قابلِ عزت سمجھے بھی جا سکتے تھے، مگر یہ اُن کے بیٹے "محمد" تو ابھی بالکل کمسن ہیں۔ ایک بچے کو بڑے بڑے علماء اور معززین پر ترجیح دینا اور اس قدر اس کی عزت کرنا ہرگز خلیفہ کے لیے زیبا نہیں ہے پھر ام حبیبہ کا نکاح جو امام رضا کے ساتھ کیا گیا تھا، اُس سے ہم کو کیا فائدہ پہنچا جو اب ام الفضل کا نکاح محمد بن علی کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔

مامون نے تمام تقریر کا یہ جواب دیا۔ کہ "محمد" کمسن ضرور ہیں، مگر میں نے خوب اندازہ کر لیا ہے، کہ اوصاف و کمالات میں وہ اپنے باپ کے پورے جانشین ہیں اور عالم اسلام کے بڑے بڑے علماء جن کا تم حوالہ دے رہے ہو وہ علم میں اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اگر تم چاہو تو امتحان لے کر دیکھ لو پھر تمھیں بھی میرے فیصلے سے متفق ہونا پڑے گا۔

یہ صرف منصفانہ جواب ہی نہیں، بلکہ ایک طرح کا چیلنج تھا جس پر مجبوراً اُن لوگوں کو مناظرہ کی دعوت منظور کرنا پڑی۔ حالانکہ خود مامون تمام سلاطین بنی عباس میں یہ خصوصیت رکھتا ہے کہ مورخین اس کے لیے یہ الفاظ لکھ دیتے ہیں "کان یعد من کبار الفقہاء" یعنی اس کا شمار بڑے بڑے فقیہوں میں ہے۔ اس لیے اس کا فیصلہ خود کچھ کم وقعت نہ رکھتا تھا، مگر ان لوگوں نے اس پر اکتفا نہیں کی بلکہ بغداد کے سب سے بڑے عالم یحییٰ بن اکثم کو امام محمد تقی علیہ السلام سے بحث کے لیے منتخب کیا۔

مامون نے ایک عظیم الشان جلسہ اس مناظرہ کے لیے منعقد کیا اور عام اعلان کرا دیا۔ ہر شخص اس عجیب اور بظاہر غیر متوازن مقابلہ کے دیکھنے کا مشتاق ہو گیا، جس میں ایک طرف ایک نو برس کا بچہ تھا اور دوسری طرف ایک آزمودہ کار اور شہرہ آفاق قاضی القضاۃ۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ہر طرف سے خلائق کا ہجوم ہو گیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ ارکانِ دولت اور معززین کے علاوہ اس جلسہ میں نو سو کرسیاں فقط علماء و فضلاء کے لیے مخصوص تھیں اور اس میں کوئی تعجب بھی نہیں۔ اس لیے کہ یہ زمانہ عباسی سلطنت کے شباب اور بالخصوص علمی ترقی کے اعتبار سے زریں دور کا تھا اور بغداد دارالسلطنت تھا جہاں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تمام اطراف سے مختلف علوم و فنون کے ماہرین کھنچ کر جمع ہو گئے تھے، اس اعتبار سے یہ تعداد کسی مبالغہ پر مبنی معلوم نہیں ہوتی۔

مامون نے حضرت امام محمد تقی کے لیے اپنے پہلو میں مسند بچھوائی تھی اور حضرت کے سامنے یحییٰ بن اکثم کے لیے بیٹھنے کی جگہ تھی، ہر طرف کامل سناٹا تھا۔ مجمع ہمہ تن چشم و گوش بنا ہوا گفتگو شروع ہونے کے وقت کا منتظر ہی تھا کہ اس خاموشی کو یحییٰ کے اس سوال نے توڑ دیا۔ جو اس نے مامون کی طرف مخاطب ہو کر کیا تھا۔ حضور کیا مجھے اجازت ہے کہ میں ابو جعفر سے کوئی مسئلہ دریافت کروں۔ مامون نے کہا تم کو خود ان ہی سے اجازت طلب کرنا چاہیے۔ یہ سن کر یحییٰ امام علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہا، کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ سے کچھ دریافت کروں۔

حضرت نے فرمایا۔ اے یحییٰ تم جو پوچھنا چاہو پوچھ سکتے ہو۔

یحییٰ نے کہا۔ یہ فرمایئے کہ حالتِ احرام میں اگر کوئی شخص شکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟"

اس سوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ یحییٰ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی علمی بلندی سے بالکل واقف نہ تھا۔ وہ اپنے غرور علم اور جہالت سے یہ سمجھتا تھا کہ یہ کمسن صاحبزادے تو یہی روز مرہ کے روزے، نماز کے مسائل سے واقف ہوں تو ہوں، مگر حج وغیرہ کے احکام اور حالتِ احرام میں جن چیزوں کی ممانعت ہے اُن کے کفاروں سے بھلا کہاں واقف ہوں گے!

امام نے اس کے جواب میں اس طرح سوال کے شقوں کی الگ الگ تحلیل فرمائی جس سے بغیر کوئی جواب اصل مسئلے کا دیئے ہوئے آپ کے علم کی گہرائیوں کا یحییٰ اور تمام اہلِ محفل کو اندازہ ہو گیا۔ یحییٰ خود بھی اپنے کو سبک پانے لگا اور تمام مجمع کو بھی اس کا سبک ہونا محسوس ہونے لگا آپ نے جواب میں فرمایا: اے یحییٰ! تمہارا سوال بالکل مبہم اور مجمل ہے۔ سوال کے ذیل میں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ شکار حل میں تھا یا حرم میں، شکار کرنے والا مسئلہ سے واقف تھا یا ناواقف۔ اس نے عمداً اُس جانور کو مار ڈالا، یا دھوکے سے قتل ہو گیا۔ وہ شخص آزاد تھا یا غلام کمسن تھا یا بالغ۔ پہلی مرتبہ ایسا کیا تھا۔ یا اُس کے پہلے بھی ایسا کر چکا تھا۔ شکار پرند کا تھا یا کوئی اور چھوٹا تھا یا بڑا۔ وہ اپنے فعل پر اصرار رکھتا ہے یا پشیمان ہے۔ رات کو یا پوشیدہ طریقہ پر اُس نے یہ شکار کیا یا دن دھاڑے اور علانیہ۔ احرام عمرہ کا تھا یا حج کا۔ جب تک یہ تمام تفصیلات نہ بتائے جائیں اس مسئلہ کا کوئی معین حکم نہیں بتایا جا سکتا۔

یحییٰ کتنا ہی ناقص کیوں نہ ہوتا، بہر حال فقہی مسائل پر کچھ نہ کچھ اس کی نظر تھی، وہ ان کثیر التعداد شقوں کے پیدا کرنے ہی سے خوب سمجھ گیا کہ ان کا مقابلہ میرے لیے آسان نہیں ہے اُس کے چہرے پر ایسی شکستگی کے آثار پیدا ہوئے جن کا تمام دیکھنے والوں نے اندازہ کر لیا۔ اب

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُس کی زبان خاموش تھی اور وہ کچھ جواب نہ دیتا تھا۔

مامون نے اُس کی کیفیت کا صحیح اندازہ کر کے اُس سے کچھ کہنا بیکار سمجھا اور حضرت سے عرض کیا کہ پھر آپ ان تمام شقوں کے احکام بیان فرما دیجئے تاکہ ہم سب کو استفادہ کا موقع مل سکے۔

امام علیہ السّلام نے تفصیل کے ساتھ تمام صورتوں کے جداگانہ جو احکام تھے بیان فرما دیئے آپ نے فرمایا کہ "اگر احرام باندھنے کے بعد "حِل" میں شکار کرے اور وہ شکار پرندہ ہو اور بڑا بھی ہو تو اُس کا کفارہ ایک بکری ہے اور اگر ایسا شکار حرم میں کیا ہے تو دو بکریاں ہیں۔ اور اگر کسی چھوٹے پرندہ کو حِل میں شکار کیا تو دُنبے کا ایک بچہ جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہو، کفارہ دے گا۔ اور اگر حرم میں شکار کیا ہو تو اُس پرندہ کی قیمت اور ایک دُنبہ کفارہ دے گا، اور اگر وہ شکار چوپایہ ہو تو اس کی کئی قسمیں ہیں، اگر وہ وحشی گدھا ہے تو ایک گائے اور اگر شتر مرغ ہے تو ایک اونٹ، اور اگر ہرن ہے تو ایک بکری کفارہ دے گا۔ یہ کفارہ تو جب ہے کہ حِل میں شکار کیا ہو۔ لیکن اگر حرم میں کئے ہوں تو یہی کفارے دُگنے دینے ہوں گے اور اُن جانوروں کو جنھیں کفارے میں دے گا۔ اگر احرام عمرہ کا تھا، تو خانہ کعبہ تک پہنچائے گا اور مکہ میں قربانی کرے گا۔ اور اگر احرام حج کا تھا تو منیٰ میں قربانی کرے گا اور ان کفاروں میں عالم و جاہل دونوں برابر ہیں اور ارادے سے شکار کرنے میں کفارہ دینے کے علاوہ گناہگار بھی ہوگا، ہاں بھُولے سے شکار کرنے میں گناہ نہیں ہے۔ اور آزاد اپنا کفارہ خود دے گا۔ اور غلام کا کفارہ اُس کا مالک دے گا اور چھوٹے بچے پر کوئی کفارہ نہیں ہے اور بالغ پر کفارہ دینا واجب ہے اور جو شخص اپنے اس فعل پر نادم ہو آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا۔ لیکن اگر اس فعل پر اصرار کرے گا تو آخرت میں بھی اُس پر عذاب ہوگا"۔

یہ تفصیلات سُن کر یحییٰ ہکا بکا رہ گیا اور سارے مجمع سے احسنت احسنت کی آواز بلند ہونے لگی۔ مامون کو بھی کد تھی کہ وہ یحییٰ کی رسوائی کو انتہائی درجہ تک پہنچا دے۔ اُس نے امام سے عرض کی کہ اگر مناسب معلوم ہو، تو آپ بھی یحییٰ سے کوئی سوال فرمائیں۔ حضرت نے اخلاقاً یحییٰ سے دریافت فرمایا کہ کیا میں بھی تم سے کچھ پوچھ سکتا ہوں، یحییٰ اب اپنے متعلق کسی دھوکہ میں مبتلا نہ تھا، اُس نے کہا کہ "حضور دریافت فرمائیں، اگر مجھے معلوم ہوگا، تو عرض کروں گا ورنہ خود ہی حضور سے معلوم کر لوں گا" حضرت نے سوال کیا!

"اُس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جس نے صبح کو ایک عورت کی طرف نظر کی تو وہ اُس پر حرام تھی دن چڑھے حلال ہو گئی، پھر ظہر کے وقت حرام ہو گئی، عصر کے وقت پھر حلال ہو گئی۔ غروب آفتاب پر پھر حرام ہو گئی۔ عشاء کے وقت پھر حلال ہو گئی۔ آدھی رات کو حرام ہو گئی، صبح کے وقت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پھر حلال ہو گئی، بتاؤ ایک ہی دن میں اتنی دفعہ وہ عورت اس شخص پر کس طرح حرام و حلال ہوتی رہی

امام علیہ السلام کی زبان معجز بیان سے اس سوال کو سن کر قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم مبہوت ہو گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے، بالآخر انتہائی عاجزی کے ساتھ کہا کہ فرزند رسول آپ ہی اس کی وضاحت فرمادیں اور مسئلہ کو حل کر دیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا! سنو وہ عورت کسی کی لونڈی تھی، اس کی طرف صبح کے وقت ایک اجنبی شخص نے نظر کی، تو وہ اس کے لیے حرام تھی۔ دن چڑھے اس نے وہ لونڈی خرید لی حلال ہو گئی۔ ظہر کے وقت اس کو آزاد کر دیا۔ وہ حرام ہو گئی۔ عصر کے وقت اس نے نکاح کر لیا پھر حلال ہو گئی۔ مغرب کے وقت اس سے ظہار کیا تو پھر حرام ہو گئی۔ عشا کے وقت ظہار کا کفارہ دیا تو پھر حلال ہو گئی۔ آدھی رات کو اس شخص نے اس عورت کو طلاق رجعی دی، جس سے پھر حرام ہو گئی۔ اور صبح کے وقت اس طلاق سے رجوع کر لیا "حلال ہو گئی"۔

مسئلہ کا حل سن کر صرف یحییٰ ہی نہیں بلکہ سارا مجمع حیران رہ گیا اور سب میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ مامون کو اپنی بات کے اونچا ہونے کی خوشی تھی، اس نے مجمع کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ دیکھو میں نہ کہتا تھا کہ یہ وہ گھرانا ہے جو قدرت کی طرف سے علم کا مالک قرار دیا گیا ہے۔ یہاں کے بچوں کا بھی کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

مجمع میں جوش و خروش تھا۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ بے شک جو آپ کی رائے ہے وہ بالکل ٹھیک ہے اور یقیناً ابو جعفر محمد بن علیؑ کا کوئی مثل نہیں ہے۔ (صواعق محرقہ ص۱۲۲، روائح المصطفیٰ ص۱۹۱، نور الابصار ص۱۴۲، شرح ارشاد ص۴۷۹-۴۸۰، تاریخ آئمہ ص۴۸۵، سوانح محمد تقی ص۶)۔

امام محمد تقیؑ کے ساتھ شہزادی ام الفضل کا عقد اور خطبۂ نکاح

اس عظیم الشان مناظرہ میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شاندار کامیابی نے مامون کو آپ کا اور گرویدہ بنا دیا، اور اس کی منزل اعتراف میں انتہائی بلندی پیدا ہو گئی، اس کے ہر قسم کے حسن ظن میں یقین کی روح دوڑ گئی۔ علماء لکھتے ہیں کہ "مامون نے اس کے بعد فوراً" ہی اپنے دلی مراد کو عملی جامہ پہنانے کا تہیہ کر لیا اور ذرا بھی تاخیر مناسب نہ سمجھتے ہوئے اسی جلسہ میں امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ اپنی بیٹی ام الفضل کا عقد کر دیا۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے خطبہ اور نکاح پڑھا اور یہ تقریب پوری کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوئی، مامون نے خوشی میں بڑی فیاضی سے کام لیا، لاکھوں روپے خیر و خیرات میں تقسیم کیے گئے اور تمام رعایا کو انعامات و عطایا کے ساتھ مالا مال کیا گیا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(سفرنامۂ حج و زیارات ص۲۲۴ طبع پشاور ۱۹۵۰ء)۔

علامہ شیخ مفید اور علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے جو خطبۂ نکاح پڑھا وہ یہ تھا: "الحمد للّٰہ اقرار ابنعمتہ ولا الٰہ الا اللّٰہ اخلاصاً لوحدانیتہ الخ" اور جو مہر مقرر کیا وہ مہر فاطمی مبلغ پانچ سو درہم تھا۔ (ارشاد مفید ص۴۷۲، نور الابصار ص۱۴۶) — معلوم ہونا چاہیے کہ امام محمد تقی علیہ السلام نے جو خطبۂ نکاح اپنی زبانِ مبارک پر جاری کیا تھا وہ وہی ہے جو اس وقت بھی نکاح کے موقع پر پڑھا جاتا ہے۔ میری نظر میں اس خطبہ کے ہوتے ہوئے دوسرے خطبہ کا پڑھنا مناسب نہیں ہے۔ علامہ شبلنجی کا بیان ہے کہ ہر قسم کی خوشبو کی باس میں عقدِ نکاح ہوا، اور حاضرین کی حلوے سے تواضع کی گئی (نور الابصار ص۱۴۶، صواعق محرقہ ص۱۲۳، شواہد النبوت ص۲۰۴، روضۃ الصفا جلد ۳ ص۱۶، ارشاد ص۴۷۷، کشف الغمہ ص۱۱۹) علامہ شیخ مفید تحریر فرماتے ہیں کہ شادی کے بعد شبِ عروسی کی صبح کو جہاں اور لوگ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں مبارک باد ادا کرنے کے لیے آئے۔ ایک شخص محمد بن علی ہاشمی بھی پہنچے۔ ان کا بیان ہے کہ مجھے وفعتہً سخت پیاس محسوس ہوئی، میں ابھی پاس ادب سے پانی مانگنے نہ پایا تھا کہ آپ نے میرے چہرے کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تم پیاسے ہو میں تمہیں پانی منگوائے دیتا ہوں چنانچہ آپ نے حکم دیا اور آب خنک آ گیا، تھوڑی دیر کے بعد پھر ایسا ہی واقعہ در پیش ہوا۔ میں حضرت کے اس علم ضمائر سے بے حد متاثر ہوا، اور مجھے یقین ہو گیا کہ امامیہ آپ کے جملہ علوم میں ماہر ہونے کا جو عقیدہ رکھتے ہیں بالکل درست ہے۔ (ارشاد ص۴۸۱)

اُم الفضل کی رخصتی، امام محمد تقیؑ کی مدینہ کو واپسی

اور

حضرت کے اخلاق و اوصاف عادات و خصائل

اس شادی کا پس منظر جو بھی ہو، لیکن مامون نے نہایت اچھوتے انداز سے اپنی لختِ جگر اُم الفضل کو حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے حبالۂ نکاح میں دے دیا۔ تقریباً ایک سال تک امام علیہ السلام بغداد میں مقیم رہے، مامون نے دورانِ قیام بغداد میں آپ کی عزت و توقیر میں کوئی کمی نہیں کی۔ "الیٰ ان توجہ بزوجتہ ام الفضل الی المدینۃ المشرفۃ" یہاں تک آپ اپنی زوجہ اُم الفضل سمیت مدینہ مشرفہ تشریف لے آئے۔ (نور الابصار ص۱۴۶) مامون نے بہت ہی انتظام و اہتمام کے ساتھ اُم الفضل کو حضرت کے ساتھ رخصت کر دیا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علامہ شیخ مفید، علامہ طبرسی، علامہ شبلنجی، علامہ جامی علیہم الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام اپنی اہلیہ کو لیے ہوئے مدینہ تشریف لیے جا رہے تھے، آپ کے ہمراہ بہت سے حضرات بھی تھے چلتے چلتے شام کے وقت آپ وارد کوفہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے جناب مسیب کے مکان پر قیام فرمایا اور نماز مغرب پڑھنے کے لیے وہاں کی ایک نہایت ہی قدیم مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ نے وضو کے لیے پانی طلب فرمایا، پانی آنے پر آپ ایک ایسے درخت کے تھالے میں وضو کرنے لگے جو بالکل خشک تھا اور مدتوں سے سرسبزی اور شادابی سے محروم تھا۔ امام علیہ السلام نے اس جگہ وضو کیا، پھر آپ نمازِ مغرب پڑھ کر وہاں سے واپس تشریف لائے اور اپنے پروگرام کے مطابق وہاں سے روانہ ہو گئے۔

امام علیہ السلام تو تشریف لے گئے لیکن ایک عظیم نشانی چھوڑ گئے اور وہ یہ تھی کہ جس خشک درخت کے تھالے میں آپ نے وضو فرمایا تھا وہ سرسبز و شاداب ہو گیا، اور رات ہی بھر میں وہ تیار پھلوں سے لد گیا۔ لوگوں نے اسے دیکھ کر بے انتہا تعجب کیا (ارشاد صفحہ ۴۷۹ اعلام الوریٰ صفحہ ۲۰۵ نور الابصار صفحہ ۱۴۷، شواہد النبوت صفحہ ۲۰۲) کوفہ سے روانہ ہو کر طے مراحل و قطع منازل کرتے ہوئے آپ مدینہ منورہ پہنچے۔ وہاں پہنچ کر آپ اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی میں منہمک و مشغول ہو گئے۔ پند و نصائح، تبلیغ و ہدایت کے علاوہ آپ نے اخلاق کا عملی درس دینا شروع کر دیا۔ خاندانی طرۂ امتیاز کے بموجب ہر ایک سے جھک کر ملنا، ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرنا مساوات اور سادگی کو ہر حال میں پیش نظر رکھنا۔ غرباء کی پوشیدہ طور پر خبر لینا، دوستوں کے علاوہ دشمنوں تک سے اچھا سلوک کرتے رہنا۔ مہمانوں کی خاطر داری میں انہماک اور علمی و مذہبی پیاسوں کے لیے فیض کے چشموں کو جاری رکھنا، آپ کی سیرتِ زندگی کا نمایاں پہلو تھا۔ اہلِ دنیا جو آپ کی بلندیٔ نفس کا پورا اندازہ نہ رکھتے تھے۔ انھیں یہ تصور ضرور ہوتا تھا کہ ایک کمسن بچے کا عظیم الشان مسلمان سلطنت کے شہنشاہ کا داماد ہو جانا۔ یقیناً اس کے چال ڈھال، طور طریقے کو بدل دے گا اور اس کی زندگی کو دوسرے سانچے میں ڈھل جائے گی۔ حقیقت میں یہ ایک بہت بڑا مقصد ہو سکتا ہے جو ماموں کی کوتاہ نگاہ کے سامنے بھی تھا۔ بنی امیہ یا بنی عباس کے بادشاہوں کو آلِ رسولؐ کی ذات سے اتنا اختلاف نہ تھا، جتنا اُن کی صفات سے تھا۔ وہ ہمیشہ اس کے درپے رہتے تھے کہ بلندیٔ اخلاق اور معراجِ انسانیت کا وہ مرکز جو مدینہ منورہ میں قائم ہے اور جو سلطنت کے مادی اقتدار کے مقابلہ میں ایک مثالی روحانیت کا مرکز بنا ہوا ہے، یہ کسی طرح ٹوٹ جائے۔ اسی کے لیے گھبرا گھبرا کر وہ مختلف تدبیریں کرتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام سے بیعت طلب کرنا، اسی کی ایک شکل تھی اور پھر امام رضا کو ولی عہد بنانا اسی کا دوسرا طریقہ تھا۔ فقط ظاہری

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شکل و صورت میں ایک کا انداز معاندانہ اور دوسرے کا طریقہ ارادت مندی کے روپ میں تھا۔ مگر اصل حقیقت دونوں صورتوں کی ایک تھی، جس طرح امام حسینؑ نے بیعت نہ کی، تو وہ شہید کر ڈالے گئے، اسی طرح امام رضا علیہ السلام ولی عہد ہونے کے باوجود حکومت کے مادی مقاصد کے ساتھ ساتھ نہ چلے تو آپ کو زہر کے ذریعہ سے ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا گیا۔

اب مامون کے نقطہ نظر سے یہ موقع انتہائی قیمتی تھا کہ امام رضا کا جانشین ایک آٹھ، نو برس کا بچہ ہے، جو تین چار برس پہلے ہی باپ سے چھڑا لیا جا چکا تھا۔ حکومت وقت کی سیاسی سوجھ بوجھ کہہ رہی تھی کہ اس بچہ کو اپنے طریقے پر لانا نہایت آسان ہے اور اس کے بعد وہ مرکز جو حکومت وقت کے خلاف ساکن اور خاموش مگر انتہائی خطرناک قائم ہے ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔

مامون رشید عباسی، امام رضا علیہ السلام کے ولی عہدی کی مہم میں اپنی ناکامی کو مایوسی کا سبب نہیں تصور کرتا تھا۔ اس لیے کہ امام رضا کی زندگی ایک اصول پر قائم رہ چکی تھی، اس میں تبدیلی نہیں ہوئی تو یہ ضروری نہیں کہ امام محمد تقی جو آٹھ، نو برس کے سن سے قصر حکومت میں نشو و نما پا کر بڑھیں وہ بھی بالکل اپنے بزرگوں کے اصول زندگی پر برقرار رہیں۔

سوائے اُن لوگوں کے جو ان مخصوص افراد کے خداداد کمالات کو جانتے تھے اس وقت کا ہر شخص یقیناً مامون ہی کا ہم خیال ہوگا، مگر دنیا کو حیرت ہوگئی، جب یہ دیکھا کہ وہ نو برس کا بچہ جسے شہنشاہ اسلام کا داماد بنایا گیا ہے۔ اس عمر میں اپنے خاندانی رکھ رکھاؤ اور اصول کا اتنا پابند ہے کہ وہ شادی کے بعد محل شاہی میں قیام سے انکار کر دیتا ہے، اور اس وقت بھی کہ جب بغداد میں قیام رہتا ہے تو ایک علیحدہ مکان کرایہ پر لے کر اس میں قیام فرماتے ہیں۔ اس سے بھی امام کی مستحکم قوتِ ارادی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ عموماً مالی اعتبارات سے لڑکی والے جو کچھ بھی بڑا درجہ رکھتے ہوتے ہیں تو وہ یہ پسند کرتے ہیں کہ جہاں وہ رہیں وہیں داماد بھی رہے۔ اس گھر میں نہ سہی تو کم از کم اسی شہر میں اس کا قیام رہے، مگر امام محمد تقی نے شادی کے ایک سال بعد ہی مامون کو حجاز واپس جانے کی اجازت پر مجبور کر دیا۔ یقیناً یہ امر ایک چاہنے والے باپ اور مامون ایسے با اقتدار کے لیے انتہائی ناگوار تھا۔ مگر اُسے لڑکی کی جدائی گوارا کرنا پڑی اور امام مع ام الفضل کے مدینہ تشریف لے گئے۔

مدینہ تشریف لانے کے بعد ڈیوڑھی کا وہی عالم رہا جو اس کے پہلے تھا، نہ پہرہ دار نہ کوئی خاص روک ٹوک، نہ تزک و احتشام، نہ اوقاتِ ملاقات، نہ ملاقاتیوں کے ساتھ برتاؤ میں کوئی تفریق زیادہ تر نشست مسجد نبوی میں رہتی تھی۔ جہاں مسلمان حضرت کے وعظ و نصیحت سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ رُوایانِ حدیث، اخبار و احادیث دریافت کرتے تھے۔ طالب علم مسائل پوچھتے تھے، صاف

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ظاہر تھا کہ جعفر صادقؑ ہی کا جانشین اور امام رضاؑ کا فرزند ہے جو اسی مسند علم پر بیٹھا ہوا ہدایت کا کام انجام دے رہا ہے۔

امورِ خانہ داری اور ازدواجی زندگی میں آپ کے بزرگوں نے اپنی بیویوں کو جن حدود میں رکھا ہوا تھا انھیں حدود میں آپ نے ام الفضل کو بھی رکھا، آپ نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی کہ آپ کی بیوی ایک شہنشاہ وقت کی بیٹی ہے۔ چنانچہ ام الفضل کے ہوتے ہوئے۔ آپ نے حضرت عمار یاسر کی نسل سے ایک محترم خاتون کے ساتھ عقد بھی فرمایا اور قدرت کو نسلِ امامت اسی خاتون سے باقی رکھنا منظور تھی، یہی امام علی نقیؑ کی ماں ہوئیں۔ ام الفضل نے اس کی شکایت اپنے باپ کے پاس لکھ کر بھیجی۔ مامون کے دل کے لیے بھی یہ کچھ کم تکلیف دہ امر نہ تھا، مگر اُسے اب اپنے کیے کو نباہنا تھا۔ اس نے ام الفضل کو جواب میں لکھا کہ میں نے تمھارا عقد ابوجعفر کے ساتھ اس لیے نہیں کیا ہے کہ اُن پر کسی حلال خدا کو حرام کر دوں۔ خبردار! مجھ سے اب اس قسم کی شکایت نہ کرنا۔

یہ جواب دے کر حقیقت میں اس نے اپنی خفت مٹائی ہے۔ ہمارے سامنے اس کی نظریں موجود ہیں کہ اگر مذہبی حیثیت سے کوئی با احترام خاتون ہوئی ہے تو اس کی زندگی میں کسی دوسری بیوی سے نکاح نہیں کیا گیا، جیسے پیغمبر اسلام علیہ السلام کے لیے جناب خدیجہؑ اور حضرت علی المرتضیٰ کے لیے جناب فاطمۃ الزہراؑ۔ مگر شہنشاہ دنیا کی بیٹی کو یہ امتیاز دینا صرف اس لیے کہ وہ ایک بادشاہ کی بیٹی ہے۔ اسلام کی اُس روح کے خلاف تھا جس کے آلِ محمد محافظ تھے۔ اس لیے امام محمد تقی علیہ السلام نے اس کے خلاف طرزِ عمل اختیار کرنا اپنا فریضہ سمجھا۔ (سوانح محمد تقی جلد ۲ ص ۱۱)

امام محمد تقی علیہ السلام اور طی الارض

امام محمد تقی علیہ السلام اگرچہ مدینہ میں قیام فرماتے لیکن فرائض کی وسعت نے آپ کو مدینہ ہی کے لیے محدود نہیں رکھا تھا۔ آپ مدینہ میں رہ کر اطرافِ عالم کے عقیدت مندوں کی خبرگیری فرمایا کرتے تھے یہ ضروری نہیں کہ جس کے ساتھ کرم گستری کی جائے۔ وہ آپ کے کوائف وحالات سے بھی آگاہ ہو۔ عقیدہ کا تعلق دل کی گہرائی سے ہے کہ زمینی و آسمانی ہی نہیں ساری کائنات اُن کے تابع ہوتی ہے۔ انھیں اس کی ضرورت نہیں پڑتی کہ وہ کسی سفر میں طے مراحل کے لیے زمین اپنے قدموں سے ناپا کریں، اُن کے لیے یہی بس ہے کہ جب اور جہاں چاہیں چشم زدن میں پہنچ جائیں اور یہ عقلاً محال بھی نہیں ہے۔ ایسے خاصانِ خدا کے اس قسم کے واقعات قرآن مجید میں بھی ملتے ہیں۔ آصف بن برخیا وصی جناب سلیمان علیہ السلام کے لیے علماء نے اس قسم کے واقعات کا حوالہ دیا ہے۔ اُن میں سے ایک واقعہ ہے کہ آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر شام پہنچے، وہاں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ایک شخص کو اُس مقام پر عبادت میں مصروف و مشغول پایا جس جگہ امام حسینؑ کا سرِ مبارک لٹکایا گیا تھا۔ آپ نے اس سے کہا کہ میرے ہمراہ چلو وہ روانہ ہوا، ابھی چند قدم بھی نہ چلا تھا کہ کوفہ کی مسجد میں جا پہنچا، وہاں نماز ادا کرنے کے بعد جو روانگی ہوئی، تو صرف چند منٹوں میں مدینہ منورہ جا پہنچے اور زیارت و نماز سے فراغت کی گئی، پھر وہاں سے چل کر چند لمحوں میں مکہ معظمہ رسیدگی ہو گئی، طواف و دیگر عبادت سے فراغت کے بعد آپ نے چشمِ زدن میں اُسے شام کی مسجد میں پہنچا دیا۔ اور خود نظروں سے اوجھل ہو کر مدینہ منورہ جا پہنچے پھر جب دوسرا سال آیا تو آپ بدستور شام کی مسجد میں تشریف لے گئے اور اُس عابد سے کہا کہ میرے ہمراہ چلو، چنانچہ وہ چل پڑا، آپ نے چند لمحوں میں اُسے سالِ گزشتہ کی طرح تمام متقدس مقامات کی زیارت کرا دی۔ پہلے ہی سال کے واقعہ سے وہ شخص بے انتہا متاثر تھا ہی، کہ دوسرے سال بھی ایسا ہی واقعہ ہو گیا۔ اب کی مرتبہ اُس نے مسجد شام واپس پہنچتے ہی اُن کا دامن تھام لیا اور قسم دے کر پوچھا کہ فرمائیے آپ اس عظیم کرامت کے مالک "کون ہیں" آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں محمد بن علی (امام محمد تقی) ہوں، اُس نے بڑی عقیدت اور تعظیم و تکریم کے مراسم ادا کئے۔

آپ کے واپس تشریف لے جانے کے بعد یہ خبر بجلی کی طرح تمام پھیل گئی، جب والی شام محمد بن عبدالملک کو اس کی اطلاع ملی اور یہ بھی پتہ چلا کہ لوگ اس واقعہ سے بے انتہا متاثر ہو گئے ہیں تو اُس نے اس عابد پر "مدعی نبوت" ہونے کا الزام لگا کر اُسے قید کر دیا اور پھر شام سے منتقل کر کے عراق بھجوا دیا۔ اُس نے والی کو قید خانہ سے ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ میں بے خطا ہوں، مجھے رہا کیا جائے، تو اُس نے خط کی پشت پر لکھا کہ جو شخص تجھے شام سے کوفہ اور کوفہ سے مدینہ اور وہاں سے مکہ اور پھر وہاں سے شام پہنچا سکتا ہے۔ اپنی رہائی میں اُسی کی طرف رجوع کر۔ اس جواب کے دوسرے دن یہ شخص مکمل سختی کے باوجود، سخت ترین پہرہ کے ہوتے ہوئے قید خانہ سے غائب ہو گیا، علی بن خالد راوی کا بیان ہے کہ جب میں قید خانہ کے پھاٹک پر پہنچا تو دیکھا کہ تمام ذمہ داران حیران و پریشان ہیں، اور کچھ پتہ نہیں چلتا کہ عابد شامی زمین میں سما گیا۔ یا آسمان پر اٹھا لیا گیا، علامہ مفید علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ اس واقعہ سے علی بن خالد جو دوسرے مذہب کا پیرو تھا، امامیہ مسلک کا معتقد ہو گیا۔ (شواہد النبوت ص ۲۰۵، نور الابصار ص ۱۴۹، اعلام الوریٰ ص ۲۰۳، ارشاد مفید ص ۴۸۱)۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کے بعض کرامات

صاحبِ تفسیر حسینی علامہ حسین واعظ کاشفی کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کرامات بے شمار ہیں۔ (روضۃ الشہدا ص۴۳۸) میں بعض کا تذکرہ مختلف کتب سے کرتا ہوں۔ علامہ عبدالرحمٰن جامی تحریر کرتے ہیں کہ (۱) مامون رشید کے انتقال کے بعد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اب تیس ۳۰ ماہ بعد میرا بھی انتقال ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا (۲) ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایک مسماۃ (اُم الحسن) نے آپ سے درخواست کی ہے کہ اپنا کوئی جامہ کہنہ دیجئے تاکہ میں اُسے اپنے کفن میں رکھوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب جامہ کہنہ کی ضرورت نہیں ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں وہ جواب لے کر جب واپس ہوا تو معلوم ہوا کہ ۱۳-۱۴ دن ہوگئے ہیں کہ وہ انتقال کر چکی ہے۔ (۳) ایک شخص (اُمیہ بن علی) کہتا ہے کہ میں اور حماد بن عیسیٰ ایک سفر میں جاتے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ سے رخصت ہولیں، آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تم آج اپنا سفر ملتوی کر دو، چنانچہ میں حسب الحکم ٹھہر گیا، لیکن میرے ساتھی حماد بن عیسیٰ نے کہا کہ میں نے سارا سامانِ سفر گھر سے نکال رکھا ہے اب اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ سفر ملتوی کروں، یہ کہہ کر وہ روانہ ہوگیا اور چلتے چلتے رات کو ایک وادی میں جا پہنچا اور وہیں قیام کیا، رات کے کسی حصہ میں عظیم الشان سیلاب آگیا۔ اور وہ تمام لوگوں کے ساتھ حماد کو بھی بہا کر لے گیا (شواہد النبوت ص۲۰۲) (۴) علامہ اربلی تحریر فرماتے ہیں کہ معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ ایک دن مدینہ منورہ میں جب کہ آپ بہت کمسن تھے مجھ سے فرمایا کہ چلو میرے ہمراہ چلو! چنانچہ میں ساتھ ہوگیا۔ حضرت نے مدینہ سے باہر ایک وادی میں جا کر مجھ سے فرمایا کہ تم ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں۔ چنانچہ آپ نظروں سے غائب ہوگئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس ہوئے۔ واپسی پر آپ بے انتہا ملول اور رنجیدہ تھے، میں نے پوچھا: فرزند رسولؐ! آپ کے چہرہ مبارک سے آثار حزن و ملال کیوں ہویدا ہیں۔ ارشاد فرمایا! کہ اسی وقت بغداد سے واپس آرہا ہوں۔ وہاں میرے والد ماجد حضرت امام رضا علیہ السلام زہر سے شہید کر دیے گئے ہیں۔ میں اُن پر نماز وغیرہ ادا کرنے گیا تھا۔ (۵) قاسم بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں بغداد میں تھا میں نے دیکھا کہ کسی شخص کے پاس تمام لوگ برابر آتے جاتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ جس کے پاس آنے جانے کا تانتا بندھا ہوا ہے یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ابوجعفر محمد بن علی علیہ السلام ہیں۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ آپ ناقہ پر سوار اُس طرف سے گذرے، قاسم کہتا ہے کہ انھیں دیکھ کر میں نے دل میں کہا کہ وہ لوگ بڑے بیوقوف ہیں جو آپ کی امامت کے قائل ہیں اور آپ کی عزت و توقیر کرتے ہیں، یہ تو بچے ہیں اور میرے دل میں ان کی کوئی وقعت محسوس نہیں ہوتی۔ میں اپنے دل میں یہی سوچ رہا تھا کہ آپ نے قریب آکر فرمایا کہ اے قاسم بن عبدالرحمٰن جو شخص ہماری اطاعت سے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

گریزاں ہے وہ جہنم میں جائے گا۔ آپ کے اس فرمانے پر میں نے خیال کیا کہ یہ جادوگر ہیں کہ انھوں نے میرے دل کے ارادے کو معلوم کرلیا ہے۔ جیسے ہی یہ خیال میرے دل میں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ تمھارا خیال بالکل غلط ہے تم اپنے عقیدے کی اصلاح کرو۔ یہ سن کر میں نے آپ کی امامت کا اقرار کیا اور مجھے ماننا پڑا کہ آپ حجت اللہ ہیں (۶) قاسم بن الحسن کا بیان ہے کہ میں ایک سفر میں تھا، مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مفلوک الحال شخص نے مجھ سے سوال کیا، میں نے اُسے روٹی کا ایک ٹکڑا دے دیا۔ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک زبردست آندھی آئی اور وہ میری پگڑی اڑا کر لے گئی۔ میں نے بڑی تلاش کی لیکن وہ دستیاب نہ ہوئی۔ جب میں مدینہ پہنچا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے ملنے گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے قاسم تمھاری پگڑی ہوا اُڑا لے گئی۔ میں نے عرض کی جی حضور! آپ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ ان کی پگڑی لے آؤ۔ غلام نے پگڑی حاضر کی۔ میں نے بڑے تعجب سے دریافت کیا کہ مولا! یہ پگڑی یہاں کیسے پہنچی، آپ نے فرمایا کہ تم نے جو راہِ خدا میں روٹی کا ٹکڑا دیا تھا، اُسے خدا نے قبول فرمایا ہے۔ اے قاسم خداوندِ عالم یہ نہیں چاہتا کہ جو اُس کی راہ میں صدقہ دے وہ اُسے نقصان پہنچنے دے (۷) ام الفضل نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شکایت اپنے والد مامون رشید عباسی کو لکھ کر بھیجی کہ ابوجعفر میرے ہوتے ہوئے دوسری شادی بھی کر رہے ہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ میں نے تیری شادی اُن کے ساتھ اس لیے نہیں کی کہ حلالِ خدا کو حرام کردوں۔ انھیں قانونِ خداوندی اجازت دیتا ہے کہ وہ دوسری شادی کریں، اس میں تیرا کیا دخل ہے۔ دیکھ آئندہ سے اس قسم کی کوئی شکایت نہ کرنا اور سُن تیرا فریضہ ہے کہ تو اپنے شوہر ابوجعفر کو جس طرح ہو راضی رکھ۔ اِس تمام خط وکتابت کی اطلاع حضرت کو ہوگئی۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۲۰) علامہ شیخ حسین بن عبدالوہاب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن ام الفضل نے حضرت کی ایک بیوی کو جو عمار یاسر کی نسل سے تھی، دیکھا تو مامون رشید کو کچھ اس انداز سے کہا کہ وہ حضرت کے قتل پر آمادہ ہوگیا، مگر قتل نہ کرسکا۔ (عیون المعجزات صفحہ ۱۵۴ طبع ملتان)۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے ہدایات و ارشادات

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بہت سے بزرگ مرتبہ علماء نے آپ سے علوم اہل بیت کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے ایسے مختصر حکیمانہ مقولوں کا بھی ایک ذخیرہ ہے، جیسے آپ کے جدِ بزرگوار حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام کے بعد امام محمد تقی علیہ السلام کے مقولوں کو ایک خاص درجہ حاصل ہے۔ بعض علماء نے آپ کے مقولوں کی تعداد کئی ہزار بتائی ہے۔ علامہ شبلنجی بحوالہ فصول المہمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ (۱)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

خداوندِ عالم جسے جو نعمت دیتا ہے بہ ارادہ دوام دیتا ہے، لیکن اُس سے وہ اس وقت زائل ہو جاتی ہے، جب وہ لوگوں یعنی مستحقین کو دینا بند کر دیتا ہے۔ (۲) ہر نعمتِ خداوندی میں مخلوق کا حصّہ ہے۔ جب خدا کسی کو عظیم نعمتیں دیتا ہے تو لوگوں کی حاجتیں بھی کثیر ہو جاتی ہیں۔ اس موقع پر اگر صاحبِ نعمت (مالدار) عہدہ برآ ہو سکا تو خیر ورنہ نعمت کا زوال لازمی ہے (۳) جو کسی کو بڑا سمجھتا ہے اُس سے ڈرتا ہے (۴) جس کی خواہشات زیادہ ہوں گی، اس کا جسم موٹا ہوگا۔ (۵) صحیفۂ حیاتِ مسلم کا سرنامہ "حسنِ خلق" ہے (۶) جو خدا کے بھروسہ پر لوگوں سے بے نیاز ہو جائے گا، لوگ اُس کے محتاج ہوں گے (۷) جو خدا سے ڈرے گا لوگ اُسے دوست رکھیں گے (۸) انسان کی تمام خوبیوں کا مرکز زبان ہے۔ (۹) انسان کے کمالات کا دار و مدار عقل کے کمال پر ہے (۱۰) انسان کے لیے فقر کی زینت "عفت" ہے۔ خدائی امتحان کی زینت شکر ہے جس کی زینت تواضع اور فروتنی ہے، کلام کی زینت "فصاحت" ہے۔ روایات کی زینت "حافظہ" ہے۔ علم کی زینت "انکسار" ہے، ورع وتقویٰ کی زینت "حسنِ ادب" ہے۔ قناعت کی زینت "خندہ پیشانی" ہے۔ ورع و پرہیزگاری کی زینت تمام مہملات سے کنارہ کشی ہے (۱۱) ظالم اور ظالم کا مددگار اور ظالم کے فعل کو سراہنے والے ایک ہی زمرے میں ہیں۔ یعنی سب کا درجہ برابر ہے (۱۲) جو زندہ رہنا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ برداشت کرنے کے لئے اپنے دل کو صبر آزما بنالے۔
(۱۳) خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں ہونی چاہئیں۔ اوّل استغفار۔ دوم نرمی فروتنی سوم کثرتِ صدقہ (۱۴) جو جلد بازی سے پرہیز کرے گا، لوگوں سے مشورہ لے گا، اللہ پر بھروسہ رکھے گا وہ کبھی شرمندہ نہیں ہوگا (۱۵) اگر جاہل زبان بند رکھے تو اختلافات نہ ہوں (۱۶) تین باتوں سے دل موہ لیے جاتے ہیں۔ (۱) معاشرے میں انصاف (ب) مصیبت میں ہمدردی (ج) پریشان خاطری میں تسلی (۱۷) جو کسی بُری بات کو اچھی نگاہ سے دیکھے گا، وہ اس میں شریک سمجھا جائے گا (۱۸) کفرانِ نعمت کرنے والا خدا کی ناراضگی کو دعوت دیتا ہے (۱۹) جو تمھارے کسی عطیہ پر شکریہ ادا کرے، گویا اُس نے تمھیں اُس سے زیادہ دے دیا (۲۰) جو اپنے بھائی کو پوشیدہ طور پر نصیحت کرے تو وہ اُس کا محسن ہے، اور جو علانیہ نصیحت کرے، گویا اس نے اُس کے ساتھ بُرائی کی۔
(۲۱) عقلمندی اور حماقت جوانی کے قریب تک ایک دوسرے پر انسان پر غلبہ کرتے رہتے ہیں اور جب ۱۸ سال پورے ہو جاتے ہیں تو استقلال پیدا ہو جاتا ہے اور راہ معین ہو جاتی ہے (۲۲) جب کسی بندہ پر نعمت کا نزول ہو اور وہ اس نعمت سے متاثر ہو کر یہ سمجھے کہ یہ خدا کی عنایت و مہربانی ہے تو خداوندِ عالم شکر کرنے سے پہلے اس کا نام شاکرین میں لکھ لیتا ہے۔ اور جب کوئی گناہ کرنے کے ساتھ یہ محسوس کرے کہ میں خدا کے ہاتھ میں ہوں، وہ جب اور جس طرح چاہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عذاب کر سکتا ہے تو خداوند عالم اُسے استغفار سے قبل بخش دیتا ہے (۲۳) شریف وہ ہے جو عالم ہے اور عقلمند وہ ہے جو متقی ہے۔ (۲۴) جلد بازی کر کے کسی امر کو شہرت نہ دو، جب تک تکمیل نہ ہو جائے (۲۵) اپنی خواہشات کو اتنا نہ بڑھاؤ کہ دل تنگ ہو جاؤ (۲۶) اپنے ضعیفوں پر رحم کرو اور اُن پر ترحم کے ذریعہ سے اپنے لیے خدا سے رحم کی درخواست کرو (۲۷) عام موت سے بری موت وہ ہے جو گناہ کے ذریعہ سے ہو، اور عام زندگی سے خیر و برکت کے ساتھ والی زندگی بہتر ہے (۲۸) جو خدا کے لیے اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچائے وہ ایسا ہے جیسے اُس نے اپنے لیے جنت میں گھر بنا لیا (۲۹) جو خدا پر اعتماد رکھے اور اُس پر توکل اور بھروسہ کرے، خدا اُسے ہر بُرائی سے بچاتا ہے اور اُس کی ہر قسم کے دُشمن سے حفاظت کرتا ہے۔ (۳۰) دین عزت ہے، علم خزانہ ہے اور خاموشی نور ہے۔ (۳۱) زہد کی انتہا ورع اور تقویٰ ہے (۳۲) دین کو تباہ کر دینے والی چیز بدعت ہے (۳۳) انسان کو برباد کرنے والی چیز "لالچ" ہے (۳۴) حاکم کی صلاحیت رعایا کی خوشحالی کا دارومدار ہے (۳۵) دُعا کے ذریعہ سے ہر بلا ٹل سکتی ہے (۳۶) جو صبر و ضبط کے ساتھ میدان میں آجائے وہ کامیاب ہوگا (۳۷) جو دُنیا میں تقویٰ کا بیج بوئے گا، آخرت میں دلی مُرادوں کا پھل پائے گا۔ (نورالابصار ص۱۳۰ طبع مصر)

حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کی ایک روایت

مورخ و محقق علامہ شمس الدین ابن طالون لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام نے اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام نے بیان فرمایا ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تھا تو چند خاص وصیتیں کی تھیں۔ جن میں ایک یہ تھی "یا علی ماخاب من استخار ولاندم من استشار" جو شخص اپنے کاموں میں استخارہ کر لیا کرے گا۔ وہ خائب و خاسر نہ ہوگا۔ اور جو اپنے مخلص دوستوں سے مشورہ کیا کرے گا وہ نادم و شرمندہ نہ ہوگا . . . من استفاد اخا فی اللہ فقد استفاد بیتاً فی الجنۃ جو اپنے بھائی کو فی سبیل اللہ فائدہ پہنچائے گا، وہ جنت میں اپنا گھر بنوا لے گا۔
(الائمۃ الاثنا عشرۃ ص۱۰۳ طبع بیروت)

مامون کی وفات، معتصم کی خلافت

اور حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کی گرفتاری

شادی کے بعد سے حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام مدینہ میں قدرے پُرسکون زندگی بسر کر رہے تھے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یعنی آپ کا وہ خدشہ نہ تھا جو حکومتِ وقت کی طرف سے آپ کے آباؤ اجداد کو ہر وقت لگا رہتا تھا اور جس کے نتیجہ میں شہادت کا درجہ نصیب ہوتا رہتا تھا۔ آپ کو جو تکلیف تھی وہ ام الفضل کے شکایتی خطوط کی تھی جن کے ذریعہ سے وہ مامون کی عنانِ توجہ آپ کی مخالفت کی طرف موڑنا چاہتی تھی۔ مامون چونکہ ہوشیار اور اپنے کئے کے نباہنے کا عادی تھا، اس لیے اس نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ لیکن اس کے بعد آنے والے خلیفہ نے اس کو پوری اہمیت دے کر آپ کا کام تمام کر دیا۔ علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ ۲۱۸ھ میں مامون نے دُنیا کو خیر باد کہا۔ اب مامون کا بھائی اور ام الفضل کا چچا موتمن جو امام رضا کے بعد ولیعہد بنایا جا چکا تھا۔ تختِ سلطنت پر بیٹھا اور معتصم باللہ عباسی کے نام سے مشہور ہوا، اس کے بیٹھتے ہی امام محمد تقی علیہ السلام کے متعلق ام الفضل کے اسی طرح کے شکایتی خطوط کی رفتار بڑھ گئی، جس طرح کہ اس نے اپنے باپ مامون کو بھیجے تھے۔ مامون نے جو تمام بنی عباسیوں کی مخالفتوں کے باوجود بھی اپنی لڑکی کا نکاح امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ کر دیا تھا اس لیے اپنی بات کی پیچ اور کئے کی لاج رکھنے کی خاطر اس نے ان شکایتوں پر کوئی توجہ نہیں دی، بلکہ مایوس کر دینے والے جواب سے بیٹی کی زبان بندی کر دی، مگر معتصم کو جو امام رضا علیہ السلام کی ولی عہدی کا داغ اپنے سینے پر لیے ہوئے تھا اور امام محمد تقی علیہ السلام کو داماد بنائے جانے سے تمام بنی عباس کے نمائندے کی حیثیت سے پہلے ہی اختلاف کرنے والوں میں پیش پیش رہ چکا تھا۔ اب ام الفضل کے شکایتی خطوط کو اہمیت دے کر اپنے اس اختلاف کو جو اس نکاح سے تھا حق بجانب ثابت کرنا چاہتا تھا۔ پھر سب سے زیادہ امام محمد تقی علیہ السلام کی علمی مرجعیت آپ کے اخلاقی اثر کا شہرہ جو حجاز سے بڑھ کر عراق تک پہنچا ہوا تھا، وہ بجائے مخاصمت جو معتصم کے بزرگوں کو امام محمد تقی کے بزرگوں سے رہ چکی تھی اور پھر اس سیاست کی ناکامی اور منصوبہ کی شکست کا محسوس ہو جانا جو اس عقد کا محرک ہوا تھا، جس کی تشریح پہلے ہو چکی ہے۔ یہ تمام باتیں تھیں کہ معتصم مخالفت کے لیے آمادہ ہو گیا۔ اس نے اپنی سلطنت کے دوسرے ہی سال امام محمد تقی کو مدینہ سے بغداد کی طرف جبراً بلا بھیجا۔ حاکم مدینہ عبدالملک کو اس بارے میں تاکیدی خط لکھا مجبوراً امام محمد تقی علیہ السلام اپنے فرزند حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور اُن کی والدہ کو مدینہ میں چھوڑ کر بغداد کی طرف روانہ ہو گئے۔

ملا محمد مبین فرنگی محلی کہتے ہیں کہ جب مامون کے بعد معتصم خلیفہ ہوا، اور اس نے امام محمد تقی کے فضائل کا آوازہ سنا تو براہ بغض و عناد مدینہ منورہ سے بمقام بغداد آپ کو طلب کر لیا۔ امام محمد تقی علیہ السلام جب مدینہ سے چلنے لگے تو انھوں نے اپنے فرزند امام علی النقی کو اپنا وصی اور خلیفہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قرار دے کر کتب علوم الٰہی اور آثار جناب رسالت پناہی انھیں سپرد فرمایا۔ بعد ازاں مدینہ سے روانہ ہو کر نویں محرم سنہ ۲۲۰ ہجری کو بغداد پہنچے اور معتصم نے اسی سال ان کو شہید کر دیا۔ (وسیلۃ النجاۃ ص۲۹۷)

امام محمد تقیؑ کی نظربندی، قید اور شہادت

مدینۂ رسولؐ سے فرزند رسولؐ کو طلب کرنے کی غرض چونکہ نیک نیتی پر مبنی نہ تھی، اس لیے عظیم شرف کے باوجود آپ حکومت وقت کی کسی رعایت کے قابل نہیں متصور ہوئے۔ معتصم نے بغداد بلوا کر آپ کو قید کر دیا۔ علامہ اربلی لکھتے ہیں، کہ "چوں معتصم بخلافت بنشست آنحضرت را از مدینہ طیبہ بدار الخلافۃ بغداد آوردہ حبس فرمودہ۔ (کشف الغمہ ص۱۲۱) ایک سال تک آپ نے قید کی سختیاں صرف اس جرم میں برداشت کیں کہ آپ کمالاتِ امامت کے حامل کیوں ہیں اور آپ کو خدا نے یہ شرف کیوں عطا فرمایا ہے۔ بعض علما کا کہنا ہے کہ آپ پر اس قدر سختیاں تھیں اور اتنی کڑی نگرانی اور نظربندی تھی کہ آپ اکثر اپنی زندگی سے بیزار ہو جاتے تھے۔ بہر حال وہ وقت آ گیا کہ آپ صرف ۲۵ سال ۳ ماہ ۱۲ یوم کی عمر میں قید خانہ کے اندر آخر ذی قعد (بتاریخ ۲۹، ذی قعدہ سنہ ۲۲۰ ہجری یوم سہ شنبہ) معتصم کے زہر سے شہید ہو گئے۔ (کشف الغمہ ص۱۲۱، صواعق محرقہ ص۱۲۳، روضۃ الصفا جلد ۳ ص۱۹، اعلام الوریٰ ص۲۰۵، ارشاد ص۴۸۰، انوار نعمانیہ ص۱۲۷، انوار الحسینیہ ص۵۴)۔

آپ کی شہادت کے متعلق مُلّا مبین کہتے ہیں کہ معتصم عباسی نے آپ کو زہر سے شہید کیا۔ (وسیلۃ النجاۃ ص۲۹۷) علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ آپ کو امام رضا کی طرح زہر سے شہید کیا گیا (صواعق محرقہ ص۱۲۳) علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ "گویند بزہر شہید شد" کہتے ہیں کہ آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں (روضۃ الشہداء ص۴۳۸) ملا جامی کی کتاب میں ہے "قیل مات مسموماً" کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات زہر سے ہوئی ہے (شواہد النبوت ص۲۰۴) علامہ نعمت اللہ الجزائری لکھتے ہیں "مات مسموماً قد سمہ المعتصم" آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں اور یقیناً معتصم نے آپ کو زہر دیا ہے، (انوار نعمانیہ ص۱۹۵) یہی کچھ علامہ طبرسی نے بھی تحریر فرمایا ہے (اعلام الوریٰ ص۲۰۵) اور علامہ عبد الرضا نے بھی یہی لکھا ہے (انوار الحسینیہ ص۵۴) نواب صدیق حسن لکھتے ہیں کہ معتصم عباسی نے زہر سے آپ کو مار دیا (الفرع النامی) علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ "انہ مات مسموماً" آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں۔ "یقال ان ام الفضل بنت المامون سقتہ بامر ابیہا" کہا جاتا ہے کہ آپ کو آپ کی بیوی ام الفضل نے اپنے باپ مامون کے حکم کے مطابق (معتصم کی مدد سے) زہر دے کر شہید کیا (نور الابصار ص۱۴۷، ارجح المطالب ص۴۶۰) مطلب یہ ہوا کہ مامون رشید نے امام محمد تقی کے والد ماجد امام رضا کو اور اس کی بیٹی نے امام محمد تقی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علیہ السلام کو بقول امام شبلنجی شہید کر کے اپنے وطیرۂ مستمرۃ اور اصول خاندانی کو فروغ بخشا ہے۔ علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ "دخلت امراتہ ام الفضل الی قصر المعتصم" کہ امام محمد تقی کو شہید کر کے اُن کی بیوی اُم الفضل معتصم کے پاس چلی گئی۔ بعض معاصرین لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے شہادت کے وقت اُم الفضل کے بدترین مستقبل کا ذکر فرمایا تھا جس کے نتیجہ میں اُس کے ناسور ہو گیا تھا اور وہ آخر میں دیوانی ہو کر مری۔

مختصر یہ کہ شہادت کے بعد حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے آپ کی تجہیز و تکفین میں شرکت کی اور نماز جنازہ پڑھائی، اور اس کے بعد آپ مقابر قریش میں اپنے جد نامدار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ چونکہ آپ کے دادا کا لقب کاظم اور آپ کا لقب جواد بھی تھا، اس لیے اُس شہر کو آپ کی شرکت سے "کاظمین" اور وہاں کے اسٹیشن کو آپ کے دادا کی شرکت کی رعایت سے "جوادین" کہا جاتا ہے۔

اس مقبرۂ قریش میں جسے کاظمین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۳۵۶ھ ہجری مطابق ۹۹۶ء میں معز الدولہ اور ۴۵۲ھ مطابق [illegible]ء میں جلال الدولہ شاہان آل بویہ کے جنازے اعتقاد مندی سے دفن کئے گئے۔ کاظمین میں جو شاندار روضہ بنا ہوا ہے اس پر بہت سے تعمیری دور گزرے لیکن اس کی تعمیری تکمیل شاہ اسماعیل صفوی نے ۹۲۶ھ ہجری مطابق ۱۵۲۰ء میں کرائی۔ ۱۲۵۵ھ مطابق ۱۸۳۹ء میں محمد شاہ قاچار نے اُسے جواہرات سے مرصع کیا۔

آپ کی ازواج اور اولاد

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے چند بیویاں تھیں جن میں ام الفضل بنت مامون رشید عباسی اور سمانہ خاتون یاسری نمایاں حیثیت رکھتی تھیں۔ جناب سمانہ خاتون جو کہ حضرت عمار یاسر کی نسل سے تھیں، کے علاوہ کسی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، آپ کی اولاد کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ دو نرینہ اور دو غیر نرینہ تھیں، جن کے اسماء یہ ہیں (۱) حضرت امام علی نقی علیہ السلام (۲) جناب موسیٰ مبرقع علیہ الرحمۃ (۳) جناب فاطمہ (۴) جناب امامہ (ارشاد مفید ص ۴۹۳، صواعق محرقہ ص ۱۲۳، روضۃ الشہداء ص ۴۳۸، نور الابصار ص ۱۴۷، انوار نعمانیہ ص ۱۲۷، کشف الغمہ ص ۱۱۹، اعلام الوریٰ ص ۲۰۵ وغیرہ۔

سلسلہ سادات رضویہ

حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کے حالات میں بحوالہ امام المحدثین حجۃ الاسلام حضرت علامہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ و علامہ محمد طبرسی لکھا جا چکا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے ایک نرینہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فرزند ا حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام سے تھے، ان حضرات کی تحقیق پر اعتماد و اعتقاد کرنے کے بعد یہ یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام کی نسل صرف حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام سے بڑھی، بیٹے کی اولاد کا دادا کی طرف انتساب خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ باپ کے علاوہ دادا کے کوئی اور اولاد نہ ہو، نہایت مناسب ہے، اسی لیے علامہ حسین واعظ کاشفی، علامہ سید نور اللہ شوشتری (شہیدِ ثالث) علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کی اولاد کو "رضوی" کہا جاتا ہے۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۴۳۰، مجالس المومنین و بحار الانوار)

علامہ معاصر مولانا سید علی نقی مجتہد العصر رقمطراز ہیں کہ "یہ ایک حقیقت ہے کہ جتنے سادات "رضوی" کہلاتے ہیں وہ دراصل نقوی ہیں یعنی حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کی اولاد ہیں۔ اگر حضرت امام رضا علیہ السّلام کی اولاد امام محمد تقی ؑ کے علاوہ کسی اور فرزند کے ذریعہ سے بھی ہوتی تو امتیاز کے لیے وہ اپنے کو "رضوی" کہتے اور امام محمد تقی علیہ السّلام کی اولاد اپنے کو تقوی کہتی، مگر چونکہ امام رضا ؑ کی نسل امام محمد تقی ؑ سے چلی اور حضرت امام رضا علیہ السّلام کی شخصی شہرت سلطنت عباسیہ کے ولی عہد ہونے کی وجہ سے جمہور مسلمین میں بہت ہوچکی تھی اس لیے تمام اولاد کا حضرت امام رضا کی طرف منسوب کرکے تعارف کیا جانے لگا اور "رضوی" کے نام سے مشہور ہوگئے۔

حضرت امام محمد تقی کی نسل دو بیٹوں سے چلی، ایک امام علی نقی علیہ السّلام دوسرے حضرت موسیٰ مبرقع علیہ الرحمۃ (کتاب رحمۃ للعالمین جلد ۲ صفحہ ۱۴۵) امام علی نقی علیہ السّلام کی اولاد اپنے کو نقوی اور موسیٰ مبرقع کی اولاد مذکورہ وجہ کی بنا پر اپنے کو رضوی کہتی ہے۔

جناب موسیٰ بن امام محمد تقی علیہ السّلام کے فرزند بمطابق تحریر سید حامد حسین کراروی متوفی ۱۳۰۲ھ مولف "لطائف الشرف" تین تھے۔ ۱۔ سید محمد ۲۔ سید عمران ۳۔ سید احمد۔ آپ کی نسل صرف سید احمد سے بڑھی۔ علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں۔ "عقب مبرقع از سید احمد است و عقب احمد از محمد اعرج است۔" (روضۃ الشہداء صفحہ ۴۳۰) سید احمد کے تین بیٹے تھے ۱۔ سید صالح ۲۔ سید جلیل ۳۔ سید محمد اعرج۔ محمد اعرج کے فرزند ابو عبداللہ سید احمد "نقیب القم" تھے جس کے معنی رئیس اعظم، نگران اعلیٰ، سربراہ اور قوم کے ہر داخلی اور خارجی امر میں تدبیر اور سازگاری پیدا کرنے والے کے ہیں (مجمع البحرین صفحہ ۱۵۱) سادات کراری ضلع الہ آباد کا سلسلۂ نسب آپ ہی کی وساطت سے امام محمد تقی اور امام علی رضا علیہما السّلام تک پہنچتا ہے۔ سادات کراری کے مورثِ اعلیٰ سید حسام الدین اعلی اللہ مقامہٗ گورنر متھرا، عہد فیروز شاہ تغلق سے تھے۔ سید ریاض الحسن کراروی مقیم کراچی لکھتے ہیں کہ "آپ ایران سے ہندوستان آکر زید پور ضلع بارہ بنکی میں سکونت پذیر ہوگئے تھے۔ آپ کو پہلے صوبہ متھرا کا گورنر پھر فوج کا کمانڈر بنا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دیا گیا تھا" آپ بہت بڑے بہادر اور سخی تھے۔ آپ کا سلسلہ نو واسطوں سے نقیب القم تک پھر چار واسطوں سے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ آپ نے ۶۱۴ھ میں جنگل کاٹ کر "کراری" کو آباد کیا جو تقریباً اڑھائی سو مواضعات پر مشتمل ہے، جن پر آپ کی اولاد قابض اور متصرف ہے (کتاب شجرۂ سادات کراری مؤلفہ سید ریاض حسین مرحوم ۱۳۴۶ھ طبع لکھنؤ ۱۹۲۷ء)۔

سید حسام الدین کے قم سے ہندوستان تشریف لانے کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ چنگیز خاں نے جب ایران فتح کرنے کے لیے لشکر بھیجا اور اُس لشکر نے قیامت خیز تباہی مچا رکھی تھی، اُسی موقع پر دیگر حضرات کی طرح آپ بھی ہندوستان تشریف لائے۔ تاریخ روضۃ الصفا جلد ۵ صفحہ ۳۲ تا صفحہ ۳۹ طبع لکھنؤ میں ہے کہ چنگیز خاں کا لشکر سنہ ۶۱۵ ہجری میں فتح ایران کے لیے نکلا۔ اس کی حالت یہ تھی کہ سیلِ حوادث کی طرح جس طرف گزرتا تھا تباہ و برباد کر چھوڑتا تھا۔ کسی نے کسی کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ "آمدند و کندند و سوختند و کشتند و بردند" کہ لشکر والے آ گئے، اکھاڑا پچھاڑا، جلایا پھونکا، قتل کیا اور سب لوٹ کر لے گئے۔ "صفحہ ۳۶" "چنگیز خاں کے دست برد سے ایران کا کوئی شہر اور نمایاں قریہ نہیں بچا۔ اُس نے قتل و غارت کا سلسلہ سنہ ۶۲۱ ہجری تک جاری رکھا۔ یوں تو ہر جگہ تباہ ہوئی اور سب ہی قتل ہوئے لیکن وہ مقامات جن کی تباہی سے ہمارے دلوں کو روحی صدمہ پہنچا۔ وہ بلخ خراسان سبزوار، نیشاپور اور قم جیسے شہر ہیں۔ بلخ میں پچاس ہزار سادات تھے، جو قتل ہوئے۔ خراسان میں قریب صد ہزار مومن موحد را شہید ساختند" تقریباً ایک لاکھ مومن قتل ہوئے۔ صفحہ ۳۶ سبزوار میں ستر ہزار قتل کیے گئے صفحہ ۳۸ نیشاپور میں تو مقتولین کی اتنی کثرت تھی کہ بارہ دن تک لاشوں کا شمار ہوتا رہا۔ ہرات میں بھی شدید اندھیر گردی تھی، بے شمار سادات قتل کیے گئے۔ ان ہنگاموں میں نہایت بربریت کا ثبوت دیا گیا، آگ لگائی گئی، عصمت دری کی گئی، پانی بند کیا گیا اور بے دریغ قتل و خونریزی سے سرزمین ایران لالہ زار بنا دی گئی۔ بعض مقامات کے تذکرہ میں مذکور ہے کہ ظالم یہ کہتے تھے کہ یہ رافضی لوگ ہیں، ان کا قتل کرنا "عین صواب و مستلزم ثواب است"۔ نہایت صحیح عمل ہے اور بے حد ثواب کا موجب ہے صفحہ ۳۸ بہرحال انھیں حالات سے متاثر ہو کر سادات ایران سے جان بچا کر نکل کھڑے ہوئے اور اطرافِ عالم میں جہاں جس کو سوجھا، وہاں جا ٹھہرا صفحہ ۳۹ صاحب عمدۃ الطالب کی تحریر کے مطابق حضرت موسیٰ مبرقع کی اولاد بھی ہندوستان آئی۔ بدر مشعشع صفحہ ۳۱ جہاں تک میں سمجھتا ہوں، سید حسام الدین کا تشریف لانا بھی اسی عہد سے متعلق ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت امام محمد تقیؑ کے فرزند ارجمند جناب موسیٰ مبرقع کے مختصر حالات

حضرت موسیٰ مبرقع علیہ الرحمۃ حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کے فرزند اور حضرت امام علی نقی علیہ السّلام کے برادر عزیز تھے۔ آپ کی کنیت ابوجعفر اور ابواحمد تھی۔ آپ کمال حسن وجمال کی وجہ سے ہمیشہ چہرہ پر نقاب ڈالے رہتے تھے اسی لیے آپ کے نام کے ساتھ "مبرقع" بھی مستعمل ہوتا ہے۔ آپ بہترین عالم دین سخی اور بہادر تھے۔ آپ ۱۰ رجب المرجب ۲۱۷ھ ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ پھر ۳۸ سال کی عمر میں ۲۵۵ھ میں کوفہ تشریف لے گئے۔ پھر وہاں سے ۲۵۶ھ میں قم منتقل ہوگئے۔ علماء کا بیان ہے کہ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے سادات رضویہ سے قم میں مستقل قیام کا ارادہ کیا۔

علامہ شیخ عباس قمی تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ کوفہ سے قم پہنچے تو وہاں کے روٴسا نے آپ کے مستقل قیام کی مخالفت کی اور آپ کی بھرپور کوشش قیام کے باوجود آپ کو وہاں ٹکنے نہ دیا، بالآخر آپ وہاں سے روانہ ہو کر "کاشان" پہنچے، آپ کی نسلی عظمت اور تبلیغی سرگرمیوں کی شہرت کی وجہ سے وہاں کے باشندوں نے آپ کی بڑی آؤ بھگت کی اور پوری عزت وتوقیر کے ساتھ ان کو اپنی آنکھوں پر جگہ دی، چنانچہ ان کے سربراہ احمد بن عبدالعزیز بن دلف عجلی نے دل وجان سے خیر مقدم کیا اور لباس فاخرہ پہنا کر اُن کے لیے شاندار گھوڑے فراہم کئے اور ایک ہزار مثقال سونا، سالانہ اُن کے لیے مقرر کیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ اہل کاشان آپ کے وہاں قیام کرنے سے بے انتہا خوش تھے اور آپ کے قیام کو سارے کاشان کی خوش قسمتی سمجھتے تھے۔ لیکن اسی دوران میں جب قم والوں کو ہوش آیا اور اُن کے بعض معزز حضرات جو کہ باہر تھے جیسے "ابوالصیل بن الحسین بن علی بن آدم" جب قم واپس پہنچے اور انھیں اس حادثہ اخراج کا علم ہوا تو وہ بے حد شرمندہ ہوئے اور اُن لوگوں کی سخت مذمت کی۔ جن کا ان کے اخراج میں ہاتھ تھا۔ "فارسلوا روساء العرب" پھر ان معززین اور عرب کے روٴسا نے، آپ کو واپس لانے کے لیے ایک جمعیت بھیج دی، اس نے عذر و معذرت کے بعد آپ کو قم واپس تشریف لانے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ آپ نہایت عزت واحترام کے ساتھ قم واپس تشریف لائے، ان حضرات نے ان کے لیے ایک شاندار مکان اور بہت سی ضروری چیزیں خریدیں اور جائداد میں اُن کو وافر حصہ دیا اور بیس ہزار درہم سے نقد خدمت کی آپ کے قم میں مستقل قیام کے بعد آپ کی بہنیں، زینب، ام محمد، میمونہ وغیرہا بھی پہنچ گئیں اور آپ کی لڑکی بریحہ بھی جا پہنچی۔ یہ بیبیاں مستقل وہیں مقیم رہیں بالآخر سب کی سب حضرت معصومہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قم کے گرداگرد دفن ہوئیں۔

آپ اپنے بھائی حضرت امام علی نقی علیہ السّلام کے پیرو تھے اور انھیں بے حد مانتے تھے۔ اور مسائل کے جواب دینے میں بوقت ضرورت انھیں سے مدد لیا کرتے تھے جیسا کہ یحییٰ بن اکثم کے سوال کے جواب میں آپ کا امام علیہ السّلام کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہے۔ (سفینۃ البحار جلد ا ص۵۹۱) آپ کے متعلق جو یہ کہا جاتا ہے کہ آپ امام علی نقی علیہ السّلام کی مرضی کے خلاف ایک دفعہ متوکل سے ملنے کے لیے گئے تھے: "غلط ہے" کیونکہ اس خبر کی روایت یعقوب بن یاسر کی ہے اور وہ متوکل کا آدمی تھا یعنی "یہ ہوائی اُسی دشمن کی اڑائی ہوئی ہے"۔ اس کی کوئی اصلیت نہیں (بدر شیخ علامہ نوری و سفینۃ البحار ۲ ص۶۵۲)۔

آپ نے شب چہار شنبہ ۲۲ ربیع الثانی ۲۹۶ھ میں بعمر ۷۹ سال وفات پائی۔ آپ کی نماز جنازہ امیر قم عباس بن عمرو غنوی نے پڑھائی اور آپ اسی مقام پر دفن ہوئے جس جگہ آپ کا روضہ بنا ہوا ہے۔ ایک روایت کی بنا پر یہ وہ جگہ ہے جس جگہ محمد بن الحسن بن ابی خالد اشعری ملقب بہ "شنبولہ" کا مکان تھا (منتھی الآمال جلد ۲ ص۳۵۱) راقم الحروف نے ۱۹۳۶ء میں آپ کے مزار مقدس پر حاضری دی اور فاتحہ خوانی کی ہے۔

مؤلف کتاب کا شجرۂ نسب

مؤلف کتاب اور راقم الحروف کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ سید نجم الحسن بن سید فیض محمد بن سید طیب حسین ابن سید امیر حسین (قاضی شریعت بعہد ملکہ وکٹوریہ) بن سید شریف علی بن سید روشن علی بن سید فیض محمود بن سید شریف محمد بن سید عیسیٰ بن سید محمد قاسم بن سید روح اللہ بن سید فتح اللہ بن سید فیض بن سید ہاشم بن سید یعقوب بن سید امام الدین بن سید حیدر بن سید محمد بن سید فیروز بن سید قطب الدین بن سید امام الدین بن سید فخر الدین بن سید حسام الدین (مورث اعلیٰ سادات کراری) بن سید کمال الدین (پھتیم) بن سید بدر الدین بن سید تاج الدین (شہید) بن سید یحییٰ بن سید عبد العزیز بن سید ابراہیم بن سید محمود بن سید زین بن سید عبد اللہ (زربخش) بن سید یعقوب بن ابو عبد اللہ سید محمد (نقیب العجم) بن سید ابو علی محمد اعرج بن ابو احمد سید ابو المکارم بن سید موسیٰ مبرقع بن حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام بن حضرت امام علی رضا علیہ السّلام۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۲

ابوالحسن

حضرت

امام علی نقی

علیہ السلام

علی کا نام اور خلقِ حسن لے کر محمدؐ سا
نقیؑ دنیا میں آئے دین ہے محوِ ثنا خوانی

ستارہ اوج پر ہے دسویں منزل امامت کا
نقیؑ کے گھر میں نازل ہو رہا ہے نورِ یزدانی

(صابر تھرایانی، کراچی)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱۲

حضرت امام علی نقی علیہ السّلام

آج دسواں نائب خیر البشر پیدا ہوا — ہیں لقب ہادی نقی جس کے علی ہے جس کا نام
رہبرِ دینِ خدا ہے یہ محمّد کا پسر — عترتِ اطہار میں چوتھا علی عالی مقام

حضرت امام علی نقی علیہ السّلام پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دسویں جانشین اور ہمارے دسویں امام اور سلسلۂ معصومین کی بارہویں کڑی ہیں۔ آپ کے والدِ ماجد حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام تھے اور والدہ ماجدہ جناب سمانہ خاتون تھیں، آپ اپنے آباؤ اجداد کی طرح امام منصوص، معصوم اعلم زمانہ اور افضل کائنات تھے، آپ علم سخاوت طہارت نفس، بلندیٔ کردار اور جملہ صفات حسنہ میں اپنے والدِ ماجد کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ (صواعق محرقہ ص ۱۲۳ مطالب السئول ص ۲۹۱ نورالابصار ص ۱۴۹) آپ کی والدہ کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ آپ "سیدہ ام الفضل" کے نام سے مشہور تھیں (مناقب جلد ۵ ص ۱۱۶)

اِمام علی نقی علیہ السّلام کی وِلادتِ باسعادت

آپ بتاریخ ۵ رجب المرجب ۲۱۲ھ یوم سہ شنبہ بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے۔ (نورالابصار ص ۱۴۹، دمعہ ساکبہ ص ۱۲) شیخ مفید کا کہنا ہے کہ مدینہ کے قریب ایک قریہ ہے جس کا نام صریا ہے۔ آپ وہاں پیدا ہوئے ہیں۔ (ارشاد ص ۴۹۳)

اِسمِ گرامی کنیت اور القاب

آپ کا اسمِ گرامی علی، آپ کے والدِ ماجد حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام نے رکھا، اِسے یوں سمجھنا چاہیے کہ سرورِ کائنات نے جو اپنے بارہ جانشین اپنی ظاہری حیات کے زمانہ میں معین فرمائے تھے۔ اُن میں سے ایک آپ کی ذات گرامی بھی تھی۔ آپ کے والدِ ماجد نے اُسی معین اسم سے موسوم کر دیا۔ علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ چہاردہ معصومین کے اسماء لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں۔ سرورِ کائنات

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نے اُسی کے مطابق سب کے نام معین فرمائے ہیں اور ہر ایک کے والد نے اُسی کی روشنی میں اپنے فرزند کو موسوم کیا ہے۔ (اعلام الوریٰ ص۲۲۵) کتاب کشف الغطاء ص۴۲ میں ہے کہ آنحضرت نے سب کے نام حضرت عائشہ کو لکھوا دیئے تھے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی۔۔۔ آپ کے القاب بہت کثیر ہیں جن میں نقی۔ ناصح۔ متوکل۔ مرتضیٰ اور عسکری زیادہ مشہور ہیں۔ (کشف الغمہ ص۱۲۲، نورالابصار ص۱۴۹، مطالب السؤل ص۲۹۱)۔

آپ کا عہدِ حیات اور بادشاہانِ وقت

آپ جب ۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے تو اُس وقت بادشاہِ وقت مامون رشید عباسی تھا۔ ۲۱۸ء میں مامون رشید نے انتقال کیا اور معتصم خلیفہ ہوا (ابوالفداء) ۲۲۷ھ میں واثق ابن معتصم خلیفہ بنایا گیا (ابوالفداء) ۲۳۲ھ میں واثق کا انتقال ہوا۔ اور متوکل عباسی خلیفہ مقرر کیا گیا۔ (ابوالفداء) پھر ۲۴۷ھ میں منتصر بن متوکل اور ۲۴۸ھ میں مستعین اور ۲۵۲ھ میں زبیر ابن متوکل المکنیٰ بہ "معتز باللہ" علی الترتیب خلیفہ بنائے گئے (ابوالفداء و دمعہ ساکبہ ص۱۲۱) ۲۵۴ھ میں معتز کے زہر دینے سے امام علی نقی علیہ السلام شہید ہوئے۔ (تذکرۃ المعصومین)

حضرت امام محمد تقیؑ کا سفرِ بغداد اور حضرت امام علی نقیؑ کی ولی عہدی

مامون رشید کے انتقال کے بعد جب معتصم باللہ خلیفہ ہوا تو اُس نے بھی اپنے آبائی کردار کو سراہا اور خاندانی رویہ کا اتباع کیا۔ اُس کے دل میں بھی آلِ محمدؐ کی طرف سے وہی جذبات اُبھرے جو اُس کے آباؤ و اجداد کے دلوں میں اُبھر چکے تھے۔ اُس نے بھی چاہا کہ آلِ محمدؐ کی کوئی فرد سطحِ ارض پر باقی نہ رہے۔ چنانچہ اُس نے تخت نشین ہوتے ہی حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو مدینہ سے بغداد طلب کر کے نظر بند کر دیا۔ امام محمد تقی علیہ السلام نے جو اپنے آباؤ و اجداد کی طرح قیامت تک کے حالات سے واقف تھے۔ مدینہ سے چلتے وقت اپنے فرزند کو اپنا جانشین مقرر کر دیا اور وہ تمام تبرکات جو امام کے پاس ہوا کرتے ہیں۔ آپ نے امام علی نقی علیہ السلام کے سپرد کر دیئے۔ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر آپ ۹ محرم الحرام ۲۲۰ھ کو واردِ بغداد ہوئے۔ بغداد میں آپ کو ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ معتصم عباسی نے آپ کو بتاریخ ۲۹ ذی قعد ۲۲۰ھ زہر سے شہید کر دیا۔ (نورالابصار ص۱۴۷)۔

اصول کافی میں ہے کہ جب امام محمد تقی علیہ السلام کو پہلی بار مدینہ سے بغداد طلب کیا گیا تو راوی خبر اسماعیل بن مہران نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی مولا، آپ کو بلانے والا دشمنِ آلِ محمدؐ ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بے امام ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم کو علم ہے تم گھبراؤ نہیں اس سفر میں ایسا نہ ہوگا۔ اسماعیل کا بیان ہے کہ جب دوبارہ آپ کو معتصم نے بُلایا تو پھر میں حاضر ہو کر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عرض پرواز ہوا کہ مولا یہ سفر کیسا رہے گا۔ اس سوال کا جواب آپ نے آنسوؤں کے تارے دیا اور باچشم نم کہا کہ اے اسماعیل میرے بعد علی نقی کو اپنا امام جاننا اور صبر و ضبط سے کام لینا۔ (تذکرۃ المعصومین ص۲۱۷)۔

حضرت امام علی نقیؑ علیہ السلام کا علمِ لدُنّیؑ

بچپن کا ایک واقعہ

یہ ہمارے مسلمات سے ہے کہ ہمارے آئمہ کو علمِ لدُنّی ہوتا ہے۔ یہ خدا کی بارگاہ سے علم و حکمت لے کر کامل اور مکمل دُنیا میں تشریف لاتے رہے ہیں۔ انھیں کسی سے علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور انھوں نے کسی دُنیا والے کے سامنے زانوئے اُدب تہ نہیں فرمایا۔" ذاتی علم و حکمت کے علاوہ مزید شرفِ کمال کی تحصیل اپنے آباؤ اجداد سے کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ انتہائی کمسنی میں بھی یہ دُنیا کے بڑے بڑے عالموں کو علمی شکست دینے میں ہمیشہ کامیاب رہے اور جب کسی نے اپنے کو ان کی کسی فرد سے مافوق سمجھا تو وہ ذلیل ہو کر رہ گیا، یا پھر سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو گیا۔ علامہ مسعودی کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی وفات کے بعد امام علی نقیؑ علیہ السلام جن کی اُس وقت عمر ۶ سال کی تھی مدینہ میں مرجع خلائق بن گئے تھے، یہ دیکھ کر وہ لوگ جو آلِ محمد سے دلی دُشمنی رکھتے تھے یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ کسی طرح ان کی مرکزیت کو ختم کیا جائے اور کوئی ایسا معلم ان کے ساتھ لگا دیا جائے جو انھیں تعلیم بھی دے اور ان کی اپنے اصول پر تربیت کرنے کے ساتھ ان کے پاس لوگوں کے پہونچنے کا سدِباب کرے، یہ لوگ اسی خیال میں تھے کہ عمر بن فرج رجی فراغت حج کے بعد مدینہ پہنچا۔ لوگوں نے اُس سے عرض مدعا کیا۔ بالآخر حکومت کے دباؤ سے ایسا انتظام ہو گیا کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو تعلیم دینے کے لیے عراق کا سب سے بڑا عالم، ادیب عبیداللہ جنیدی معقول مشاہرہ پر لگایا گیا۔ یہ جنیدی آلِ محمدؐ کی دُشمنی میں خاص شہرت رکھتا تھا۔ الغرض جنیدی کے پاس حکومت نے امام علی نقی علیہ السلام کو رکھ دیا اور جنیدی کو خاص طور پر اس امر کی ہدایت کر دی کہ ان کے پاس روافض نہ پہنچنے پائیں۔ جنیدی نے آپ کو قصر یا میں اپنے پاس رکھا۔ ہوتا یہ تھا کہ جب رات ہوتی تھی تو دروازہ بند کر دیا جاتا تھا اور دن میں بھی شیعوں کے ملنے کی اجازت نہ تھی۔ اس طرح آپ کے ماننے والوں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور آپ کا فیضِ جاری بند ہو گیا۔ لوگ آپ کی زیارت اور آپ سے استفادہ سے محروم ہو گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن جنیدی سے کہا۔ غلام ہاشمی کا کیا حال ہے۔ اُس نے نہایت بُری صورت بنا کر کہا۔ انھیں غلام ہاشمی نہ کہو، وہ رئیسِ ہاشمی ہیں، خدا کی قسم وہ اس کمسنی میں مجھ سے کہیں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

زیادہ علم رکھتے ہیں۔ "سنو" میں اپنی پوری کوشش کے بعد جب اُدب کا کوئی باب اُن کے سامنے پیش کرتا ہوں تو وہ اُس کے متعلق ایسے ابواب کھول دیتے ہیں کہ میں حیران رہ جاتا ہوں۔ "یظن الناس انی اعلمہ وانا واللہ اتعلم منہ"۔ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ میں انھیں تعلیم دے رہا ہوں۔ لیکن خدا کی قسم میں اُن سے تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔ میرے بس میں یہ نہیں کہ میں اُنھیں پڑھا سکوں "ھذا واللہ خیر اھل الارض وافضل من بقا اللہ"۔ خدا کی قسم وہ حافظِ قرآن ہی نہیں۔ وہ اُس کی تاویل و تنزیل کو بھی جانتے ہیں اور مختصر یہ ہے کہ وہ زمین پہ بسنے والوں میں سب سے بہتر اور کائنات میں سب سے افضل ہیں۔ (اثبات الوصیت و دمعہ ساکبہ ص۱۲۱)۔

حضرت امام علی نقیؑ کے کرامات اور آپ کا علمِ باطن

امام علی نقی علیہ السلام تقریباً ۲۹ سال مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ آپ نے اِس مدّتِ عمر میں کئی بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ تقریباً ہر ایک نے آپ کی طرف رُخ کرنے سے احتراز کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ امورِ امامت کو انجام دینے میں کامیاب رہے۔ یعنی تبلیغ دین اور تحفظ بنائے مذہب اور رہبری ہوا خواہاں میں فائز المرام رہے۔ آپ چونکہ اپنے آبا و اجداد کی طرح علم باطن اور علمِ غیب بھی رکھتے تھے۔ اسی لیے آپ اپنے ماننے والوں کو ہونے والے واقعات سے باخبر فرما دیا کرتے تھے۔ اور سعی فرماتے تھے کہ حتی الوسع مقدورات کے علاوہ کوئی گزند نہ پہنچنے پائے اس سلسلہ میں آپ کے کرامات بے شمار ہیں جن میں سے ہم اس مقام پر کتاب کشف الغمہ سے چند کرامات تحریر کرتے ہیں۔

(۱) محمد بن فرج رحجی کا بیان ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے مجھے تحریر فرمایا کہ تم اپنے تمام امور و معاملات کو راست اور نظام خانہ کو درست کر لو اور اپنے اسلحوں کو سنبھال لو۔ میں نے اُن کے حکم کے بموجب تمام درست کر لیا۔ لیکن یہ نہ سمجھ سکا کہ یہ حکم آپ نے کیوں دیا ہے لیکن چند دنوں کے بعد مصر کی پولیس میرے یہاں آئی اور مجھے گرفتار کر کے لے گئی اور میرے پاس جو کچھ تھا سب لے لیا اور مجھے قید خانہ میں بند کر دیا۔ میں آٹھ سال اس قید خانہ میں پڑا رہا۔ ایک دن امام علیہ السلام کا خط پہنچا، جس میں مرقوم تھا کہ اے محمد بن فرج، تم اُس ناحیہ کی طرف نہ جانا جو مغرب کی طرف واقع ہے۔ خط پاتے ہی میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ میں سوچتا رہا کہ میں تو قید خانہ میں ہوں۔ میرا تو اُدھر جانا ممکن ہی نہیں۔ پھر امام نے کیوں یہ کچھ تحریر فرمایا۔ آپ کے خط آنے کو ابھی دو چار ہی یوم گزرے تھے کہ میری رہائی کا حکم آ گیا اور میں اُن کے حسب الحکم مقامِ ممنوع کی طرف نہیں گیا۔ قید خانہ سے رہائی کے بعد میں نے امام علیہ السلام

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کو لکھا کہ حضور میں قید سے چھوٹ کر گھر آگیا ہوں، اب آپ خدا سے دُعا فرمائیں کہ میرا مال مغصوبہ واپس کرا دے۔ آپ نے اُس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ عنقریب تمھارا سارا مال تمھیں واپس مل جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۲) ایک دن امام علی نقی علیہ السلام اور علی بن حصیب نامی شخص دونوں ساتھ ہی راستہ چل رہے تھے۔ علی بن حصیب آپ سے چند گام آگے بڑھ کر بولے۔ آپ بھی قدم بڑھا کر جلد آجائیے حضرت نے فرمایا کہ اے ابن حصیب "تمھیں پہلے جانا ہے" تم جاؤ اس واقعہ کے چار یوم بعد ابن حصیب فوت ہو گئے۔

(۳) ایک شخص محمد بن فضل بغدادی نامی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو لکھا کہ میرے پاس ایک دکان ہے میں اُسے بیچنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اُس کا کوئی جواب نہ دیا۔ جواب نہ ملنے پر مجھے افسوس ہوا۔ لیکن جب میں بغداد واپس پہنچا تو وہ آگ لگ جانے کی وجہ سے جل چکی تھی۔

(۴) ایک شخص ابوایوب نامی نے امام علیہ السلام کو لکھا کہ میری زوجہ حاملہ ہے، آپ دُعا فرمایئے کہ لڑکا پیدا ہو۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ اُس کے لڑکا ہی پیدا ہوگا اور جب پیدا ہو تو اُس کا نام محمد رکھنا۔ چنانچہ لڑکا ہی پیدا ہوا اور اس کا نام محمد رکھا گیا۔

(۵) یحییٰ بن زکریا کا بیان ہے کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام کو لکھا کہ میری بیوی حاملہ ہے۔ آپ دُعا فرمائیں کہ لڑکا پیدا ہو۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ بعض لڑکیاں لڑکوں سے بہتر ہوتی ہیں، چنانچہ لڑکی پیدا ہوئی۔

عہدِ واثق کا ایک واقعہ

(۶) ابوہاشم کا بیان ہے کہ ۲۲۷ھ میں ایک دن حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ کسی نے آکر کہا کہ ترکوں کی فوج گذر رہی ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابوہاشم چلو ان سے ملاقات کریں۔ میں حضرت کے ہمراہ ہو کر لشکریوں تک پہنچا۔ حضرت نے ایک غلام ترکی سے اس کی زبان میں گفتگو شروع فرمائی اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اس ترکی سپاہی نے آپ کے قدموں کا بوسہ دیا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ وہ کونسی چیز ہے جس نے تجھے امام کا گرویدہ بنا دیا ہے۔ اُس نے کہا امام نے مجھے اُس نام سے پکارا جس کا جاننے والا میرے باپ کے علاوہ کوئی نہ تھا۔

تہتر زبانوں کی تعلیم

(۷) ابوہاشم کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے ہندی زبان میں گفتگو کی جس کا میں جواب نہ دے سکا تو آپ نے فرمایا کہ میں تمھیں ابھی ابھی تمام زبانوں کا جاننے والا بنائے دیتا ہوں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ کہہ کر آپ نے ایک سنگریزہ اُٹھایا اور اُسے اپنے منہ میں رکھ لیا اُس کے بعد اُس سنگریزہ کو مجھے دیتے ہوئے فرمایا کہ اسے چُوسو، میں نے منہ میں رکھ کر اُسے اچھی طرح چوسا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں تہتر زبانوں کا عالم بن گیا۔ جن میں ہندی بھی شامل تھی۔ اس کے بعد سے پھر مجھے کسی زبان کے سمجھنے اور بولنے میں دقت نہ ہوئی ص۱۲۲ تا ص۱۲۵۔

امام علی نقیؑ کے ہاتھوں میں ریت کی قلب ماہیت

(۸) آئمہ طاہرین کے اولوالامر ہونے پر قرآن مجید کی نص صریح موجود ہے۔ ان کے ہاتھوں اور زبان میں خداوندِ عالم نے یہ طاقت دی ہے کہ وہ جو کہیں، ہو جائے۔ جو ارادہ کریں اس کی تکمیل ہو جائے۔ جو حکم دیں اُس کی تعمیل ہو جائے ابوہاشم کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے امام علی نقی علیہ السّلام کی خدمت میں اپنی تنگ دستی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا بڑی معمولی بات ہے تمھاری تکلیف دور ہو جائے گی۔ اس کے بعد آپ نے رمل یعنی ریت کی ایک مٹھی زمین سے اٹھا کر میرے دامن میں ڈال دی اور فرمایا اسے غور سے دیکھو اور اسے فروخت کر کے کام نکالو۔ ابوہاشم کہتے ہیں کہ خدا کی قسم جب میں نے اُسے دیکھا تو وہ بہترین سونا تھا، میں نے اُسے بازار لے جا کر فروخت کر دیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص۱۱۹)۔

امام علی نقیؑ اور اسمِ اعظم

(۹) حضرت ثقۃ الاسلام علامہ کلینی اصول کافی میں لکھتے ہیں کہ امام علی نقی علیہ السّلام نے فرمایا۔ اسم اللہ الاعظم ۷۳ حروف میں ان میں سے صرف ایک حرف آصف برخیا وصی سلیمان کو دیا گیا تھا جس کے ذریعہ سے انھوں نے چشم زدن میں ملک سبا سے تخت بلقیس منگوا لیا تھا۔ اور اس منگوانے میں ہوا یہ تھا کہ زمین سمٹ کر تخت کو قریب لے آئی تھی، اے نوفلی (راوی) خداوندِ عالم نے ہمیں اسم اعظم کے بہتر حروف دیئے ہیں اور اپنے لیے صرف ایک حرف محفوظ رکھا ہے جو علم غیب سے متعلق ہے۔ مسعودی کا کہنا ہے کہ اس کے بعد امام نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اپنی قدرت اور اپنے اذن و علم سے ہمیں وہ چیزیں عطا کی ہیں جو حیرت انگیز اور تعجب خیز ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ امام جو چاہیں کر سکتے ہیں، اُن کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہو سکتی۔ (اصول کافی۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص۱۱۰ و دمعہ ساکبہ ص۱۲۶)۔

امام علی نقیؑ اور سال کے چار اہم روزے

(۱۰) شیخ ابوجعفر طوسی کتاب مصباح میں لکھتے ہیں کہ اسحاق بن عبداللہ علوی عریضی حضرت امام علی نقی علیہ السّلام کی خدمت میں بمقام صریا (مدینہ) حاضر ہوئے۔ امام علیہ السّلام نے انھیں دیکھ کر فرمایا۔ میں جانتا ہوں کہ تمھارے باپ اور تمھارے تمام چچا کے درمیان یہ امر زیر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بحث ہے کہ سال کے وہ کونسے روزے ہیں جن کا رکھنا بہت زیادہ ثواب رکھتا ہے اور تم اسی کے متعلق مجھ سے سوال کرنے آئے ہو۔ اُس نے کہا اے مولا بس یہی بات ہے۔ آپ نے فرمایا سنو وہ چار روزے ہیں جن کے رکھنے کی تاکید ہے (۱) یوم ولادت حضرت پیغمبر اسلام ۱۷ ربیع الاول (۲) یوم بعثت و معراج ۲۷ رجب المرجب (۳) یوم دحوالارض یعنی جس دن کعبہ کے نیچے سے زمین بچھائی گئی اور سفینۂ نوح کوہ جودی پر ٹھہرا جس کی تاریخ ۲۵ ذی قعدہ ہے۔ (۴) یوم الغدیر یعنی جس دن حضرت رسول خدا صلعم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے جانشین ہونے کا اعلان عام فرمایا جس کی تاریخ ۱۸ ذوالحجہ ہے۔ اے عرفیضی جوان دنوں میں سے کسی دن بھی روزہ رکھے۔ اُس کے ساٹھ اور ستر سالہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ (کتاب مناقب جلد ۵ ص ۱۲۳ و دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۲۳)۔

امام علی نقی علیہ السلام اور متوکل کی تخت نشینی

(۱۱) یہ مانی ہوئی بات ہے کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ اُن تمام اُمور سے واقف ہوتے ہیں جن سے عوام اُس وقت تک باخبر نہیں ہوتے جب تک وہ منظرِ عام پر نہ آجائیں۔ امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ واثق کے ایک منہ چڑھا رفیق اسباطی ایک دن عراق سے مدینہ منورہ پہنچا، اور وہاں جاکر امام علی نقی علیہ السلام سے ملا، آپ نے خیر خیریت دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ واثق باللہ خلیفہ وقت کا کیا حال ہے اس نے کہا میں نے اُسے بہ سلامت چھوڑا ہے اور وہ بالکل بخیریت ہے۔ میں اُسی کا بھیجا ہوا یہاں آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ فوت ہوگیا ہے۔ یہ سُن کر اسباطی نے سکوت اختیار کیا اور سمجھا کہ یہ جو آپ نے فرمایا ہے بعلم امامت فرمایا ہے، ہوسکتا ہے کہ درست ہو۔ پھر آپ نے پوچھا یہ بتاؤ کہ ابن الزیات کس حال میں ہے۔ اُس نے عرض کی کہ وہ بھی اچھا خاصا ہے۔ بالکل خیریت سے ہے۔ اِس وقت اُسی کا طوطی بولتا ہے۔ اور اسی کا حکم چلتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے اسباطی سُنو، حکم خدا کو کوئی نہیں ٹال سکتا اور قلم قدرت کو کوئی نہیں روک سکتا۔ مات الواثق و جلس جعفر المتوکل واثق کا انتقال ہوگیا ہے اور متوکل تخت نشین خلافت ہوگیا ہے۔" وقتل ابن الزیات اور ابن زیات قتل کردیا گیا ہے۔ اسباطی نے چونک کر پوچھا، یا حضرت یہ سب کب ہوگیا میں تو سب کو خیریت وعافیت میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تمہارے عراق سے نکلنے کے چھ یوم بعد یہ انقلاب آیا ہے۔ اس کے بعد اسباطی آپ سے رخصت ہوکر شہر میں کسی مقام پر جا ٹھہرا۔ چند دنوں کے بعد متوکل کا نامہ بر مدینہ پہنچا تو بالکل انہیں حالات کا انکشاف ہوا جن کی خبر امام زمانہ دے چکے تھے۔ (نور الابصار ص ۱۴۹ طبع مصر) مورخ ابن الوردی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ واقعہ ۲۳۲ھ کا ہے۔ تمام تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین میں ہے کہ ابن الزیات وزیر تھا اس کے قتل ہوتے ہی متوکل نے اپنا وزیر فتح ابن خاقان کو بنایا جو بہت ذہین و ذکی تھا۔ (فہرست ابن ندیم ص۱۶۵)۔

حضرت امام علی نقی علیہ السّلام اور صحیفۂ کاملہ کی ایک دُعا

حضرت امام علی نقی علیہ السّلام کے ایک صحابی یسع بن حمزہ قمی نے آپ کو تحریر کیا کہ مولا مجھے خلیفہ معتصم کے وزیر سے بہت دُکھ پہنچ رہا ہے۔ مجھے اس کا بھی اندیشہ ہے کہ کہیں وہ میری جان نہ لے لے۔" حضرت نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ گھبراؤ نہیں اور دعائے "صحیفۂ کاملہ" یامن تحل بہ عقد المکارہ الخ پڑھو مصیبت سے نجات پا جاؤ گے۔

یسع بن حمزہ کا بیان ہے کہ میں نے امام کے حسب الحکم نماز صبح کے بعد اس دُعا کی تلاوت کی جس کا پہلے ہی دن یہ نتیجہ نکلا کہ وزیر خود میرے پاس آیا مجھے اپنے ہمراہ لے گیا اور لباس فاخرہ پہنا کر مجھے بادشاہ کے پہلو میں بٹھا دیا۔

امام علی نقی علیہ السّلام کے آباؤ اجداد کی قبروں کے ساتھ متوکل عباسی کا سلوک

حضرت امام علی نقی علیہ السّلام مدینہ ہی میں تھے کہ ذی الحجہ ۲۳۲ھ میں ابوالفضل جعفر متوکل عباسی تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اس نے وہ حرکتیں شروع کیں جنھوں نے زار دمشق یزید کو بھی شرما دیا۔ مورخین کی نگاہ میں متوکل عباسی کو وہی درجہ حاصل ہے۔ جو بنی امیہ میں یزید کو حاصل تھا۔ یہ دونوں اپنے ذاتی کردار کے علاوہ جو کچھ آلِ محمدؐ کے ساتھ کرتے رہے اُس سے تاریخ اسلام سخت شرمندہ ہے۔ متوکل کے متعلق مورخ ابن اثیر لکھتا ہے کہ یہ علی بن ابی طالب اور اُن کے اہل بیت سے سخت بغض رکھتا تھا۔ دمیری کا کہنا ہے کہ متوکل حضرت علیؑ سے بغض شدید رکھتا تھا اور اُن کی منقصت کیا کرتا تھا۔ تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ متوکل نے شاعر ابن سکیت کو اس جرم میں کہ اُس نے متوکل کے اِس سوال کے جواب میں کہ میرے بیٹے معتز اور مؤید بہتر ہیں یا علیؑ کے بیٹے حسن حسین۔ یہ کہا تھا کہ تیرے بیٹوں کو میں حسنینؑ کے غلام قنبر کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔ متوکل نے اُن کی زبان گدی سے کھنچوالی تھی، متوکل کی زندگی کا ایک بدترین اور سیاہ کارنامہ آلِ محمدؐ کی قبروں کا مسمار کرنا ہے۔ اس کے عام حالات یہ ہیں "یہ بڑا ظالم، دائم الخمر اور عیاش بادشاہ تھا۔ اس کی چار ہزار کنیزیں تھیں۔ ان سب سے مجامعت کر چکا تھا۔ اس کے دربار میں ہزل اور مسخرہ پن بہت ہوتا تھا، جو مسخرہ پن میں بڑھ کر ہوتا وہی اس کا زیادہ مقرب ہوتا تھا۔ وہ محفل بزم میں مصاحبوں اور ندیموں کے ساتھ بے تکلف وہ خوش طبعیاں کرتا تھا کبھی مجلس میں شیر کو

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چھوڑوا دیتا۔ کبھی کسی کی آستین میں سانپ چھوڑ دیتا تھا۔ جب وہ کاٹتا تو تریاق سے مداوا کرتا کبھی مشکوں میں بچھو بھروا کر انھیں مجلس میں تڑوا دیتا۔ وہ مجلس میں پھیل جاتے کسی کو حرکت کرنے کا یارا نہ ہوتا۔ اُس نے ایک فرمان کی رو سے مذہب معتزلہ کو خلاف حکومت قرار دیا تھا۔ معتزلیوں کو سرکاری عہدوں سے معزول کر دیا تھا۔ علی اور اولادِ علی سے دشمنی رکھتا تھا۔ سیوطی لکھتا ہے کہ متوکل ناصبی تھا۔ علی اور اولادِ علی کا سخت دشمن تھا۔ صاحب گلزار شاہی لکھتے ہیں کہ اس کے وقت میں۔ سادات بے چارے مصیبت کے مارے جلا وطن ہو گئے۔ کربلا کے روضے جو عمر بن عبدالعزیز نے بنوائے تھے اور اُن کے گرد کے مکانات اُس نے مسمار کروا دیئے اور لوگوں کو زیارت سے منع کیا۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ۲۳۶ھ میں متوکل نے حکم دیا کہ کوئی مزار حیدرِ کرار اور اُن کی اولاد۔۔۔ کی زیارت کو نہ جایا کرے اور حکم دیا کہ امام حسینؑ اور شہدائے کربلا کے روضے ہموار کر کے اُن پر زراعت کے لیے پانی چھوڑ دیں اور تاریخ گزیدہ اور تاریخ کامل میں ہے کہ متوکل نے حکم دیا کہ امام حسینؑ کے مزار اور اس کے گرد کے مکانات وغیرہ منہدم کر کے وہاں زراعت کی جائے اور لوگوں کو اُس مقام میں جانے کی ممانعت کر کے یہ منادی کرائی کہ جو شخص وہاں دکھائی دے گا وہ قید کیا جائے گا۔ تواریخ میں ہے کہ ہر چند فرمان بردوں نے کوشش کی مگر پانی امام اور تمام شہدائے عترتِ طاہرہ کی قبروں پر جاری نہ ہوا جس سے خلقت کو سخت حیرت ہوئی اور اُسی وقت سے اور اسی سبب سے اُس مشہد مقدس کو حائر کہنے لگے۔

متوکل کی اِس حرکت سے مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا۔ اہلِ بغداد نے مسجدوں اور گھروں کی دیواروں پر اُسے گالیاں لکھیں اور ہجو میں اشعار کہے۔ اس بنی فاطمہ سے باغِ فدک بھی چھین لیا تھا۔ غیر مسلموں کو عہدوں سے برطرف کر دیا تھا۔ نصاریٰ کو حکم دیا کہ گلے میں زنار نہ باندھیں گھوڑے پر سوار نہ ہوں۔ بلکہ گدھے اور خچر پر سوار ہوں۔ اور رکابیں کاٹھ کی رکھیں۔۔۔ ۲۳۴ھ میں اُس نے تمام محدثین کو سامرہ میں جمع کیا اور انعام و اکرام دے کر حکم دیا کہ صفات و رویت و خلقِ قرآن کے متعلق حدیثیں بیان کریں۔ چنانچہ اسی لیے ابوبکر ابنِ شیبہ کو جامع مسجد "رصافہ" میں اور اُن کے بھائی "عثمان" کو جامع منصور میں مقرر کیا۔ ان دونوں کے وعظ میں ہر روز قریب ہزار آدمی کے جمع ہوتے تھے۔ سیوطی لکھتا ہے کہ متوکل وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے شافعی مذہب اختیار کیا۔ متوکل کے زمانہ میں بڑی بڑی آفتیں نازل ہوئیں۔ بہت سے علاقوں میں زلزلے آئے۔ زمینیں دھنس گئیں۔ آگیں لگیں۔ آسمان سے ہولناک آوازیں سُنائی دیں۔ بادِ سموم سے بہت سے آدمی اور جانور ہلاک ہوئے، آسمان سے مثل ٹڈیوں کے تارے ٹوٹے۔ دس دس رطل کے پتھر آسمان سے برسے

(تاریخ اسلام جلد ا صـ ۹۵)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قمقام زخار میں ہے کہ متوکل چونکہ حضرت علیؑ سے دشمنی رکھتا تھا اس کا مستقل رویہ یہ تھا کہ وہ ایسے لوگوں کو اپنے پاس جمع رکھتا تھا جو امیرالمومنین سے بغض و عناد رکھتے تھے اور ان کی توہین میں مسرت محسوس کرتے تھے۔ جیسے ابنِ جہم شاعر۔ عمر بن فرج رخجی ابوالحفظ ابنِ اترجہ ابوالعبر۔ یہ لوگ متوکل کو ہمیشہ اولادِ علی کے قتل کی طرف متوجہ کرتے تھے اور اس سے کہتے تھے کہ اگر تو نے انھیں باقی رہنے دیا تو یہ ایک نہ ایک دن تیری سلطنت پر قبضہ کر لیں گے۔ ان لوگوں کے ہر وقت اُبھارنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ متوکل کے دل میں آلِ محمدؐ کی دشمنی پوری طرح قائم ہو گئی۔

وہ چونکہ گانے والی عورتوں کا شائق تھا۔ لہٰذا اُس نے شراب پینے کے بعد ایک ایسی عورت کو طلب کیا جس سے وہ بہت زیادہ مانوس تھا۔ لوگوں نے کہا کہ دوسری عورتیں حاضر ہیں ان سے کام نکالا جائے، وہ آ جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب وہ تھوڑی دیر کے بعد پہنچی تو بادشاہ نے پوچھا کہاں گئی تھی، اُس نے کہا میں حج کو گئی تھی۔ متوکل نے کہا ماہِ شعبان میں کون حج کرتا ہے۔ سچ بتا، اس نے جواب دیا حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے لیے چند عورتوں کے ہمراہ چلی گئی تھی یہ سُن کر متوکل بہت غضبناک ہوا اور اُسے قید کرا دیا۔ اس کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا اور لوگوں کو زیارتِ کربلا سے روک دیا اور تین روز کے بعد منادی کرا دی کہ جو شخص حسینؑ کی زیارت کو جائے گا قید کیا جائے گا۔ اور ہر طرف ایک ایک میل کے فاصلے سے پہرے بٹھا دیے کہ جو شخص زیارت کو جاتا ہوا پایا جائے، فوراً قید میں بھیج دیا جائے۔ پھر ایک نومسلم یہودی جس کا نام دیریج تھا کو حکم دیا کہ کربلا جا کر "حسینؑ" کی قبر کا نشان مٹا دے اور اُس جگہ کو جتوا کر وہاں کھیت بنوا دے۔ اور "ضریح" کو کسی طرف پھنکوا دے۔ حکم پاتے ہی نومسلم یہودی جسے اسلام اور اسلام کے بانیوں کا صحیح تعارف بھی نہ تھا تعمیل کے لیے روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر دوسو جریب زمین اُس نے جتوا ڈالی۔ جب قبرِ منور امام حسینؑ کو جوتنے کے لیے آگے بڑھا، تو مسلمانوں نے تعمیلِ حکم سے انکار کر دیا، اور کہا کہ یہ فرزندِ رسولؐ ہیں اور شہید ہیں۔ قرآن مجید انھیں زندہ بتاتا ہے ہم ہرگز ایسی ناجائز حرکت نہیں کر سکتے۔ یہ سُن کر دیریج نے یہودیوں سے مدد لی، مگر کامیاب نہ ہوا۔ اُس کے بعد نہر کاٹ کر قبرِ منور کو زیرِ آب کرنا چاہا۔ پانی نہر سے چل کر جب قبر کے قریب پہنچا تو اس پہ رواں نہ ہوا۔ بلکہ اس کے اردگرد جاری ہو گیا۔ قبرِ مبارک خشک ہی رہی۔ اس یہودی نے بڑی کوشش کی، لیکن کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ وہ زمین جہاں تک پانی پھیلا ہوا تھا اُسے حائر کہتے ہیں۔ کتاب تصویرِ عزا میں بحوالہ کتاب سرائر مرقوم ہے کہ اس زمین کو حائر اس سبب سے کہتے ہیں کہ لغتِ عرب میں حائر کے معنی زمین پست کے ہیں۔ اس جگہ بہتا ہوا پانی پہنچ کر ساکن اور حیران ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بہنے کا رستہ نہیں پاتا۔ شیخ شہید علیہ الرحمۃ کا کہنا ہے کہ زمانۂ متوکل میں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چونکہ آپ کی قبر کے نشان کو مٹانے کے لیے پانی جاری کیا گیا تھا اور وہاں پہنچ کر باعجازِ حسینی حیران رہ گیا تھا اور اُس پر جاری نہیں ہو سکا۔ اس لیے اس مقام کو جس میں پانی ٹھہرا ہوا تھا "حائر" کہتے ہیں۔ سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتا ہے کہ یہ واقعہ انہدام قبر امام حسینؑ ۲۳۶ھ کا ہے اُس نے حکم دیا تھا کہ امام حسینؑ کی قبر ڈھا دی جائے اور نشانِ قبر مٹا دیا جائے اور اُن کے مزار کے ارد گرد جتنے مکانات ہیں انھیں بھی مسمار کر کے اُس مقام کو ایک صحرا کی شکل دے دی جائے۔ اور وہاں پر کھیتی کی جائے اور لوگوں کو زیارت امام حسینؑ سے قطعاً روک دیا جائے۔ اس کے بعد سیوطی لکھتا ہے کہ متوکل بڑا ناصبی تھا۔ اُس کے اس فعل سے مسلمانوں میں سخت ہیجان پیدا ہو گیا اور لوگوں نے اُس کی ہجو کی اور دیواروں پر اس کے لیے گالیاں لکھیں یہی کچھ حبیب السیر تاریخ اسلام، تاریخ کامل، جلاء العیون، تمقام زخار۔ امالی شیخ طوسی وغیرہ میں ہے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ اس موقع پر جن بہت سے شعراء نے اشعار لکھے۔ اُن میں ایک شاعر نے کئی شعر کہے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔

(۱) خدا کی قسم بنی اُمیہ نے اپنے نبی کے نواسہ کو کربلا میں بھوکا اور پیاسا ظلم و جور کے ساتھ قتل کر دیا۔ (۲) تو بنی عباس جو رسول کے چچا کی اولادیں اُنھوں نے بھی اُن پر ظلم میں کمی نہیں کی اور اُن کی قبر کھدوا کر اُسی قسم کے ظلم کا ارتکاب کیا ہے (۳) بنی عباس کو اس قسم کا صدمہ تھا کہ وہ قتلِ حسینؑ میں شریک نہ ہو سکے، تو انھوں نے اس صدمہ کی آگ کو بجھانے کے لیے حضرت کی ہڈیوں پر دھاوا بول دیا (تاریخ الخلفاء ص۲۳۴)۔

امالی شیخ طوسی میں ہے کہ متوکل کا فرستادہ جب زیارت سے منع کرنے کے لیے کربلا پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے زیارت کرنے سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ اگر متوکل ہم سب کو قتل کر دے تب ہی یہ سلسلہ بند ہو سکتا ہے۔ اُس نے واپس جا کر متوکل سے واقعہ بیان کیا تو متوکل ۲۴۳ھ تک کے لیے خاموش ہو گیا۔

تواریخ میں ہے کہ خلیفہ کے حکم کے مطابق امیر فوج نے کربلا والوں کو زیارت امام حسینؑ کرنے سے روکنا چاہا تو اُن لوگوں نے فوج سے مرعوب ہونے کے بجائے مقابلہ کا پروگرام بنا لیا، اور اپنی جانوں پر کھیل کر اطراف و جوانب سے دس ہزار افراد جمع کر لیے اور سرکاری فوج کے بالمقابل آ کر کہا کہ اگر متوکل ہم میں سے ایک ایک کو قتل کر ڈالے تب بھی یہ سلسلہ بند نہ ہو گا۔ ہماری اولادیں ہماری نسلیں مسلسل اس سنت زیارت کو ادا کریں گی۔ سنو ہمارے آباؤ اجداد یہی کرتے چلے آئے جو ہم کر رہے ہیں اور ہمارے ابناء و احفاد وہی کریں گے۔ جو ہم کر رہے ہیں، بہتر ہو گا کہ تم ہمیں باز رکھنے کی کوشش نہ کرو اور متوکل سے کہہ دو کہ وہ شراب کے نشے میں ایسی حرکتیں نہ کرے اور اپنے فیصلہ پر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نظرثانی کر کے حکم واپس لے لے۔ امیر فوج واپس گیا اور اُس نے ساری داستان متوکل کے سامنے دھرا دی۔ متوکل چونکہ ان دنوں سامرہ کی تکمیل میں مشغول تھا۔ اس نے منصور دوانقی کی طرح تقریباً دس سال خاموش رہا۔ یعنی منصور دوانقی جو تعمیر بغداد کی وجہ سے دس سال تک امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف متوجہ نہ ہو سکا تھا۔ متوکل بھی سامرہ کی وجہ سے تقریباً اتنی ہی مدت کے لیے خاموش ہو گیا۔

امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ سامرہ ایک زبردست شہر ہے جو دجلہ کے مشرق میں تکریت اور بغداد کے درمیان واقع ہے۔ اس کی بنیاد ۲۲۱ھ میں معتصم عباسی نے ڈالی تھی اور مدتوں اس کی تکمیل کا سلسلہ جاری رہا۔ (نورالابصار ص ۱۴۹ و تاریخ قرمانی قلمی)۔

حکومت کی طرف سے امام علی نقیؑ کی مدینہ سے سامرہ میں طلبی

اور

راستہ کا ایک اہم واقعہ

متوکل ۲۳۲ھ میں خلیفہ ہوا۔ اور اُس نے ۲۳۶ھ میں امام حسین علیہ السلام کی قبر کے ساتھ پہلی بار بے ادبی کی، لیکن اس میں پوری کامیابی نہ حاصل ہونے پر اپنے فطری بغض کی وجہ سے جو آل محمدؐ کے ساتھ تھا، وہ حضرت علی نقی علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا۔ متوکل ۲۴۳ھ میں امام علی نقیؑ کو ستانے کی طرف متوجہ ہوا، اور اس نے حاکم مدینہ عبداللہ بن محمد کو خفیہ حکم دے کر بھیجا کہ فرزند رسولؐ امام علی نقیؑ کو ستانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ چنانچہ اس نے حکومت کے منشاء کے مطابق پوری توجہ اور پورے انہماک کے ساتھ اپنا کام شروع کر دیا۔ خود جس قدر ستا سکا اُس نے ستایا اور آپ کے خلاف ریکارڈ کے لیے متوکل کو شکایات بھیجنی شروع کیں۔ علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ امام علی نقی علیہ السلام کو یہ معلوم ہو گیا کہ حاکم مدینہ نے آپ کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دی ہیں اور اس سلسلہ میں اس نے متوکل کو آپ کی شکایات بھیجنی شروع کر دی ہیں تو آپ نے بھی ایک تفصیلی خط لکھا جس میں حاکم مدینہ کی بے اعتدالی اور ظلم آفرینی کا خاص طور سے ذکر کیا۔ متوکل نے آپ کا خط پڑھ کر آپ کو اس کے جواب میں لکھا کہ آپ ہمارے پاس چلے آئیے۔ اس میں حاکم مدینہ کے عمل کی معذرت بھی تھی، یعنی جو کچھ وہ کر رہا ہے اچھا نہیں کرتا۔ ہم اس کی طرف سے معذرت خواہ ہیں مطلب یہ تھا کہ اسی بہانہ سے انھیں سامرہ بلالے۔ خط میں اس نے اتنا نرم لہجہ اختیار کیا تھا جو ایک بادشاہ کی طرف سے نہیں ہوا کرتا۔ یہ سب حیلہ سازی تھی اور غرض محض یہ تھی کہ آپ مدینہ چھوڑ کر سامرہ پہنچ جائیں۔ (نورالابصار ص ۱۴۹) علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ متوکل نے یہ بھی لکھا تھا کہ میں آپ کی خاطر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے عبداللہ ابن محمد کو معزول کر کے اس کی جگہ پر محمد بن فضل کو مقرر کر رہا ہوں (جلاء العیون ص ۲۹۲)۔
علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ متوکل نے صرف یہی نہیں کیا کہ علی نقی علیہ السّلام کو خط لکھا ہو کر آپ سامرہ چلے آئیے بلکہ اس نے تین سو کا لشکر یحییٰ بن ہرثمہ کی قیادت میں مدینہ بھیج کر انھیں بلانا چاہا۔ یحییٰ بن ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں حکم متوکل پا کر امام علیہ السّلام کو لانے کے لیے بہ ارادہ مدینہ منورہ روانہ ہو گیا۔ میرے ہمراہ تین سو کا لشکر تھا اور اس میں ایک کاتب بھی تھا جو امامیہ مذہب رکھتا تھا۔ ہم لوگ اپنے راستہ پر جا رہے تھے اور اس سعی میں تھے کہ کسی طرح جلد سے جلد مدینہ پہنچ کر امام علیہ السّلام کو لے آئیں اور متوکل کے سامنے پیش کریں۔ ہمارے ہمراہ جو ایک شیعہ کاتب تھا اس سے ایک لشکر کے افسر سے راستہ بھر مذہبی مناظرہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ہم لوگ ایک عظیم الشان وادی میں پہنچے، جس کے ارد گرد میلوں کوئی آبادی نہ تھی۔ اور وہ ایسی جگہ تھی جہاں سے انسان کا مشکل سے گزر ہوتا تھا بالکل جنگل اور بے آب و گیاہ صحرا تھا۔ جب ہمارا لشکر وہاں پہنچا تو اس افسر نے جس کا نام "شادی" تھا، اور جو کاتب سے مناظرہ کرتا چلا آ رہا تھا۔ کہنے لگا اے کاتب تمہارے امام حضرت علیؑ کا یہ قول ہے کہ دنیا کی کوئی ایسی وادی نہ ہوگی جس میں قبر نہ ہو یا عنقریب قبر نہ بن جائے۔ کاتب نے کہا بے شک ہمارے امام علیہ السّلام غالب کل غالب کا یہی ارشاد ہے۔ اس نے کہا بتاؤ اس زمین پر کس کی قبر ہے۔ یا کس کی قبر بن سکتی ہے۔ تمہارے امام یونہی کہہ دیا کرتے ہیں۔ ابن ہرثمہ کا کہنا ہے کہ میں چونکہ حشوی خیال کا تھا۔ لہٰذا جب یہ باتیں ہم نے سنیں تو ہم سب ہنس پڑے اور کاتب شرمندہ ہو گیا۔ غرض کہ لشکر بڑھتا رہا اور اسی دن مدینہ پہنچ گیا۔ وارد مدینہ ہونے کے بعد میں نے متوکل کا خط امام علی نقی علیہ السّلام کی خدمت میں پیش کیا۔ امام علیہ السّلام نے اسے ملاحظہ فرما کر لشکر پر نظر ڈالی اور سمجھ گئے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابن ہرثمہ چلنے کو تیار ہوں لیکن ایک دو روز کی مہلت ضروری ہے۔ میں نے عرض کی حضور "خوشی سے"۔ جب حکم ہو فرمائیں میں حاضر ہو جاؤں اور روانگی ہو جائے۔ ابن ہرثمہ کا بیان ہے کہ امام علیہ السّلام نے میرے سامنے ملازمین سے کہا کہ درزی بلا دو، اور اس سے کہو کہ مجھے سامرہ جانا ہے۔ لہٰذا راستے کے لیے گرم کپڑے اور گرم ٹوپیاں جلد سے جلد تیار کر دے۔ میں وہاں سے رخصت ہو کر اپنے قیام گاہ پر پہنچا اور راستے بھر یہ سوچتا رہا کہ امامیہ کیسے بیوقوف ہیں کہ ایک شخص کو امام مانتے ہیں جسے (معاذاللہ) یہ تک تمیز نہیں ہے کہ یہ گرمی کا زمانہ ہے یا جاڑے کا۔ اتنی شدید گرمی میں جاڑے کے کپڑے سلوا رہے ہیں اور انھیں ہمراہ لے جانا چاہتے ہیں۔ الغرض میں دوسرے دن ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ جاڑے کے بہت سے کپڑے سلے ہوئے رکھے ہیں اور آپ سامانِ سفر درست فرما رہے ہیں اور اپنے ملازمین سے کہتے جاتے ہیں دیکھو کلاہ بارانی اور برساتی وغیرہ رہنے نہ پائے۔ سب ساتھ میں باندھ دو۔ اس کے بعد مجھے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہا اے یحییٰ بن ہرثمہ جاؤ تم بھی اپنا سامان درست کرو تاکہ مناسب وقت میں روانگی ہوجائے۔ میں وہاں سے نہایت بددل واپس آیا۔ دل میں سوچتا تھا کہ انھیں کیا ہوگیا ہے کہ اس شدید گرمی کے زمانہ میں سردی اور برسات کا سامان ہمراہ لے رہے ہیں اور مجھے بھی حکم دیتے ہیں کہ تم بھی اس قسم کے سامان ہمراہ لے لو۔ مختصر یہ کہ سامانِ سفر درست ہوگیا اور روانگی ہوگئی۔ میرا لشکر امام علیہ السلام کو گھیرے میں لیے ہوئے جارہا تھا کہ ناگاہ اسی وادی میں جا پہنچے، جس کے متعلق کاتب امامیہ اور افسر شادی میں یہ گفتگو ہوئی تھی کہ یہاں پر کس کی قبر ہے یا ہوگی۔ اس وادی میں پہنچا تھا کہ قیامت آگئی، بادل گرجنے لگے، بجلی چمکنے لگی اور دوپہر کے وقت اس قدر تاریکی چھائی کہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتا تھا، یہاں تک کہ بارش شروع ہوئی اور ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ عمر بھر نہ دیکھی تھی۔ امام علیہ السلام نے آثار کے پیدا ہوتے ہی ملازمین کو حکم دیا کہ برساتی اور بارانی ٹوپیاں پہن لو اور ایک برساتی یحییٰ بن ہرثمہ اور ایک کاتب کو دے دو۔ غرض کہ خوب بارش ہوئی اور ہوا اتنی ٹھنڈی چلی کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ جب بارش تھمی اور بادل چھٹے تو میں نے دیکھا کہ ۸۰ افراد میری فوج کے ہلاک ہوگئے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یحییٰ بن ہرثمہ اپنے مردوں کو دفن کرو اور یہ جان لو کہ "خدائے تعالیٰ ہم چنیں پر می گرداند بقاع را از قبور"۔ اس طرح خداوند عالم ہر بقعہ ارض کو قبروں سے پر کرتا ہے۔ اسی لیے میرے جد نامدار حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ زمین کا کوئی ٹکڑا ایسا نہ ہوگا جس میں قبر نہ بنی ہو۔ یہ سن کر میں اپنے گھوڑے سے اتر پڑا، اور امام علیہ السلام کے قریب جا کر پابوس ہوا، اور ان کی خدمت میں عرض کی مولا! میں آج آپ کے سامنے مسلمان ہوتا ہوں، یہ کہہ کر میں نے اس طرح کلمہ پڑھا اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ وانکم خلفاء اللہ فی ارضہ اور یقین کرلیا کہ یہی حضرت خدا کی زمین پر خلیفہ ہیں اور دل میں سوچنے لگا کہ اگر امام علیہ السلام نے جاڑے اور برسات کا سامان نہ لیا ہوتا اور اگر مجھے نہ دیا ہوتا تو میرا کیا حشر ہوتا۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر "عسکر" پہنچے اور آپ کی امامت کا قائل رہ کر زندہ رہا اور تاحیات آپ کے جد نامدار کا کلمہ پڑھتا رہا۔ (کشف الغمہ ص ۱۲۴) علامہ جامی اور علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ دو سو سے زائد افراد آپ کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے سامرہ پہنچے۔ وہاں آپ کے قیام کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ اور حکم تھا متوکل کا کہ انھیں فقیروں کے ٹھہرنے کی جگہ اتارا جائے۔ چنانچہ آپ کو "خان الصعالیک" میں اتارا گیا، وہ جگہ بدترین تھی وہاں شرفا نہیں جایا کرتے تھے۔ ایک دن صالح بن سعید نامی ایک شخص جو آپ کے ماننے والے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے "مولا" یہ لوگ آپ کی قدر و منزلت پر پردہ ڈالنے اور نورِ خدا کو چھپانے کی کس قدر کوشش کرتے ہیں۔ کہاں حضور کی ذاتِ اقدس اور کہاں یہ قیام گاہ۔ حضرت نے فرمایا اے صالح تم دل تنگ نہ ہو۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں اُس کی عزت افزائی کا خواہاں اور اُن کی کرم گستری کا جویاں نہیں ہُوں۔ خداوندِ عالم نے آلِ محمدؐ کو جو درجہ دیا ہے اور جو مقام عطا فرمایا ہے اُسے کوئی چھین نہیں سکتا۔ اے صالح بن سعید میں تمھیں خوش کرنے کے لیے بتانا چاہتا ہوں کہ تم مجھے اس مقام پر دیکھ کر پریشان نہ ہو۔ خداوندِ عالم نے یہاں بھی میرے لیے بہشت جیسا بندوبست فرمایا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے انگلی سے اشارہ کیا اور صالح کی نظر میں بہترین باغ، بہترین قصور اور بہترین نہریں وغیرہ نظر آنے لگیں۔ صالح کا بیان ہے کہ یہ دیکھ کر مجھے قدرے تسلّی ہوگئی۔ (شواہد النبوت صفحہ ۲۰۰ و نور الابصار صفحہ ۱۵۱)۔

امام علی نقی علیہ السّلام کی نظر بندی

امام علی نقی علیہ السّلام کو دھوکہ سے بلانے کے بعد پہلے تو خان الصعالیک میں پھر اس کے بعد ایک دوسرے مقام میں آپ کو نظر بند کر دیا اور تا حیات اسی میں قید رکھا۔ امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ متوکل آپ کے ساتھ ظاہرداری ضرور کرتا تھا، لیکن آپ کا سخت دشمن تھا۔ اُس نے حیلہ سازی اور دھوکا بازی سے آپ کو بلایا۔ اور درپردہ ستانے اور تباہ کرنے اور مصیبتوں میں مبتلا کرنے کے درپے رہا۔ (نور الابصار صفحہ ۱۵۱)۔

علامہ ابنِ حجر مکی لکھتے ہیں کہ متوکل نے آپ کو جبراً بلا کر سامرہ میں نظر بند کر دیا اور تا زندگی باہر نہ نکلنے دیا۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۳)۔

امام علی نقی علیہ السّلام کا جذبۂ ہمدردی

مدینہ سے سامرہ پہنچنے کے بعد بھی آپ کے پاس لوگوں کی آمد کا تانتا بندھا رہا۔ لوگ آپ سے فائدے اٹھاتے اور دینی اور دنیاوی امور میں آپ سے مدد چاہتے رہے۔ اور آپ حلِ مشکل میں اُن کے کام آتے رہے۔ علمائے اسلام لکھتے ہیں کہ سامرہ پہنچنے کے بعد جب کہ آپ کی نظر بندی میں سختی اور شدت نہ تھی۔ ایک دن آپ سامرہ کے ایک قریہ میں تشریف لے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد ایک سائل آپ کے مکان پر آیا، اُسے یہ معلوم ہوا کہ آپ فلاں گاؤں میں تشریف لے گئے ہیں، وہ وہاں چلا گیا اور جا کر آپ سے ملا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کیسے آئے ہو، تمھارا کیا کام ہے؟" اُس نے عرض کی مولا میں غریب آدمی ہوں، مجھ پر دس ہزار درہم قرض ہوگیا ہے اور اس کی ادائیگی کی کوئی سبیل نہیں، مولا خدا کے لیے مجھے اس بلا سے نجات دلائیے۔ حضرت نے فرمایا گھبراؤ نہیں، انشاء اللہ تمھارے قرضہ کی ادائیگی کا بندوبست ہوجائے گا۔ وہ سائل رات کو آپ کے ہمراہ مقیم رہا۔ صبح کے وقت آپ نے اس سے کہا کہ میں تمھیں جو کہوں اس کی تعمیل کرنا اور دیکھو اس امر میں ذرا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بھی مخالفت نہ کرنا ، اُس نے تعمیل ارشاد کا وعدہ کیا ۔ آپ نے اُسے ایک خط لکھ کر دیا جس میں یہ مرقوم تھا کہ "میں دس ہزار درہم اِس کے ادا کردوں گا ۔ اور فرمایا کہ کل میں سامرہ پہنچ جاؤں گا جس وقت میں وہاں کے بڑے بڑے لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوں تو تم مجھ سے روپے کا تقاضا کرنا ۔ اس نے عرض کی حضور یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ میں لوگوں میں آپ کی توہین کروں ۔ حضرت نے فرمایا کوئی حرج نہیں ، میں تم سے جو کہوں وہ کرو ۔ غرض کہ سائل چلا گیا اور جب آپ سامرہ واپس ہوئے اور لوگوں کو آپ کی واپسی کی اطلاع ملی تو اعیانِ شہر آپ سے ملنے آئے ۔ جس وقت آپ لوگوں سے محوِ ملاقات تھے ۔ سائل مذکور بھی پہنچ گیا ۔ سائل نے ہدایت کے مطابق آپ سے رقم کا تقاضہ کیا ۔ آپ نے بہت نرمی سے اُسے ٹالنے کی کوشش کی ، لیکن وہ نہ ٹلا اور بدستور رقم مانگتا رہا ۔ بالآخر حضرت نے اُس سے تین دن میں ادائیگی کا وعدہ فرمایا اور وہ چلا گیا ۔ یہ خبر جب بادشاہ وقت کو پہنچی تو اس نے مبلغ تیس ہزار درہم آپ کی خدمت میں بھیج دیئے ۔ تیسرے دن جب سائل آیا تو آپ نے اُسے فرمایا کہ یہ تیس ہزار درہم لے لے اور اپنی راہ لگ ۔ اُس نے عرض کی مولا میرا قرضہ تو صرف دس ہزار ہے ۔ آپ تیس ہزار دے رہے ہیں ۔ آپ نے فرمایا جو قرضہ کی ادائیگی سے بچے اُسے اپنے بچوں پر صرف کرنا ۔ وہ بہت خوش ہُوا اور یہ پڑھتا ہُوا "اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ" خدا ہی خوب جانتا ہے کہ رسالت و امامت کا کون اہل ہے) اپنے گھر چلا گیا ۔ (نورالابصار صفحہ ۱۴۹ ، صواعق محرقہ ، صفحہ ۱۲۳ ، شواہد النبوت صفحہ ۲۰۶ ، ارجح المطالب صفحہ ۴۶۱)

امام علی نقیؑ کی حالت سامرہ پہنچنے کے بعد

متوکل کی نیت خراب تھی ہی ۔ امام علیہ السلام کے سامرہ پہنچنے کے بعد اُس نے اپنی نیت کا مظاہرہ عمل سے شروع کیا اور آپ کے ساتھ نامناسب طریقہ سے دل کا بخار نکالنے کی طرف متوجہ ہوا ۔ لیکن "اللہ" جس کی لاٹھی میں آواز نہیں اس نے اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا مگر اس کی زندگی میں بھی ایسے آثار اور اثرات ظاہر کئے جس سے وہ بھی یہ جان لے کہ وہ جو کچھ کر رہا تھا ۔ خداوند اُسے پسند نہیں کرتا ۔ مورخ اعظم لکھتے ہیں کہ متوکل کے زمانہ میں بڑی آفتیں نازل ہوئیں بہت سے علاقوں میں زلزلے آئے ۔ زمینیں دھنس گئیں ۔ آگیں لگیں ۔ آسمان سے ہولناک آوازیں سُنائی دیں ۔ بادِ سموم سے بہت سے جانور اور آدمی ہلاک ہوئے ۔ آسمان سے مثل ٹڈی کے کثرت سے ستارے ٹوٹے ۔ دس دس رطل کے پتھر آسمان سے برسے ۔ رمضان ۲۴۳ھ ہجری میں حلب میں ایک پرندہ کوے سے بڑا آکر بیٹھا اور یہ شور مچایا "یا ایھا الناس اتقوا اللہ اللہ اللہ" چالیس دفعہ یہ آواز لگا کر اُڑ گیا ۔ دو دن ایسا ہی ہوا ۔ (تاریخ اسلام جلد ۱ صفحہ ۹۵) ۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت امام علی نقیؑ اور سواری کی برق رفتاری

علامہ طبرسی رقمطراز ہیں کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے مدینہ سے سامرہ تشریف لے جانے کے بعد ایک دن ابوہاشم نے کہا۔ مولا میرا دل نہیں مانتا کہ میں ایک دن بھی آپ کی زیارت سے محروم رہوں، بلکہ جی چاہتا ہے کہ ہر روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کروں۔ حضرت نے پوچھا اس کے لیے تمھیں کونسی رکاوٹ ہے۔ انھوں نے عرض کی میرا قیام بغداد ہے اور میری سواری کمزور ہے۔ حضرت نے فرمایا "جاؤ" اب تمھاری سواری کا جانور طاقتور ہو جائے گا، اور اس کی رفتار بہت تیز ہو جائے گی۔ ابوہاشم کا بیان ہے کہ حضرت کے اس ارشاد کے بعد سے ایسا ہو گیا کہ میں روزانہ نمازِ صبح بغداد میں، نمازِ ظہر سامرہ عسکر میں اور نمازِ مغرب بغداد میں پڑھنے لگا (اعلام الوریٰ ص۳۴۳)

دو ماہ قبل عزل قاضی کی خبر

علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ سے آپ کے ایک ماننے والے نے اپنی تکلیف بیان کرتے ہوئے بغداد کے قاضی شہر کی شکایت کی اور کہا کہ مولا وہ بڑا ظالم ہے۔ ہم لوگوں کو بے حد ستاتا ہے۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں وہ دو ماہ بعد بغداد میں نہ رہے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ جونہی دو ماہ پورے ہوئے قاضی اپنے منصب سے معزول ہو کر اپنے گھر بیٹھ گیا۔ (شواہد النبوت)۔

آپ کا احترام جانوروں کی نظر میں

علامہ موصوف یہ بھی لکھتے ہیں کہ متوکل کے مکان میں بہت سی چڑیاں پلی ہوئی تھیں۔ جب کوئی وہاں جاتا تو وہ اتنا شور مچایا کرتی تھیں کہ کان پڑی بات سنائی نہ دیتی تھی۔ لیکن جب امام علیہ السلام تشریف لے جاتے تھے تو وہ سب خاموش ہو جاتی تھیں اور جب تک آپ وہاں تشریف رکھتے تھے، وہ چپ رہتی تھیں۔ (شواہد النبوت ص۲۰۹)۔

حضرت امام علی نقیؑ اور خواب کی عملی تعبیر

احمد بن عیسیٰ الکاتب کا بیان ہے کہ میں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور میں ان کی خدمت میں حاضر ہوں، حضرت نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور اپنے دستِ مبارک سے ایک مٹھی خرما اس طشت سے عطا فرمایا جو آپ کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ میں نے انھیں گنا تو وہ پچیس تھے۔ اس خواب کو ابھی زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام سامرہ سے تشریف لائے ہیں۔ میں ان کی زیارت کے لیے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ اُن کے سامنے ایک طشت رکھا ہے جس میں خرمے ہیں۔ میں نے حضرت کو سلام کیا۔ حضرت نے جواب سلام دینے کے بعد ایک مُٹھی خرمے مجھے عطا فرمایا۔ میں نے ان خرموں کو شمار کیا تو وہ پچیس ہی تھے۔ میں نے عرض کی مولا کیا کچھ خرمے اور مل سکتا ہے۔ جواب میں فرمایا! اگر خواب میں تمھیں رسُولِ خدا نے اس سے زیادہ دیا ہوتا تو میں بھی اضافہ کر دیتا۔ (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۲۴) اسی قسم کا واقعہ امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام علی رضا علیہم السلام کے لیے بھی گزرا ہے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور فقہائے مسلمین

یہ تو مانی ہُوئی بات ہے کہ آلِ محمدؐ ہی وہ ہیں جن کے گھر میں قرآنِ مجید نازل ہوا۔ ان سے بہتر نہ قرآن کا سمجھنے والا ہے، نہ اس کی تفسیر جاننے والا۔ علماء کا بیان ہے کہ جب متوکل کو زہر دیا گیا تو اس نے یہ منت مانی کہ "اگر میں اچھا ہوگیا تو راہِ خدا میں مالِ کثیر دوں گا" پھر صحت پانے کے بعد اس نے اپنے علمائے اسلام کو جمع کیا اور ان سے واقعہ بیان کر کے مالِ کثیر کی تفصیل معلوم کرنا چاہی۔ اس کے جواب میں ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ بیان دیا۔ ایک فقیہہ نے کہا مالِ کثیر سے ایک ہزار درہم دوسرے فقیہہ نے کہا دس ہزار درہم۔ تیسرے نے کہا ایک لاکھ درہم مراد لینا چاہیے۔ متوکل نے جب ہر فقیہہ سے علیحدہ جواب سُنا تو تشویش میں پڑ گیا اور غور کرنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ متوکل ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ ایک دربان سامنے آیا جس کا نام "حسن" تھا اور عرض کرنے لگا کہ حضور اگر مجھے حکم ہو تو میں اس کا صحیح جواب لا دوں۔ متوکل نے کہا کہ بہتر ہے "جواب لاؤ" اگر تم صحیح جواب لائے تو دس ہزار درہم تم کو انعام دوں گا۔ اور اگر تسلی بخش جواب نہ لا سکے تو سو کوڑے ماروں گا۔ اس نے کہا مجھے منظور ہے۔ اس کے بعد دربان حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں گیا۔ امام علیہ السلام جو نظر بندی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ دربان کو دیکھ کر بولے "اچھا" مالِ کثیر کی تفصیل پوچھنے آیا ہے "جا" اور متوکل سے کہہ دے۔ مالِ کثیر سے اَسّی درہم مراد ہے۔ دربان نے متوکل سے یہی کہہ دیا۔ متوکل نے کہا جا کر دلیل معلوم کر، وہ واپس آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ قرآن مجید میں آنحضرت علیہ السلام کے لیے آیا ہے کہ "لقد نصرکم اللّٰہ فی مواطن کثیرۃ" اے رسُولؐ! اللہ نے تمھاری مدد مواطن کثیرہ یعنی بہت سے مقامات پر کی ہے۔ جب ہم نے ان مقامات کا شمار کیا جن میں خدا نے آپ کی مدد فرمائی ہے تو وہ حساب سے اَسّی ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ لفظِ کثیر کا اطلاق اَسّی پر ہوتا ہے۔ یہ سن کر متوکل خوش ہوگیا اور اس نے اَسّی درہم صدقہ نکال کر دس ہزار درہم دربان کو انعام دیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص ۱۱۶)۔

اسی قسم کا ایک واقعہ یہ ہے کہ متوکل کے دربار میں ایک نصرانی پیش کیا گیا جو مسلمان عورت سے زنا

Presented by: Rana Jabir Abbas

کرتا ہوا پکڑا گیا۔ جب وہ دربار میں آیا تو کہنے لگا مجھ پر حد جاری نہ کی جائے۔ میں اس وقت مسلمان ہوتا ہوں۔ یہ سُن کر قاضی یحییٰ بن اکثم نے کہا کہ اسے چھوڑ دینا چاہیئے۔ کیونکہ یہ مسلمان ہو گیا۔ ایک فقیہہ نے کہا کہ نہیں حد جاری ہونا چاہیئے۔ غرض کہ فقہائے مسلمین میں اختلاف ہو گیا۔ متوکل نے جب یہ دیکھا کہ مسئلہ حل ہوتا نظر نہیں آتا تو حکم دیا کہ امام علی نقیؑ کو خط لکھ کر ان سے جواب منگایا جائے۔ چنانچہ مسئلہ لکھا گیا۔ حضرت امام علیہ السّلام نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا "یضرب حتی یموت" کہ اسے اتنا مارنا چاہیئے کہ مر جائے۔ جب یہ جواب متوکل کے دربار میں پہنچا تو یحییٰ بن اکثم قاضی شہر اور فقیہہ سلطنت نیز دیگر فقہا نے کہا۔ اس کا کوئی ثبوت قرآن مجید میں نہیں ہے۔ براہِ مہربانی اس کی وضاحت فرمائیے۔ آپ نے خط ملاحظہ فرما کر یہ آیت تحریر فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ (جب کافروں نے ہماری سختی دیکھی تو کہا کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے کفر سے توبہ کرتے ہیں۔ یہ ان کا کہنا اُن کے لیے مفید نہ ہوا، اور نہ ایمان لانا کام آیا) آیت پڑھنے کے بعد متوکل نے تمام فقہا کے اقوال کو مسترد کر دیا۔ اور نصرانی کے لیے حکم دے دیا کہ اسے اس قدر مارا جائے کہ "مر جائے"۔ (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۴۰)۔

شاہِ رُوم کو حضرت امام علی نقیؑ کا جواب

علامہ محمد باقر نجفی لکھتے ہیں کہ بادشاہِ رُوم نے خلیفۂ وقت کو لکھا کہ میں نے انجیل میں پڑھا ہے کہ جو شخص اس سُورہ کی تلاوت کرے جس میں یہ سات لفظ نہ ہوں (۱) ث (۲) ج (۳) خ (۴) ز (۵) ش (۶) ظ (۷) ف۔ وہ جنت میں جائے گا۔ اسے دیکھنے کے بعد میں نے توریت و زبور کا اچھی طرح مطالعہ کیا۔ لیکن اس قسم کا کوئی سُورہ اس میں نہیں ملا۔ آپ ذرا اپنے علماء سے تحقیق کر کے لکھیئے کہ شاید یہ بات آپ کے قرآن مجید میں ہو۔ بادشاہِ وقت نے بہت سے علماء جمع کیے اور اُن کے سامنے یہ چیز پیش کی۔ سب نے بہت دیر تک غور کیا۔ لیکن کوئی اس نتیجہ پر نہ پہنچ سکا کہ تسلّی بخش جواب دے سکے۔ جب خلیفۂ وقت تمام علما سے مایوس ہو گیا۔ تو امام علی نقیؑ کی طرف توجہ کی۔ جب آپ دربار میں تشریف لائے اور آپ کے سامنے مسئلہ لایا گیا تو آپ نے بلا تاخیر فرمایا وُہ سُورۂ حمد ہے۔ اب جو غور کیا گیا تو بالکل ٹھیک پایا گیا۔ بادشاہ اسلام خلیفۂ وقت نے عرض کی، ابنِ رسول اللہؐ کیا اچھا ہوتا اگر آپ اس کی وجہ بھی بتا دیتے کہ یہ حروف اس سُورہ میں کیوں نہیں لائے گئے۔ آپ نے فرمایا یہ سُورۂ رحمت و برکت ہے۔ اس میں یہ حروف اس لیے نہیں لائے گئے کہ (ث) سے ثبور ہلاکت تباہی، بربادی کی طرف (ج) سے جحیم (جہنّم) کی طرف (خ) خبیث یعنی خسران کی طرف (ز) سے زقوم یعنی تھوہڑ کی طرف۔ (ش) سے شقاوت کی طرف (ظ) سے ظلمت کی طرف (ف) سے فرقت کی طرف تبادر ذہنی ہوتا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہے اور یہ تمام چیزیں رحمت و برکت کے منافی ہیں۔

خلیفۂ وقت نے آپ کا تفصیل بیان شاہِ روم کو بھیج دیا۔ بادشاہِ روم نے جو نہی اسے پڑھا وہ مسرور ہو گیا اور اسی وقت اسلام لایا اور تا حیات مسلمان رہا۔ (دمعہ ساکبہ جلد ۳ صفحہ ۱۴۰ بحوالہ شرح شافیہ ابو فراس)۔

متوکل کے کہنے سے ابن سکیت و ابن اکثم کا امام علی نقیؑ سے سوال

عمارہ کا بیان ہے کہ ایک دن متوکل اپنے دربار میں بیٹھا ہوا تھا۔ دیگر کاموں سے فراغت کے بعد ابن سکیت کی طرف متوجہ ہو کر بولا ابو الحسن سے ذرا سخت سوال کرو۔ ابن سکیت نے اپنی قابلیت بھر سوال کئے۔ امام علیہ السلام نے تمام سوالات کے مفصل اور مکمل جواب دیئے۔ یہ دیکھ کر یحییٰ بن اکثم قاضی سلطنت نے کہا اے ابن سکیت تم نحو۔ شعر۔ لغت کے عالم ہو، تمھیں مناظرہ سے کیا دلچسپی۔ ٹھہرو میں سوال کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے ایک سوال نامہ نکالا جو پہلے سے لکھ کر اپنے ہمراہ رکھے ہوئے تھا۔ اور حضرت کو دے دیا حضرت نے اس کا اسی وقت جواب لکھنا شروع کر دیا اور ایسا مکمل جواب دیا کہ قاضی شہر کو متوکل سے کہنا پڑا کہ ان جوابات کو پوشیدہ رکھا جائے، ورنہ شیعوں کی اور حوصلہ افزائی ہو گی۔ ان سوالات میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ قرآن مجید میں "سبعۃ ابحر" اور "ما نفدت کلمات اللہ" جو ہے اس میں کن سات دریاؤں کی طرف اشارہ ہے اور کلمات اللہ سے کیا مراد ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ وہ سات دریا یہ ہیں (۱) عین الکبریت (۲) عین الیمن (۳) عین البرہوت (۴) عین الطبریہ (۵) عین السیدان (۶) عین الافریقہ (۷) عین الباحوران" اور کلمات سے ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ مراد ہیں جن کے فضائل کا احصا نا ممکن ہے۔ (مناقب جلد ۵ صفحہ ۱۱۱)۔

قضا و قدر کے متعلق امام علی نقی علیہ السلام کی رہبری و رہنمائی

قضا و قدر کے بارے میں تقریباً تمام فرقے جادہ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں۔ اس کی وضاحت میں کوئی جبر کا قائل نظر آتا ہے کوئی مطلقاً تفویض پر ایمان رکھتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ہمارے امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد کی طرح قضا و قدر کی وضاحت ان لفظوں میں فرمائی ہے۔ "لا جبر ولا تفویض بل امر بین الامرین" نہ انسان بالکل مجبور ہے نہ بالکل آزاد ہے۔ بلکہ دونوں حالتوں کے درمیان ہے۔ (دمعہ ساکبہ جلد ۳ صفحہ ۱۳۴) میں حضرت کا مطلب یہ سمجھتا ہوں کہ انسان اسباب و اعمال میں بالکل آزاد ہے اور نتیجہ کی برآمدگی میں خدا کا محتاج ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بہت سے کرتب دکھلانے۔ متوکل نے اس سے کہا کہ میرے دربار میں ایک نہایت شریف شخص عنقریب آنے والا ہے۔ اگر تو اپنے کرتب سے اُسے شرمندہ کر دے تو میں تجھے ایک ہزار اشرفی انعام دوں گا۔ اُس نے کہا اے بادشاہ جب وہ آ جائے تو کھانے کا بندوبست کر اور مجھے اُن کے پہلو میں بٹھا دے میں ایسا کروں گا کہ وہ سخت شرمندہ ہوگا۔ یہ سُن کر متوکل خوش ہو گیا اور جب آپ تشریف لائے تو کھانا لایا گیا اور سب کھانے کے لیے بیٹھے۔ امام علیہ السلام نے جونہی لقمہ اٹھایا اور تناول فرمانا چاہا اُس نے جادو کے زور سے اُسے اُڑا دیا۔ اسی طرح تین مرتبہ اس نے کیا، آخر میں سارا مجمع ہنس پڑا۔ امام علی نقی علیہ السلام یہ دیکھ کر اُس قالین کی طرف متوجہ ہوئے جو دیوار میں لگا ہوا تھا اور اس پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ آپ نے شیرِ قالین کو حکم دیا کہ مجسم ہو کر اس کافر ازلی کو نگل لے۔ شیر مجسم ہوا اور اس نے بڑھ کر کافر ہندی کو مسلّم نگل لیا۔ اس واقعہ سے دربار میں کھلبلی مچ گئی۔ متوکل سرنگوں ہو گیا اور امام علیہ السلام سے درخواست کرنے لگا کہ اس شیرِ قالین کو جو پھر اپنی اصلی حالت پر آ گیا ہے حکم دیجئے کہ اس کافر ہندی کو اُگل دے۔ آپ نے فرمایا یہ ہرگز نہ ہوگا اور اُٹھ کر چلے گئے۔ ایک روایت کی بنا پر آپ نے جواب دیا۔ کہ اگر موسیٰ کے اژدھے نے فرعون کے سانپوں کو نگل لینے کے بعد اُگل دیا ہوتا تو یہ شیر بھی اُگل دیتا۔ چونکہ اس نے نہیں اُگلا تھا، اس لیے یہ بھی نہیں اُگلے گا۔ (شواہد النبوت ص۲۰۶ و دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص۱۲۵)۔

حضرت امام علی نقیؑ اور عبدالرحمٰن مصری کا ذہنی انقلاب

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ ایک دن متوکل نے برسرِ دربار امام علی نقیؑ کو قتل کر دینے کا فیصلہ کر کے آپ کو دربار میں طلب کیا۔ آپ سواری پر تشریف لائے۔ عبدالرحمٰن مصری کا بیان ہے کہ میں سامرہ گیا ہوا تھا اور متوکل کے دربار کا یہ حال سنا کہ ایک علوی کے قتل کا حکم دیا گیا ہے تو میں دروازے پر اس انتظار میں کھڑا ہو گیا کہ دیکھوں وہ کون شخص ہے جس کے قتل کے انتظامات ہو رہے ہیں اتنے میں دیکھا کہ امام علی نقیؑ تشریف لا رہے ہیں۔ مجھے کسی نے بتایا کہ اسی علوی کے قتل کا بندوبست ہوا ہے۔ میری نظر جونہی ان کے چہرہ پر پڑی۔ میرے دل میں ان کی محبت سرایت کر گئی اور میں دعا کرنے لگا۔ خدایا متوکل کے شر سے اس شریف علوی کو بچانا۔ میں دل میں دعا کر ہی رہا تھا کہ آپ نزدیک آ پہنچے اور مجھ سے بلا جانے پہچانے فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن تمہاری دعا قبول ہو گئی ہے اور میں انشاء اللہ محفوظ رہوں گا۔ چنانچہ دربار میں آپ پر کوئی ہاتھ اُٹھا نہ سکا اور آپ محفوظ رہے۔ پھر آپ نے مجھے دعا دی اور میں مالا مال ہو گیا اور صاحب اولاد ہو گیا۔ عبدالرحمٰن کہتا ہے کہ میں اسی وقت آپ کی امامت کا قائل ہو کر شیعہ ہو گیا۔ (کشف الغمہ ص۱۲۳ و دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص۱۲۵)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور برکۃ السباع

علماء کا بیان ہے کہ ایک دن متوکل کے دربار میں ایک عورت جوان اور خوبصورت آئی اور اُس نے آکر کہا کہ میں زینب بنت علی و فاطمہ ہوں۔ متوکل نے کہا کہ تو جوان ہے اور زینب کو پیدا ہُوئے اور وفات پائے عرصہ دراز گُزر گیا۔ اگر تجھے زینب تسلیم کر لیا جائے تو یہ کیسے مانا جائے۔ کہ زینب اتنی عمر تک جوان رہ سکتی ہیں۔ اس نے کہا کہ مجھے رسُولِ خدا نے یہ دُعا دی تھی کہ میں ہر چالیس اور پچاس سال کے بعد جوان ہو جاؤں۔ اسی لیے میں جوان ہوں۔ متوکل نے علمائے دربار کو جمع کر کے ان کے سامنے اس معاملہ کو پیش کیا۔ سب نے کہا یہ جھوٹی ہے۔ زینب کے انتقال کو عرصہ ہو گیا ہے۔ متوکل نے کہا کوئی ایسی دلیل دو کہ میں اُسے جھٹلا سکوں۔ سب نے اپنے عجز کا حوالہ دیا۔ فتح ابنِ خاقان وزیرِ متوکل نے کہا کہ اس مسئلہ کو "ابن الرضا" علی نقی ؑ کے سوا کوئی حل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا انھیں بُلا لیا جائے۔ متوکل نے حضرت کو زحمتِ تشریف آوری دی۔ جب آپ دربار میں پہنچے متوکل نے صورتِ مسئلہ پیش کی۔ امام نے فرمایا جھوٹی ہے، متوکل نے کہا کوئی ایسی دلیل دیجیے کہ میں اِسے جھوٹی ثابت کر سکوں۔ آپ نے فرمایا میرے جدِ نامدار کا ارشاد ہے کہ حرم لحوم اولادی علی السباع "درندوں پر میری اولاد کا گوشت حرام ہے۔ اے بادشاہ تو اس عورت کو درندوں میں ڈال دے، اگر یہ سچی ہوگی اور اس کا زینب ہونا تو درکنار اگر یہ "سیّدہ" بھی ہوگی تو جانور اسے نہ چھیڑیں گے۔ اور اگر سیادت سے بھی بے بہرہ اور خالی ہوگی تو درندے اِسے پھاڑ کھائیں گے۔ ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ دربار میں اشارہ بازی ہونے لگی اور دُشمنوں نے مِل جل کر متوکل سے کہا کہ اس کا امتحان امام علی نقی ہی کے ذریعہ سے کیوں نہ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ آیا درندے سیّدوں کو کھاتے ہیں یا نہیں۔ مطلب یہ تھا کہ اگر انھیں جانوروں نے پھاڑ کھایا تو متوکل کا منشا پُورا ہو جائے گا۔ اور اگر یہ بچ گئے تو متوکل کی وہ اُلجھن دُور ہو جائے گی جو زینب کذابہ نے ڈال رکھی ہے۔ غرض کہ متوکل نے امام علیہ السلام سے کہا۔ "اے ابن الرضا" کیا اچھا ہوتا کہ آپ خود برکۃ السباع میں جا کر اسے ثابت کر دیجیے کہ آلِ رسُول کا گوشت درندوں پر حرام ہے۔ امام علیہ السلام تیار ہو گئے۔ متوکل نے اپنے بنائے ہوئے "برکت السباع" شیر خانہ میں آپ کو ڈلوا کر پھاٹک بند کروا دیا، اور خود مکان کے بالاخانہ پر چلا گیا تاکہ وہاں سے امام کے حالات کا مطالعہ کرے۔ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ جب درندوں نے دروازہ کھلنے کی آواز سُنی تو خاموش ہو گئے۔ جب آپ صحن میں پہنچ کر سیڑھی پر چڑھنے لگے تو درندے آپ کی طرف بڑھے (جن میں تین اور بروایت دمعہ ساکبہ چھ شیر بھی تھے)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور بکھر گئے، اور آپ کو چھوکر آپ کے گرد پھرنے لگے، آپ اپنی آستین اُن پہ ملتے تھے۔ پھر درندے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے۔ متوکل امام علیہ السلام کے متعلق چھت پر سے یہ باتیں دیکھتا رہا اور اتر آیا، پھر جناب صحن سے باہر تشریف لے آئے۔ متوکل نے آپ کے پاس گراں بہا صلہ بھیجا۔ لوگوں نے متوکل سے کہا تو بھی ایسا کر کے دکھلا دے۔ اس نے کہا شاید تم میری جان لینا چاہتے ہو۔ علامہ محمد باقر لکھتے ہیں کہ زینب کذابہ نے جب ان حالات کو بچشم خود دیکھا تو فوراً اپنی کذب بیانی کا اعتراف کر لیا۔ ایک روایت کی بنا پر اُسے توبہ کی ہدایت کر کے چھوڑ دیا گیا۔ دوسری روایت کی بنا پر متوکل نے اُسے درندوں میں ڈلوا کر پھڑوا ڈالا۔ (صواعق محرقہ صـ ۱۲۴، ارجح المطالب صـ ۴۶۱ و مرسا کبہ جلد ۳ صـ ۱۴۵ جلاء العیون صـ ۲۹۳، روضۃ الصفاء، فصل الخطاب، علامہ ابن حجر کا کہنا ہے کہ اسی قسم کا واقعہ عہد رشید عباسی میں جناب یحییٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ ابن امام حسن علیہ السلام کے ساتھ بھی ہوا ہے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السّلام اور متوکل کا علاج

علامہ عبدالرحمن جامی تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت امام علی نقی علیہ السّلام نظر بندی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ متوکل کے بیٹھنے کی جگہ یعنی کمر کے نیچے جسم کے پچھلے حصہ میں ایک زبردست زہریلا پھوڑا نکل آیا۔ ہر چند کوشش کی گئی مگر کسی صورت سے شفا کی امید نہ ہوئی۔ جب جان خطرہ میں پڑ گئی تو متوکل کی ماں نے منت مانی کہ اگر متوکل اچھا ہو گیا تو میں ابن الرضا کی خدمت میں مالِ کثیر نذر کروں گی اور فتح بن خاقان نے متوکل سے درخواست کی کہ اگر آپ کا حکم ہو تو میں مرض کی کیفیت ابوالحسن سے بیان کر کے کوئی دوا تجویز کرا لاؤں۔ متوکل نے اجازت دی اور ابن خاقان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے سارا واقعہ بیان کر کے دوا کی تجویز چاہی، امام علیہ السّلام نے فرمایا۔ "کسب غنم" (بکری کی مینگنیاں) لے کر گلاب کے عرق میں حل کر کے لگا دو، انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔ وزیر فتح ابن خاقان نے دربار میں امام علیہ السّلام کی تجویز پیش کی، لوگ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ امام ہو کر کیا دوا تجویز فرمائی ہے۔ وزیر نے کہا اے خلیفہ تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے۔ اگر حکم ہو تو میں انتظام کروں۔ خلیفہ نے حکم دیا، دوا لگائی گئی، پھوڑا پھوٹا، متوکل کی آنکھ کھل گئی اور رات بھر خوب سویا۔ تین یوم کے اندر شفاء کامل ہو جانے کے بعد متوکل کی ماں نے دس ہزار اشرفی کی سر بمہر تھیلی امام علیہ السّلام کی خدمت میں بھجوا دی۔ (شواہد النبوت صـ ۲۰۶، اعلام الوریٰ صـ ۳۴۹)۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی دوبارہ خانہ تلاشی

وزیروں کی جبہ سائی اور متوکل کے علاج میں امام علیہ السلام کی شاندار کامیابی نے دشمنوں کے دلوں میں حسد کی لگی ہوئی آگ کو اور بھڑکا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ متوکل جس کی جان آپ ہی کے علاج سے بچی تھی وہ ممنون احسان ہونے کی بجائے امام کے درپے آزار ہو کر کھلم کھلا انھیں ستانے کی طرف خصوصی طور پر متوجہ ہو گیا۔ ملا جامی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ واقعہ صحت کے چند ہی دنوں بعد لوگوں نے متوکل سے چغل کھائی اور کہا کہ امام علی نقیؑ کے گھر میں سلاح جنگ۔ جمع ہیں اور وہ عنقریب اپنے حامیوں کے بل بوتے پر تیری حکومت کا تختہ الٹ دیں گے۔ اور حاکم وقت بن کر تیرے کئے کا بدلہ لیں گے۔ متوکل جو پہلے ہی سے آلِ محمدؐ کا شدید دشمن تھا، لوگوں کے کہنے سے پھر بھڑک اٹھا۔ اور اس نے سعید کو بلا کر حکم دیا۔ (جن کی نظر بندی میں اس وقت آپ تھے) کہ تو آدھی رات کو دفعۃً امام کے مکان میں جا کر تلاشی لے اور جو چیز برآمد ہوئے میرے پاس لے آ۔ سعید حاجب کا بیان ہے کہ میں آدھی رات کو حضرت کے مکان میں کوٹھے کی طرف سے گیا۔ مجھے راستہ نہ ملتا تھا، کیونکہ سخت تاریکی تھی۔ امام علیہ السلام نے اپنے مصلیٰ پر سے جو اندر بچھا ہوا تھا آواز دی۔ اے سعید اندھیرا ہے۔ ٹھہرو! میں شمع لا رہا ہوں غرض کہ میں نے جا کر دیکھا کہ آپ زمین پر مصلّے بچھائے ہوئے ہیں اور آپ کے گھر میں ایک شمشیر کے سوا کوئی اسلحہ نہیں ہے اور ایک وہ تھیلی ہے جو متوکل کی ماں نے بھیجی تھی۔ میں نے ان چیزوں کو متوکل کے سامنے پیش کر دیا۔ اس نے انھیں واپس کیا اور وہ اپنے مقام پر شرمندہ ہوا۔
(شواہد النبوت ص۲۰۵، جلاء العیون ص۲۹۳)۔

علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ متوکل نے آپ پر پوری سختی شروع کر دی اور آپ کو قید کر دیا۔ پہلے زرافہ کی قید میں رکھا اور زراقی کی قید میں محبوس رکھا (جلاء العیون ص۲۹۳) علامہ محمد باقر نجفی کا بیان ہے کہ متوکل نے آپ کے پاس جانے پر مکمل پابندی عاید کر دی۔ (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص۱۳۱) اور حکم دیا کہ کوئی بھی آپ کے قریب تک نہ جانے پائے۔ (کشف الغمہ ص۱۲۴)۔

امام علی نقیؑ کے تصورِ حکومت پر خوفِ خدا غالب تھا

حضرت کی سیرت زندگی اور اخلاق و کمالات وہی تھے جو اس سلسلہ عصمت کی ہر فرد کے اپنے اپنے دور میں امتیازی طور پر مشاہدہ میں آتے رہے تھے۔ قید خانہ اور نظر بندی کا عالم ہو یا آزادی کا زمانہ ہر وقت ہر حال میں یادِ الٰہی۔ عبادت۔ خلق خدا سے استغناء، ثبات قدم۔ صبر و استقلال مصائب کے ہجوم میں ماتھے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پر شکن کا نہ ہونا۔ دشمنوں کے ساتھ حلم و مروّت سے کام لینا۔ محتاجوں اور ضرورت مندوں کی امداد کرنا۔ یہی وہ اوصاف ہیں جو امام علی نقیؑ کی سیرتِ زندگی میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

قید کے زمانہ میں جہاں بھی آپ رہے۔ آپ کے مصلّے کے سامنے ایک قبر کھدی تیار رہتی تھی دیکھنے والوں نے جب اس پر حیرت اور دہشت کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا میں اپنے دل میں موت کا خیال رکھنے کے لیے یہ قبر اپنی نگاہوں کے سامنے تیار رکھتا ہوں۔ حقیقت میں یہ ظالم طاقت کو اس کے باطل مطالبۂ اطاعت اور اسلام کے حقیقی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے ترک کر دینے کی خواہش کا ایک عملی جواب تھا۔ یعنی زیادہ سے زیادہ سلاطین وقت کے ہاتھ میں جو کچھ ہے وہ جان کا لے لینا۔ مگر جو شخص موت کے لیے اتنا تیار ہو کر ہر وقت کھدی ہوئی قبر اپنے سامنے رکھے۔ وہ ظالم حکومت سے ڈر کر سرِ تسلیم خم کرنے پر کیسے مجبور کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ دنیاوی سازشوں میں شرکت یا حکومتِ وقت کے خلاف کسی بے محل اقدام کی تیاری سے آپ کا دامن اس طرح بری رہا کہ باوجود دار السلطنت کے اندر مستقل قیام اور حکومت کے سخت ترین جاسوسی انتظام کے کبھی آپ کے خلاف کوئی الزام صحیح ثابت نہیں ہو سکا اور کبھی سلاطینِ وقت کو کوئی دلیل آپ کے خلاف تشدد کے جواز کی نہ مل سکی۔ باوجودیکہ سلطنتِ عباسیہ کی بنیادیں اس وقت اتنی کھوکھلی ہو رہی تھیں کہ دار السلطنت میں ہر روز ایک نئی سازش کا فتنہ کھڑا ہوتا تھا۔

متوکل سے خود اس کے بیٹے کی مخالفت اور اُس کے انتہائی عزیز غلام باغر رومی کی اس سے دشمنی منتصر کے بعد اُمرائے حکومت کا انتشار اور آخر متوکل کے بیٹوں کو خلافت سے محروم کرنے کا فیصلہ مستعین کے دورِ حکومت میں یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید علوی کا کوفہ میں خروج اور حسن بن زید الملقب بہ داعی الحق کا علاقہ طبرستان پر قبضہ کر لینا اور مستقل سلطنت قائم کر لینا۔ پھر دار السلطنت میں ترکی غلاموں کی بغاوت، مستعین کا سامرہ کو چھوڑ کر بغداد کی طرف بھاگنا اور قلعہ بند ہو جانا آخر کو حکومت سے دست برداری پر مجبور ہونا اور کچھ عرصے کے بعد معتز باللہ کے ہاتھ سے تلوار کے گھاٹ اُترنا، پھر معتز باللہ کے دور میں رومیوں کا مخالفت پر تیار رہنا۔ معتز باللہ کو خود اپنے بھائیوں سے خطرہ محسوس ہونا اور مؤید کی زندگی کا خاتمہ اور موفق کا بصرہ میں قید کیا جانا، ان تمام ہنگامی حالات، ان تمام شورشوں، ان تمام بے چینیوں اور جھگڑوں میں سے کسی میں بھی امام علی نقیؑ کی شرکت کا شبہ تک نہ پیدا ہونا، کیا اس طرزِ عمل کے خلاف نہیں ہے؟ جو ایسے موقعوں پر جذبات سے کام لینے والوں کا ہوا کرتا ہے۔ ایک ایسے اقتدار کے مقابلہ میں جسے نہ صرف وہ حق و انصاف کے رو سے ناجائز سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان کے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہاتھوں انھیں جلاوطنی۔ قید اور اہانتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے "مگر" وہ جذبات سے بلند اور عظمت نفس کے کامل مظہر دنیاوی ہنگاموں اور وقت کے اتفاقی موقعوں سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا اپنی بے لوث حقانیت اور کردار سے بھی گراں صداقت کے خلاف سمجھتا ہے اور مخالفت پر پسِ پُشت حملہ کرنے کو اپنے بلند نقطۂ نگاہ اور معیار عمل کے خلاف جانتے ہوئے ہمیشہ کنارہ کش رہتا ہے۔ (دسویں امام صـ۱۹)۔

قبر حسینی کے ساتھ متوکل کی دوبارہ بے ادبی

۲۴۷ھ

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو قید کرنے کے بعد پھر متوکل قبر امام حسینؑ کے انہدام کی طرف متوجہ ہوا اور چاہا کہ اسے نیست و نابود کر دے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ کربلا میں قبر حسینی کی زیارت کے لیے اطراف عالم سے عقیدت مندوں کی آمد کا تانتا بندھا ہوا ہے اور بے شمار حضرات زیارت کو آتے ہیں تو متوکل کی آتش حسد بھڑک اٹھی اور اس نے اس سلسلہ کو بند کرنے کا تہیہ کر لیا اور یہ بھی سوچا کہ یہ وہی قبر ہے جس پر حسب تحقیق پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی ستر ہزار فرشتے آسمان سے اتر کر خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد جاتے وہاں روتے اور اس کی زیارت کرتے اور مجاورت کے فرائض روزانہ ادا کرتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین صـ۲۴۳ مجمع البحرین صـ۵۰۲) امالی شیخ طوسی اور جلاء العیون میں ہے کہ متوکل نے اپنی فوج کے دستے کو زیارت کے روکنے اور نہر علقمی کو کاٹ کے قبر پر سے گزارنے کو بھیجا اور حکم دیا کہ جو شخص زیارت کے لیے آئے اُسے قتل کر دیا جائے اور بعض علماء کے بیان کے مطابق یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ پہلے ہاتھ کاٹے جائیں پھر اگر باز نہ آئے تو قتل کر دیا جائے۔ یہ ایک ایسا حکم تھا جس نے معتقدین کو بے چین کر دیا۔ حضرت زید مجنون جو دوست دارانِ آلِ محمدؐ میں سے تھے، جو خبر سُن کر زیارت کے لیے مصر سے چل کر کوفہ پہنچے وہاں پہنچ کر حضرت بہلول دانا سے ملے جو اُس وقت بمصلحت اپنے کو دیوانہ بنائے ہوئے تھے۔ دونوں میں تبادلہ خیالات ہوا، اور دونوں زیارت قبر منور کے لیے کربلا روانہ ہو گئے۔ انھوں نے آپس میں طے کیا تھا کہ ہاتھ کاٹے جائیں تو کٹوائیں گے۔ قتل ہونے کی ضرورت محسوس ہو تو قتل ہو جائیں گے۔ لیکن زیارت ضرور کریں گے۔ جب یہ دونوں کربلا پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ قبر کی طرف نہر کا پانی قبر پر سے گزرنے کی بے ادبی نہیں کرتا۔ پانی قبر تک پہنچ کر پھٹ جاتا ہے اور کترا کر اطراف و جوانب قبر کا بوسہ لیتا ہوا گزر جاتا ہے۔ یہ حال دیکھ کر ان کا جذبۂ محبت اور اُبھر گیا، یہ ابھی اسی مقام پر تھے کہ وہ شخص ان

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی طرف متوجہ ہوا جو انہدام قبر پر متعین تھا۔ اُس نے پوچھا تم کیوں آئے ہو۔ اُن لوگوں نے کہا زیارت کے لیے۔ اُس نے جواب دیا جو زیارت کو آئے ہیں اُسے قتل کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہوں۔ ان حضرات نے کہا کہ ہم قتل ہی ہونے کی تمنا میں آئے ہیں۔ یہ سن کر وہ ان کے پیروں پر گر پڑا، اور اپنے عمل سے تائب ہو کر متوکل کے پاس واپس گیا۔ متوکل نے اُسے قتل کرا کے سُولی پر چڑھوا دیا۔ پھر پیروں میں رسّی باندھ کر بازاروں میں کھنچوایا۔ زید کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا، فوراً سامرہ پہنچے اور اُس کی لاش دفن کی اور اُس پر قرآن مجید پڑھا۔

ابھی حضرت زید سامرہ ہی میں تھے کہ ایک دن بڑے دھوم دھام سے ایک جنازہ اُٹھایا گیا سیاہ علم ساتھ تھے۔ ارکانِ دولت اور عمائدینِ سلطنت ہمراہ تھے۔ چاروں طرف سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ زید نے سمجھا کہ شاید متوکل کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے بعد حضرت زید نے ایک آہ سرد کھینچی اور کہا "اللہ اکبر" فرزندِ رسُول امام حسین علیہ السّلام کربلا میں تین دن کے بھوکے پیاسے شہید کر دیے گئے۔ ان پر کوئی رونے والا نہیں تھا۔ بلکہ اُن کی قبر کے نشان کو مٹانے کے بھی لوگ در پے ہیں اور ایک منحوس کنیز کا یہ احترام ہے۔ اس کے بعد اسی قسم کے مضامین پر مشتمل چند اشعار لکھ کر حضرت زید مجنون نے متوکل کے پاس بھجوا دیا، اُس نے انھیں مقید کر دیا۔ متوکل نے رات کو خواب دیکھا کہ ایک مردِ مومن آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ زید کو اسی وقت رہا کر دے۔ ورنہ میں تجھے ابھی ابھی ہلاک کر دوں گا۔ چنانچہ اُس نے اسی وقت رہا کر دیا۔

متوکّل کا قتل

متوکل کے ظلم و تعدی نے لوگوں کو زندگی سے بے زار کر دیا تھا۔ اب اس کی حالت یہ ہو چکی تھی کہ برسرِ عام آلِ محمدؐ کو گالیاں دینے لگا تھا۔ ایک دن اُس نے اپنے بیٹے مستنصر کے سامنے حضرت فاطمہ زہراؑ کے لیے ناسزا الفاظ استعمال کیے مستنصر نے علماء سے دریافت کیا کہ جو شخص ایسے الفاظ بنتِ رسُولؐ کے لیے استعمال کرے اُس کے لیے کیا حکم ہے۔ علماء نے کہا وہ واجب القتل ہے۔ تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ مستنصر نے رات کے وقت بحالتِ خلوت بہت سے آدمیوں کی مدد سے ظالم متوکل کو قتل کر دیا۔ ہادی التواریخ، تاریخ اسلام جلد ا ص ۹۹ و دمعہ ساکبہ ص ۱۴۷ میں ہے کہ یہ واقعہ ۴ شوال ۲۴۷ھ کا ہے۔ بعض معاصرین لکھتے ہیں کہ متوکل نے اپنے عہدِ سلطنت میں کئی لاکھ شیعہ قتل کرائے ہیں۔

امام علی نقیؑ کو پیدل چلنے کا حکم

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ قتل متوکل سے تین چار یوم قبل اسی ظالم متوکل نے حکم دیا تھا کہ میری سواری کے ساتھ تمام لوگ پیدل تفریح کے لیے چلیں۔ حکم میں امام علیہ السّلام خاص طور پر مامور تھے چنانچہ آپ بھی کئی میل پیدل چل کر واپس تشریف لائے اور آپ کو اس سے اس درجہ تعب ہوا کہ آپ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سخت علیل ہو گئے۔ (جلاء العیون ص ۲۹۲)۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت

متوکل کے بعد اس کا بیٹا مستنصر پھر مستعین پھر ۲۵۲ھ میں معتز باللہ خلیفہ ہوا۔ معتز ابن متوکل نے بھی اپنے باپ کی سنت کو نہیں چھوڑا اور حضرت کے ساتھ سختی ہی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اسی نے آپ کو زہر دے دیا۔ "سمہ المعتز"، (انوار الحسینیہ جلد ۲ ص ۵۵) اور آپ بتاریخ ۳ رجب ۲۵۴ھ بروز دوشنبہ انتقال فرما گئے۔ (دمعۂ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۴۹) علامہ ابن جوزی تذکرہ خواص الامۃ میں لکھتے ہیں کہ آپ معتز کے زمانہ خلافت میں شہید کئے گئے ہیں اور آپ کی شہادت زہر سے واقع ہوئی ہے۔ علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ آپ کو زہر سے شہید کیا گیا ہے۔ (انوار الابصار ص ۱۵۰) علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں (صواعق محرقہ ص ۱۲۳، دمعۂ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۴۰) میں ہے کہ آپ نے انتقال سے قبل امام حسن عسکری علیہ السلام کو مواریث انبیاء وغیرہ سپرد فرمائے تھے۔ وفات کے بعد جب امام حسن عسکری علیہ السلام نے گریبان چاک کیا تو لوگ معترض ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سنت انبیاء ہے۔ حضرت موسیٰ نے وفات حضرت ہارون پر اپنا گریبان پھاڑا تھا (دمعۂ ساکبہ ص ۱۴۰ جلاء العیون ص ۲۹۲) آپ پر امام حسن عسکری نے نماز پڑھی اور آپ سامرہ ہی میں دفن کئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات انتہائی کس مپرسی کی حالت میں ہوئی۔ انتقال کے وقت آپ کے پاس کوئی بھی نہ تھا۔ (جلاء العیون ص ۲۹۲)۔

آپ کی ازواج و اولاد

آپ کی کئی بیویاں تھیں، ان سے کئی اولادیں پیدا ہوئیں جن کے اسماء یہ ہیں (۱) امام حسن عسکری (۲) حسین بن علی (۳) محمد بن علی (۴) جعفر[1] بن علی (۵) دختر موسومہ عائشہ بنت علی (ارشاد مفید ص ۵۰۲ و صواعق محرقہ ص ۱۲۴ طبع مصر)۔

---

[1] علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری سیشن جج ریاست پٹیالہ لکھتے ہیں "کہ امام علی النقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو فرزندوں ابوعبداللہ جعفر کذاب اور حسن عسکری ؑ سے نسل جاری ہے۔ ابوعبداللہ جعفر کے نام کے ساتھ لقب "کذاب" بعض لوگ اس لیے شامل کیا کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے بھائی حسن عسکری ؑ کی وفات کے بعد خود امام ہونے کا دعویٰ کیا تھا، ان کی اولاد ان کو جعفر تواب کہتی ہے اور اپنے آپ کو "رضوی" کہلاتی ہے۔۔۔ سادات امروہہ انھیں کی نسل سے ہیں۔ (کتاب رحمۃ للعالمین جلد ۲ ص ۱۴۶ طبع لاہور) میرے نزدیک مصنف کو یا تو علم نہیں یا انھیں دھوکہ ہو گیا ہے۔ دراصل جناب جعفر علیہ الرحمۃ کی اولاد کو نقوی کہا جاتا ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱۳

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

ابو محمد امام یازدہم — جانشین رسُول عرش مقام
جس کے جدّ وجہِ خلقتِ عالم — جس کے فرزند سے جہاں کو قیام

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گیارھویں جانشین اور سلسلۂ عصمت کی تیرھویں کڑی ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام علی نقی علیہ السلام تھے اور والدہ ماجدہ جناب حدیثہ خاتون تھیں۔ جن کے متعلق علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ آپ عفیفہ کریمہ نہایت سنجیدہ اور ورع و تقویٰ سے بھرپور تھیں۔ (جلاء العیون ص۲۹۵)۔

حضرت امام علیہ السلام اپنے آباؤ اجداد کی طرح امام منصوص، معصوم، اعلم زمانہ اور افضل کائنات تھے۔ (ارشاد مفید ص۵۰۲) آپ کو صفاتِ حسنہ علم و سخاوت وغیرہ اپنے والد کے ورثہ میں ملے تھے۔ (ارجح المطالب ص۴۶۱) علامہ محمد بن طلحہ شافعی کا بیان ہے کہ آپ کو خداوندِ عالم نے جن فضائل و مناقب اور کمالات اور بلندی سے سرفراز کیا ہے، ان میں کمال دوام موجود ہے۔ نہ وہ نظر انداز کیے جا سکتے ہیں اور نہ ان میں کہنگی آ سکتی ہے اور آپ کا ایک اہم شرف یہ بھی ہے کہ امام مہدی علیہ السلام آپ ہی کے اکلوتے فرزند ہیں جنھیں پروردگارِ عالم نے طویل عمر عطا کی ہے (مطالب السئول ص۲۹۲)۔

امام حسن عسکری کی ولادت اور بچپن کے بعض حالات

علمائے فریقین کی اکثریت کا اتفاق ہے کہ آپ بتاریخ ۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ھ یوم جمعہ بوقت صبح بطنِ جنابِ حدیثہ خاتون سے بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہو شواہد النبوت ص۲۱۰ صواعق محرقہ ص۱۲۴، نور الابصار ص۱۱۰، جلاء العیون ص۲۹۵، ارشاد مفید ص۵۰۲ و دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص۱۹۳۔ آپ کی ولادت کے بعد حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے رکھے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہوئے "امام حسن بن علی" سے موسوم کیا۔ (ینابیع المودۃ)۔

آپ کی کنیت اور آپ کے القاب

آپ کی کنیت "ابو محمد" تھی اور آپ کے القاب بے شمار تھے۔ جن میں عسکری، ہادی، زکی خالص، سراج اور ابن الرضا زیادہ مشہور ہیں۔ (نور الابصار ص ۱۵۰ شواہد النبوت ص ۲۱۰۔ دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۲۲ و مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص ۱۲۵) آپ کا لقب عسکری اس لیے زیادہ مشہور ہوا کہ ۱؎ آپ جس محلہ میں بمقام "سرمن رائے" رہتے تھے اُسے عسکر کہا جاتا تھا اور بظاہر اس کی وجہ یہ تھی کہ جب خلیفہ معتصم باللہ نے اس مقام پر لشکر جمع کیا تھا اور خود بھی قیام پذیر تھا تو اُسے "عسکر" کہنے لگے تھے، اور خلیفہ متوکل نے امام علی نقی علیہ السلام کو مدینہ سے بلوا کر یہیں مقیم رہنے پر مجبور کیا تھا۔ نیز یہ بھی تھا کہ ایک مرتبہ خلیفہ وقت نے امام زمانہ کو اسی مقام پر نوّے ہزار لشکر کا معائنہ کرایا تھا اور آپ نے اپنی دو انگلیوں کے درمیان سے اُسے اپنے خدائی لشکر کا مطالعہ کرا دیا تھا۔ انہیں وجوہ کی بنا پر اس مقام کا نام "عسکر" ہو گیا تھا جہاں امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہما السلام مدتوں مقیم رہ کر عسکری مشہور ہو گئے۔ (بحار الانوار جلد ۱۲ ص ۱۵۴، وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۴۵، مجمع البحرین ص ۳۲۲، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۲۳، تذکرۃ المعصومین ص ۲۲۲)۔

آپ کا عہدِ حیات اور بادشاہانِ وقت

آپ کی ولادت ۲۳۲ھ میں اس وقت ہوئی جبکہ واثق باللہ بن معتصم بادشاہ وقت تھا جو ۲۲۷ھ میں خلیفہ بنا تھا۔ (تاریخ ابو الفداء) پھر ۲۳۳ھ میں متوکل خلیفہ ہوا۔ (تاریخ ابن الوردی) جو حضرت علی اور ان کی اولاد سے سخت بغض و عناد رکھتا تھا، اور ان کی منقصت کیا کرتا تھا۔ (حیواۃ الحیوان و تاریخ کامل) اسی نے ۲۳۶ھ میں امام حسینؑ کی زیارت جرم قرار دی اور ان کے مزار کو ختم کرنے کی سعی کی (تاریخ کامل) اور اسی نے امام علی نقیؑ کو جبراً مدینہ سے سرمن رائے میں طلب کرایا۔ (صواعق محرقہ) اور آپ کو گرفتار کرا کے آپ کے مکان کی تلاشی کرائی (وفیات الاعیان) پھر ۲۴۷ھ میں منتصر بن متوکل خلیفہ وقت ہوا۔ (تاریخ ابو الفداء) پھر ۲۴۸ھ میں مستعین خلیفہ بنا (ابو الفداء) پھر ۲۵۲ھ میں معتز باللہ خلیفہ ہوا (ابو الفداء) اسی زمانہ میں امام علی نقی علیہ السلام کو زہر سے شہید کر دیا گیا (نور الابصار) پھر ۲۵۵ھ میں مہدی باللہ خلیفہ بنا (تاریخ ابن الوردی) پھر ۲۵۶ھ میں معتمد علی اللہ خلیفہ ہوا۔ (تاریخ ابو الفداء) اسی زمانہ میں ۲۶۰ھ میں امام علیہ السلام زہر سے شہید ہوئے (تاریخ کامل) ان تمام خلفاء نے آپ کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جو آلِ محمدؐ کے ساتھ برتاؤ کیے جانے کا دستور چلا آ رہا تھا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چار ماہ کی عمر اور منصب امامت

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی عمر جب چار ماہ کے قریب ہوئی تو آپ کے والد امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے بعد کے لیے منصب امامت کی وصیت کی اور فرمایا کہ میرے بعد یہی میرے جانشین ہوں گے۔ اور اس پر بہت سے لوگوں کو گواہ بھی کر دیا۔ (ارشاد مفید ص۵۰۲ و دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص۱۹۳ بحوالہ اصول کافی) علامہ ابن حجر مکی کا کہنا ہے کہ امام حسن عسکری ع۔ امام علی نقی ع کی اولاد میں سب سے زیادہ اجل وارفع اعلیٰ و افضل تھے۔

چار سال کی عمر میں آپ کا سفر عراق

متوکل عباسی جو آل محمد کا ہمیشہ سے دشمن تھا اس نے امام حسن عسکری کے والد بزرگوار امام علی نقی علیہ السلام کو جبراً ۲۳۶ھ میں مدینہ سے "سر من رائے" بلالیا۔ آپ ہی کے ہمراہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو بھی جانا پڑا۔ اس وقت آپ کی عمر چار سال چند ماہ کی تھی۔ (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص۱۹۳)۔

یوسف آل محمد کنوئیں میں

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نہ جانے کس طرح اپنے گھر کے کنوئیں میں گر گئے، آپ کے گرنے سے عورتوں میں کہرام عظیم برپا ہو گیا۔ سب چیخنے اور چلانے لگیں مگر حضرت امام علی نقی علیہ السلام جو محو نماز تھے، مطلق متاثر نہ ہوئے اور اطمینان سے نماز کا اختتام کیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں حجت خدا کو کوئی گزند نہ پہنچے گی۔ اسی دوران میں دیکھا کہ پانی بلند ہو رہا ہے اور امام حسن عسکری پانی میں کھیل رہے ہیں۔ (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص۱۷۹)۔

امام حسن عسکریؑ اور کمسنی میں عروج فکر

آل محمد جو قرآنی اور عروج فکر میں خاص مقام رکھتے ہیں ان میں سے ایک بلند مقام بزرگ حضرت امام حسن عسکریؑ ہیں۔ علماء فریقین نے لکھا ہے کہ ایک دن آپ ایک ایسی جگہ کھڑے رہے جس جگہ کچھ بچے کھیل میں مصروف تھے۔ اتفاقاً ادھر سے عارف آل محمد جناب بہلول دانا گذرے، انھوں نے یہ دیکھ کر کہ سب بچے کھیل رہے ہیں اور ایک خوب صورت سرخ و سفید بچہ کھڑا رو رہا ہے۔ اُدھر متوجہ ہوئے اور کہا کہ اے نونہال مجھے بڑا افسوس ہے کہ تم اس لیے رو رہے ہو کہ تمہارے پاس وہ کھلونے نہیں جو ان بچوں کے پاس ہیں۔ سنو! میں ابھی ابھی تمہارے لیے کھلونے لے کر آتا ہوں۔ یہ کہنا تھا کہ آپ کمسنی کے باوجود بولے، انا نہ سمجھ ہم کھیلنے کے لیے نہیں پیدا کیے گئے۔ ہم علم و عبادت کے لیے خلق ہوئے ہیں۔ انھوں نے پوچھا کہ تمھیں یہ کیونکر معلوم ہوا کہ غرض خلقت علم و عبادت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی طرف قرآن مجید رہبری کرتا ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کیا تم نے نہیں پڑھا کہ خدا فرماتا ہے:" افحسبتم انما خلقناکم عبثا" الخ (پ ۱۸ رکوع ۶) کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو عبث (کھیل کود) کے لیے پیدا کیا ہے؟ اور کیا تم ہماری طرف پلٹ کر نہ آؤ گے۔ یہ سن کر بہلول حیران رہ گئے، اور یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اے فرزند تمہیں کیا ہو گیا تھا کہ تم رو رہے تھے۔ گناہ کا تصور تو ہو نہیں سکتا کیونکہ تم بہت کم سن ہو۔ آپ نے فرمایا کہ کمسنی سے کیا ہوتا ہے۔ میں نے اپنی والدہ کو دیکھا ہے کہ بڑی لکڑیوں کو جلانے کے لیے چھوٹی لکڑیاں استعمال کرتی ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں جہنم کے بڑے ایندھن کے لیے ہم چھوٹے اور کمسن لوگ استعمال نہ کیے جائیں۔ (صواعق محرقہ ص۱۲۴، نور الابصار ص۱۵۰، تذکرۃ المعصومین ص۲۳۰)۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کیساتھ بادشاہانِ وقت کا سلوک اور طرزِ عمل

جس طرح آپ کے آباؤ اجداد کے وجود کو ان کے عہد کے بادشاہ اپنی سلطنت اور حکمرانی کی راہ میں روڑا سمجھتے رہے۔ ان کا یہ خیال رہا کہ دنیا کے قلوب ان کی طرف مائل ہیں۔ کیونکہ یہ فرزندِ رسولؐ اور اعمالِ صالح کے تاج دار ہیں لہٰذا ان کو انظارِ عامہ سے دور رکھا جائے ورنہ امکان قوی ہے کہ لوگ انھیں اپنا بادشاہِ وقت تسلیم کر لیں گے۔ اس کے علاوہ یہ بغض و حسد بھی تھا کہ ان کی عزت بادشاہِ وقت کے مقابلہ میں زیادہ کی جاتی ہے اور یہ کہ امام مہدی انھیں کی نسل سے ہوں گے جو سلطنتوں کا انقلاب لائیں گے۔ انھیں تصورات نے جس طرح آپ کے بزرگوں کو چین نہ لینے دیا اور ہمیشہ مصائب کی آماجگاہ بنائے رکھا۔ اسی طرح آپ کے عہد کے بادشاہوں نے بھی آپ کے ساتھ کیا۔ عہدِ واثق میں آپ کی ولادت ہوئی اور عہدِ متوکل کے ایام میں بچپنا گزرا۔ متوکل جو آلِ محمدؐ کا جانی دشمن تھا۔ اس نے صرف اس جرم میں کہ آلِ محمدؐ کی تعریف کی ہے۔ ابن سکیت شاعر کی زبان گدی سے کھنچوا لی (ابو الفدا جلد ۲ ص۱۴۱) اس نے سب سے پہلے تو آپ پر یہ ظلم کیا کہ چار سال کی عمر میں ترکِ وطن کرنے پر مجبور کیا۔ یعنی امام علی نقی علیہ السلام کو جبراً مدینہ سے سامرہ بلوا لیا۔ جن کے ہمراہ امام حسن عسکری علیہ السلام کو لازماً جانا تھا۔ پھر وہاں آپ کے گھر کی لوگوں کے کہنے کہنے سے تلاشی کرائی اور آپ کے والدِ ماجد کو جانوروں سے پھڑوا ڈالنے کی کوشش کی۔ غرضکہ جو جو سعی آلِ محمدؐ کو ستانے کی ممکن تھی۔ وہ سب اس نے اپنے عہدِ حیات میں کر ڈالی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا مستنصر خلیفہ ہوا۔ یہ بھی اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چل کر آلِ محمدؐ کو ستانے کی سنت ادا کرتا رہا۔ اور اس کی مستقل کوشش یہی رہی کہ ان لوگوں کو سکون نصیب نہ ہونے پائے۔ اس کے بعد مستعین کا جب عہد آیا تو اس نے آپ کے والدِ ماجد کو قیدخانہ میں رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کی سعی پیہم کی کہ کسی صورت سے امام حسن عسکری کو قتل کرا دے اور

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس کے لیے اُس نے مختلف راستے تلاش کیے۔ ملّا جامی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ اُس نے اپنے شوق کے مطابق ایک نہایت زبردست گھوڑا خریدا، لیکن اتّفاق سے وہ کچھ اس درجہ سرکش نکلا کہ اُس نے بڑے بڑے لوگوں کو سواری نہ دی اور جو اس کے قریب گیا اس کو زمین پر دے مار کر ٹاپوں سے کچل ڈالا۔ ایک دن خلیفہ مستعین باللہ کے ایک دوست نے رائے دی کہ امام حسن عسکریؑ کو بلا کر حکم دیا جائے کہ وہ اِس پر سواری کریں، اگر وہ اس پر کامیاب ہو گئے تو گھوڑا رام ہو جائے گا اور اگر کامیاب نہ ہوئے اور کچل ڈالے گئے تو تیرا مقصد حل ہو جائے گا۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ لیکن اللہ رے شانِ امامت جب آپ اس کے قریب پہنچے تو وہ اس طرح بھیگی بلی بن گیا کہ جیسے کچھ جانتا ہی نہیں۔ بادشاہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ گھوڑا حضرت ہی کے حوالے کر دے۔ (شواہد النبوت ص۲۱۰) پھر مستعین کے بعد جب معتز باللہ خلیفہ ہوا تو اس نے بھی آلِ محمدؐ کو ستانے کی سنّت جاری رکھی۔ اور اِس کی کوشش کرتا رہا کہ عہدِ حاضر کے امامِ زمانہ اور فرزندِ رسولؐ امام علی نقیؑ کو درجۂ شہادت پر فائز کر دے۔ چنانچہ یہی ہوا اور اس نے ۲۵۴ھ میں آپ کے والد بزرگوار کو زہر سے شہید کرا دیا۔ یہ ایک ایسی مصیبت تھی کہ جس نے امام حسن عسکری علیہ السّلام کو بے انتہا مایوس کر دیا۔ امام علی نقیؑ کی شہادت کے بعد امام حسن عسکری علیہ السّلام خطرات میں محصور ہو گئے۔ کیونکہ حکومت کا رُخ اب آپ ہی کی طرف رہ گیا۔ آپ کو کھٹکا لگا ہی تھا کہ حکومت کی طرف سے عمل درآمد شروع ہو گیا۔ معتز نے ایک شقی ازلی اور ناصب ابدی ابن یارش کی حراست اور نظر بندی میں امام حسن عسکری علیہ السلام کو دے دیا اُس نے ان کو ستانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ لیکن آخر میں وہ آپ کا معتقد بن گیا آپ کی عبادت گزاری اور روزہ داری نے اس پر ایسا گہرا اثر کیا کہ اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگ لی اور آپ کو دولت سرا تک پہنچا دیا۔ علی بن محمد زیاد کا بیان ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السّلام نے مجھے ایک خط تحریر فرمایا جس میں لکھا کہ تم خانہ نشین ہو جاؤ۔ کیونکہ ایک بہت بڑا فتنہ اُٹھنے والا ہے۔ غرضکہ تھوڑے دنوں کے بعد ایک ہنگامہ عظیم برپا ہوا۔ اور حجاج بن سفیان نے معتز کو قتل کر دیا۔ (کشف الغمہ ص۱۲۷) پھر جب مہدی باللہ کا عہد آیا تو اُس نے بھی بدستور اپنا عمل جاری رکھا اور حضرت کو ستانے میں ہر قسم کی کوشش کرتا رہا۔ ایک دن اُس نے صالح بن وصیف نامی ناصبی کے حوالے آپ کو کر دیا اور حکم دیا کہ ہر ممکن طریقہ سے آپ کو ستائے۔ صالح کے مکان کے قریب ایک بدترین حجرہ تھا جس میں آپ قید کیے گئے۔ صالح بدبخت نے جہاں اور طریقہ سے ستایا۔ ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ آپ کو کھانا اور پانی سے بھی حیران اور تنگ رکھتا تھا۔ آخر ایسا ہوتا رہا کہ آپ تیمم سے نماز ادا فرماتے رہے۔ ایک دن اُس کی بیوی نے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہا کہ اے دشمنِ خدا یہ فرزندِ رسولؐ ہیں ان کے ساتھ رحم کا برتاؤ کر، اس نے کوئی توجہ نہ کی۔ ایک دن کا ذکر ہے بنی عباسیہ کے ایک گروہ نے صالح سے جاکر درخواست کی کہ حسن عسکری پر زیادہ ظلم کیا جانا چاہیے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے ان کے اوپر دو ایسے شخصوں کو مسلط کر دیا ہے جن کا ظلم و تشدد میں جواب نہیں ہے، لیکن میں کیا کروں کہ ان کے تقویٰ اور ان کی عبادت گذاری سے وہ اس درجہ متاثر ہو گئے ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ میں نے ان سے جواب طلبی کی تو انھوں نے قلبی مجبوری ظاہر کی۔ یہ سن کر وہ لوگ مایوس واپس گئے۔ (تذکرۃ المعصومین ص ۲۲۳) غرضکہ مہدی کا ظلم و تشدد زوروں پر تھا۔ اور یہی نہیں کہ وہ امام علیہ السلام پر سختی کرتا تھا بلکہ یہ کہ وہ ان کے ماننے والوں کو برابر قتل کر رہا تھا۔ ایک دن آپ کے ایک صحابی احمد بن محمد نے ایک عریضہ کے ذریعہ سے اس کے ظلم کی شکایت کی، تو آپ نے تحریر فرمایا کہ گھبراؤ نہیں کہ مہدی کی عمر اب صرف پانچ یوم باقی رہ گئی ہے چنانچہ چھٹے دن اُسے کمالِ ذلت و خواری کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ (کشف الغمہ ص ۱۲۹) اسی کے عہد میں جب آپ قید خانہ میں پہنچے تو عیسیٰ بن فتح سے فرمایا کہ تمہاری عمر اس وقت ۶۵ سال ایک ماہ دو یوم کی ہے۔ اس نے نوٹ بک نکال کر اس کی تصدیق کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ خدا تمہیں اولادِ نرینہ عطا کرے گا خود خوش ہو کر کہنے لگا مولا کیا آپ کو خدا فرزند نہ دے گا۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم عنقریب مجھے مالک ایسا فرزند دے گا جو ساری کائنات پر حکومت کرے گا۔ اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ (نور الابصار ص ۱۵۱) پھر جب اس کے بعد معتمد خلیفہ ہوا تو اس نے امام علیہ السلام پر ظلم و جور، وستم و استبداد کا خاتمہ کر دیا۔

امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت اور امام حسن عسکریؑ کا آغازِ امامت

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام کی شادی جناب نرجس خاتون سے کر دی جو قیصرِ روم کی پوتی اور شمعون وصی عیسیٰ کی نسل سے تھیں۔ (جلاء العیون ص ۲۹۵) اس کے بعد آپ ۳ رجب ۲۵۴ھ کو درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

آپ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت کا آغاز ہوا۔ آپ کے تمام معتقدین نے آپ کو مبارکباد دی اور آپ سے ہر قسم کا استفادہ شروع کر دیا۔ آپ کی خدمت میں آمد و رفت اور سوالات و جوابات کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ آپ نے جوابات میں ایسے حیرت انگیز معلومات کا انکشاف فرمایا کہ لوگ دنگ رہ گئے۔ آپ نے علمِ غیب اور علم بالموت تک کا ثبوت پیش فرمایا اور اس کی بھی وضاحت کی کہ فلاں شخص کو اتنے دنوں میں موت آجائے گی۔

علامہ ملا جامی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے والد سمیت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی راہ میں بیٹھ کر یہ سوال کرنا چاہا کہ باپ کو پانچ سو درہم اور بیٹے کو تین سو درہم اگر امام دے دیں تو سارے کام ہو جائیں، یہاں تک امام علیہ السلام اس راستے پر آ پہنچے۔ اتفاقاً یہ دونوں امام کو پہچانتے نہ تھے۔ امام خود ان کے قریب گئے اور ان سے کہا کہ تمھیں آٹھ سو درہم کی ضرورت ہے۔ آؤ میں تمھیں دے دوں۔ دونوں ہمراہ ہو لیے اور رقم معہود حاصل کر لی۔ اسی طرح ایک اور شخص قید خانہ میں تھا۔ اس نے قید کی پریشانی کی شکایت امام علیہ السلام کو لکھ کر بھیجی اور تنگ دستی کا ذکر شرم کی وجہ سے نہ کیا۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ تم آج ہی قید سے رہا ہو جاؤ گے۔ اور تم نے جو شرم سے تنگدستی کا ذکر نہیں کیا۔ اس کے متعلق معلوم کرو کہ میں اپنے مقام پر پہنچتے ہی سو دینار بھیج دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسی طرح ایک شخص نے آپ سے اپنی تنگدستی کی شکایت کی۔ آپ نے زمین کرید کر ایک اشرفی کی تھیلی نکالی اور اس کے حوالے کر دی۔ اس میں سو دینار تھے۔ اسی طرح ایک شخص نے آپ کو تحریر کیا کہ مشکوٰۃ کے معنی کیا ہیں؟ نیز یہ کہ میری عورت حاملہ ہے اس سے جو فرزند پیدا ہوگا۔ اس کا نام رکھ دیجئے۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ مشکوٰۃ سے مراد قلب محمد مصطفیٰ صلعم ہے اور آخر میں لکھ دیا "عظم اللہ اجرک واخلف علیک" خدا تمھیں اجر دے اور نعم البدل عطا کرے۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ اس کے یہاں مردہ لڑکا پیدا ہوا۔ اس کے بعد اس کی بیوی حاملہ ہوئی، فرزند نرینہ متولد ہوا۔ ملاحظہ ہو (شواہد النبوت ص۲۱۱)۔
علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ حسن ابن ظریف نامی ایک شخص نے حضرت سے لکھ کر دریافت کیا کہ قائم آلِ محمد پوشیدہ ہونے کے بعد کب ظہور کریں گے۔ آپ نے تحریر فرمایا جب خدا کی مصلحت ہوگی۔ اس کے بعد لکھا کہ تم تپ ربع کا سوال کرنا بھول گئے جسے تم مجھ سے پوچھنا چاہتے تھے، تو دیکھو ایسا کرو کہ جو اس میں مبتلا ہو اس کے گلے میں آیۂ "یا نار کونی برداً وسلاماً علیٰ ابراھیم" لکھ کر لٹکا دو شفا یاب ہو جائے گا۔ علی بن زید ابن حسین کا کہنا ہے کہ میں ایک گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس گھوڑے کی عمر صرف ایک رات باقی رہ گئی ہے۔ چنانچہ وہ صبح ہونے سے پہلے مر گیا۔ اسماعیل بن محمد کا کہنا ہے کہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے ان سے قسم کھا کر کہا کہ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ قسم مت کھاؤ تمھارے گھر دو سو دینار مدفون ہیں۔ یہ سن کر وہ حیران رہ گیا، پھر حضرت نے غلام کو حکم دیا کہ انھیں سو اشرفیاں دے دو۔ عبدی روایت کرتا ہے کہ میں اپنے فرزند کو بصرہ میں بیمار چھوڑ کر سامرہ گیا اور وہاں حضرت کو تحریر کیا کہ میرے فرزند کے لیے دعائے شفا فرمائیں۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ "خدا اس پر رحمت نازل فرمائے"۔ جس دن یہ خط اسے ملا اسی دن اس کا فرزند انتقال کر چکا تھا۔ محمد بن افرع کہتا ہے کہ میں نے حضرت کی خدمت میں ایک عریضہ کے ذریعہ سے سوال کیا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کو کبھی آدمی کو بھی احتلام ہوتا ہے؟" جب خط روانہ کر چکا تو خیال ہوا کہ احتلام تو وسوسۂ شیطانی سے ہوا کرتا ہے اور امام تک شیطان پہنچ نہیں سکتا۔ بہرحال جواب آیا کہ امام نوم اور بیداری دونوں حالتوں میں وسوسۂ شیطانی سے دور ہوتے ہیں جیسا کہ تمہارے دل میں بھی خیال پیدا ہوا ہے پھر احتلام کیونکر ہو سکتا ہے۔ جعفر بن محمد کا کہنا ہے کہ میں ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر تھا، دل میں خیال آیا کہ میری عورت جو حاملہ ہے اگر اس سے فرزند نرینہ پیدا ہو تو بہت اچھا ہو آپ نے فرمایا کہ اے جعفر لڑکا نہیں لڑکی پیدا ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (کشف الغمہ ص ۱۲۸)۔

اپنے عقیدت مندوں میں حضرت کا دورہ

جعفر بن شریف جرجانی بیان کرتے ہیں کہ میں حج سے فراغت کے بعد حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اُن سے عرض کی کہ مولا! اہل جرجان آپ کی تشریف آوری کے خواستگار اور خواہش مند ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم آج سے ایک سو نوے دن کے بعد واپس جرجان پہنچو گے اور جس دن تم پہنچو گے اُسی دن شام کو میں بھی پہنچوں گا، تم انھیں باخبر کر دینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، میں وطن پہنچ کر لوگوں کو آگاہ کر چکا تھا کہ امام علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی۔ آپ نے سب سے ملاقات کی اور سب نے شرفِ زیارت حاصل کیا۔ پھر لوگوں نے اپنی مشکلات پیش کیں۔ امام علیہ السلام نے سب کو مطمئن کر دیا۔ اسی سلسلہ میں نصر بن جابر نے اپنے فرزند کو پیش کیا، جو نابینا تھا۔ حضرت نے اس کے چہرہ پر دست مبارک پھیر کر اُسے بینائی عطا کی۔ پھر آپ اُسی روز واپس تشریف لے گئے۔ (کشف الغمہ ص ۱۲۸) ایک شخص نے آپ کو ایک خط بلا روشنائی کے قلم سے لکھا۔ آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا اور ساتھ ہی لکھنے والے کا اور اس کے باپ کا نام بھی تحریر فرما دیا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ شخص حیران ہو گیا اور اسلام لایا اور آپ کی امامت کا معتقد بن گیا۔ (دمعہ ساکبہ ص ۱۶۲)۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کا پتھر پر مہر لگانا

ثقۃ الاسلام علامہ کلینی اور امام اہلسنت علامہ جامی رقمطراز ہیں کہ ایک دن حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں ایک خوب صورت سا یمنی آیا اور اس نے ایک سنگ پارہ یعنی پتھر کا ٹکڑا پیش کر کے خواہش کی کہ آپ اس پر اپنی امامت کی تصدیق میں مُہر کر دیں حضرت نے مُہر نکالی اور اس پر لگا دی۔ آپ کا اسم گرامی اسی طرح کندہ ہو گیا جس طرح موم پر لگانے سے کندہ ہوتا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں کہا گیا کہ آنے والا المجمع ابن الصلت بن عقبہ ابن سمعان ابن غانم ابن امّ غانم تھا۔ یہ وہی سنگ پارہ لایا تھا جس پر اس کے خاندان کی ایک عورت امّ غانم

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نے تمام آئمہ طاہرین سے مُہر لگوا رکھی تھی۔ اُس کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی امامت کا دعویٰ کرتا تھا تو وہ اُس کو لے کر اُس کے پاس چلی جاتی تھی۔ اگر اِس مدعی نے پتھر پر مُہر لگا دی تو اُس نے سمجھ لیا کہ یہ امام زمانہ ہیں اور اگر وہ اس عمل سے عاجز رہا تو وہ اسے نظر انداز کر دیتی تھی۔ چونکہ اُس نے اِسی سنگِ پارہ پر کئی اماموں کی مُہر لگوائی تھی، اس لیے اُس کا لقب (صاحبۃ الحصاۃ) ہو گیا تھا۔ علامہ جامی لکھتے ہیں کہ جب مجمع بن صلت نے مُہر لگوائی تو اُس سے پوچھا گیا کہ تم حضرت امام حسن عسکری کو پہلے سے پہچانتے تھے۔ اس نے کہا نہیں۔ واقعہ یہ ہوا کہ میں ان کا انتظار کر ہی رہا تھا کہ آپ تشریف لائے، لیکن میں چونکہ پہچانتا نہ تھا اس لیے خاموش بیٹھا رہا۔ اتنے میں ایک ناشناس نوجوان نے میری نظروں کے سامنے آکر کہا کہ یہی حسن بن علی ہیں۔ راوی ابوہاشم بیان کرتا ہے کہ جب وہ جوان آپ کے دربار میں آیا تو میرے دل میں یہ آیا کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ یہ کون ہے۔ دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ مُہر لگوانے کے لیے وُہ سنگِ پارہ لایا ہے، جس پر میرے باپ دادا کی مُہریں لگی ہوئی ہیں۔ چنانچہ اُس نے پیش کیا اور آپ نے مُہر لگا دی۔ وہ شخص "ذریۃ بعضہا من بعض" پڑھتا ہُوا چلا گیا۔ (اصولِ کافی و دمعہ ساکبہ ص۱۹۴۔ شواہد النبوت ص۲۱۱ طبع لکھنؤ ۱۹۰۵ء اعلام الوریٰ ص۲۱۴)۔

امام حسن عسکری علیہ السّلام کے علمی خدمات

تفسیر القرآن

یہ ایک مُسلّم حقیقت ہے کہ جب انسان کو سکون نصیب ہو تو دل و دماغ از کار رفتہ ہو جاتے ہیں اور اُس میں اِتنی صلاحیت نہیں رہتی کہ وہ کوئی عیر فانی دماغی کردار پیش کر سکے۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام جنہیں بالواسطہ یا بلا واسطہ خلفائے عباسیہ کے سات ظالموں کے دستِ تشدد سے متاثر ہونا پڑا۔ کبھی آپ کے والدِ ماجد کو قید کیا گیا، کبھی آپ کے گھر کی تلاشی لی گئی، کبھی آپ کو قیدِ ظلم میں مقید کیا گیا۔ کبھی نظر بندی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا گیا۔ غرضکہ آپ کا کوئی لمحہ حیات پُرسکون نہیں گزرا۔ پھر عمر بھی آپ نے صرف ۲۸ سال کی پائی تھی۔ اِنھیں وجوہ سے آپ کے کمالات علمیہ کا کما حقہ اظہار و انکشاف نہ ہو سکا۔ اِسی بنا پر علّامہ کرمانی لکھتے ہیں کہ آپ دُنیا میں اتنے دنوں بقیدِ حیات رہے ہی نہیں کہ آپ کے فضائل و مناقب اور علوم و حکم لوگوں پر ظاہر ہو سکیں (اخبار الدول ص۱۱۷) تاہم ان حالات میں بھی آپ نے اپنے علم لدنی، نیز اپنے والدِ بزرگوار سے حاصل کردہ علم کے سہارے تبحر علمی کے ساتھ بڑے بڑے علمی کارناموں سے لوگوں کو حیران کر دیا ہے۔ آپ نے مخالفینِ اسلام اور عظیم جاثلیقوں سے اہم مناظرے کئے اور علم و حکم کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دریا بہائے ہیں۔ آپ کے علمی کارناموں میں ایک اہم کارنامہ قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ جو تفسیر امام حسن عسکریؑ کے نام سے موسوم و مشہور ہے۔ یہ تفسیر علوم قرآنی اور علم نبوی سے مملو ہے (دمعہ ساکبہ جلد ۳ صفحہ ۱۶۵) میرے نزدیک اس کا انتساب تشنۂ تحقیق ہے۔"

آپ نے اپنی قلمی صلاحیت کو محل افتخار میں اکثر ذکر فرمایا ہے۔ آپ کا کہنا ہے کہ ہم وہ ہیں جنھیں خدا نے صاحب قلم قرار دیا ہے۔ علماء کا بیان ہے کہ جب آپ لکھتے لکھتے نماز کے لیے چلے جایا کرتے تھے۔ تو آپ کا قلم برابر چلتا رہتا تھا اور آپ کا ما فی الضمیر بحکم خداوندی سطح قرطاس پر مرقوم ہوتا رہتا تھا۔ (بحار الانوار، دمعہ ساکبہ جلد ۳ صفحہ ۱۷۹ بحوالہ اثبات الہدایہ حر عاملی۔ علامہ الشیخ مفید کا کہنا ہے کہ آپ علم فضل۔ زہد و تقویٰ۔ عقل و عصمت۔ شجاعت و کرم اعمال و عبادت میں افضل اہل زمانہ تھے۔ (ارشاد صفحہ ۵۰۲ ثقۃ الاسلام علامہ کلینیؒ کا بیان ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے آباؤ و اجداد کی طرح تمام زبانوں سے واقف تھے۔ آپ ترکی رومی غرضکہ ہر زبان میں تکلم کیا کرتے تھے۔ خدا نے آپ کو ہر زبان سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ اور آپ علم رجال۔ علم الانساب۔ علم حوادث میں کمال رکھتے تھے۔ (دمعہ ساکبہ جلد ۳ صفحہ ۱۷۷، بحوالہ اصول کافی) عبداللہ ابن محمد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت کو بعیر ترکیے سے بات چیت کرتے ہوئے خود سنا ہے۔ (کتاب مناقب فاطمیہ)۔

حضرت امام حسن عسکریؑ کا عراق کے ایک عظیم فلسفی کو شکست دینا

مورخین کا بیان ہے کہ عراق کے ایک عظیم فلسفی اسحاق کندی کو یہ خبط سوار ہوا کہ قرآن مجید میں تناقض ثابت کرے اور یہ بتا دے کہ قرآن مجید کی ایک آیت دوسری آیت سے، اور ایک مضمون دوسرے مضمون سے ٹکراتا ہے۔ اس نے اس مقصد کی تکمیل کے لیے کتاب "تناقض القرآن" لکھنا شروع کی اور اس درجہ منہمک ہو گیا کہ لوگوں سے ملنا جلنا اور کہیں آنا جانا سب ترک کر دیا۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس کے خبط کو دور کرنے کا ارادہ فرمایا، آپ کا خیال تھا کہ اس پر کوئی ایسا اعتراض کیا جائے کہ جس کا وہ جواب نہ دے سکے اور مجبوراً اپنے ارادے سے باز آ جائے۔ اتفاقاً ایک دن آپ کی خدمت میں اس کا ایک شاگرد حاضر ہوا۔ حضرت نے اس سے فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اسحاق کندی کو "تناقض القرآن" لکھنے سے باز رکھ سکے۔ اس نے عرض کی مولا! میں اس کا شاگرد ہوں، بھلا اس کے سامنے لب کشائی کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا یہ تو کر سکتے ہو کہ جو میں کہوں وہ اس تک پہنچا دو۔ اس نے کہا کر سکتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ پہلے تو تم اس سے موافقت پیدا کرو۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور اُس پر اعتبار جماؤ، جب وہ تم سے مانوس ہو جائے اور تمھاری بات توجہ سے سُننے لگے تو اُس سے کہنا کہ مجھے ایک شبہ پیدا ہو گیا ہے۔ آپ اس کو دُور فرما دیں۔ جب وہ کہے کہ بیان کرو تو کہنا کہ "اِنْ اَتَاكَ هٰذَا الْمُتَكَلِّمُ بِهٰذَا الْقُرْآنِ هَلْ يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ مُرَادُهٗ بِمَا تَكَلَّمَ مِنْهُ عَنِ الْمَعَانِيْ الَّتِيْ قَدْ ظَنَنْتَهَا اِنَّكَ ذَهَبْتَهَا اِلَيْهَا۔ اگر اس کتاب یعنی قرآن کا مالک تمھارے پاس اسے لائے تو کیا ہو سکتا ہے کہ اس کلام سے جو مطلب اس کا ہو، وہ تمھارے سمجھے ہوئے معانی و مطالب کے خلاف ہو، جب وہ تمھارا یہ اعتراض سُنے گا تو چونکہ ذہین آدمی ہے۔ فوراً کہے گا کہ بے شک ایسا ہو سکتا ہے۔ جب وہ یہ کہے تو تم اس سے کہنا کہ پھر کتاب "تناقض القرآن" لکھنے سے کیا فائدہ؟ کیونکہ تم اس کے جو معنی سمجھ کر اس پر اعتراض کر رہے ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ خدائی مقصود کے خلاف ہو۔ ایسی صورت میں تمھاری محنت ضائع اور برباد ہو جائے گی۔ کیونکہ تناقض تو جب ہو سکتا ہے کہ تمھارا سمجھا ہوا مطلب صحیح اور مقصود خداوندی کے کے مطابق ہو اور ایسا یقینی طور پر نہیں تو تناقض کہاں رہا؟ الغرض وہ شاگرد اسحاق کندی کے پاس گیا اور اُس نے امام کے بتائے ہوئے اصول پر اُس سے مذکورہ سوال کیا۔ اسحاق کندی یہ اعتراض سُن کر حیران رہ گیا۔ اور کہنے لگا کہ پھر سوال کو دُھراؤ، اس نے پھر اعادہ کیا۔ اسحاق تھوڑی دیر کے لیے محوِ تفکر ہو گیا۔ اور دل میں کہنے لگا کہ بے شک اس قسم کا احتمال باعتبار لغت اور بلحاظ فکر و تدبر ممکن ہے۔ پھر اپنے شاگرد کی طرف متوجہ ہو کر بولا! میں تمھیں قسم دیتا ہوں تم مجھے صحیح صحیح بتاؤ کہ تمھیں یہ اعتراض کس نے بتایا ہے۔ اس نے جواب دیا میرے شفیق اُستاد یہ میرے ہی ذہن کی پیداوار ہے۔ اسحاق نے کہا ہرگز نہیں یہ تمھارے جیسے علم والے کے بس کی چیز نہیں ہے، تم سچ کہو کہ تمھیں کس نے بتایا اور اس اعتراض کی طرف کس نے رہبری کی ہے۔ شاگرد نے کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ مجھے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا تھا اور میں نے انھیں کے بتائے ہوئے اصول پر آپ سے سوال کیا ہے۔ اسحاق کندی بولا الآن جئت بہ اب تم نے سچ کہا ہے ایسے اعتراضات اور ایسی اہم باتیں خاندانِ رسالت ہی سے برآمد ہو سکتی ہیں" ثُمَّ اِنَّهٗ دَعَا بِالنَّارِ وَاَحْرَقَ جَمِيْعَ مَا كَانَ اَلَّفَهٗ" پھر اس نے آگ منگائی اور کتاب "تناقض القرآن" کا سارا مسودہ نذرِ آتش کر دیا۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب مازندرانی جلد ۵ صفحہ ۱۲۷ و بحار الانوار جلد ۱۲ صفحہ ۱۷۲ دمعہ ساکبہ صفحہ ۱۸۳ جلد ۳)۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور خصوصیاتِ مذہب

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ہمارے مذہب میں اُن لوگوں کا شمار ہوگا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جو اصول و فروع اور دیگر لوازم کے ساتھ ان دس چیزوں کے قائل بلکہ ان پر عامل ہوں (۱) شب و روز میں ۵۱ رکعت نماز پڑھنا (۲) سجدہ گاہ کربلا پر سجدہ کرنا (۳) داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا (۴) اذان و اقامت کے جملے دو دو مرتبہ کہنا (۵) اذان و اقامت میں حی علی خیر العمل کہنا (۶) نماز میں بسم اللہ زور سے پڑھنا (۷) ہر دوسری رکعت میں قنوت پڑھنا (۸) آفتاب کی زردی سے پہلے نماز عصر اور تاروں کے ڈوب جانے سے پہلے نماز صبح پڑھنا (۹) سر اور ڈاڑھی میں وسمہ کا خضاب کرنا (۱۰) نماز میت میں پانچ تکبیر کہنا۔ (دمعہ ساکبہ جلد ۳ صفحہ ۱۶۲)۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام اور عیدِ نہم ربیع الاول

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام چند عظیم اصحاب جن میں احمد بن اسحاق قمی بھی تھے ایک دن محمد بن ابی علاء ہمدانی اور یحییٰ بن محمد بن جریج بغدادی کے درمیان ۹ ربیع الاول کے یوم عید ہونے پر گفتگو ہو رہی تھی، بات چیت کی تکمیل کے لیے یہ دونوں احمد بن اسحاق کے مکان پر گئے، دق الباب کیا، ایک عراقی لڑکی نکلی، آنے کا سبب پوچھا۔ کہا، احمد سے ملنا ہے اس نے کہا وہ اعمال کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کیسا عمل ہے؟ لڑکی نے کہا، کہ احمد بن اسحاق نے حضرت امام علی نقی سے روایت کی ہے کہ ۹ ربیع الاول یوم عید ہے اور ہماری بڑی عید ہے اور ہمارے دوستوں کی عید ہے۔ الغرض وہ احمد سے ملے، انھوں نے کہا میں ابھی غسل عید سے فارغ ہوا ہوں اور آج عید نہم ہے۔ پھر انھوں نے کہا کہ میں آج ہی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ ان کے یہاں انگیٹھی سلگ رہی تھی اور تمام گھر کے لوگ اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ خوشبو لگائے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کی ابن رسول اللہ آج کیا کوئی تازہ یوم مسرت ہے۔ فرمایا ہاں آج ۹ ربیع الاول ہے، ہم اہلبیت اور ہمارے ماننے والوں کے لیے یوم عید ہے۔ پھر امام علیہ السلام نے اس دن کے یوم عید ہونے اور رسولِ خدا اور امیر المومنین کے طرزِ عمل کی نشان دہی فرمائی۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام کے پندِ سُودمند

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پند و نصائح حکم اور مواعظ میں سے مشتے نمونہ از خروارے یہ ہیں۔ (۱) دو بہترین عادتیں یہ ہیں کہ اللہ پر ایمان رکھے اور لوگوں کو فائدے پہنچائے۔ (۲) اچھوں کو دوست رکھنے میں ثواب ہے (۳) تواضع اور فروتنی یہ ہے کہ جب کسی کے پاس سے گزرے تو سلام کرے اور مجلس میں معمولی جگہ بیٹھے (۴) بلاوجہ ہنسنا جہالت کی دلیل ہے (۵)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پڑوسیوں کی نیکی کو چھپانا اور برائیوں کو اچھالنا ہر شخص کے لیے کمر توڑ دینے والی مصیبت اور بے چارگی ہے (۶) یہی عبادت نہیں ہے کہ نماز روزے ادا کرتا رہے، بلکہ یہ بھی اہم عبادت ہے کہ خدا کے بارے میں سوچ بچار کرے (۷) وہ شخص بدترین ہے جو دو مونہا اور دو زبانا ہو، جب دوست سامنے آئے تو اپنی زبان سے خوش کر دے اور جب وہ چلا جائے تو اُسے کھا جانے کی تدبیر سوچے۔ جب اُسے کچھ ملے تو یہ حسد کرے۔ اور جب اُس پر کوئی مصیبت آجائے تو قریب نہ پھٹکے (۸) غصہ ہر برائی کی کنجی ہے (۹) حسد کرنے اور کینہ رکھنے والے کو کبھی سکونِ قلب نصیب نہیں ہوتا (۱۰) پرہیزگار وہ ہے کہ جو شبہ کے وقت توقف و تدبر سے کام لے اور ہر امر میں محتاط رہے (۱۱) بہترین عبادت گذار وہ ہے جو فرائض ادا کرتا رہے (۱۲) بہترین متقی اور زاہد وہ ہے جو گناہ مطلقاً چھوڑ دے (۱۳) جو دنیا میں بوؤ گے وہی آخرت میں کاٹو گے (۱۴) موت تمھارے پیچھے لگی ہوئی ہے اچھا بوؤ گے تو اچھا کاٹو گے، بُرا بوؤ گے تو ندامت ہوگی۔ (۱۵) حرص اور لالچ سے کوئی فائدہ نہیں جو ملنا ہے وہی ملے گا (۱۶) ایک مومن دوسرے مومن کے لیے برکت ہے (۱۷) بیوقوف کا دل اُس کے منہ میں ہوتا ہے اور عقلمند کا منہ اُس کے دل میں ہوتا ہے۔ (۱۸) دنیا کی تلاش میں کوئی فریضہ گنوا دینا (۱۹) طہارت میں شک کی وجہ سے زیادتی کرنا غیر ممدوح ہے (۲۰) کوئی کتنا ہی بڑا آدمی کیوں نہ ہو جب وہ حق کو چھوڑ دے گا ذلیل تر ہو جائے گا (۲۱) معمولی آدمی کے ساتھ اگر حق ہو تو وہی بڑا ہے (۲۲) جاہل کی دوستی مصیبت ہے (۲۳) غمگین کے سامنے ہنسنا بے ادبی اور بدعملی ہے (۲۴) وہ چیز موت سے بدتر ہے جو تمہیں موت سے بہتر نظر آئے (۲۵) وہ چیز زندگی سے بہتر ہے جس کی وجہ سے تم زندگی کو بُرا سمجھو (۲۶) جاہل کی دوستی اور اس کے ساتھ گذارا کرنا معجزہ کے مانند ہے (۲۷) کسی کی پرانی بُری عادت کو چھڑانا اعجاز کی حیثیت رکھتا ہے (۲۸) تواضع ایسی نعمت ہے جس پر حسد نہیں کیا جا سکتا (۲۹) اس انداز سے کسی کی تعظیم نہ کرو جسے وہ برا سمجھے (۳۰) اپنے بھائی کی پوشیدہ نصیحت کرنی اس کی زینت کا سبب ہوتا (۳۱) کسی کی علانیہ نصیحت کرنا برائی کا پیش خیمہ ہے (۳۲) ہر بلا اور مصیبت کے پس منظر میں رحمت اور نعمت ہوتی ہے (۳۳) میں اپنے ماننے والوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈریں۔ دین کے بارے میں پرہیزگاری کو شعار بنالیں خدا کے متعلق پوری سعی کریں اور اُس کے احکام کی پیروی میں کمی نہ کریں۔ سچ بولیں۔ امانتیں چاہے مومن کی ہوں یا کافر کی، ادا کریں۔ اور اپنے سجدوں کو طول دیں اور سوالات کے شیریں جواب دیں تلاوت قرآن مجید کیا کریں۔ موت اور خدا کے ذکر سے کبھی غافل نہ ہوں (۳۴) جو شخص دنیا سے دل کا اندھا اُٹھے گا، آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔ دل کا اندھا ہونا ہماری مودت سے غافل رہنا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ قیامت کے دن ظالم کہیں گے "رب لما حشرتنی اعمی وکنت بصیراً میرے پالنے والے ہم تو دنیا میں بینا تھے۔ ہمیں یہاں اندھا کیوں اٹھایا ہے۔ جواب ملے گا۔ ہم نے جو نشانیاں بھیجی تھیں تم نے انھیں نظر انداز کیا تھا۔ لوگو! اللہ کی نعمت اللہ کی نشانیاں ہم آلِ محمدؐ ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دو شنبہ کے شر و نحوست سے بچنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے کہ نماز صبح کی رکعت اول میں سورہ " ہل اتی "۔ پڑھنا چاہیئے، نیز یہ فرمایا ہے کہ نہار منہ خربوزہ نہیں کھانا چاہیئے کیونکہ اس سے فالج کا اندیشہ ہے۔ (بحار جلد ۱۴)۔

امام مہدی علیہ السّلام کی وِلادت باسعادت

۱۵ شعبان ۲۵۵ھ میں بطنِ جنابِ نرگس خاتون سے قائمِ آلِ محمدؐ حضرت امام مہدی علیہ السّلام کی ولادت باسعادت ہوئی، امام حسن عسکری علیہ السّلام نے دشمنوں کے خوف سے آپ کی ولادت کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔ ملّا جامی لکھتے ہیں کہ امام مہدی کی ولادت کے بعد حضرت جبرئیل انھیں پرورش و پرداخت کے لیے اٹھا کر لے گئے (شواہد النبوۃ) علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ آپ تین سال کی عمر میں دیکھے گئے اور آپ نے حجۃ اللہ ہونے کا اظہار کیا۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۳۰)۔

معتمد عباسی کی خلافت اور امام حسن عسکری علیہ السّلام کی گرفتاری

گر قلم در دستِ غدّار بود
لا جرم منصور بر دار بود

۲۵۶ھ میں معتمد عباسی خلافتِ مقبوضہ کے تخت پر متمکن ہوا۔ اس نے حکومت کی عنان سنبھالتے ہی اپنے آبائی طرزِ عمل کو اختیار کرنا اور جدی کردار کو پیش کرنا شروع کر دیا اور دل سے اس کی سعی شروع کر دی کہ آلِ محمدؐ کے وجود سے زمین خالی ہو جائے، یہ اگرچہ حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لیتے ہی ملکی بغاوت کا شکار ہو گیا تھا۔ لیکن پھر بھی اپنے وظیفے اور اپنے مشن سے غافل نہیں رہا۔ اس نے حکم دیا کہ عہدِ حاضر میں خاندانِ رسالتؐ کی یادگار امام حسن عسکری کو قید کر دیا جائے اور انھیں قید میں کسی قسم کا سکون نہ دیا جائے۔ حکم حاکم مرگِ مفاجات آخر امام علیہ السّلام بلا جرم وخطا آزاد فضا سے قید خانہ میں پہنچا دیئے گئے، اور آپ پر علی بن اوتاشش نامی ایک ناصبی مسلّط کر دیا گیا جو آلِ محمدؐ اور آلِ ابی طالب کا سخت ترین دشمن تھا اور اس سے کہہ دیا گیا کہ جو جی چاہے کرو، تم سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ ابنِ اوتاش نے حسب ہدایت آپ پر طرح طرح کی سختیاں شروع کر دیں۔ اس نے نہ خدا کا خوف کیا نہ پیغمبر کی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

اولاد ہونے کا لحاظ کیا، لیکن اللہ رے آپ کا زہد و تقویٰ کہ دو چار ہی یوم میں دشمن کا دل موم ہو گیا اور وہ حضرت کے پیروں پر پڑ گیا۔ آپ کی عبادت گزاری اور تقویٰ و طہارت دیکھ کر وہ اتنا متاثر ہوا کہ حضرت کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ نہ سکتا تھا۔ آپ کی عظمت و جلالت کی وجہ سے سر جھکا کر آتا اور چلا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ وقت آگیا کہ دشمن بصیرت آگیں بن کر آپ کا معترف اور ماننے والا ہو گیا۔ (اعلام الوریٰ صـ۲۱۸)۔

ابو ہاشم داؤد بن قاسم کا بیان ہے کہ میں اور میرے ہمراہ حسن بن محمد القتفی و محمد بن ابراہیم عمری اور دیگر بہت سے حضرات اس قید خانہ میں آل محمدؐ کی محبت کے جرم کی سزا بھگت رہے تھے کہ ناگاہ ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارے امام زمانہ حضرت حسن عسکری علیہ السلام بھی تشریف لا رہے ہیں۔ ہم نے ان کا استقبال کیا وہ تشریف لا کر قید خانہ میں ہمارے پاس بیٹھ گئے، اور بیٹھتے ہی ایک اندھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ شخص نہ ہوتا تو میں تمہیں یہ بتا دیتا کہ اندرونی معاملہ کیا ہے اور تم کب رہا ہو گے۔ لوگوں نے یہ سن کر اس اندھے سے کہا کہ تم ذرا ہمارے پاس سے چند منٹ کے لیے ہٹ جاؤ، چنانچہ وہ ہٹ گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ نابینا "قیدی" نہیں ہے بلکہ تمہارے لیے حکومت کا جاسوس ہے۔ اس کی جیب میں ایسے کاغذات موجود ہیں جو اس کی جاسوسی کا ثبوت دیتے ہیں۔ یہ سن کر لوگوں نے اس کی تلاشی لی اور واقعہ بالکل صحیح نکلا۔ ابو ہاشم کہتے ہیں کہ ہم قید کے ایام گزار رہے تھے کہ ایک دن غلام کھانا لایا۔ حضرت نے شام کا کھانا لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ میرا افطار قید سے باہر ہو گا۔ اس لیے کھانا نہ لوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ عصر کے وقت قید خانہ سے برآمد ہو گئے ——

(اعلام الوریٰ صـ۲۱۴)۔

اسلام پر امام حسن عسکریؑ کا احسان عظیم واقعۂ قحط

امام علیہ السلام قید خانہ ہی میں تھے کہ سامرہ میں جو تین سال سے قحط پڑا ہوا تھا اس نے شدت اختیار کر لی اور لوگوں کا حال یہ ہو گیا کہ مرنے کے قریب پہنچ گئے۔ بھوک اور پیاس کی شدت نے زندگی سے عاجز کر دیا۔ یہ حال دیکھ کر خلیفہ معتمد عباسی نے لوگوں کو حکم دیا کہ تین دن تک باہر نکل کر نماز استسقا پڑھیں۔ چنانچہ سب نے ایسا کیا، مگر پانی نہ برسا، چوتھے روز بغداد کے نصاریٰ کی جماعت صحرا میں آئی اور ان میں سے ایک راہب نے آسمان کی جانب اپنا ہاتھ بلند کیا، اس کا ہاتھ بلند ہونا تھا کہ بادل چھا گئے اور پانی برسنا شروع ہوا۔ اسی طرح اس راہب نے دوسرے دن بھی عمل کیا اور بدستور اس دن بھی باران رحمت کا نزول ہوا، یہ حالت دیکھ کر سب کو نہایت تعجب ہوا حتیٰ کہ بعض

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جاہلوں کے دلوں میں شک پیدا ہو گیا، بلکہ بعض اُن میں سے اُسی وقت مُرتد ہو گئے۔ یہ واقعہ خلیفہ پر بہت شاق گزرا اور اُس نے امام حسن عسکریؑ کو طلب کر کے کہا، اے ابو محمد اپنے جد کے کلمہ گویوں کی خبر لو، اور اُن کو ہلاکت یعنی گمراہی سے بچاؤ۔ حضرت امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کہ اچھا راہبوں کو حکم دیا جائے کہ کل پھر وہ میدان میں آکر دُعائے باراں کریں، انشاء اللہ تعالیٰ میں لوگوں کے شکوک زائل کر دوں گا۔ پھر جب دوسرے دن وہ لوگ میدان میں طلبِ باراں کے لیے جمع ہوئے تو اس راہب نے معمول کے مطابق آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیا ناگہاں آسمان پر ابر نمودار ہوا اور مینہ برسنے لگا۔ یہ دیکھ کر امام حسن عسکریؑ نے ایک شخص سے کہا کہ راہب کا ہاتھ پکڑ کر جو چیز راہب کے ہاتھ میں ملے "لے لے"۔ اُس شخص نے راہب کے ہاتھ میں ایک ہڈی دبی ہوئی پائی اور اس سے لے کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی۔ انھوں نے راہب سے فرمایا کہ اب تو ہاتھ اٹھا کر بارش کی دُعا کر۔ اُس نے ہاتھ اُٹھایا تو بجائے بارش ہونے کے مطلع صاف ہو گیا اور دھوپ نکل آئی، لوگ کمال متعجب ہوئے اور خلیفہ معتمد نے حضرت امام حسن عسکری سے پوچھا، کہ اے ابو محمد یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک نبی کی ہڈی ہے جس کی وجہ سے راہب اپنے مدعا میں کامیاب ہوتا رہا۔ کیونکہ نبی کی ہڈی کا یہ اثر ہے کہ جب وہ زیرِ آسمان کھولی جائے گی، تو بارانِ رحمت ضرور نازل ہو گا۔ یہ سُن کر لوگوں نے اس ہڈی کا امتحان کیا تو اُس کی وہی تاثیر دیکھی جو حضرت امام حسن عسکریؑ نے بیان کی تھی۔ اس واقعہ سے لوگوں کے دلوں کے وہ شکوک زائل ہو گئے جو پہلے پیدا ہو گئے تھے۔ پھر امام حسن عسکری علیہ السلام اس ہڈی کو لے کر اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ (صواعق محرقہ ص۱۲۴ و کشف الغمہ ص۱۲۹)۔

پھر آپ نے اس ہڈی کو کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔ (اخبار الدول ص۱۱۷) شیخ شہاب الدین قلیوبی نے کتاب غرائب و عجائب میں اس واقعہ کو صوفیوں کی کرامات کے سلسلہ میں لکھا ہے بعض کتابوں میں ہے کہ ہڈی کی گرفت کے بعد آپ نے نماز ادا کی اور دُعا فرمائی۔ خداوند عالم نے اتنی بارش کی کہ جل تھل ہو گیا اور قحط جاتا رہا۔ یہ بھی مرقوم ہے کہ امام علیہ السلام نے قید سے نکلتے وقت اپنے ساتھیوں کی رہائی کا مطالبہ فرمایا تھا جو منظور ہو گیا تھا، اور وہ لوگ بھی راہب کی ہوا اکھاڑنے کے لیے ہمراہ تھے۔ (نور الابصار ص۱۵۱) ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے دُعائے باران کی اور ابر آیا تو آپ نے فرمایا کہ فلاں ملک کے لیے ہے اور وہ وہیں چلا گیا، اسی طرح کئی بار ہوا پھر وہاں برسا۔

واقعہ قحط کے بعد

سنہ ۲۵۶ھ کے اخیر میں واقعہ قحط کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا چرچا تمام عالم میں پھیل گیا۔ اب کیا تھا موافق و مخالف

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سب ہی کا میلان اور رجحان آپ کی طرف ہونے لگا، آپ کے وہ ماننے والے جن کے دلوں میں آلِ محمدؐ کی مودت کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ کسی صورت سے امام کی خدمت میں امام مہدی علیہ السلام کی ولادت کی مبارکباد پیش کریں۔ لیکن اس کا موقع نہ ملتا تھا کیونکہ یا امام قید میں ہوتے یا حراست میں، اُن سے ملنے کی کسی کو اجازت نہ ہوتی تھی، لیکن قحط کے واقعہ سے اتنا ہوا کہ آپ تقریباً ایک سال قید خانے سے باہر رہے۔ اسی دوران میں لوگوں نے مسائل وغیرہ دریافت کئے اور جو لوگ زیارت کے مشتاق تھے انھوں نے زیارت کی اور جو خفیہ تہنیت ولادت حضرت حجت علیہ السلام ادا کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے تہنیت ادا کی۔ علامہ محمد باقر لکھتے ہیں کہ ۲۶۰ھ میں تقریباً ۴۰ آدمی مدائن سے کربلا ہوتے ہوئے سامرہ پہنچے اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر تہنیت گذار ہوئے۔ حضرت نے فرطِ مسرت کے آنکھوں میں آنسو بھر کر ان کا استقبال کیا اور ان کے سوالات کے جوابات دیئے۔ (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۶۲)۔

عقیدت مندوں کی آمد کا چونکہ تانتا بندھ گیا تھا اس لیے خلیفہ معتمد نے آپ کے حالات کی نگرانی کے لیے بے شمار جاسوس مقرر کر دیے۔ امام علیہ السلام جنھیں حکومت کی نیت کا بہت اچھی طرح علم تھا خاموشی اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگے اور آپ نے اس کا التزام رکھا کہ ملکی معاملات پر کوئی تبصرہ نہ کیا جائے اور صرف دینی امور سے بحث کی جائے۔ چنانچہ ۲۵۹ھ کے اخیر تک یہی کچھ ہوتا رہا۔ لیکن خلیفہ مطمئن نہ ہوا۔ اور اس نے حسب عادت روک ٹوک شروع کی اور سب سے پہلے اس نے خمس کی آمد کی بندش کر دی۔

امام حسن عسکریؑ اور عبیداللہ وزیرِ معتمد عباسی

اسی زمانہ میں ایک دن حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام متوکل کے وزیر فتح ابن خاقان کے بیٹے عبیداللہ ابن خاقان جو کہ معتمد کا وزیر تھا ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔ اس نے آپ کی بے انتہا تعظیم کی اور آپ سے اس طرح محو گفتگو رہا کہ معتمد کا بھائی موفق دربار میں آیا تو اُس نے کوئی پرواہ نہ کی۔ یہ حضرت کی جلالت اور خدا کی دی ہوئی عزت کا نتیجہ تھا۔ ہم اس واقعہ کو عبیداللہ کے بیٹے احمد خاقان کی زبانی بیان کرتے ہیں کتب معتبرہ میں ہے کہ جس زمانہ میں احمد خاقان قم کا والی تھا اُس کے دربار میں ایک دن علویوں کا تذکرہ چھڑ گیا۔ وہ اگرچہ دشمن آلِ محمدؐ ہونے میں مثالی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ میری نظر میں امام حسن عسکریؑ سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ ان کی جو وقعت ان کے ماننے والوں اور ارکین دولت کی نظر میں تھی وہ ان کے عہد میں کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ سنو! ایک مرتبہ میں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اپنے والد عبید اللہ ابن خاقان کے پاس کھڑا ہوا تھا کہ ناگاہ دربان نے آکر اطلاع دی کہ امام حسن عسکری تشریف لائے ہوئے ہیں وہ اجازت داخلہ چاہتے ہیں۔ یہ سن کر میرے والد نے پکار کر کہا کہ حضرت ابن الرضا کو آنے دو، والد نے چونکہ کنیت کے ساتھ نام لیا تھا اس لیے مجھے سخت تعجب ہوا کیونکہ اس طرح خلیفہ یا ولیعہد کے علاوہ کسی کا نام نہیں لیا جاتا تھا۔ اس کے بعد ہی میں نے دیکھا کہ ایک صاحب جو سبز رنگ، خوش قامت، خوب صورت، نازک اندام جوان تھے داخل ہوئے۔ جن کے چہرے سے رعب و جلال ہویدا تھا، میرے والد کی نظر جونہی اُن کے اوپر پڑی وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اُن کے استقبال کے لیے آگے بڑھے اور انھیں سینے سے لگا کر اُن کے چہرہ اور سینہ کا بوسہ دیا۔ اور اپنے مصلّے پر اُن کو بٹھالیا، اور کمال ادب سے اُن کی طرف مخاطب رہے۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کہتے تھے۔ میری جان آپ پر قربان اے فرزندِ رسولؐ۔ اسی اثنا میں دربان نے آکر اطلاع دی کہ خلیفہ کا بھائی موفق آیا ہے۔ میرے والد نے کوئی توجہ نہ کی، حالانکہ اس کا عموماً یہ اعزاز رہتا تھا کہ جب تک واپس نہ چلا جائے۔ دربار کے لوگ دو رویہ سر جھکائے کھڑے رہتے تھے یہاں تک کہ موفق کے غلامانِ خاص کو اس نے اپنی نظروں سے دیکھ لیا۔ انھیں دیکھنے کے بعد میرے والد نے کہا یا ابن رسول اللہ اگر اجازت ہو تو موفق سے کچھ باتیں کر لوں۔ حضرت نے وہاں سے اٹھ کر روانہ ہو جانے کا ارادہ کیا۔ میرے والد نے انھیں سینے سے لگایا اور دربانوں کو حکم دیا کہ انھیں دو مکمل صفوں کے درمیان سے لے جاؤ کہ موفق کی نظر آپ پر نہ پڑنے۔ چنانچہ حضرت اسی انداز سے واپس تشریف لے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد میں نے خادموں اور غلاموں سے کہا کہ وائے ہو تم نے کنیت کے ساتھ کس کا نام لے کر اسے میرے والد کے سامنے پیش کیا تھا جس کی اس نے اس درجہ تعظیم کی جس کی مجھے توقع نہ تھی۔ اُن لوگوں نے پھر کہا کہ یہ شخص سادات علویین سے تھا۔ اس کا نام حسن بن علی اور کنیت ابن الرضا ہے، یہ سُن کر میرے غم و غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی اور میں دن بھر اسی غصہ میں بھنتا رہا کہ علوی سادات کی میرے والد نے اتنی عزت و توقیر کیوں کی یہاں تک کہ رات آگئی، میرے والد نماز میں مشغول تھے۔ جب وہ فریضہ عشاء سے فارغ ہوئے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے پوچھا اے احمد اس وقت آنے کا کیا سبب ہے، میں نے عرض کی کہ اجازت دیجیے تو میں کچھ پوچھوں۔ انھوں نے فرمایا کہ جو جی چاہے پوچھو۔ میں نے کہا یہ کون شخص تھا؟ جو صبح آپ کے پاس آیا تھا۔ جس کی آپ نے زبردست تعظیم کی اور ہر بات میں اپنے کو اور اپنے باپ کو اس پر سے فدا کرتے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ اے فرزند یہ رافضیوں کے امام ہیں ان کا نام حسن بن علی اور ان کی مشہور کنیت ابن الرضا ہے۔ یہ فرما کر وہ تھوڑی دیر چپ رہے۔ پھر بولے اے فرزند یہ وہ کامل انسان ہے کہ اگر عباسیوں سے سلطنت چلی جائے تو اس وقت دُنیا میں اس سے زیادہ اس حکومت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مستحق کوئی نہیں ہے۔ یہ شخص عفت، زہد، کثرتِ عبادت، حسنِ اخلاق، صلاح، تقویٰ وغیرہ میں تمام بنی ہاشم سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ اور اے فرزند اگر تو ان کے باپ کو دیکھتا تو حیران رہ جاتا۔ وہ اتنے صاحبِ کرم اور فاضل تھے کہ ان کی مثال بھی نہیں تھی۔ یہ سب باتیں سن کر میں خاموش تو ہوگیا۔ لیکن والد سے حد درجہ ناخوش رہنے لگا۔ اور ساتھ ہی ساتھ ابن الرضا کے حالات کا تجسس کرنا اپنا شیوہ بنا لیا۔ اس سلسلہ میں میں نے بنی ہاشم، امرائے لشکر، منشیانِ دفتر، قضاۃ اور فقہا اور عوام الناس سے حضرت کے حالات کا استفسار کیا۔ سب کے نزدیک حضرت ابن الرضا کو جلیل القدر اور عظیم پایا اور سب نے بالاتفاق یہی بیان کیا کہ اس مرتبہ اور ان خوبیوں کا کوئی شخص کسی خاندان میں نہیں ہے جب میں نے ہر ایک دوست اور دشمن کو حضرت کے بیانِ اخلاق اور اظہارِ مکارمِ اخلاق میں متفق پایا تو میں بھی ان کا دل سے ماننے والا ہوگیا۔ اور اب ان کی قدر و منزلت میرے نزدیک بے انتہا ہے۔ یہ سن کر تمام اہلِ دربار خاموش ہو گئے۔ البتہ ایک شخص بول اٹھا کہ اے احمد تمھاری نظر میں ان کے برادر جعفر کی کیا حیثیت ہے۔ احمد نے کہا کہ ان کے مقابلہ میں اس کا کیا ذکر کرتے ہو وہ تو علانیہ فسق و فجور کا ارتکاب کرتا تھا۔ وہ مے خوار تھا، خفیف العقل تھا، انواع ملاہی و مناہی کا مرتکب ہوتا تھا، ابن الرضا کے بعد جب خلیفہ معتمد سے اس نے ان کی جانشینی کا سوال کیا تو اس نے اس کے کردار کی وجہ سے اسے دربار سے نکلوا دیا تھا۔ (مناقب ابن آشوب جلد ۵ صفحہ ۱۲۴ و ارشاد مفید صفحہ ۵۰۵) بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ گفتگو امام حسن عسکری کی شہادت کے ۱۸ سال بعد ماہِ شعبان ۲۷۸ھ کی ہے (دمعہ ساکبہ صفحہ ۱۹۲ جلد ۳ طبع نجفِ اشرف)۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی دوبارہ گرفتاری

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ خلفائے بنی عباسیہ خوب جانتے تھے کہ سلسلہ آلِ محمد کے وہ افراد جو رسول خدا کی صحیح جانشینی کے مصداق و حقدار ہو سکتے ہیں، وہ یہی افراد ہیں جن میں سے گیارھویں ہستی امام حسن عسکری علیہ السلام کی ہے اس لیے ان کا فرزند وہ ہو سکتا ہے جس کے بارے میں رسول صلعم کی پیشین گوئی صحیح قرار پا سکے۔ لہٰذا کوشش یہ تھی کہ ان کی زندگی کا دنیا سے خاتمہ ہو جائے۔ اس طرح کہ ان کا جانشین دنیا میں موجود نہ ہو، یہی سبب تھا کہ امام حسن عسکری کے لیے نظر بندی پر اکتفا نہیں کی گئی جو امام علی نقی کے لیے ضروری سمجھی گئی تھی، بلکہ آپ کے لیے اپنے گھر بار سے الگ قیدِ تنہائی کو ضروری سمجھا گیا یہ اور بات ہے کہ قدرتی انتظام کے ماتحت درمیان میں انقلاباتِ سلطنت کے واقعے آپ کی قیدِ مسلسل کے بیچ بیچ میں قیدِ رہائی کے سامان پیدا کر دیا کرتے تھے۔ مگر پھر بھی جو بادشاہ تخت پر بیٹھتا وہ اپنے پیش رو کے نظریے کے مطابق آپ کو دوبارہ مقید کرنے پر تیار ہو جاتا تھا اس

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس طرح آپ کی مختصر زندگی جو دورِ امامت کے بعد تھی اس کا بیشتر حصّہ قید و بندھی میں گزرا۔ اس قید کی سختی معتمد کے زمانہ میں بہت بڑھ گئی تھی۔ اگرچہ وہ مثل دیگر سلاطین کے آپ کے مرتبہ اور حقانیت سے خوب واقف تھا لیکن پھر بھی وہ بغض نبی کو چھوڑ نہ سکا اور دستورِ سابق کے مطابق انھیں تنگی کی منزل آخر تک پہنچانے کے درپے رہا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نظر بندیوں سے مطمئن نہ ہو سکا اور اُس نے ۲۵۵ھ میں امام علیہ السّلام کو پھر مقید کر دیا۔ (اعلام الوریٰ ص ۲۱۴) اور اب کے مرتبہ چونکہ نیت بالکل خراب تھی اس لیے قید میں بھی پوری سختی کی گئی۔ حکم تھا کہ آپ کے ساتھ کسی قسم کی کوئی رعایت نہ کی جائے۔ چنانچہ یہی کچھ ہوتا رہا۔ لیکن اُسے اس سے تسلّی نہ ہوئی اور اُس نے اپنے ایک ظالم خدمت گار جس کا نام "نحریر" تھا۔ کو بلا کر کہا کہ انھیں تو اپنی نگرانی میں لے لے اور جس درجہ ستا سکے انھیں پریشان کر۔ نحریر نے حکم پاتے ہی تشدد شروع کر دیا۔ امام کو دن کی روشنی اور پانی کی فراوانی تک سے محروم کر دیا۔ آپ کو دن اور رات کا پتہ سورج کی روشنی سے نہ چلتا تھا صرف تاریکی ہی رہتی تھی۔ ایک دن اس کی بیوی نے اس سے درخواست کی کہ فرزندِ رسولؐ ہے اس کے ساتھ تمہارا یہ برتاؤ اچھا نہیں ہے اس نے کہا یہ کیا ہے ابھی تو انھیں جانوروں سے پھڑوانا باقی ہے۔

حجتہ خدا درندوں میں

چنانچہ اس نے اجازت حاصل کر کے امام حسن عسکری علیہ السّلام کو درندوں میں ڈال دیا۔ شیر اور دیگر درندوں کی نظر جب آپ پر پڑی تو انھوں نے حجتہ خدا کو پہچان لیا اور انھیں چیرنے پھاڑنے کے بجائے اُن کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ امام علیہ السّلام نے ان کے درمیان مصلّیٰ بچھا کر نماز پڑھنا شروع کر دیا۔ دشمنوں نے ایک بلند مقام سے یہ حال دیکھا اور سخت شرمندہ ہو کر امام کی فضیلت کا اعتراف کیا۔ (اعلام الوریٰ ص ۲۱۶ کشف الغمہ ص ۱۲۷ ارشاد ص ۵۱۴)۔

اس واقعہ نے آپ کی دبی ہوئی فضیلت کو اور اُبھار دیا، لوگوں میں اس کرامت کا چرچا ہو گیا۔ اب تو معتمد کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ انھیں جلد سے جلد اس دارِ فانی سے رخصت کر دے۔ چنانچہ اس نے ایک ایسے قید خانے میں آپ کو مقید کر دیا۔ جس میں رہ کر زندہ رہنے سے موت بہتر تھی۔

امام حسن عسکری علیہ السّلام کی شہادت

امام یازدہم حضرت حسن عسکری علیہ السّلام قید و بند کی زندگی گزارنے کے دوران میں ایک دن اپنے خادم ابوالادیان سے ارشاد فرماتے ہوئے کہ تم جب اپنے سفر مدائن سے ۱۵ یوم کے بعد پلٹو گے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تو میرے گھر سے شیون و بکا کی آواز آتی ہوگی۔ (جلاء العیون ص۲۹۹) نیز آپ کا یہ فرمانا بھی منقول ہے کہ ۲۶۰ھ میں میرے ماننے والوں کے درمیان انقلاب عظیم آئے گا۔ (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص۱۷۷)۔

الغرض امام حسن عسکری علیہ السلام کو بتاریخ یکم ربیع الاول ۲۶۰ھ معتمد عباسی نے زہر دلوا دیا اور آپ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو جمعہ کے دن بوقت نماز صبح خلعت حیات ظاہری اتار کر بطرف ملک جاودانی رحلت فرما گئے۔ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن" (صواعق محرقہ ص۱۲۴ وفصول المہمہ وارجح المطالب ص۴۶۳ جلاء العیون ص۲۹۶۔ انوار الحسینیہ جلد ۳ ص۵۶)۔ علماء کا بیان ہے کہ وفات سے قبل آپ نے امام مہدی علیہ السلام کے سپرد تبرکات فرما دیے تھے۔ (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص۱۹۲) انتقال کے وقت آپ کی عمر ۲۸ سال کی تھی۔ صواعق محرقہ ص۱۲۴) علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ آپ نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے علاوہ کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ (مطالب السؤل ص۲۹۲ وصواعق محرقہ ص۱۲۴، نور الابصار ارجح المطالب ص۴۶۲، کشف الغمہ ص۱۲۶ و اعلام الوریٰ ص۲۱۸)۔

شہادت کے بعد

واقعہ قحط، درندوں کی سجدہ ریزی اور آپ کی مظلومیت کی وجہ سے ہر کس و مہ کے دل میں آپ کی وقعت آپ کی محبت جاگزیں ہو چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی رحلت کی خبر کا شہرت پانا تھا کہ ہر گھر سے رونے کی آوازیں آنے لگیں، ہر دل میں اضطراب کی لہریں دوڑنے لگیں شور و شیون سے سامرہ کی گلیاں قیامت کا منظر پیش کرنے لگیں۔ علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق جب پندرہ دن کے بعد ابو الادیان داخل سامرہ ہوئے تو آپ شہید ہو چکے تھے اور شیون و ماتم کی آوازیں بلند تھیں۔ (جلاء العیون ص۲۹۷)۔

امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ آپ کے انتقال کی خبر کے مشہور ہوتے ہی تمام سامرہ میں ہلچل مچ گئی، ہر طرف سے رونے پیٹنے کا شور بلند ہو گیا، بازاروں میں ہڑتال ہو گئی۔ دکانیں بند ہو گئیں کہ تمام بنی ہاشم اور حاکمان قصاص۔ ارکان عدالت۔ اعیان حکومت۔ منشی، قاضی اور عامہ خلائق آپ کے جنازے میں شرکت کے لیے دوڑ پڑے۔ سر من رائے اس دن قیامت کا نمونہ تھا (نور الابصار ص۱۶۸ فصول مہمہ ارجح المطالب ص۴۶۸)۔

غرضکہ نہایت تزک و احتشام اور ظاہری شان و شوکت کے ساتھ آپ کا جنازہ اٹھایا گیا اور اُس مقام پہ لے جا کر رکھا گیا جس جگہ نماز پڑھائی جاتی تھی اتنے میں معتمد کے حکم سے عیسیٰ بن متوکل جو عموماً نماز میت پڑھایا کرتا تھا آگے بڑھا اور اُس نے چہرے سے کفن سرکا کر بنی ہاشم علوی و عباسی اور سب امیروں منشیوں۔ قاضیوں غرضکہ کل اشراف و اعیان کو دکھاتے ہوئے کہا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ثمات حتف انفہ علی فراشہ"۔ دیکھو یہ اپنی موت سے مرے ہیں یعنی انھیں کسی نے کچھ کھلایا نہیں ہے۔ (تذکرۃ المعصومین ص ۲۲۹) اس کے بعد جعفر تو اب نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے۔ ابھی آپ تکبیرۃ الاحرام نہ کہنے پائے تھے کہ محمد بن حسن القائم المہدی برآمد ہو کر سامنے آگئے اور آپ نے اپنے چچا کو ہٹا کر نماز جنازہ پڑھائی۔ (جلاء العیون ص ۲۹۲) اس کے بعد آپ کو امام علی نقی علیہ السلام ہی کے روضہ مبارک میں دفن کر دیا گیا۔ (ارجح المطالب ص ۲۶۴) یہ آپ کی خاندانی کرامت ہے کہ آپ کے روضہ پر طائر بیٹ نہیں کرتے۔ (ومعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۷۹ طبع نجف اشرف)۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی تدفین کے بعد امام مہدی علیہ السلام کے تجسس میں آپ کے گھر کی تلاشی لی گئی اور آپ کی عورتوں کو گرفتار کیا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ امام مہدی کو گرفتار کرکے قتل کر دیا جائے تاکہ خاندان رسالت کا خاتمہ ہو جائے۔ اور قیامت کے قریب عدل و انصاف کی بستی نہ بسائی جا سکے۔ اور ظالموں کے ظلم کا بدلا نہ لایا جا سکے لیکن خداوند عالم نے اپنے وعدہ "واللہ متم نورہ" کے مطابق انھیں اس ظالم معتمد کے دسترس سے محفوظ کر دیا۔ اب انشاء اللہ جب حکم خدا ہوگا ظہور فرمائیں گے "عجل اللہ فرجہ"۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

١٤

قائم آلِ محمدؐ

ابوالقاسم

حضرت

امام محمد مہدی

علیہ السلام

صاحب الزمان

ہے یہ خالق کی عدالت کا تقاضہ دمبدم! — مان لیا ہے اگر کوئی تو جہاں پرور بھی ہو

چھپ کے جب پردے میں بیٹھا ہے یہ لیکن — ہے تقاضا عدل کا پردے میں اک رہبر بھی ہو

(رسا بر تھانوی کراچی)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱۴

حضرت امام محمدؐ مہدی علیہ السلام

یا الٰہی مہدیم از غیب آر
تا بگردد، درجہاں عدل آشکار

امام زمانہ حضرت امام مہدی علیہ السلام سلسلہ عصمت محمدیہ کی چودھویں اور سلک امامت علویہ کی بارھویں کڑی ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور والدہ ماجدہ جناب نرجس[1] خاتون تھیں۔

آپ اپنے آباؤ اجداد کی طرح امام منصوص، معصوم، اعلم زمانہ اور افضل کائنات ہیں۔ آپ بچپن ہی میں علم و حکمت سے بھرپور تھے۔ (صواعق محرقہ ص۱۲۴) آپ کو پانچ سال کی عمر میں ویسی ہی حکمت دے دی گئی تھی، جیسی حضرت یحییٰ کو ملی تھی، اور آپ بطن مادر میں اسی طرح امام قرار دیئے گئے تھے، جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی قرار پائے تھے۔ (کشف الغمہ ص۱۳۰) آپ انبیاء سے بہتر ہیں (اسعاف الراغبین ص۱۲۸) آپ کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے شمار پیشین گوئیاں فرمائی ہیں اور اس کی وضاحت کی ہے کہ آپ حضورؐ کی عترت اور حضرت فاطمۃ الزہرا کی اولاد سے ہوں گے۔ ملاحظہ ہو جامع صغیر سیوطی ص۱۶۰ طبع مصر و مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص۸۴ طبع مصر و کنوز الحقائق ص۱۲۲ و مستدرک جلد ۴ ص۵۲۰ و مشکوٰۃ شریف) آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ امام مہدی کا ظہور آخر زمانہ میں ہوگا۔ اور حضرت عیسیٰ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری پ ۱۴ ص۳۹۹ و صحیح مسلم جلد ۲ ص۹۵، صحیح ترمذی ص۲۷۰ و صحیح ابوداؤد جلد ۲ ص۲۱۰ و صحیح ابن ماجہ ص۳۰۹

---

[1] نرجس ایک مشہور پھول کو کہتے ہیں جس کے پھول کی شعراء آنکھوں سے تشبیہ دیتے ہیں (المنجد ص۸۱۸) منتہی الارب جلد ۴ ص۲۲۷ میں ہے کہ یہ لفظ دخیل اور معرب یعنی کسی دوسری زبان سے لایا گیا ہے۔ صراح ص۲۳۵ اور لغات صدیق حسن ص۳۸ میں ہے کہ لفظ نرجس، نرگس سے معرب ہے جو کہ فارسی ہے، رسالہ آج کل لکھنؤ کے سالنامہ ۱۹۴۶ء کے ص۱۱۸ میں ہے کہ یہ لفظ یونانی نرکسوس سے معرب ہے، جیسے لاطینی میں نرسسس اور انگریزی میں "نرسی سس" کہتے ہیں۔ ۱۲ ☆

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وصـ۲۰۹ وجامع صغیر صـ۱۳۴ وکنوز الحقائق صـ۹۰) آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ امام مہدی میرے خلیفہ کی حیثیت سے ظہور کریں گے اور "یختم الدین بہ کما فتح بنا"۔ جس طرح میرے ذریعے سے دینِ اسلام کا آغاز ہوا۔ اسی طرح اُن کے ذریعے سے مُہرِ اختتام لگا دی جائے گی۔ ملاحظہ ہو کنوز الحقائق صـ۲۰۹، آپ نے اس کی بھی وضاحت فرمائی ہے، کہ امام مہدی کا اصل نام میرے نام کی طرح "محمد" اور کنیت میری کنیت کی طرح "ابوالقاسم" ہوگی، وہ جب ظہور کریں گے تو ساری دنیا کو عدل وانصاف سے اُسی طرح پُر کر دیں گے، جس طرح وہ اس وقت ظلم وجور سے بھری ہوگی، ملاحظہ ہو (جامع صغیر صـ۱۰۴ ومستدرک امام حاکم صـ۴۲۲ و۴۱۵) ظہور کے بعد اُن کی فوراً بیعت کرنی چاہیئے کیونکہ وہ خدا کے خلیفہ ہوں گے۔ (سنن ابن ماجہ اُردو صـ۲۶۱ طبع کراچی ۱۳۷۷ھ)۔

حضرتِ امام محمد مہدی علیہ السّلام کی ولادتِ باسعادت

مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ کی ولادتِ باسعادت ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ یوم جمعہ بوقت طلوع فجر واقع ہوئی ہے جیسا کہ (وفیات الاعیان، روضۃ الاحباب، تاریخ ابن الوردی، ینابیع المودۃ، تاریخ کامل طبری، کشف الغمہ، جلاء العیون، اصول کافی، نور الابصار، ارشاد، جامع عباسی، اعلام الوریٰ اور انوار الحسینیہ وغیرہ) میں موجود ہے (بعض علماء کا کہنا ہے کہ ولادت کا سن ۲۵۶ھ اور مادۂ تاریخ نور ہے) یعنی آپ شب برات کے اختتام پر بوقت صبح صادق عالمِ ظہور وشہود میں تشریف لائے ہیں۔

حضرت امام حسن عسکریؑ کی پھوپھی جناب حکیمہ خاتون کا بیان ہے کہ ایک روز میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پاس گئی تو آپ نے فرمایا کہ اے پھوپھی آپ آج ہمارے ہی گھر میں رہیئے، کیونکہ خدائے عالم مجھے آج ایک وارث عطا فرمانے گا۔ میں نے کہا کہ یہ فرزند کس کے بطن سے ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ بطنِ نرجس سے متولد ہوگا، جناب حکیمہ نے کہا: بیٹے! میں تو نرجس میں کچھ بھی حمل کے آثار نہیں پاتی۔ امام نے فرمایا کہ اے پھوپھی نرجس کی مثال مادرِ موسیٰ جیسی ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ کا حمل ولادت کے وقت سے پہلے ظاہر نہیں ہوا۔ اسی طرح اس میرے فرزند کا حمل بھی بر وقت ظاہر ہوگا۔ غرضکہ میں امام کے فرمانے سے اس شب وہیں رہی، جب آدھی رات گزر گئی تو میں اُٹھی اور نمازِ تہجد میں مشغول ہوگئی اور نرجس بھی اُٹھ کر نمازِ تہجد پڑھنے لگی۔ اس کے بعد میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ صبح قریب ہے اور امام حسن عسکری علیہ السلام نے جو کہا تھا وہ ابھی تک ظاہر نہیں ہوا، اس خیال کے دل میں آتے ہی امام علیہ السلام نے اپنے حجرہ سے آواز دی: اے پھوپھی جلدی نہ کیجئے، حجتِ خدا کے ظہور کا وقت بالکل قریب ہے۔ یہ سُن کر میں نرجس کے حجرے کی طرف پلٹی، نرجس مجھے راستے ہی میں ملیں، مگر اُن کی حالت اُس وقت متغیر تھی، وہ لرزہ براندام تھیں اور اُن کا سارا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جسم کانپ رہا تھا، میں نے یہ دیکھ کر اُن کو اپنے سینے سے لپٹا لیا، اور سورۃ قُل ھُوَ اللہ، اِنّا انزلنا وآیۃ الکرسی پڑھ کر ان پر دم کیا بطنِ مادر سے بچے کی آواز آنے لگی، یعنی میں جو کچھ پڑھتی تھی، وہ بچہ بھی بطنِ مادر میں قرآن پڑھتا تھا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ تمام حجرہ روشن و منور ہوگیا۔ اب جو میں دیکھتی ہوں تو ایک مولودِ مسعود زمین پر سجدہ میں پڑا ہوا ہے میں نے بچہ کو اٹھالیا۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے حجرہ سے آواز دی اے پھوپھی! میرے فرزند کو میرے پاس لائیے، میں لے گئی، آپ نے اُسے اپنی گود میں بٹھا لیا، اور زبان در دہان دے کر" اور اپنی زبان بچے کے منہ میں دے دی اور کہا کہ اے فرزند! خدا کے حکم سے کچھ بات کرو، بچے نے اِس آیت" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم الوارثین کی تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں ان لوگوں پر جو زمین پہ کمزور کر دیئے گئے ہیں اور ان کو امام بنائیں اور انھیں روئے زمین کا وارث قرار دیں۔

اس کے بعد کچھ سبز طائروں نے آکر ہمیں گھیر لیا، امام حسن عسکریؑ نے اُن میں سے ایک طائر کو بلایا اور بچے کو دیتے ہوئے کہا" خذہ فاحفظہ الخ" اس کو لے جا کر اس کی حفاظت کرو۔ یہاں تک کہ خدا اس کے بارے میں کوئی حکم دے۔ کیونکہ خدا اپنے حکم کو پورا کر کے رہے گا۔ میں نے امام حسن عسکری سے پوچھا کہ یہ طائر کون تھا اور دُوسرے طائر کون تھے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ جبرئیل تھے، اور وہ دوسرے فرشتگانِ رحمت تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے پھوپھی اس فرزند کو اس کی ماں کے پاس لے آؤ تاکہ اس کی آنکھیں خنک ہوں اور محزون و مغموم نہ ہو اور یہ جان لے کہ خدا کا وعدہ حق ہے" واکثرھم لایعلمون" لیکن اکثر لوگ اسے نہیں جانتے۔ اس کے بعد اس مولودِ مسعود کو اس کی ماں کے پاس پہنچا دیا گیا (شواہد النبوۃ ص ۲۱۲ طبع لکھنؤ ۱۹۰۵ء) علامہ حائری لکھتے ہیں کہ ولادت کے بعد آپ کو جبرئیل پرورش کے لیے اٹھا کر لے گئے (غایۃ المقصود جلد ا ص ۷۵) کتاب شواہد النبوت اور وفیات الاعیان و روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو مختون اور ناف بریدہ تھے اور آپ کے داہنے بازو پہ یہ آیت منقوش تھی" جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" یعنی حق آیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کے قابل تھا۔ یہ قدرتی طور پر بحرِ متقارب کے دو مصرعے بن گئے ہیں حضرت نسیم امروہوی نے اس پر کیا خوب تضمین کی ہے وہ لکھتے ہیں ؎

چشم و چراغ دیدۂ نرجس   عینِ خدا کی آنکھ کا تارا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com   http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بدرِ کمال نیمۂ شعبان چودھواں اختر اوجِ بقا کا
حامیِ ملت ماحیِ بدعت کفر مٹانے خلق میں آیا
وقتِ ولادت "ماشاءاللہ" قرآن صورت دیکھ کے بولا

جاء الحق وزہق الباطل
ان الباطل کان زھوقا

محدث دہلوی شیخ عبدالحق اپنی کتاب مناقب ائمہ اطہار میں لکھتے ہیں کہ حکیمہ خاتون جب نرجس کے پاس آئیں تو دیکھا کہ ایک مولود پیدا ہوا ہے، جو مختون اور مفروغ منہ ہے یعنی جس کا ختنہ کیا ہوا ہے اور نہلانے دھلانے کے کاموں سے جو مولود کے ساتھ ہوتے ہیں بالکل مستغنی ہے۔ حکیمہ خاتون بچے کو امام حسن عسکری کے پاس لائیں، امام نے بچے کو لیا اور اس کی پشت اقدس اور چشم مبارک پر ہاتھ پھیرا اپنی زبانِ مطہر اُن کے منہ میں ڈالی اور داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی یہی مضمون فصل الخطاب اور بحار الانوار میں بھی ہے، کتاب روضۃ الاحباب اور ینابیع المودۃ میں ہے کہ آپ کی ولادت بمقام سر من رائے "سامرہ" میں ہوئی ہے۔

کتاب کشف الغمہ صفحہ ۱۳۰ میں ہے کہ آپ کی ولادت چھپائی گئی اور پوری سعی کی گئی کہ آپ کی پیدائش کسی کو معلوم نہ ہو سکے، کتاب دمعۂ ساکبہ جلد ۳ صفحہ ۱۹۴ میں ہے کہ آپ کی ولادت اس لیے چھپائی گئی کہ بادشاہ وقت پوری طاقت کے ساتھ آپ کی تلاش میں تھا۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۲ میں ہے کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت حجت کو قتل کر کے نسلِ رسالت کا خاتمہ کر دے۔ تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ بادشاہ وقت معتز باللہ تھا، تذکرہ خواص الامۃ میں ہے کہ اسی کے عہد میں امام علی نقی علیہ السّلام کو زہر دیا گیا تھا۔ معتز کے بارے میں مورخین کی رائے کچھ اچھی نہیں ہے۔ ترجمہ تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی کے صفحہ ۳۶۳ میں ہے کہ اس نے اپنے عہدِ خلافت میں اپنے بھائی کو ولی عہدی سے معزول کرنے کے بعد کوڑے لگوائے تھے اور تا حیات قید میں رکھا تھا۔ اکثر تواریخ میں ہے کہ بادشاہ وقت معتمد بن متوکل تھا جس نے امام حسن عسکری علیہ السّلام کو زہر سے شہید کیا۔ تاریخ اسلام جلد ا صفحہ ۶۷ میں ہے کہ خلیفہ معتمد بن متوکل کمزور متلون مزاج اور عیش پسند تھا۔ یہ عیاشی اور شراب نوشی میں بسر کرتا تھا، اسی کتاب کے صفحہ ۲۹ میں ہے کہ معتمد حضرت امام حسن عسکری کو زہر سے شہید کرنے کے بعد حضرت امام مہدی کو قتل کرنے کے درپے ہو گیا تھا۔

آپ کا نسب نامہ

آپ کا پدری نسب نامہ یہ ہے۔ محمد ابن حسن بن علی بن محمد بن علی ابن موسیٰ ابن جعفر بن محمد ابن علی ابن حسین بن علی و فاطمہ بنتِ رسول اللہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم یعنی آپ فرزندِ رسول، دلبندِ علی اور نورِ نظرِ بتول علیہم السلام ہیں۔ امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ اس سلسلۂ نسب کے اسماء کو اگر کسی مجنون پر دم کر دیا جائے تو اُسے یقیناً شفاء حاصل ہوگی (مسند امام رضا صـ۷) آپ کا سلسلۂ نسب ماں کی طرف سے حضرت شمعون بن حمون الصفا وصی حضرت عیسیٰ تک پہنچتا ہے۔ علامہ مجلسی اور علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ کی والدہ جناب نرجس خاتون تھیں، جن کا ایک نام "ملیکہ" بھی تھا، نرجس خاتون یشوعا کی بیٹی تھیں، جو روم کے بادشاہ "قیصر" کے فرزند تھے جن کا سلسلۂ نسب وصی حضرت عیسیٰ جناب شمعون تک منتہی ہوتا ہے۔ ۱۲ سال کی عمر میں قیصرِ روم نے چاہا تھا کہ نرجس کا عقد اپنے بھتیجے سے کر دے۔ لیکن بعض قدرتی حالات کی وجہ سے وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا، بالآخر ایک ایسا وقت آگیا کہ عالمِ ارواح میں حضرت عیسیٰ، جنابِ شمعون حضرت محمد مصطفیٰ، جناب امیرالمومنین اور حضرت فاطمہ بمقام قصرِ قیصر جمع ہوئے، جناب سیدہ نے نرجس خاتون کو اسلام کی تلقین کی اور آنحضرت صلعم نے بتوسط حضرت عیسیٰ جناب شمعون سے امام حسن عسکری کے لیے نرجس خاتون کی خواستگاری کی، نسبت کی تکمیل کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ صلعم نے ایک نوری منبر پر بیٹھ کر عقد پڑھا اور بکمال مسرت کے ساتھ محفلِ نشاط برخواست ہوگئی جس کی اطلاع جناب نرجس کو خواب کے طور پر ہوئی، بالآخر وہ وقت آیا کہ جناب نرجس خاتون حضرت امام حسن عسکری کی خدمت میں آپہنچیں اور آپ کے بطنِ مبارک سے نورِ خدا کا ظہور ہوا۔ (کتاب جلاء العیون صـ۲۹۸ وغایۃ المقصود صـ۱۷۵)۔

آپ کا اسمِ گرامی

آپ کا نامِ نامی و اسمِ گرامی "محمد" اور مشہور لقب "مہدی" ہے علماء کا کہنا ہے کہ آپ کا نام زبان پر جاری کرنے کی ممانعت ہے علامہ مجلسی اس کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "حکمت آں مخفی است" اس کی وجہ پوشیدہ اور غیر معلوم ہے۔ (جلاء العیون صـ۲۹۸) علماء کا بیان ہے کہ آپ کا یہ نام خود حضرت محمد مصطفیٰ نے رکھا تھا۔ ملاحظہ ہو روضۃ الاحباب و ینابیع المودۃ۔ مؤرخ اعظم مسٹر ذاکر حسین تاریخ اسلام جلد ۱ صـ۳۱ میں لکھتے ہیں کہ "آنحضرت نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ قریش سے ہونگے آپ نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں جب دُنیا ظلم و جور سے بھر جائے گی، تو میری اولاد میں سے مہدی کا ظہور ہوگا جو ظلم و جور کو دور کر کے دُنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ شرک و کفر کو دُنیا سے نابود کر دے گا، نامِ محمد" اور لقب "مہدی" ہوگا۔ حضرت عیسیٰ آسمان سے اُتر کر اُس کی نُصرت کریں گے اور اُس کے پیچھے نماز پڑھیں گے، اور دجال کو قتل کریں گے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ کی کنیت

اِس پر علمائے فریقین کا اتفاق ہے کہ آپ کی کنیت "ابوالقاسم" اور ابوعبداللہ تھی اور اس پر بھی علماء متفق ہیں کہ ابوالقاسم کنیت خود سرورِ کائنات کی تجویز کردہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔ جامع صغیر صفحہ ۱۰۴، تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۲۰۴، روضۃ الشہدا صفحہ ۴۳۹ صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۴، شواہد النبوت صفحہ ۲۱۲، کشف الغمہ صفحہ ۱۳۰ جلاء العیون صفحہ ۲۹۸)۔

یہ مسلمات سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مہدی کا نام میرا نام اور ان کی کنیت میری کنیت ہوگی۔ لیکن اس روایت میں بعض اہلِ اسلام نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آنحضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مہدی کے باپ کا نام میرے والدِ محترم کا نام ہوگا۔ مگر ہمارے راویوں نے اس کی روایت نہیں کی اور خود ترمذی شریف میں بھی "اسم ابیہ اسم ابی" نہیں ہے۔ تاہم بقول صاحب المناقب علامہ کنجی شافعی یہ کہا جا سکتا ہے کہ روایت میں لفظ "ابیہ" سے مراد ابوعبداللہ الحسین ہیں یعنی اس سے اِس امر کی طرف اشارہ ہے کہ امام مہدی حضرت امام حسینؑ کی اولاد سے ہیں۔

آپ کے القاب

آپ کے القاب مہدی، حجۃ اللہ، خلف الصالح، صاحب العصر، صاحب الامر، والزمان القائم، الباقی اور المنتظر ہیں۔ ملاحظہ ہو، تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۲۰۴، روضۃ الشہدا صفحہ ۴۳۹، کشف الغمہ صفحہ ۱۳۱، صواعق محرقہ ۱۲۴ مطالب السئول صفحہ ۲۹۴، اعلام الوریٰ صفحہ ۲۴، حضرت دانیال نبی نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ولادت سے ۱۴۲۰ سال پہلے آپ کا لقب منتظر قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب دانیال باب ۱۲ آیت ۱۲۔ علامہ ابن حجر مکی، المنتظر کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انھیں منتظر یعنی جس کا انتظار کیا جائے اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سرداب میں غائب ہو گئے ہیں اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں چلے گئے۔ (مطلب یہ ہے کہ لوگ ان کا انتظار کر رہے ہیں)، شیخ العراقین علامہ شیخ عبدالرضا تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کو منتظر اس لیے کہتے ہیں کہ آپ کی غیبت کی وجہ سے آپ کے مخلصین آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ (انوار الحسینیہ جلد ۲ صفحہ ۵۷ طبع بمبئی)۔

آپ کا حُلیہ مُبارک

کتاب اکمال الدین میں شیخ صدوق تحریر فرماتے ہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امام مہدی، شکل و شباہت خلق و خلق شمائل و خصائل، اقوال و افعال میں میرے مشابہ ہوں گے۔

آپ کے حلیہ کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ آپ کا رنگ گندم گوں، قد میانہ ہے۔ آپ کی پیشانی کھلی ہوئی اور آپ کے ابرو گھنے اور باہم پیوستہ ہیں۔ آپ کی ناک باریک اور بلند ہے آپ کی آنکھیں بڑی اور آپ کا چہرہ نہایت نورانی ہے۔ آپ کے داہنے رخسارہ پر ایک تل

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہے "کانہ کوکب دری" جو ستارہ کی مانند چمکتا ہے، آپ کے دانت چمکدار اور کھلے ہوئے ہیں۔ آپ کی زلفیں کندھوں پر پڑی رہتی ہیں۔ آپ کا سینہ چوڑا اور آپ کے کندھے کھلے ہوئے ہیں آپ کی پشت پر اسی طرح مہرِ امامت ثبت ہے جس طرح پشتِ رسالت مآبؐ پر مہرِ نبوت ثبت تھی۔ (اعلام الوریٰ ص ۲۶۵ وغایۃ المقصود جلد ۱ ص ۶۴ و نور الابصار ص ۱۵۲)۔

تین سال کی عمر میں حجت اللہ ہونے کا دعویٰ

کتبِ تواریخ و سیر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پرورش کا کام جنابِ جبرئیل علیہ السلام کے سپرد تھا اور وہ ہی آپ کی پرورش و پرداخت کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جو بچہ ولادت کے وقت کلام کر چکا ہو اور جس کی پرورش جبرئیل جیسے مقرب فرشتہ کے سپرد ہو وہ یقیناً دنیا میں چند دن گزارنے کے بعد بہر صورت اس صلاحیت کا مالک ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی زبان سے حجت اللہ ہونے کا دعویٰ کر سکے۔ علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ احمد ابن اسحاق اور سعد الاشعری ایک دن حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے خیال کیا کہ آج امام علیہ السلام سے یہ دریافت کریں گے کہ آپ کے بعد حجت اللہ فی الارض کون ہوگا جب سامنا ہوا تو امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کہ اے احمد! تم جو دل میں لے کر آئے ہو میں اس کا جواب تمھیں دیئے دیتا ہوں، یہ فرما کر آپ اپنے مقام سے اٹھے اور اندر جا کر یوں واپس آئے کہ آپ کے کندھے پر ایک نہایت خوب صورت بچہ تھا جس کی عمر تین سال کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اے احمد! میرے بعد حجتِ خدا یہ ہوگا۔ اس کا نام محمد اور اس کی کنیت ابوالقاسم ہے یہ خضر کی طرح زندہ رہے گا۔ اور ذوالقرنین کی طرح ساری دنیا پر حکومت کرے گا۔ احمد ابن اسحاق نے کہا۔ مولا! کوئی ایسی علامت بتا دیجئے جس سے دل کو اطمینان کامل ہو جائے۔ آپ نے امام مہدی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، بیٹا! اس کو تم جواب دو۔ امام مہدی علیہ السلام نے کمسنی کے باوجود زبانِ فصیح فرمایا: "انا حجۃ اللہ وانا بقیۃ اللہ"۔ میں ہی خدا کی حجت اور حکمِ خدا سے باقی رہنے والا ہوں، ایک وہ دن آئے گا جس میں میں دشمنانِ خدا سے بدلہ لوں گا، یہ سن کر احمد خوش و مسرور اور مطمئن ہو گئے۔ (کشف الغمہ ص ۱۳۸)۔

پانچ سال کی عمر میں خاص الخاص اصحاب سے آپ کی ملاقات

یعقوب بن منقوش و محمد بن عثمان عمری و ابی ہاشم جعفری اور موسیٰ بن جعفر بن وہب بغدادی کا بیان ہے کہ ہم حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کی مولا! آپ کے بعد امر امامت کس کے سپرد ہوگا اور کون حجت خدا قرار پائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میرا فرزند محمد میرے بعد

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حجت اللہ فی الارض ہوگا۔ ہم نے عرض کی مولا ہمیں اُن کی زیارت کرا دیجئے۔ آپ نے فرمایا وہ پردہ جو سامنے آویختہ ہے اُسے اُٹھاؤ۔ ہم نے پردہ اُٹھایا، تو اُس سے ایک نہایت خوب صورت بچہ جس کی عمر پانچ سال تھی برآمد ہوا، اور وہ آکر امام حسن عسکری کی آغوش میں بیٹھ گیا۔ امام نے فرمایا کہ یہی میرا فرزند میرے بعد حجت اللہ ہوگا۔ محمد بن عثمان کا کہنا ہے کہ ہم اس وقت چالیس افراد تھے اور ہم سب نے اُن کی زیارت کی۔ امام حسن عسکری نے اپنے فرزند امام مہدی کو حکم دیا کہ وہ اندر واپس چلے جائیں اور ہم سے فرمایا: "شما او را نخواہید دید غیر از امروز" کہ اب تم آج کے بعد پھر اُسے نہ دیکھ سکو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، پھر غیبت شروع ہو گئی۔ (کشف الغمہ صـ ۱۲۹ و شواہد النبوت صـ ۲۱۳) علامہ طبرسی کتاب اعلام الوریٰ کے صـ ۲۴۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ آئمہ کے نزدیک محمد اور عثمان عمری دونوں ثقہ ہیں۔ پھر اسی صفحہ میں فرماتے ہیں کہ ابو ہارون کا کہنا ہے کہ میں نے بچپن میں صاحب الزمان کو دیکھا ہے "کانہ القمر لیلۃ البدر" ان کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

امام مہدی نبوت کے آئینہ میں

علامہ طبرسی بحوالہ حضرات معصومین علیہم السلام تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام مہدی علیہم السلام میں بہت سے انبیاء کے حالات و کیفیات نظر آتے ہیں۔ اور جن واقعات سے مختلف انبیاء کو دوچار ہونا پڑا۔ وہ تمام واقعات آپ کی ذات ستودہ صفات میں دکھائی دیتے ہیں۔ مثال کے لیے حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت ایوب، حضرت یونس، حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کو لے لیجئے اور اُن کے حالات پر غور کیجئے، آپ کو حضرت نوح کی طرح طویل زندگی نصیب ہوئی حضرت ابراہیم کی طرح آپ کی ولادت چھپائی گئی۔ اور لوگوں سے کنارہ کش ہو کر روپوش ہونا پڑا۔ حضرت موسیٰ کی طرح حجت کے زمین سے اُٹھ جانے کا خوف لاحق ہوا، اور انھیں کی ولادت کی طرح آپ کی ولادت بھی پوشیدہ رکھی گئی، اور انھیں کے ماننے والوں کی طرح آپ کے ماننے والوں کو آپ کی غیبت کے بعد ستایا گیا۔ حضرت عیسیٰ کی طرح آپ کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا۔ حضرت ایوب کی طرح تمام امتحانات کے بعد آپ کو فرج و کشائش نصیب ہوگی۔ حضرت یوسف کی طرح عوام اور خواص سے آپ کی غیبت ہوگئی۔ حضرت یونس کی طرح غیبت کے بعد آپ کا ظہور ہوگا۔ یعنی جس طرح وہ اپنی قوم سے غائب ہو کر بڑھاپے کے باوجود نوجوان تھے۔ اسی طرح آپ کا جب ظہور ہوگا تو آپ چالیس سالہ جوان ہوں گے اور حضرت محمد مصطفیٰ کی طرح آپ صاحب السیف ہوں گے۔ (اعلام الوریٰ صـ ۲۶۴ طبع بمبئی ۱۳۱۲ ہجری)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امام حسن عسکریؑ کی شہادت

امام مہدی علیہ السلام کی عمر ابھی صرف پانچ سال کی ہوئی تھی کہ خلیفہ معتمد بن متوکل عباسی نے مدتوں قید رکھنے کے بعد امام حسن عسکریؑ کو زہر دے دیا۔ جس کی وجہ سے آپ بتاریخ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ مطابق ۸۷۳ء بعمر ۲۸ سال رحلت فرما گئے۔ "وخلف من الولد ابنہ محمداً"۔ اور آپ نے اولاد میں صرف امام محمد مہدی کو چھوڑا۔ (نور الابصار ص ۱۵۲ و صواعق محرقہ ص ۱۹۱) علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ جب آپ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی، تو سارے شہر سامرہ میں ہلچل مچ گئی۔ فریاد و فغاں کی آوازیں بلند ہو گئیں، سارے شہر میں ہڑتال کر دی گئی۔ یعنی ساری دکانیں بند ہو گئیں۔ لوگوں نے اپنے کاروبار چھوڑ دیئے۔ تمام بنی ہاشم حکامِ دولت، منشی، قاضی، ارکانِ عدالت، اعیانِ حکومت اور عام خلائق حضرت کے جنازے کے لیے دوڑ پڑے۔ حالت یہ تھی کہ شہر سامرہ قیامت کا منظر پیش کر رہا تھا۔ تجہیز اور نماز سے فراغت کے بعد آپ کو اسی مکان میں دفن کر دیا گیا جس میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام مدفون تھے۔ نور الابصار ص ۱۵۲ و تاریخ کامل صواعق محرقہ و فصول مہمہ، جلاء العیون ص ۲۹۶) علامہ محمد باقر تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد نمازِ جنازہ حضرت امام مہدی علیہ السلام نے پڑھائی، ملاحظہ ہو، صواعق محرقہ جلد ۳ ص ۱۹۲ و جلاء العیون ص ۲۹۰)۔ علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ نماز کے بعد آپ کو بہت سے لوگوں نے دیکھا اور آپ کے ہاتھوں کا بوسہ دیا (اعلام الوریٰ ص ۲۴۲) علامہ ابن طاؤس کا ارشاد ہے کہ ۸ ربیع الاول کو امام حسن عسکری کی وفات واقع ہوئی اور ۹ ربیع الاول سے حضرت حجت کی امامت کا آغاز ہوا ہم ۹ ربیع الاول کو جو خوشی مناتے ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے (کتاب اقبال) علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ ۹ ربیع الاول کو عمر بن سعد بدست مختار آلِ محمدؐ قتل ہوا ہے۔ (زاد المعاد ص ۵۸۵) جو عبید اللہ ابنِ زیاد کا سپہ سالار تھا جس کے قتل کے بعد آلِ محمدؐ نے پورے طور پر خوشی منائی۔ (بحار الانوار و مختار آلِ محمدؐ) کتاب صواعق محرقہ کے ص ۱۹۲ میں ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے سنہ ۲۵۹ھ میں اپنی والدہ کو حج کے لیے بھیج دیا تھا، اور فرما دیا تھا کہ سنہ ۲۶۰ھ میں میری شہادت ہو جائے گی۔ اسی سن میں آپ نے حضرت امام مہدی کو جملہ تبرکات دے دیئے تھے اور اسم اعظم وغیرہ تعلیم کر دیا تھا۔ (صواعق محرقہ و جلاء العیون ص ۲۹۸) انھیں تبرکات میں حضرت علیؑ کا جمع کیا ہوا وہ قرآن بھی تھا جو ترتیب نزول پر سرورِ کائنات کی زندگی میں مرتب کیا گیا تھا۔ (تاریخ الخلفاء و اتقان) اور جسے حضرت علیؑ نے اپنے عہدِ خلافت میں بھی اس لیے رائج نہ کیا تھا کہ اسلام میں دو قرآن رواج پا جائیں گے۔ اور اسلام میں کفر پڑ جائے گا۔ (ازالۃ الخفاء ص ۲۷۳) میرے نزدیک اسی سن میں حضرت نرجس خاتون کا انتقال ہوا ہے اور اسی سن میں حضرت نے غیبت اختیار فرمائی ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت امام مہدی علیہ السّلام کی غیبت اور اُس کی ضرورت

بادشاہِ وقت خلیفہ معتمد بن متوکل عباسی جو اپنے آباؤ اجداد کی طرح ظلم و ستم کا خوگر اور آلِ محمدؐ کا جانی دشمن تھا۔ اُس کے کانوں میں مہدی کی ولادت کی بھنک پڑ چکی تھی۔ اُس نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام کی شہادت کے بعد تکفین و تدفین سے پہلے بقول علامہ مجلسی حضرت کے گھر پر پولیس کا چھاپہ ڈلوایا اور چاہا کہ امام مہدی علیہ السّلام کو گرفتار کرائے۔ لیکن چونکہ وہ بحکمِ خدا ۲۳ رمضان المبارک ۲۵۹ھ کو سرداب میں جا کر غائب ہو چکے تھے۔ جیسا کہ شواہد النبوت، نور الابصار، وسیلہ، روضۃ الشہداء، مناقب الائمہ، انوار الحسینیہ وغیرہ سے مستفاد و مستنبط ہوتا ہے۔ اس لیے وہ اُسے دستیاب نہ ہو سکے۔ اس نے اُس کے ردِعمل میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام کی تمام بیبیوں کو گرفتار کرا لیا اور حکم دیا کہ اس امر کی تحقیق کی جائے کہ آیا کوئی ان میں سے حاملہ تو نہیں ہے اگر کوئی حاملہ ہو تو اس کا حمل ضائع کر دیا جائے، کیونکہ وہ حضرت سرورِ کائنات صلعم کی پیشین گوئی سے خائف تھا کہ آخری زمانہ میں میرا ایک فرزند جس کا نام مہدی ہوگا۔ کائنات عالم کے انقلاب کا ضامن ہوگا۔ اور اُسے یہ معلوم تھا، کہ وہ فرزند امام حسن عسکری علیہ السّلام کی اولاد سے ہی ہوگا۔ لہٰذا اُس نے آپ کی تلاش اور آپ کے قتل کی پوری کوشش کی۔ تاریخ اسلام جلد ا صـ ۳۱ میں ہے کہ ۲۶۰ھ میں امام حسن عسکریؑ کی شہادت کے بعد جب معتمد خلیفہ عباسی نے آپ کے قتل کرنے کے لیے آدمی بھیجے تو آپ سرداب[1] "سرمن رائے" میں غائب ہو گئے۔ بعض اکابر علماء اہلِ سنت بھی اس امر میں شیعوں کے ہم زبان ہیں۔ چنانچہ ملا جامی نے شواہد النبوت میں امام عبدالوہاب شعرانی نے لواقح الانوار والیواقیت والجواہر میں اور شیخ احمد محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں اور خواجہ پارسا نے

---

[1] یہ سرداب، مقام "سرمن رائے" میں واقع ہے جسے اصل میں سامرا کہتے ہیں

سامرا کی آبادی بہت ہی قدیمی ہے اور دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک شہر ہے اسے سام ابن نوح نے آباد کیا تھا (معجم البلدان) اس کی اصل سام راہ تھی بعد میں سامرا ہو گیا۔ آب و ہوا کی عمدگی کی وجہ سے خلیفہ معتصم نے فوجی کیمپ بنا کر آباد کیا تھا اور اسی کو دار السلطنت بھی بنایا تھا، اس کی آبادی ۸ فرسخ لمبی تھی، اس نے اسے نہایت خوبصورت شہر بنا دیا تھا اسی لیے اس کا نام "سرمن رائے" رکھ دیا تھا یعنی وہ شہر جسے جو بھی دیکھے خوش ہو جائے۔ عسکر اسی کا ایک محلہ ہے جس میں امام علی نقی علیہ السّلام نظر بند تھے بعد میں اُنھوں نے دلیل بن یعقوب نصرانی سے ایک مکان خرید لیا تھا جس میں اب بھی آپ کا مزارِ مقدس واقع ہے۔

سامرا میں ہمیشہ غیر شیعہ آبادی رہی اس لیے اب تک وہاں شیعہ آباد نہیں ہیں وہاں کے جملہ خدام بھی غیر شیعہ ہیں۔

حضرت حجۃ علیہ السّلام کے غائب ہونے کا سرداب وہیں ایک مسجد کے نیچے واقع ہے جو کہ حضرت امام علی نقی اور حضرت امام حسن عسکری کے مزار مقدس کے قریب ہے۔ ۱۲ منہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

فصل الخطاب میں اور عبد الحق محدث دہلوی نے رسالہ ائمہ طاہرین میں اور جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں، اور ابو عبد اللہ شامی صاحب کفایۃ الطالب نے کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان میں اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامۃ میں اور ابن صباغ نور الدین علی مالکی نے فصول المہمہ میں اور کمال الدین ابن طلحہ شافعی نے مطالب السئول میں اور شاہ ولی اللہ نے فضل المبین میں اور شیخ سلیمان حنفی نے ینابیع المودۃ میں اور بعض دیگر علماء نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور جو لوگ ان حضرت کے طول عمر میں تعجب کر کے انکار کرتے ہیں۔ ان کو یہ جواب دیتے ہیں کہ خدا کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے جس نے آدم کو بغیر ماں باپ کے اور عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کیا، تمام اہل اسلام نے حضرت خضرؑ کو اب تک زندہ مانا ہوا ہے، ادریس بہشت میں اور حضرت عیسیٰ آسمان پر اب تک زندہ مانے جاتے ہیں اگر خدائے تعالیٰ نے آل محمدؐ میں سے ایک شخص کو طول عمر عنایت کیا تو تعجب کیا ہے؟ حالانکہ اہل اسلام کو دجال کے موجود ہونے اور قریب قیامت ظہور کرنے سے بھی انکار نہیں ہے۔ کتاب شواہد النبوت کے صفحہ ۲۰۹ میں ہے کہ خاندان نبوت کے گیارھویں امام حسن عسکری ۲۶۰ھ میں زہر سے شہید کر دیئے گئے تھے۔ ان کی وفات پر ان کے صاحبزادے محمد ملقب بہ مہدی شیعوں کے آخری امام ہوئے۔ مولوی امیر علی لکھتے ہیں کہ خاندان رسالت کے ان اماموں کے حالات نہایت دردناک ہیں۔ ظالم متوکل نے حضرت امام حسن عسکری کے والد ماجد امام علی نقی کو مدینہ سے سامرہ پکڑ بلایا تھا۔ اور وہاں ان کی وفات تک ان کو نظر بند رکھا تھا۔ (پھر زہر سے ہلاک کر دیا تھا) اسی طرح متوکل کے جانشینوں نے بدگمانی اور حسد کے مارے حضرت امام حسن عسکری کو قید رکھا تھا، ان کے کمسن صاحبزادے محمد المہدی جن کی عمر اپنے والد کی وفات کے وقت پانچ سال کی تھی۔ خوف کے مارے اپنے گھر کے قریب ہی ایک غار میں چھپ گئے اور غائب ہو گئے الخ۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ جس غار میں امام مہدی کی غیبت بتائی جاتی ہے۔ اسے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ (نور الابصار جلد ۱ صفحہ ۱۵۲) علامہ ابن حجر مکی کا ارشاد ہے، کہ امام مہدی سرداب میں غائب ہو گئے ہیں "فلم یعرف این ذھب" پھر معلوم نہیں کہاں تشریف لے گئے۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۴)۔

غیبت امام مہدی پر علماء اہل سنت کا اجماع

جمہور علماء اسلام امام مہدی کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں، اس میں شیعہ اور سنی کا سوال نہیں۔ ہر فرقہ کے علماء یہ مانتے ہیں کہ آپ پیدا ہو چکے ہیں اور موجود ہیں ہم علماء اہل سنت کے اسماء مع ان کی کتابوں اور مختصر اقوال کے درج کرتے ہیں (۱) علامہ محمد بن طلحہ شافعی کتاب مطالب السئول میں فرماتے ہیں کہ امام مہدی سامرہ میں پیدا ہوئے ہیں جو بغداد سے ۲۰ فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ (۲)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علامہ علی بن محمد بن صباغ مالکی کی کتاب فصول المہمہ میں ہے کہ امام حسن عسکری گیارھویں امام نے اپنے بیٹے امام مہدی کی ولادت بادشاہِ وقت کے خوف سے پوشیدہ رکھی۔ (۳) علامہ شیخ عبداللہ بن احمد خشاب کی کتاب تاریخ موالید میں ہے کہ امام مہدی کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ آپ آخری زمانہ میں ظہور و خروج کریں گے۔ (۴) علامہ محی الدین ابنِ عربی حنبلی کی کتاب فتوحات میں ہے کہ جب دنیا ظلم و جور سے بھر جائے گی تو امام مہدی ظہور کریں گے۔ (۵) علامہ شیخ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب الیواقیت والجواہر میں ہے کہ امام مہدی ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے ہیں اب اس وقت یعنی ۹۵۸ھ میں ان کی عمر ۷۰۶ سال کی ہے، یہی مضمون علامہ بدخشانی کی کتاب مفتاح النجاۃ میں بھی ہے (۶) علامہ عبدالرحمٰن جامی حنفی کی کتاب شواہد النبوت میں ہے کہ امام مہدی سامرہ میں پیدا ہوئے ہیں اور ان کی ولادت پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ وہ امام حسن عسکری کی موجودگی میں غائب ہوگئے ہیں۔ اس کتاب میں ولادت کا پورا واقعہ حکیمہ خاتون کی زبانی مندرج ہے۔ (۷) علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب مناقب الائمہ میں ہے کہ امام مہدی ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ امام حسن عسکری نے ان کے کان میں اذان و اقامت کہی ہے اور تھوڑے عرصے کے بعد آپ نے فرمایا کہ وہ اس مالک کے سپرد ہوگئے۔ جن کے پاس حضرت موسیٰ بچپنے میں تھے۔ (۸) علامہ جمال الدین محدث کی کتاب روضۃ الاحباب میں ہے کہ امام مہدی ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور زمانہ معتمد عباسی میں بمقام "سرمن رائے" از نظر برایا غائب شد۔ لوگوں کی نظر سے سرداب میں غائب ہوگئے۔ (۹) علامہ عبدالرحمٰن صوفی کی کتاب مرآۃ الاسرار میں ہے کہ آپ بطنِ نرجس سے ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ (۱۰) علامہ شہاب الدین دولت آبادی صاحب تفسیر بحر مواج کی کتاب ہدایۃ السعداء میں ہے کہ خلافتِ رسول حضرت علی کے واسطے سے امام مہدی تک پہنچی آپ ہی آخری امام ہیں (۱۱) علامہ نصر بن علی جھمنی کی کتاب موالید ائمہ میں ہے کہ امام مہدی نرجس خاتون کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں (۱۲) علامہ ملا علی قاری کی کتاب مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ امام مہدی بارہویں امام ہیں شیعوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ اہلِ سنت اہل بیت کے دشمن ہیں (۱۳) علامہ جواد ساباطی کی کتاب براہین ساباطیہ میں ہے کہ امام مہدی اولادِ فاطمہ سے ہیں، وہ بقولے ۲۵۵ھ میں پیدا ہو کر ایک عرصہ کے بعد غائب ہوگئے ہیں۔ (۱۴) علامہ شیخ حسن عراقی جن کی تعریف کتاب الواقع میں ہے کہ انھوں نے امام مہدی سے ملاقات کی ہے (۱۵) علامہ علی خواص جن کے متعلق شعرانی نے الیواقیت میں لکھا ہے کہ انھوں نے امام مہدی سے ملاقات کی ہے (۱۶) علامہ شیخ سعدالدین کا کہنا ہے کہ امام مہدی پیدا ہو کر غائب ہوگئے ہیں۔ "دورِ آخر زمانہ آشکار گردد۔" اور وہ آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے۔ جیسا کہ کتاب مقصدِ اقصیٰ میں ہے (۱۷) علامہ علی اکبر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ابن سعد اللہ کی کتاب مکاشفات میں ہے کہ آپ پیدا ہو کر قطب ہو گئے ہیں (۱۸) علامہ احمد بلاذری احادیث لکھتے ہیں کہ آپ پیدا ہو کر محجوب ہو گئے ہیں (۱۹) علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے رسالہ نوادر میں ہے، محمد بن حسن (المہدی) کے بارے میں شیعوں کا کہنا درست ہے (۲۰) علامہ شمس الدین جزری نے بحوالہ مسلسلات بلاذری اعتراف کیا ہے۔ (۲۱) علامہ علاء الدولہ احمد سمنانی صاحب تاریخ خمیس در احوال النفس نفیس اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ امام مہدی غیبت کے بعد ابدال پھر قطب ہو گئے (۲۳) علامہ نور اللہ بحوالہ کتاب بیان الاحسان لکھتے ہیں کہ امام مہدی تکمیل صفات کے لیے غائب ہو گئے ہیں۔ (۲۴) علامہ ذہبی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ امام مہدی ۲۵۶ھ میں پیدا ہو کر معدوم ہو گئے ہیں (۲۵) علامہ ابن حجر مکی کی کتاب صواعق محرقہ میں ہے کہ امام مہدی المنتظر پیدا ہو کر سرداب میں غائب ہو گئے ہیں (۲۶) علامہ عصری کی کتاب وفیات الاعیان کی جلد ۲ ص ۴۵۱ میں ہے کہ امام مہدی کی عمر امام حسن عسکری کی وفات کے وقت ۵ سال کی تھی وہ سرداب میں غائب ہو کر پھر واپس نہیں ہوئے۔ (۲۷) علامہ سبط ابن جوزی کی کتاب تذکرہ خواص الامہ کے ص ۲۰۴ میں ہے کہ آپ کا لقب القائم، المنتظر، الباقی ہے۔ (۲۸) علامہ عبید اللہ امرتسری کی کتاب ارجح المطالب کے ص ۳۷۷ میں بحوالہ کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان مرقوم ہے کہ آپ اسی طرح زندہ و باقی ہیں جس طرح عیسیٰ، خضر، الیاس وغیرہم زندہ اور باقی ہیں۔ (۲۹) علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے کتاب ینابیع المودۃ ص ۳۹۳ میں (۳۰) علامہ ابن خشاب نے کتاب موالید اہل بیت میں (۳۱) علامہ شبلنجی نے نور الابصار کے ص ۱۵۲ طبع مصر ۱۲۲۲ھ میں بحوالہ کتاب البیان لکھا ہے کہ امام مہدی غائب ہونے کے بعد اب تک زندہ اور باقی ہیں اور ان کے وجود کے باقی، اور زندہ ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔ وہ اسی طرح زندہ اور باقی ہیں۔ جس طرح حضرت عیسیٰ، حضرت خضر، اور حضرت الیاس وغیرہم زندہ اور باقی ہیں۔ ان اللہ والوں کے علاوہ دجال، ابلیس بھی زندہ ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید صحیح مسلم، تاریخ طبری وغیرہ سے ثابت ہے لہٰذا "لا امتناع فی بقائہ" ان کے باقی اور زندہ ہونے میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ علامہ چلپی کی کتاب کشف الظنون کے ص ۲۰۸ میں لکھتے ہیں کہ کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان ابو عبداللہ محمد بن یوسف گنجی شافعی کی تصنیف ہے۔ (علامہ فاضل روزبہان کی ابطال الباطل میں ہے کہ امام مہدی "قائم و منتظر" ہیں وہ آفتاب کی مانند ظاہر ہو کر دنیا کی تاریکی، کفر زائل کر دیں گے (۳۳) علامہ علی متقی کی کتاب کنز العمال کی جلد ۷ کے ص ۱۱۴ میں ہے کہ آپ غائب ہیں ظہور کر کے ۹ سال حکومت کریں گے (۳۴) علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب در منثور جلد ۳ ص ۲۳ میں ہے کہ امام مہدی کے ظہور کے بعد عیسیٰ نازل ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امام مہدی کی غیبت اور آپ کا وجود وظہور قرآن مجید کی روشنی میں

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت اور آپ کے موجود ہونے اور آپ کے طول عمر نیز آپ کے ظہور وشہود اور ظہور کے بعد سارے دین کو ایک کر دینے کے متعلق ۹۴ آیتیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ جن میں سے اکثر دونوں فریق نے تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح بے شمار خصوصی احادیث بھی ہیں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو غایۃ المقصود و غایۃ المرام علامہ ہاشم بحرانی و ینابیع المودۃ ، میں اس مقام پر صرف دو تین آیتیں لکھتا ہوں۔ ۱: آپ کی غیبت کے متعلق الٓمٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایمان بالغیب سے امام مہدی کی غیبت مراد ہے۔ نیک بخت ہیں وہ لوگ جو ان کی غیبت پر صبر کریں گے اور مبارکباد کے قابل ہیں۔ وہ سمجھدار لوگ جو غیبت میں بھی ان کی محبت پر قائم رہیں گے۔ (ینابیع المودۃ صفحہ ۳۷۰ طبع بمبئی) آپ کے موجود اور باقی ہونے کے متعلق "جعلها كلمة باقية في عقبه" ہے۔ ابراہیم کی نسل میں کلمہ باقیہ کو قرار دیا ہے جو باقی اور زندہ رہے گا اس کلمہ باقیہ سے امام مہدی کا باقی رہنا مراد ہے اور وہی آل محمدؐ میں باقی ہیں۔ (تفسیر حسینی علامہ حسین واعظ کاشفی صفحہ ۲۲۲) ۳: آپ کے ظہور اور غلبہ کے متعلق "ليظهره على الدين كله"۔ جب امام مہدی بحکم خدا ظہور فرمائیں گے تو تمام دینوں پر غلبہ حاصل کر لیں گے یعنی دنیا میں سوا ایک دین اسلام کے کوئی اور دین نہ ہوگا۔ (نور الابصار صفحہ ۱۵۳ طبع مصر)۔

امام مہدی کا ذکر کتب آسمانی میں

حضرت داؤد کی زبور کی آیت ۴ مرموز ۹۷ میں ہے کہ آخری زمانہ میں جو انصاف کا مجسمہ انسان آئے گا ، اس کے سر پر ابر سایہ فگن ہوگا ۔ کتاب صفیائے پیغمبر کے فصل ۳ آیت ۹ میں ہے۔ آخری زمانے میں تمام دنیا موحد ہو جائے گی ۔ کتاب زبور مرموز ۱۲۰ میں ہے ، جو آخر الزمان آئے گا ، اس پر آفتاب اثر انداز نہ ہوگا ۔ صحیفہ شعیا پیغمبر کے فصل ۱۱ میں ہے کہ جب نور خدا ظہور کرے گا تو عدل وانصاف کا ڈنکا بجے گا ۔ شیر اور بکری ایک جگہ رہیں گے ۔ چیتا اور بزغالہ ایک ساتھ چریں گے شیر اور گوسالہ ایک ساتھ رہیں گے ، گوسالہ اور مرغ ایک ساتھ ہوں گے ۔ شیر اور گائے میں دوستی ہوگی ۔ طفل شیرخوار سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالے گا اور وہ کاٹے گا نہیں ۔ پھر اسی صحیفہ کے فصل ۲۷ میں ہے کہ نور خدا جب ظاہر ہوگا ، تو تلوار کے ذریعہ سے تمام دشمنوں سے بدلے گا ۔ صحیفہ تنجاس حرف الف میں ہے کہ ظہور کے بعد ساری دنیا کے بت مٹا دیئے جائیں گے ، ظالم اور منافق ختم کر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دیئے جائیں گے۔ یہ ظہور کرنے والا کنیز خدا (نرجس) کا بیٹا ہوگا۔ توریت کے سفرِ انبیا میں ہے کہ مہدی ظہور کریں گے۔ عیسیٰ آسمان سے اتریں گے، دجال کو قتل کریں گے۔ انجیل میں ہے کہ مہدی اور عیسیٰ دجال اور شیطان کو قتل کریں گے۔ اسی طرح مکمل واقعہ جس میں شہادت امام حسینؑ اور ظہور مہدی علیہ السلام کا اشارہ ہے۔ انجیل کتاب دانیال باب ۱۲ فصل ۹ آیت ۲۴ رویائے ۱۱ میں موجود ہے (کتاب الوسائل ص ۱۲۹ طبع بمبئی ۱۳۲۹ ہجری)۔

امام مہدیؑ کی غیبت کی وجہ

مذکورہ بالا تحریروں سے علماء اسلام کا اعتراف ثابت ہو چکا یعنی واضح ہو گیا کہ امام مہدیؑ کے متعلق جو عقائد اہلِ تشیع کے ہیں وہی منصف مزاج اور غیر متعصب اہلِ تسنن کے علماء کے بھی ہیں اور مقصدِ اصل کی تائید قرآن کی آیتوں نے بھی کر دی، اب رہی غیبت امام مہدی کی ضرورت اُس کے متعلق عرض ہے کہ (۱) خلاقِ عالم نے ہدایتِ خلق کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور کثیر التعداد اُن کے اوصیاء بھیجے۔ پیغمبروں میں سے ایک لاکھ تیئس ہزار ۹ سو ننانوے انبیاء کے بعد چونکہ حضور رسولِ کریمؐ تشریف لائے تھے۔ لہٰذا اُن کے جملہ صفات و کمالات و معجزات حضرت محمد مصطفےٰ صلعم میں جمع کر دیئے گئے تھے اور آپ کو خدا نے تمام انبیاء کے صفات کا جلوہ بردار بنایا بلکہ خود اپنی ذات کا مظہر قرار دیا تھا اور چونکہ آپ کو بھی اِس دُنیائے فانی سے ظاہری طور پر جانا تھا۔ اِس لیے آپ نے اپنی زندگی ہی میں حضرت علیؑ کو ہر قسم کے کمالات سے بھرپور کر دیا تھا۔ یعنی حضرت علی اپنے ذاتی کمالات کے علاوہ نبوی کمالات سے بھی ممتاز ہو گئے تھے۔

سرورِ کائنات کے بعد کائناتِ عالم میں صرف ایک علی کی ہستی تھی جو کمالاتِ انبیاء کی حامل تھی آپ کے بعد سے یہ کمالات اوصیاء میں منتقل ہوتے ہوئے امام مہدی تک پہنچے۔ بادشاہِ وقت امام مہدی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ اگر وہ قتل ہو جاتے تو دُنیا سے انبیاء و اوصیاء کا نام و نشان مٹ جاتا اور سب کی یادگار بیک ضربِ شمشیر ختم ہو جاتی اور چونکہ انھیں انبیاء کے ذریعے سے خداوندِ عالم متعارف ہوا تھا۔ لہٰذا اُس کا بھی ذکر ختم ہو جاتا۔ اس لیے ضرورت تھی کہ ایسی ہستی کو محفوظ رکھا جائے جو جملہ انبیاء اور اوصیاء کی یادگار اور تمام کے کمالات کی مظہر ہو (۲) خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔ "وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ" ابراہیم کی نسل میں کلمہ باقیہ قرار دے دیا ہے۔ نسلِ ابراہیم دو فرزندوں سے چلی ہے ایک اسحاق اور دوسرے اسمٰعیل اسحاق کی نسل سے خداوندِ عالم جناب عیسیٰ کو زندہ و باقی قرار دے کر آسمان پر محفوظ کر چکا تھا۔ اب یہ مقتضائے انصاف ضرورت تھی کہ نسلِ اسمٰعیل سے بھی کسی ایک کو باقی رکھے اور وہ بھی زمین پر کیونکہ آسمان پر ایک باقی موجود تھا، لہٰذا امام مہدی کو جو نسلِ اسمٰعیل سے ہیں زمین پر زندہ اور باقی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رکھا اور انھیں بھی اسی طرح دشمنوں کے شر سے محفوظ کر دیا جس طرح حضرت عیسیٰؑ کو محفوظ کیا تھا (۳) یہ مسلمات اسلامی سے ہے کہ زمین حجتِ خدا اور امامِ زمانہ سے خالی نہیں رہ سکتی (اصول کافی ص ۱۰۳ طبع نولکشور) چونکہ حجتِ خدا اُس وقت امام مہدی کے سوا کوئی نہ تھا، اور انھیں دشمن قتل کر دینے پر تُلے ہوئے تھے اس لیے انھیں محفوظ و مستور کر دیا گیا۔ حدیث میں ہے کہ حجتِ خدا کی وجہ سے بارش ہوتی ہے اور انھیں کے ذریعہ سے روزی تقسیم کی جاتی ہے (بحار) (۴) یہ مسلّم ہے کہ حضرت امام مہدی جملہ انبیاء کے مظہر تھے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ انھیں کی طرح اُن کی غیبت بھی ہوتی یعنی جس طرح بادشاہِ وقت کے مظالم کی وجہ سے حضرتِ نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے عہدِ حیات میں مناسب مدّت تک غائب رہ چکے تھے۔ اسی طرح یہ بھی غائب رہتے۔ (۵) قیامت کا آنا مسلّم ہے اور واقعہ قیامت میں امام مہدی کا ذکر بتاتا ہے کہ آپ کی غیبت مصلحتِ خداوندی کی بناء پر ہوئی ہے (۶) سُورۃ انا انزلناہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نزولِ ملائکہ شبِ قدر میں ہوتا رہتا ہے یہ ظاہر ہے کہ نزولِ ملائکہ انبیاء و اوصیاء ہی پر ہوا کرتا ہے۔ امام مہدی کو اس لیے موجود اور باقی رکھا گیا ہے تاکہ نزولِ ملائکہ کی مرکزی غرض پوری ہو سکے اور شبِ قدر میں انھیں پر نزولِ ملائکہ ہو سکے۔ حدیث میں ہے کہ شبِ قدر میں سال بھر کی روزی وغیرہ امام مہدی تک پہنچا دی جاتی ہے اور وہی اُسے تقسیم کرتے رہتے ہیں (۷) حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ عام لوگ اُس کی حکمت و مصلحت سے واقف نہ ہوں۔ غیبت امام مہدی اُسی طرح مصلحت و حکمت خداوندی کی بنا پر عمل میں آئی ہے۔ جس طرح طوافِ کعبہ، رمی جمرہ وغیرہ ہے، جس کی اصل مصلحت خداوندِ عالم ہی کو معلوم ہے (۸) امام جعفر صادق علیہ السّلام کا فرمانا ہے کہ امام مہدی کو اس لیے غائب کیا جائے گا تاکہ خداوندِ عالم اپنی ساری مخلوقات کا امتحان کر کے یہ جانچے کہ نیک بندے کون ہیں اور باطل پرست کون لوگ ہیں (اکمال الدین) (۹) چونکہ آپ کو اپنی جان کا خوف تھا اور یہ طے شدہ ہے کہ "من خاف علی نفسہ احتاج الی الاستتار" کہ جسے اپنے نفس اور اپنی جان کا خوف ہو وہ پوشیدہ ہونے کو لازمی جانتا ہے۔ (المرتضیٰ) (۱۰) آپ کی غیبت اس لیے واقع ہوئی ہے کہ خداوندِ عالم ایک وقت معیّن میں آلِ محمدؐ پر جو مظالم کئے گئے ہیں۔ ان کا بدلہ امام مہدی کے ذریعہ سے لے گا یعنی آپ عہدِ اوّل سے لے کر بنی اُمیّہ اور بنی عباس کے ظالموں سے مکمل بدلہ لیں گے۔ (اکمال الدین)۔

غیبتِ امام مہدی جفر جامعہ کی روشنی میں

علامہ شیخ قندوزی بلخی حنفی رقمطراز ہیں کہ سُدیر صیرفی کا بیان ہے کہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہم اور مفضل بن عمر، ابوبصیر، امان بن تغلب ایک دن صادق آلِ محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ زمین پر بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اے محمدؐ! تمھاری غیبت کی خبر نے میرا دل بے چین کر دیا ہے" میں نے عرض کی، حضور خدا آپ کی آنکھوں کو کبھی نہ رولائے، بات کیا ہے، کس لیے حضورؐ گریہ کناں ہیں۔ فرمایا۔ اے سُدیر! میں نے آج کتاب "جعفر جامع" میں بوقتِ صبح امام مہدیؑ کی غیبت کا مطالعہ کیا ہے، اے سُدیر! یہ وہ کتاب ہے جس میں "علم ما کان وما یکون" کا اندراج ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب اس میں لکھا ہوا ہے۔ اے سُدیر! میں نے اس کتاب میں یہ دیکھا ہے کہ ہماری نسل سے امام مہدیؑ ہوں گے۔ پھر وہ غائب ہو جائیں گے۔ اور اُن کی غیبت نیز عمر بہت طویل ہو گی۔ اُن کی غیبت کے زمانہ میں مومنین مصائب میں مبتلا ہوں گے اور اُن کے امتحانات ہوتے رہیں گے اور غیبت میں تاخیر کی وجہ سے اُن کے دلوں میں شکوک پیدا ہوتے ہوں گے۔ پھر فرمایا: اے سُدیر سنو! ان کی ولادت حضرت موسیٰؑ کی ولادت کی طرح ہو گی۔ اور ان کی غیبت عیسیٰؑ کی مانند ہو گی اور اُن کے ظہور کا حال حضرت نوحؑ کے مانند ہو گا اور ان کی عمر حضرت خضرؑ کی عمر جیسی ہو گی (ینابیع المودۃ)

اس حدیث کی مختصر شرح یہ ہے۔ کہ (۱) تاریخ میں ہے کہ جب فرعون کو معلوم ہوا کہ میری سلطنت کا زوال ایک مولود بنی اسرائیل کے ذریعہ ہو گا تو اس نے حکم جاری کر دیا کہ ملک میں کوئی عورت حاملہ نہ رہنے پائے۔ اور کوئی بچہ باقی نہ رکھا جائے چنانچہ اسی سلسلہ میں ۴۰ ہزار بچے ضائع کیے گئے۔ لیکن خدا نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون کی تمام ترکیبوں کے باوجود پیدا کیا، باقی رکھا اور انھیں کے ہاتھوں سے اُس کی سلطنت کا تختہ اُلٹوا دیا۔ اسی طرح امام مہدیؑ کے لیے ہوا کہ تمام بنی اُمیہ اور بنی عباسیہ کی سعی بلیغ کے باوجود آپ بطنِ نرجس خاتون سے پیدا ہوئے اور کوئی آپ کو دیکھ تک نہ سکا۔ (۲) حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں تمام یہودی اور نصرانی متفق ہیں کہ آپ کو سُولی دے دی گئی اور آپ قتل کیے جا چکے، لیکن خداوندِ عالم نے اُس کی رو فرمادی اور کہہ دیا کہ وہ نہ قتل ہوئے ہیں اور نہ اُن کو سُولی دی گئی ہے۔ یعنی خداوندِ عالم نے اپنے پاس بُلا لیا ہے اور وُہ آسمان پر امن و امانِ خدا میں ہیں۔ اُسی طرح حضرت امام مہدی علیہ السّلام کے بارے میں بھی لوگوں کا کہنا ہے کہ پیدا ہی نہیں ہوئے۔ حالانکہ وہ پیدا ہو کر حضرت عیسیٰؑ کی طرح غائب ہو چکے ہیں (۳) حضرت نوحؑ نے لوگوں کی نافرمانی سے عاجز آ کر خدا کے عذاب کے نزول کی درخواست کی۔ خداوندِ عالم نے فرمایا کہ پہلے ایک درخت لگاؤ وہ پھل لائے گا۔ تب عذاب کروں گا۔ اسی طرح نوحؑ نے سات مرتبہ کیا بالآخر اس تاخیر کی وجہ سے آپ کے تمام دوست و موالی اور ایمان دار کافر ہو گئے۔ اور صرف ستر مومنین رہ گئے۔ اسی طرح غیبت امام مہدیؑ اور تاخیر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ظہور کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ لوگ فرامین پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام کی تکذیب کر رہے اور عوام مسلم بلاوجہ اعتراضات کر کے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں اور شاید اسی وجہ سے مشہور ہے کہ جب دنیا میں چالیس مومن کامل رہ جائیں گے۔ تب آپ کا ظہور ہوگا۔ (۴) حضرت خضر جو زندہ اور باقی ہیں اور قیامت تک زندہ اور موجود رہیں گے۔ انھیں کی طرح حضرت امام مہدی بھی زندہ اور باقی ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے اور جب کہ حضرت خضر کے زندہ اور باقی رہنے میں مسلمانوں کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حضرت امام مہدی کے زندہ اور باقی رہنے میں بھی کوئی اختلاف کی وجہ نہیں ہے۔

غیبت صغریٰ وکبریٰ اور آپ کے سفراء

آپ کی غیبت کی دو حیثیت تھی، ایک صغریٰ اور دوسری کبریٰ، غیبت صغریٰ کی مدت ۷۵، یا ۷۴ سال تھی۔ اس کے بعد غیبت کبریٰ شروع ہوگئی۔ غیبت صغریٰ کے زمانہ میں آپ کا ایک نائب خاص ہوتا تھا۔ جس کے زیر اہتمام ہر قسم کا نظام چلتا تھا۔ سوال و جواب، خمس و زکوٰۃ اور دیگر مراحل اسی کے واسطے طے ہوتے تھے مخصوص مقامات محروسہ میں اسی کے ذریعہ اور سفارش سے سفراء مقرر کیے جاتے تھے۔

سب سے پہلے جنھیں نائب خاص ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کا نام نامی و اسم گرامی حضرت عثمان بن سعید عمری تھا۔ آپ حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے معتمد خاص اور اصحاب خلص میں سے تھے۔ آپ قبیلہ بنی اسد سے تھے آپ کی کنیت ابو عمر تھی، آپ سامرہ کے قریہ عسکر کے رہنے والے تھے۔ وفات کے بعد آپ بغداد میں دروازہ جبلہ کے قریب مسجد میں دفن کئے گئے ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد بحکم امام علیہ السلام آپ کے فرزند، حضرت محمد بن عثمان بن سعید اس عظیم منزلت پر فائز ہوئے، آپ کی کنیت ابوجعفر تھی۔ آپ نے اپنی وفات سے ۲ ماہ قبل اپنی قبر کھدوا دی تھی، آپ کا کہنا تھا کہ میں یہ اس لیے کر رہا ہوں کہ مجھے امام علیہ السلام نے بتا دیا ہے اور میں اپنی تاریخ وفات سے واقف ہوں۔ آپ کی وفات جمادی الاول ۳۰۵ھ میں واقع ہوئی اور آپ ماں کے قریب بمقام دروازہ کوفہ سر راہ دفن ہوئے۔

پھر آپ کی وفات کے بعد بواسطہ مرحوم حضرت امام علیہ السلام کے حکم سے حضرت حسین بن روح اس منصب عظیم پر فائز ہوئے۔ جعفر بن محمد بن عثمان سعید کا کہنا ہے کہ میرے والد حضرت محمد بن عثمان نے میرے سامنے حضرت حسین بن روح کو اپنے بعد اس منصب کی ذمہ داری کے متعلق امام علیہ السلام کا پیغام پہنچایا تھا حضرت حسین بن روح کی کنیت ابو القاسم تھی آپ محلہ نوبخت کے رہنے والے تھے۔ آپ خفیہ طور پر ممالک اسلامیہ کا دورہ کیا کرتے تھے۔ آپ دونوں فرقوں کے نزدیک معتمد، ثقہ، صالح

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور امین قرار دیئے گئے ہیں۔ آپ کی وفات شعبان ۳۲۶ھ میں ہوئی اور آپ محلہ نوبخت کوفہ میں مدفون ہوئے ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد بحکم امام علیہ السلام حضرت علی بن محمد السمری اس عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی، آپ اپنے فرائض انجام دے رہے تھے، جب وقت قریب آیا تو آپ سے کہا گیا کہ آپ اپنے بعد کا کیا انتظام کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اب آئندہ یہ سلسلہ قائم نہ رہے گا۔ (مجالس المومنین ص۸۹ وجزیرہ خضرا ص۶ وانوار الحسینیہ ص۵۵)۔ ملا جامی اپنی کتاب شواہد النبوت کے ص۲۱۴ میں لکھتے ہیں کہ محمد السمری کے انتقال سے ۶ یوم قبل امام علیہ السلام کا ایک فرمان ناحیہ مقدسہ سے برآمد ہوا۔ جس میں اُن کی وفات کا ذکر اور سلسلۂ سفارت کے ختم ہونے کا تذکرہ تھا۔ امام مہدی کے خط کے عیون الفاظ یہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یا علی بن محمد عظم اللہ اجر اخوانک فیک فانک میت ما بینک وبین ستۃ ایام فاجمع امرک ولا توص الی احد یقوم مقامک بعد وفاتک فقد وقعت الغیبۃ التامۃ فلا ظہور الا بعد اذن اللہ تعالیٰ وذالک بعد طول الامد الخ

ترجمہ:۔ اے علی بن محمد! خداوند عالم تمہارے بارے میں تمہارے بھائیوں اور دوستوں کو اجر جمیل عطا کرے، تمہیں معلوم ہو کہ تم چھ یوم میں وفات پانے والے ہو، تم اپنے انتظامات کر لو۔ اور آئندہ کے لیے اپنا کوئی قائم مقام تجویز و تلاش نہ کرو۔ اس لیے کہ غیبت کبریٰ واقع ہو گئی ہے اور اذن خدا کے بغیر ظہور ناممکن ہوگا۔ یہ ظہور بہت طویل عرصہ کے بعد ہوگا۔

غرضکہ چھ یوم گزرنے کے بعد حضرت ابوالحسن علی بن محمد السمری بتاریخ ۱۵ شعبان ۳۲۹ھ انتقال فرما گئے۔ اور پھر کوئی مخصوص سفیر مقرر نہیں ہوا اور غیبت کبریٰ شروع ہو گئی۔

سفرائے عمومی کے اسماء

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن سفراء کے اسماء بھی درج ذیل کر دیئے جائیں۔ جو انہیں نواب خاص کے ذریعہ اور سفارش سے بحکم امام ممالک محروسہ مخصوصہ میں امام علیہ السلام کا کام کرتے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔

(۱) بغداد سے حاجز۔ بلال۔ عطار۔ (۲) کوفہ سے عاصمی (۳) اہواز سے محمد بن ابراہیم بن مہریار (۴) ہمدان سے محمد ابن صالح (۵) رے سے بسامی واسدی (۶) آذربائیجان سے قسم بن علا (۷) نیشاپور سے محمد بن شاذان (۸) قسم سے احمد بن اسحاق۔ (غایۃ المقصود جلد ا ص۱۲۰)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت کے بعد

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت چونکہ خداوند عالم کی طرف سے بطور لطف خاص عمل میں آئی تھی، اس لیے آپ خدائی خدمت میں ہمہ تن منہمک ہو گئے اور غائب ہونے کے بعد آپ نے دین اسلام کی خدمت شروع فرما دی مسلمانوں، مومنوں کے خطوط کے جوابات دیئے۔ ان کی بوقت ضرورت رہبری کرنے اور انھیں راہ راست دکھلانے کا فریضہ ادا کرنا شروع کر دیا۔ ضروری خدمات آپ زمانۂ غیبت صغریٰ میں بواسطہ سفراء یا بلاواسطہ اور زمانۂ غیبت کبریٰ میں بلاواسطہ انجام دیتے رہے اور قیامت تک انجام دیتے رہیں گے۔

۳۰۷ھ میں آپ کا حجر اسود نصب کرنا

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ زمانۂ نیابت میں بعہد حسین بن روح، ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ بارادۂ حج بغداد گئے اور وہ مکہ معظمہ پہنچ کر حج کرنے کا فیصلہ کیے ہوئے تھے۔ لیکن وہ بغداد پہنچ کر سخت علیل ہو گئے۔ اسی دوران میں آپ نے سنا کہ قرامطہ نے حجر اسود کو نکال لیا ہے اور وہ اسے کچھ درست کرکے ایام حج میں پھر نصب کریں گے۔ کتابوں میں چونکہ پڑھ چکے تھے کہ حجر اسود صرف امام زمانہ ہی نصب کر سکتا ہے جیسا کہ پہلے آنحضرت صلعم نے نصب کیا تھا، پھر زمانۂ حجاج میں امام زین العابدین نے نصب کیا تھا۔ اسی بناء پر انھوں نے اپنے ایک کرم فرما "ابن ہشام" کے ذریعہ سے ایک خط ارسال کیا اور اسے کہہ دیا کہ جو حجر اسود نصب کرے اسے یہ خط دے دینا۔ نصب حجر کی لوگ سعی کر رہے تھے۔ لیکن وہ اپنی جگہ پر قرار نہیں لیتا تھا کہ اتنے میں ایک خوب صورت نوجوان ایک طرف سے سامنے آیا اور اس نے اسے نصب کر دیا اور وہ اپنی جگہ پر مستقر ہو گیا۔ جب وہ وہاں سے روانہ ہوا تو ابن ہشام ان کے پیچھے ہو لیے۔ راستے میں انھوں نے پلٹ کر کہا اے ابن ہشام، تو جعفر بن محمد کا خط مجھے دے دے۔ دیکھ اس میں اس نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ وہ کب تک زندہ رہے گا۔ اس سے کہہ دینا کہ وہ ابھی تیس ۳۰ سال اور زندہ رہے گا یہ کہہ کر وہ نظروں سے غائب ہو گئے۔ ابن ہشام نے سارا واقعہ بغداد پہنچ کر جعفر بن قولویہ سے بیان کر دیا۔ غرضکہ وہ تیس ۳۰ سال کے بعد وفات پا گئے۔ (کشف الغمہ ص ۱۳۳) اسی قسم کے کئی واقعات کتاب مذکور میں موجود ہیں۔

علامہ عبدالرحمٰن ملا جامی رقمطراز ہیں کہ ایک شخص اسماعیل بن حسن ہرقلی جو نواحی حلہ میں مقیم تھا اس کی ران پر ایک زخم نمودار ہو گیا تھا جو ہر زمانۂ بہار میں ابل آتا تھا جس کے علاج سے تمام دنیا کے اطباء عاجز اور قاصر ہو گئے تھے۔ وہ ایک دن اپنے بیٹے شمس الدین کو ہمراہ لے کر سید رضی الدین علی بن

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

طاؤس کی خدمت میں گیا۔ ان لوگوں نے پہلے تو بڑی سعی کی، لیکن کوئی چارۂ کار نہ ہوا۔ ہر طبیب یہ کہتا تھا کہ یہ پھوڑا "رگ اکحل" پر ہے، اگر اسے نشتر دیا جائے تو جان کا خطرہ ہے اس لیے اس کا علاج ناممکن ہے۔ اسماعیل کا بیان ہے کہ "چوں از اطبا مایوس شدم عزیمت مشہد شریف" سر من رائے کردم"۔ جب میں تمام اطبا سے مایوس ہوگیا تو سامرہ کے سرداب کے قریب گیا؛ اور وہاں پہ حضرت صاحب الامر کو متوجہ کیا۔ ایک شب دریائے دجلہ سے غسل کر کے واپس آرہا تھا کہ چار سوار نظر آئے، ان میں سے ایک نے میرے زخم کے قریب ہاتھ پھیرا اور میں بالکل اچھا ہوگیا میں ابھی اپنی صحت پر تعجب ہی کر رہا تھا کہ ان میں سے ایک سوار نے جو سفید ریش تھے کہا کہ تعجب کیا ہے تجھے شفا دینے والے امام مہدی علیہ السلام ہیں، یہ سن کر میں نے ان کے قدموں کا بوسہ دیا اور وہ لوگ نظروں سے غائب ہوگئے۔ (شواہد النبوت ص ۲۱۴ و کشف الغمہ ص ۱۳۲)۔

اسحاق بن یعقوب کے نام امام عصر کا خط

علامہ طبرسی بحوالہ محمد بن یعقوب کلینی لکھتے ہیں کہ اسحٰق بن یعقوب نے بذریعہ محمد بن عثمان عمری حضرت امام مہدی علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا جس میں کئی سوالات مندرج تھے۔ حضرت نے بخط خود جواب تحریر فرمایا اور تمام سوالات کے جوابات تحریراً عنایت فرما دیے جس کے اجزا یہ ہیں:۔

(۱) جو ہمارا منکر ہے، وہ ہم سے نہیں (۲) میرے عزیزوں میں سے جو مخالفت کرتے ہیں، ان کی مثال ابن نوح اور برادران یوسف کی ہے (۳) فقاع یعنی جو کی شراب کا پینا حرام ہے۔ (۴) ہم تمہارے مال صرف اس لیے (بطور خمس قبول کرتے ہیں کہ تم پاک ہو جاؤ اور عذاب سے نجات حاصل کر سکو (۵) میرے ظہور کرنے اور نہ کرنے کا تعلق صرف خدا سے ہے جو لوگ وقت ظہور مقرر کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں جھوٹ بولتے ہیں (۶) جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ قتل نہیں ہوئے وہ کافر جھوٹے اور گمراہ ہیں (۷) تمام واقع ہونے والے حوادث میں میرے سفراء پر اعتماد کرو، وہ میری طرف سے تمہارے لیے حجت ہیں اور میں حجت اللہ ہوں (۸) "محمد بن عثمان" امین اور ثقہ ہیں اور ان کی تحریر میری تحریر ہے (۹) محمد بن علی مہزیار اہوازی کا دل انشاء اللہ بہت صاف ہو جائے گا اور انہیں کوئی شک نہ رہے گا (۱۰) گانے والی کی اجرت و قیمت حرام ہے (۱۱) محمد بن شاذان بن نعیم ہمارے شیعوں میں سے ہیں (۱۲) ابوالخطاب محمد بن ابی زینب اجدع ملعون ہے اور ان کے ماننے والے بھی ملعون ہیں۔ میں اور میرے باپ دادا اس سے اور اس کے باپ دادا سے ہمیشہ بیزار رہے ہیں۔ (۱۳) جو ہمارا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں (۱۴) خمس ہمارے سادات شیعہ کے لیے حلال ہے (۱۵) جو لوگ دین خدا میں شک کرتے ہیں وہ اپنے خود ذمہ دار ہیں (۱۶) میری

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

غیبت کیوں واقع ہوئی ہے۔ یہ بات خدا کی مصلحت سے متعلق ہے اس کے متعلق سوال بیکار ہے۔ میرے آباؤ واجداد دُنیا والوں کے شکنجہ میں ہمیشہ رہے ہیں لیکن خدا نے مجھے اس شکنجہ سے بچالیا ہے جب میں ظہور کروں گا بالکل آزاد ہوں گا۔ (۱۷) زمانۂ غیبت میں مجھ سے فائدہ کیا ہے؟ اس کے متعلق یہ سمجھ لو کہ میری مثال غیبت میں ویسی ہے، جیسے ابر میں چھپے ہوئے آفتاب کی۔ میں ستاروں کی مانند اہلِ ارض کے لیے امان ہوں۔ تم لوگ غیبت اور ظہور سے متعلق سوالات کا سلسلہ بند کرو اور خداوند عالم کی بارگاہ میں دُعا کرو کہ وہ جلد میرے ظہور کا حکم دے، اے اسحٰق! تم پر اور اُن لوگوں پر میرا اسلام ہو جو ہدایت کی اتباع کرتے ہیں۔ (اعلام الوریٰ ص ۲۵۵ مجالس المومنین صفحہ ۱۹۰، کشف الغمہ ص ۱۴۲)۔

شیخ محمد بن محمد کے نام امام زمانہ کا مکتوب گرامی

علماء کا بیان ہے کہ حضرت امام عصر علیہ السلام نے جناب شیخ مفید ابو عبداللہ محمد بن محمد بن نعمان کے نام ایک مکتوب ارسال فرمایا ہے۔ جس میں انھوں نے شیخ مفید کی مدح فرمائی ہے اور بہت سے واقعات سے موصوف کو آگاہ فرمایا ہے۔ اُن کے مکتوب گرامی کا ترجمہ یہ ہے :

میرے نیک برادر اور لائق محب، تم پر میرا اسلام ہو تمھیں دینی معاملہ میں خلوص حاصل ہے اور تم ہمارے بارے میں یقینِ کامل رکھتے ہو۔ ہم اُس خدا کی تعریف کرتے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ہم درود بھیجتے ہیں حضرت محمد مصطفےٰ اور اُن کی پاک آل پر ہماری دُعا ہے کہ خدا تمھاری توفیقاتِ دینی ہمیشہ قائم رکھے اور تمھیں نصرتِ حق کی طرف ہمیشہ متوجہ رکھے۔ تم جو ہمارے بارے میں صدق بیانی کرتے رہتے ہو، خدا تم کو اس کا اجر عطا فرمائے۔ تم نے جو ہم سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا اور دوستوں کو فائدہ پہنچایا، وہ قابلِ مدح و ستائش ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ خدا تم کو دشمنوں کے مقابلہ میں کامیاب رکھے۔ اب ذرا ٹھہر جاؤ، اور جیسا ہم کہتے ہیں اُس پر عمل کرو۔ اگرچہ ہم ظالموں کے امکانات سے دُور ہیں۔ لیکن ہمارے لیے خدا کافی ہے جس نے ہم کو ہمارے شیعہ مومنین کی بہتری کے لیے ذرائع دکھا دیئے ہیں۔ جب تک دولتِ دُنیا فاسقوں کے ہاتھ میں رہے گی۔ ہم کو تمھاری خبریں پہنچتی رہیں گی اور تمھارے معاملات کے متعلق کوئی بات ہم سے پوشیدہ نہ رہے گی۔ ہم اُن لغزشوں کو جانتے ہیں جو لوگوں سے اپنے نیک اسلاف کے خلاف ظاہر ہو رہی ہیں۔ (شاید اس سے اپنے چچا جعفر کی طرف اشارہ فرمایا ہے) اُنھوں نے اپنے عہدوں کو پسِ پشت ڈال دیا ہے، گویا وہ کچھ جانتے ہی نہیں۔ تاہم ہم ان کی رعایتوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ اُن کے ذکر بھولنے والے ہیں اگر ایسا ہوتا تو ان پر مصیبتیں نازل ہو جاتیں اور دشمنوں کو غلبہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حاصل ہوجاتا، پس اُن سے کہو کہ خدا سے ڈرو اور ہمارے امر و نہی کی حفاظت کرو اور اللہ اپنے نور کا کامل کرنے والا ہے، چاہے مشرک کیسے ہی کراہت کریں۔ تقیہ کو پکڑے رہو۔ میں اُس کی نجات کا ضامن ہوں جو خدا کی مرضی کا راستہ چلے گا۔ اس سال جمادی الاوّل کا مہینہ آئے گا تو اس کے واقعات سے عبرت حاصل کرنا۔ تمہارے لیے آسمان و زمین سے روشن آیتیں ظاہر ہوں گی۔ مسلمانوں کے گروہ حزن و قلق میں بمقام عراق پھنس جائیں گے۔ اور اُن کی بداعمالیوں کی وجہ سے رزق میں تنگی ہوجائے گی۔ پھر یہ ذلّت و مصیبت شریروں کی ہلاکت کے بعد دُور ہوجائے گی۔ ان کی ہلاکت سے نیک اور متقی لوگ خوش ہوں گے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ وہ ایسے کام کریں جن سے اُن میں ہماری محبت زیادہ ہو۔ یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ جب موت یکایک آجائے گی تو باب توبہ بند ہوجائے گا۔ اور خدا کی قہر سے نجات نہ ملے گی۔ خدا تم کو نیکی پر قائم رکھے، اور تم پر رحمت نازل کرے۔"

میرے خیال میں یہ خط عہد غیبت کبریٰ کا ہے، کیونکہ شیخ مفید کی ولادت ۱۱ ذیقعدہ ۳۳۶ھ اور وفات ۳ رمضان ۴۱۳ھ میں ہوئی ہے اور غیبت صغریٰ کا اختتام ۱۵ شعبان ۳۲۹ھ میں ہوا ہے۔ علامہ کبیر حضرت شہید ثالث علامہ نوراللہ شوشتری مجالس المومنین کے صفحہ ۲۰۶ میں لکھتے ہیں کہ شیخ مفید کے مرنے کے بعد حضرت امام عصرؑ نے تین شعر ارسال فرمائے تھے جو مرحوم کی قبر پر کندہ ہیں۔

اُن حضرات کے نام جنھوں نے زمانہ غیبتِ صغریٰ میں امام کو دیکھا ہے

چار وکلائے خصوصی اور سات وکلائے عمومی کے علاوہ جن لوگوں نے حضرت امام عصر علیہ السّلام کو دیکھا ہے۔ ان کے اسماء میں سے بعض کے نام یہ ہیں :-

بغداد کے رہنے والوں میں سے (۱) ابوالقاسم بن رئیس (۲) ابوعبداللہ ابن فروخ۔ (۳) مسرور الطباخ (۴-۵) احمد و محمد پسران حسن (۶) اسحاق کاتب از نوبخت (۷) صاحب الفرا (۸) صاحب الصرۃ المختومہ (۹) ابوالقاسم بن ابی جلیس (۱۰) ابوعبداللہ الکندی (۱۱) ابوعبداللہ الجنیدی (۱۲) ہارون القزاز (۱۳) النیلی (ہمدان کے باشندوں میں سے) (۱۴) محمد بن کشمرو (۱۵) جعفر بن ہمدان (دینور کے رہنے والوں میں سے) (۱۶) حسن بن ہرون (۱۷) احمد بن ہراون (از اصفہان) (۱۸) ابن باز شالہ (از ضیمر) (۱۹) زیدان (از قم) (۲۰) حسن بن نصر (۲۱) محمد بن محمد (۲۲) علی بن محمد بن اسحاق (۲۳) محمد بن اسحاق (۲۴) حسن بن یعقوب (از رے) (۲۵) قسم بن موسیٰ (۲۶) فرزند قسم بن موسیٰ (۲۷) ابن محمد بن ہارون (۲۸) صاحب الحصاۃ (۲۹) علی بن محمد (۳۰) محمد بن یعقوب کلینی، (۳۱) ابوجعفر الرفاء (از قزوین) (۳۲) مرداس (۳۳) علی بن احمد (از فارس) (۳۴) المجروح، (از شہرزور) (۳۵) ابن الجمال (از قدس) (۳۶) مجروح (از مرو) (۳۷) صاحب الالف دینار (۳۸)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

صاحب المال والرقہ۔ ایضاً (۳۹) ابو ثابت (از نیشاپور) (۴۰) محمد بن شعیب بن صالح (از یمن) (۴۱) فضل بن یزید (۴۲) حسن بن فضل (۴۳) جعفری (۴۴) ابن الاعجمی (۴۵) شمشاطی (از مصر) (۴۶) صاحب المولودین (۴۷) صاحب المال (۴۸) ابو رجاء (از نصیبین) (۴۹) ابو محمد ابن الوجنا، (از اہواز) (۵۰) الحصینی (غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۲۱)۔

زیارت ناحیہ اور اصول کافی

کہتے ہیں کہ اسی زمانۂ غیبتِ صغریٰ میں ناحیہ مقدسہ سے ایک ایسی زیارت برآمد ہوئی ہے جس میں تمام شہدا کربلا کے نام اور اُن کے قاتلوں کے اسماء ہیں۔ اسے "زیارت ناحیہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اصول کافی جو کہ حضرت ثقۃ الاسلام علامہ کلینی المتوفی ۳۲۹ھ کی ۲۰ سالہ تصنیف ہے۔ وہ جب امام عصر کی خدمت میں پیش ہوئی تو آپ نے فرمایا: "ھذا کاف لشیعتنا" یہ ہمارے شیعوں کے لیے کافی ہے۔ زیارت ناحیہ کی توثیق بہت سے علماء نے کی ہے جن میں علامہ طبرسی اور مجلسی بھی ہیں۔ دعائے سباسب بھی آپ ہی سے مروی ہے۔

غیبتِ کبریٰ میں امام مہدیؑ کا مرکزی مقام

امام مہدی علیہ السلام چونکہ اسی طرح زندہ اور باقی ہیں جس طرح حضرت عیسیٰؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت خضرؑ، حضرت الیاسؑ۔ نیز دجال بطال، یاجوج ماجوج اور ابلیس لعین زندہ اور باقی ہیں اور اُن سب کا مرکزی مقام موجود ہے۔ جہاں یہ رہتے ہیں مثلاً حضرت عیسیٰؑ چوتھے آسمان پر (قرآن مجید) حضرت ادریس جنت میں (قرآن مجید) حضرت خضر اور الیاس، مجمع البحرین یعنی دریائے فارس و رُوم کے درمیان پانی کے قصر میں (عجائب القصص علامہ عبدالواحد ص ۱۷۲) اور دجال بطال طبرستان کے جزیرہ مغرب میں (کتاب غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۰۲) اور یاجوج ماجوج۔ بحیرۂ رُوم کے عقب میں دو پہاڑوں کے درمیان (غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۰۲) اور ابلیس لعین، استعمار ارضی کے وقت والے پایۂ تخت ملتان میں (کتاب ارشاد الطالبین علامہ اخوند درویزہ ص ۲۲۳) تو لامحالہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کا بھی کوئی مرکزی مقام ہونا ضروری ہے۔ جہاں آپ تشریف فرما ہوں اور وہاں سے ساری کائنات میں اپنے فرائض انجام دیتے ہوں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ زمانہ غیبت میں حضرت امام مہدی علیہ السلام (جزیرہ خضرا اور بحر ابیض) میں اپنی اولاد اپنے اصحاب سمیت قیام فرما ہیں اور وہیں سے باعجاز تمام کام کیا کرتے اور ہر جگہ پہنچا کرتے ہیں، یہ جزیرہ خضرا، سرزمین ولایت بربر میں درمیان دریائے اندلس واقع ہے یہ جزیرہ معمور و آباد ہے، اس دریا کے ساحل میں ایک موضع بھی ہے جو بشکل جزیرہ ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُسے اندلس والے (جزیرۂ رفضہ) کہتے ہیں، کیونکہ اُس میں ساری آبادی شیعوں کی ہے۔ اِس تمام آبادی کی خوراک وغیرہ جزیرۂ خضرا سے براہ بحر ابیض سال میں دو بار ارسال کی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو (تاریخ جہاں آرا۔ ریاض العلماء، کفایۃ المہدی، کشف القناع، ریاض المومنین، غایۃ المقصود، رسالہ جزیرۂ خضرا، وبحر ابیض اور مجالس المومنین۔ علامہ نور اللہ شوشتری و بحار الانوار، علامہ مجلسی کتاب شرح قصیدہ علامہ حسین واعظ کاشفی ص۲۳۹ میں امام مہدی کے اقصائے بلادِ مغرب میں ہونے اور اُن کے شہروں پر تصرف رکھنے اور صاحبِ اولاد وغیرہ ہونے کا حوالہ ہے۔ امام شبلنجی علامہ عبدالمومن نے بھی اپنی کتاب نور الابصار کے ص۱۵۲ میں اس کی طرف بحوالہ کتاب جامع الفنون اشارہ کیا ہے۔

غیاث اللغات کے ص۲۳ میں ہے کہ یہ وہ دریا ہے جس کے جانبِ مشرق چین، جانبِ غربی مین، جانبِ شمالی ہند، جانبِ جنوبی دریائے محیط واقع ہے۔ اِس بحر ابیض و اخضر کا طول ۲ ہزار فرسخ اور عرض پانچ سو فرسخ ہے۔ اس میں بہت سے جزیرے آباد ہیں جن میں ایک سراندیپ بھی ہے اِس کتاب کے ص۲۹۵ میں ہے کہ "صاحب الزمان" حضرت امام مہدی علیہ السلام کا لقب ہے۔ علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ جس مکان میں رہتے ہیں اُسے "بیت الحمد" کہتے ہیں۔ (اعلام الوریٰ ص۲۴۳)

جزیرۂ خضرا میں امام علیہ السلام سے ملاقات

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی قیام گاہ جزیرۂ خضرا میں جو لوگ پہنچے ہیں۔ اُن میں سے شیخ صالح، شیخ زین العابدین علی ابن فاضل مازندرانی کا نام نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ آپ کی ملاقات کی تصدیق، فضل بن یحییٰ بن علی طیبی کوفی و شیخ عالم عامل شیخ شمس الدین نجیح حلی و شیخ جلال الدین، عبداللہ ابن عوام حلی نے فرمائی ہے۔ علامہ مجلسیؒ نے آپ کے سفر کی ساری روئداد ایک رسالہ کی صورت میں ضبط کیا ہے۔ جس کا مفصل ذکر بحار الانوار میں موجود ہے رسالہ جزیرۂ خضرا کے ص۱ میں ہے کہ شیخ اجل سعید شہید بن محمد مکی اور میر شمس الدین محمد اسد اللہ شوشتری نے بھی تصدیق کی ہے۔

مؤلف کتاب ہذا کہتا ہے کہ حضرت کی ولادت حضرت کی غیبت، حضرت کا ظہور وغیرہ جس طرح رمزِ خداوندی اور رازِ الٰہی ہے اسی طرح آپ کی جائے قیام بھی ایک راز ہے جس کی اطلاع عام ضروری نہیں ہے، واضح ہو کہ کولمبس کے ادراک سے قبل بھی امریکہ کا وجود تھا۔

امام غائب کا ہر جگہ حاضر ہونا

احادیث سے ثابت ہے کہ امام علیہ السلام جو کہ مظہر العجائب حضرت علیؑ کے پوتے ہیں، ہر مقام پر پہنچتے اور ہر جگہ اپنے ماننے والوں کے کام آتے ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ آپ بوقت ضرورت عام لوگوں سے ملتے ہیں، لوگ انھیں دیکھتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ انھیں پہچان نہ سکیں۔ (غایۃ المقصود)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امام مہدیؑ اور حج کعبہ

یہ مسلمات سے ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہر سال حج کعبہ کے لیے مکہ معظمہ اسی طرح تشریف لے جاتے ہیں جیسی طرح حضرت خضر و الیاس جاتے ہیں۔ (سراج القلوب ص۷۷) علی احمد کوفی کا بیان ہے کہ میں طوافِ کعبہ میں مصروف و مشغول تھا کہ میری نظر ایک نہایت خوبصورت نوجوان پر پڑی، میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اور کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا "انا المهدی و انا القائم"۔ میں مہدی آخر الزمان اور قائم آلِ محمدؐ ہوں۔ غانم ہندی کا بیان ہے کہ میں امام مہدی کی تلاش میں ایک مرتبہ بغداد گیا، ایک پل سے گزرتے ہوئے مجھے ایک صاحب ملے اور وہ مجھے ایک باغ میں لے گئے اور انھوں نے مجھ سے ہندی زبان میں کلام کیا اور فرمایا کہ تم امسال حج کے لیے نہ جاؤ، ورنہ نقصان پہنچ جائے گا۔ محمد بن شاذان کا کہنا ہے کہ میں ایک دفعہ مدینہ میں داخل ہوا تو حضرت امام مہدی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انھوں نے میرا پورا نام لے کر مجھے پکارا، چونکہ میرے پورے نام سے کوئی واقف نہ تھا اس لیے مجھے تعجب ہوا۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں امام زمانہ ہوں۔ علامہ شیخ سلیمان قندوزی بلخی تحریر فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن صالح نے کہا کہ میں نے غیبتِ کبریٰ کے بعد امام مہدی علیہ السلام کو حجرِ اسود کے نزدیک اس حال میں کھڑے ہوئے دیکھا کہ انھیں لوگ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ (ینابیع المودۃ)۔

زمانۂ غیبتِ کبریٰ میں امام مہدیؑ کی بیعت

حضرت شیخ عبداللطیف حلبی حنفی کا کہنا ہے کہ میرے والد شیخ ابراہیم حنفی کا شمار حلب کے مشائخ عظام میں تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے مصری استاد نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ (ینابیع المودۃ باب ۸۵ ص۴۹۲)۔

امام مہدیؑ کی مومنین سے ملاقات

رسالہ جزیرۂ خضرا کے ص۱۶ میں بحوالہ احادیث آلِ محمدؐ مرقوم ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام سے ہر مومن کی ملاقات ہوتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مومنین انھیں مصلحت خداوندی کی بنا پر اس طرح نہ پہچان سکیں جس طرح پہچاننا چاہیئے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے اس مقام پر میں اپنا ایک خواب لکھ دوں۔ واقعہ یہ ہے کہ آج کل جبکہ میں امام زمانہ کے حالات لکھ رہا ہوں۔ حدیثِ مذکورہ پر نظر ڈالنے کے بعد فوراً ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مولا سب کو دکھائی دیتے ہیں، لیکن مجھے آج تک نظر نہیں آئے، اس کے بعد میں بسترِ استراحت پر گیا اور سونے کے ارادے سے لیٹا، ابھی نیند نہ آئی تھی اور قطعی طور پر نیم بیداری کی حالت تھی کہ ناگاہ میں نے دیکھا کہ میرے مکان سے جانبِ مشرق تا بحدِ نظر ایک قوسی خط پڑا ہوا ہے یعنی شمال کی جانب کا سارا حصہ عالم پیالہ ہے اور

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُس پر امام مہدی علیہ السلام برہنہ تلوار لیے کھڑے ہیں اور یہ کہتے ہوئے کہ "نصف دُنیا آج ہی فتح کر لوں گا" شمال کی جانب ایک پاؤں بڑھا رہے ہیں۔ آپ کا قد عام انسانوں کے قد سے ڈیوڑھا اور جسم دوہرا ہے، بڑی بڑی سرمگیں آنکھیں اور چہرہ انتہائی روشن ہے آپ کے پٹے کٹے ہوئے ہیں اور سارا لباس سفید ہے اور وقت عصر کا ہے۔

یہ واقعہ ۳۰ نومبر ۱۹۵۸ء شب یکشنبہ بوقت ۴ ½ بجے شب کا ہے۔

مُلّا محمد باقر داماد کا امام عصر سے استفادہ کرنا

ہمارے اکثر علماء علمی مسائل اور مذہبی و معاشرتی مراحل حضرت امام زمانہ ہی سے طے کرتے آئے ہیں۔ مُلّا محمد باقر داماد جو ہمارے عظیم القدر مجتہد تھے۔ اُن کے متعلق ہے کہ ایک شب آپ نے ضریح نجف اشرف میں ایک مسئلہ لکھ کر ڈالا اس کے جواب میں اُن سے تحریراً کہا گیا کہ تمھارا امام زمانہ اس وقت مسجد کوفہ میں نماز گذار رہے ہیں تم وہاں جاؤ، وہ وہاں جا پہنچے، خود بخود دروازہ مسجد کھل گیا۔ اور آپ اندر داخل ہو گئے۔ آپ نے مسئلہ کا جواب حاصل کیا اور آپ مطمئن ہو کر برآمد ہوئے۔

جناب بحر العلوم کا امام زمانہ سے ملاقات کرنا

کتاب قصص العلماء مؤلفہ علامہ تنکابنی ص۵۵ میں مجتہد اعظم کربلائے معلیٰ جناب آقا سید محمد مہدی بحر العلوم کے تذکرہ میں مرقوم ہے کہ ایک شب آپ نماز میں اندرون حرم مشغول تھے کہ اتنے میں امام عصر اپنے اب وجد کی زیارت کے لیے تشریف لائے جس کی وجہ سے اُن کی زبان میں لکنت ہوئی اور بدن میں ایک قسم کا رعشہ پیدا ہو گیا۔ پھر جب وہ واپس تشریف لے گئے تو اُن پر جو ایک خاص قسم کی کیفیت طاری تھی وہ جاتی رہی۔ اس کے علاوہ آپ کے اسی قسم کے کئی واقعات کتاب مذکور میں مندرج ہیں۔

امام مہدی علیہ السلام کا حمایت مذہب فرمانا
واقعہ انار

کتاب کشف الغمہ ص۱۳۲ میں ہے کہ سید باقی بن عطوہ امامیہ مذہب کے تھے اور اُن کے والد زیدیہ خیال رکھتے تھے۔ ایک دن ان کے والد عطوہ نے کہا کہ میں سخت علیل ہو گیا ہوں اور اب بچنے کی کوئی اُمید نہیں۔ ہر قسم کے اطباء کا علاج کر چکا ہوں، اے نورِ نظر! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مجھے تمھارے امام نے شفا دے دی، تو میں مذہب امامیہ اختیار کر لوں گا۔ یہ کہنے کے بعد جب یہ رات کو بستر پر گئے تو امام زمانہ کا ان پر ظہور ہوا، امام نے مقام مرض کو اپنے ہاتھ سے مَس کر دیا اور وہ مرض جاتا رہا عطوہ نے اُسی وقت مذہب امامیہ اختیار کر لیا اور رات ہی میں جا کر اپنے فرزند

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

باقر علوی کو خوشخبری دے دی۔

اسی طرح کتاب جواہر البیان میں ہے کہ بحرین کا والی نصرانی اور اس کا وزیر خارجی تھا، وزیر نے بادشاہ کے سامنے چند تازہ انار پیش کیے جن پر خلفاء کے نام علی الترتیب کندہ تھے۔ اور بادشاہ کو یقین دلایا کہ ہمارا مذہب حق ہے اور ترتیب خلافت حسبِ منشاء قدرت کے مطابق درست ہے بادشاہ کے دل میں یہ بات کچھ اس طرح بیٹھ گئی کہ وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوگیا کہ وزیر کا مذہب حق ہے اور امامیہ راہ باطل پر گامزن ہیں، چنانچہ اس نے اپنے خیال کی تکمیل کے لیے جملہ علماء امامیہ کو جو اس کے عہد حکومت میں تھے بلا بھیجا اور انھیں انار دکھا کر اُن سے کہا کہ اس کی رد میں کوئی معقول دلیل لاؤ، ورنہ ہم تمھیں قتل کر کے تمام مذہب کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیں گے، اس واقعہ نے علماء کرام میں ایک عجیب قسم کا ہیجان پیدا کر دیا، بالآخر سب علماء آپس میں مشورہ کے بعد ایسے دس علماء پر متفق ہوگئے جو ان میں نسبتاً مقدس تھے اور پروگرام یہ بنایا کہ جنگل میں ایک ایک عالم بوقت شب جا کر امام زمانہ سے استعانت کرے، چونکہ ایک شب کی مہلت و مدت ملی تھی، اس لیے پریشانی زیادہ تھی غرضکہ علماء نے جنگل میں جا کر امام زمانہ سے فریاد کا سلسلہ شروع کیا۔ دو عالم اپنی اپنی مدت، فریاد و فغاں ختم ہونے پر جب واپس آئے اور تیسرے عالم حضرت محمد بن علی کی باری آئی تو آپ نے بدستور صحرا میں جا کر مصلّے بچھا دیا، اور نماز کے بعد امام زمانہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی، لیکن ناکام ہو کر واپس آتے ہوئے انھیں ایک شخص راستے میں ملا۔ اس نے پوچھا۔ کیا بات ہے کیوں پریشان ہو، آپ نے عرض کی امام زمانہ کی تلاش ہے اور وہ تشریف لا نہیں رہے۔ اس شخص نے کہا: "انا صاحب العصر فاذکر حاجتک" میں ہی تمہارا امام زمانہ ہوں، کہو کیا کہتے ہو" محمد بن علی نے کہا کہ اگر آپ صاحب العصر ہیں تو آپ سے حاجت بیان کرنے کی ضرورت کیا، آپ کو خود ہی علم ہوگا۔

اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا کہ سنو! وزیر کے فلاں کمرہ میں ایک لکڑی کا صندوق ہے اس میں مٹی کے چند سانچے رکھے ہوئے ہیں، جب انار چھوٹا ہوتا ہے وزیر اس پر سانچہ چڑھا دیتا ہے۔ اور جب وہ بڑھتا ہے تو اس پر وہ نام کندہ ہو جاتے ہیں جو سانچہ میں کندہ ہیں۔ محمد بن علی! تم بادشاہ کو اپنے ہمراہ لے جا کر وزیر کے دجل و فریب کو واضح کر دو، وہ اپنے ارادہ سے باز آجائے گا اور وزیر کو سزا دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وزیر برخاست کر دیا گیا۔ (کتاب بدایع الاخبار ملا اسماعیل سبزواری ص۱۵۰ و سفینۃ البحار جلد ا ص۵۳۶ طبع نجف اشرف)۔

امام عصر کا واقعۂ کربلا بیان کرنا

حضرت امام مہدی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ "کھیعص" کا کیا مطلب ہے تو فرمایا کہ اس میں "ک"

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے کربلا (ک) سے ہلاکت عترت (ی) سے یزید ملعون (ع)، سے عطشِ حسینی (ص) سے صبرِ آلِ محمد مراد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آیت میں جناب زکریا کا ذکر کیا گیا ہے۔ جب زکریا کو واقعۂ کربلا کی اطلاع ہوئی تو وہ تین روز تک مسلسل روتے رہے۔ (تفسیر صافی صـ۲۷۹)۔

حضرت امام مہدی علیہ السّلام کے طولِ عمر کی بحث

بعض مستشرقین و ماہرینِ اعمار کا کہنا ہے کہ "جن کے اعمال و کردار اچھے ہوتے ہیں اور جن کا صفائے باطن کامل ہوتا ہے اُن کی عمریں طویل ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء فقہاء اور صلحاء کی عمریں اکثر طویل دیکھی گئی ہیں اور ہو سکتا ہے کہ طولِ عمر مہدی علیہ السّلام کی یہ بھی ایک وجہ ہو، ان سے قبل جو آئمہ علیہم السّلام گزرے وہ شہید کر دیئے گئے، اور ان پر دشمنوں کا دسترس نہ ہوا، تو یہ زندہ رہ گئے اور اب تک باقی ہیں۔ لیکن میرے نزدیک عمر کا تقرر و تعین دست ایزدی میں ہے اُسے اختیار ہے کہ کسی کی عمر کم رکھے کسی کی زیادہ اُس کی معین کردہ مدتِ عمر میں ایک پل کا بھی تفرقہ نہیں ہو سکتا تواریخ و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوندِ عالم نے بعض لوگوں کو کافی طویل عمریں عطا کی ہیں۔ عمر کی طوالت مصلحت خداوندی پر مبنی ہے۔ اس سے اُس نے اپنے دوست اور دشمن دونوں کو نوازا ہے۔ دوستوں میں حضرتِ عیسیٰ، حضرتِ ادریس، حضرتِ خضر، حضرتِ الیاس اور دشمنوں میں سے ابلیسِ لعین، دجالِ بطال، یاجوج ماجوج وغیرہ ہیں اور ہو سکتا ہے کہ چونکہ قیامت اصولِ دینِ اسلام سے ہے اور اس کی آمد میں امام مہدی کا ظہور خاص حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا اُن کا زندہ و باقی رکھنا مقصود رہا ہو، اور اُن کے طولِ عمر کے اعتراض کو رَد اور دفع دفع کرنے کے لیے اُس نے بہت سے افراد کی عمریں طویل کر دی ہوں۔ مذکورہ افراد کو جانے دیجئے۔ عام انسانوں کی عمروں کو دیکھئے بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جن کی عمریں کافی طویل رہی ہیں، مثال کے لیے ملاحظہ ہو۔

(۱) لقمان کی عمر ۳۵۰۰ سال (۲) عوج بن عنق کی عمر ۳۳۰۰ سال اور بقولے ۳۶۰۰ سال۔ (۳) ذوالقرنین کی عمر ۳۰۰۰ سال (۴) حضرت نوح و (۵) ضحاک و (۶) طہمورث کی عمریں ۱۰۰۰ سال (۷) قینان کی عمر ۹۰۰ سال (۸) مہلائیل کی عمر ۸۰۰ سال (۹) نفیل بن عبداللہ کی عمر ۷۰۰ سال (۱۰) ربیع بن عمر عرف سطیح کاہن کی عمر ۶۰۰ سال (۱۱) حاکم عرب عامر بن ضرب کی عمر ۵۰۰ سال (۱۲) سام بن نوح کی عمر ۵۰۰ سال (۱۳) حرث بن مضاض جرہمی کی عمر ۴۰۰ سال (۱۴) ارفخشد کی عمر ۴۰۰ سال (۱۵) درید بن زید کی عمر ۴۵۶ سال (۱۶) سلمان فارسی کی عمر ۴۰۰ سال (۱۷) عمرو بن دوسی کی عمر ۴۰۰ سال (۱۸) زہیر بن جناب بن عبداللہ کی عمر ۴۳۰ سال (۱۹) حرث بن خیاص کی عمر ۴ سال (۲۰) کعب بن جمجمہ کی عمر ۳۹۰ سال (۲۱) نصر بن دھمان بن سلیمان کی عمر ۳۹۰ سال (۲۲) قیس

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بن ساعدہ کی عمر ۳۸۰ سال (۲۳) عمرو بن ربیعہ کی عمر ۳۳۳ سال (۲۴) اکثم بن ضیفی کی عمر ۳۳۶ سال۔ (۲۵) عمرو بن طفیل عدوانی کی عمر ۲۰۰ سال تھی (غایۃ المقصود ص۱۰۳ اعلام الوریٰ ص۲۷۰)۔ ان لوگوں کی طویل عمروں کو دیکھنے کے بعد یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ "چونکہ اتنی عمر کا انسان نہیں ہوتا، اس لیے امام مہدی کا وجود ہم تسلیم نہیں کرتے" کیونکہ امام مہدی علیہ السلام کی عمر اس وقت ۱۳۹۳ھ میں صرف گیارہ سو اڑتیس سال کی ہوتی ہے۔ جو مذکورہ عمروں میں سے لقمان حکیم اور ذوالقرنین جیسے مقدس لوگوں کی عمروں سے بہت کم ہے۔

الغرض قرآن مجید، اقوال علماء اسلام اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ امام مہدیؑ پیدا ہو کر غائب ہو گئے ہیں اور قیامت کے قریب ظہور کریں گے، اور آپ اسی طرح زمانۂ غیبت میں بھی حجت خدا ہیں جس طرح بعض انبیاء اپنے عہد نبوت میں غائب ہونے کے دوران میں بھی حجت تھے (عجائب القصص ص۱۹۱) اور عقل بھی یہی کہتی ہے کہ آپ زندہ اور باقی موجود ہیں، کیونکہ جس کے پیدا ہونے پر علماء کا اتفاق ہو اور وفات کا کوئی ایک بھی غیر متعصب عالم قائل نہ ہو اور طویل العمر انسانوں کے ہونے کی مثالیں بھی موجود ہوں تو لامحالہ اس کا موجود اور باقی ہونا ماننا پڑے گا۔ دلیل منطقی سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا امام مہدیؑ زندہ اور باقی ہیں۔

ان تمام شواہد اور دلائل کی موجودگی میں جن کا ہم نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے، مولوی محمد امین مصری کا رسالہ "طلوع اسلام" کراچی جلد ۱۴ ص۱۵ ۹ میں یہ کہنا کہ

"شیعوں کو ابتداءً روئے زمین پر کوئی ظاہری مملکت قائم کرنے میں کامیابی نہ ہو سکی، ان کو تکلیفیں دی گئیں اور پراگندہ اور منتشر کر دیا گیا تو انھوں نے ہمارے خیال کے مطابق امام منتظر اور مہدی وغیرہ کے پُرامید عقائد ایجاد کر لیے تاکہ عوام کی ڈھارس بندھی رہے۔"

اور مُلّا اخوند درویزہ کا کتاب ارشاد الطالبین ص۳۹۶ میں یہ فرمانا کہ:۔

"ہندوستان میں ایک شخص عبداللہ نامی پیدا ہوگا جس کی بیوی آمنہ (آمنہ) ہوگی، اس کے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کا نام محمدؐ ہوگا۔ وہی کوفہ جا کر حکومت کرے گا... لوگوں کا یہ کہنا درست نہیں کہ امام مہدی وہی ہیں جو امام حسن عسکری کے فرزند ہیں۔ الخ

حد درجہ مضحکہ خیز، افسوسناک اور حیرت انگیز ہے، کیونکہ علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ "المہدی من ولد الامام الحسن العسکری" امام مہدی حضرت امام حسن عسکریؑ کے بیٹے ہیں اور ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ کو پیدا ہو چکے ہیں، ملاحظہ ہو، اسعاف الراغبین، وفیات الاعیان، روضۃ الاحباب تاریخ ابن الوردی، ینابیع المودۃ، تاریخ کامل، تاریخ طبری، نور الابصار، اصول کافی، کشف الغمہ،

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جلاء العیون، ارشاد مفید، اعلام الوریٰ، جامع عباسی، صواعق محرقہ، مطالب السؤل، شواہد النبوت ارجح المطالب، بحار الانوار، مناقب وغیرہ۔

حدیثِ نعثل اور امام عصرؑ

نعثل ایک یہودی تھا، جس سے حضرت عائشہ حضرتِ عثمان کو تشبیہ دیا کرتی تھیں، اور رسولِ اسلام علیہ السّلام کے بعد فرمایا کرتی تھیں :- "اس نعثل اسلامی عثمان کو قتل کردو۔ (ملاحظہ ہو، نہایۃ اللغۃ علامہ ابنِ اثیر جزری ص۳۲۱) یہی نعثل ایک دن حضور رسولِ کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض پرداز ہوا مجھے اپنے خدا، اپنے دین، اپنے خلفاء کا تعارف کرائیے، اگر میں آپ کے جواب سے مطمئن ہوگیا، تو مسلمان ہوجاؤں گا۔ حضرت نے نہایت بلیغ اور بہترین انداز میں خلاقِ عالم کا تعارف کرایا، اس کے بعد دینِ اسلام کی وضاحت کی۔ "قال صدقت" نعثل نے کہا آپ نے بالکل درست فرمایا پھر اس نے عرض کی مجھے اپنے وصی سے آگاہ کیجئے اور بتائیے کہ وہ کون ہے یعنی جس طرح ہمارے نبی حضرت موسیٰ کے وصی یوشع بن نون ہیں اس طرح آپ کے وصی کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میرے وصی علی بن ابی طالب اور ان کے فرزند حسن وحسین پھر حسین کے صلب سے نو بیٹے قیامت تک ہوں گے۔ اس نے کہا سب کے نام بتائیے آپ نے بارہ اماموں کے نام بتائے، ناموں کو سننے کے بعد وہ مسلمان ہوگیا اور کہنے لگا کہ میں نے کتبِ آسمانی میں ان بارہ ناموں کو اسی زبان کے الفاظ میں دیکھا ہے۔ پھر اس نے ہر وصی کے حالات بیان کئے، کربلا کا ہونے والا واقعہ بتایا۔ امام مہدی کی غیبت کی خبر دی اور کہا کہ ہمارے بارہ اسباط میں سے لاوی بن برخیا غائب ہوگئے تھے۔ پھر مدتوں کے بعد ظاہر ہوئے اور از سرِنو دین کی بنیادیں استوار کیں۔ حضرت نے فرمایا اسی طرح ہمارا بارہواں جانشین امام مہدی محمد بن حسن طویل مدت تک غائب رہ کر ظہور کرے گا۔ اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ (غایۃ المقصود ص۱۳۳ بحوالہ فرائد السمطین حموینی)۔

علاماتِ ظہورِ مہدی علیہ السّلام کے متعلق اربابِ عصمت کے ارشادات

امام مہدی علیہ السّلام کے ظہور سے پہلے بےشمار علامات ظاہر ہوں گے، پھر آخر میں آپ کا ظہور ہوگا۔ مغرب ومشرق پر آپ کی حکومت ہوگی۔ زمین خود بخود تمام دفائن اُگل دے گی، دُنیا کی کوئی ایسی زمین نہ باقی رہے گی جس کو آپ آباد نہ کردیں۔ علاماتِ ظہور میں چند یہ ہیں۔

(۱) عورتیں مردوں کے مشابہ ہوں گی۔ (۲) مرد عورتوں جیسے ہوں گے (۳) عورتیں زین جیسی چیزوں گھوڑے سائیکلوں پر سواری کرنے لگیں گی۔ (۴) نماز جان بوجھ کر قضا کی جانے لگے گی۔ (۵) لوگ خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرنے لگیں گے (۶) قتل کرنا معمولی چیز سمجھا جائے گا (۷) سُود

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کا زور ہوگا (۸) زنا عام ہوگا (۹) اچھی اچھی عمارتیں بہت بنیں گی (۱۰) جھوٹ بولنا حلال سمجھا جائے گا۔
(۱۱) رشوت عام ہوگی (۱۲) شہوتِ نفسانی کی پیروی کی جائے گی (۱۳) دین کو دنیا کے بدلے بیچا جائے گا
(۱۴) عزیزداری کی پرواہ نہ ہوگی (۱۵) احمقوں کو عامل بنایا جائے گا (۱۶) بردباری کو کمزوری و بزدلی
پر محمول کیا جائے گا (۱۷) ظلم فخر کے طور پر کیا جائے گا (۱۸) بادشاہ و اُمرا فاسق و فاجر ہوں گے۔
(۱۹) وزیر جھوٹے ہوں گے (۲۰) امانت دار خائن ہوں گے (۲۱) ہر ایک کے مددگار ظلم پرور ہوں گے
(۲۲) قاریانِ قرآن فاسق ہوں گے (۲۳) ظلم و جور عام ہوگا (۲۴) طلاق بہت زیادہ ہوگی۔
(۲۵) فسق و فجور نمایاں ہوں گے (۲۶) فریبی کی گواہی قبول کی جائے گی (۲۷) شراب نوشی عام
ہوگی (۲۸) اغلام بازی کا زور ہوگا (۲۹) سحق یعنی عورتیں عورتوں کے ذریعہ شہوت کی آگ بجھائیں
گی (۳۰) مالِ خدا و رسولؐ کو مالِ غنیمت سمجھا جائے گا (۳۱) صدقہ و خیرات سے ناجائز فائدہ
اٹھایا جائے گا (۳۲) شریروں کی زبان کے خوف سے نیک بندے خاموش رہیں گے (۳۳)
شام سے سفیانی کا خروج ہوگا (۳۴) یمن سے یمانی برآمد ہوگا (۳۵) مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام
"کد" زمین دھنس جائے گی۔ (۳۶) رکن اور مقام کے درمیان آلِ محمدؐ کی ایک معزز فرد قتل ہوگی
(نور الابصار ص ۱۵۵ طبع مصر) (۳۷) بنی عباس میں شدید اختلاف ہوگا۔ (۳۸) ۱۵ شعبان کو
سورج گرہن اور اِسی ماہ کے آخر میں چاند گرہن ہوگا۔ (۳۹) زوال کے وقت آفتاب تا وقتِ عصر
قائم رہے گا۔ (۴۰) مغرب سے آفتاب نکلے گا (۴۱) نفس زکیہ اور ستر صالحین کا قتل (۴۲) مسجدِ
کوفہ کی دیوار خراب و برباد کر دی جائے گی (۴۳) خراسان کی جانب سے سیاہ جھنڈے برآمد ہوں
گے (۴۴) مصر میں ایک مغربی کا ظہور ہوگا (۴۵) ترک جزیرہ میں اُتریں گے (۴۶) رُوم رملہ میں
پہنچ جائیں گے (۴۷) مشرق میں ایک ستارہ نکلے گا جس کی روشنی مغرب تک پھیلے گی (۴۸) ایک
سُرخی ظاہر ہوگی جو آسمان اور سورج پر غالب آجائے گی (۴۹) مشرق سے ایک زبردست آگ
بھڑکے گی جو ۳ یا ۷ روز باقی رہے گی اور بروایت شبلنجی ص ۲۱ وہ آگ مغرب تک پھیل کر عالم کو
تہس نہس کر دے گی (۵۰) عرب مختلف بلاد پر قابو پائیں گے اور عجم کے بادشاہ کو مغلوب کر دیں گے
(۵۱) مصری اپنے بادشاہ و حاکم کو قتل کر دیں گے۔ (۵۲) شام تباہ و برباد ہو جائے گا (۵۳) قیس و
عرب کے جھنڈے مصر پر لہرائیں گے (۵۴) خراسان پر بنی کندہ کا پرچم لہرائے گا (۵۵) فرات کا پانی
اِس درجہ چڑھ جائے گا کہ کوفہ کی گلی کوچوں میں پانی ہوگا (۵۶) ۶۰ عدد مدعیانِ نبوت ظاہر ہوں گے
(۵۷) ۱۳ نفر اولاد ابوطالب سے دعویٰ امامت کریں گے (۵۸) بنی عباس کا ایک عظیم شخص بمقام
حلوان و خانقین نذرِ آتش کیا جائے گا (۵۹) بغداد میں کرخ جیسا پل بنایا جائے گا (۶۰) سیاہ آندھی
کا آنا (۶۱) زلزلوں کا آنا (۶۲) اکثر مقام پر زمین کا دھنس جانا (۶۳) موت فجاۃ یعنی ناگہانی موت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کا زیادہ ہونا (۶۴) جان و مال اور ثمرات کی تباہی (۶۵) چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی کثرت جو کھیتی کو کھا جائیں (۶۶) غلہ کا کم اُگنا (۶۷) باہمی کشت و خون کی کثرت (۶۸) اپنے بیتدوں سے لوگوں کا نافرمان ہونا (۶۹) اپنے سرداروں کو قتل کرنا (۷۰) بعض گروہ کا سُور اور بندر کی صورت میں مسخ ہونا (۷۱) آسمان سے ایک آواز کا آنا جسے تمام اہل زمین سُنیں گے (۷۲) آسمانی آواز کا ہر زبان والے کے کان میں اُسی کی زبان میں پہنچنا (۷۳) بعض صورتوں کا مرقام عین الشمس میں ظاہر ہونا (۷۴) ۲۴ بارشوں کا پے در پے ہونا (۷۵) زمین کا زندہ ہو کر اپنے تمام معلومات ظاہر کرنا (کشف الغمہ صـ ۱۳۳) (۷۶) اچھائی اور بُرائی ایک نظر سے دیکھی جائے گی (۷۷) بُرائی کا حکم اپنی اولاد کو دیا جائے گا اور اچھائی سے روکا جائے گا (۷۸) لالچ کی وجہ سے باطن خراب ہو جائیں گے (۷۹) خوفِ خدا دل سے نکل جائے گا (۸۰) قرآن کا صرف نشان رہ جائے گا (۸۱) مسجدیں آباد مگر ہدایت سے خالی ہوں گی (۸۲) فقہا فتنہ پرور ہوں گے (۸۳) عورتوں سے مشورہ لیا جائے گا (۸۴) گناہ کھلم کھلا کیا جائے گا (۸۵) بدعہدی عام ہوگی (۸۶) عورتوں کو تجارت میں شریک کیا جائے گا (۸۷) ذلیل ترین شخص قوم کا سردار ہوگا (۸۸) گانے والیوں کا زور ہوگا (۸۹) اس زمانے کے لوگ اگلوں پر بلا وجہ لعنت کریں گے (۹۰) جھوٹی گواہی دی جائے گی (۹۱) حق ختم ہو جائے گا۔ باطل فروغ پائے گا (۹۲) قرآن ایک کہنہ کتاب سمجھی جائے گی۔ (۹۳) دین اندھا کر دیا جائے گا۔ (۹۴) بدکاری اعلان کے ساتھ کی جائے گی (۹۵) فسق و فجور میں جس کی مدح کی جائے گی خوش ہوگا (۹۶) لڑکے عورتوں کی طرح اُجرت پر استعمال ہوں گے (۹۷) معصیت پر مال خرچ کرنے والے کو ٹوکا نہ جائے گا (۹۸) ہمسایہ ہمسایہ کو اذیت دے گا (۹۹) نیکی کا حکم کرنے والا ذلیل رہے گا (۱۰۰) نیکی کے راستے چھوڑ دیئے جائیں گے۔ (۱۰۱) بیت اللہ معطل کر دیا جائے گا (۱۰۲) عورتیں انجمنیں قائم کریں گی (۱۰۳) لوگ عورتوں کی طرح کنگھی کریں گے۔ مردوں کو شرمگاہوں کا معاوضہ ملے گا (۱۰۵) مومن سے زیادہ صاحبِ مال کی عزت ہوگی (۱۰۶) عورتیں اپنے شوہروں کو مردوں کے ساتھ بدفعلی پر مجبور کریں گی (۱۰۷) عورتوں کی دلالی کرنے والے معزز سمجھے جائیں گے (۱۰۸) مومن غمگین اور ذلیل ہوگا (۱۰۹) حرام کو حلال کیا جائے گا (۱۱۰) دین میں خود رائی کی جائے گی (۱۱۱) معاصی کے لیے پردۂ شب کی ضرورت نہ ہوگی (۱۱۲) بڑے بڑے مال خدا کی معصیت میں صرف ہوں گے (۱۱۳) حکام دینداروں سے دُور بھاگیں گے (۱۱۴) جج فیصلہ میں رشوت لیں گے (۱۱۵) حرام عورتوں سے زنا کیا جائے گا جیسے ماں بہنیں (۱۱۶) مرد اپنی زوجہ کی حرام کمائی کھائے گا۔ (۱۱۷) عورتیں اپنے مردوں پر حکومت کریں گی (۱۱۸) مرد اپنی زوجہ اور لونڈی کو کرایہ پر چلائے گا۔ (۱۱۹) شریف کو ذلیل سمجھا جائے گا (۱۲۰) حکام میں اُس کی عزت ہوگی جو آلِ محمدؐ کو بُرا کہے گا (۱۲۱)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قرآن پڑھنا اور سننا بار ہوگا (۱۲۲) چغل خوری عام ہوگی (۱۲۳) غیبت کو اچھا سمجھا جائے گا (۱۲۴) حج اور جہاد خدا کے لیے نہیں دیگر مقاصد کے لیے کیا جائے گا (۱۲۵) بادشاہ یعنی برسرِ اقتدار طبقہ مومن کو کافر کے لیے ذلیل کرے گا۔ (۱۲۶) ویرانہ آبادی سے بدل جائے گا (۱۲۷) ناپ تول میں کمی لوگوں کا ذریعۂ معاش ہوگا (۱۲۸) لوگ ریاست طلبی کے لیے اپنے کو بدزبانی میں مشہور کریں گے تاکہ خوف کے مارے حکومت اُن کے سپرد کر دی جائے (۱۲۹) نماز بالکل سبک کر دی جائے گی (۱۳۰) مالِ کثیر کے باوجود زکوٰۃ نہ دی جائے گی۔ (۱۳۱) میت قبر سے نکالی جائے گی (۱۳۲) قبر سے کفن چرا کر بیچا جائے گا (۱۳۳) انسان صبح و شام نشہ میں ہوگا (۱۳۴) چوپایوں کے ساتھ بدفعلی کی جائے گی (۱۳۵) چوپائے چوپایوں کو پھاڑ کھائیں گے (۱۳۶) لوگ جانماز پر برہنہ جائیں گے (۱۳۷) لوگوں کے قلوب سخت ہو جائیں گے (۱۳۸) لوگوں کی آنکھیں بیحیائی کریں گی (۱۳۹) ذکرِ خدا لوگوں پر بار ہوگا۔ (۱۴۰) مالِ حرام عام ہوگا (۱۴۱) نماز صرف ریا و سمعہ یعنی دکھانے کے لیے پڑھی جائے گی (۱۴۲) فقیہہ دین کے ماسوا دوسرے کاموں کے لیے فقہ حاصل کرے گا (۱۴۳) لوگ غاصب کا ساتھ دیں گے (۱۴۴) حلال روزی کمانے والے کی مذمت کی جائے گی (۱۴۵) طالبِ حرام کی مدح کی جائے گی (۱۴۶) حرمین شریفین میں ایسے عمل ہوں گے جو منشائے خداوندی کے خلاف ہوں گے (۱۴۷) آلاتِ غنا مکہ و مدینہ میں عام ہو جائیں گے (۱۴۸) حق کی ہدایت کو منع کیا جائے گا (۱۴۹) لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے اور حالِ شہر اُن کی اقتدا کریں گے چاہے وہ کچھ کریں (۱۵۰) نیکی کے راستے خالی ہو جائیں گے۔ (۱۵۱) میت کا مضحکہ اڑایا جائے گا (۱۵۲) ہر سال برائیوں میں نمایاں اضافہ ہوگا (۱۵۳) مجالس میں صرف مالدار کی عزت کی جائے گی (۱۵۴) فقیروں کو مضحکے کا موجب بنا کر پرمال دیا جائے گا۔ (۱۵۵) آسمانی مخاوف سے کوئی خوف نہ کھائے گا (۱۵۶) مرد اور عورتیں سب کے سامنے خواہشاتِ نفسانی کی آگ بجھائیں گے (۱۵۷) اپنی عزت کے خوف سے کوئی شریف کسی کو روک ٹوک نہ سکے گا (۱۵۸) معصیت میں مال خوشی سے صرف کیا جائے گا، لیکن خدا کی راہ میں بالکل نہ دیا جائے گا۔ (۱۵۹) والدین کی طرف سے اولاد کو عاق کرنا عام ہو جائے گا (۱۶۰) والدین اپنی اولاد کی نگاہ میں سبک ہوں گے (۱۶۱) اولاد اپنے والدین پر افترا کرنے میں خوشی محسوس کرے گی (۱۶۲) عورتیں ملک و حکومت پر غالب ہو جائیں گی (۱۶۳) فرزند اپنے باپ پر بہتان باندھے گا (۱۶۴) لڑکا ماں باپ پر بددعا کرے گا۔ (۱۶۵) فرزند ماں باپ کے جلد مرنے کی تمنا کرے گا۔ (۱۶۶) انسان جس دن کوئی گناہ نہ کرے گا اس دن غمگین رہے گا (۱۶۷) بادشاہ گرانی کے لیے غلّہ روکے گا۔ (۱۶۸) اعزا کا مال فریب سے تقسیم کیا جائے گا (۱۶۹) جوا کھیلا جائے گا (۱۷۰) شراب کے ذریعہ سے مریضوں کا علاج کیا جائے گا (۱۷۱) اچھائی اور برائی دونوں کی حقیقی برابر حیثیت رکھے گی۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(۱۷۲) منافق اور دشمن خدا کی ہوا بندھے گی اور اہلِ حق مقہور رہیں گے (۱۷۳) اُجرت لے کر اذان کہی جائے گی اور عوض لے کر نماز پڑھائی جائے گی (۱۷۴) خدا سے نہ ڈرنے والے مسجدوں پر قابض ہوں گے۔ (۱۷۵) مسجدوں میں نااہل جمع ہو کر غیبتیں کریں گے (۱۷۶) بدمست رسمی طور پر جماعت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھیں گے (۱۷۷) یتیموں کا مال کھانے والے کی مدح کی جائے گی (۱۷۸) قاضی حکمِ خدا کے خلاف فیصلہ کرے گا (۱۷۹) حکام لالچ کی وجہ سے خائنوں پر بھروسہ کریں گے (۱۸۰) میراث بدکاری میں صرف کی جائے گی (۱۸۱) منبروں پر تقویٰ کا ذکر کیا جائے گا، لیکن واعظ خود عمل نہیں کریں گے (۱۸۲) نماز کے اوقات کی پروا نہ کی جائے گی (۱۸۳) صدقہ و خیرات خوشنودیٔ خدا کے لیے نہیں صرف سفارش پر دیا جائے گا (۱۸۴) انسان کا مقصودِ حیات صرف پیٹ پالنا اور عیش کرنا ہوگا (۱۸۵) حق کی نشانیاں مٹ جائیں گی (۱۸۶) بھائی بھائی سے حسد کرے گا (۱۸۷) اپنے دوستوں کے ساتھ خیانت کی جائے گی (۱۸۸) دلوں میں زہر کی طرح تکبر دوڑ جائے گا (۱۸۹) زہد ختم ہو جائے گا (۱۹۰) لوگوں کی شکلیں انسانی اور دل شیطانی ہو جائیں گے (۱۹۱) ان کی عمریں قلیل اور ان کی تمنائیں کثیر ہوں گی (بحارالانوار جلد ۱۳ ص ۱۷۴ طبع ایران) (۱۹۲) کنیزوں سے مشورے کیے جائیں گے (۱۹۳) بچے منبروں پر بیٹھیں گے (۱۹۴) ایسے حاکم ہوں گے کہ جب ان سے کوئی بات کرے گا تو قتل کر دیا جائے گا۔ (۱۹۵) حکام شرفا کے مال کو اپنا مال سمجھیں گے (۱۹۶) عورتوں کی آبرو ریزی کریں گے (۱۹۷) کچھ چیزیں مشرق سے اور کچھ مغرب سے لائی جائیں گی جن سے امت کا امتحان کیا جائے گا (۱۹۸) مسجدیں نقش و نگار سے مزین کی جائیں گی (۱۹۹) قرآن مجید سجائے جائیں گے (۲۰۰) مسجدوں کی مینار یں بلند بنائی جائیں گی (۲۰۱) مرد سونا استعمال کریں گے (۲۰۲) ریشمی کپڑے پہنیں گے (۲۰۳) چیتے کی کھال کا فرش بنائیں گے (۲۰۴) سود خوری ظاہر بظاہر ہوگی (۲۰۵) حدِ شرعی جاری نہ کی جائے گی (۲۰۶) شریر افراد حاکم ہوں گے (۲۰۷) مالدار تفریح کے لیے، غریب دکھاوے کے لیے متوسط تجارت کے لیے حج کریں گے (۲۰۸) قرآن مجید سُر سے پڑھا جائے گا (۲۰۹) ولدالزنا کی کثرت ہوگی (۲۱۰) خوشامد بہت زیادہ رائج ہوگی (۲۱۱) لباس پر فخر و مباہات کیا جائے گا (۲۱۲) اُمراء شطرنج کھیلیں گے (۲۱۳) قاریانِ قرآن اور عباد ایک دوسرے پر لعنت کریں گے (۲۱۴) مالدار فقیروں سے دُور بھاگیں گے (۲۱۵) ملکی نظم و نسق میں وہ لوگ دخیل ہوں گے۔ جن کو اُس سے حس و مس نہ ہوگا۔ (۲۱۶) زمین اطراف سے دھنس جائے گی (تفسیر علی بن ابراہیم قمی ص ۶۲۹) (۲۱۷) درندے انسانوں سے باتیں کرنے لگیں گے (۲۱۸) لوگوں سے ان کے کوڑے اور جوتے کلام کرنے لگیں گے (۲۱۹) انسان کی رانیں بولنے لگیں گی اور وہ اس کے گھر کے لوگوں نے جو کچھ کیا ہوگا گھر کے مالک سے بتلانے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لگیں گی۔ (ینابیع المودۃ ص۴۳۱ بحوالہ ترمذی) (۲۲۰) سفیانی، خراسانی، یمانی کا خروج ایک ہی دن، ایک ہی مہینہ، ایک ہی سال میں ہوگا (۲۲۱) حکومت شام، حمص، فلسطین، اردن، قنسرین پر غالب آجائے گی (۲۲۲) طوفان کا زور ہوگا (۲۲۳) وادی یابس سے "ابن آکلۃ الاکباد" خروج کرے گا (۲۲۴) مومنین کا امتحان خوف، جوع، نقص اموال، نقص انفس، نقص ثمرات سے ہوگا (۲۲۵) شام کا "قریہ" جابیہ" زمین میں دھنس جائے گا (۲۲۶) قتل نفس زکیہ کے ۱۵ دن بعد امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا (اعلام الوریٰ طبرسی ص۲۶۲ طبع بمبئی ۱۳۱۲ھ جز) (۲۲۷) دنیا میں جھگڑے بکھیڑے بے انتہا ہوں گے (۲۲۸) نئے نئے فتنے پیدا ہوں گے (۲۲۹) آمد ورفت کے راستے بند ہو جائیں گے (۲۳۰) لوگ ایک دوسرے کو لوٹنے لگیں گے (ارجح المطالب ص۴۰۲) (۲۳۱) مردوں کی کمی اور عورتوں کی زیادتی ہوگی (۲۳۲) حجاز سے آگ نکلے گی (۲۳۳) مسجدوں سے (لاؤڈ سپیکر وغیرہ کے ذریعے سے) آوازیں بلند ہوں گی (۲۳۴) ریشمی لباس مرد پہننے لگیں گے (۲۳۵) مشرق، مغرب اور جزیرۂ عرب میں زمینیں دھنس جائیں گی (۲۳۶) یمن اور عدن سے آگ بھڑکے گی، (مشکوٰۃ ص۴۶۱) ۔(۲۳۷) اچھے لوگ ختم ہو جائیں گے اور برے لوگوں کی کثرت ہوگی۔ (۲۳۸) مقدرات الٰہی کی مخالفت عام ہوگی (۲۳۹) مال کے لانے لے جانے والے چوری کریں گے (۲۴۰) حرام خوری عام ہوگی (۲۴۱) گرانی حد سے بڑھ جائے گی (۲۴۲) دریا خشک ہو جائیں گے (۲۴۳) بارش بند ہو جائے گی (۲۴۴) اہل بربر زرد جھنڈے لے کر مصر پہنچ جائیں گے (۲۴۵) صخر کی اولاد سے ایک شخص خروج کرے گا (۲۴۶) سر عام عورتوں کی چھاتیوں سے کھیلا جائے گا (۲۴۷) سفید پنڈلیوں کی عورتیں برہنہ سڑکوں پر ملیں گی (۲۴۸) ایک یمنی بادشاہ "حسنؑ" نامی یمن سے خروج کرے گا (۲۴۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں، قرص آفتاب کے قریب آسمان پر ایک ہاتھ ظاہر ہوگا (۲۵۰) حج کا راستہ بند کر دیا جائے گا (۲۵۱) مردوں سے بدفعلی کے لیے مقوی غذائیں کھائی جائیں گی (۲۵۲) دولت کے زور سے حکومت حاصل کی جائے گی (۲۵۳) جھوٹی قسم کھانا فیشن میں داخل ہوگا (۲۵۴) ذخیرہ اندوزی ہوگی (۲۵۵) مسجد براثا جو جنگ نہروان کے بعد حضرت علیؑ نے راہب کے ذریعے سے بنائی تھی تباہ کر دی جائے گی (۲۵۶) قزوین میں ایک کافر کی عظیم حکومت ہوگی (۲۵۷) تکریت سے ایک شخص "عوف سلمی" نامی خروج کرے گا (۲۵۸) مقام قرقیا میں جنگ عظیم ہوگی (۲۵۹) ترک میدان جنگ میں اتر آئیں گے (۲۶۰) اہل ناقوس "نصاریٰ" کی حکومت عالم پر چھا جائے گی (۲۶۱) اسلامی ممالک میں بے شمار کلیسے بنائے جائیں گے۔ (کتاب الوسائل الحاج محمد علی ص۲۰۷ طبع بمبئی ۱۳۲۹ھ) (۲۶۲) عورتیں اونٹ کے کوہان کی طرح سر کے بال بنائیں گی (۲۶۳) عورتیں ایسے کپڑے پہنیں گی کہ برہنہ معلوم ہوں گی (۲۶۴) عورتیں زینت کرکے باہر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بجلا کریں گی (بحار الانوار)۔ (۲۶۵) لڑکے لمبے بال رکھیں گے (۲۶۶) بیوقوف تفریح کے لیے استعمال کیے جائیں گے (۲۶۷) مسجدیں خوبصورت بنائی جائیں گی (۲۶۸) بڑی بڑی عمارتیں بنائی جائیں گی (۲۶۹) قہوہ کی مختلف قسمیں استعمال ہوں گی (۲۷۰) لوگ سواریوں سے ٹکرا کر مریں گے (۲۷۱) لوگ رات میں سوئیں گے اور صبح کو مردہ ہوں گے (۲۷۲) رویت ہلال پر اختلاف ہوں گے (۲۷۳) لوگ آلاتِ غنا جیب میں رکھ کر گھوما کریں گے (۲۷۴) سندھ تبت کی وجہ سے تباہ ہوگا۔ اور تبت کی تباہی چین کی وجہ سے ہوگی (مناقب)۔ (۲۷۵) مصر میں امیر الامراء کا قیام ہوگا (۲۷۶) عربوں کی حکومت چھن جائے گی۔ (کشف الغمہ) (۲۷۷) عدن کی گہرائی سے آگ نکلے گی۔ (رسالہ غیبت طوسی ص۲۸۱)۔ (۲۷۸) دنیا میں حبشیوں کی حکومتیں قائم ہو جائیں گی (۲۷۹) شام میں چینی گھس جائیں گے تب ظہور ہوگا (الزام الناصب ص۱۸۳)۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور موفور السرور

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور سے پہلے جو علامات ظاہر ہوں گے ان کی تکمیل کے دوران ہی میں نصاریٰ فتح ممالک عالم کا ارادہ کر کے اٹھ کھڑے ہوں گے اور بیشمار ممالک پر قابو حاصل کرنے کے بعد ان پر حکمرانی کریں گے۔ اسی زمانہ میں ابوسفیان کی نسل سے ایک ظالم پیدا ہوگا جو عرب و شام پر حکمرانی کرے گا۔ اس کی دلی تمنا یہ ہوگی کہ سادات کے وجود سے ممالکِ محروسہ خالی کر دیئے جائیں۔ اور نسلِ محمدی کا ایک فرزند بھی باقی نہ رہے چنانچہ وہ سادات کو نہایت بیدردی سے قتل کرے گا۔ پھر اسی اثنا میں بادشاہِ روم کو نصاریٰ کے ایک فرقہ سے جنگ کرنا پڑے گی شاہِ روم ایک فرقہ کو ہمنوا بنا کر دوسرے فرقہ سے جنگ کرے گا اور شہر قسطنطنیہ پر قبضہ کر لے گا۔ قسطنطنیہ کا بادشاہ وہاں سے بھاگ کر شام میں پناہ لے گا، پھر وہ نصاریٰ کے دوسرے فرقہ کی معاونت سے فرقہ مخالف کے ساتھ نبرد آزما ہوگا۔ یہاں تک کہ اسلام کو زبردست فتح نصیب ہوگی۔ فتح اسلام کے باوجود نصاریٰ شہرت دیں گے کہ "صلیب" غالب آگئی، اس پر نصاریٰ اور مسلمانوں میں جنگ ہوگی اور نصاریٰ غالب آجائیں گے۔ بادشاہِ اسلام قتل ہو جائے گا۔

اور ملک شام پر بھی نصرانی جھنڈا لہرانے لگے گا اور مسلمانوں کا قتلِ عام ہوگا۔ مسلمان اپنی جان بچا کر مدینہ کی طرف کوچ کریں گے اور نصرانی اپنی حکومت کو وسعت دیتے ہوئے خیبر تک پہنچ جائیں گے۔ اسلامیانِ عالم کے لیے کوئی پناہ نہ ہوگی۔ مسلمان اپنی جان بچانے سے عاجز ہوں گے اس وقت وہ گروہ در گروہ سارے عالم میں امام مہدی علیہ السلام کو تلاش کریں گے، تاکہ اسلام محفوظ رہ سکے اور ان کی جانیں بچ سکیں اور عوام ہی نہیں بلکہ قطب، ابدال اور اولیا جستجو میں مشغول و مصروف

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہوں گے کہ ناگاہ آپ مکہ معظمہ میں رکن و مقام کے درمیان سے برآمد ہوں گے۔ (قیامت نامہ ترجمۂ المحدثین شاہ رفیع الدین دہلوی ص۳ طبع پشاور ۱۹۲۶ء) علماء فریقین کا کہنا ہے کہ آپ قریہ "کرعہ" سے روانہ ہو کر مکہ معظمہ سے ظہور فرمائیں گے (غایۃ المقصود ص۱۶۵، نور الابصار ص۱۵۴) علامہ گنجی شافعی اور علی بن محمد صاحب کفایۃ الاثر کا بحوالہ ابو ہریرہ بیان ہے کہ حضرت سرورِ کائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ امام مہدی قریہ (کرعہ)۔ (جو مدینہ سے بطرف مکہ تیس ۳۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے (مجمع البحرین ص۴۳۵) نکل کر مکہ معظمہ سے ظہور کریں گے، وہ میری زرہ پہنے ہوں گے۔ میری تلوار لگائے ہوں گے اور میرا عمامہ باندھے ہوں گے۔ اُن کے سر پر اَبر کا سایہ ہوگا اور ملک آواز دیتا ہوگا کہ یہی امام مہدی ہیں۔ اِن کی اتباع کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ جبرئیل آواز دیں گے اور "ہوا" اس کو ساری کائنات میں پہنچا دے گی اور لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے (غایۃ المقصود ص۱۶۵)۔

لغات سروری ص۳۵ میں ہے کہ آپ قصبہ خیرواں سے ظہور فرمائیں گے معصوم کا فرمانا ہے کہ امام مہدیؑ کے ظہور کے متعلق کسی کا کوئی وقت معین کرنا فی الحقیقت اپنے آپ کو علمِ غیب میں خدا کا شریک قرار دینا ہے۔ وہ مکہ میں بے خبر ظہور کریں گے، اُن کے سر پر زرد رنگ کا عمامہ ہوگا۔ بدن پر رسالت مآب صلعم کی چادر اور پاؤں میں انھیں کی نعلین مبارک ہوگی۔ وہ اپنے سامنے چند بھیڑیں رکھیں گے، کوئی اُنھیں پہچان نہ سکے گا۔ اور اسی حالت میں یکہ و تنہا بغیر کسی رفیق کے کعبۂ اقدس میں آ جائیں گے۔ جس وقت عالمِ سیاہی شب کی چادر اوڑھ لے گا اور لوگ سو جائیں گے اُس وقت ملائکہ صف بہ صف اُن پر اُتریں گے۔ اور حضرت جبرائیل و میکائیل اُنھیں نویدِ الٰہی سنائیں گے۔ کہ اُن کا حکم تمام دنیا پر جاری و ساری ہے۔ یہ بشارت پاتے ہی امام علیہ السلام شکرِ خدا بجالائیں گے اور رکنِ حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیمؑ کے درمیان کھڑے ہو کر بآوازِ بلند ندا دیں گے کہ اے وہ گروہ جو میرے مخصوصوں اور بزرگوں سے ہو اور وہ لوگو! جن کو حق تعالیٰ نے روئے زمین پر میرے ظاہر ہونے سے پہلے میری مدد کے لیے جمع کیا ہے۔ "آ جاؤ"۔ یہ ندا حضرت کے اُن لوگوں تک خواہ وہ مشرق میں ہیں یا مغرب میں پہنچ جائے گی اور وہ لوگ یہ آواز سن کر چشم زدن میں حضرت کے پاس جمع ہو جائیں گے یہ لوگ ۳۱۳ ہوں گے، اور نقیبِ امام کہلائیں گے۔ اُسی وقت ایک نور زمین سے آسمان تک بلند ہوگا۔ جو صفحۂ دنیا میں ہر مومن کے گھر میں داخل ہوگا جس سے اُن کی طبیعتیں مسرور ہو جائیں گی۔ مگر مومنین کو معلوم نہ ہوگا کہ امام علیہ السلام کا ظہور ہوا ہے۔ صبح امام علیہ السلام مع اُن ۳۱۳، اشخاص کے جو رات کو اُن کے پاس جمع ہو گئے تھے کعبہ میں کھڑے ہوں گے اور دیوار سے تکیہ لگا کر اپنا ہاتھ کھولیں گے جو موسیٰ کے یدِ بیضا کی مانند ہوگا اور کہیں گے کہ جو کوئی اِس ہاتھ پر بیعت کرے گا، وہ ایسا ہے گویا اُس نے "ید اللہ" پر بیعت کی۔ سب سے پہلے جبرئیل شرفِ بیعت سے مشرف ہوں گے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ان کے بعد ملائکہ بیعت کریں گے پھر مقدم الذکر لقبار (۳۱۳) بیعت سے مشرف ہوں گے۔ اس ملچل اور اژدحام میں مکہ میں تہلکہ مچ جائے گا اور لوگ حیرت زدہ ہو کر ہر سمت سے استفسار کریں گے کہ یہ کون شخص ہے۔ یہ تمام واقعات طلوع آفتاب سے پہلے سرانجام ہو جائیں گے۔ پھر جب سورج چڑھے گا، تو قرص آفتاب کے سامنے ایک منادی کرنے والا ظاہر ہوگا اور بآواز بلند کہے گا جس کو تمام ساکنان زمین و آسمان سنیں گے کہ "اے گروہ خلائق یہ مہدی آل محمدؐ ہیں، ان کی بیعت کرو۔ پھر ملائکہ اور (۳۱۳) آدمی تصدیق کریں گے اور دُنیا کے ہر گوشہ سے جوق در جوق آپ کی زیارت کے لیے لوگ روانہ ہو جائیں گے، اور عالم پر حجت قائم ہو جائے گی، اس کے بعد دس ہزار افراد بیعت کریں گے۔ اور کوئی یہودی اور نصرانی باقی نہ چھوڑا جائے گا۔ صرف اللہ کا نام ہوگا اور امام مہدیؑ کا کام ہوگا۔ جو مخالفت کرے گا اس پر آسمان سے آگ برسے گی اور اسے جلا کر خاکستر کر دے گی۔ (نور الابصار امام شبلنجی شافعی ص ۱۵۵، اعلام الوریٰ ص ۲۶۳)۔

علماء نے لکھا ہے کہ، ۲۷ مخلصین آپ کی خدمت میں کوفہ سے اس قسم کے پہنچ جائیں گے جو حاکم بنائے جائیں گے۔ جن کے اسماء (کتاب منتخب البصائر) یہ ہیں۔ یوشع بن نون، سلمان فارسی، ابودجانہ انصاری، مقداد بن اسود، مالک اشتر، اور قوم موسیٰ کے ۱۵ افراد اور سات اصحاب کہف (اعلام الوریٰ ص ۲۶۳، ارشاد مفید ص ۵۳۹) علامہ عبدالرحمن جامی کا کہنا ہے کہ قطب، ابدال، عرفاء سب آپ کی بیعت کریں گے، آپ جانوروں کی زبان سے بھی واقف ہوں گے اور آپ انسانوں اور جنوں میں عدل و انصاف کریں گے۔ (شواہد النبوت ص ۲۱۹) علامہ طبرسی کا کہنا ہے کہ آپ حضرت داؤد کے اصول پر احکام جاری کریں گے، آپ کو گواہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ آپ ہر ایک کے عمل سے بالہام خداوندی واقف ہوں گے۔ (اعلام الوریٰ ص ۲۶۴) امام شبلنجی شافعی کا بیان ہے کہ جب امام مہدی کا ظہور ہوگا تو تمام مسلمان خواص اور عوام خوش و مسرور ہو جائیں گے۔ ان کے کچھ وزراء ہوں گے۔ جو آپ کے احکام پر لوگوں سے عمل کرائیں گے۔ (نور الابصار ص ۱۵۳، بحوالہ فتوحات مکیہ) علامہ حلبی کا کہنا ہے کہ اصحاب کہف آپ کے وزراء ہوں گے (سیرت حلبیہ) حموینی کا بیان ہے کہ آپ کے جسم کا سایہ نہ ہوگا۔ (غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۵۰) حضرت علیؑ کا فرمانا ہے کہ انصار و اصحاب امام مہدی، خالص اللہ والے ہوں گے (ارجح المطالب ص ۴۶۹) اور آپ کے گرد اس طرح لوگ جمع ہو جائیں گے جس طرح شہد کی مکھی اپنے "یعسوب" بادشاہ کے گرد جمع ہو جاتی ہیں۔ (ارجح المطالب ص ۴۶۹)

ایک روایت میں ہے کہ ظہور کے بعد آپ سب سے پہلے کوفہ تشریف لے جائیں گے اور وہاں کے کثیر افراد قتل کریں گے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امامِ مہدی کا سنِ ظہور

خلاقِ عالم نے پانچ چیزوں کا علم اپنے لیے مخصوص رکھا ہے جن میں ایک قیامت بھی ہے (قرآن مجید) ظہور امام مہدی علیہ السلام چونکہ لازمہ قیامت سے ہے، لہٰذا اس کا علم بھی خدا ہی کو ہے کہ آپ کب ظہور فرمائیں گے۔ کونسی تاریخ ہوگی۔ کونسا سن ہوگا، تاہم احادیثِ معصومین جو الہام اور قرآن سے مستنبط ہوتی ہیں ان میں اشارے موجود ہیں۔ علامہ شیخ مفید، علامہ سید علی، علامہ طبرسی، علامہ شبلنجی رقمطراز ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ آپ طاق سن میں ظہور فرمائیں گے جو ۱، ۳، ۵، ۷، ۹ سے مل کر بنے گا۔ مثلاً ۱۳ سو، ۱۵ سو، ۱۷ سو، ۱۹ سو یا ایک ہزار، ۳ ہزار، ۵ ہزار، ۷ ہزار، ۹ ہزار۔ اسی کے ساتھ ہی ساتھ آپ نے فرمایا ہے کہ آپ کے اسمِ گرامی کا اعلان بذریعہ جناب جبرائیل ۲۳ تاریخ کو کر دیا جائے گا اور ظہور یوم عاشورہ ہوگا۔ جس دن امام حسین علیہ السلام بمقام کربلا شہید ہوئے ہیں (شرح ارشاد مفید ص ۵۳۲، غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۶۱، اعلام الوریٰ ص ۲۶۲، نور الابصار ص ۱۵۵) میرے نزدیک ذی الحجہ کی ۲۳ تاریخ ہوگی کیونکہ نفس زکیہ کے قتل اور ظہور میں ۱۵ راتوں کا فاصلہ ہونا مسلّم ہے۔ امکان ہے کہ قتل نفس زکیہ کے بعد ہی نام کا اعلان کر دیا جائے، پھر اس کے بعد ظہور ہو، ملا جواد ساباطی کا کہنا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام یوم جمعہ بوقت صبح بتاریخ ۱۰ محرم الحرام سنہ ۱۲۰۰ھ میں ظہور فرمائیں گے۔ غایۃ المقصود ص ۱۹۱ بحوالہ براہین ساباطیہ) امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ امام مہدی کا ظہور بوقت عصر ہوگا اور وہی عصر آیۂ "والعصر ان الانسان لفی خسر" سے مراد ہے۔ شاہ نعمت اللہ ولی کاظمی المتوفی سنہ ۸۲۰ھ (مجالس المومنین ص ۲۶۹) جو شاعر ہونے کے علاوہ عالم اور منجم بھی تھے۔ آپ کو علم جفر میں بھی دخل تھا۔ آپ نے اپنی مشہور پیشین گوئی میں سنہ ۱۳۸۰ھ کا حوالہ دیا ہے جس کا غلط ہونا ثابت ہے کیونکہ ۱۳۹۲ھ ہے (قیامت نامہ قدوۃ المحدثین شاہ رفیع الدین ص ۳)۔ (والعلم عند اللہ)۔

ظہور کے وقت امام علیہ السلام کی عمر

یوم ولادت سے تا ظہور آپ کی کیا عمر ہوگی؟ اسے تو خدا ہی جانے۔ لیکن مسلمات سے ہے کہ جس وقت آپ ظہور فرمائیں گے مثل حضرت عیسیٰؑ آپ چالیس سالہ جوان کی حیثیت میں ہوں گے۔ (اعلام الوریٰ ص ۲۶۵، وغایۃ المقصود ص ۷۹، ص ۱۱۹)۔

آپ کا جھنڈا

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے جھنڈے پر "البیعۃ للہ" لکھا ہوگا اور آپ اپنے ہاتھوں پر خدا کے لیے بیعت لیں گے اور کائنات میں صرف دینِ اسلام کا پرچم لہرائے گا۔ (ینابیع المودۃ ص ۴۳۳)۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ظہور کے بعد

ظہور کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام کعبہ کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوں گے۔ ابر کا سایہ آپ کے سرِ مبارک پر ہوگا، آسمان سے آواز آتی ہوگی کہ "یہی امام مہدی ہیں" اس کے بعد آپ ایک منبر پر جلوہ افروز ہوں گے۔ لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دیں گے اور دینِ حق کی طرف آنے کی سب کو ہدایت فرمائیں گے۔ آپ کی تمام سیرت پیغمبرِ اسلام کی سیرت ہوگی اور انھیں کے طریقہ پر عمل پیرا ہوں گے۔ ابھی آپ کا خطبہ جاری ہوگا کہ آسمان سے جبرئیل و میکائیل آکر بیعت کریں گے، پھر ملائکہ آسمانی کی عام بیعت ہوگی۔ ہزاروں ملائکہ کی بیعت کے بعد وہ ۳۱۳ مومنین بیعت کریں گے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو چکے ہوں گے۔ پھر عام بیعت کا سلسلہ شروع ہوگا۔ دس ہزار افراد کی بیعت کے بعد آپ سب سے پہلے کوفہ تشریف لے جائیں گے، اور دشمنانِ آلِ محمدؐ کا قلع قمع کریں گے۔ آپ کے ہاتھ میں عصائے موسیٰ ہوگا جو اژدھے کا کام کرے گا اور تلوار حمائل ہوگی (عین الحیات مجلسی صفحہ ۹۲) تواریخ میں ہے کہ جب آپ کوفہ پہنچیں گے تو کئی ہزار کا ایک گروہ آپ کی مخالفت کے لیے نکل پڑے گا، اور کہے گا کہ ہمیں بنی فاطمہ کی ضرورت نہیں، آپ واپس جائیے یہ سن کر آپ تلوار سے اُن سب کا قصہ پاک کر دیں گے اور کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ جب کوئی بھی دشمن آلِ محمدؐ اور منافق وہاں باقی نہ رہے گا تو آپ ایک منبر پر تشریف لے جائیں گے اور واقعہ کربلا کا ذکر کریں گے یعنی مجلسِ حسینؑ پڑھیں گے۔ اُس وقت لوگ محوِ گریہ ہو جائیں گے اور کئی گھنٹے تک رونے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ پھر آپ حکم دیں گے کہ مشہدِ حسینؑ تک نہر فرات کاٹ کر لائی جائے اور ایک مسجد کی تعمیر کی جائے۔ جس کے ایک ہزار در ہوں، چنانچہ ایسا ہی کیا جائے گا۔ اس کے بعد آپ زیارت سرورِ کائنات کے لیے مدینہ منورہ تشریف لے جائیں گے۔ (اعلام الوریٰ صفحہ ۲۶۳، ارشاد مفید صفحہ ۵۳۲ نور الابصار صفحہ ۱۵۵)۔

قدوۃ المحدثین شاہ رفیع الدین رقمطراز ہیں کہ حضرت امام مہدیؑ جو علم لدنی سے بھرپور ہوں گے جب مکہ سے آپ کا ظہور ہوگا اور اس ظہور کی شہرت اطراف و اکناف عالم میں پھیلے گی تو افواج مدینہ و مکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گی اور شام و عراق و یمن کے ابدال اور اولیا خدمت شریف میں حاضر ہوں گے اور عرب کی فوجیں جمع ہو جائیں گی، آپ اُن تمام لوگوں کو اُس خزانہ سے مال دیں گے جو کعبہ سے برآمد ہوگا۔ اور مقامِ خزانہ کو "تاج الکعبہ" کہتے ہوں گے، اسی اثنا میں ایک شخص خراسانی عظیم فوج لے کر حضرت کی مدد کے لیے مکہ معظمہ کو روانہ ہوگا۔ راستے میں اِس لشکرِ خراسانی کے مقدمۃ الجیش کے کمانڈر منصور سے نصرانی فوج کی ٹکر ہوگی، اور خراسانی لشکر نصرانی فوج کو پسپا کرکے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت کی خدمت میں پہنچ جائے گا۔ اِس کے بعد ایک شخص سفیانی جو بنی کلب سے ہوگا، حضرت سے مقابلہ کے لیے لشکرِ عظیم ارسال کرے گا۔ لیکن بحکمِ خدا جب وُہ لشکر مکّہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان پہنچے گا اور پہاڑ میں قیام کرے گا تو زمین میں وہیں دھنس جائے گا۔ پھر سفیانی جو دشمنِ آلِ محمدؐ ہوگا نصاریٰ سے سازباز کرکے امام مہدیؑ سے مقابلہ کے لیے زبردست فوج فراہم کرے گا۔ نصرانی اور سفیانی فوج کے اسّی نشان ہوں گے اور ہر نشان کے نیچے ۱۲ ہزار کی فوج ہوگی۔ ان کا دارالخلافہ شام ہوگا۔ حضرت امام مہدی علیہ السّلام بھی مدینہ منورہ ہوتے ہوئے جلد سے جلد شام پہنچیں گے جب آپ کا ورودِ مسعود دمشق میں ہوگا، تو دشمنِ آلِ محمدؐ سفیانی اور دشمنِ اسلام نصرانی آپ سے مقابلہ کے لیے صف آرا ہوں گے، اِس جنگ میں فریقین کے بے شمار افراد قتل ہوں گے۔ بالآخر امام علیہ السّلام کو فتح کامل ہوگی، اور ایک نصرانی بھی زمینِ شام پر باقی نہ رہے گا۔ اُس کے بعد امام علیہ السّلام اپنے لشکریوں میں انعام تقسیم کریں گے اور اُن مسلمانوں کو مدینہ منورہ سے واپس بلا لیں گے جو نصرانی بادشاہ کے ظلم و جور سے عاجز آکر شام سے ہجرت کر گئے تھے۔ (قیامت نامہ ص۴) اس کے بعد آپ مکہ معظمہ واپس تشریف لے جائیں گے اور مسجد سہلہ میں قیام فرمائیں گے (ارشاد ص۵۳۳) اِس کے بعد مسجد الحرام کو از سرِنو بنائیں گے اور دنیا کی تمام مساجد کو شرعی اصُول پر کر دیں گے، ہر بدعت کو ختم کریں گے اور ہر سُنّت کو قائم کریں گے نظامِ عالم درست کریں گے اور شہروں میں قاضی بھیں ارسال کریں گے، بانصرام و انتظام کے لیے وزراء روانہ کریں گے۔ (اعلام الوریٰ ص۲۶۲، ص۲۶۴)۔ اس کے بعد آپ مومنین، کاملین اور کافرین کو زندہ کریں گے، اور اس زندگی کا مقصد یہ ہوگا کہ مومنین اسلامی عروج سے خوش ہوں اور کافرین سے بدلہ لیا جائے ان زندہ کیے جانے والوں میں قابیل سے لے کر امتِ محمدیہ کے فراعنہ تک زندہ کیے جائیں گے، اور ان کے کیے کا پُورا پُورا بدلہ انھیں دیا جائے گا۔ جو جو ظلم انھوں نے کیے اُن کا مزہ چکھیں گے۔ غریبوں، مظلوموں اور بیکسوں پر جو ظلم ہوا ہے۔ اُس کی (ظالم کو) سزا دی جائے گی، سب سے پہلے جو واپس لایا جائے گا وہ یزید بن معاویہ ملعون ہوگا اور امام حسین علیہ السّلام تشریف لائیں گے۔ (غایۃ المقصود)۔

دجال اور اُس کا خروج

دجال، دجل سے مشتق ہے جس کے معنی فریب کے ہیں اِس کا اصل نام صائف، باپ کا نام صائد، ماں کا نام قطامہ ہے، یہ عہدِ رسالت مآبؐ میں بمقام تیہ جو مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے، چہارشنبہ کے دن بوقتِ غروبِ آفتاب پیدا ہوا ہے، پیدائش کے بعد آناً فاناً بڑھ رہا تھا، اُس کی داہنی آنکھ پھوٹی تھی اور بائیں آنکھ پیشانی پر چمک رہی تھی، وہ چند دنوں میں کافی بڑھ کر دعویٰ خدائی کرنے لگا، سرورِ کائنات جو حالات سے برابر مطلع ہو رہے تھے۔ اُنھوں نے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سلمان فارسی اور چند اصحاب کو لیا اور بمقام تیہہ جا کر اُس کو تبلیغ کرنا چاہی، اُس نے بہت بُرا بھلا کہا اور چاہا کہ حضرت پر حملہ کر دے۔ لیکن آپ کے اصحاب نے مدافعت کی، آپ نے اُس سے یہ فرمایا تھا کہ خدائی کا دعویٰ چھوڑ دے اور میری نبوت کو مان لے۔ علما نے لکھا ہے کہ دجال کی پیشانی پر بخطِ یزدانی "الکافر باللہ" لکھا ہوا تھا اور آنکھ کے ڈھیلے پر بھی (ک، ف، ر) مرقوم تھا۔ غرضکہ آپ نے وہاں سے مدینہ منورہ واپس تشریف لانے کا ارادہ کیا۔ دجال نے ایک سنگِ گراں جو پہاڑ کی مانند تھا حضرت کی راہ میں رکھ دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت جبرئیل آسمان سے آئے اور اُسے ہٹا دیا۔ ابھی آپ مدینہ پہنچے ہی تھے کہ دجال لشکرِ عظیم لے کر مدینہ کے قریب جا پہنچا۔ حضرت نے بارگاہِ احدیت میں عرض کی، خدایا! اسے اُس وقت تک کے لیے محبوس کر دے، جب تک اِسے زندہ رکھنا مقصود ہے۔ اسی دوران میں جناب جبرئیل آئے اور انھوں نے دجال کی گردن کو پشت کی طرف سے پکڑ کر اُٹھایا اور اُسے لے جا کر جزیرۂ طبرستان میں محبوس کر دیا ہے۔ لطیفہ یہ ہے کہ جبرئیل اُسے لے کر جانے لگے تو اُس نے زمین پر دونوں ہاتھ مار کر تحت الثریٰ تک کی دو مٹھی خاک لے لی، اور اُسے طبرستان میں ڈال دیا۔ جبرئیل نے سرورِ کائنات کے سوال کے جواب میں کہا کہ آپ کی وفات سے ۹۷۰ سال بعد یہ خاک عالم میں پھیلے گی اور اسی وقت سے آثارِ قیامت شروع ہو جائیں گے۔ (نہایۃ المقصود ص ۶۳، ارشاد الطالبین ص ۳۹۳) پیغمبرِ اسلام کا ارشاد ہے کہ دجال کو محبوس ہونے کے بعد تمیم دارمی نے جو پہلے نصرانی تھا، جزیرہ طبرستان میں بچشمِ خود دیکھا ہے۔ اس کی ملاقات کی تفصیل کتاب صحاح المصابیح، زہرۃ الریاض، صحیح بخاری، صحیح مسلم میں موجود ہے۔

غرضکہ اکثر روایات کے مطابق دجال حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور فرمانے کے ۱۸ یوم بعد خروج کرے گا (مجمع البحرین ص ۵۶۰ و نہایۃ المقصود جلد ۲ ص ۶۹)۔ ظہورِ امام اور خروجِ دجال سے پہلے تین سال تک سخت قحط پڑے گا۔ پہلے سال ۱/۳ بارش اور ۱/۳ زراعت ختم ہو جائے گی دوسرے سال آسمان و زمین کی برکت و رحمت ختم ہو جائے گی۔ تیسرے سال بالکل بارش نہ ہوگی، اور سارے دُنیا والے موت کی آغوش میں پہنچنے کے قریب ہو جائیں گے۔ دُنیا ظلم و جور، اضطراب و پریشانی سے بالکل پُر ہوگی۔ امام مہدیؑ کے ظہور کے بعد ۱۸ ہی دن میں کائنات نہایت اچھی سطح پر پہنچی ہوگی۔ کہ ناگاہ دجال ملعون کے خروج کا غلغلہ اُٹھے گا۔ وہ بروایتِ اخوند درویزہ ہندوستان کے ایک پہاڑ پر نمودار ہوگا اور وہاں سے باآوازِ بلند کہے گا۔ "میں خدائے بزرگ ہوں، میری اطاعت کرو"۔ یہ آواز مشرق و مغرب میں پہنچے گی۔ اس کے بعد ۳ یوم یا بروایت ۴۰ یوم اسی پر مقیم رہ کر لشکر تیار کرے گا۔ پھر شام و عراق ہوتا ہوا اصفہان کے ایک قریہ "یہودیہ" سے خروج کرے گا۔ اُس کے ہمراہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بہت بڑا لشکر ہوگا، جس کی تعداد ستر لاکھ مرقوم ہے۔ جن، دیو، پری، شیطان ان کے علاوہ ہوں گے۔ وہ ایک گدھے پر سوار ہوگا۔ جو ابلق رنگ کا ہوگا۔ اُس کے جسم کا بالائی حصہ سُرخ، ہاتھ پاؤں تا زانو سیاہ اس کے بعد سے سم تک سفید ہوگا۔ اُس کے دونوں کانوں کے درمیان ۴۰ میل کا فاصلہ ہوگا۔ وہ ۱۲ میل اُونچا اور ۹۰ میل لمبا ہوگا۔ اُس کا ہر قدم ایک میل کا ہوگا۔ اُس کے دونوں کانوں میں خلق کثیر بیٹھی ہوگی۔ چلنے میں اُس کے بالوں سے ہر قسم کے باجوں کی آواز آئے گی، وہ اُسی گدھے پر سوار ہوگا۔ سواری کے بعد جب وہ روانہ ہوگا تو اُس کے داہنے طرف ایک پہاڑ ہوگا جو ہمراہ چلتا رہے گا اُس میں نہریں میوہ جات اور ہر قسم کی نعمتیں ہوں گی، اور بائیں جانب ایک پہاڑ ہوگا جس میں ہر قسم کے سانپ بچھو ہوں گے، وہ لوگوں کو انھیں چیزوں کے ذریعہ سے بہکائے گا اور کہے گا کہ میں خدا ہوں۔ جو میرا حکم مانے گا جنت میں رکھوں گا جو نہ مانے گا اُسے جہنم میں ڈال دُوں گا۔ اسی طرح چالیس یوم میں ساری دُنیا کا چکر لگائے اور سب کو بہکا کر امام مہدی علیہ السلام کی اسکیم کو ناکامیاب بنانے کی سعی میں وہ خانہ کعبہ کو گرانا چاہے گا اور ایک عظیم لشکر بھیج کر کعبہ اور مدینہ کو تباہ کرنے پر مامور کریگا اور خود بارادہ کوفہ روانہ ہوگا۔ اس کا مقصد یہ ہوگا کہ کوفہ جو امام مہدیؑ کی آماجگاہ ہے اُسے تباہ کر دے۔ "چون آن لعین نزدیک کوفہ برسد امام محمد مہدیؑ باستیقبال او برسد" لیکن خدا کا کرنا دیکھئے کہ جب وہ کوفہ کے قریب پہنچے گا، تو حضرت امام مہدی علیہ السلام خود وہاں پہنچ جائیں گے، اور اُسے بحکم خدا تیغ دین سے اکھاڑ دیں گے۔ غرضکہ گھمسان کی جنگ ہوگی اور شام تک پھیلے ہوئے لشکر پر امام مہدی علیہ السلام زبردست حملے کریں گے، بالآخر وہ ملعون آپ کی ضربوں کی تاب نہ لا کر شام کے مقام عقبہ رفیق یا بمقام لُدّ جمعہ کے دن تین گھڑی دن چڑھے مارا جائے گا۔ اُس کے مرنے کے بعد دس میل تک دجال اور اُس کے گدھے اور لشکر کا خون زمین پر جاری رہے گا۔ علما کا کہنا ہے کہ قتل دجال کے بعد امام علیہ السلام اُس کے لشکریوں پر ایک زبردست حملہ کریں گے اور سب کو قتل کر ڈالیں گے۔ اُس وقت جو کافر زمین کے کسی گوشہ میں چھپے گا، وہ آواز دے گا کہ فلاں کافر یہاں روپوش ہے۔ امام علیہ السلام اُسے قتل کر دیں گے۔ آخر کار زمین پر کوئی دجال کا ماننے والا نہ رہے گا۔ (ارشاد الطالبین ص ۳۹۷، غایۃ المقصود جلد ۲ ص ۷۰، عین الحیات ص ۱۲۶، کتاب الوسائل ص ۱۸۱، قیامت نامہ ص ۷، معارف الملۃ ص ۲۰۸، صحیح مسلم، لمعات شرح مشکوٰۃ عبدالحق، مرقات شرح مشکوٰۃ، مجمع البحار) بعض روایات میں ہے کہ دجال کو حضرت عیسیٰؑ بحکم حضرت مہدی علیہ السلام قتل کریں گے۔

نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت امام مہدی علیہ السلام سُنّت کے قائم کرنے اور بدعت کے مٹانے نیز انصرام و انتظام عالم میں مشغول و مصروف

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہوں گے کہ ایک دن نمازِ صبح کے وقت بروایتے نمازِ عصر کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کی جامع مسجد کے منارہ شرقی پر نزول فرمائیں گے۔ حضرت امام مہدیؑ ان کا استقبال کریں گے۔ اور فرمائیں گے کہ آپ نماز پڑھائیے، حضرت عیسیٰ کہیں گے کہ یہ ناممکن ہے، نماز آپ کو پڑھانی ہوگی۔ چنانچہ حضرت امام مہدی علیہ السلام امامت کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور ان کی تصدیق کریں گے۔ (نور الابصار ۱۵۴ غایۃ المقصود ۱۰۴-۱۵۱ بحوالہ مسلم و ابنِ ماجہ مشکوٰۃ ۴۵۸) اس وقت حضرت عیسیٰؑ کی عمر چالیس ۴۰ سالہ جوان جیسی ہوگی۔ وہ اس دنیا میں شادی کریں گے، اور ان کے دو لڑکے پیدا ہوں گے۔ ایک کا نام احمد اور دوسرے کا نام موسیٰ ہوگا۔ (اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار ۱۳۵، قیامت نامہ ۹۔ بحوالہ کتاب الوفا ابنِ جوزی و مشکوٰۃ ۴۶۵ و سراج القلوب ۷۷)۔

امام مہدیؑ اور عیسیٰ ابنِ مریم کا دورہ

اس کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلاد و ممالک کا دورہ کرنے اور حالات کا جائزہ لینے کے لیے برآمد ہوں گے اور دجال ملعون کے پہنچائے ہوئے نقصانات اور اس کے پیدا کیے ہوئے بدترین حالات کو بہترین سطح پر لائیں گے۔ حضرت عیسیٰ خنزیر کو قتل کرنے، صلیبوں کو توڑنے اور لوگوں کے اسلام قبول کرنے کا انصرام و بندوبست فرمائیں گے۔ عدلِ مہدوی سے بلادِ عالم میں اسلام کا ڈنکا بجے گا اور ظلم و ستم کا تختہ تباہ ہو جائے گا۔ (قیامت نامہ قدوۃ المحدثین ۸۔ بحوالہ صحیح مسلم)۔

حضرت امام مہدی کا قسطنطنیہ کو فتح کرنا

روایت میں ہے کہ امام مہدی علیہ السلام قسطنطنیہ، چین اور جبل دیلم کو فتح کریں گے، یہ وہی قسطنطنیہ ہے جسے استنبول کہتے ہیں اور جس پر اس زمانہ میں نصاریٰ کا قبضہ ہوگا۔ اور ان کا قبضہ بھی مسلمان بادشاہ کو قتل کرنے کے بعد ہوا ہوگا۔ چین اور جبل دیلم پر بھی نصاریٰ کا قبضہ ہوگا اور وہ حضرت امام مہدی سے مقابلہ کا پورا انتظام کریں گے، چین جس کو عربی میں صین کہتے ہیں اس کے بارے میں روایت کے حوالے سے علامہ طریحی نے مجمع البحرین کے ص ۶۱۵ میں لکھا ہے کہ صینؑ ایک پہاڑی ہے ۲ مشرق میں ایک مملکت ہے ۳ کوفہ میں ایک موضع ہے۔ پتہ یہ چلتا ہے کہ ساری چینیوں فتح کی جائیں گی، ان کے علاوہ سندھ اور ہند کے مکانات کی طرف بھی اشارہ ہے، بہرحال امام مہدی علیہ السلام شہر قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوں گے اور ان کے ہمراہ جو ستر ہزار بنو اسحاق کے نوجوان ہوں گے انھیں دریائے روم کے کنارے، شہر میں جا کر اسے فتح کرنے کا حکم ہوگا، جب وہ وہاں پہنچ کر فصیل کے کنارے نعرہ تکبیر لگائیں گے تو خود بخود راستہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پیدا ہو جائے گا اور یہ داخل ہو کر اُسے فتح کر لیں گے، کفار قتل ہوں گے اور اُس پر پورا پورا قبضہ ہو جائے گا۔ (نور الابصار صہ۱۵۵ بحوالہ طبرانی، غایۃ المقصود جلد ا صہ۱۵۲ بحوالہ ابو نعیم، اعلام الوریٰ، بحوالہ امام جعفر صادق صہ۲۶۳، قیامت نامہ بحوالہ صحیح مسلم)۔

یاجوج ماجوج اور اُن کا خروج

قیامتِ صغریٰ یعنی ظہورِ آلِ محمدؐ اور قیامت کبریٰ کے درمیان دجال کے بعد یاجوج اور ماجوج کا خروج ہوگا۔ یہ سدِ سکندری سے نکل کر سارے عالم میں پھیل جائیں گے اور دُنیا کے امن و امان کو تباہ و برباد کر دینے میں پوری سعی کریں گے۔

یاجوج ماجوج حضرت نوحؑ کے بیٹے یافث کی اولاد سے ہیں، یہ دونوں چار سو قبیلوں اور اُمتوں کے سردار اور سربرآوردہ ہیں، ان کی کثرت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا مخلوقات میں ملائکہ کے بعد انھیں کثرت دی گئی ہے، ان میں کوئی ایسا نہیں جس کے ایک ایک ہزار اولاد نہ ہو۔ یعنی یہ اُس وقت تک مرتے ہی نہیں جب تک ایک ہزار بہادر پیدا نہ کر لیں۔ یہ تین قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ جو تاڑ سے زیادہ لمبے ہیں، دُوسرے وہ جو لمبے اور چوڑے برابر ہیں جن کی مثال بہت بڑے ہاتھی سے دی جاسکتی ہے تیسرے وہ جو اپنا ایک کان بچھاتے اور دُوسرا اوڑھتے ہیں۔ اِن کے سامنے لوہا، پتھر، پہاڑ تو وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ حضرت نوحؑ کے زمانہ میں دُنیا کے اخیر میں اُس جگہ پیدا ہوئے ہیں، جہاں سے پہلے پہل سورج نے طلوع کیا تھا۔ زمانہ فترت سے پہلے یہ لوگ اپنی جگہ سے نکل پڑتے تھے اور اپنے قریب کی ساری دُنیا کو کھا پی جاتے تھے۔ یعنی ہاتھی، گھوڑا، اُونٹ، اِنسان، جانور، کھیتی باڑی غرضکہ جو کچھ سامنے آتا تھا سب کو ہضم کر جاتے تھے۔ وہاں کے لوگ اِن سے سخت تنگ اور عاجز تھے، یہاں تک کہ زمانہ فترت میں حضرت عیسیٰؑ کے بعد بروایتے جب ذُوالقرنین اُس منزل تک پہنچے تو انھیں وہاں کا سارا واقعہ معلوم ہوا اور وہاں کی مخلوق نے اُن سے درخواست کی کہ ہمیں اِس بلائے بے درمان یاجوج ماجوج سے بچائیے۔ چنانچہ انھوں نے دُو پہاڑوں کے اُس درمیانی راستہ کو جس سے وہ آیا کرتے تھے۔ بحکمِ خُدا لوہے کی دیوار سے جو دو سو گز اُونچی اور پچاس یا ساٹھ گز چوڑی تھی بند کر دیا۔ اسی دیوار کو "سدِ سکندری" کہتے ہیں۔ کیونکہ ذوالقرنین کا اصل نام سکندرِ اعظم تھا، سدِ سکندری کے لگ جانے کے بعد ان کی خوراک سانپ قرار دی گئی، جو آسمان سے برستے ہیں۔ یہ تا ظہور امام مہدی علیہ السلام اسی میں محصور رہیں گے، ان کا اصول اور طریقہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی زبانوں سے سدِ سکندری کو ساری رات چاٹ کر کاٹتے ہیں، جب صبح ہوتی ہے اور دُھوپ لگتی ہے تو ہٹ جاتے ہیں پھر دُوسری رات کٹی ہوئی دیوار بھی پُر ہو جاتی ہے اور وہ پھر اُسے کاٹنے میں لگ جاتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بحکم خدا سے یہ لوگ امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں خروج کریں گے دیوار کٹ جائے گی اور یہ نکل پڑیں گے۔ اُس وقت کا عالم یہ ہوگا کہ یہ لوگ اپنی ساری تعداد سمیت سارا دُنیا میں پھیل کر نظامِ عالم کو درہم برہم کرنا شروع کر دیں گے، لاکھوں جانیں ضائع ہوں گی اور دُنیا کی کوئی چیز ایسی باقی نہ رہے گی جو کھائی اور پی جا سکے، اور یہ اس پر تصرف نہ کریں۔ یہ بلا کے جنگجو لوگ ہوں گے دُنیا کو مار کر کھا جائیں گے اور اپنے تیر آسمان کی طرف پھینک کر آسمانی مخلوق کو مارنے کا حوصلہ کریں گے اور جب اُدھر سے بحکمِ خدا تیر خون آلود آئے گا تو یہ بہت خوش ہوں گے اور آپس میں کہیں گے کہ اب ہمارا اقتدار زمین سے بلند ہو کر آسمان پر پہنچ گیا ہے۔ اسی دوران میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کی برکت اور حضرت عیسیٰؑ کی دُعا کی وجہ سے خداوندِ عالم ایک بیماری بھیج دے گا۔ جس کو عربی میں "نغف" کہتے ہیں، یہ بیماری ناک سے شروع ہو کر طاعون کی طرح ایک ہی شب میں اُن سب کا کام تمام کر دے گی۔ پھر اُن کے مردار کو کھانے کے لیے "عنقا" نامی طائر پیدا ہوگا۔ جو زمین کو اُن کی گندگی سے صاف کرے گا۔ اور انسان اُن کے تیر و کمان اور قابلِ سوختنی آلاتِ حرب کو سات سال تک جلائیں گے۔ (تفسیر صافی ص۲۷۰، مشکوٰۃ ص۳۹۹، صحیح مسلم، ترمذی، ارشاد الطالبین ص۳۹۸، غایۃ المقصود جلد ۲ ص۶، مجمع البحرین ص۴۶۶، قیامت نامہ ص۸)

امام مہدی علیہ السلام کی مدتِ حکومت اور خاتمۂ دُنیا

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا پایۂ تخت شہر کوفہ ہوگا۔ مکہ میں آپ کے نائب کا تقرر ہوگا۔ آپ کا دیوان خانہ اور آپ کے اجراءِ حکم کی جگہ مسجدِ کوفہ ہوگی۔ بیت المال مسجدِ سہلہ قرار دی جائے گی۔ اور خلوت کدہ نجف اشرف ہوگا۔ (حق الیقین ص۱۴۵) آپ کے عہدِ حکومت میں مکمل امن و سکون ہوگا۔ بکری اور بھیڑ، گائے اور شیر، انسان اور سانپ، زنبیل اور چوہے سب ایک دوسرے سے بے خوف ہوں گے (درِ منثور سیوطی جلد ۳ ص۲۳) معاصی کا ارتکاب بالکل بند ہوگا اور تمام لوگ پاکباز ہو جائیں گے۔ جہل، جبن، بخل کافور ہو جائیں گے۔ عاجزوں، ضعیفوں کی دادرسی ہوگی۔ ظلم دُنیا سے مٹ جائے گا۔ اسلام کے قالبِ بے جان میں رُوحِ تازہ پیدا ہو جائے گی۔ دُنیا کے تمام مذاہب ختم ہو جائیں گے۔ نہ عیسائی ہوں گے نہ یہودی، نہ کوئی اور مسلک ہوگا۔ صرف اسلام ہوگا۔ اور اسی کا ڈنکا بجتا ہوگا۔ آپ دعوت بالسیف دیں گے جو آپ کے درپئے نزاع ہوگا قتل کر دیا جائے گا۔ جزیہ موقوف ہوگا۔ خدا کی جانب سے شہرِ عکا کے ہرے بھرے میدان میں مہمانی ہوگی، ساری کائنات مسرتوں سے مملو ہوگی۔ غرضکہ عدل و انصاف سے دُنیا بھر جائے گی، (الیواقیت الجواہر جلد ۲ ص۱۴۵)۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دُنیا کے تمام مظلوم بُلائے جائیں گے اور اُن پر ظلم کرنے والے حاضر کئے جائیں گے۔ حتیٰ کہ آلِ محمد تشریف لائیں گے اور اُن پر ظلم کے پہاڑ توڑنے والے بُلائے جائیں گے حضرت امام علیہ السلام مظلوم کی داد رسی فرمائیں گے اور ظالم کو کیفرِ کردار تک پہنچائیں گے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِن تمام امور میں نگرانی کا فریضہ ادا فرمانے کے لیے جلوہ افروز ہوں گے۔ اِسی دوران میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی سابقہ ارضی ۳۳ سالہ زندگی میں ۷ سالہ موجودہ ارضی زندگی کا اضافہ کر کے چالیس سال کی عمر میں اِنتقال کر جائیں گے اور آپ کو روضۂ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم میں دفن کر دیا جائے گا۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص۴۶۳۔ سراج القلوب ص۷۷، عجائب القصص ص۲۲۳) اس کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا اور حضرت امیر المومنین نظامِ کائنات پر حکمرانی کریں گے جس کی طرف قرآن مجید میں "دابۃ الارض" سے اشارہ کیا گیا ہے۔ اب رہ گیا یہ کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی مُدّتِ حکومت کیا ہوگی؟ اس کے متعلق سخت اختلاف ہے۔ ارشاد مفید کے ص۵۳۳ میں سات سال اور ص۵۳۴ میں ۱۹ سال اور اعلام الوریٰ کے ص۲۶۵ میں ۱۹ سال، مشکوٰۃ کے ص۴۶۲ میں ۷، ۸، ۹ سال، نور الابصار کے ص۱۵۴ میں ۷، ۸، ۹، ۱۰ سال۔ غایۃ المقصود جلد ۲ ص۱۹۲ میں بحوالہ حلیۃ الاولیاء ۷، ۸، ۹ سال اور ینابیع المودۃ شیخ سلیمان قندوزی بلخی کے ص۴۳۳ میں بیس سال مرقوم ہے۔ میں نے حالات احادیث، اقوال علماء سے استنباط کر کے بیس سال کو ترجیح دی ہے، جو کثرت کہ ایک سال دس سال کے برابر ہوں (ارشاد مفید ص۵۳۳، نور الابصار ص۱۵۵) غرضکہ آپ کی وفات کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام آپ کو غسل و کفن دیں گے اور نماز پڑھا کر دفن فرمائیں گے۔ جیسا کہ علامہ سید علی بن عبدالحمید نے کتاب انوار المضیہ میں تحریر فرمایا ہے۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے عہدِ ظہور میں قیامت سے پہلے زندہ ہونے کو رجعت کہتے ہیں۔ یہ رجعت ضروریاتِ مذہبِ امامیہ سے ہے۔ (مجمع البحرین ص۲۲۴)۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ظہور کے بعد بحکم خدا شدید ترین کافر اور منافق اور کامل ترین مومنین، حضرت رسول کریم، آئمہ طاہرین، بعض انبیاء سلف برائے اظہارِ دولتِ حق محمدی دُنیا میں پلٹ کر آئیں گے۔ (تکلیف المکلفین فی اصول الدین ص۴۵) اس میں ظالموں کو ظلم کا بدلہ اور مظلوموں کو انتقام کا موقع دیا جائے گا۔ اور اِسلام کو اتنا فروغ دے دیا جائے گا کہ "لیظہرہٗ علی الدین کلہٖ" دُنیا میں صرف ایک اِسلام رہ جائے گا۔ (معارف الملۃ الناجیہ والناریہ ص۲۸۰) امام حُسین علیہ السلام کا مکمل بدلہ لیا جائے گا۔ (غایۃ المقصود جلد ۱ ص۱۸۶ بحوالہ تفسیر عیاشی) اور دُشمنانِ آلِ محمدؐ کو قیامت میں عذابِ اکبر سے پہلے رجعت میں عذابِ ادنیٰ کا مزہ چکھایا جائے گا (حق الیقین ص۱۴۷ بحوالہ قرآن مجید) شیطان مسرور کائنات کے ہاتھوں سے بر فرات پر ایک عظیم جنگ کے بعد قتل ہوگا۔ آئمہ طاہرین کے ہر عہدِ حکومت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں اچھے بُرے زندہ کیے جائیں گے اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کے عہد میں جو لوگ زندہ ہوں گے اُن کی تعداد چار ہزار ہو گی (غایۃ المقصود جلد ۱ ص۱۷۱) شہدا کو بھی رجعت میں ظاہری زندگی دی جائے گی تاکہ اس کے بعد جو موت آئے اُس سے آیت کے حکم "کل نفس ذائقۃ الموت" کی تکمیل ہو سکے اور انھیں موت کا مزہ نصیب ہو جائے (غایۃ المقصود جلد ۱ ص۱۷۳) اسی رجعت میں بوعدۂ قرآنی آلِ محمدؐ کو حکومتِ عامہ عالم دی جائے گی، اور زمین کا کوئی گوشہ ایسا نہ ہو گا جس پر آلِ محمدؐ کی حکومت نہ ہو، اس کے متعلق قرآن مجید میں "ان الارض یرثھا عبادی الصالحون" و "نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم الوارثین" موجود ہے (حق الیقین ص۱۴۹)۔

اب رہ گیا یہ کہ کائنات کی ظاہری حکومت و وراثت آلِ محمدؐ کے پاس کب تک رہے گی اس کے متعلق ایک روایت آٹھ ہزار سال کا حوالہ دے رہی ہے اور پتہ یہ چلتا ہے کہ امیر المومنینؑ، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر نگرانی حکومت کریں گے اور دیگر آئمہ طاہرین اُن کے وزراء اور سفراء کی حیثیت سے تمام عالم میں انتظام و انصرام فرمائیں گے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ہر امام علی الترتیب حکومت کریں گے۔ حق الیقین و غایۃ المقصود۔ حضرت علیؑ کے ظہور اور نظام عالم پر حکمرانی کے متعلق قرآن مجید میں بصراحت موجود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

"اخرجنا لھم دابۃ من الارض" (پ۲۰ رکوع ۱)

علمائے فریقین یعنی شیعہ و سُنی کا اتفاق ہے کہ اس آیت سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں ملاحظہ ہو۔ میزان الاعتدال علامہ ذہبی و معالم التنزیل علامہ بغوی و حق الیقین علامہ مجلسی و تفسیر صافی علامہ محسن فیض اُس کی طرف توریت میں بھی اشارہ موجود ہے۔ (تذکرۃ المعصومین ص۲۴۶)۔ آپ کا کام یہ ہو گا کہ آپ ایسے لوگوں کی تصدیق نہ کریں گے جو خدا کے مخالف اور اس کی آیتوں پر یقین نہ رکھنے والے ہوں گے۔ . . وہ صفا اور مروہ کے درمیان سے برآمد ہوں گے اُن کے ہاتھ میں حضرت سلیمان کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰ کا عصا ہو گا۔ جب قیامت قریب ہو گی تو آپ عصا اور انگشتری سے ہر مومن و کافر کی پیشانی پر نشان لگائیں گے۔ مومن کی پیشانی پر "ھذا مومن حقا" اور کافر کی پیشانی پر "ھذا کافر حقا" تحریر ہو جائے گا۔ ملاحظہ ہو: کتاب ارشاد الطالبین اخوند درویزہ ص۴۰۰ و قیامت نامہ قدوۃ المحدثین علامہ رفیع الدین ص۱۰۔ علامہ بغوی کتاب مشکوٰۃ المصابیح کے ص۴۶۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ دابۃ الارض دوپہر کے وقت نکلے گا، اور جب اس دابۃ الارض کا عمل درآمد شروع ہو جائے گا تو باب توبہ بند ہو جائے گا اور اس وقت کسی کا ایمان لانا کارگر نہ ہو گا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علیؑ مسجد میں سو رہے تھے، اتنے میں حضرت رسولِ کریمؐ تشریف لائے، اور آپ نے فرمایا "قم یا دابۃ اللہ"۔ اس کے بعد ایک دن فرمایا: "یا علی اذا کان اخر جک اللہ الخ" اے علیؑ! جب دُنیا کا آخری زمانہ آئے گا، تو خداوندِ عالم تمھیں برآمد کرے گا۔ اس وقت تم اپنے دشمنوں کی پیشانیوں پر نشان لگاؤ گے۔ (مجمع البحرین ص۱۲۷) آپ نے یہ بھی فرمایا: کہ علیؑ "دابۃ الجنۃ" ہیں۔ لغت میں ہے کہ دابہ کے معنی پیروں سے چلنے پھرنے والے کے ہیں۔ (مجمع البحرین ص۱۲۷)۔

کثیر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آلِ محمدؐ کی حکمرانی جیسے صاحب ارجح المطالب نے بادشاہی لکھا ہے اُس وقت تک قائم رہے گی جب تک دُنیا کے ختم ہونے میں چالیسؑ یوم باقی رہیں گے۔ (ارشاد مفید ص۱۳۷ و اعلام الوریٰ ص۲۹۵) اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چالیسؑ دن کی مدت قبروں سے مُردوں کے نکلنے اور قیامتِ کبریٰ کے لیے ہوگی حشر و نشر، حساب و کتاب، صور پھونکنا اور دیگر لوازم قیامتِ کبریٰ اسی میں ادا ہوں گے۔ (اعلام الوریٰ ص۲۹۵) اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام لوگوں کو جنت کا پروانہ دیں گے۔ لوگ اُسے لے کر پُل صراط پر سے گزریں گے۔ (صواعق محرقہ علامہ ابنِ حجر مکی ص۷۵ و اسعاف الراغبین ص۷۵ برحاشیہ نور الابصار) پھر آپ حوضِ کوثر کی نگرانی کریں گے۔ جو دشمنِ آلِ محمدؐ حوض کوثر پر ہوگا، اُسے آپ اُٹھا دیں گے۔ ارجح المطالب ص۷۶۹) پھر آپ لوار الحمد یعنی محمدی جھنڈا لے کر جنت کی طرف چلیں گے، پیغمبرِ اسلامؐ آگے آگے ہوں گے۔ انبیاء اور شہداء و صالحین اور دیگر آلِ محمدؐ کے ماننے والے پیچھے ہوں گے۔ (مناقب اخطب خوارزمی قلمی و ارجح المطالب ص۷۷۴) پھر آپ جنت کے دروازے پر جائیں گے اور اپنے دوستوں کو بغیر حساب داخلِ جنت کریں گے اور دشمنوں کو جہنم میں جھونک دیں گے۔ (کتاب شفا قاضی عیاض و صواعق محرقہ) اسی لیے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور بہت سے اصحاب کو جمع کر کے فرما دیا تھا کہ علیؑ زمین اور آسمان دونوں میں میرے وزیر ہیں اگر تم لوگ خدا کو راضی کرنا چاہتے ہو تو علیؑ کو راضی کرو، اس لیے کہ علیؑ کی رضا خدا کی رضا اور علیؑ کا غضب خدا کا غضب ہے۔ (مودۃ القربیٰ ص۵۵-۹۲) علیؑ کی محبت کے بارے میں تم سب کو خُدا کے سامنے جواب دینا پڑے گا اور تم علیؑ کی مرضی کے بغیر جنت میں نہ جا سکو گے اور علیؑ سے کہہ دیا کہ تم اور تمھارے شیعہ "خیر البریہ" یعنی خدا کی نظر میں اچھے لوگ ہیں۔ یہ قیامت میں خوش ہوں گے اور تمھارے دشمن ناشاد و نامراد رہیں گے، مُلاحظہ ہو (کنز العمال جلد۶ ص۲۱۸ و تحفہ اثنا عشریہ ص۶۰۳ تفسیر فتح البیان جلد۱ ص۲۲۳)۔ والسلام

سید نجم الحسن کراروی

کوچہ مولانا صاحب، پشاور سٹی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قطعۂ تاریخ

کتاب چودہ ستارے

از

عمدۃ الشعراء جناب مومن علی صاحب مومنؔ جے پوری مقیم پشاور

ملے پیشوا ہم کو معصوم سارے
چمکتے رہیں گے مقدر ہمارے
زمانے میں ظلمت تھی گویا جو ہوتے
نہ برج شریعت کے چودہ ستارے

۱۹۶۵۹

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چاردہ خورشید پاکیزہ

تیجۂ فکر بلند خاقانی سرحد حضرت سید جگر کاظمی (پشاور)

وارثان علومِ قرآنی — اے بہ اثبات شرحِ ایقانی
پارہ ہائے کتابِ ناطقِ حق! — واقفانِ رموزِ عرفانی
حاملانِ کتابِ مکنونی — التجائے خلیلؑ رحمانی
اے ز آدم بہ عیسیٰؑ مریمؑ — ہمہ را نغمہائے دربانی
مدعائے درودِ مصطفوی — اے صلوٰۃِ خدائے ربّانی
بہر تزئینِ اسوۂ حسنہ — پئے تطہیرِ شرفِ سبحانی
ہر یکے رحمتے پئے تکوین — آئینہ دارِ خلقِ یزدانی
تا محمدؐ شدہ از محمدؐ چوں — خلفائے عظیمِ یزدانی
باد بر روحِ شان درود و سلام — آنکہ ہستند فخرِ انسانی
بردہ نجم الحسن چہ سعی عجب — گر قبول اوفتد زہے شانی
طبع ذکرِ چہاردہ معصومؑ — عرضِ کن اے کشش پریشانی
چاردہ رہبران زعرشِ کریم
از سرا احمد اے جگر خوانی

۱۳ — جگر — ۷۸

قطعۂ تاریخ

تیجۂ فکر بلند فرزدقِ سرحد حضرتِ کوکب تبریزی (پشاور)

فاضلِ عصر، قبلہ نجم الحسن — ماہ تابانِ آسمانِ علوم
کردہ تصنیف نسخۂ زیبا — در بیانِ ائمۂ مظلوم
حرف حرفش بہشتِ قلب و نظر — سطر سطرش لآلیٔ منظوم
سالِ طبعش شدہ از سرِ اخلاص
ذکرِ تقدیسِ چہاردہ معصوم

۱۹ — ۶ — ۵۹

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas